بسم اللہ الرحمان الرحیم

360

سرسوز ـــ آثار و افکار

از

سردار احمد خاں

زیر نگرانی

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب

ایم اے ۔ ایل ایل بی ۔ پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ

صدر شعبہ اردو جامعہ سندھ ۔

یہ تحقیقی مقالہ پی۔ایچ۔ڈی۔ کی ڈگری کے لئے

شعبہ اردو جامعہ سندھ

میں پیش کیا گیا ۔

فروری ۱۹۷۱ ع

حصہ اوّل

فہرست مندرجات

(بقیہ فہرست مندرجات)

(دوم)

بقیہ فہرست مندرجات)

(سوم)

بقیہ فہرست مندرجات)

(چہارم)

دیباچہ

(الف)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ پاک کا شکر ہے کہ شدید محنت شاقہ کے بعد میر سوز کے حالات زندگی انکے فن کا جائزہ اور انکا کلام " میر سوز - آثار و افکار " کے عنوان سے مرتب ہوگیا - یہ موضوع قبلہ استاذی جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی صدر شعبہ اردو جامعہ سندھ نے خاکسار کو بطور خاص تجویز فرمایا تھا - حقیقت یہ ہے کہ میر سوز کے بارے میں میری معلومات برائے نام تھیں انکے کلام کو دیکھنے کا موقعہ بھی نہیں ملا تھا - یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ انکا کلام کہاں کہاں سے دستیاب ہوگا - بہ حیثیت مجموعی مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ میں اس موضوع کے بارے میں برائے نام معلومات رکھتا تھا - تاہم استاد گرامی کے حکم کے بموجب اس موضوع پر بعد امتیاز و احترام کام شروع کردیا - قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ " سوز کو زمانہ نے فراموش کردیا ہے اگر تم محنت کروگے تو ایک اچھا مقالہ تیار ہوجائے گا " - موصوف کے اس جملہ نے حوصلہ بڑھایا اور پوری تندہی سے مواد کی فراہمی اور اسکی ترتیب میں مصروف ہوگیا - مجھے اس مقالہ کی تیاری میں جن جن مراحل سے گذرنا پڑا انکا ذکر اگرچہ لاحاصل ہے لیکن اجمالی طور پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ میرے کام کے دو مرحلے تھے پہلا تو یہ کہ میر سوز کے بارے میں وہ تمام باتیں منظر عام پر لائی جائیں جو اب تک پردۂ خفا میں ہیں اور خارجی اور داخلی شہادتوں کی بنیاد پر انکی سیرت اور فن پر پوری روشنی ڈالی جائے - دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ انکے دیوان کی از سر نو تدوین کی جائے اور تمام بکھرے ہوئے کلام کو ترتیب اور صحت کے ساتھ یکجا کیا جائے -

زیر نظر مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے - پہلے باب میں اٹھارویں صدی کے سیاسی حالات پیش کئے گئے ہیں تاکہ ناظر کو یہ معلوم ہوسکے کہ میر سوز کے عہد کے حالات کیا تھے اور اس دور میں کیا کیا سیاسی نشیب و فراز آئے اور لوگوں کو کن حادثات سے دوچار ہونا پڑا - اور انکے کیا اثرات مرتب ہوئے -

دوسرے باب میں اس دور کی مذہبی ، معاشرتی اور ادبی سرگرمیوں کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے - اس سے اس دور کے لوگوں کی افتاد طبع اور ذہنی اور فکری رجحانات کا اندازہ

ہوجاتا ہے اور اس ماحول سے کما حقہ آگاہی ہوجاتی ہے جسمیں میر سوز سانس لے رہے تھے اس معاشرہ کے نقوش انکے کلام میں آسانی سے تلاش کئے جا سکتے ہیں ۔

تیسرا باب میر سوز کے حالات زندگی سے متعلق ہے ۔ اسمیں انکے بارے میں جس قدر معلومات فراہم ہوسکیں پیش کی گئیں ہیں تاکہ انکی شخصیت کی ایک واضح تصویر مرتب ہوسکے ۔

چوتھے باب میں میر سوز کے معاصرین کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سوز کے دور میں کون کون شعرا٭ موجود تھے اور سوز کا ان سے کس قسم کا ربط و ضبط تھا اور اس حلقۂ یاراں میں سوز کا کیا مرتبہ تھا اس باب میں معاصرین کے فن کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے ۔

پانچواں باب میر سوز کے حلقۂ تلامذہ سے متعلق ہے ۔ اسمیں ان شاگردان سوز کا ذکر ہے جنھوں نے اسے کسب فن کیا ۔ سوز کے تلامذہ کے بارے میں جو معلومات فراہم ہوئیں انکو پیش کیاگیا ہے اور انکے کلام کا نمونہ بھی شامل کیا گیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سوز سے تلمذ رکھنے والوں نے کہاں تک اپنے استاد کے رنگ کو نبھایا اور کون سا شاگرد اسے کتنا قریب ہے ۔

چھٹے باب میں میر سوز کے فن پر بحث کی گئی ہے ۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ باب خاصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ فنکار کے بارے میں تمام شہادتیں گذرجانے کے بعد اسکا کلام سامنے رکھکر اسکے فن کی اقدار کا تعین اس باب میں کیا گیا ہے ۔ اس ذیل میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ سوز کے معاصرین سے لیکر موجودہ زمانہ تک سوز کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے سوز کی شاعری کے اس پہلو کا تفصیلی طور پر مطالعہ کیا جائے ۔ نقادان فن نے جو رائے پیش کی ہے سوز کے کلام کو سامنے رکھکر ان مسائل و مباحث کو خاص طور سے زیر بحث لایا گیا ہے ۔ اس طرح تقریبا٭ ان تمام خصوصیات پر روشنی پڑجاتی ہے جن کے باعث سوز کا فن اپنے دور میں بلند مقام کا حامل تھا اور آج بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جا تا ہے ۔ ہم نے نقادوں کی آرا٭ کے مطابق اس فنکار کی فنی قدروں کو مرتب کیا ہے ۔ اسطرح محاسن کے ساتھ وہ معائب بھی سامنے آگئے ہیں جو کلام سوز میں موجود ہیں ۔ آخیر میں محاسن و معائب اور انکے مضمرات پر ہم نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور اسکا خیال رکھا ہے کہ نہ بے جا تعریف ہو اور نہ بے جا تحقیر بلکہ تمام شواہد کو مد نظر رکھکر ایک منصفانہ ناقدانہ نگاہ پیش کیا جائے ۔ اسمیں کہاں تک کامیابی ہوسکی ہے اسکا فیصلہ ناظرین ہی بہتر طور پر کرسکتے ہیں ۔ اس مقالہ کے ساتھ دیوان سوز اپنی مکمل اور جامع صورت میں پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے ۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میر سوز پر اب تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا اسطرح اس

وقت سوائے تذکروں اور چند مضامین کے میر سوز پر کوئی باقاعدہ کام نہیں ملتا - جو مضامین لکھے گئے ہیں ان میں بھی سرسری معلومات اور جائزہ پیش کیا گیا ہے بلکہ میر سوز کے بارے میں جو غلط اطلاعات اولین تذکروں میں تھیں انہیں کا بغیر تحقیق کے اعادہ کردیا گیا ہے - راقم الحروف کو سب سے زیادہ دشواری اسی معاملہ میں پیش آئی- اس ضمن میں متعلقہ اور غیر متعلقہ لاتعداد کتابوں کا مطالعہ کیا گیا - ایک ایک تذکرہ کی ورق گردانی کی اور جہاں بھی کوئی مطلب کی بات ملی اس سے فائدہ اٹھایا گیا - چنانچہ میر سوز کے بارے میں جملہ معلومات کی فراہمی اس اصول کے تحت کی گئی ہے کہ صرف قریب العہد شہادتیں قبول کی جائیں لہذا ہمارے ماخذ وہ تذکرے ہیں جو سوز کی زندگی میں مرتب ہوئے - اسکے بعد ان تذکروں کو ترجیح دی گئی ہے جن کے مصنفین نے سوز کو دیکھا تھا یا انکے دوستوں سے واقف تھے - کم و بیش ۳۶ معروف تذکرہ نگاروں نے میر سوز کا ذکر اپنے تذکروں میں کیا ہے - غیر معروف تذکرہ نگاروں کو ہم نے نظر انداز کردیا ہے کیونکہ بعد میں جو تذکرے لکھے گئے ان کے ماخذ بھی تذکرے ہیں ان میں ان ہی باتوں کو دہرایا گیا ہے جو اولین تذکروں میں موجود تھیں- لہذا ہم نے انکو بطور سند کے مد نظر نہیں رکھا ہے البتہ ان تذکروں کی اہمیت اس اعتبار سے ضرور ہے کہ ان میں سوز کے فن پر رائے زنی کی گئی ہے - اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ سخن فہموں کے انداز فکر میں کس نوعیت کی تبدیلیاں ہوئیں اور انہوں نے کس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے - لہذا ہم نے تمام تذکروں سے سوز کے متعلق تمام معلومات ترتیب کے ساتھ اس مقالہ میں شامل کردی ہیں اسطرح سوز کے بارے میں تمام منتشر مواد یکجا ہو گیا ہے - جن تذکروں سے اسناد حاصل کی گئی ہیں اور جنکو بنیادی اہمیت حاصل ہے انکی تفصیل یہ ہے - چونکہ حوالوں میں مخففات سے کام لیا گیا ہے اسلئے اشارہ بھی ہر تذکرہ کا متعین کرکے لکھ دیا گیا ہے-

۱ - میر تقی میر — نکات الشعراؑ — ۶۴- ۱۱۶۹ھ مطابق ۵۱-۱۷۵۲ع — ن ش

۲ - فتح علی حسینی گردیزی — ریختہ گویاں — ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ ع — ر گ

۳ - شیخ محمد قیام الدین — مخزن نکات — ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۵ ع — م ن

۴ - لچھمی نرائن شفیق — چمنستان شعراؑ — ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۲ ع — چ ش

۵ - قدرت اللہ شوق — طبقات الشعراؑ — ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ ع — شوق

۶ - میر حسن — شعرائے اردو — ۱۱۹۲-۸۸ھ مطابق ۱۷۸۰-۷۴ ع — ش ا

۷ - سید غلام حسین — تذکرہ شورش — ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۸ ع — ت ش

۸ - مرزا کاظم مخاطب به مردان علی خان مبتلا لکھنوی - — گلشن سخن — ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۸۰ ع — گ س

(ح)

۹ -	علی ابراهیم خاں	گلزار ابراهیم	۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۳ ع	گ ا
۱۰ -	غلام همدانی مصحفی	تذکرہ هندی	۱۲۰۹ھ مطابق ۱۷۹۴ ع	ت ہ
۱۱ -	خوب چند ذکاؔ	عیار الشعراؔ	۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۹ ع	ع ش
۱۲ -	وجیہ الدین عشقی	تذکرہ عشقی	۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ ع	ت ع
۱۳ -	علی لطف	گلشن هند	۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ ع	گ ہ
۱۴ -	میر محمد خاں اعظم الدولہ سرور	عمدۃ المنتخبہ	۱۶-۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۳-۱۳۰۱	ع م
۱۵ -	شاہ کمال	مجمع الانتخاب	۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۴ ع	م ا
۱۶ -	قدرت اللہ قاسم	مجموعۂ نغز	۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ ع	نغز
۱۷ -	غلام محی الدین مبتلا میرٹھی	طبقات سخن	۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۷ ع	ط س
۱۸ -	مصحفی عراقی	دیوان جہان	۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۷ ع	د ج
۱۹ -	ابن امین طوفان	تذکرہ الشعراؔ	۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۰۳۱ ع	ش
۲۰ -	احمد علی یکتا	دستورالفصاحت	۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ ع	د ت
۲۱ -	مصطفیٰ علی خاں شیفتہ	گلشن بیخار	۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۵ ع	خار
۲۲ -	گارساں دی تاسی	تاریخ ادب هندوستان	۵۶-۱۲۶۷ھ مطابق۳۹-۱۸۷۰ ع	ت ا ہ
۲۳ -	احمد حسین سحر	بہار بے خزاں	۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ ع	خزاں
۲۴ -	قطب الدین باطن	گلستان بے خزاں	۱۲۶۱ھ مطابق۱۸۴۵ ع	گل
۲۵ -	سعادت خاں ناصر	خوش معرکۂ زیبا	۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ ع	خوش
۲۶ -	کریم الدین فیلن	طبقات الشعرائے هند	۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ ع	کریم
۲۷ -	محسن علی محسن	سراپا سخن	۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ ع	س س
۲۸ -	اسپر نگر	یادگار الشعراؔ	۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ ع	ی ش
۲۹ -	نصراللہ خاں خویشگی	گلشن همیشہ بہار	۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ ع	بہار
۳۰ -	عبدالغفور نساخ	سخن الشعراؔ	۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ ع	س ش

۳۱-	عبدالحی صفا بدایونی	شمیم سخن	۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ ع	ش س
۳۲-	سید علی حسن خان	بزم سخن	۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ ع	ب س
۳۳-	سید نور الحسن	طور کلیم	۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ ع	ط ک
۳۴-	محمد حسین آزاد	آب حیات	۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ ع	آ ح
۳۵-	سید فرزند احمد صفیر	جلوہ خضر	۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۵ ع	ج خ
۳۶-	عبدالرؤف عشرت	آب بقا	۱۹۱۸ ع	آ ب

دوسرا دشوار مرحلہ میر سوز کے کلام کی دستیابی کا تھا۔ اگرچہ انکے دیوان کے متعدد نسخے ہیں لیکن سب کے سب بکھرے ہوئے ہیں۔ تمام نسخوں کی دریافت اور ہر ایک کے مطالعہ کے بغیر دیوان سوز کی تدوین ممکن نہیں تھی اسوقت تک جو نسخے دستیاب ہوئے ہیں انکی تفصیل یہ ہے -

۱ - دیوان سوز

۲ - کتبخانہ نواب سالار جنگ حیدرآباد دکن

نمبر - ۱۷۰

سائز - ۹ × ۵ ۱/۲

صفحات - ۲۰

سطر - ۱۵

خط - نستعلیق

کاغذ - دیسی

آغاز - سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا

لکھتا بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

اختتام - ترا جور جفا مہر و وفا ہے غیر سے بہتر

وفاداروں کے لب پہ بھی ہے تیری بے وفائی کو

ملاحظات - اس دیوان میں صرف ردیف دار غزلیات ہیں - ناقص الاخر ہے سن کتابت نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے اپنی پسند اور مرضی کے موجب غزلوں کا انتخاب کیا ہے -

۲ ۔ دیوان سوز

کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدر آباد دکن

نمبر ۔ ۱۲۰

سائز ۔ ۸ × ۶

صفحات ۔ ۴۴

سطر ۔ ۱۱

خط ۔ شکستہ

کاغذ ۔ دیسی

آغاز ۔ سر دیوان پہ اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

اختتام ۔ لخت جگر و کباب دل ہے تیار
آتے تو ہم بھی مہمانی کرتے

ملاحظات ۔ اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیفوں پر مشتمل ہیں ۔ آخیر میں تین رباعیات بھی ہیں۔ اس نسخہ میں بھی سن کتابت موجود نہیں ہے ۔ بہ حیثیت مجموعی یہ نسخہ بھی نا مکمل ہے ۔ مرتب نے اپنی مرضی کے مطابق غزلوں کا انتخاب کیا ہے اور غزلوں میں بعض اشعار معمولی سمجھکر چھوڑ بھی دئے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ بھی انتخاب کہا جاسکتا ہے ۔

۳ ۔ دیوان سوز۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدرآباد دکن ۔

نمبر۔ ۴۴۲

سائز ۔ $10\frac{1}{2} \times 7\frac{1}{2}$

صفحات ۔ ۱۴۲

خط ۔ نستعلیق

کاغذ ۔ دیسی

آغاز ۔ دیکھ دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائے گا
یاں بغیر از قطرہ خوں اور تو کیا پائے گا

اختتام ۔ کہا جو سوز نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ بہلانے کی خو ہیں

ملاحظات ۔ اس دیوان میں بھی ردیف دار غزلیات ہیں اس نسخہ پر بھی سن کتابت درج نہیں ہے ۔ اس نسخہ کے مرتب نے بھی اپنی مرضی سے غزلوں کا انتخاب کیا ہے اور اسباب کا لحاظ نہیں رکھا ہر کہ غزلیں مکمل ہوں ۔ مجموعی طور پر یہ نسخہ پہلے دو نسخوں سے بھی غیر مکمل اور ناقص ہے ۔

۲ ۔ دیوان سوز ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدرآباد دکن۔

نمبر ۔ ۵۴۷
کتاب نمبر۔ ۷۱
سائز ۔ $8 \frac{1}{2} \times 6$
صفحات ۱۵۴
سطر ۔ ۱۲
خط نستعلیق
کاغذ۔ دیسی
آغاز ۔ سر دیوان پر اپنی جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا
اختتام ۔ مثنوی پر ہے ۔
ملاحظات ۔ پہلے صفحہ پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں معلوم نہیں یہ اشعار کس کے ہیں دوسرے صفحہ پر تین مہریں ہیں دو مہریں پڑھی نہیں جاتیں ۔ ایک مہر کی عبارت پڑھی جاتی ہے ۔ اسپر نقش ہے " محترم الدولہ ۱۲۵۷ھ " ۔ یہ دیوان بڑی حد تک مکمل ہے غزلوں کے علاوہ مخمسات اور مثنویات بھی ہیں اس نسخہ میں میر سوز کے علاوہ دوسرے شعراء کے اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں لکین وہ کم ہیں اور بعد کا اضافہ معلوم ہوتے ہیں ۔ بڑا حصہ میر سوز کے کلام پر مشتمل ہے ۔ اس نسخے پر آخر میں دو ترقیمے ہیں کاتب کا نام میر عظیم علی ابلمچی

اور سن کتابت ۱۲۵۱ھ معلوم ہوتی ہے ساصل عبارت یہ ہے -

" تمت الکتاب بعون الوهاب حسب فرمائش نواب ذوالاقتدار بیدار بخت سزاوار تاج و تخت نواب محترم جنگ بہادر دام دولتہ حکمه بخط اضعف العباد میر عظیم علی ابلجوی احسن الله فی الدارین هفدهم ماه ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۲۴۵ فصلی " -

دوسرے ترقیمے کی عبارت یہ ہے -

" روز یک شنبه بتاریخ بست و یکم ماه ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ کتاب دیوان میر سوز که از فرزند فیاض علی خان مرحوم گرفته بدست میر عظیم الدین سید نویسانیده شد " -

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اصل نسخہ فیاض علی خان کے بیٹے کے پاس تھا اور اس سے میر عظیم الدین نے محترم الدولہ کے لئے نقل کیا -

۵ - دیوان سوز -

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن (اتب خانۂ آصفیہ)

نمبر - ۲۲۹۸

سائز - ۷ ½ × ۵ ½

صفحات - ۵۲

سطر - ۱۱

خط - نستعلیق

کاغذ - دیسی

آغاز - سر دیوان پر اپنے جو بسم الله میں لکھتا
بجائے مد بسم الله مد آہ میں لکھتا

ملاحظات - یہ نسخہ بھی ناقص ہے اور غیر مکمل ہے - اغلاط کافی ہیں -

۶ - دیوان سوز -

برٹش میوزیم لندن -

ملاحظات - یہ نسخہ شاہان اودھ کی ملکیت تھا جو بعد انتزاع سلطنت لندن بھیج دیا گیا - اس نسخہ پر امجد علی شاہ والی اودھ کے دستخط ثبت ہیں اور تاریخ نہم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ درج ہے داروغہ کتب خانہ موتی

محل منشی محمد علی کے دستخط بھی ہیں ۔کل اوراق ۱۹۰ ہیں
آخر کے پانچ ورقوں پر مہریں ہیں ۔ دیوان کا آغاز اس شعر سے
ہوتا ہے ۔

دعویٰ بہت ہے سوز کو اپنے کلام کا ۔
جو غور کیجئے تو ہے کوشش کے کام کا ۔

بعد میں اس مطلع کی غزل سے دیوان شروع ہوتا ہے ۔

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ پر مد آہ میں لکھتا

۷ - دیــوان ســوز -

کتب خانہ انڈیا آفس لـنـدن -
عکس ملوکہ اردو ترقی بورڈ کراچی -

نمبر- (اردو ترقی بورڈ کا) ۲۶۷۲
سائز - ۶ × ۹ $\frac{1}{2}$
صفحات ۲۸۳
سطر - ۱۱
خط نستعلیق
آغاز - سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

ملاحظات - نسخہ کے پہلے صفحہ پر با فتاح لکھا ہے اس کے نیچے انگریزی میں
کالج آف فورٹ ولیم لکھا ہوا ہے ساتھ ہی فورٹ ولیم کالج کی بلیو مہر
لگی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ فورٹ ولیم کالج کے لئے مرتب
کیا گیا تھا ۔ آخر میں ایک قصیدہ بھی کولبروک کی مدح میں ہے ۔
قصیدہ کے خاتمہ پر لکھا ہے " تمام شد قطعہ مدح گفتہ نمک خوار
قدیم بندہ حسین شاہ"

ترقیمہ کی عبارت یہ ہے ۔
تمت تمام نسخہ دیوان مرتبہ میر سوز شاعر دہلوی مصنف جہان ۱۲
در جمادی الثانی ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ ع ۔ یہ نسخہ بڑی اہمیت

کا حامل ہے اس میں کچھ کلام ایسا بھی ہے جو دوسرے نسخوں میں نہیں ہے ۔ حسین شاہ کا قصیدہ درج ذیل ہے ۔

قصیدہ

سحر یہ شکوہ گردوں زباں پہ تھا میری
کہ سخت درپے ایذا ہے چرخ کج رفتار

جہاں میں اہل ہنر جو ہیں صورت مہ مہر
رکھے ہے انکو یہ گردش یہ چرخ لیل و نہار

وہ اسکو قدر ہنر کی نہ فضل کی ہے تمیز
ہے سفلہ پرور و دوں ہمت و عجب آواز

نہیں ہے اس کی جا دہر میں اب اسکے کہیں
کدھر کرے کوئی زنداں آسماں سے فرار

یہ گفتگو تھی زباں پہ مری شکایت کی
کہ پیر عقل نے مژدہ دیا مجھے یک بار

کیا جو چاہے مبدل یہ عیش تو غم دل
بتائیں جو تجھے عہد اسکی ہم اے یار

قلم کو ہاتھ میں لیکر کر اسکا وصف رقم
محیط دہر میں ہے جو کہ گوہر شہسوار

کرے ہے جیب کہ وہ دست گہر فشاں کو بلند
تو دامن اپنا پسارے ہے ابر گوہر بار

ستارہ قدرو فلک صدر و مشتری طلعت
شہاب سطوت و بہرام کین و مہر و قار

یہ علم و فضل و بلاغت خدا نے اسکو دیا
کہ اسکے آگے فلاطوں ہے طفل مکتب دار

شجاعت ایسی کہ ہے دھاک سارے عالم میں
غرض کہ رستم وقت اب ہیں اسکے خدمت گار

چراغ دانش و فرہنگ شمع بزم فرنگ
شجاع و کوہ وقار وحلیم و کاہ شکار

کہا میں تو نے یہ مژدہ اگر دیا ہے مجھے
تو اسکا نام بھی بارے بتادے بے تکرار

وہ بولا اسم مبارک ہے ہنری کولبروک
شگفتہ اسکی بدولت ہے دہر کا گلزار

یہ عقل و ہوش عنایت اسے خدا نے کی
کہ جسکے فہم کے قائل ہیں عاقل و ہوشیار

لکھوں جو وصف میں کچھ اسکے علم و دانش کا
بہار دانش منظوم ہوویں وہ اشعار

قلم سے اپنے جو کار فرنگ کیا ہے عجب
رقم کر اسکی جو صفت ورق کروں تیار

سخاوت ایسی کہ جود سخا کریں جو رقم
دوات شکل صدف ہو قلم ہو گوہر بار

کرے جو اس سے جو کوئی آ سوال خر مہرا
تو دے ہزاروں وہ سائل کو مرتعش کے ہار

کہا میں پھر فلک سے ہے کوئی اس سا خلیق
وہ حاشا کہ وہیں تراش کرگیا انکار

ہنر شناس و ہنر پرور و ہنر آرا
سخن ور آپ سخن سنج اور سخن کا یار

اب اسکی طبع رسا سے اٹھے وہ گردوں سا ں
بنائے کاخ سخن ہو رہے تھے جو مسمار

کہاں تلک میں کروں وصف فائقاً رقم
حضور ہی میں بُرکیوں نہ پڑھوں اب کئی اشعار

تو وہ ہے مہر سپہر کمال فضل و ہنر
کہ جسکے نور کے محتاج ہیں سہا و کبار

نہ ہوتی اہل سخن نغمہ ساز جوں طوطی
جو تیری طبع نہ ہوتی انھیں کی آئینہ دار

تیری ہی خرمن استاد سے ہے خوشہ چیں
سخن کئے ہیں سخن دانوں نے کئی انبار

نہ کرتا گر تو خریداری سخن بہ سخن
جہاں میں ہوتا سخن کا نہ گرم یوں بازار

جو سنتے کاش کہ تیری فصاحت اہل سلف
.... کہتے نہ سحباں کو وہ کبھی ......

یقیں ہے اسکی زباں میں بھی لکنت آجاتی
جو سنتا آن کے تکلم فصیح بہ گفتار

جو تیرے دست گوہر بخش سے ..... مثال
صدف میں ہوتی نہ پیدا کبھی دُرِ شہوار

ہو تیری رعب عدالت سے اسکا بازو شل
جو چاہے شعر کہ روباہ کے دے گلو کو فشار

عجب ضعیف نوازی کہ روبہ کمتر
ہے تیرے روز عدالت سے اب وہ شیر شکار

لکھوں میں سرعت گلگوں بادپا کیوں کر
کہ جس کے کاوے کو ہے تنگ گنبد دوار

کہ ایک دم میں دکھاوے وہ شش جہت کی سیر
اچک کے باگ جو تک چھوڑیں تو شاہ سوار

.... تیری مجھکو دور
خدا کرے کہ نہ گردش سے ہو فلک کو قرار

.... فلک کا گواہ
....تیری طالع رسا رہتا وہاں ہی لیل و نہار

ہنر شناس ہے تو اور کریم ابن کریم
سخا میں حاتم طے اور کرم میں جم کردار

حقیقت اب تو دعا پھر کلام ہوکر ختم
کہ بالکل اسکا کہاں وصف ہو سکے اظہار

الٰہی تاکہ معلق ہے سقف چرخ بلند
رہے جہاں میں یہ صاحب سدا بعزو وقار

الٰہی اسکی ہو اولاد باغ دنیا میں
نہال عمر سے اپنی ہر ایک برخوردار

جو دوست اسکے ہوں شاداں رہیں زمانہ میں
رہیں ذلیل ہمیشہ عدو بد کردار

یہی ہے بندگی اب تجھ سے التجا صاحب
نگاہ پیر مغاں از حال من دریغ نہ دار

نجات دے مجھے غم ہائے دھر سے اس طور
کہ پہنچے گرد کدورت نہ مجھکو زنہار

فلک کے جور کا شکوہ نہ کر حقیقت تو
اگرچہ اسنے تجھے کر رکھا ہے خستہ و خوار

پس اسکا چھوڑ گلا شکر کر تو اب اسکا
کہ آیا سایۂ دولت میں اسکی تو اے یار

پڑھوں کسی کا وہ مطلع تیری حضوری میں
کہ پھر جس سے نہ ہو عرض حال کی تکرار

کریم سا ئل خود را غنی کند یکبار
دوبارہ لب نہ کشاید صدف بہ ابر بہار

حسین شاہ کے ممدوح هنری کولبرگ (Henry Colebrook) بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں سنسکرت کے عالم کی حیثیت سے ملازم تھے انکا یہ تقرر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور میں ہوا - بعد میں گورنر جنرل کونسل کے ممبر بنے - ۱۷۷۲ ع میں جب بنگال برطانوی حکومت کا حصہ قرار پایا تو هندو لاء (Hindu Law) کی تدوین هنری کولبرگ نے سر ولیم جونز کے ساتھ مل کر کی تھی -(۱)

۸ - دیــوان ســوز -

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڈھ

ملاحظات - یہ نسخہ ناقص الآخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے کاتب غیر محتاط ہے - جابجا اشعار غلط لکھے گئے ہیں - سن کتابت درج نہیں ہے - کاتب کا نام بھی معلوم نہیں ہے - دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے-

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

۹ - دیــوان ســوز -

کتب خانہ رضا لائبریری رام پور

ملاحظات -

اس نسخہ کا نمبر ۳۹۹ - ۳۰۰ ہے - نسخہ اگرچہ کرم خوردہ ہے لیکن کتابت اچھی ہے کہیں کہیں اشعار پڑھے نہیں جاتے ہیں کیونکہ بوسیدہ اوراق پر سفید باریک کاغذ کے جوڑ لگائے گئےہیں - ؟

ترقیمے کی عبارت یہ ہے - " بتاریخ هفدهم یوم شنبه شهر محرم الحرام ۱۲۲۷ھ صورت اتمام یافت "

کل ۲۱۵ صفحات ہیں - دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے-

جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا
چاہیں جو کیے وصف تو کیا حق ہے زباں کا

یہ نسخہ مکمل ہے اور اسمیں اغلاط بھی برائے نام ہیں -

۱۰ - دیــوان ســوز -

کتب خانہ انجمن ترقی اردو بورڈ کراچی -

نمبر- ۱۳۳۳

---

(۱) ایچ - ایچ ڈاڈ ول - کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد ششم مطبوعہ ایس چاند اینڈ کو لکھنؤ - ۱۹۵۸ ع صفحات ۹۶-۹۹-۱۳۲-۱۳۶-۳۸۹-۳۹۳-

سائز - ۶$\frac{1}{2}$ × ۸$\frac{1}{2}$

صفحات - ۲۹۶

سطر - ۱۱

خط - نستعلیق

آغاز - جز شکر قلم صفحۂ خلاق جہاں کا
چاہیں جو کرے وصف تو کیا منہ ہے زباں کا

ملاحظات - یہ نسخہ بہت اچھی حالت میں ہے - کہیں کہیں کاغذ کو کیڑا کھا گیا ہے لیکن نسخہ بالکل مکمل ہے-

ترقیمے کی عبارت یہ ہے -

" تمت تمام شہکار من ختام کاتب الحروف احقر العباد سید میر علی الله عنہ تحریر فی تاریخ شہر جمادی الثانی روز سہ شنبہ ۱۲۳۵ھ" -

اسکے بعد یہ شعر درج ہے-

ہر کہ خواند و طامع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

۱۱ - دیوان سوز -

کتب خانہ برٹش میوزیم لندن -

نمبر - (۲-۱) ۵۳ -۱۴۱۱۴۰

سائز - ۶ × ۹$\frac{1}{2}$

صفحات - ۵۹

سطر - ۱۱

خط - نستعلیق

آغاز - جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا
چاہے جو کیے وصف تو کیا منہ ہے وہاں کا

ملاحظات -
اصل دیوان کا انتخاب ہے یہ نسخہ ۱۲۳۸ مطابق ۱۸۳۱ع میں بنگال لیتھوگرافک پریس کلکتہ میں چھپا تھا -

ترقیمے کی عبارت یہ ہے-

" نسخہ انتخاب دیوان سوز بخط عقیدت منزل بٹزرائس از نسخہ مطبوعہ

سابق نقل نمودہ و مقابلہ کردہ بہ طبع در آوردہ شد ۔ امید از خوش نظران بلاغت نشانی اینکہ سہو و خطائم را بہ ذیل اصلاح بہ پوشند زیراکہ الانسان مرکب الخطا و النسیان ۔ تمت تمام ۔

۱۲ ۔ دیوان سوز ۔

کتب خانہ موجودہ جنرل لائبریری حیدر آباد ۔

ملاحظات ۔

یہ نسخہ بکمال لیتھو پریس کے نسخہ کے مطابق ہے ۔

ترقیمے کی عبارت یہ ہے ۔

" تمت الکتاب مسمی المسلک الوهاب روز چهار شنبه بتاریخ شانزدهم شهر شعبان المعظم ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ ع بسرعت به عرصه سه پهر اتمام رسید اضعف للسادات محمد درویش حسینی غفرله"

ان نسخوں کے مطالعے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ میر سوز کے دیوان کی تدوین دو حصوں پر مشتمل ہے ایک نسخہ کی ابتدا ایک غزل سے ہوتی ہے جس کا مطلع یہ ہے ۔

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

دوسرا نسخہ وہ ہے جسکی ابتدا اس غزل سے ہوتی ہے جسکا مطلع یہ ہے ۔

جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا
چاہے جو کہے وصف تو کیا منہ ہے وہاں کا

پہلے نسخہ کی سردست آٹھ نقلیں موجود ہیں جیسا کہ نمبر شمار ۱ سے ۸ تک ظاہر ہے دوسرے نسخہ کی دو نقلیں فراہم ہیں جیسا کہ نمبر شمار ۹ اور ۱۰ سے ظاہر ہے باقی دو نسخے ۹ اور ۱۰ کے انتخاب پر مشتمل ہیں ۔ راقم الحروف نے میر سوز کے دیوان کی تدوین میں نمبر شمار کے ۷،۸،۹،۱۰ نسخوں کو بنیاد بنایا ہے ۔ نمبر ۷،۸ اور ۹ ۔ ۱۰ کی ترتیب اگرچہ مختلف ہے لیکن ان میں بیشتر غزلیں مشترک ہیں ۔ اکثر جگہ اختلاف بھی ملتا ہے ۔ یہ صورت حال دیوان کی تصحیح و تدوین کے لئے سخت دقت طلب تھی ۔ لہذا اطمینان خاطر کی غرض سے راقم الحروف نے ہندوستان جاکر مزید تحقیق کی جن نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کا جائزہ لیا گیا ، ہر نسخہ کا دوسرے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا بعض جگہ کاغذ کرم خوردہ ہوگئے تھے اور اشعار کا پڑھنا ممکن نہ تھا ۔ لیکن نسخوں کے تقابل سے ان اشعار کے محو شدہ اشعار بھی درست ہوگئے اور اختلافات بھی دور ہوگیا ۔ پھر بھی کچھ اشعار

ایسے رہ گئے جو درست نہ کئے جاسکے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اشعار صرف ایک ہی نسخہ میں تھے -
زیر نظر دیوان کی تدوین مذکورہ نسخوں کے تقابل اور تطابق کے بعد کی گئی ہے پھر بھی یہ دعویٰ
کرنا مشکل ہے کہ تصحیح شدہ متن مصنف کی منشا کے بہ موجب ہے - ہر نسخہ میں کہیں نہ کہیں
اختلاف ضرور ہے کسی میں ایک غزل ہے تو وہی غزل دوسرے نسخوں میں نہیں ہے بعض جگہ ایک شعر
مزید مل جاتا ہے جو کسی دوسرے نسخہ میں نہیں ملتا کہیں الفاظ کا ردو بدل ہے - ہم نے ان تمام
اختلافات کا ذکر فرداً فرداً کرنا غیر ضروری سمجھا ہے اور صرف حوالے پر اکتفا کیا ہے - متن کی
درستی میں اسباب کو ملحوظ رکھا ہے کہ معانی، مطالب اور مفاہیم کے اعتبار سے قرین قیاس طریقہ اختیار
کیا جائے - میر سوز کا کلام جہاں کہیں سے ملا ہے اسکا تقابل اصل ماخذوں سے کیا گیا ہے - تذکروں
میں جو شعر ملے ہیں ان سے بھی متن کی درستی میں مدد لی گئی ہے -

کلیات سودا کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ میر سوز کا بہت سا کلام سودا کے تخلص کے
ساتھ اسمیں موجود ہے - ممکن ہے قیام فرخ آباد اور لکھنؤ کے دوران یہ کلام سودا کے کلام کے ساتھ
خلط ملط ہوگیا ہو - متن کی درستی میں ان اشعار سے بہت مدد ملی جو ہیں تو سوز کے لیکن سودا
سے منسوب کرکے انکی کلیات میں داخل کردئیے گئے ہیں - سوز کے دیوان میں ہم نے ایسی غزلوں کا خاص
طور سے حوالہ دیدیا ہے - شاہ کمال کہتے ہیں کہ دیوان سوز کو سب سے پہلے انہوں نے میر سوز
کی مرضی اور ایما سے مرتب کیا - اس مجموعہ پر سوز نے اپنے ہاتھ سے خط شفیعا میں دستخط کئے تھے -
شاہ کمال کا کہنا ہے کہ اس مجموعہ کلام سے دوسری نقلیں تیار ہوئیں لیکن ہمارے خیال میں شاہ کمال
کا مجموعہ مکمل نہ تھا اور بعد میں دوسرا دیوان ترتیب سے مرتب ہوا - انمیں بعض غزلیں مشترک ہیں
اور بعض غزلیں ایسی ہیں جو صرف ایک ہی دیوان میں ملتی ہیں - ان دونوں مجموعوں کی بہت نقلیں کی
گئیں - کاتب معمولی استعداد کے تھے لہذا ان نقلوں میں حشو و زواید کا عمل شروع ہو گیا - الفاظ
کی تبدیلی اور الٹ پھیر تو معمولی بات ہے بعض جگہ کاتبوں نے اپنی جولانی طبع دکھائی ہے اور
اگر کہیں پر کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آیا تو مکھی پر مکھی مارنے کے مقولے پر عمل کیا - ان تمام
کوتاہیوں کو دور کرنے اور صحیح طریقہ کار اختیار کرنے میں جو کاوش و کاہش کرنا پڑی وہ ناقابل بیان
ہے - اکثر نسخوں میں جہاں کا غذ پھٹ گیا ہے یا کیڑا لگ گیا جانے کی وجہ سے حروف پڑھے نہیں
جاسکے - ایسے مقامات پر قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے - یہ تصحیح قوسین کے اندر ہے - جہاں
قیاسی تصحیح سے کام نہ چل سکا وہ حصے خالی چھوڑ دئے گئے ہیں -

میر سوز کے دیوان کے متعدد نسخوں میں بعض غزلیں دوبار درج کرلی گئی ہیں -
اردوئے معلی کے میر سوز نمبر میں جو کلام مرتب کیا گیا ہے وہ نسخہ علی گڑھ اور نسخہ رام پور پر

مشتمل ہے لیکن اسمیں بھی کسی حرف ربطی سے کام نہیں لیا گیا ہے متعدد غزلیں دوبار نقل کردی گئی ہیں اور اغلاط تو بے شمار ہیں ہم نے اسبات کا خیال رکھا ہے کہ کوئی غزل بلکہ ایک شعر بھی دو مرتبہ نقل نہ ہو سکے اتنے ضخیم دیوان میں اس امر کا اہتمام کرنے میں بڑی جانکاہی سے کام لینا پڑا ۔ ان امور کو ملحوظ رکھنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ زیر نظر دیوان میر سوز اپنی موجودہ شکل میں تمام نسخوں سے زیادہ مکمل اور مستند ہے تو ہر گز بے جا نہ ہوگا ۔

دیوان سوز کے تمام نسخے کافی پرانے ہیں ان کے کاتب بھی کم سواد ہیں ۔ ان میں سے بعض کا املا قدیم طرز کا ہے ہم نے زیر نظر دیوان میں جدید املا اختیار کیا ہے ۔ دیوان میں ہر غزل کے ساتھ پانچ نسخوں کے حوالے شامل کردیے ہیں ۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے کہ اس دیوان کی تدوین کرتے وقت ہم نے پانچ نسخوں کو بنیاد بنایا ہے لہذا ان ہی کے حوالے درج کئے گئے ہیں ۔ جہاں کہیں ایسے اشعار ہیں جو ان نسخوں کے علاوہ کہیں اور سے دستیاب ہوئے ہیں وہاں ان کتابوں کا نام مع صفحات کے درج کردیا گیا ہے ۔ جن پانچ نسخوں کو ہم نے بنیاد بنایا ہے ان کے لئے مخففات استعمال کئے ہیں انکی تفصیل یہ ہے ۔

۱۔ نسخہ فورٹ ولیم کالج مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن نمبر ۷ کے لئے ب
۲۔ نسخہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۔ نمبر ۸ کے لئے ع
۳۔ نسخہ رضا لائبریری رام پور ۔ نمبر ۹ کے لئے ر
۴۔ نسخہ اردو ترقی بورڈ کراچی ۔ نمبر ۱۰ کے لئے ک
۵۔ نسخہ جنرل لائبریری خیر پور نمبر ۱۲ کے لئے خ

مندرجہ بالا نسخوں سے زیر نظر دیوان سوز کی تدوین کی گئی ہے اس دیوان میں جتنی اصناف سخن ہیں انکی تفصیل یہ ہے ۔

۱۔ غزلیات ۔	تعداد غزلیات	کل اشعار
ردیف الف	۲۰۵	۱۱۷۹
ردیف ب	۱۹	۱۲۳
ردیف ت	۱۵	۸۱
ردیف ٹ	۱	۷
ردیف ج	۲	۱۰
ردیف چ	۷	۳۸
ردیف ح	۳	۲۱
ردیف خ	۲	۱۰

ردیف [illegible]	۹	۵۸
ردیف ذ	۱	۷
ردیف ر	۴۳	۲۶۵
ردیف ز	۶	۳۹
ردیف س	۶	۴۳
ردیف ش	۵	۲۸
ردیف ص	۱	۷
ردیف ض	۲	۱۲
ردیف ط	۶	۴۴
ردیف ظ	۲	۱۴
ردیف ع	۳	۲۳
ردیف غ	۵	۳۰
ردیف ف	۸	۳۸
ردیف ق	۴	۱۹
ردیف ک	۱۰	۶۱
ردیف ل	۲۳	۱۴۸
ردیف م	۱۷	۱۰۰
ردیف ن	۱۲۷	۶۴۰
ردیف و	۹۹	۵۵۰
ردیف ہ	۳۱	۱۹۴
ردیف ی	۳۵۷	۲۱۶۴

کل غزلیں	۱۰۱۹	
غزلوں کے کل اشعار		۵۹۳۰
رباعیات	۳۲	
قصائد	۳	
مخمس	۴	
مستزاد	۳	
مثنوی	۱۱	

فارسی کلام -

عام طور پر قدیم تذکروں میں سن پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی تھی ۔ موجودہ زمانہ میں اگرچہ سن کی اہمیت کا احساس ہے لیکن انکو بغیر کسی تحقیق کے قبول کرلیا جاتا ہے ۔ ہم نے بھی تحقیق کے ساتھ سن نقل کئے ہیں ۔ اسی کے ساتھ اس بات کا اہتمام بھی کیا ہے کہ ہجری اور عیسوی سن ایک ساتھ درج کئے جائیں اسطرح صورت حال سمجھنے میں خاصی سہولت ہوجاتی ہے ۔

اس مقالہ کی تیاری میں ہر اس کتاب کا مطالعہ کیا گیا ہے جس کا کسی نہ کسی اعتبار سے مقالہ کے ساتھ تعلق تھا ۔ چنانچہ پاک و ہند کے مندرجہ ذیل کتب خانوں میں بیٹھکر سیکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد مواد فراہم کیا گیا ہے ۔ جن کتابوں سے اس مقالے کو تیار کرنے میں مدد لی گئی ہے انکی فہرست کتابیات کے عنوان کے تحت دے دی گئی ہے ۔

١۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری کراچی
٢۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی
٣۔ لیاقت نیشنل لائبریری کراچی
٤۔ کتب خانہ اردو ترقی بورڈ کراچی
٥۔ خیر پور پبلک لائبریری خیرپور
٦۔ اسلامیہ کالج لائبریری سکھر
٧۔ جنرل لائبریری سکھر
٨۔ معصوم شاہ لائبریری سکھر
٩۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
١٠۔ جامعہ پنجاب لائبریری لاہور
١١۔ رضا لائبریری رام پور (بھارت)
١٢۔ دارالمطالعہ شاہ جہاں پور (بھارت)
١٣۔ گاندھی فیض عام کالج لائبریری شاہ جہاں پور (بھارت)
١٤

میں ان کتبخانوں کے کارکنان کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں ۔ خاص طور سے انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے کے اراکین نے میرے ساتھ جس قسم کا تعاون کیا وہ بے مثال ہے ۔ اللہ پاک ان سبکو جزائے خیر دے آمین ۔

اس مقالے کی تیاری میں جن صاحبان نے علم و فن سے میری امداد فرمائی اگر ان سبکا ذکر کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوجائے گی ۔ میں مجموعی طور پر ان تمام کرم فرماؤں کا بہت احسان مند ہوں جنہوں نے اپنے مشوروں ، معلومات ، اور کتابوں کی فراہمی سے نوازا ۔

سب سے آخر میں اس شفیق و کریم ذات گرامی کا ذکر کرنا بھی فرض سمجھتا ہوں جنکی کفش برداری کی سعادت حاصل رہی ہے ۔ خدائے پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسنے قبلہ کعبہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاصاحب صدر شعبہ اردو جامعہ سندھ سے شرف تلمذ بخشا ہے میری خوش بختی ہے کہ مجھے موصوف کی نگرانی میں اس مقالہ کو تیار کرنے کا موقعہ ملا میں اس کو قبلہ استاد گرامی کا روحانی فیض سمجھتا ہوں کہ قلیل عرصہ میں یہ مقالہ پائے تکمیل کو پہنچ گیا ۔ قبلہ و کعبہ نے ہمیشہ نہایت شفقت اور کرم کے ساتھ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور الجھی ہوئی گتھیوں کو اپنی علمی بصیرت سے سلجھایا اور مجھ جیسے کم سواد اور بے مقدور انسان کا ہاتھ پکڑ کر رہنمائی فرمائی۔ صحت کی خرابی اور شدید مصروفیات کے باوجود موصوف نے میرے کام کا معائنہ فرمایا اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے احسانات کا ذکر کرنا تو کجا شمار کرنا ہی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے سروں پر آپ کا سایہ قائم رکھے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

احقر العباد

سردار احمد خاں

ایم ۔ اے

لکچرر اسلامیہ کالج سکھر ۔

باب ـ اول

اٹھارھویں صدی اور سیاست ھند

باب - اول

اٹھارھویں صدی اور سیاست ھند

۲۲/ محرم، ۱۱۹۹ھجری مطابق ۱۳/ اپریل، ۱۷۰۷ع کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ھوئی - مسلمانان ھند کے لیے یہ کوئی معمولی حادثہ نہ تھا - جو لوگ ملک کے بدلتے ھوئے حالات کا مطالعہ کر رھے تھے ان سے یہ بات مخفی نہ تھی کہ یہ عظیم الشان سلطنت جو آسام سے بحر عرب اور راس کماری سے کابل تک پھیلی ھوئی ھے ایک شدید بحران سے دوچار ھونے والی ھے - عالم گیر نے وصیت کی تھی کہ تینوں شہزادے اپنے اپنے صوبوں پر آزادانہ حکمرانی کریں ملک کو تین آزاد سلطنتوں میں بانٹ دینے سے اتنی بڑی سلطنت کو چلانے کی ذمہ داری کم ھوجاتی اور ھر علاقے میں ایک مضبوط حکومت قائم ھوتی اور کسی مشترک دشمن کے مقابلے میں تینوں سلطنتیں مل کر ملک کا دفاع کرسکتی تھیں - عالم گیر کی دور رس نگاھوں نے دیکھ لیا تھا کہ آنے والے زمانے میں اتنے بڑے ملک کو کن مسائل سے دو چار ھونا پڑے گا - عوام کی خوشحالی اور ملکی استحکام کے لیے ضروری تھا کہ خانہ جنگی کو روکا جائے لیکن یہ آرزو پوری نہ ھوئی - ادھر بادشاہ کی آنکھیں بند ھوئیں ادھر تینوں شہزادے آپس میں برسر پیکار ھوگئے - بادشاہ کی موت اور شہزادوں کی جنگ آزمائی سے متاثر ھوکر جعفر زٹلی کہتے ھیں :- (۱)

کہاں سے لائیے ایسا شہنشاہ — مکمل، اکمل و کامل دل آگاہ
رقت کے انجھوا پدل رو دتا ھے — نہ میٹھی نیند کوئی سو دتا ھے
دوادو ھر طرف بھاگا پڑی ھے — بچہ در گور کھٹیا سر دھری ھے
ازیں سو اعظم و زیں سو معظم — زمیں کے واسطے لڑتے ھیں باھم

آپس کی خانہ جنگی میں بڑا شہزادہ معظم اپنے دونوں بھائیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد بہادر شاہ کے لقب سے تخت نشین (۲) ھوا اور تقریباً پانچ سال حکومت کر کے

---

(۱) نورالحسن ھاشمی، "دھلی کا دبستان شاعری"، مطبوعہ اردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۰ع، صفحہ ۲۲

(۲) ولزلی ھیگ، کرنل سر اور رچرڈ برن، کیمبرج ھسٹری آف انڈیا" مطبوعہ ایس چاند اینڈ کو لکھنو، ۱۹۵۷ع، صفحہ ۳۲۶

۲۹/ ذی الحجہ ۱۱۲۳ھجری مطابق ۲۷/ جنوری، ۱۷۱۲ع کو ہیضہ میں مبتلا ہوکر مرگیا -(۳)

بہادر شاہ کے مرنے کے بعد اس کا نالائق فرزند معزالدین جہاندار شاہ اپنے تین بھائیوں کو تہ تیغ کر کے تخت سلطنت پر بیٹھا - اس کے زمانے میں لائق اور باوقار امراء گوشہ نشین ہوگئے- دربار میں بھانڈوں اور مسخروں کو عروج حاصل ہوا - ملکی انتظام بادشاہ کی محبوبہ لعل کنور کے ہاتھ میں تھا - دربار میں سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا - ہر امیر دوسرے امیر کا حریف تھا - مرکز میں بد نظمی کے باعث پورے ملک میں انتشار کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی -(۴) ان حالات کو دیکھ کر جہاندار شاہ کا بھتیجا محمد فرخ سیر سید برادران کو لے کر بنگال سے دھلی پہنچا - جہاندار شاہ میں مقابلہ کی سکت نہ تھی - وہ لعل کنور کے ساتھ پائے تخت سے فرار ہوا لیکن گرفتار کر کے قتل کردیا گیا -

۲۲/ ذی الحجہ ، ۱۱۲۴ھجری مطابق ۱۱/ جنوری، ۱۷۱۳ع کو فرخ سیر نے عنان حکومت سنبھالی - فرخ سیر جوان ہمت اور نیک اطوار شہزادہ تھا لیکن سید برادران کی ریشہ دوانیوں نے اس کو بالکل بے دست و پا کردیا تھا - فرخ سیر نے سید برادران سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی لیکن کام یاب نہ ہوسکا اور ۱۸/ ۱۹،/ جمادی الثانی ، ۱۱۳۲ھ مطابق ۲۷/ ۲۸،/ اپریل، ۱۷۱۹ع کو طرح طرح کی تکالیف دے کر ہلاک کردیا گیا- سید برادران کو اب اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے کسی ایسے نالائق اور نکمے شہزادے کی ضرورت تھی جو ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے - پہلے انھوں نے رفیع الدرجات کو بادشاہ بنایا-

---

(۳) صباح الدین عبدالرحمن، سید ، " بزم تیموریہ "، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۳۸ع ، صفحہ ۲۲۳

(۴) ولزلی ھیگ ، کرنل سراور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحات ۲۲-۳۲۳

جب تین ماہ کے بعد اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے بھائی رفیع الدولہ کا انتخاب کیا گیا ـ رفیع الدولہ کی زندگی نے بھی وفا نہ کی اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ بھی تنگ مر گیا ـ اس طرح صرف چھ ماہ کے عرصہ یعنی ۲۸/ فروری تا ۲۳/ اگست ، ۱۷۱۹ع تک یکے بعد دیگرے تین بادشاہ مسند شاہی پر بٹھائے گئے ـ بالاخر ۱۵/ ذی قعد ، ۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۸/ ستمبر، ۱۷۱۹ع کو شہزادہ روشن اختر محمد شاہ کے لقب سے تخت نشین کیا گیا ـ اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی ـ سید برادران کو توقع تھی کہ یہ نو عمر شہزادہ ان کے چشم و ابرو پر رقص کرے گا لیکن ان کی یہ توقعات پوری نہ ہوئیں اور محمد شاہ نے نہایت ہوشیاری سے دونوں بھائیوں کو ٹھکانے لگادیا ـ سید برادران کا استحصال محمد شاہ کا بہت بڑا کارنامہ تھا ـ اگر وہ تھوڑی سی دانشمندی سے کام لیتا تو سلطنت کی بگڑتی ہوئی حالت سنبھل سکتی تھی لیکن کچھ تو عقل کی کوتاھی اور کچھ نالائق مصاحبوں کی خوشامد کی وجہ سے محمد شاہ نے اسی کو اپنی سب سے بڑی کام یابی سمجھ لیا اور حکومت کو بالکل محفوظ و مامون جان کر عیش و عشرت میں پڑ گیا ـ تقریباً بیس سال حکومت کا کاروبار جیسے تیسے چلتا رہا ـ دراصل یہ نظام الملک وزیراعظم کا حسن انتظام تھا کہ محمد شاہ اتنے طویل عرصہ تک امن و امان کے ساتھ مسند اقتدار پر بیٹھا رہا ـ دربار کی سازشوں کا سلسلہ جاری رہا اور ملک کے حالات بگڑتے رہے اس افراتفری سے فائدہ اٹھانے کے لیے نادرشاہ ہندوستان کی طرف بڑھا ـ محمد شاہ میں مقابلہ کی سکت نہ تھی ـ ناچار گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہوا ـ نادرشاہ نے مع اپنی فوج کے دھلی میں محمد شاہ کے مہمان کی حیثیت سے قیام کیا ـ لیکن قضا و قدر کو دھلی کا اجڑنا منظور تھا ـ دلی کی سپاہ اور ایرانی سپاہ میں کچھ تکرار ہوئی چند ناعاقبت اندیشوں نے نادرشاہ کے سپاہیوں کو قتل اور زخمی کردیا ـ نادر شاہ نے عالم غیظ و غضب میں قتل عام کا حکم دے دیا ـ نادرشاہ کے حملہ کی

صورت میں جو بلا محمد شاہ کی حکمت عملی سے ٹل جانے والی تھی بالاخر اہالیان دہلی پر ٹوٹ ہی پڑی ۔ شہر میں خون کی ندیاں بہہ گئیں ۔ لوٹ مار قتل و غارت گری کا ایسا بازار گرم ہوا کہ اسادہیت تھرا اٹھی اس سانحہ نے دل و دماغ کو ایسا متاثر کیا کہ " شامت اعمال ما صورت نادر گرفت " ایک مقولہ بن گیا ۔ آخر نظام الملک وزیراعظم اور قمرالدین خان نائب وزیر کی منت سماجت پر نادرشاہ نے قتل عام کا حکم واپس لے لیا ۔ ستاون دن دہلی میں قیام کرنے کے بعد نادر شاہ تقریباً اسی کروڑ کا مال غنیمت لے کر ۱۸/ صفر، ۱۱۵۲ ھجری مطابق ۱۶/ مئی، ۱۷۳۹ء کو دہلی سے روانہ ہوا اور اپنے ساتھ دہلی کے علماء، اہل حرفہ اور ممتاز لوگوں کو لے گیا ۔ (۵)

نظام الملک پائے تخت کی ابتری دیکھ کر دکن چلا گیا اب وزارت کا منصب نواب قمرالدین خان کو ملا ۔ نواب قمرالدین خان ایک باتدبیر شخص تھا ۔ اس نے محمد شاہ کو انتظام سلطنت سنبھالنے کا مشورہ دیا ۔ خود محمد شاہ بھی نادرگردی سے بہت دل گرفتہ ہوا تھا ۔ چناں چہ اس کا بقیہ وقت مغل سلطنت کی گرتی ہوئی دیوار کی مرمت کرتے ہوئے گذرا مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صوبوں نے سرکشی اختیار کی اور مطلق العنان بن بیٹھے ۔ نظام الملک نے ریاست حیدرآباد کی داغ بیل ڈالی ۔ بنگال بھی مرکز سے الگ ہوگیا۔ اودھ کا صوبہ بھی برائے نام وابستگی کا دم بھرتا رہا ۔ روہیل کھنڈ میں نواب علی محمد خان نے روہیلہ حکومت قائم کرلی ۔ بنگش پٹھانوں نے فرخ آباد کو اپنا مستقر بناکر اپنا الگ دربار لگالیا ۔ سکھوں ، مرہٹوں، جاٹوں، اور راجپوتوں نے سرکشی ، لوٹ مار اور دہشت گردی کا ایسا طوفان برپا کیا کہ لوگ شہر چھوڑ کر جنگلوں میں نکل گئے ۔ صاحب حیثیت لوگ آرزو کرنے لگے کہ کاش وہ مفلس اور کنگال ہوتےتاکہ وہ لوٹ مار کا نشانہ نہ بنتے بقول میر تقی میر:-

---

(۵) ولزلی ھیگ ، کرنل سر اور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحات ۲۳-۳۶۱

چوراچکے سکہ مرھٹے شاہ و گدا زر خواہان ھین

چین مین ھین جو کچہ نہین رکھتے فقر ھی اک دولت ھے اب

اسی اثنا مین احمد شاہ ابدالی کے حملے کی خبر گرم ہوئی محمد شاہ نے مقابلے کے لیے شہزادہ احمد اور وزیر قمرالدین خان کو روانہ کیا ۔ فوج کی سپہ سالاری صفدرجنگ جو سعادت علی خان برھان الملک صوبے دار اودھ کا داماد تھا کے سپرد کی ۔ جنگ مین وزیراعظم قمرالدین خان مارے گئے ۔ لیکن اتفاقی طور پر ابدالی کے لشکر کو شکست ہوگئی ۔ شہزادہ احمد اور صفدر جنگ فتح کے شادیانے بجاتے دھلی کی طرف چلے ابھی راستہ ھی مین تھے کہ ۲۵/ ربیع الاول ، ۱۱۶۱ھجری مطابق ۱۵/ مارچ ، ۱۷۴۸ع کو محمد شاہ کا کا مرض استسقا مین انتقال ہوگیا ۔ صفدر جنگ نے یہ خبر سن کر پانی پت مین قیام کیا اور احمد شاہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی ۔ نئے بادشاہ نے وزارت کے خالی عہدہ پر صفدرجنگ کو مقرر کیا ۔ اور میر بخش گری پر نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے فیروز جنگ کو مامور کیا۔ کچہ عرصہ کے بعد فیروز جنگ اپنے باپ کے پاس دکن چلا گیا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے شہاب الدین عمادالملک کو چھوڑ گیا ۔ اس وقت محل کی سیاست مین نواب بہادر جاوید خان خواجہ سرا کا بہت دخل تھا ۔ صفدر جنگ کو جاوید خان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ محسوس ہونے لگا چنان چہ اس نے ایک دن دھوکہ سے اس کو قتل کرادیا ۔ احمد شاہ جاوید خواجہسرا پر بہت مہربان تھا ۔ اسے صفدر جنگ کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری اس نے صفدر جنگ کو فوراً برطرف کر کے عمادالملک کو وزیراعظم بنادیا ۔ صفدر جنگ اودھ چلا گیا اور ۱۱۶۶ھجری مطابق ۱۷۵۲ع مین مرگیا ۔ (۲)

---

(۲) ولزلی ھیگ، کرنل سر اور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحات ۳۷۰-۳۳۶

عمادالملک بدترین سازشی دماغ کا انسان تھا تھوڑے دنوں ھی میں احمد شاہ کو یہ احساس ہوگیا کہ اس نے عمادالملک کو وزیراعظم بناکر سخت غلطی کی ہے - اس لیے اس نے سورج مل جاٹ کو اپنا معاون بنانا چاہا - عمادالملک نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے تاریخ کی بدترین غلطی کی اور مرہٹوں کی امداد کا طالب ہوا - مرہٹے راتوں رات احمد شاہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے - بادشاہ نے دہلی میں پناہ حاصل کی - سورج مل جاٹ کے ساتھ بادشاہ کا اتحاد اہل دربار کو بھی پسند نہ آیا - اس لیے احمد شاہ یکہ و تنہا رہ گیا - عمادالملک نے احمد شاہ کی ماں ملکہ زمانی بیگم کو جو فرخ سیر کی بیٹی اور محمد شاہ کی بیوہ تھی قید کردیا - احمد شاہ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اندھا کردیا گیا -(۷) اسی واقعہ پر جو شعبان/رمضان، ۱۱۶۷ھجری مطابق جون ، ۱۷۵۳ء کو پیش آیا - میر کہتے ہیں :-

شہان کہ کحل جواہر تھی خاک پا جن کی

انہی کی آنکھ میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

اب عمادالملک کا بے پناہ عروج شروع ہوا - اس نے جہاندار شاہ کے لڑکے عزیزالدین کو عالم گیر ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھایا- لیکن بہت جلد وزیر اعظم اور بادشاہ میں اختلاف ہوگیا - ابتدا اس طرح ہوئی کہ احمد شاہ ابدالی نے جب پنجاب پر حملہ کیا تھا تو معین الدین خان عرف میرمنو کو معین الملک کا خطاب دے کر پنجاب کا صوبے دار مقرر کردیا تھا - معین الملک کے مرنے کے بعد اس کی بیوی جو عمادالملک کی ساس تھی- اپنے شوہر کے علاقے پر متصرف ہوئی - عمادالملک نے تیس لاکھ کی زر پیش کش پر پنجاب کا

---

(۷) ولزلی ہیگ، کرنل سر اور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحہ ۴۳۹

صوبے دار آدینہ بیگ کو ہٹادیا ۔ ابدالی جو پنجاب کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ سمجھتا تھا سخت برہم ہوا اور دھلی کی جانب بڑھا ۔ عمادالملک معاملہ رفع دفع کرنے کے لیے ابدالی کے حضور مین حاضر ہوکر معافی کا خواستگار ہوا۔ امراء کی سفارش سے ابدالی کی برھمی کم ہوئی اور عمادالملک کو اس شرط پر وزیراعظم رہنے دیا گیا کہ وہ فوج کشی کے اخراجات پورے کرے گا۔ تاوان کی رقم پانچ لاکھ قرار پائی ۔ عمادالملک اتنی رقم دھلی مین رہتےہوئے ادا نہین کرسکتا تھا اس لیے اس نے تجویز پیش کی کہ اگر دو شہزادے اور درانی فوج اس کے ساتھ کردی جائے تو وہ یہ رقم دو آبے سے وصول کر کے شاھی خزانے مین داخل کرسکتا ھے ۔ احمد شاہ ابدالی نے شہزادہ ھدایت بخش اور شہزادہ مرزا بابر کو عمادالملک کے ساتھ کیا اور اپنے سردار جہان باز خان کو نگرانی پر مقرر کیا ۔ عمادالملک رمضان / شوال ۱۱۷۰ ھجری مطابق جون۱۷۵۷ء مین دھلی سے فرخ آباد پہنچا ۔ نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد نے عمادالملک کا شان دار استقبال کیا اور سامان سفر فراھم کر کے آگے گذار دیا ۔ صوبہ اودھ کا حاکم نواب شجاع الدولہ جو صفدر جنگ کے مرنے کے بعد ناظم اودھ بنا تھا یہ رقم دینے کے لیے تیار نہ تھا ۔ آخر سعد اللہ خان روھیلہ اور حافظ رحمت خان نے بیچ مین پڑ کر معاملہ طے کرادیا۔ عمادالملک پانچ لاکھ روپیہ لے کر فرخ آباد آیا اور وھان سے دھلی واپس پہنچا ۔ (۸)

عمادالملک کی غیر حاضری مین عالم گیر ثانی نے اس کی فتنہ پروری کی شکایتین احمد شاہ ابدالی سے کین ابدالی نے اصلاح حال کے لیے نواب نجیب الدولہ کو امیرالامراء کے منصب پر مقرر کیا اور خود لاھور کی طرف کوچ کیا۔ نجیب الدولہ کی موجودگی مین عمادالملک من مانی نہین کرسکتا تھا ۔ لھذا اس نے مرھٹون کو دھلی پر حملہ کی ترغیب دی مرھٹے

---

(۸) ولزلی‌ھیگ ، کرنل سر، اور جرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحہ ۴۳۰

ایسے ہی موقع کے منتظر تھے ۔ انھوں نے دھلی کا محاصرہ کرلیا ۔ عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ نے محصور ہوکر مقابلہ کیا مرھٹوں نے نجیب الدولہ کو دھلی سے باھر نکالنے کی یہ ترکیب سوچی کہ اس کے علاقہ پر حملہ کر کے تباھی مچادی ۔ اپنے علاقے کو بچانے کے لیے نجیب الدولہ کو دھلی چھوڑ نا پڑی ۔ اسی کے ساتھ شہزادہ عالی گہر بھی دھلی سے فرار ہوگیا ۔

عمادالملک کو اب عالم گیر ثانی سے انتقام لینے کا پورا موقع حاصل تھا ۔ ایک دن بادشاہ کو کسی درویش سے ملاقات کرانے کے بہانے فیروز شاہ کے کوٹلے بھیج دیا اور اپنے ملازمین سے قتل کراکر لاش جمنا کے کنارے پھنکوادی ۔ یہ واقعہ ۲۸/ ربیع الاول ، ۱۱۷۳ھجری مطابق ۲۹/ نومبر، ۱۷۵۸ع کو پیش آیا ۔ عالم گیر ثانی کے قتل کے بعد اورنگ زیب عالم گیر کے پوتے کو شاھجہان ثانی کے لقب سے مسند شاھی کی رونق بنایا گیا ۔ مرھٹوں کے حوصلے اب بہت بلند ہوچکے تھے انھوں نے شمالی ھند، پنجاب اور بہار تک کے علاقوں کو روند ڈالا ۔ پیشوا مرھٹہ راج کے خواب دیکھ رہا تھا ۔ حالات کی ابتری سے متاثر ہوکر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے احمد شاہ ابدالی کو ھندوستان کی اسلامی سلطنت کو بچانے کی دعوت دی ۔ اور مسلمان امراء کو ابدالی کے پرچم تلے جمع ہوجانے کی تلقین کی۔ نواب نجیب الدولہ ، حافظ رحمت خان ، نواب احمد خان بنگش اور شجاع الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر پانی پت کے میدان میں مرھٹوں کے تقریباً چھ لاکھ لشکر سے مقابلہ کر کے عبرت ناک شکست دی ۔ ۶/جمادی الاخر ، ۱۱۷۴ھجری مطابق ۱۴/ دسمبر، ۱۷۶۰ع کو بدھ کے دن مرھٹے شکست کھاکر فرار ہوئے ۔ (۹)

---

(۹) ولزلی ھیگ، کرنل سر اور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحہ ۴۳۸

پانی پت کی فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شاہزادۂ عالی گہر کو جو مشرقی اضلاع میں مقیم تھا ، بادشاہ مقرر کیا - اس کے لڑکے جواں بخت کو جو دھلی میں موجود تھا نائب السلطنت بنایا وزارت کا منصب شجاع الدولہ کو بخشا - نواب نجیب الدولہ کو امیر الامرائی پر مامور کیا اور احمد خان بنگش کو بخشی گری کا منصب دیا - یہ تمام انتظامات کرنے کے بعد ابدالی دھلی سے رخصت ہوگیا- (۱۰)

عمادالملک جو سارے فساد کی جڑ تھا - سورج مل جاٹ کے پاس روپوش رہا - ۱۱۷۶ھجری مطابق ۶۳-۱۷۶۲ء میں نواب احمد خان بنگش کے پاس فرخ آباد چلا گیا - نواب موصوف نے پرانے تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے دس ہزار روپیہ اس کے اخراجات کے لیے مقرر کردیئے اور پرگنہ بلبھور جاگیر میں دے دیا -

جب نواب سراج الدولہ کو ۱۱۷۰ھجری مطابق ۵۷-۱۷۵۶ء میں انگریزوں کے ھاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو بنگال کا صوبہ مکمل طور پر انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا - انھوں نے سراج الدولہ کی جگہ اس کے غدار سپہ سالار میر جعفر کو بنگال کا نواب بنادیا - کچھ دنوں کے بعد اس کو معزول کر کے میر قاسم عالی جاہ کو مسند اقتدار سونپی - میر قاسم عالی جاہ محب وطن حکمران تھا وہ انگریزوں کے عزائم سے خوب واقف تھا - اس نے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے نواب شجاع الدولہ اور شہزادۂ عالی گہر جو اب شاہ عالم بادشاہ ہوچکا تھا سے کمک امداد چاھی - ۱۱۷۸ھجری مطابق ۶۵-۱۷۶۴ء میں بکسر کے مقام پر سخت جنگ ہوئی - میر قاسم عالی جاہ کے سپہ سالار نجف خان نے غداری کی اتحادی فوجوں کو شکست ہوئی - میر قاسم فرار ہوکر روھیلہ ریاست میں چلا گیا - شاہ عالم

---

(۱۰) ولزلی ھیگ ، کرنل سر اور رچرڈ برن ، محولہ بالا ، صفحہ ۳۴۷

نے خود کو انگریزوں کے حوالے کردیا - اور شجاع الدولہ نے صلح کرلی - انگریزوں نے شاہ عالم سے بنگال کی دیوانی کے حقوق حاصل کرلیے اور ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینا قبول کیا اگرچہ اس عہد نامے پر انگریزوں نے کبھی بھی عمل نہیں کیا -

اب صورت حال یہ تھی کہ شاہ عالم اگرچہ بادشاہ تھا لیکن پائے تخت اس کے قبضہ میں نہ تھا - وہ الہ آباد میں ایک قسم کی جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا دھلی میں نواب نجیب الدولہ شہزادہ جواں بخت کے ریجنٹ کی حیثیت سے کام کر رہا تھا - شاہ عالم کو نجیب الدولہ کی طرف سے شکوک لاحق تھے اس لیے وہ دھلی جانے پر تیار نہ تھا ادھر شجاع الدولہ دل سے چاھتا تھا کہ بادشاہ کسی طرح اس علاقے سے ٹل جائے - انگریزوں کی بھی یہی منشاء تھی - بالاخر شاہ عالم نے نواب احمد خان بنگش سے سلسلہ جنبانی کی انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ کو بحفاظت دھلی پہنچا دیں گے اور تاجپوشی کی رسم ادا کرادیں گے - ابھی یہ بات چیت جاری تھی کہ ۱۱۷۸ھجری مطابق ۶۵-۱۷۶۴ء میں سورج مل جاٹ نے دھلی پر حملہ کردیا - نجیب الدولہ نے مقابلہ کیا سورج مل مارا گیا - ۱۲/ شعبان، ۱۱۸۳ھجری مطابق ۳۱/ اکتوبر، ۱۷۷۰ء کو نجیب الدولہ کا انتقال ہوگیا- اور دھلی کا انتظام ان کے بیٹے ضابطہ خاں کے ھاتھوں میں آیا - اب شاہ عالم نے دھلی کے لیے تیاریاں شروع کیں - ۱۱۸۵ھجری مطابق ۷۲-۱۷۷۱ء میں فرخ آباد کی طرف کوچ کیا - فرخ آباد میں عمادالملک پناہ گزیں تھا اس کو جب شاہ عالم کے آنے کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوا - اسی عرصہ میں ۲۸/ ربیع الاول ، ۱۱۸۸۵ھجری مطابق ۱۱/ جولائی، ۱۷۷۱ء کو احمد خاں کا انتقال ہوگیا - عماد الملک نے فرخ آباد کو خیرباد کہا اور آگرہ کے نواح میں چلا گیا - شاہ عالم کو احمد خاں کی وفات کا سن کر سخت مایوسی ہوئی وہ احمد خاں کے سہارے

ہی دہلی کا قصد کر رہا تھا ۔ اب اس کی نظر مرہٹوں پر پڑی ۔ مرہٹوں نے شاہ عالم کو لے کر دہلی کی طرف کوچ کیا ۔ ضابطہ خان نے دہلی خالی کردی اور ۱۸/ رمضان، ۱۱۸۵ہجری مطابق ۲۵/ دسمبر، ۱۷۷۱ء کو شاہ عالم دہلی میں داخل ہوا ۔

مرہٹہ سردار مادھوجی سندھیا دہلی کا منتظم اور مغل سلطنت کا مختار کل بن گیا ۔

سندھیا نے پانی پت کی جنگ میں سخت زخم کھائے تھے ۔ وہ جانتا تھا کہ مرہٹوں کی تباہی میں نجیب الدولہ کا بڑا ہاتھ تھا اس لیے اس نے ان کے خاندان سے انتقام لینے کی ٹھانی ۔ ابھی شاہ عالم کو دہلی آئے بیس دن بھی نہ ہوئے تھے کہ مرہٹوں نے اس کو ضابطہ خان کی گوشمالی کے لیے مجبور کرنا شروع کردیا ۔ شاہ عالم ایسا نہیں چاہتا تھا لیکن اب وہ مرہٹوں کے ہاتھوں میں پڑچکا تھا ۔ اس لیے مجبوراً اس مہم میں شریک ہوا ۔ مرہٹوں نے ضابطہ خان کی عملداری کو تباہ و برباد کردیا ۔ شوال، ۱۱۸۵ہجری مطابق جنوری، ۱۷۷۲ء میں ان کے صدر مقام غوث گڑھ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ذی‌قعدہ ۱۱۸۵ہجری مطابق ۲۳/ فروری، ۱۷۷۲ء کو سکھر تال کے معرکہ میں شکست دے کر ضابطہ خان کو شجاع الدولہ کے علاقے میں دھکیل دیا ۔ مرہٹے جہاں بھی گئے اپنے ساتھ قتل و غارت‌گری کا طوفان لے کر گئے ۔ چوں کہ شاہ عالم بھی ان کے ساتھ تھا اس لیے عوام میں اس کے خلاف بھی نفرت پیدا ہوگئی ۔ قائم چاند پوری کا یہ شہر آشوب ایسے ہی جذبات کی عکاسی کرتا ہے - (۱۱)

کیسا یہ شہ کہ ظلم پہ اس کی نگاہ ہے   ہاتھوں سے اس کے ایک جہان داد خواہ ہے

---

(۱۱)   قائم چاند پوری، "کلیات قائم" مرتبہ اقتدا حسن، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۵۲

لٹجاک آپ ساتھ لشکری سپاہ ہے　　　ناموس خلق سایہ میں اس کے تباہ ہے

شیطان کا یہ ظل ہے نہ ظل اللہ ہے

کفار کا بھی ملک جو لے ہے کوئی کہیں　　　دے ہے امان خلق کو دشمن سے لے ہے کہیں

بنیاد بد کسو نے یہ اب تک رکھی نہیں　　　آثار کفر چست ہوں اکھڑیں ستون دین

اے خاندان خراب یہ کیا رسم و راہ ہے

دادا ترا جو لعل کنور کا تھا مبتلا　　　کہتا تھا کشتیوں کے ڈبونے کو برملا

اس خاندان میں حمق کا جاری ہے سلسلہ　　　دوں دوش کس طرح سے میں تیرے تئیں بھلا

آخر گدھا ہیں ان کا ترا دادا خواہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مرہٹوں کی قوت کو توڑنے کی جو جدوجہد کی تھی وہ عمادالملک کی حرص اقتدار اور شاہ عالم کی حماقت سے رائیگاں گئی - انھوں نے مسلمانوں کی بستیوں کو بے دریغ لوٹا اور قتل عام کیا - شاہ عالم نے بھی مسلمانوں کی تباہی کا مزید ذمہ دار بننا گوارا نہ کیا اور دہلی چلا گیا - مرہٹوں کے راج میں ملک کی جو حالت تھی اور بادشاہ کی اوقات جس طرح تلف ہوئی تھی اس کا اندازہ مصحفی کے ان اشعار سے لگایا جاسکتا ہے - (۱۲)

کہتی ہے جسے خلق خدا سب شہ عالم　　　شاہی جو کچھ اس کی ہے سو عالم پہ عیاں ہے

اطراف میں دلی کے یہ لٹھ ماروں کا ہے زور　　　جو آوے ہے باہر سے وہ بشکستہ دہاں ہے

اس شہر کا جس دن سے ہوا سندھیا حاکم　　　چوروں کی وہاں سید ہے ہر اک نگراں ہے

بیداد سے ناٹب کی یہ احوال ہے واں کا　　　ہر روز نیا قافلہ پورب کو رواں ہے

---

(۱۲) ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، "مصحفی اور ان کا کلام"، مطبوعہ شیخ مبارک علی، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۵۹

اترین ہیں وہاں پڑیاں بس شام کے ہوتے ‏ چالاکی دست ایسی یہ اندھیر کہاں ہے

ہر وقت تلنگے جو کھڑے رہتے ہیں ان کے ‏ بس قلعہ کے ڈیوڑھی ہی تک امن و امان ہے

بازار نشین تھا جو کوئی صاحب حرفہ ‏ اس شہر میں سو اس کو کہوں کیا وہ کہاں ہے

صراف لیے جاتے ہیں کاندھے پہ جو تھیلی ‏ اتنے میں اسے پھر کے جو دیکھے تو کہاں ہے

گوگاؤ کشی شہر میں موقوف ہوئی ہے ‏ اب اس کی جگہ خون رعیت کا رواں ہے

غرض احمد شاہ کے اندھے کئے جانے کے بعد سے شاہ عالم کے مرہٹہ تسلط تک دھلی اور اس کے گرد و نواح بد امنی اور بدانتظامی کی آماجگاہ تھے - شاہی وقار ختم ہوچکا تھا - امراء و روسا تدبر و فراست سے عاری ہوچکے تھے ہر طرف ظلم و ستم بد دیانتی اور رشوت خوری کا دور دورا تھا - شرفا گوشہ نشین تھے اور کمینے اور رذیل اقتدار کی مسند پر قابض تھے - ایسے حالات کے بارے میں شاہ حاتم کی عینی شہادت قابل ذکر ہے -(۱۳)

شہوں کے بیچ عدالت کی کچھ نشانی نہیں ‏ امیروں بیچ سپاہی کی قدردانی نہیں

بزرگوں بیچ کہیں خوئے مہربانی نہیں ‏ تواضع کھانے کو ڈھونڈھو تو جگ میں پانی نہیں

گیا جہان سے سب اٹھ گیا محبت و پیار

یہاں کے مفتی و قاضی ہوئے ہیں رشوت خور ‏ اور اہل کار یہاں کے ہوئے ہیں دیکھو چور

یہاں کرم سے نہیں دیکھتے کسی کی اور ‏ یہاں سبھوں نے بھلا چاہے دل سے موت اور گور

یہاں نہیں ہے مداوا بغیر دار و مدار

رذالے آج نشے بیچ زر کے ماتے ہیں ‏ پہن لباس زری ہم کو سج دکھاتے ہیں

مسی پہ پان چبا سرخرو کہاتے ہیں ‏ کہیں ستار کہیں ڈھولکی بجاتے ہیں

غرور و غفلت و خوبی کے حد میں ہیں سرشار

---

(۱۳) غلام حسین، شاہ حاتم اور کلام حاتم، مطبوعہ مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۵

اور

صبح کے وقت جو امراء قلعہ میں آتے ہیں   بنی ہے جن کی یہ کیا کیا سجیں دکھاتے ہیں

جو کشمکش میں ہیں یہ پیچ و تاب کھاتے ہیں   کتنے خراب ہیں اور کتنے زر کماتے ہیں

غرض خدا بھی یہی قدرتیں دکھاتے ہیں

عجب یہ دور ہے شرفا کا کچھ نہیں روزگار   بہت عجیب قسم زندگی سے ہیں بے زار

ہزار صدمے پڑے پھرتے ہیں خدائی خوار   کہو تو کس طرح ہووے سپہ گری کا وقار

بہادر ہائے غضب ہیجڑے کہاتے ہیں

خراب فاقوں سے ہیں بیٹھے ہفت ہزاری کے   چھپا کے بیچیں ہیں جالی لگی کناری کے

پلاؤ کس کو ہے محتاج ہیں دہاری کے   ہمیشہ گالی دیتے لوگ ہیں سواری کے

سپاہ کیا کرے بھوکوں سے بلبلاتے ہیں

ہمارے دیکھتے ہی کچھ زمانہ اور آیا   دلوں سے مہر گئی اب جفا و جور آیا

عجیب کیا کریں دنیا کا اور طور آیا   کمینے پھیل گئے پاجیوں کا زور آیا

گلی و کوچوں میں تن کر ہمیں دکھاتے ہیں

آئیے اب ذرا سودا سے بھی اس دور کی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حالت کا حال سنیں -(۱۴)

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولت مند   سو آمدان کی توجاگیروں سے ہوتی ہے بند

کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند   جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند (۱۵)

رہی نہ اس کے تصرف میں فوجداری کول

---

(۱۴) سودا، محمد رفیع : "کلیات سودا" مرتبہ آسی، عبدالباری، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو ۱۹۳۲ء، صفحات ۶۹-۳۶۷

(۱۵) مغل شہنشاہ

قوی ہیں ملک میں مفسد، امیر ہیں سو ضعیف   گئے کہاں جو ہیں دے کے ہوں انھوں کسے حریف

وہ کچھ رعیت سے حاصل وہ درمیان خریف   جو عامل اب ہیں محالات پر سو یوں ہیں ضعیف

کہ جس طرح کسی حاکم کے گھر کسی گنوار کی اول

انھیں[16] ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور   کہ ہوں دو مورچھل اور ایک کا ہتی کا سمور

وہ رسم صلح کی سمجھیں وہ جنگ کا دستور   جواں ہیں ڈاڑھیاں تھے ہوئے وہ ان سے دور

قماش ان کی طبیعت کا سب طرح ہے ڈھنڈول

امیر اب جو ہیں دانا انھوں کا ہے یہ حال   ہوئے ہیں خانہ نشین دیکھ کر زمانے کا حال

بچھی ہے سوزنی خوجا کھڑا جھلے ہے رومال   حضور بیٹھے ہیں اک دو ندیم اہل کمال

دھری ہے سامنے اک پیک دان اک تنبول

جو کوئی ملنے کو ان کے انھوں کے گھر آیا   ملے یہ اس سے گر اپنا دماغ خوش پایا

جو ذکر سلطنت اس میں جو درمیان آیا   انھوں نے پھیر کے ادھر سے منہ یہ فرمایا

خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول

پڑے جو کام انھیں[17] تب نکل کے کھائی سے   رکھیں وہ فوج جو مرتے پڑے لڑائی سے

پیادے ہیں سو ڈریں سر منڈاتے نائی سے   سوار گر پڑیں سوتے میں چار پائی سے

گرے جو خواب میں گھوڑا کسی کے نیچے الول

جو اصطبل میں کئی گھوڑے ہیں سو کیا امکان   کہ ہووے گھاس کے بٹنے کا اس کے آگے نشان

کسو کی ٹوٹی ہے لنگڑی کسو کا جھڑ گیا کان   طویلہ اس کو کہوں میں یا پنج پیر کا تھان

اسی خیال سے رہتی ہے عقل ڈانواں ڈول

---

(۱۶) امراء اور درباری

(۱۷) منصب داری کے تحت عسکری نظام کی خرابی

اور اب جو زمم میں آقا کے فیل خانا ہے | جو ہتھنی اندھی ہے اس میں تو ھاتھی کا ناھے
وہ شعور چاہے کا ، راتب کانے شدکانا ہے | ہر ایک بھوک سے سوئے عدم روانا ہے

اب اس کو خواہ وہ پاگل سمجھ لیں خواہ دجھول

(۱۸)
یہ خادمان محل کی ہے ان دنوں صورت | وہ خوان ڈھونے کا کشمیر فی میں باقی ست
وہ اٹھ کے ہلنے کی ، ہرگز وہ رونے کی طاقت | بنی ہے بھوک سے دریادوں کے یہ مدہ کی گت

کہ بوڑھی ہتھنی کے جس طرح جائیں بیٹھ کھول

(۱۹)
مجارکھی ہے سلاطین نے یہ توبہ دھاڑ | کوئی تو گھر سے نکل آئے ہیں گریبان پھاڑ
کوئی درا ہے یہ آپ دے مارتا ہے کواڑ | کوئی کہے جو ہم ایسے ہیں چھائے ہے گی پہاڑ

تو چاہئے کہ ہمیں سب کو زہر دیجئے گھول

سودا ہی کی زبانی کچھ اور حالات سنئے :-

(۲۰)
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی | تنخواہ کا پھر عالم بالا یہ نشان ہے
(۲۱)
گر ہوجئے جا کر کسی صدر کے مصاحب | اس کی تو اذیت ہے بڑی آفت جان ہے
وہ جاکے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو | کیا تجھے اگر اپنے تئیں خواب گران ہے
(۲۲)
صیغہ کے طبابت کے بھلا آدمی نوکر | سو دو سو روپیہ کا جو کسی صد جگہ ہاں ہے
رکھتے ہیں غرض مرگ سے لڑنے کو سپاہی | گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہاں ہے

---

(۱۸) شاہی محل کی فلاکت

(۱۹) شاہی خاندان کے افراد کی تعداد ایک لاکھ تھی وہ کسب معاش کو کسر شان سمجھتے تھے اور وظیفہ میں گذارا ممکن نہ تھا -

(۲۰) سپاہی پیشہ

(۲۱) مصاحب

(۲۲) طبیب

(۲۳)
سوداگری کیجئے توہے اس مین یہ مشقت — دکھن مین بکے وہ جو خرید صفاھان ہے

(۲۴)
دو بیل کی جاکر جو کہین کیجئے کھیتی — اور مدد بھی موافق ہی پڑے تو توسمان ہے

ہین خشکی و تری کے تفکر مین شب و روز — بے امن ہے دل کے تئین نے جی کو امان ہے

شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال — دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو جو یان ہے

مشتاق ملاقات انھون کا کس و ناکس — ملتا انھین اس سے جو فلان ابن فلان ہے

(۲۵)
ملائی اگر کیجئے تو ملا کی ہے یہ قدر — ہون دو روپیہ اس کے جو کوئی مثنوی خوان ہے

اور ماحضر آخوند کا اب کیا مین بتاؤن — یک کاسۂ دال عدس وجو کی دونان ہے

(۲۶)
جس روز سے کاتب کا لکھا حال مین تب سے — ہر صفحہ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے

وہ بہت تھے سیپارے لکھنے کو ہے محتاج — خوبی مین خط اب جس کا یہ از خط بتان ہے

(۲۷)
چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت — چھٹتے ہی تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے

میر تقی میر بھی گردش روز گار کے شاکی ہین :- (۲۸)

زندگانی ہوئی ہے سب پہ وبال — کنجڑے جھینکیں ہین روتے ہین بقال

پوچھ مت کچھ سپاھیون کا حال — ایک تلوار بیچے ہے اک ڈھال

بادشاہ و وزیر سب قلاش

شور مطلق نہین کسو سر مین — زور باقی نہ اسپ و اشتر مین

بھوک کا ذکر اقل و اکثر مین — خانہ جنگی سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

---

(۲۳) سوداگر
(۲۴) زراعت پیشہ
(۲۵) اساتذہ
(۲۶) خوشنویس
(۲۷) شیوخ و عالم
(۲۸) میر، میر تقی "کلیات میر" مرتبہ عبادت بریلوی، مطبوعہ اردو دنیا کراچی ۱۹۵۸ء
صفحات ۷۶-۱۳۷۵

لال خیمہ جو ہے سپہر اساس   پالیں ہیں رنڈیوں کی اس کے پاس

ہے زنا اور شراب بے وسواس   رجب کر لیجئے یہیں سے قیاس

قصہ کوتاہ رئیس ہے عیاش

جتنے یاں ہیں امیر بے دستور   پھر بہ حسن سلوک سب مشہور

پہنچنا ان تلک بہت ہے دور   بات کہنے کا واں کسے مقدور

حاصل ان سے نہ دل کو غیر خراش

چار لچے ہیں مستعد کار   دس تلنگے جو ہیں تو ہے دربار

ہیں وضع و شریعت سارے خوار   لوٹ سے کچھ ہے گرمئی بازار

وہ بھی قند سیاہ ہے یا ماش

نظیر اکبر آبادی بھی اسی ماحول میں سانس لے رہے تھے ان کی روایت بھی نہایت مستند ہے :- (۲۹)

اب آگرے میں جتنے ہیں سب لوگ ہیں تباہ   آتا نظر کسی کا نہیں ایک دم نباہ

مانگو عزیزو ایسے برے وقت سے پناہ   وہ لوگ ایک کوڑی کے محتاج ہیں اب آہ

کسب و ہنر کے یاد ہیں جن کو ہزار بند

کیونکر بھلا نہ مانگیے اس وقت سے پناہ   محتاج ہو جو پھر نے لگے در بدر سپاہ

یاں تک امیر زادے ، سپاہی ہوئے تباہ   جن کے جلو میں چلتے تھے ہاتھی وگھوڑے آہ

وہ دوڑتے ہیں اور کے پکڑے شکار بند

امراء کی سازشوں اور گٹھ جوڑ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ضابطہ خان

---

(۲۹) نظیر اکبر آبادی ، "کلیات نظیر" مرتبہ آسی، عبدالباری ، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ،
۱۹۵۱ء ، صفحات ۷۸-۸۰

جس کے خون کے پیاسی مرہٹے تھے اور جس کو انھوں نے سکھر تال کے معرکہ میں شکست دی تھی اس کی مرہٹوں سے پھر مفاہمت ہوگئی اور وہ اپنے پرانے عہدہ پر پھر بحال ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد نجف خان میر قاسم عالی جاہ کے غدار سپہ سالار جو برابر بادشاہ کے ساتھ لگا ہوا تھا اس نے اپنے لیے میدان ہموار کرلیا -

سیاسی سطح پر ضابطہ خان کی شکست سے نجف خان کا عروج شروع ہوا اور مرہٹوں کی امداد سے دھلی کے سیاہ و سفید کا مالک ہوگیا - ۱۱۹۲ھجری مطابق ۱۷۷۸ء میں مرہٹوں نے اس کو میر بخشی بنادیا - نجف خان کے دور اقتدار میں علماء ، صلحا ، اور اہل حق کو سخت اذیتیں دی گئیں - اسی نجف خان کے اشارے پر ایک شیعہ غولاد خان نے ۱۱۹۶ھجری مطابق ۱۷۸۲ء میں حضرت مظہرجان جاناں کو شہید کردیا - اسی قاتل نے حضرت شاہ فخرالدین کو شہید کرنے کا قصد کیا لیکن کام یاب نہ ہوسکا - بالاخر ۱۷/ جمادی الثانی ، ۱۱۹۶ھجری مطابق ۳۰/ اپریل ، ۱۷۸۲ء کو نجف خان مرگیا - (۳۰)

اب ضابطہ خان کے لڑکے غلام قادر خان نے اپنا رسوخ کافی بڑھالیا تھا - رفتہ رفتہ اس نے دھلی پر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ اپنی قوت کو مستحکم کرلینے کے بعد اس نے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہا - اس نے شاہ عالم کو اپنے خاندان کی توھین اور اپنے علاقے کی بربادی کا ذمہ دار قرار دیا - اس نے بوڑھے بادشاہ کو زمین پر گراکر نوک خنجر سے دونوں آنکھیں نکال لیں - اور شاھی خاندان کے ساتھ بہت تذلیل آمیز سلوک کیا - یہ الم ناک واقعہ ۱۲۰۳ھجری مطابق ۸۹-۱۷۸۸ء میں رونما ہوا اپنی اس بربادی کی داد شاہ عالم نے اپنے تمام دوستوں سے چاھی اور اپنی نکبت اور فلاکت کا مرثیہ خود کہا :- (۳۱)

---

(۳۰) درد ، میر نذر علی کاکوروی ، " ملفوظات شاہ فخرالدین دھلوی " مطبوعہ سلمان اکیڈمی کراچی ، ۱۹۶۱ء ، صفحہ ۱۴

(۳۱) علی لطف ، " گلشن ھند " مرتبہ شبلی و عبدالحق ، مطبوعہ دارالاشاعت پنجاب لاھور ، ۱۹۰۶ء ، صفحات ۸-۷

صرصر حادثه برخاست پئی خوارئی ما　　داد بر داد سرو برگ جهانداری ما

آفتاب فلک رفعت شاهی بودیم　　برد در شام زوال آه سیه کاری ما

چشم ماکنده شد از جور فلک بهترشد　　تا نه بینیم که کند غیر جهانداری ما

داد افغان بچه شوکت شاهی برباد　　نیست جز ذات مبرا که کند یاری ما

بود جانکاه زر و مال جهان همچو مرض　　دفع از فضل الهی شده بیماری ما

کرده بودیم گناهی که سزائش دیدیم　　هست معروف که بخشند گنهکاری ما

کرده سی سال نظارت که مراد اد به باد　　زود تر یافته پاداش ستم کارئی ما

عهد و پیمان به میان داد نمودند دغا　　مخلصان خوب نمودند گرفتاری ما

شهر دام افعی بچه را برور دم　　عاقبت گشت مجوز به گرفتاری ما

حق طفلان که به سی سال فراهم کردیم　　کرده تاراج و نمودند سبکساری ما

قوم مغلیه و افغان همه بازی دادند　　بسکه گشتند مجوز به گرفتاری ما

این گدا زاده همدان که به دوزخ برود　　باعث جور و ستم شد به دل افگاری ما

گل محمد که زمردان به شرارت کم نیست　　چه قدر کرد وکالت پئی آزاری ما

نامراد سلیمان و بدل بیگ لعین　　بر سه بستند کمر بهر گرفتاری ما

شاه تیمور که دارد سر نسبت بامن　　زود باشد که بیاید به مددگاری ما

ماهوجی سندهیا فرزند جگربند من است　　هست معروف تلافئی ستم کاری ما

آصف الدوله و انگریز که دستور من اند　　چه عجب گر به نمایند مددگاری ما

راجه و راؤ زمیندار امیر و چه فقیر　　حیف باشد که نه سازند به غم خواری ما

از نهان بی چهره که هم دم بودند　　نیست جز محل مبارک به پرستاری ما

گرچه ما از فلک امروز حوادث دیدیم　　باز فردا دهد ایزد سر سرداری ما

شاہ عالم کی مدد نہ انگریزوں نے کی نہ آصف الدولہ نے اور نہ شاہ تیمور نے صرف
مادھوجی سندھیا اپنے مٹتے ہوئے اقتدار کو بچانے کے لیے آگے بڑھا - غلام قادر سے دھلی
چھین لی - اور اس کا تعاقب کر کے گرفتار کرلیا اور سخت عذاب دے کر مارڈالا - شاہ عالم
کی آپ بیتی بڑی پرتاثیر اور سوز و گداز سے لبریز ھے لیکن اس نظم سے یہ اندازہ ھوجاتا
ھے کہ آخری دور کے مغل حکمران کس قسم کے روایتی شہنشاھیت کے نشہ میں غرق تھے -
شاہ عالم نے زندگی بھر دوسروں پر تکیہ کیا - فہم و فراست ، تدبر و دور اندیشی سے یہ
بادشاہ بالکل عاری تھا - وہ جن کو اپنا دوست کہتا تھا وھی اس کے سب سے بڑے دشمن
تھے - بہرحال نابینا ھونے کے بعد بھی شاہ عالم بادشاہ رھا یہاں تک کہ ۱۲۱۸ھجری
مطابق ۴-۱۸۰۳ء میں انگریز مرھٹوں کا تعاقب کرتے ھوئے دھلی تک پہنچ گئے - جنرل لیک
نے جو انگریزی فوج کا سپہ سالار تھا - بادشاہ سے سلسلہ جنبانی کی - شاہ عالم مرھٹوں
کے پنجوں میں افلاس اور غلامی کی زندگی بسر کر رھا تھا اس کو انگریزوں کی شرائط میں
کم سے کم مالی فائدہ نظر آیا - لہذا اس نے ان کی پیش کش قبول کرلی اور شہر انگریزوں
کے حوالے کردیا - ۱۲۲۱ھجری مطابق ۱۸۰۶ء میں یہ بادشاہ دنیاوی امداد و اعانت سے
بے نیاز ھوکر خدا کی رحمت کے سایہ میں جا پہنچا -

۱۱۱۹ھجری مطابق ۱۷۰۷ء سے ۱۲۲۱ھجری مطابق ۱۸۰۶ء کامل ایک صدی اپنے
اندر بے انتہا ھنگامہ آرائی ، بے شمار سیاسی پیچیدگیاں، ذاتی اقتدار کی کشمکش اور شخصی
عروج و زوال کی الم ناک داستان سمیٹے ھوئے ھے - ان سو برسوں میں قدرت نے بارھا موقعے
دیے کہ اھل دول اپنی اصلاح کرلیں لیکن ان کے کردار اتنے پست اور سوچیں اتنی خام تھیں
کہ اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہیں رھی تھی - حکام کی بداعمالی اور بدقماشی نے عوام پر
بھی مہلک اثرات چھوڑے - سیاسی انتشار کے ساتھ ساتھ معاشرتی، اخلاقی اور مذھبی پراگندگی

رونما ہوئی - بالآخر اس پر درد کہانی کا خاتمہ ۱۲۵۴ہجری مطابق ۱۸۵۷ء میں ہوتا ہے۔
جب برائے نام مغلیہ سلطنت صفحۂ ہستی سے مٹ گئی چوں کہ ہمارے موضوع کا اس دور سے کوئی
تعلق نہیں ہے اس لیے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے -

آئندہ صفحات میں ہم اٹھارھویں صدی کے مذہبی، معاشرتی اور ادبی پہلوؤں کا
مطالعہ کریں گے تاکہ اس دور کی پوری تصویر سامنے آجائے اور اس معاشرت کے جو اثرات اس
دور کے فنکاروں پر پڑے ان کا صحیح اندازہ ہوسکے -

***

باب ـ دوم

اٹھارھویں صدی کا مذہبی، معاشرتی اور ادبی پس منظر

باب - دوم

اٹھارھویں صدی کا مذہبی ، معاشرتی اور ادبی پس منظر

ھندوستان کی تسخیر کا سلسلہ ساتویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے - لیکن برصغیر میں مسلمانوں کی آمد لشکر کشی سے بہت پہلے شروع ہوچکی تھی - جس وقت محمد بن قاسم سندھ میں وارد بھی نہ ہوئے تھے اس وقت سے اکابرین اسلام ھندوستان کے بیشتر علاقوں میں اسلام کا پیغام پہنچا چکے تھے - انھوں نے اپنے اخلاص اور پرھیزگارانہ طرز عمل سے اغیار کے دلوں میں اپنی محبت، احترام اور عقیدت کے گہرے نقوش قائم کردیے تھے- مسلمان سلاطین اگر ملکی فتوحات میں مصروف تھے تو یہ بزرگان دین انسانی قلوب کو مسخر کر رہے تھے - محمود غزنوی، شہاب الدین محمد غوری تو فتوحات حاصل کر کے اپنے مستقر کو واپس چلے جاتے تھے لیکن دین اور دنیا کے یہ بادشاہ بت کدۂ ھند میں کلمۂ حق بلند کر رہے تھے - بے شمار صوفیائے کرام اپنے اپنے علاقوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے تھے - انھوں نے ملک کے طول و عرض میں درسگاھیں اور خانقاھیں قائم کیں اور بندگان خدا کی زندگیوں کو سنوار نے کا مہتمم بالشان کام ہر دور میں جاری رہا - مسلمانوں سے قطع نظر ھندوؤں نے بھی اللہ کے ان نیک بندوں کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھائیں ، اور ان کے پند و نصائح پر عمل کیا- ان بزرگان دین کی تعلیمات کی وجہ سے سوچنے اور سمجھنے کا ایک خاص انداز وجود میں آیا- دنیا کی ناپائیداری اور دوسری دنیا میں جزا اور سزا کے احساس نے مقررہ حدود سے تجاوز کرنے سے باز رکھا -

تصوف نے جس کو انسانی سیرت کی تعمیر کا علم کہا جاسکتا ہے ، ھندوستانیوں میں بلا تخصیص مذھب و ملت ایک ذہنی اور فکری انقلاب برپا کردیا اور ایک ایسا معاشرہ

ظہور میں آیا جس میں متضاد مذاہب والی قومیں انسان دوستی، اخلاق پرستی، مساوات اور رواداری پر عمل کرنا اپنا ایمان سمجھتی تھیں - باہمی میل جول ،،موانست و یگانگی کے باعث افہام و تفہیم کے دروازے کھلے - ہنود میں سے بے شمار افراد اہل حق کے دست حق پرست پر اسلام لائے - صوفیائے کرام عوام اور خواص کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے اور ان کی اصلاح و تربیت کے لیے بیعت کرنے اور سلسلہ مجاز میں شریک کر کے اپنے معتقدین کی دنیاوی اور دینی زندگی کو سنوارنے کی جد و جہد کرتے رہے - چنان چہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی سے بڑی شخصیت بھی کسی نہ کسی اہل دل کی کفش برداری کرتی نظر آتی ہے - حد یہ کہ غیر مسلم بھی ان خانقاہوں سےاپنا تعلق قائم کرنا وجہ سعادت و موجب فلاح سمجھتے تھے-

مجموعی طور پر ہندوستان کی عام اجتماعی زندگی میں مذہبی اقدار کی پابندی اور اخلاقی ضابطوں کی بجا آوری راہ پاچکی تھی - اس دور کے انسان دل کے تابع اور عقل کے حاکم تھے - مادی فوائد سے بے نیاز اور روحانی منافع کے طالب تھے لیکن رفتہ رفتہ مذہبی روح کمزور ہوتی گئی - حب جاہ اور حب زر نے اصولوں کی جڑیں کاٹ دیں - قوت اور دولت کے نشہ نے دماغ کو مسموم اور دل کو سخت بنادیا تھا - درسگاہیں قائم تھیں لیکن تعلیم بےاثر تھی - خانقاہیں موجود تھیں لیکن تربیت مفقود تھی - روایات باقی تھیں مگر جذبہ اور عمل فنا ہوگیا تھا - بہتر افراد کے فقدان کے باعث زندگی کے ہر شعبہ میں خلا محسوس ہونے لگا تھا - مناسب افراد کی بجائے غیر مناسب افراد میدان میں نکل آئے اور انھوں نے خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں اپنی کوتاہ اندیشی اور بداعمالی سے ایسا خلفشار برپا کیا جس نے تمام معاشرہ میں تزلزل اور تغیر برپا کردیا -

عام طور پر قومی زندگی میں انحطاط اور زوال کے آثار اسی وقت سے پیدا ہونے لگتے ہیں جب مذہب سے روگردانی اور سرکشی کا جذبہ عام ہوجائے - دولت کی فراوانی اور قوت و

اقتدار کا احساس انسان کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے - خوف الٰہی جب دل سے رخصت ہوجائے تو نفس انسانی شتر بے مہار بن جاتا ہے - بغض ، حسد ، اور نفاق کے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں - انسان انسان کے خون کا پیاسا ہوجاتا ہے - کچھ ایسے ہی حالات مسلمان امراء اور روساکے تھے - مغل دربار میں ایرانی اور تورانی جماعتوں کی آویزش اور عقاید کے اختلاف نے وحدت ملی کو پارہ پارہ کردیا تھا - سید برادران ، صفدر جنگ ، عماد الملک ، شجاع الدولہ ، آصف الدولہ ، نجف خان وغیرہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی ناروا کام سے احتراز نہیں کیا - ان لوگوں نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ایسے علمائے سو کی خدمات حاصل کیں جو ان کی مرضی کے مطابق دین میں تاویلات سے کام لے کر من مانی کرنے کا جواز پیدا کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتے تھے - حرص و ہوس کے مارے نام نہاد عالموں نے جہالت کی رسموں کو مذہب کا جزو بنادیا - تصوف جو کسی زمانے میں تعمیر کردار کا ذریعہ تھا اس کی اصطلاحوں کو ایسے معنی پہنائے گئے جو خیالات کو پست اور اخلاق کو بگاڑنے والے تھے -

جہاں دار شاہ اور اس کی محبوبہ نے معاشرتی زندگی میں علانیہ بگاڑ پیدا کیا - وہ لال کنور کے ساتھ بازاروں میں گھومتا اور شراب خانوں میں شراب پیتا - فرخ سیر گھوڑوں کا شوقین تھا - ان گھوڑوں پر بے شمار روپیہ صرف کیا جاتا تھا - محمد شاہ اپنے ساتھ رامش و رنگ اور ناؤ نوشی کی محفلیں لے کر آیا - احمد شاہ نے خود کو محل سرا - میں محصور کرلیا تھا - حاکموں کے اطوار دیکھ کر عوام بھی اسی راہ پر چل پڑے - شہر میں یا تو سیاسی ہنگامے برپا رہتے یا پھر میلوں ٹھیلوں اور راگ رنگ کی محفلیں جمتی تھیں - گوئیے ، بین نواز ، ڈوم ، اور طوائفوں کے طائفے پھیلے ہوئے تھے - (۱) امرد پرستی ایک محبوب مشغلہ تھا -

---

(۱) درگاہ قلی خان ، " مرقع دہلی " مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن ، سن ندارد ، صفحات ۵۵-۳۰

شاعر، صوفی، امراء ، فقراء، سپاہی سب ہی اس مرض میں مبتلا تھے - امیروں کے ساتھ لاتعداد متوسلین ہوتے تھے ، خوشامد ، چاپلوسی اور مصاحبی کے ذریعہ رسوخ پیدا کیا جاتا تھا - پرانی اور منجمد روایات سرمایۂ حیات بنی ہوئی تھیں -

دلی پائے تخت ہونے کی وجہ سے صدیوں سے مرکزی حیثیت رکھتی تھی - ہر تحریک خواہ مذہبی ہو، علمی ہو یا ادبی یہیں سے شروع ہوتی تھی - اور جب تک دہلی کے کاملین فن کی تائید و تصدیق حاصل نہ ہو مستند نہ سمجھی جاتی تھی - ولی کی تحریک پر جب اردو شاعری کا چلن شروع ہوا تو آناً فاناً شعرائے دہلی نے اس کو ایک نیا اسلوب بخش کر شرف قبولیت بخشا اردو شاعری کی راہیں کھلیں اور نئے تجربے کئے جانے لگے - شاعروں نے اپنے الگ الگ حلقے قائم کرلیے- مراختوں کی محفلیں منعقد کی جانے لگیں - دور محمد شاہی سے مشاعروں کا رواج ہوچلا تھا - خواجہ میر درد اور بعد میں میرتقی میر کی قیام گاہوں پر نہایت باقاعدگی سے مجالس مراختہ منعقد ہوتی تھیں - اسی طرح دوسرے لوگ بھی ادبی نشستوں کا انتظام کرتے تھے - جعفر علی خان زکی کے مقدمہ میں میر لکھتے ہیں :-

" چار پانچ سال جعفر علی خان کے مکان پر احباب جمع ہوتے تھے اور محفل مراختہ منعقد ہوتی تھی - خدا جانے کیا ہوا کہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا-" (۲)

عمدۃ المنتخبہ میں درج ہے :-

" مکرم الدولہ بہادر بیگ خان غالب جنگ مرحوم فرزند نواب نیاز بیگ خان تورانی نواب ذوالفقار الدولہ مغفور کے عہد میں ایک ذی شوکت سردار تھے - غلام قادر نمک حرام کے واقعہ سے پہلے اپنے مکان پر مجلس مشاعرہ منعقد کرتے تھے اور اقسام اقسام کے کھانوں سے شاعروں کی ضیافت کرتے تھے اور رات کو ماہ رویوں کی محفل رقص

---

(۲) میر، میرتقی،" نکات الشعرا" مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی، ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۱۳۷

منعقد ہوتی تھی جس میں تمام حاضرین شریک ہوتے تھے ۔" (۳)

میر قدرت اللہ قاسم کی روایت ہے :۔

" میر سجاد دھلی میں اپنے مکان پر مجلس مراختہ منعقد کرتے تھے۔"(۴)

شاعری کا چسکہ ہر کہہ مہ کو لگا ہوا تھا ۔ یہ شوق خواص سے نکل کر عام لوگوں تک جا پہنچا تھا ۔

" حضرت شاہ فخر الدین کا موئے تراش جس کا نام عنایت اللہ عرف کلو تھا اور حجام تخلص کرتا تھا ۔" (۵)

" ایک پارچہ فروش حسینی بخش نامی تھے اور بخشی تخلص کرتے تھے ۔" (۶)

" بادشاہ کے دفتیوں میں بہجو نام کے کوئی صاحب تھے ۔ شاعر تھے اور اکبر تخلص اختیار کر رکھا تھا ۔" (۷)

" قلندر بخش جرات کے ایک شاگرد آتش بازی بناتے تھے ۔ اکبر علی نام اور اختر تخلص تھا ۔" (۸)

ھندوستانیوں کے ساتھ بہت سے انگریز بھی شعر و سخن کے رسیا تھے ۔

" محمد نصیرالدین نصیر کے ایک شاگرد بیترام تھے اور اسیر تخلص تھا ۔"(۹)

---

(۳) سرور، میر محمد خان ، " عمدۃ المنتخبہ " مرتبہ احمد فاروقی، مطبوعہ دھلی یونیورسٹی، دھلی ۱۹۶۱ء، صفحہ ۲۶۷

(۴) قاسم، قدرت اللہ ، " مجموعہ نغز" مرتبہ محمود خان شیرانی، مطبوعہ پنجاب یونی ورسٹی، لاھور، ۱۹۳۳ء ، صفحہ ۵۷

(۵) قاسم، قدرت اللہ ، محولہ بالا ، صفحہ ۲۸

(۶) قاسم ، قدرت اللہ، محولہ بالا ، صفحہ ۹۹

(۷) قاسم، قدرت اللہ ، محولہ بالا ، صفحہ ۱۹۷

(۸) قاسم، قدرت اللہ ، محولہ بالا ، صفحہ ۲۹۰

(۹) کریم الدین و فیلن ، " طبقات الشعرا" ، مطبوعہ مطبع العلوم مدرسہ دھلی، ۱۸۳۸ء صفحہ ۲۷۷

اب ذرا ان مشاعروں کے اشغال اور طباع کا جائزہ بھی لے لیجئے کریم الدین و فیلن طبقات الشعرا میں لکھتے ہیں :۔

" سپاہی ایک شخص تھا ۔ لکھنو میں، آشفتہ مزاج ، اس کا نام معلوم نہیں ہوا۔ الا یہ جانتے ہیں کہ ایک سقّہ کے لونڈے پر یہ عاشق تھا۔ ہمیشہ اس کا رضا جو رہتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اس کی خوشی کے لیے اپنی جان،جان بخشی کو دی یعنی اس کے ہاتھ سے مقتول ہوا ۔ اور جب اس کو قصاص میں مارنے کا ارادہ لوگوں نے کیا سب کے خواب میں دکھلائی دیا اور یہ کہا کہ عاشق کشی معشوقوں کا شیوہ ہے زنہار زنہار کبھی میرے معشوق کو ہلاک نہ کرنا ۔" (۱۰)

" ایک شاعر محمد یار خاکسار کے بارے میں مشہور ہے کہ عہد جوانی میں امرد پرستی کا سودا سر میں سمایا ہوا تھا ، اور جس طفل پر ان کی نظر ہوتی تھی اس کو کاروبار دنیوی سے بے نیاز کردیتے تھے ۔" (۱۱)

" رجب علی بیگ رجب نے کسی محفل رقص میں کسی طوائف پر چوٹ کی اور اپنی تلوار اس کے حوالے کردی کہ اس کے ہاتھ سے زخم شہادت کھائیں تاکہ صفحہ روزگار پر محبوبوں کی سفّاکی کا نقش مرتسم ہوجائے ۔" (۱۲)

" آفتاب رائے رسوا کسی کمبوہ لڑکے مٹّو پر عاشق تھے کہتے ہیں کہ ایک دن اس لڑکے نے ان کی گردن میں رسی کا پھندا ڈال کر گشت کیا ۔ اتفاقاً ایک اور

---

(۱۰) کریم الدین و فیلن، " محولہ بالا ، صفحہ ۲۷۷

(۱۱) ع ۔ م ، صفحہ ۲۳۳

(۱۲) قاسم، قدرت اللہ، محولہ بالا ، صفحہ ۲۶۸

شخص اس کی نظر پڑا ، بطور ناز محبوبانہ اس نے اس شخص کو بھی اسی رسی سے باندھ لیا - رسوا اس یکسانی کو برداشت نہ کرسکے اور کہا:

" دیگرے را در گرفتاری شریک ما مکن

مدعا گر شہرت حسن است یک رسوا بس است " (۱۳)

عبدالحی تاباں کے ذیل میں صاحب مجموعہ نغز کی روایت ہے :-

" عاشق پیشہ معشوق مزاج تھے - کہتے ہیں کہ حسینان جہان نے ان سے طریق دلبری، و شیوۂ ستم گری اور آئین خوبی و رسم محبوبی سیکھی تھی - ایک بزرگ جن کا دل جھوٹ سے پاک اور آلودگی افترا سے صاف تھا ، کہتے تھے کہ شہر کے حسین طفل زیورات سے آراستہ ان کے گھر پر جمع ہوتے تھے - اور امرائے قزلباش کی طلب پر محافوں میں رات کو ان کے گھر بھیجے دیے جاتے تھے -" (۱۴)

" ان ہی عبدالحی تاباں کے منظور نظر سلیمان تھے تاباں کی وفات کے بعد گریبان چاک کیا اور گوشہ عزلت میں فریدآباد کے تالاب کے قریب جا بیٹھے بعد میں حیران و گریاں اللہ آباد کی طرف چلے گئے - ابھی تک فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں خدا ان کو سلامت رکھے -" (۱۵)

شاعروں کی اصلاح و تہذیب کے لیے مشاعروں کے انعقاد کے ساتھ ساتھ اصلاح زبان و بیان کے جدا جدا حلقے قائم تھے - اردو شاعری کے آغاز سے پہلے دہلوی شعراء فارسی کی کی طرف راغب تھے - نئی نسل نے جو اردو شاعری کی گرویدہ تھی ان ہی فارسی گو شعرا

---

(۱۳) میرحسن، " تذکرہ شعرائے اردو " مطبوعہ مسلم یونی ورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ، ۱۹۲۲ع ، صفحات ۳-۱۰۳

(۱۴) قاسم، قدرت اللہ ، محولہ بالا ، صفحہ ۱۳۲

(۱۵) ش - الف - صفحہ ۱۰۹

سے فیض حاصل کیا - یہ فارسی اساتذہ بھی کبھی کبھی اردو میں کچھ کہہ لیا کرتے تھے
سراج الدین خان آرزو فارسی زبان کے شاعر تھے - لیکن انھوں نے اپنے تلامذہ کو اردو
شاعری کی تربیت دی - ان کے شاگردوں میں شاہ مبارک آبرو، مصطفی خان یک رنگ ، شرف‌الدین
مضمون، رائے آنند رام مخلص وغیرہ تھے - خود میر نے بھی ان سے اکتساب فن کیا - میر
سعادت علی خان میر کے اور محمد علی حشمت تابان کے استاد تھے - نئی نسل کے اردو
گو شاعروں کی پرورش و تربیت میں حضرت مظہرجان جانان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ، اور
نمونہ کے بطور کچھ اردو غزلیں کہہ کر اردو غزل کا ایک معیار مقرر کیا - ولی کی غزل کی
اتباع میں دھلی کے شعرا نے جو زبان استعمال کی اس میں ھندی عنصر کی زیادتی کو انھوں
نے ختم کیا اور اسی کے ساتھ فارسی عنصر کو تقویت بخشی، ایہام گوئی کو ترک کیا ، اور غزل
کے اسلوب اور آھنگ میں نمایاں تبدیلیاں کیں - اردو ادب میں آپ کی اس کوشش کو تحریک
مظہری کے نام سے پکارا جاتا ھے - حضرت مظہر جان جانان کے پروردہ شاعروں مثلاً یقین،
تابان ، درد ، وغیرہ نے اسی تحریک کے بموجب کام کیا - حد یہ کہ حاتم ، سودا ، اور میر
بھی تحریک مظہری سے متاثر ھوئے بغیر نہ رہ سکے -

اسی دور اور اسی ماحول میں میر سوز پیدا ھوئے اور پلے بڑھے - ان ھی بزرگون
کی صحبتوں میں شریک ھوئے - اور اپنے ھم عمر شاعروں کے ساتھ مشق سخن بہم پہنچائی-
میر سوز کا شمار اردو کے ان شاعروں میں ھوتا ھے جو طبقہ متوسطین سے تعلق رکھتے ھیں-
اس دور تک کے شاعروں کی تربیت اور اصلاح متقدمین نے کی تھی جن میں سے بیشتر فارسی زبان
کے مستند شاعر تھے - لیکن بعض شاعر ایسے ھیں جو صرف اردو زبان کے شاعر تھے مثلاً شاہ
مبارک آبرو، شاہ حاتم ، ناجی، شاکر ، یک رنگ وغیرہ -

طبقہ متوسطین کا زمانہ ۱۱۳۸ھجری مطابق ۱۷۲۵ع سے شروع کہا جاسکتا ہے اور اس کا خاتمہ ۱۲۰۵ھجری مطابق ۱۷۹۰ع کے لگ بھگ ہوتا ہے ساٹھ ستر سال کی اس مدت مین اردو شاعری کا ایک جدا معیار قائم ہوا اس دور مین اردو شاعری کا اسلوب، حدود اور روایات وجود مین آئین - یہ دور اردو شاعری کے عروج کا زمانہ ہے - اس زمانے مین ایسے شاعر پیدا ہوئے جو بجائے خود ایک دبستان کہے جاسکتے ہین - ان کا الگ رنگ، جدا اسلوب، اور نرالی طرز تھی - ان اساتذہ نے جملہ اصناف سخن کی طرف توجہ دی اور ہر صنف کو بڑھایا اور نکھارا - اردو کو کسی دور مین یہ یک وقت ایسے شاعر نصیب نہین ہوئے جن مین سے ہر ایک یگانہ روزگار تھا - حاتم، سودا، خواجہ میر درد، میر تقی میر، میر سوز، عبدالحی تاباں، انعام اللہ خان یقین، شیخ قیام الدین قائم، میر حسن حسن، اشرف علی خان فغاں، احسن اللہ بیان، میر محمد باقر حزین، جعفر علی حسرت وغیرہ طبقہ متوسطین کے شعرا ہین - یہ زمانہ اگرچہ سیاسی اعتبار سے بڑا پر آشوب تھا لیکن علمی اور ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے - اس دور مین اردو شاعری کو نیا پیرہن ملا اور اردو شاعری بالکل فارسی شاعری کے قالب مین ڈھل گئی - شعر مین جذبہ اور خلوص کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا - اور رومانی اور وجدانی کیفیات فن کے لیے ضروری سمجھی گئین - شعر و سخن کی ہماہمی کے باعث شاعرون نے ضخیم دیوان مرتب کیے اور مسابقت کے جذبے نے بے شمار ہمہ وقت شاعر پیدا کردیے -

***

باب - سوم

مہر سوز

سفر کی مدت چھ سات ماہ
مبارک الدولہ کی ملازمت - تقریباً ڈیڑھ سال مرشد آباد میں قیام - فیض آباد کو واپسی - حافظ رحمت خاں کی شہادت
شجاع الدولہ کی وفات - آصف الدولہ کی تخت نشینی - آصف الدولہ سے تعلق
داغ کی وفات - سوز کی عمر ۷۷ سال
میر سوز کی لکھنؤ میں آمد - میر ضیاء الدین کی وفات
سودا کی وفات - آصف الدولہ کا شاگرد ہونا
آصف الدولہ کی وفات - سوز کی عمر ۸۵ سال
سوز کی وفات بعمر ۸۶ سال
میر سوز کی ولادت - بہادر شاہ کی وفات
جہاندار شاہ کا قتل - فرخ سیر کی تخت نشینی
فرخ سیر کا قتل - محمد شاہ کی تخت نشینی
احمد خاں بنگش کی وفات، شاہ عالم کی فرخ آباد میں آمد - فرخ آباد میں ۱۶ سال قیام کے بعد سوز کی ٹانڈے کو روانگی - سوز کی عمر ۵۹ سال
فرخ آباد میں داغ کی پیدائش - سوز کی عمر ۵۷ سال
سوز کی عمر ۵۲ سال - بکسر کی جنگ - عماد الملک کی بیوی گنا بیگم فرخ آباد میں پناہ گزینی
سوز کی عمر ۴۸ سال - پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی شکست
شاعری کا آغاز بعمر ۲۰-۲۱ سال
سوز کی عمر ۴۷ سال - عالمگیر ثانی کا قتل
عماد الملک کی سودا کے ہمراہ فرخ آباد میں آمد
دہلی میں ۴۴ سال گذارنے کے بعد فرخ آباد کو ہجرت - رند کا شاگرد ہونا
احمد شاہ کی معزولی - سوز کی عمر ۴۲ سال
سوز کی شادی بعمر ۳۰ سال
تعلیم سے فراغت بعمر ۱۸ سال
سوز کی عمر ۲۷ سال - نادر شاہ کا دہلی میں قتل عام
سوز کی عمر ۳۵ سال - محمد شاہ کی وفات
تخلص کی تبدیلی بعمر ۳۰ سال
ملازمت بعمر ۳۰ سال
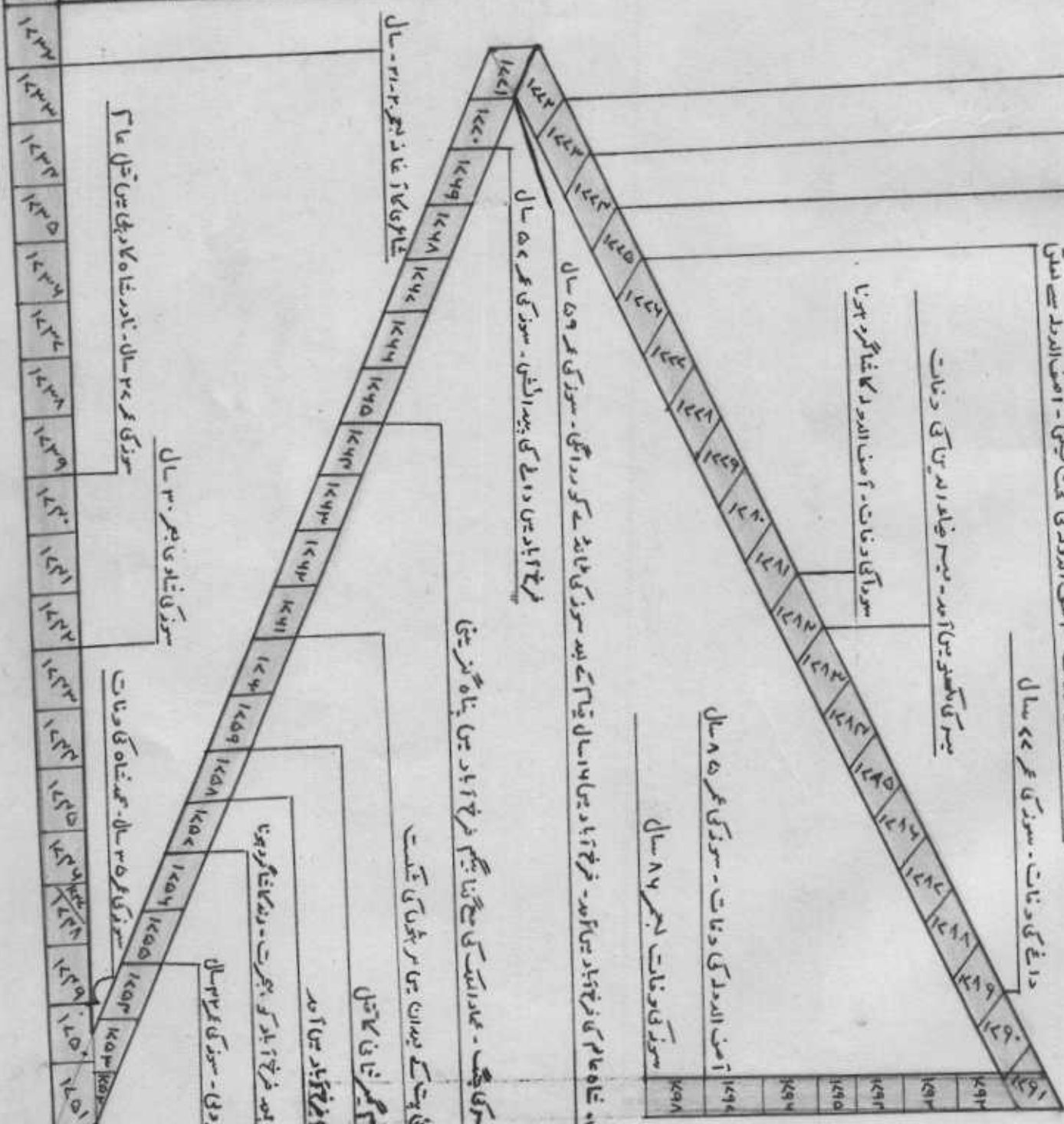
باب - سوم

مہر سوز

خاندان:

تیرھویں صدی عیسوی میں حضرت جلال سرخ بخاری بخارا سے ترک وطن کر کے ملتان پہنچے - وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بھکر گئے - بدرالدین بن صدرالدین خطیب نے جو بھکر کے رئیسوں میں سے تھے اپنی صاحبزادی کا عقد آپ کے ساتھ کردیا - (۱) حضرت جلال سرخ بھکر سے پھر ملتان چلے گئے ، اور تیس سال اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں رہے - حضرت جلال سرخ بخاری حضرت زکریا ملتانی کے ارشد خلفاء میں سے تھے - جب ۶۶۱ ھجری مطابق ۱۲۶۲ء میں مرشد کا انتقال ہوگیا تو تبلیغ کی غرض سے اوچ کو اپنا مستقر بنایا - بدرالدین بھکری جن کی صاحبزادی کا نکاح حضرت جلال سے ہوا تھا کچھ عرصہ کے بعد وفات پاگئیں - ان کے بطن سے دو صاحبزادے بہاء الدین اور سید محمد غوث تھے - بدرالدین بھکری نے پہلی صاحبزادی کی وفات پر اپنی دوسری صاحبزادی کا عقد بھی حضرت جلال سرخ سے کردیا ان کے بطن سے احمد کبیر پیدا ہوئے -

احمد کبیر صدر الدین عارف خلف حضرت بہاء الدین زکریا کے مرید اور خلیفہ ہوئے ان کی حفاظت اور رعایت پر حضرت صدرالدین عارف کے خلیفہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ جمال خنداں رو مقرر تھے - حضرت احمد کبیر کے دو صاحبزادے تولد ہوئے ایک

---

(۱) سخاوت مرزا، " حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت "، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ انڈومڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۲ء، صفحہ ۹

(۲) ایوب قادری، محمد، " مخدوم جہانیاں جہاں گشت "، ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی، ۱۹۵۵ء، صفحہ ۷۷

حضرت مخدوم جہاں نیاں جہاں گشت اور دوسرے حضرت صدر الدین راجو قتال تھے - حضرت مخدوم ۱۴/ شعبان ۷۰۷ھجری مطابق ۸/ فروری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات اوچ میں پیدا ہوئے - آپ کا نام جلال الدین رکھا گیا - سیاحت کے باعث آپ کو جہانیاں جہاں گشت کہنے لگے -(۲) حضرت مخدوم سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے - حج بیت اللہ کے بعد جب آپ دھلی میں حضرت نصیرالدین چراغ دھلی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خرقہ چشت آپ کو اسی بارگاہ سے ملا - (۳) آپ کے تین صاحبزادے تھے - ناصرالدین محمود ، عبداللہ اور سید محمدجلال الدین کبیر - ان تینوں صاحبزادوں کی والدہ الگ الگ تھیں - سید عبداللہ کی والدہ دھلی کے خاندان سادات سے تعلق رکھتی تھیں - سید عبداللہ کا مزار دھلی میں قدم مبارک کے قریب واقع ھے - سید عبداللہ لاولد تھے -

ناصرالدین محمود کی تاریخ پیدائش ۲/ ذی قعد ، ۷۳۲ھجری مطابق ۹/ اپریل ، ۱۳۳۲ء اور تاریخ وفات ۱۲/ رمضان ، ۸۰۱ھجری مطابق ۱۸/ مئی، ۱۳۹۹ء ھے - ناصرالدین محمود کے بیٹے سید برھان الدین تھے - آپ قطب عالم گجراتی کے نام سے مشہور ھیں - آپ ۱۴/ رجب المرجب ، ۷۹۰ھجری کو پیدا ہوئے ابھی دس برس ھی کے تھے کہ والد کی وفات ہوگئی آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے ~~چچا~~ دادا حضرت صدرالدین راجو قتال نے کی - بعد میں ان ھی کی ھدایت پر قطب عالم اپنی والدہ کے ساتھ آغاز شباب میں اوچ سے پٹن گجرات تشریف لے آئے (۳) اس وقت گجرات کا حاکم سلطان احمد شاہ تھا - وہ آپ کا بیحد معتقد تھا - جب

---

(۲) سخاوت مرزا ، " ..... محولہ بالا "، صفحہ ۱۰
ایوب قادری ، محمد ، " محولہ بالا" ، صفحہ ۸۱

(۳) دارہ شکوہ ،"سفینۃ الاولیا"، مرتبہ محمد علی لطفی ، مطبوعہ نفیس اکیڈمی ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ، صفحہ ۱۵۳

(۳) سخاوت مرزا ، " محولہ بالا " ، صفحہ ۱۱۹

اس نے احمد آباد کیا تو اس کا سنگ بنیاد حضرت قطب عالم کے دست مبارک سے رکھوایا - احمد آباد ۸۱۳ھجری مطابق ۱۴۱۱ء اور ۸۲۶ھجری مطابق ۲۳-۱۴۲۲ء کے درمیان آباد ہوا - اس کے بعد حضرت قطب عالم بھی پٹن سے احمد آباد تشریف لے آئے - آپ کی وفات ۸۵۷ھجری مطابق ۱۴۵۳ء میں ہوئی آپ کے گیارہ فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں :- (۵)

" (۱) سید محمود (۲) سید محمد شاہ عالم (۳) سید احمد (۴) سید حامد (۵) سید صالح (۶) سید امین اللہ (۷) سید محمد زاہد (۸) سید صادق محمد (۹) سید سالم (۱۰) سید راجو (۱۱) سید اصغر -"

میر سوز قطب عالم گجراتی کی نسل سے تھے - ان کے والد کا نام میر ضیاء الدین تھا - بخاری خاندان کی وہ شاخ جس سے میر ضیاء الدین تعلق رکھتے تھے دہلی کب منتقل ہوئی اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا - صرف اس قدر معلوم ہے کہ میر ضیاء الدین کا مکان محلہ قراول پورہ میں تھا - (۶) اس علاقے کو آج کل قرول باغ کہتے ہیں - میر ضیاء الدین نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے انہیں فن سپہ گری اور تیراندازی میں کمال حاصل تھا -(۷) سوز نے انہیں کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی - میر ضیاء الدین نے طویل عمر پائی خیال ہے کہ وہ ۱۱۰۷ھجری مطابق ۱۶۹۲ء کے قریب پیدا ہوئے ہوں گے - ان کا انتقال لکھنؤ میں میر سوز کے صاحبزادے میر مہدی داغ کی وفات سے پہلے ۱۱۹۲ھجری مطابق ۱۷۷۷ء اور ۱۲۰۵ھجری ھجری مطابق ۱۷۸۹ء کی درمیانی مدت میں ہوا - میر ضیاء الدین کے لکھنؤ میں مرنے اور وہیں دفن ہونے کا ثبوت سوز کے مرثیہ کے اس شعر سے ملتا ہے جو انہوں نے داغ کی موت پر

---

(۵) سخاوت مرزا، " محولہ بالا" ، صفحہ ۱۱۹

(۶) گ - ، صفحہ ۱۵۱

(۷) آزاد ، محمد حسین، " آب حیات " مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد ، صفحہ ۲۳۶

کہا تھا - شعر یہ ہے :-

یہ توقع نہ تھی دل سوز کو مہدی صاحب

جد کی خدمت میں یہاں، چھوڑ کے آوگے ہمیں

اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ میر ضیاء الدین کی عمر پچاسی یا نوے سال تک ہوگی -

وطن :-

میر سوز دہلوی الاصل تھے - تمام تذکرہ نگاروں نے ان کو دہلوی ہی لکھا ہے- صرف شیفتہ (۸) اور قطب الدین (۹) لکھنوی لکھتے ہیں - دہلی چھوڑنے کے بعد انہیں متعدد شہروں میں قیام کرنا پڑا - جن میں فرخ آباد اور لکھنو کا قیام سب سے طویل ہے- ہر دو تذکرہ نگاروں نے ان کو غالباً اس وجہ سے لکھنوی لکھا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری ایام لکھنو ہی میں بسر ہوئے - تاہم دہلی میں پیدا ہونے اور عمر کا بڑا حصہ وہاں گذارنے کے لحاظ سے وہ دہلوی ہی ہیں -

ولادت :

کسی تذکرہ نگار نے سوز کا سن ولادت نہیں لکھا ہے - بہرحال ان کے سن ولادت کا تعین شاہ کمال کی روایت کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے - شاہ کمال کہتے ہیں کہ میرسوز نے کئی دفعہ ان سے کہا کہ وہ سودا سے عمر میں ایک سال بڑے ہیں -(۱۰) اگرچہ سودا کے سال ولادت میں بھی اختلاف ہے لیکن آزاد نے ان کا سن ولادت ۱۱۲۵ھجری مطابق ۱۷۱۳ع

---

(۸) شیفتہ، مصطفی علی خان، " گلشن بے خار"، مطبوعہ (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۲۳ع ، صفحہ ۱۳۹

(۹) باطن، قطب‌الدین، " گلستان بے خزان" ، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو، ۱۲۹۱ھ صفحہ ۱۱۵

(۱۰) شاہ کمال، " مجمع الانتخاب " ، (قلمی) رائل ایشیاٹک سوسائٹی،لندن، نقل کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی، صفحات ۹۶-۳۹۵

لکھا ہے -(١١) اور یہی صحیح بھی ہے - نثار الحق صاحب نے اس مسئلہ پر سیر حاصل

بحث کی ہے - (١٢) اس اعتبار سے میر سوز کا سن پیدائش ١١٢٣ھجری مطابق ١٧١٢ع

ہے - نیاز فتح پوری نے بغیر کسی تحقیق کے میر سوز کا سال ولادت ١١٣٠ھجری یا ١١٣٥ھجری

لکھ دیا ہے - (١٣)

نام :
====

پورا نام محمد میر تھا -(١٤) چند تذکرہ نگاروں نے نام کی لفظی ترتیب کو

بدل دیا ہے - مثلاً علی لطف (١٥) نے سید میر، یکتا (١٦) نے شاہ میر محمد، مبتلا (١٧) نے

---

(١١) صفحہ ١٨٣

(١٢) نثار الحق ، " میر و سودا کا عہد" ، مطبوعہ ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی ١٩٦٥ع صفحہ ٢٧٣

(١٣) نیاز فتح پوری، " انتقادات" مطبوعہ مکتبہ معین الادب اردو بازار، لاہور، صفحہ ١١٣

(١٤) فتح علی گردیزی، " تذکرہ ریختہ گویان" مرتبہ عبدالحق، مطبوعہ ١٩٣٣ع ، صفحہ ١٣٨

قائم، قائم الدین، " مخزن نکات " مطبوعہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ، ١٩٢٩ع صفحات ١٣١-٣٢

لچھمی‌نرائن شفیق ، " چمنستان شعرا" مطبوعہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ،صفحہ ٢٨٣

شوق ، قدرت‌اللہ، " طبقات الشعرا" مرتبہ نثار احمد فاروقی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ١٩٦٨ع ، صفحہ ٢٣١

ش - ا ، صفحہ ١١٧

مصحفی، غلام ہمدانی، " تذکرہ ہندی" مرتبہ عبدالحق ، مطبوعہ جامع برقی‌پریس دھلی، ١٩٣٧ع ، صفحہ ١١١

قاسم، قدرت اللہ ، " مجموعہ نغز" مرتبہ محمود شیرانی، مطبوعہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، ١٩٣٣ع ، صفحہ ٥٧

کریم الدین و فیلن،"طبقات الشعرا" ، مطبوعہ مطبع العلوم مدرسہ دھلی، ١٨٣٨ع صفحہ ٢٧٧

نصراللہ خان، " گلشن ہمیشہ بہار"، مرتبہ اسلم فرخی، مطبوعہ انجمن ترقی‌اردو پاکستان، کراچی، ١٩٦٧ع ، صفحہ ١٨٢

خار صفحہ ١٣١

(١٥) گ ، ھ - صفحہ ١٥١

(١٦) یکتا ، احمد علی " دستور الفصاحت" مرتبہ امتیاز علی عرشی، مطبوعہ ھندوستان پریس رام پور، ١٩٣٣ع ، صفحہ ٥٠

(١٧) مبتلا ، مرزا کاظم مخاطب بہ مردان علی خان ،" تذکرہ گلشن سخن" مرتبہ مسعودحسن رضوی ، مطبوعہ نظامی پریس لکھنو، ١٩٦٥ع ، صفحہ ١٥٠

میر سید محمد، محسن (١٨) نے میر محمدی لکھا ہے -

مذہب :

تذکرہ نگار سوز کے مذہب کے بارے میں خاموش ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اپنے

عقیدے میں سخت یعنی شیعت کی طرف مائل تھے (١٩) حوالے میں مندرجہ ذیل شعر پیش

کیے جاسکتے ہیں :-

زبان سے مرتضی مشکل کشا کی منقبت کہتا　　تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا

اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیاکہتا　　یہ سوزسینہ زہرافقط اک آہ میں لکھتا

=============

روویں وہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے سوز ہم　　بخشش ہماری ماتم شبیر میں چھپی

اسی کے ساتھ حضرت علی کی شان میں قصیدے کے یہ اشعار ہیں :-

وہ علی جس نے پہلے آدم کو　　غم میں آکر سکھایا استغفار

وہ علی مظہر العجائب ہے　　جس نے موسی کے تیئں دکھائی نار

وہ علی جس نے آتش نمرود　　کی تھی حضرت خلیل پر گلزار

وہ علی جس نے جبریل کو ہاں　　پہلے سکھلایا بندگی کا شعار

تم نے مارا نصیر کو واللہ　　اور پھر پھر جلایا ستر بار

کاٹ کر تم نے ہاتھ اسعد کے　　پھر لگائے تھے جیسے اول بار

تم نے سلمان کو چھڑایا تھا　　دشت ارزن میں سر سے اپنے وار

---

(١٨) محسن، محسن علی: تذکرہ سراپاسخن" مطبوعہ نول کشور پریس کان پور، ١٨٦١ع صفحہ ٩٨

(١٩) احمد فاروقی(مرتبہ)، " اردو معلی میر سوز نمبر" مطبوعہ دہلی یونی ورسٹی، دہلی، ١٩٦٣ع، صفحہ ١١

لیکن ان اشعار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو شیعی مذہب کا پیرو سمجھ لیا جائے ۔ حقیقت یہ ہے کہ آصف الدولہ کے دور حکومت میں سرکاری سطح پر شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی تھی ۔ ترغیبات کے ذریعہ ہزاروں خاندانوں کو شیعہ بنالیا گیا ۔ جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا اور بڑی حد تک اپنے حقوق سے محروم کردیئے گئے اس امتیازی سلوک سے بچنے کے لیے بہت سے لوگوں نے بظاہر شیعیت اختیار کرلی ۔ میر سوز بھی دربار لکھنو سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے بھی مصلحت وقت سے کام لیا اور عام لوگوں کے احساسات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان ہی خیالات اور عقاید کو بیان کیا جو عوام الناس کے تھے ۔ اس قسم کے اشعار کے برعکس ان کے بہت سے دیگر اشعار سے مترشح ہے کہ وہ حنفی المذہب ، صوفی مشرب انسان تھے ۔ ان کا خاندان سہروردی اور چشتی سلسلوں سے تعلق رکھتا تھا ۔ اپنے عقاید کے اعتبار سے وہ سنی مسلمان تھے ان کا ایک شعر ہے :-

خلافت آن کر اے سوز بولی چوتھے درجے پر
جو چاہو آخرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوجو

اس شعر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ حضرت علی کو خلفائے راشدین میں چوتھے درجے پر ہی تسلیم کرتے تھے ۔ ایک بات قابل غور یہ ہے کہ اور اس سے ہماری اس رائے کو تقویت بھی پہنچتی ہے کیوں کہ نسخہ علی گڑھ اور نسخہ فورٹ ولیم کالج میں یہی شعر اس طرح ملتا ہے :-

خلافت سوز سچی آکے بولی چوتھے درجہ پر
جو چاہو تم بھو صدیق حضرت شاہ کو پوجو

شاید یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کسی خاص وجہ سے شعر میں ترمیم ضروری سمجھی گئی ۔ سوز کے مذہب کے بارے میں دوسرا ثبوت یہ ہے کہ مذہب اثنائے عشری میں ایک عقیدہ

امام غائب کا ہے ۔ سنی عقیدے کی رو سے امام مہدی کا ظہور احادیث سے ثابت ہے ۔(۲۰)

" عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یقول المھدی من عترتی من اولاد فاطمۃ ۔" (حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ مہدی میرے خاندان اور اولاد فاطمہ سے ہوگا) اور

" عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ علیہ وسلم المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملا الارض قسطا و عدلا کما ملیت ظلما و جورا یملک سبع سنین ۔" (حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا اس کی روشن کشادہ پیشانی بڑی لمبی ناک درمیان میں اونچی اور باریک نتھنوں والا ہوگا ۔ زمین کو انصاف اور عدل سے اس طرح بھردے گا جیسی وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی جو سات سال حکومت کرے گا ۔)

دوسری حدیث کو سامنے رکھئیے اور سوز کا مندرجہ ذیل قطعہ پڑھئیے :۔

جو صاحب دل ،دل سے ہے آگاہ — کیا بات اس کی ہے واہ وا واہ

اے غافلو تم چونک بیٹھو — پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ

وہ شاہ جس کی عہد نبی سے — تکتے گئے ہیں شریعت کی راہ

میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں — اب کوئی دم کونکلے ہے وہ ماہ

ظلم وستم سب ہوجائے گا محو — باقی رہے گا اللہ ہی اللہ

ہادی وہی ہےمہدی وہی ہے — صاحب وہی ہے سب کا دل خواہ

اے سوز توکیاکہتا ہے چپ وہ — تجھ کو ہےمطلوب شہنشہ کا کیاجاہ

---

(۲۰) ابومحمدالحسین بن مسعود ، " مشکوۃ المصابیح " مطبوعہ اصح المطابع و کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی ، ۱۳۶۸ھجری ، صفحہ ۴۷۰.

سب لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں گے　　کس واسطے ہیں سارے یہ گمراہ

بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں ہے　　خاموش ہی رہ واللہ باللہ

اس قطعہ میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ظہور امام مہدی کےقائل تھے اور حدیث شریف کے فرمان کے بموجب ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت مہدی اس دنیا سے ظلم و ستم مٹادیں گے اور ہر طرف خدا کی حاکمیت اور برتری کا سکہ جاری ہوگا - اس قطعہ میں وہ ان لوگوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں جو ظہور مہدی کے قائل نہیں ہیں - آخری تین اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان خیالات کا اظہار برملا کرنے سے احتراز کرتے ہیں اور اپنے اس عقیدہ کا اعلان کرنا مصلحت وقت کے خلاف سمجھتے ہیں- یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ قطعہ اس زمانے کا ہے جب وہ لکھنو میں قیام پذیر ہوں گے-

اب رہ گئے وہ اشعار جن میں اہل بیت کے مناقب اور فضائل بیان کئے گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر صاحب ایمان مسلمان مدح اہل بیت باعث شرف اور وجہ سعادت گرداننا ہے- حضرت علی کی مدح صوفیائے کرام نے نہایت والہانہ انداز میں کی ہے - بالخصوص قادریہ ، چشتیہ ، اور سہروردیہ سلسلوں کا تعلق حضرت علی ہی سے ہے - لہذا سوز کے وہ تمام اشعار جو مناقب و فضائل اہل بیت میں ہیں اسی تعلق اور کیفیت کے آئینہ دار ہیں جو صوفیائے کرام کو خاندان رسول کریم سے رہی ہے - جہاں جہاں پر ایسے خیالات ہیں جن میں شدت پائی جاتی ہے یا ایسے واقعات کا ذکر ہے جو مستند سمجھے نہیں جاتے ان کے لیے صرف یہی کہنا کافی ہے کہ وہ زمانے اور ماحول کے عام رنگ کو دیکھتے ہوئے کہے گئے ہیں-

مسلک :

شاہ ولی اللہ محب لکھتے ہیں کہ میر سوز سید محمد زاہد دہلوی کے مرید تھے -[۲۱]

---

(۲۱) محب، ولی اللہ، " تاریخ فرخ آباد"(مترجم) محمد ایوب قادری بنام عہد بنگش ، مطبوعہ ایجوکیشنل کانفرنس پاکستان کراچی، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۳۸۸

جو میر سید محمد قنوجی (۲۲) کی اولاد میں سے تھے وہ نواب احمد خاں بنگش کے زمانے میں دھلی سے فرخ آباد پہنچے اور محلہ بنگش پورہ میں آباد ہوگئے - ہرخاص و عام آپ کا معتقد تھا - مزاج میں کمال استغنا تھا اہل دنیا کی طرف بالکل ملتفت نہیں ہوتے تھے آپ کی وفات ۱۷/ محرم، ۱۱۸۴ھجری مطابق ۱۳/ مئی، ۱۷۷۰ء کو ہوئی - سید محمد زاھد سے بیعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سوز چشتیہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے - کیوں کہ سید محمد زاھد اسی مسلک کے پیرو تھے - ویسے سوز کا اپنا خانوادہ سہروردیہ مسلک کا پیرو تھا - حضرت قطب عالم کے صاحبزادے شاہ عالم کو چشتیہ سلسلہ کی خلافت بھی حاصل ہوگئی تھی- گویا سوز کے اپنے عالی مرتبت بزرگ چشتیہ اور سہروردیہ مسلک کے نامور مبلغ تھے -

تعلیم :

تعلیم و تربیت دھلی ھی میں ہوئی اگرچہ یہ نہیں معلوم کہ آپ نے کن اساتذہ سے فیض حاصل کیا- تاھم اتنا ضرور ھے کہ وہ مروجہ تعلیم سے بہرہ ور تھے - وہ عربی فارسی کی استعداد رکھتے تھے اردو کلام کے علاوہ ان کا فارسی کلام بھی چند غزلوں پر مشتمل ھے - نظم کے ساتھ فارسی نثر بھی اچھی لکھتے تھے - علی ابراھیم کہتے ھیں کہ میں نے میر سوز سے ان کا نمونہ کلام داخل تذکرہ کرنے کے لیے منگوایا تھا - انھوں نے ان کے

---

(۲۲) میر سید محمد قنوجی کی وفات ۱۱۰۱ھجری مطابق ۹۰-۱۶۸۹ء میں ہوئی - یہ سید محمد شاہجہان آبادی کے مرید تھے - ھمیشہ علوم دین کے درس اور معارف یقین کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے - شاھجہان بادشاہ نے آخر زمانہ حکومت میں نہایت خواھش اور اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا- اور اپنی قربت سے سرفراز فرمایا- آپ عالم گیر کے استاد تھے - علوم ریاضی و ادب میں ماھر و کامل تھے - ان کی تصنیف میں حاشیہ مطول ھے - عالم گیر نے اپنے عہد حکومت میں بڑی نیاز مندی کے ساتھ اکبرآباد بلایااور خصوصی اعزاز سے سرفراز کیا - حجۃ الاسلام غزالی کی تصانیف خصوصاً احیائے علوم ان کے پیش نظر رہتی تھی- ھفتہ میں تین روز شاھی مجلس کے مذاکرہ علوم میں مشغول رہتے فتاوی عالمگیری کی تالیف میں بڑی سعی فرمائی- (مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ھند" مرتب ومترجم محمد ایوب قادری، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱ء، صفحات ۳۴۵-۳۴۸)

اشعار کے ساتھ نثر کا نمونہ بھی اپنے تذکرہ میں درج کیا ہے ۔

انشا پردازی :

میر سوز کی انشاپردازی کی سب ہی معاصر تذکرہ نگاروں نے تعریف کی ہے ۔ قائم (۲۳) ان کو مطلب نویس بے نظیر ، شوق (۲۴) انشاء پردازی میں کامل مہارت رکھنیوالا میر حسن منشی بے نظیر کہتے ہیں میر حسن ہی مزید لکھتے ہیں کہ ان کی نثر گلشن حسن دلبران تازہ ہے وہ معجز رقم اور شیرین رقم تھے میر حسن اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ نثرنگاری کی تعریف میں خود بھی جولانی طبع دکھاتے ہیں اور بقول ان کے " رشحات مداد قلمش از دریائے اعزاز ، کلک [illegible] عنبر بارش از بوستان اعجاز " کی صفات سے متصف تھے (۲۵) مبتلا (۲۶) ان کو از مشاہیر نکتہ رسان قرار دیتے ہیں علی ابراہیم نے ان کی نثر کو اپنے تذکرہ میں بطور نمونہ درج کیا ہے - (۲۷)

" میر سوز شخصے است کہ ہیچ کس را از حلاوتی جز سکوت و اکراہ حاصل نہ شود ۔ این نیز از قدرت کمال الہی است کہ ہر یکے بلکہ خارو خسے نیست کہ بکار چند بیاید ۔ پس منکرے سوال کند کہ ناکارۂ محض نیفتادہ است ۔ این ست کہ نامش سوختنی [illegible] است ۔"

خوشنویسی :

مغل دور حکومت میں خوشنویسی کے فن کو بہت عروج حاصل ہوا اور خوشنویسوں کو

---

(۲۳) قاسم ، قدرت اللہ ، " محولہ بالا " ، صفحہ ۱۳۱

(۲۴) شوق ، صفحہ ۲۳۱

(۲۵) ش ، ۱ - صفحہ ۱۱۷

(۲۶) گ ، س - صفحہ ۱۵۰

(۲۷) گ ، ا - صفحہ ۱۳۷

بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ میر سوز اس فن کے ماہر تھے ۔ قائم کہتے ہیں کہ وہ خط شکست خوب لکھتے تھے (۲۸) ۔ شوق (۲۹) خوش نویس اور هفت قلم میر حسن (۳۰) خوش نویس دل پذیر بتاتے ہیں ۔ مبتلا (۳۱) کا قول ہے کہ وہ خوشنویسی میں ید بیضا رکھتے تھے ۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ میر سوز خط نستعلیق و شفیعا میں بڑی مہارت رکھتے تھے ۔ (۳۲) خوب چند ذکا (۳۳) کا بھی یہی قول ہے ۔ علی لطف (۳۴) انھیں فن شفیعا نویسی میں دست رسا بتاتے ہیں ۔ سرور (۳۵) کہتے ہیں کہ خط نستعلیق اور شفیعا خوب لکھتے تھے ۔ شاہ کمال (۳۶) " خوشنویسی، شفیعا، نستعلیق وغیرہ هفت قلم " کی صفات بیان کرتے ہیں ۔ ابن امین طوفان (۳۷) ، یکتا (۳۸) ، شیفتہ (۳۹) ، گارساں دتاسی (۴۰) ، کریم الدین (۴۱) ، سعادت خان ناصر (۴۲) وغیرہ سب ہی نے خوشنویسی کے کمال کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔

موسیقی:۔

شیخ محمد قائم الدین قائم (۴۳) نے لکھا ہے کہ میر سوز کسی قدر علم موسیقی

---

(۲۸) قاسم، قدرت اللہ، " محولہ بالا، صفحہ ۱۳۱
(۲۹) شوق ، صفحہ ۲۳۱
(۳۰) ش - ا ، صفحہ ۱۱۷
(۳۱) گ - س - صفحہ ۱۵۰
(۳۲) ت ، ہ - صفحہ ۱۲۱
(۳۳) خوب چند ذکا ، " عیار الشعرا" عکسی ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی ، صفحہ ۳۳۷
(۳۴) گ - ہ صفحہ ۱۵۱
(۳۵) ع ، م - صفحہ ۳۳۳
(۳۶) م - ا ، صفحہ ۳۹۵
(۳۷) ت - ش صفحہ ۳
(۳۸) د - ت صفحہ ۵۰
(۳۹) خار صفحہ ۱۳۱
(۴۰) ا - ہ صفحہ ۳۷۶
(۴۱) کریم صفحہ ۱۳۵
(۴۲) سعادت خان ناصر، " خوش معرکہ زیبا"، قلمی مملوکہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی ، صفحہ ۱۲۳
(۴۳) م - ن صفحہ ۱۳۱

سے بھی آگاہ تھے - قائم کے علاوہ کسی دوسرے تذکرہ نگار نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا ہے۔
قائم کا میر سوز سے جو تعلق تھا اس بنا پر اس کی شہادت مستند سمجھی جائے گی۔

فن سپہ گری :

میر سوز جس عہد سے تعلق رکھتے تھے اس میں جسمانی قوت ، شجاعت اور بہادری کی بہت قدر کی جاتی تھی - میر سوز نے اس فن میں بھی کمال حاصل کیا تھا - وہ باکمال قادر انداز تھے - شوق (۴۴) ان کو جوان قابل تیرانداز لکھتے ہیں - میر حسن (۴۵) ، مبتلا (۴۶) ، مصحفی (۴۷) ، ذکا (۴۸) ، علی لطف (۴۹) ، سرور (۵۰) ، شاہ کمال (۵۱) ، یکتا (۵۲) ، شیفتہ (۵۳) ، گارسیں دتاسی (۵۴) ، اسپرنگر (۵۵) اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان کی تیراندازی اور کمان داری کی تعریف کی ہے - نصر اللہ خاں خویشگی (۵۶) لکھتے ہیں کہ وہ بہت قوی بازو تھے اور دس قوی مرد بھی ان کی کمان زہ نہ کرسکتے تھے - میر حسن (۵۷) نے لکھا ہے کہ سوز نے فن تیر اندازی اور کمانداری پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا - یہ رسالہ

---

(۴۴) شوق صفحہ ۲۳۱
(۴۵) ش - ا صفحہ ۱۱۷
(۴۶) گ - س صفحہ ۱۵۰
(۴۷) ت - ہ صفحہ ۱۲۱
(۴۸) م - ش صفحہ ۳۳۷
(۴۹) گ - ہ صفحہ ۱۵۱
(۵۰) ع - م صفحہ ۳۳۳
(۵۱) م - ا صفحہ ۳۹۵
(۵۲) د - ح صفحہ ۵۰
(۵۳) خار صفحہ ۱۳۱
(۵۴) ا - ہ صفحہ ۳۷۶
(۵۵) اسپرنگر، "یادگار شعرا" مرتبہ محمد طفیل احمد، مطبوعہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد، ۱۹۴۳ء، صفحہ ۱۱۱
(۵۶) بہار، صفحہ ۱۸۲
(۵۷) ش - ا صفحہ ۱۱۷

اپ شاہد ہے ۔ انھیں ورزش کا بہت شوق تھا ۔ بلا ناغہ ورزش کرتے تھے ان کا بہترین کسرتی
بدن تھا اور جسمانی طاقت غیر معمولی طور پر زیادہ تھی ۔ میر سوز بہترین شہہ سوار تھے،
مصحفی(۵۸) ، شاہ کمال(۵۹) ، یکتا(۶۰) ، گارسین دتاسی(۶۱) ، سعادت خان(۶۲) ناصر
نے ان کو گھوڑے کی سواری میں یکتائے روزگار لکھا ہے ۔ اسپرنگر(۶۳) ان کو مردانہ
کھیلوں کا ماہر قرار دیتے ہیں ۔ آزاد(۶۴) کی روایت ہے کہ سوز نے سپہ گری کا فن اپنے
والد میر ضیاء الدین سے حاصل کیا تھا ۔ کسی دوسرے تذکرے سے اس قول کی تصدیق نہیں
ہوتی ہے ۔ معلوم نہیں آزاد کی اس روایت کا مآخذ کیا ہے ۔

علم مجلسی :

اس زمانے میں امراء و روساء کی محفلوں میں شریک ہونے کے لیے ضروری تھا کہ آداب
مجلسی سے واقف ہو ۔ ان محفلوں میں وہ ہی شخص بار پا سکتا تھا جو مروجہ علوم سے
پوری طرح آراستہ پیراستہ ہو اور ادب و شائستگی ، عادات و اطوار میں پسندیدہ ہو ۔ قدرت
نے میر سوز میں یہ تمام خوبیاں جمع کردی تھیں تذکرہ نگاروں نے ان کی ان خوبیوں کی طرف
بھی اشارہ کیا ہے ۔ مصحفی کہتے ہیں کہ وہ ملوک و سلاطین کی صحبت میں رہتے تھے(۶۵)
ذکا نے علم مجلسی میں ماہر کہا ہے (۶۶) قاسم نے لکھا ہے کہ ہمیشہ امیران نامدار کی

---

(۵۸) ت ۔ ہ صفحہ ۱۲۱
(۵۹) م ۔ ا صفحہ ۳۹۵
(۶۰) د ۔ ت صفحہ ۵۰
(۶۱) ا ۔ ہ صفحہ ۴۷۶
(۶۲) خوش صفحہ ۱۲۳
(۶۳) ی ۔ ش صفحہ ۱۱۱
(۶۴) آ ۔ ح صفحہ ۱۸۲
(۶۵) ت ۔ ہ صفحہ ۱۲۱
(۶۶) ع ۔ ش صفحہ ۳۳۷

صحبت میں رہتے تھے - (٦٧) یکتا کا قول ہے کہ وہ صحبت ملوک و سلاطین کے آداب سے واقف تھے -(٦٨) کریم الدین کی بھی یہی روایت ہے کہ وہ ہمیشہ امیروں کی صحبت میں رہتے تھے -(٦٩) شاہ کمال نے لکھا ہے کہ وہ لطیفہ گوئی میں کمال رکھتے تھے -(٧٠)

فن شاعری:

تذکروں سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ سوز نے کسی عمر سے مشغلہ شاعری شروع کیا - تاہم کچھ داخلی شہادتیں ایسی ہیں جن سے یہ مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے - انھوں نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں شاعری زندگی کا معمول بن چکی تھی - اس لیے انھیں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی ہوگی ان کے تمام دوست شاعر تھے - دوستوں کی صحبت کا اثر ناگزیر تھا - میر سوز کا اپنا قول یہ ہے کہ انھیں شاعری سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا - البتہ وہ اپنے دوستوں کی ادبی صحبتوں میں شریک ہوتے تھے اور ان کے کلام کو ذوق و شوق سے سنتے اور محظوظ ہوتے تھے - غالباً دوستوں میں صرف میر سوز ہی ایسے تھے جو شعر نہیں کہتے تھے ، ان کے دوستوں نے ان کو کچھ کہنے پر مجبور کیا - جب اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو انھوں نے بھی عام بول چال میں شعر کہے میر سوز کا اپنا کہنا یہ ہے شاعری کی تحریک مرزا سودا کی بدولت ہوئی - بہرحال میرسوز نے شاعری کس طرح شروع کی اس کا ذکر انھیں کی زبان سے بھلا لگتا ہے :-

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں　　شاعری سے نہیں مجھے نسبت

---

(٦٧)　قاسم ، قدرت اللہ ، " محولہ بالا" ، صفحہ ۳۲۰.

(٦٨)　د - ف صفحہ ۵۰.

(٦٩)　کریم　صفحہ ۱۳۵

(٧٠)　م - ۱ صفحہ ۳۹۵

یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی　　دل خوشی کو وہ بیٹھتے تھے جگت

میں ادھوں میں تھا سب سے بیگانہ　　وہ دلاتے مجھے بہت غیرت

کہ تجھے بات بھی نہیں آتی　　ہم سے بڑھائی کس لیے صحبت

یا تو ہم سے کیا کرو باتیں　　یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت

تب میں ناچار ہوکے کہنے لگا　　انہیں باتوں کو شعر کی صورت

بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ　　مجھ کو بھی اتنی ہوگئی قدرت

کہ لگاکر دے بات کو موزوں　　شاعروں میں ملی مجھے شرکت

ورنہ اس منہ پہ شاعری تو بہ

یہ بھی مرزا رحیم کی دولت

ہمارے خیال میں شاعری کا سلسلہ زمانہ طالب علمی ہی سے شروع ہوا ہوگا اور انیس بیس سال کی عمر میں وہ اس لائق ہوچکے تھے کہ اساتذہ کے سامنے مشاعروں میں اپنا کلام سنا سکیں اساتذہ میں اس وقت شاہ مبارک آبرو کا سکہ چل رہا تھا - شروع میں سوز نے انہیں کا رنگ اختیار کیا - چنانچہ ایک شعر میں کہتے ہیں :-

آبرو کے طور پر کہنے لگا ہے سوز شعر

طبع میں جودت جو آئی اس طرف کو چل دیا

ان کی بیشتر غزلیں آبرو کی زمین میں ہیں - آبرو کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

مگر تم سے ہوا ہے آشنا دل

کہ ہم سے ہوگیا ہے بے وفا دل

اسی زمین میں سوز کی غزل اس مطلع کے ساتھ ہے :-

کبھی کالے گیا وہ دل ربا دل

نہ تھا گویا کبھو یہ آشنا دل

اسی زمین میں شاہ حاتم کی بھی ایک غزل ہے اور اس کا مطلع یہ ہے :-

یکایک ہوگیا ایسا جدا دل

نہ تھا گویا کبھو یہ آشنا دل

اپنی غزل پر حاتم نے یہ یادداشت دی ہے " زمین شاہ مبارک آبرو در ۱۱۴۳ ہجری مطابق ۱۷۳۱ء یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ غزل کسی طرحی مشاعرہ کی ہے اس طرح دو باتیں سامنے آتی ہیں پہلی یہ کہ سوز تقریباً انیس بیس سال کی عمر میں باقاعدہ شعر کہنے لگے تھے - دوسری یہ کہ وہ مشاعروں میں اساتذہ کی موجودگی میں اپنا کلام سنانے لگے تھے - میر سوز کی پیدائش ۱۱۲۳ ہجری مطابق ۱۷۱۲ء میں ہوئی حاتم کی یادداشت سے معلوم ہوتا کہ یہ طرحی غزلیں ۱۱۴۳ ہجری مطابق ۱۷۳۱ء میں کہی گئیں اس طرح ہمارا یہ کہنا کہ سوز کو انیس بیس سال کی عمر میں فنکارانہ پختگی حاصل ہوگئی تھی قرین قیاس ہے -

سوز نے کسی سے مشورہ سخن کیا اس کا جواب بھی کسی تذکرہ میں نہیں ملتا یہاں پر بھی سوز خود ہماری رہنمائی کرتے ہیں - وہ قدیم شاعروں میں غالباً تنہا شاعر ہیں جنہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا - ایسے دور میں جب کہ بغیر استاد کے شاعر کو ساقط الاعتبار سمجھا جاتا تھا سوز کا اپنے آپ کو شاعر منوالینا بلکہ استاد زمانہ بن جانا نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے - انھوں نے صرف اپنے ماحول سے سیکھا اور ان کے ذوق سلیم نے ان کی رہنمائی کی - وہ خود کہتے ہیں :-

نہ شاگردی کسی کی کی نہ فن شعر کو سمجھا

یہ سیدھی باتیں سیکھا سوز بھی اس قدموزوں سے

ایک دوسری جگہ بھی اپنے وجدان صحیح کو اپنا استاد قرار دیتے ہوئے کہتےہیں:-

کون ایسا سوختہ ہے جس کو کہیے میر سوز

کون ایسا ہے کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

با این ہمہ انھوں نے کبھی شاعرانہ تعلی سے کام نہیں لیا۔ اور نہ خود کو

پیشہ ور شاعروں میں شامل کیا ۔

سوز کو شاعروں سے کیا نسبت

دیکھئو صاحب اس کی گفتگو ست

سوز تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے

جو بڑائے بہت شاعر ہیں وہی استاد ہیں

***

عزیزو سوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے

پھر ایسے کو برا کہنےحماقت ہے فضولی ہے

سوز کو شاعری کی ترغیب سودا نے دی شعر گوئی انھوں نے اپنے ماحول سے سیکھی

لیکن فطری طور پر وہ خواجہ میر درد سے قریب نظر آتے ہیں - سوز اگرچہ ان سے عمر میں

سات سال بڑے تھے لیکن دونوں کا فکری شعور بڑی مطابقت اور مماثلت رکھتا ہے - انھیں سودا

کی طرح خواجہ صاحب سے بھی بہت گہرا تعلق خاطر تھا - ایک جگہ کہتے ہیں :-

قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز

ایک ہیں آپس میں ان میں کون سا بیگانہ ہے

تخلص :

میر سوز نے شروع میں میر تخلص اختیار کیا تھا ۔ یہ تخلص وہ ۱۱۶۵ھجری مطابق ۱۷۵۲ء مطابق تک اختیار کرتے رہے ۔ میر تقی میر (۷۱) اور سید فتح علی حسینی نے (۷۲) اپنے اپنے تذکروں میں سوز کا ذکر میر کے تخلص کے تحت کیا ہے ۔ قدرت اللہ شوق ۱۱۶۸ھجری مطابق ۱۷۵۵ء میں تخلص کی تبدیلی کا ذکر کرتے ہیں ۔ (۷۳) قائم الدین قائم تخلص کی تبدیلی کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔ وہ اپنے تذکرہ ۱۱۶۸ھجری مطابق ۱۷۵۵ء میں لکھتے ہیں کہ (۷۴) فی الحال انھوں نے میر تخلص رکھا تھا ۔ لیکن میر تقی میر سے تزاع کے باعث سوز تخلص رکھ لیا ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تخلص کی تبدیلی ۱۱۶۵ھجری مطابق ۱۷۵۲ء اور ۱۱۶۸ھجری مطابق ۱۷۵۵ء کے درمیانی عرصہ میں ہوئی ۔ لچھمی نرائن شفیق کو تخلص کی تبدیلی کا علم ۱۱۷۵ھجری مطابق ۱۷۶۲ء تک نہ ہوسکا وہ ان کا ذکر میر کہہ کر کرتے ہیں ۔(۷۵)

میر سوز ایک شعر میں اپنے تخلص کی تبدیلی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :-

تب نہ موئے ہزار حیف کہتے تھے جبکہ میر میر

اب جو کہو ہوسوز سوز یعنی سدا جلا کروں

نساخ کی یہ روایت غلط ہے کہ جب میر تقی میر لکھنو گئے تب انھوں نے سوز تخلص کیا۔ (۷۶)

---

(۷۱) ن - س صفحہ ۱۵۱

(۷۲) ر - گ صفحہ ۱۳۸

(۷۳) شوق صفحہ ۲۳۱

(۷۴) م - ن صفحہ ۱۳۱

(۷۵) چ - ش صفحہ ۲۸۳

(۷۶) عبدالغفور نساخ ، " سخن الشعرا" مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو، ۱۸۷۳ء ، صفحہ ۲۲۷

سید علی حسن خان کہتے ھیں کہ انھوں نے لکھنو آکر سوز تخلص کیا۔ (۷۷) نورالحسن خان بھی یہی کہتے ھیں -(۷۸) لیکن یہ روایتیں صحیح نہیں ھیں -

میر تقی میر کے تذکرہ سے اندازہ ھوتا ھے کہ انھیں یہ پسند نہیں کہ دوسرا کوئی شاعر بھی میر کے تخلص سے مشہور ھو وہ لکھتے ھیں :-

" هرچند طرز علاحدہ دارد لیکن از خوش کردن تخلص من حصت لم ازو خوش است -"

سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ میر سوز میر تقی میر سے تقریباً دس سال عمر میں بڑے تھے۔ انھوں نے میر تقی میر سے پہلے میر تخلص کا انتخاب کیا تھا اس طرح ان کو تقدم حاصل تھا۔ پھر انھوں نے کس وجہ سے پہلا تخلص ترک کر کے سوز اختیار کیا - ھمارا خیال ھے کہ میر تقی میر نے جب میر تخلص رکھا تو لوگوں کو التباس ھوا ھوگا - اور جب میر تقی میر نے تخلص پر قبضہ ھی کرلیا تو میر سوز نے اپنی نیک مزاجی اور صلح جوئی کی عادت کے زیر اثر پہلا تخلص ترک کردیا آزاد (۷۹) اور صفیر بلگرامی (۸۰) کے اس بیان سے ھمارے خیال کی تائید ھوتی ھے :-

" کسی شخص نے سوز سے آکر کہا کہ حضرت ایک شخص آپ کے تخلص پر آج ھنسے تھے - اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص رکھا ھے - ھمیں پسند نہیں سوز نے کہنے والے کا نام پوچھا اس نے بعد بہت انکار اور اصرار کے بتایا معلوم ھوا کہ شخص موصوف بھی مشاعرے میں ھمیشہ آتے ھیں۔ میر سوز مرحوم

---

(۷۷) سید علی حسن خان، " بزم سخن" مطبوعہ مطبع مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۸ھ، صفحہ ۱۰۲

(۷۸) نورالحسن خان، " طور کلیم " مطبوعہ مطبع مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۸ھ، صفحہ ۵۳

(۷۹) آ ح صفحہ ۱۸۷

(۸۰) فرزند احمد صفیر، " جلوۂ خضر"، مطبوعہ مطبع نورالانوار، آرہ ۱۸۸۵ء، صفحہ ۱۲۵

نے کہا خیر کچھ مضائقہ نہیں اب کے صحبت کے مشاعرے میں تم مجھ سے برسر جلسہ

یہی سوال کرنا ۔ چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور باواز بلند پوچھا حضرت

آپ کا تخلص کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا

مگر وہ میر تقی میر صاحب نے پسند فرمایا ۔ فقیر نے خیال کیا کہ ان کے کمال کے

سامنے میرا نام نہ روشن ہوسکے گا ۔ ناچار سوز تخلص کیا (شخص مذکور کی طرف

اشارہ کر کے کہا) سنتا ہوں یہ صاحب گوز کرتے ہیں ۔ مشاعرہ میں عجیب قہقہہ

اڑا ۔ لکھنو میں ہزاروں آدمی مشاعرے میں جمع ہوتے تھے ۔ سب کے کان تک آواز

نہ گئی تھی ۔ کئی کئی دفعہ کہواکر سنا ادھر شخص موصوف ادھر میرتقی صاحب

دونوں چپ بیٹھے سنا کیے ۔"

انشاد :

عربی زبان میں انشاد فن شعر خوانی کو کہتے ہیں ۔ اور شعرائے عرب میں اس

کا خاصا رواج تھا ۔ شعر کو اس طرح پڑھنا کہ مضمون کی تصویر کھنچ جائے بہت مشکل

کام ہے ۔ اردوشاعری میں انشاد کے بانی میر سوز ہیں ۔ وہ شعر اس طرح پڑھتے تھے کہ

مضمون کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی تھی ۔ انھوں نے اس فن میں ایسی مہارت بہم

پہنچائی کہ مشہور زمانہ ہوگیے ۔ ہر تذکرہ نگار نے ان کی اس صفت کا بطور خاص ذکر

کیا ہے ۔ قدرت اللہ شوق کہتے ہیں (۸۱) :-

" شعر کو ایسے نادر انداز سے پڑھتے ہیں کہ ماتند آنکھ بلکہ تمام
اعضا حرکت میں آجاتے ہیں اور نادان لوگ اس جانب متوجہ ہوجاتے ہیں۔"

---

(۸۱) شوق صفحہ ۲۳۱

میر حسن (۸۲) کی رائے ہے :-

" ان کی زبان سے اشعار سننا بہ مقابلہ خود پڑھنے کے ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا ۔"

مصحفی (۸۳) کا قول ہے :-

" کوئی دوسرا ان کی طرح اشعار نہیں پڑھ سکتا ۔"

علی لطف (۸۴) لکھتے ہیں :-

" شعر کے پڑھنے میں صاحب طرز خاص تھے ۔"

سرور (۸۵) بیان کرتے ہیں :-

" شعر اس فصاحت اور نزاکت سے پڑھتے تھے کہ دوسرے سے ممکن نہ تھا ۔"

قاسم (۸۶) اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

" ان کی طرح کوئی شخص شعر نہیں پڑھ سکتا ۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ان کی پیروی کرنا چاہی لیکن ان کے انداز کو اختیار نہ کرسکے ۔"

یکتا (۸۷) اعتراف کرتے ہیں :-

" یقیناً ایسی دلکش طرز ایجاد کی تھی کہ اس کی تقلید ممکن نہیں ۔"

---

(۸۲) ش ۔ ا صفحہ ۱۱۷
(۸۳) ت ۔ ۃ صفحہ ۱۲۱
(۸۴) گ ۔ ۃ صفحہ ۱۵۱
(۸۵) ع سم صفحہ ۲۳۳
(۸۶) قاسم ، قدرت اللہ " محولہ بالا" ، صفحہ ۳۲۰
(۸۷) و ۔ ت صفحہ ۵۰

کریم الدین و فیلن(۸۸) اقرار کرتے ھین :-

" شعر خوانی اس کو ایسی آتی تھی کہ لوگ بہ سبب تتبع گفتار اس کے چالاکیاں کیا کرتے تھے پر اس کے برابر ادا نہ کرسکتے تھے -"

شیفتہ کا(۸۹) قول ہے :-

" پسندیدہ طرز سے اشعار پڑھنے میں بہت مشہور تھے -"

محسن(۹۰) بیان کرتے ھین :-

" جو مضمون شعر مین ھوتا تھا اس کی صورت بناکر دکھادیتے تھے "

آزاد اور صفیر بلگرامی نے ان کے شعر پڑھنے کے کچھ واقعات لکھے ھین جودلچسپی سے خالی نہین -

الحاصل یہ کیفیت میر تقی میر کی تھی خاطر مدارات کہ شان شرفا ہے کی گئی اور کہا کہ آپ (سوز) بہت دیر مین تشریف لائے بہرحال اٹھتے بیٹھتے کچھ اور تماشہ سہی- میر سوز صاحب اس تہہ کو سمجھ گئے یعنی انھون نے پڑھنے کا طریقہ ایسا ایجاد کیا تھا کہ مضمون کی شکل بن جاتی تھی - مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تھے تو پڑھتے وقت ایک ھاتھ سے شمع اور دوسرے ھاتھ کی اوٹ سے وھین فانوس تیار کر کے بتاتے اگر مرنے کا مضمون ھوتا تو لیٹ جاتے اور کہ مردہ بن جاتے لوگون کو تماشہ ھوجاتا - اسی پر میر صاحب نے تماشہ کا لفظ کہا - میر سوز صاحب نے اس کے جواب مین کہا اچھا دیکھئے کیا تماشہ دکھاتا ھون مجھے اجازت ھے - میر صاحب نے فرمایا بسم اللہ پہلے میر سوز صاحب نے قطعہ پڑھا :-

---

(۸۸) کریم صفحہ ۱۳۵
(۸۹) خار صفحہ ۱۳۱
(۹۰) س - س صفحہ ۹۸

او مار سیاہ زلف سچ کہہ بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھیوؔ نہ ہووے کاٹا نہ ہنی ترا ہوا ہو

پہلے مصرع پر ڈرتے ڈرتے جھکے گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے اور جس وقت کہا "کاٹا نہ ہنی" پس دفعتاً ہاتھ کو چھاتی سے سوس کر اپنے تئیں بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر سنبھالنے کو کھڑے ہوگئے - ان میں یہ اس شکست اور عالی دماغی میر صاحب بھی شریک ہوئے - جب میر سوز اٹھ بیٹھے تو میر صاحب کو دیکھ کر کہا تسلیم حضور نے تماشا دیکھا - اس تماشے پر میر صاحب مسکرادیئے اور بولے اسی خوبی پر باؤ شاعر ہو میر سوز نے باکراہ تسلیم کی - اس کے بعد یہ اشعار پڑھے :-

بوقت نزع بولا سوز رو کر سناکر اپنے سب خورد و کلاں کو
سبھاکے صاحبو صاحب سلامت چلے ہم سدھے اب دارالاماں کو
یہ اپنا جھونپڑا رکھ او پڑوسن نہ جاویں کیاکریں دیکھا جہاں کو

یہ قطع اس قطعے اور انداز سے پڑھا کہ لوگ جو پہلے سے محو ہو رہے تھے زیادہ محو ہوئے اور اس کے مزے میں ایسے بے خود ہوئے کہ میر سوز صاحب نے جریب سنبھال کر اپنے گھر کی راہ لی اور سبھا کی سبھا اس طرح سماں میں الجھی رہی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی - واہ اثر اس کو کہتے ہیں میر صاحب نے بھی کچھ ضروری باتیں کہہ کر فرمایا بس صاحبو بس - یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے جلسہ برہم ہوا مگر لوگوں کے دلوں پر میر سوز کے پڑھنے کا مزا ایسا چھایا ہوا تھا کہ سب وجد کی حالت میں گھر پہنچے -(۹۱)

آزاد کہتے ہیں تم بھی خیال کر کے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور

---

(۹۱) ج - غ صفحہ ۱۲۱

حرکات و انداز کے طالب ہیں چناں چہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع پر ہوا تھا اور عجب انداز سے پڑھا گیا تھا (۹۲):-

گئے گھر سے جوھم اپنے سویرے — سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے

وہاں دیکھے کئی طفل پری رو — ایے ابے پے ایے ابے بے ابے ہے

چوتھا مصرع پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پر گھر پڑ گیا پری زادوں کو دیکھتے ہی دل بے قابو ہوگیا - اور ایسے نڈھال ہیں کہ ایے بے کہتے کہتے غش کھاکر بے ہوش ہوگئے (۹۳) میر سوز اپنی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو سبھی جہاں

اس کا سا لیک صاحبو لطف بیان کہاں

ملازمت :

اندازاً کہا جاسکتا ہے کہ میر سوز نے بیس بائیس سال کی عمر سے ملازمت کی ہوگی۔ تیراندازی ، سپہ گری ، اور شہہ سواری کے فنون میں مہارت رکھنے کے باعث انھوں نے فوجی ملازمت پسند کی اور محمد شاہی فوج میں شامل ہوگئے اگر شاہی فوج میں شمولیت ۱۱۳۵ھجری مطابق ۳۳-۱۷۳۲ء یا ۱۱۴۷ھجری مطابق ۱۷۳۴ء میں ہوئی تو وہ نادر شاہ کے ہنگامے اور بعد میں ابدالی سے جنگ کرنے والی فوج میں شامل ہوں گے - محمد شاہ اور احمد شاہ کے زمانے میں وہ شاہی توپخانے میں کسی اچھے عہدہ پر مامور تھے اور بڑھائے عہدہ و مرتبہ قلعہ معلی میں حاضر رہا کرتے تھے -(۹۳)

---

(۹۲) عبدالشکور شیدا ، " بیاض سخن" ، مطبوعہ طلسمات آرٹ لیتھو پریس حیدرآباد دکن ، ۱۳۵۵ھجری ، صفحہ ۲۰

(۹۳) آ - ح صفحہ ۱۸۷

(۹۳) م - ن صفحہ ۳۸

شادی :
======

اس زمانے میں سپاھی پیشہ لوگ عام طور پر شادیاں دیر سے کیا کرتے تھے - قرین قیاس یہ ھے کہ میر سوز نے ملازمت کے بعد شادی کی ھوگی اور محتاط اندازے کے بموجب تیس سال کی عمر میں شادی ھوئی تو گویا ۱۱۵۵ھجری مطابق ۱۷۴۲ء میں انھوں نے ازدواجی زندگی شروع کی ھوگی - سوز کی شادی کا تعین کرنے میں ھم نے ان کے بیٹے داغ کے سن وفات کو ۱۲۰۴ھجری مطابق ۱۷۸۹ء کو بنیاد بنایا ھے اس سے یقین سے کہا جاسکتا ھے کہ ھمارا اندازہ حقیقت سے قریب قریب ھے -

ترک وطن :
========

دھلی میں سوز بہت باعزت طریقہ سے زندگی بسر کر رھے تھے - وہ شاھی توپ خانہ میں افسر کی حیثیت سے کام کر رھے تھے - شہر میں اپنی خاندانی وجاھت کی وجہ سے بہت احترام سے دیکھے جاتے تھے - ادبی اور علمی حلقوں میں بھی ان کا اونچا مقام تھا - لیکن حالات نے پلٹا کھایا - رمضان ، ۱۱۶۷ھجری مطابق جون، ۱۷۵۴ء میں عمادالملک نے احمد شاہ کو اندھا کردیا - دھلی کے حالات خراب ھوگئے - بادشاہ کے متوسلین میں خوف و حراس پیدا ھوگیا - شاھی کارخانے بند ھوگئے اور معاش کے وسائل جاتے رھے - اس حادثے کے بعد فغان جو بادشاہ کے کوکہ تھے دھلی چھوڑ نے پر مجبور ھوگئے - تقریباً اسی زمانے میں میر سوز نے بھی رخت سفر باندھا - ایک بات یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ سودا اور سوز میں گہری رفاقت تھی ، سودا کا ممدوح عمادالملک دھلی کے سیاہ و سفید کا مالک تھا پھر سودانے سوز کے لیے کوئی بندوبست کیوں نہ کیا - ھمارا خیال ھے کہ چوں کہ سوز شاھی توپخانے میں ملازم تھے - اور توپخانہ شجاع الدولہ کے ماتحت تھا ، شجاع الدولہ اور

عمادالملک میں اچھے تعلقات نہ تھے اس لیے عمادالملک نے یا تو پرانے عملے کو برخاست کر کے اپنے اعتماد کے آدمی مقرر کئیے یا پھر تنخواہ کی عدم ادائیگی (جو اس وقت عام بات تھی) کی وجہ سے تو پخانہ کا عملہ منتشر ہوگیا - یا پھر سوز حالات سے اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ دھلی کی زمین انھیں تنگ معلوم ہونے لگی -

~~لکھو~~ سوز دھلی سے ۱۱۶۹ ھجری مطابق ۵۶-۱۷۵۵ء کے ابتدائی حصے میں روانہ ہوئے- دھلی سے روانگی کا تعین ہم نے شاہ حاتم کے دیوان کی مدد سے کیا ہے - شاہ حاتم کے دیوان میں ان کی ایک غزل ہے جو انھوں نے سوز کے مصرع طرح پر کہی ہے - اس کا مقطع ہے :-

یہ مصرعہ سوز سن کے حاتم کہے ہے ناصح سے اے عزیزو

امید بخشش ہے جب سے ہم کو کئے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

حاتم ہی کی ایک غزل سودا کے مصرع طرح پر موجود ہے جس کا ایک شعر ہے:-

کہنے لگا کہ مصرعہ سودا نہیں سنا

جو کچھ خدا دکھائے سو نا چار دیکھنا

اس زمین میں میر ، مصحفی وغیرہ کی غزلیں بھی ہیں - یہ غزلیں یقیناً کسی طرحی مشاعرے کےلیے کہی گئی تھیں - ان دونوں غزلوں ~~لکھو~~ پر حاتم نے لکھا ہے " در زمین میر سوز " اور " در زمین محمد رفیع سودا" سن تصنیف ۱۱۶۹ ھجری مطابق ۵۶-۱۷۵۵ء دیا گیا ہے - اس کے بعد سے حاتم کے دیوان میں کوئی مشترک طرحی غزل نہیں ملتی - یہیں سے کہا جاسکتا ہے کہ سوز ۱۱۶۹ ھجری مطابق ۵۶-۱۷۵۵ء کے شروع میں دھلی سے فرخ آباد کے لیے روانہ ہوئے ہوں گے - محمد حسین آزاد نے یہ بالکل غلط لکھا ہے کہ شاہ عالم کے زمانے میں ۱۱۹۱ ھجری مطابق ۱۷۷۷ء میں لباس فقیری اختیار کیا اور لکھنو چلے گئے -

چلے گئے -(۹۵) سکسینہ نے بھی آزاد کی اس غلط روایتکو قبول کیا ہے - (۹۶)

قیام فرخ آباد

فرخ آباد کی ریاست کے بانی نواب محمد خان بنگش تھے - انھوں نے فرخ سیر اور محمد شاہ کے زمانے میں عروج حاصل کیا محمد خان بنگش کے مرنے کے بعد ان کے بڑے لڑکے قائم خان جانشین ہوئے لیکن صفدر جنگ کی سازش کا شکار ہوکر روہیلوں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے قائم خان کے مرنے کے بعد محمد خان کی بیوہ بی بی صاحبہ نے دوسرے فرزند احمد خان کو ۱۱۶۰ھجری مطابق ۱۷۴۷ء میں ریاست کا منصرم مقرر کردیا - احمد خان نے ریاست کے حالات کو درست کیا - احمد خان جب دھلی میں تھے تو انھوں نے کسی غیر معروف ھندوستانی گھرانے کے بچہ کو گودے لے لیا تھا - اس کی پرورش انھوں نے خود کی اور ان کا نام مہربان خان رکھا - جب احمد خان نے فرخ آباد کا انتظام سنبھالا تو اپنے اسی معتمد چیلے مہربان خان کو ریاست کا منصرم مقرر کیا- مہربان خان بہت منتظم اور حوصلہ مند شخص تھا - اس نے ریاست کو بڑی ترقی دی - دھلی سے ھجرت کرکے آنے والوں کی بہت امداد کی اور فرخ آباد میں ان کے لیے سہولتیں فراہم کیں مہربان خود بھی شاعر تھا - تخلص رند کرتا تھا شاعروں کا بہت قدرداں تھا - سوز جب فرخ آباد پہنچے تو رند نے ھاتھوں ھاتھ لیا - ممکن ہے کہ سوز کے رند کے ساتھ تعلقات دھلی ھی سے رہے ہوں - کیوں کہ احمد خان دھلی میں کافی عرصہ رہے تھے - رند بھی انھیں کے ساتھ تھے اور میر سوز قلعہ معلی میں تعینات تھے یا ان کی آمد و رفت تھی پھر شاعری کے تعلق کے باعث دونوں ایک دوسرے سے آشنا رہے ہوں گے - بہر حال سوز کے ورود

---

(۹۵) آ - ح صفحہ ۱۸۳

(۹۶) رام بابوسکسینہ ، " تاریخ ادب اردو"، مطبوعہ گلوب پبلشر چوک مینار ، لاھور، سن ندارد ، صفحہ ۵۷

فرخ آباد پر وقعہ نے ان کو بہت عزت و احترام سے رکھا - اس طرح سوز کا دربار فرخ آباد سے براہ راست تعلق قائم ہوگیا۔ رند نے فن شاعری اور سپہ گری میں میر سوز سے استفادہ کیا - اس وقت نواب محمد یار خان محمد نگر ٹانڈا کے حکمران تھے انھوں نے سوز کو ٹانڈے آنے کی دعوت دی لیکن وہ تیار نہ ہوئے -

١١٧١ھجری مطابق ٥٨-١٧٥٧ء میں عمادالملک دو آبے سے روپیہ فراہم کرنے کے لیے فرخ آباد پہنچا - اس کے ساتھ سودا بھی تھے - رند نے سودا کو فرخ آباد میں قیام پذیر ہونے کی دعوت دی - دھلی کے حالات اطمینان بخش نہ تھے اس لیے سودا تیار ہوگئے عمادالملک بھی اپنی پریشانیوں میں تھا اس نے بھی کوئی تعرض نہ کیا - فرخ آباد میں سوز کی موجودگی کو سودا نے غنیمت جانا دو پرانے دوست پھر آپس میں مل بیٹھے - سودا فرخ آباد میں تقریباً تیرہ سال رہے - اس دوران میں نواب شجاع الدولہ ناظم اودھ نے کئی بار سودا کو یاد کیا لیکن سودا یہی کہتے رہے:-

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک   آوارہ ازیں کوچہ بہ آں کوکب تک

حاصل یہی اس سے ہے کہ دنیا ہووے   بالفرض ہوایوں بھی تو پھر تو کب تک

لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ شجاع الدولہ کے پاس جانے کے لیے تیار ہوگئے - ممکن ہے سودا کی اولوالعزم طبیعت کو فرخ آباد کی فضا میں گھٹن محسوس ہوتی ہو کیوں کہ اسی زمانے میں نواب احمد خان بنگش بینائی سے محروم ہوگئے تھے اس دوران میں مہربان خان رند کی ساری توجہ اپنے آقائے ولی نعمت کی خدمت و تیمارداری کی طرف رہی - سودا نے فرخ آباد سے رخصت ہوتے وقت مہربان خان رند کی خدمت میں ایک قطعہ گذارا اور میر سوز کی ان کی سرکار میں موجودگی کو غنیمت قرار دیا اور مشورہ دیا کہ وہ ان کی قدردانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں کیوں کہ شاعر مثل طائر وحشی کے ہے اگر بھڑک کر اڑگیا تو پھر دوبارا ہاتھ

نہین آتا ۔ سودا کہتے ہین :۔

شعر کی بحر مین ترا استاد	کشتی ذہن کو ہے باد مراد
لیک خدمت مین تیری اتنی عرض	کرنی اس خیر خواہ کو ہے فرض
اس کو ہر طرح سے غنیمت جان	پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسے ہی دام ہو کسی کے ساتھ	پنچھی بھڑکے ہوئے نہ آوین ہاتھ
یون تو صید آگے اے کرم گستر	دام الفت سے تیرے جائے کدھر
لیکن اس نظم سے نہ سمجھیو تو	کچھ صلہ سے غرض ہے سودا کو
اس سے رکھتا ہے یہ دل مہجور	مہربان دوستی تری منظور

یہ وہ زمانہ ہے جب شاہ عالم بادشاہ عنان حکومت سنبھالنے کی غرض سے دھلی جانا چاھتے تھے بادشاہ کو نواب نجیب الدولہ کی طرف سے تردد تھا کیون کہ اس وقت نواب موصوف ہی دھلی مین جزو کل کے مالک تھے ۔ نواب احمد خان بنگش نے شاہ عالم کو یقین دلایا تھا کہ وہ بادشاہ کو بحفاظت دھلی پہنچا کر کاروبار سلطنت پر قابض اور متصرف کرادین گے ۔ چنان چہ اس یقین دھانی پر شاہ عالم الہ آباد سے صفر ۱۱۸۵ھ مطابق مئی ، ۱۷۷۱ع مین روانہ ہوئے کانپور تک شجاع الدولہ بھی ہمرکاب رھا کانپور سے بادشاہ مرزا نجف خان اور حسام الدین خان کی معیت مین فرخ آباد پہنچا اور اطراف فرخ آباد مین قیام کیا ۔ اس وقت نواب احمد خان بنگش بستر علالت پر تھے ۔ اسی لیے بادشاہ کے لیے کوئی خاص اھتمام نہین ھوا ویسے بھی روھیل کھنڈ کے مسلمان شاہ عالم کی کوتاہ اندیشی ، کم ھمتی اور نااھلی کے باعث خوش نہ تھے ۔ بہرحال ایسا معلوم ھوتا ھے کہ میر سوز کو شاہ عالم کے دربار مین باریاب ہونے کا موقعہ ملا بادشاہ نے ایک مصرع پڑھا ــــــ

جی مین آتا ہے کہ شاھی مین گدائی کیجئے

میر سوز نے ایک مدحیہ قطعہ کہا۔ اس قطعہ کا انداز بتاتا ہے کہ سوز بادشاہ کے حضور میں بہت ہی وقار اور تمکنت سے مدح سرا ہیں اور حق گوئی و بے باکی سے کام لیتے ہوئے بادشاہ کو بہت بیش بہا نصیحتیں کیں مدح میں شیخ سعدی کے بعد اگر کسی شاعر کے ہاں یہ انداز ملتا ہے تو وہ میر سوز ہیں - کہتے ہیں :-

درجواب بادشاہ کہ مصرع گفتہ اند

خسروا اقلیم میں فرمان روائی کیجئے
رتبۂ صاحب قرانی تک رسائی کیجئے

نائب اللہ کو لازم ہیں سب حق کی صفات
اے صفات اللہ کچھ اپنی بڑائی کیجئے

تیغ سلطان ناخن تدبیر ہے لاریب فیہ
اس سے عقدے کھولیے مشکل کشائی کیجئے

بو خطر دولت ، یہ زر دولت ہے اے صاحب نظر
نیک و بد کو دیکھ یا ہم سے جدائی کیجئے

نیک سے نیکی جزا ہے بد سے لازم ہے بدی
موذی کو پہنچایئے دیسی دوائی کیجئے

بعد ازیں مختار ہوا ہے بادشاہ موسین
خواہ شاہی کیجئے یا پھر گدائی کیجئے

گر گدائی کیجئے تو بوسۂ محبوب کی
ورنہ مثل سوز ناحق جگ ھنسائی کیجئے

شاہ عالم بادشاہ کے سارے منصوبے درہم برہم ہوگئے جب ۲۸/ ربیع الاول ، ۱۱۸۵ ھجری مطابق ۱۱/ جولائی، ۱۷۷۱ء کو نواب احمد خان بنگش کا انتقال ہوگیا۔ تاہم اس نے مرہٹوں کی امداد حاصل کر کے دھلی کے لیے رخت سفر باندھا - ادھر نواب احمد خان بنگش کے مرتے ہی ریاست کے حالات بدل گئے نواب موصوف کے تیسرے صاحبزادے نواب دلیر ھمت خان بنگش مظفر جنگ کے لقب سے مسند نشین ہوئے لیکن اس مسند نشین کی مخالفت بانی ریاست نواب محمد خان کے آٹھویں بیٹے نواب مرتضی خان نے کی اس مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بیٹے محمد زمان خان سے نواب احمد خان کی لڑکی کی شادی ہوئی تھی اس تعلق کی بنا پر مرتضی خان چاہتا تھا کہ مسند نشین اس کے لڑکے محمد زمان خان کی ہو

لیکن بخش فخر الدولہ حافظ رحمت خان اور دوسرے دوستوں کی مدد سے مسند نشینی میں مظفر جنگ ہی کو کامیابی ہوئی -

اس پر مشتعل ہوکر مرتضی خان کے ایک ہواہ خواہ نامدار خان چیلے نے مظفر جنگ کے دست راست فخرالدولہ کو قتل کردیا - دوسرے روز مظفر جنگ کے گروہ کے ایک شخص دریا خان آفریدی نے نامدار خان کا کام تمام کردیا - اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ مظفر جنگ نے نواب احمد خان کے تمام پرانے عمال کو برطرف کردیا - بداعتقادی اور شک و شبہ میں مبتلا ہوکر مظفر جنگ نے یکے بعد دیگرے اٹھارہ نائب بدلے بعض کو پھانسی دی گئی - اور بعض جلا وطن کئے گئے - نواب مظفر جنگ نے اپنے مخالف چچا مرتضی خان کو قید کرادیا اور وہ حالت قید ہی میں قتل کردیئے گئے - اپنے چچیرے بھائیوں (مرتضی خان کے لڑکوں) کی جاگیریں ضبط کریں اور وظائف بند کردیئے - مخالفت اندر ہی اندر بڑھتی رہی - ۱۲۱۱ھجری مطابق ۱۲۹۶ع میں نواب مظفر جنگ کو زہر دے کر ہلاک کردیا گیا - آصف الدولہ نے فرخ آباد آکر تحقیق کی اور جرم ان کے لڑکے رستم علی خان پر ثابت ہوا -(۹۷) آصف الدولہ نے امداد حسین کو نواب مقرر کیا اور رستم علی خان کو قید کر کے لکھنو لے گئے اور پہرے داروں کے سپرد

---

(۹۷) یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رستم علی خان نے خود اپنے باپ کو زہر دیا ہو غالباً مفتی ولی اللہ کو ناموں میں التباس ہوا - ہمارا خیال ہے کہ نواب مرتضی خان کے ایک لڑکے کا نام بھی رستم زمان خان تھا - اس نے اپنے باپ یعنی مرتضی خان کا انتقام لینے کے لیے مظفر جنگ کو زہر دیدیا ہوگا - اور بجائے مظفر جنگ کے لڑکے رسم علی خان کے مرتضی خان کے لڑکے رستم زمان خان کو آصف الدولہ نے لکھنو میں قید کردیا ہو - ممکن ہے انھیں کے نام سے لکھنو میں ایک بستی رستم نگرآباد ہوئی ہو اور اس تعلق پر مہربان خان رند نے بھی اقامت اختیارکی ہوگیوں کہ مصحفی مرزا قتیل کے ہمراہ رند سے ملنے ان کے مکان پر اسی محلہ میں گئے تھے -

کردیا ۔ کھانے کے خوان روزانہ مقرر کردئے گئے اور تنخواہ باندھ دی گئی ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہربان خان رند بھی مرتضی خان کے طرف داروں میں شامل تھے چناں چہ مظفر جنگ کے برسراقتدار آتے ہی انھوں نے بھی فرخ آباد کو الوداع کہا اور اپنے خسر افراسیاب خان کے پاس دھلی چلے گئے ۔(۹۸) افراسیاب خان اس وقت شاہ عالم کا وزیر تھا اور اس کو دھلی کے دربار میں کافی رسوخ حاصل تھا ۔(۹۹) ھمارا خیال ہے کہ مہربان خان رند جب دھلی روانہ ھوئے ھوں گے اسی کے بعد میر سوز بھی فرخ آباد سے نکل کھڑے ھوئے ھوں گے ۔ اس طرح وہ نواب احمد خان بنگش کے انتقال (۲۸/ ربیع الاول، ۱۱۸۵ھجری مطابق ۱۱/ جولائی، ۱۷۷۱ء) کے بعد فرخ آباد کو چھوڑنے پر مجبور ھوئے مجموعی طور پر انھوں نے فرخ آباد میں پندرہ سولہ سال قیام کیا ۔

قیام ٹانڈا

میر سوز کو اب صرف ایک سہارا اپنے پرانے قدردان نواب محمد یار خان والی ٹانڈا کا تھا ۔ یقین کامل ہے کہ سوز فرخ آباد سے ٹانڈہ چلے گئے قدرت اللہ شوق نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کی میر سوز سے دو ایک بار ٹانڈے میں ملاقات ھوئی بہت تواضع اور خلق سے پیش آئے ۔" شوق کے اس بیان سے معلوم ھوتا ہے کہ سوز وھاں باقاعدہ مقیم تھے اور انھوں نے شوق کے ساتھ حق میزبانی ادا کیا تھا ۔ ٹانڈے میں میر سوز زیادہ عرصہ نہ رہ سکے وہ ربیع الاول ، ۱۱۸۵ھجری مطابق ، ۱۷۷۲ء کے بعد فرخ آباد سے چلے اور ۱ ذی الحجہ،

---

(۹۸) ت ۔ ھ ، صفحہ ۱۰۶

(۹۹) جے۔ سی ۔ مارشمین ، " تاریخ ھند" (مترجم) سید محمد عبدالسلام، مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۹۲۳ء ، صفحہ ۱۸۲

(۱۰۰) شوق، صفحہ ۲۳۱

١١٨٥ھجری، مطابق فروری، ١٧٧٢ع کے شروع مین سکھر تال کا معرکہ ہوا جس مین ٹانڈے کا دربار درہم برہم ہوگیا - گویا سوز کا ٹانڈے مین قیام پانچ ماہ سے زیادہ نہ رہا -

فیض آباد کا سفر

اسی افراتفری مین وہ معہ اہل و عیال فیض آباد چلے گئے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیض آباد مین معاش کا کوئی انتظام نہ ہوسکا ناچار اہل و عیال کو فیض آباد مین چھوڑا اور بلاد شرقیہ کا قصد کیا -

پٹنے کا سفر

سوز اس زمانے مین سخت پریشانیون مین مبتلا رہے وہ فرخ آباد اور ٹانڈے سے بڑی بے سروسامانی کی حالت مین نکلے تھے فطری طور پر وہ آزاد طبع انسان تھے وہ علائق دنیاوی سے سخت گھبراتے تھے - پے درپے انقلابات کی وجہ سے انھین اہل خانہ کو لیے لیے پھرنا پڑا ان حوادث مین بال بچون کی ذمہ داری بھی انھین گران گذرنے لگی - چنانچہ کہتے ہین :-

یاد آتے ہین کہ وہ دن جب غم نہ تھا کسی کا　　　اے سوز اب خجل ہین دل کی مصیبتون سے

اور

پڑا دنیا مین ہے کا وہ خرد مند　　　زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند

غریب الوطنی، کسمپرسی اور کم معاشی کے احساس نے ان کو بہت شکستہ خاطر کردیا - وہ امراء اور وزراء کے دربارون مین قدر و منزلت کے عادی تھے - ان کا اپنا ایک حلقہ تھا اور وہ دوسرون کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے رہے لیکن اس پرآشوب زمانے مین اپنے بیگانے ہوگئے تھے جن سے ان کو توقعات تھین وہی منہ پھیر رہے تھے کچھ ایسی ہی واردات قلبی

اس غزل مین ملتی ھین :-

پہلے کہتے تھے کہ ھان ھے سوز اچھا آشنا　　اب لگے کہتے کہ کیسا سوز کس کا آشنا

کون سنتا ھے کسی کا حال دل کس سے کہین　　سچ ھے دنیا مین نہین کوئی کسی کا آشنا

جب تلک تھا کو فر کہتے تھے ھم مخلص ھین سب　　جب کمی پر آگئی پھر کون کس کا آشنا

آشنا ظاھر کے لاکھون جس کو کہئے ھوسکین　　لیک باطن کا نہین جز حق تعالیٰ آشنا

جھک کا باطل گئے اوقات اپنی عمر کے　　ھائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا

اے خدا جُرم بخشا، اے علیم و اے خبیر　　مرتے مرتے تو مجھے کراپنے در کا آشنا

تونے آخر کو مجھے پیدا کیا ھے خاک سے　　خاک مین مجھ کو نہ کر اب تو کسی کے آشنا

دنیاوی سہارے چھوٹ پڑ جانے پر انسان اللہ تعالیٰ کے پیچھے اور حقیقی سہارے کو ڈھونڈھتا ھے - سوز عمر کے اس آخری حصہ مین در در پھرنے کا حوصلہ نہین رکھتے تھے ان کی خواھش تھی کہ کسی گوشہ تنہائی مین بیٹھ کر یاد الٰہی مین مصروف رھین لیکن اھل و عیال کی پرورش کا غم انھین کھائے دیتا تھا - مندرجہ ذیل اشعار ایسی ھی کیفیات کی ترجمانی کرتے ھین :-

ھمارا حوصلہ کوڑی کا دو کوڑی کا ہر لیکن　　جو تو بخشش کرے تو ھوا بھی عیش وطرب صاحب

اگر مجھ سے بھی نالائق کو بخشو تو عجب کیا ھے　　ھزارون لاکھون بخشے تو نے مرے بے طلب صاحب

الٰہی تجھ سے کیا مانگون کہ تو دانا و بینا ھے　　ولیکن دور کیجے جلد یہ رنج وتعب صاحب

ضعیفی دوسری ناطاقتی حیران ھون اب تو　　کہ چلنے کی نہین طاقت کہان جاؤن مین اب صاحب

طلب تھی سوز کی جو بیٹھ کر مرجائے عزلت مین　　ولیکن غم سے ان اطفال نے مارا کڈھب صاحب

فیض آباد سے سوز پٹنے پہنچے - دھلی تو ان سے چھوٹ ھی گئی تھی - فرخ آباد بھی انھین پناہ نہ دے سکا - شجاع الدولہ کا سایۂ کرم ان کو میسر نہ آیا - وطن چھوٹا -

رند کی قدردانی سے محروم ہیں - فکر معاش نے حیران و پریشان کیا - اہل و عیال کو چھوڑ کر در بدر کی خاک چھانی بڑھاپا ، افلاس ، غریب الوطنی ، تنگئ معاش ان سب باتوں نے انھیں بہت کبیدہ خاطر کردیا - اس آئے دن کی مہاجرت کے باعث وہ مقروض ہوگئے - اس احساس نے ان کو اور بھی تنگ دل اور پراگندہ مزاج کردیا - اپنی پریشانیوں کا ذکر مندرجہ ذیل اشعار میں کرتے ہیں :-

کون سے اعمال کا بدلا ملا ہے یا حبیب　　زندگانی سے بھی زیادہ کونسا ہوگا عذاب

اپنے گھر سے یوں جدا کرکے پھرایا شہر شہر　　واہ وا ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب

وہاں ادھر تڑپیں پڑے اور ہم ادھر تڑپیں پڑے　　کون اب ہم کو ملاوے گا بغیر از بوتراب

اب نہیں طاقت جدائی کی شتابی سے ملاؤ　　تم بتا ہے کون میرا یا شہہ عالی جناب

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید　　دوسرے گھر کی مرے اب ہوچلی حالت خراب

تیسرے جس شہر میں میری ہوئی ہے سکونت　　جس طرف اس کے نظر پڑتی ہے، ہے کا آب آب (١٠+)

مجھکو یہ امید ہے اب قبلہ گاہ خافقین　　جو سلامت اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب

نام تیرا مرتضی اور کام ہے مشکل کشائی　　ہے بڑی مشکل اسے آسان کرائے عالی جناب

قرض کو اپنے اتاروں اور کرلوں کار خیر　　جس کی خاطر اب پڑا پھرتا ہوں در در یوں خراب

سید الشہدا کو سوغات آیا ہوں دل بہ دوں کو میں　　وہ ملادیں گے مجھے ایک ایک کا کرکے حساب

سوز کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہ دین　　بعد اس کے کربلا کا کیجئے اس کو بوتراب

غریب الوطنی میں مصائب پیش آئیں تو وطن کی یاد ستاتی ہے خواہ وہاں کتنی ہی تکالیف کیوں نہ ہوں - کچھ ایسی ہی احساسات سوز کے ہاں بھی ملتے ہیں :-

---

(١٠+) اضلاع بہار بنگال برسات میں زیر آب آجاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سوز کا یہ سفر برسات کے دنوں میں ہوا -

حضرت دھلی کی کس منہ سے کروں تعریف مین　　ایک ایک اس اجڑے گھر مین عالم تصویر ھے

کثرت عشاق ھیہان تک کہ تم سے کیا کہون　　جور محبوبان سے ھر اک غنچہ دل گیر ھے

پر عظیم آباد کے جتنے ملے صاحب سخن　　جوملا صیاد تھا جو ھے سو آھو گیر ھے

احتجاج اس جا نہیں ھے قتل کو انسان کے　　طعن نا انصافوں کا دلدوز تراز تیر ھے

سوز کا احوال تم سے کیا کہون اے منصفو　　دن کو ھردم آہ، شب کو نالۂ شب گیر ھے

سوز بہت سی توقعات لے کر عظیم آباد سے پٹنے گئے تھے لیکن ان کو وھان کا ماحول راس نہ آیا - وھان کے علمی اور ادبی حلقون نے بھی سردمہری کا ثبوت دیا - اس اجنبی ماحول مین جہان کوئی بھی شناسا نہ تھا ان کو سخت وحشت محسوس ہوئی -

کہان سے مین کہان آکر بسا ھون دیکھیے قدرت　　جہان کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ھے نہ بیگانہ

ایسا معلوم ہوتا ھے کہ پٹنے کے شعرا نے سوز کے ساتھ نامہربانی کا سلوک کیا - غالباً یہ معاصرانہ رقابت ہوگی اور وہ نہین چاہتے ہون گے کہ ان کے شہر مین ایک کامل فن مقیم ہو اور ان کے معاش کے وسائل مین دوسرا بھی کوئی شریک ہو - مہاراجہ شتاب رائے کی قدردانی کے باعث دھلی کے بہت سے شاعر عظیم آباد مین جا بسے تھے - مثلاً شاہ قدرت اللہ قدرت ، میر ضیاء الدین ضیاء اور محمد فقیہ دردمند عظیم آباد اور مرشد آباد مین مقیم تھے مین ممکن ھے کہ اپنے دوستون سے امداد کی توقع پر سوز اس شہر پہنچے ہون - اشرف علی فغان مہاراجہ شتاب رائے کے پاس تھے - ان کی وفات ١١٨٦ھجری مطابق ١٧٧٢ع مین ہوئی - اسی زمانے مین سوز لکھنؤ سے رخصت ہوئے تھے ہوسکتا ھے کہ سوز فغان کی خالی جگہ کو پر کرنے پٹنہ پہنچے ہون - لیکن انھون نے تھوڑے دنون ھی مین یہ سمجھ لیا کہ ان کے واسطے پٹنے مین کوئی جگہ نہین ھے - دوسرے باشندگان عظیم آباد کی بے مہری نے ان کا دل اچاٹ کردیا - لوگون کی خودغرضی اور ناقدری

کا انھیں شدید احساس ہوا وہ لوگ نہ خود اہل ہنر تھے اور نہ ہنر مندوں کے قدر شناس۔

ایک جگہ کہتے ہیں :-

جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا   جسے دیکھا اسے پایا بگانہ

ملا بھی کوئی تو اپنی غرض کا   اسے واجب ہوا میرا ستانا

پڑھیں دوچار بیتیں بے دلی سے   تو سن سن کر انھوں نے منہ بنا جانا

کہ اچھے کون ہیں ان میں بے کون   مگر سن سن انھیں گردن ہلانا

دمیوں میں ترے لکھا یہی تھا   پڑھا کر سوز بیتیں عاشقانہ

نکالا سوز کو کس جا سے یارب   کدھر لایا ہے اس کو آب و دانہ

اور وہاں سے جلد سے جلد رخصت ہونے کا قصد کرلیا -

سوز پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھسے   یاں کے جتنے بھلے مانس ہیں جفاجو ہیں کے

یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کافر ہیں آہ   ان کو پوچھ تو یہودی ہیں یا ہندو ہیں گے

کیوں کہ جس شہر میں محبت، اخلاص اور مہمان نوازی کا چلن نہ ہو تو اس سے بہتر صحرا ہی ہے :-

اے سوز ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا

کیا کہئے جہاں میں محبت نہیں رہی

مرشد آباد کا سفر

بہرحال مختصر عرصہ قیام کے بعد سوز مرشد آباد چلے گئے - وہاں نواب مبارک الدولہ نے ان کی کچھ عزت افزائی اور قدردانی کی - (۱۰۲) یہ وہی مبارک الدولہ (۱۰۳) ہیں جن

---

(۱۰۲) کلیم الدین احمد، " دو تذکرے (شورش و عشقی) "، مطبوعہ لیبل لیتھوپریس پٹنہ، ۱۹۵۹ع ، صفحہ ۳۲۶

(۱۰۳) میر جعفر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا نجم الدولہ جنوری، ۱۷۶۵ع میں نواب بنگال بنا

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے علاج کے لیے سوز کے شاگرد آشفتہ ۱۲۰۸ھجری مطابق ۹۳-۱۷۹۲ء میں لکھنو سے مرشد آباد

گئے تھے -(۱۰۳) اس وقت بنگال کے سیاسی افق پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے - امیروں اور

جاگیرداروں کی حالت خراب تھی - انگریزوں کی حکمت عملی کے باعث بنگال کا اقتصادی نظام

دگرگوں تھا - سوز نے مرشد آباد کو بھی پسند نہیں کیا - ہرجگہ ان کو دھلی کے شب و

روز یاد آتے رہے:-

ہزار سیر کی شہر شہر کی تو سوز

اٹھے گا دلی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

آخر تھوڑے عرصے کے بعد وہ مرشد آباد سے فیض آباد کے لیے یہ کہتے ہوئے روانہ

ہوئے :-

خدا کے در پہ بیٹھ اے سوز یوں واھی نہ پھر در در

کہ وہ پیدا کئے کی شرم کو اپنی دیکھاتا ہے

فیض آباد کو واپس

میر سوز شجاع الدولہ کے دور حکومت میں فیض آباد واپس آئے -

میر سوز کے دھلی سے ترک وطن کرنے کے بعد کے حالات تذکرہ نگاروں نے صحت کے

ساتھ قلم بند نہیں کئے ھیں اور اس باب میں متضاد بیانات ملتے ھیں - آزاد نے دیگر

تذکرہ نویسوں کے علی الرغم لکھا ھے کہ " شاہ عالم کے زمانے میں جب اھل دھلی کی تباھی

(صفحہ گزشتہ ۶۹ کا نمبر ۱۰۲ کا بقیہ نوٹ)

اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی سیف الدولہ ۱۷۶۶ء میں جانشین ہوا
سیف الدولہ کے مرنے کے بعد مبارک الدولہ مسندنشین ہوا اس کے زمانے
میں صوبہ داری برائے نام رہ گئی تھی ۳۱لاکھ ۸۱ہزار ۹سو ۱۱روپیہ
سالانہ خرچ ملتا تھا - رحمان علی خان ، " ریاض الامراء " ، مطبوعہ
نول کشور پریس لکھنو، ۱۸۷۳ء ، صفحات ۵۲-۵۳

(۱۰۳) آ- ح صفحہ ۱۸۳

حد سے گذر گئی تو ۱۱۹۱ھجری مطابق ۱۷۷۸ء میں لباس فقیری اختیار کیا اور لکھنو چلے گئے مگر وھاں سے ۱۲۱۲ھجری مطابق ۱۷۹۷ء عیسوی میں عاکام مرشد آباد گئے یہاں بھی صحبت نہ ماوری نہ کی پھر لکھنو آئے ۔" (۱۰۳) سکسینہ نے آزاد ھی کی روایت پر مزید اضافہ کیا ھے کہ " وطن کی تباھی و بربادی سے افسردہ ھوکر نکل کھڑے ھوئے پہلے فرخ آباد گئے جہاں نواب مہربان خان رند دیوان نواب احمد خان غالب جنگ کی چند دن ملازمت و رفاقت کی اس کے بعد لکھنو آئے یہ نواب آصف الدولہ کا زمانہ تھا ۔ نواب بڑی مہربانی سے پیش آئے مگر ان کا جی نہ لگا چند دن ٹھہر کر مرشد آباد کا رخ کیا جہاں نوابان بنگالہ کا دور دورہ تھا وھاں سے بھی جی گھبرایا آخرکار اسی سال پھر لکھنو واپس آئے اب کی مرتبہ آصف الدولہ ان کے شاگرد ھوئے ۔" (۱۰۵)

قاسم لکھتے ھیں کہ مدت تک دیار شرقیہ میں زندگی کے دن بسر کئے (۱۰۶) کریم الدین بھی یہی کہتے ھیں (۱۰۷) ۔ آزاد نے پہلی غلطی تو یہ کی ھے کہ میر سوز کی دھلی سے روانگی کا زمانہ احمد شاہ کے نزل کے بعد کی بجائے شاہ عالم کے عہد میں قرار دیا ھے دوسرے انھوں نے دھلی سے براہ راست لکھنو آنا لکھا ھے انھوں نے فرخ آباد میں سکونت اختیار کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا ھے ۔ پھر علی لطف کی روایت کے بموجب (۱۰۸) ۱۲۱۲ھجری مطابق ۱۷۹۷ء میں مرشد آباد جانا لکھا ھے سکسینہ نے اگرچہ فرخ آباد کا ذکر کیا ھے لیکن قیام صرف چند دن لکھا ھے ۔ یہ بھی حقیقت کے خلاف ھے ۔ قاسم اور کریم الدین کا یہ

---

(۱۰۳) آ ۔ ح صفحہ ۱۸۳

(۱۰۵) ت ۔ ا ۔ اصفحہ ۱۵۷

(۱۰۶) قاسم، قدرت اللہ ، " محولہ بالا"، صفحہ ۳۲۰

(۱۰۷) کریم الدین، صفحہ ۱۳۵

(۱۰۸) گ ۔ ہ، صفحہ ۱۵۱

کہنا بھی درست نہیں کہ میر سوز مدت تک دیار شرقیہ میں رہے - سکسینہ کا یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کہ سوز جب لکھنو پہنچے تو آصف الدولہ کا زمانہ تھا - نواب بڑی مہربانی سے پیش آئے مگر ان کا جی نہ لگا چند دن ٹھہر کر مرشد آباد کا رخ کیا -" اسی طرح محسن(۱۰۹) ، نساخ(۱۱۰) ، عبدالحئی(۱۱۱) صفا نے بھی یہی لکھا ہے کہ وہ آصف الدولہ کے دور حکومت میں لکھنو آئے یہ تمام رائیں قیاسی ہیں سوز، شجاع الدولہ کے عہد حکومت میں اودھ پہنچے - سوز کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرت کے اس زمانے میں وہ سخت مالی پریشانیوں میں مبتلا تھے انھیں کسی سرپرست کی اشد ضرورت تھی اس لیے سکسینہ کا یہ کہنا کہ نواب مہربانی سے پیش آیا مگر ان کا جی نہ لگا درست نہیں ہے سوز ایسے معاشی بحران میں تھے کہ جی نہ لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ شجاع الدولہ کے دربار میں انھیں کوئی جگہ نہ مل سکی اور کسی بہتر مستقبل کی تلاش میں وہ پٹنے اور مرشد آباد گئے - بدقسمتی سے انھیں وہاں کوئی خاص کام یابی نہیں ہوئی اور وہ پھر اودھ واپس آگئے - آزاد ، سکسینہ ، محسن ، نساخ ، صفا نے ان کی لکھنو میں آمد تاریخی حقیقت کے برخلاف لکھی ہے کیوں کہ سوز پہلی بار جب اودھ آئے تو شجاع الدولہ کا پایہ تخت فیض آباد تھا بلاد شرقیہ سے واپسی کے بعد بھی شجاع الدولہ کا زندہ تھا اور سوز فیض آباد ہی پہنچے شورش (۱۱۲) نے صحیح لکھا ہے کہ " سوز فیض آباد میں رہتے تھے -"

---

(۱۰۹) س - س ، صفحہ ۹۸

(۱۱۰) س - ش ، صفحہ ۲۲۷

(۱۱۱) عبدالحئی صفا ، " شمیم سخن" ، مطبوعہ مطبع امدادالہندیہ و عین الاخبار مراد آباد ، ۱۲۸۸ ہجری ، صفحہ ۱۵۱

(۱۱۲) دو تذکرے ، صفحہ ۳۲۵

سات سال بعد :

لکھنو تو آصف الدولہ کی تخت نشینی (۱۱۸۸ھجری مطابق ۱۷۷۳ء) کے سات سال بعد (۱۱۸۸ھجری مطابق ۱۷۸۱ء) سرکاری مستقر قرار پایا تھا ۔ دراصل لکھنو کو کچھ ایسی شہرت ہوگئی تھی کہ ہر راوی نے لکھنو ہی کا ذکر کیا ہے ۔ قطع نظر اس کے کہ لکھنو کو پایہ تخت کس زمانے میں بنایا گیا ہے ۔ اسپرنگر کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ۱۱۹۱ھ مطابق ۱۷۷۸ء میں لکھنو گئے (۱۱۳) لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دھلی سے لکھنو میں وارد ہونے کا یہ سال ہے بلکہ یہ سال فیض آباد سے لکھنو منتقل ہونے کا ہوسکتا ہے کیوں کہ آصف الدولہ اپنی والدہ سے دور رہنا چاہتا تھا اس لیے اسی سال یا اس کے لگ بھگ فیض آباد کی بجائے لکھنو کو اپنا مستقر قرار دیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ پر تمام تذکرہ نگار غلط فہمی میں مبتلا رہے ہم نے نہایت تحقیق اور جملہ شہادتوں کو سامنے رکھ کر سوز کے زمانہ مہاجرت کو مرتب کیا ہے :-

۱- احمد شاہ کے زوال (رمضان، ۱۱۶۷ھجری مطابق جون، ۱۷۵۳ء) کے بعد سوز دھلی سے ۱۱۶۹ھجری مطابق ۱۷۵۵-۵۶ء میں فرخ آباد کے لیے روانہ ہوئے ۔

۲- ۲۸/ ربیع الاول، ۱۱۸۵ھجری مطابق ۱۱/ جولائی، ۱۷۷۱ء کو نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کا انتقال ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد وہ ٹانڈے چلے گئے ۔

۳- تقریباً سات ماہ بعد سکھرتال کا معرکہ (ذی الحجہ، ۱۱۸۵ھجری

---

(۱۱۳) ق - ش، صفحہ ۱۱۱

مطابق ۱۷۷۲ء) میں ہوا۔ اور انہیں ٹانڈے کو خیرباد کہنا پڑا -

۴- سوز ٹانڈے سے شروع سال ۱۱۸۶ہجری مطابق ۱۷۷۲ء فیض آباد آئے -

۵- اہل و عیال کو فیض آباد چھوڑ کر وہ پٹنے روانہ ہوگئے -

۶- پٹنے میں حالات ناسازگار پاکر انہوں نے مرشد آباد کا رخ کیا۔

۷- کچھ عرصہ مرشدآباد میں رہ کر ۲۳/ ذی قعد ، ۱۱۸۸ہجری مطابق ۲۶/ جنوری ، ۱۷۷۵ء (شجاع الدولہ کی وفات) سے کچھ عرصہ پہلے وہ فیض آباد واپس آگئے -

اس ضمن میں شاہ کمال کی روایت بہت اہم ہے انہوں نے لکھا ہے کہ " ہم لکھنو میں ایک ساتھ انیس سال رہے -" (۱۱۴) میرسوز کا سال وفات ۱۲۱۳ہجری مطابق۱۷۹۸ء ہے اس حساب سے شاہ کمال سے ان کا تعلق ۱۱۹۳ہجری مطابق ۱۷۷۹ء میں قائم ہواہوگا۔ ادھر مرزا کاظم مبتلا بھی اپنے تذکرہ میں رکھتے ہیں کہ سوز ۱۱۹۳ہجری مطابق ۱۷۷۹ء میں لکھنو میں تھے -(۱۱۵) لیکن میر سوز ۲۳/ ذی‌قعد ، ۱۱۸۸ہجری مطابق ۲۶/جنوری ، ۱۷۷۵ء سے پہلے فیض آباد آچکے تھے کیوں کہ سعادت خان ناصر نے لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی تخت نشینی کے موقعہ پر سوز موجود تھے اور انہوں نے یہ رباعی حضور میں گذاری‌تھی-(۱۱۶)

خالق کہ بہ خلق زندگانی دادہ   دنیا بہ خلائق و خلائق دادہ
ہرچہ‌اجارۂ قضا و قدر است   الحال جہان را بہ امانی دادہ

اس موقعہ پر سودا بھی موجود تھے انہوں نے بہت تعریف کی - یہاں یہ تصریح

---

(۱۱۴) م-ا، صفحہ ۳۹۲
(۱۱۵) گ-س، صفحہ ۱۵۰
(۱۱۶) خوش ، صفحہ ۱۲۳

کردینا ضروری ھے کہ زمانہ شاھزادگی مین آصف الدولہ کو مرزا امانی کہا جاتا تھا - اس طرح میر سوز کے مختلف مقامات پر قیام کرنے کی تفصیل یہ ھے :-

۱-	قیام دھلی	تقریباً	۳۴ سال
۲-	قیام فرخ آباد	تقریباً	۱۶ سال
۳-	قیام ٹانڈا	تقریباً	۳ سال
۴-	قیام فیض آباد		
۵-	قیام عظیم آباد		
۶-	قیام مرشد آباد		
۷-	قیام فیض آباد	تقریباً	۷ سال
۸-	قیام لکھنو	تقریباً	۱۲ سال

محی الدین مبتلا میرٹھی نے تمام تذکرہ نویسون کے علی الرغم ایک نئی بات لکھی ھے- وہ کہتے ھین کہ میر سوز دھلی سے بہ طریق سیاحت ضلع جے پور گئے - اور چند سال اس جگہ رھے (۱۱۷) اس کے بعد لکھنو آئے ھمارا خیال ھے کہ میر سوز کا جے پور کا سفر سیاحت یا کسی دوسری ضرورت کی بنا پر ھوگا - لیکن یہ سفر قیام دھلی کے دوران ھی کسی سال کیا گیا ھوگا - مبتلا نے غلطی سے اس کو اس زمانے سے ملادیا جو دھلی چھوڑنے کا ھے مبتلا کو سوز کے فرخ آباد جانے کا قطعاً علم نہین تھا - اس لیے انھون نے جےپور سے لکھنو کو ھجرت کرنا بیان کیا ھے - مبتلا کی اس روایت کا مآخذ کیا ھے اس کی کوئی سند اور شہادت دریافت نہ ھوسکی - لیکن سفر جے پور کے ذکر سے کچھ نئی باتین پیدا ھوتی

---

(۱۱۷) محی الدین مبتلا میرٹھی، "طبقات سخن"، [illegible] (قلمی) مملوکہ گاندھی فیض عام کالج، شاھجہان پور، بھارت، صفحہ ۱۸۷

ہیں اور گم شدہ کڑیوں کو ملانے سے سوز کے جے پور جانے کی علت غائی دوسری صورت اختیار کرلیتی ہے - یہاں پر چند باتیں غور طلب ہیں :-

۱- حضرت شاہ فخرالدین کے ایک خلیفہ کا نام میر ضیاء الدین تھا اور حضرت شاہ صاحب نے ان کو جے پور میں تبلیغ دین کے لیے مامور فرمایا تھا - وہاں آپ نے ایک خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا تھا - مدرسہ آپ کے نام پر ہی ضیاء العلوم کے نام سے مشہور تھا -

۲- حضرت شاہ فخر الدین کے خلفاء اور مریدین کی فہرست میں ایک نام سید محمد میر کا ہے -(۱۱۸)

۳- اس فہرست میں سید قمرالدین منت کا نام بھی ہے

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت شاہ صاحب کے خلیفہ میر ضیاء الدین ہی تو میر سوز کے والد نہیں ہیں؟ تذکرہ نگاروں نے سوز کے والد میر ضیاء الدین کو بہت متقی اور پرہیزگار لکھا ہے - لیکن ان کے بارے میں مزید کوئی تفصیل قلم بند نہیں کی ہے - اس سے یہ گمان گذرتا ہے کہ چوں کہ ان کا مستقل قیام جے پور میں تھا اس لیے تذکرہ نویسوں کو ان کی بابت زیادہ معلومات نہیں رہی ہوں گی - مبتلا نے میرسوز کے سفر جے پور کا جو ذکر کیا ہے اس سے بھی اس بات کو تقویت پہنچتی ہے کہ میر سوز اپنے والد محترم کے پاس آتے جاتے ہوں گے - اس کا علم مبتلا کو ہوگا اور انھوں نے غلطی سے یہ لکھ دیا کہ دہلی چھوڑ کر وہ جے پور چلے گئے اور پھر لکھنؤ روانہ ہوگئے -

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت شاہ فخرالدین کے مریدین کی فہرست میں جو نام

---

(۱۱۸) خلیق احمد، "تاریخ مشائخ چشت"، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۵۱ء، صفحہ ۵۲۲

سید محمد میر کا ہے کیا وہی میرسوز ہیں ۔ اگر سوز کے والد واقعی شاہ صاحب کے خلیفہ

ہوں گے تو یقیناً انھوں نے میر سوز کو بھی شاہ صاحب سے بیعت کرایا ہوگا ۔ چوں کہ

میر سوز کا پہلا تخلص میر تھا اس لیے مریدین کی فہرست میں ان کا نام اسی طرح لکھا

رہا ۔ مریدین کی فہرست میں سید قمرالدین منت کی موجودگی سے بھی اس خیال کی

تائید ہوتی ہے ۔ قمرالدین منت کی والدہ بھی بخاری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اگر یہ (۱۱۹)

قیاسات درست ہیں تو میر سوز کا یہ شعر حضرت شاہ فخرالدین کی مدح میں شمار کرنا

چاہئے :۔

سوز کا کوئی عمل عفو کے قابل تو نہیں

شاہ بخشا ہیں مگر ایسے گنہ گاروں کو

بد قسمتی سے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوئی ایسی شہادت اب تک دستیاب

نہ ہوسکی اس لیے کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی ویسے میر سوز کے کلام سے جو

شہادت ملتی ہے ۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ میر ضیاء الدین کی وفات لکھنو میں ہوئی۔

اس کا ذکر آگے آئے گا بہرحال تذکروں میں جو باتیں ملی ہیں ان میں ربط پیدا کر کے کسی

نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے ہوسکتا ہے آگے چل کر یہ گتھی سلجھ جائے ۔ ویسے

مبتلا کی اس روایت پر بھی زیادہ اعتبار نہیں کیا جاسکتا کہ میر سوز دہلی سے جے پور چلے

گئے ۔ کیوں کہ یہ مستند شہادتوں کے برعکس روایت ہے ہوسکتا ہے کہ کسی غلط فہمی کی وجہ

سے مبتلا نے فرخ آباد کی بجائے جے پور منتقل ہونا لکھ دیا ہو ۔ بہرحال یہ تو ایک تاریخی

حقیقت ہے کہ میر سوز دہلی سے فرخ آباد آئے اور پھر وہاں سے فیض آباد چلے گئے ۔

---

(۱۱۹) کریم ، صفحہ ۱۷۸

خیال ھے کہ فیض آباد پہنچنے کے بعد سودا کے وسیلے سے سوز کبھی امیر کی سرکار سے منسلک ہوگئے ہوں گے - اغلب ہے کہ آصف الدولہ کے زمانہ شہزادگی ہی میں ان کی سرکار میں ملازم ہوگئے ہوں - بہرحال یہ دونوں پرانے دوست پھر ایک جگہ مل بیٹھے اور دربار اودھ کی زینت بنے رہے -

۱۱۹۵ھجری مطابق ۱۷۸۱ع میں راجہ چیت سنگھ والی بنارس نے سرکشی اختیار کی اس کا اصل جھگڑا انگریزوں سے تھا اس نے عالم غیض و غضب میں اپنے علاقے کے بہت سے فرنگیوں کو قتل کرادیا - اس وقت گورنر جنرل وارن ہسٹنگز تھا وہ خود مقابلہ پر آیا لیکن راجہ چیت سنگھ کی فوج نے اس کو گھیرے میں لے لیا -(۱۲۰) اس معاملہ کو طے کرنے کے لیے نواب آصف الدولہ اپنے معتمد سرفراز الدولہ کے ہمراہ بمعہ ایک کثیر فوج کے ہسٹنگز کی مدد کو بھیجا اس موقع پر میر سوز بھی شاہی لشکر کے ساتھ تھے - چیت سنگھ کو شکست ہوئی اس موقعہ پر فتح کی خوشی میں میر سوز نے مندرجہ ذیل مطلع نواب وزیر کے حضور میں گذارا نواب نے خوش ہوکر انعام و اکرام سے سرفراز کیا -(۱۲۱)

ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ہے

مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

مطلع کے بعد مندرجہ ذیل اشعار میں بھی وہی کیفیت اور تاثر ملتا ہے جس کے زیر اثر مطلع کہا گیا ہے :-

الہی خیر کیجو آج کس پر تیغ لے نکلا فلک پر خوف سے خورشید جس کے تھرتھراتا ہے

---

(۱۲۰) ایڈورڈ تھارسن، " ہسٹری آف برٹش ایمپائر" مطبوعہ ایچ - ایلن اینڈ کولمڈن، ۱۹۵۹ع ، صفحہ ۱۷۲

(۱۲۱) ط-س ، صفحہ

صبا شب سیر ہے اب کوچۂ قاتل میں ، چلتے ہو   کوئی تو ارغواں رنگی ہے کوئی گلگلاتا ہے

صبا تجھ کو سلیماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہیو   یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں بھولا سماتا ہے

قیام لکھنؤ

آصف الدولہ نے اپنی تخت نشینی (۱۱۸۸ ہجری مطابق ۱۷۷۳ع) کے سات سال بعد (۱۱۹۵ ہجری مطابق ۱۷۸۱ع) لکھنؤ کو پایہ تخت بنایا۔ بادشاہ کے ساتھ سودا اور سوز بھی لکھنؤ میں اقامت پذیر ہوگئے لیکن یہ دوستی اور رفاقت زیادہ دنوں جاری نہ رہی۔ سودا نے ۲/ رجب ، ۱۱۹۵ ہجری مطابق ۲۶/ جون ، ۱۷۸۲ع کو سفر آخرت اختیار کیا - سوز نے دلی عقیدت اور احترام کے ساتھ اس طرح اظہار غم کیا :-

حمد میں تیری اے خدائے سخن   اس زباں سے کہا نہ جائے سخن

باتیں ساری بناتے ہیں لیکن   کوئی بولائے آشنائے سخن

کوئی صاحب سخن نہیں مرتا   ہے قیامت تلک بقائے سخن

زیست انساں کی نہ پوچھ کچھ   اکل دنیا شرب ہے بجائے سخن

سوز خاموش رہ کے کیا لے گا   زندگانی تو ہے برائے سخن

سودا کی وفات کے بعد نواب کی استادی کا شرف سوز کو حاصل ہوا - اسی دوران (۱۱۹۶ ہجری مطابق ۱۷۸۲ع) میں گردش روزگار کے ستائے میر تقی میر بھی لکھنؤ پہنچے گئے۔ ان کی آمد پر نواب آصف الدولہ نے خوشنودی کا اظہار کیا اور تین سو روپیہ وظیفہ مقرر کردیا - میر تقی میر کو میر سوز سے جو تکدر دہلی میں تھا وہی لکھنؤ میں بھی رہا ایک واقعہ پہلے بیان کیا گیا ہے دوسرا سعادت خاں ناصر اس طرح بیان کرتے ہیں -(۱۲۲)

---

(۱۲۲) خوش ، صفحہ ۱۲۳

"آصف الدولہ کے استاد میر سوز مجرے کے لیے حاضر ہوئے میر صاحب بھی اس وقت موجود تھے - نواب کی فرمائش پر سوز نے دو تین غزلیں پڑھیں اور نواب صاحب نے خوب تعریف کی - میر صاحب کو سوز کی جسارت اور نواب کی تعریف بہت ناگوار گذری اور سوز سے کہا تمہیں اس دلیری پر شرم نہیں آتی - تمہاری شعر خوانی کا موقع اور محل تو وہ ہے جہاں لڑکیاں جمع ہوں اور ہنڈ کلیاں پک رہی ہوں، نہ وہ جہاں میرتقی میر موجود ہوں یہ کہہ کر وہ شقہ جو نواب نے میر کی طلب کے لیے لکھا تھا جیب سے نکال کر نواب کے سامنے رکھ دیا - اور خانہ آبادی دولت کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے -" میر کی بد دماغی کے آصف الدولہ متحمل نہ ہوسکے لہذا دونوں میں زیادہ گہرا تعلق پیدا نہ ہوسکا - آصف الدولہ رنگین مزاج اور خوش دل انسان تھا میر کی الم پسندی جس پر خود پسندی مستزاد تھی اس کے مزاج کے موافق نہ تھی - بہرحال وہ میر کی تعظیم و توقیر کرتے رہے اور شاہانہ نوازشوں سے نوازتے رہے -

اسی زمانے میں شاہ کمال جو اپنے وقت کے اچھے خوش خط اور خوش قلم تھے میرسوز سے متعارف ہوئے دونوں حضرات کے مراسم بہت گہرے ہوگئے - شاہ کمال نے اردو شعرا کے دواوین کی تدوین مع مشہور شاعروں کی تصویروں کے کر رکھی تھی - میر سوز نے اس کا ذکر آصف الدولہ سے کیا - آصف الدولہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی - چناں چہ میر سوز نے شاہ کمال کو آصف الدولہ کے حضور میں پیش کیا - آصف الدولہ نے ہمت افزائی کی ایک سال کے بعد ہاتھی کی سواری بھیج کر شاہ کمال کو طلب کیا اور خواہش کی کہ دیوان مرتب کئے جائیں اور شاعروں کی تصویریں بھی تیار کی جائیں جس کے لیے خوش نویس مقرر کئے جائیں گے - اسی وقت پانچ سو روپیہ نذرانہ کے طور شاہ کمال کو دیئے -(۱۲۳) مہاراجہ ٹکیت رائے

---

(۱۲۳) م-۱ ، صفحہ ۸

(۱۲۴)
کے مشورے سے تمام دیوان آصف الدولہ کے پاس روانہ کئے گئے - دس روز میں پچاس سے زیادہ دیوانوں کی نقلیں حاصل کرلی گئیں - جس کے صلہ میں مزید پانچ سو روپیہ اور شال اور دو شالہ شاہ کمال کو بھیجا گیا اور اسی طرح کام ہوتا رہا (۱۲۵) لیکن نواب کو اجل نے فرصت نہ دی اور انتقال کیا -

(۱۲۶)
لکھنو میں میر سوز کا تعلق دربار شاھی سے بہت قریبی تھا - نواب سرفرازالدولہ جو آصف الدولہ کے بہت چہیتے امیر تھے میر سوز کے معتقد ھی نہیں بلکہ مرید تھے - خود آصف الدولہ بھی ان کی بے حد عزت و تعظیم کرتا تھا اور ان کی صحبت کا دل و جان سے عاشق تھا - تقریباً لکھنو کے تمام صاحبین و سرپرآوردہ لوگ میر سوز کی خدمت کرنا باعث شرف و برکت شمار کرتے تھے (۱۲۷) میر سوز کو بھی اپنے آقائے ولی نعمت سے بہت تعلق خاطر تھا اگرچہ انھوں نے مدح سرائی کو کبھی اپنا شیوہ نہیں بنایا - لیکن اپنے اس قدردان کی مدح انھوں نے بھی کی - مدح کا یہ انداز سوز ھی سے شروع ھوا اور ان

---

(۱۲۴) پچاس دیوانوں کی نقلیں دس روز میں ایک دو آدمی نہیں کرسکتے یقیناً اس کام کے لیے باقاعدہ عملہ مقرر کیا گیا ھوگا چونکہ میر سوز خود باکمال خوش نویس تھے اس لیئے یہ محکمہ انھیں کی نگرانی میں کام کرتا ھوگا۔

(۱۲۵) م - ۱ ، صفحہ ۸ - نصیرالدین ھاشمی " رسالہ اردو " ماہ جنوری ، ۱۹۵۶ء ، انجمن ترقی اردو پاکستان ، مقالہ برتذکرہ مجمع الانتخاب شاہ کمال ، صفحہ ۷۳

(۱۲۶) سرفراز الدولہ کا نام مرزا حسن رضا خان تھا - ان کے والد کا نام مرزا علی رضا تھا - حسن رضا خان شجاع الدولہ کے قدیم ملازم تھے آصف الدولہ بھی ان پر بہت مہربان تھا دربار سے ان کو سرفراز الدولہ ناظم الملک کا خطاب دیا - اور اپنا قائم مقام بنایا - چوں کہ وہ دفتری کاموں سے ناواقف تھے اس لیے ان کے ماتحت انتظام الملک نصیرالدولہ حیدربیگ خان کو نائب بنایا اور مہاراجہ ٹکیت رائے کو ان کی کچہری میں مقرر کیا۔ سرفراز الدولہ کا انتقال ۱۲۱۶ھجری مطابق ۱۸۰۲ء میں ھوا۔

(۱۲۷) د - ت - صفحہ ۵۱

پر ہی ختم ہوگیا ۔ کتنے اختصار اور سنجیدہ و پروقار انداز میں ان خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ایک اچھے حاکم میں رعایا کے واسطے ہونی چاہئیں :۔

ایک بندہ جہاں میں واللہ　　آصف الدولہ نام ہے جس کا

صبح سے شام تک غریبوں کا　　غور پرداخت کام ہے جس کا

وحدہ لا الہ الا اللہ　　ذکر قلبی مدام ہے جس کا

بھائی کہنا ہر ایک غرباکو　　یہ تکیۂ کلام ہے جس کا

آصف جاہ ناظم دکنی　　ایک ادنا غلام ہے جس کا

اور انگریز مرہٹہ کیا ہے　　جو ہے سو بائے نام ہے جس کا

اور تو اور سوز سا وحشی　　ان دنوں دل سے رام ہے جس کا

ایک دوسرے شعر میں کتنی حق گوئی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ صاحب اقتدار کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ دنیا میں وہی تنہا صاحب طبل و نشان ہے بلکہ معلوم نہیں ایسے کتنے سلاطین اس دنیا میں آئے اور چلے گئے:۔

ایسے ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہیں وزیر

اس تجمل کے ہوئے خلق میں سلطان کتنے

اسی کے ساتھ اپنی شاعرانہ انا کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

اسی طرح سوز کو بھی لوگ کہتے ہیں شاعر

ایسے گلیوں میں دکھا دوں میں غزل خواں کتنے

ایک دوسرے شعر میں کتنے محبت آمیز لہجہ میں دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں:۔

بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطان خوباں ہے

بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاد میں کرتا

چین اور فراغت کا یہ دور زیادہ عرصہ جاری نہ رہا - عمر کے آخری حصہ میں سوز کو ایک ایسا زخم لگا جو کبھی مندمل نہ ہوسکا یعنی بڑھاپے میں جوان بیٹے کی موت کا غم سہا -

بیٹے کی موت نے باپ کی کمر توڑ دی - وہ بیٹا جس کو بہت منتوں سے پالا تھا داغ مفارقت دے گیا - میر مہدی داغ ان کے جوان بیٹے تھے - کسی حسینہ پر عاشق ہوگئے اور اسی کی جدائی میں گھل گھل کر جان دے دی - اس غم نے سوز کو نڈھال کردیا - سوز جو نہایت ظریف بذلہ سنج اور خوش مزاج تھے یاس و الم کی تصویر بن گئے - سوز جو اپنی محبت کو لیلی اور مجنوں کی محبت قرار دیتے تھے:-

کہاں مجنوں کہاں لیلی یہ افسانہ ہے اے یارو
جہاں میں ان دنوں میں سوز اور مہدی کی شہرت ہے

اب بیٹے کی جدائی میں خون کے آنسو روتے ہیں :-

آجا میری منتوں کے پالے — اے پیارے جھنڈولے بالوں والے
تو سامنے میرے اٹھ گیا ہائے — میں مر نہ گیا تری بلا لے
تاریک ہوا جہان تجھ بن — اے میری اندھیری کے اجالے
سر سے پاؤں تک لگی دوں — پھنکتا ہوں آن کر بجھا لے
وہ شرم سے تیرا مسکرانا — اے پتلے ہی پتلے ہونٹوں والے
دل چاہتا ہے پھر بھی دیکھوں — ایک آن تو پھر مجھے دکھالے
ماں کے پاس بیٹھ میرے — یا پاس تو اب مجھے بلالے
تم تو جنت کو سدھارے اچھا — دوزخ کے ہمیں کیا حوالے
اے میرے مسیح میرے مہدی — میاں مرتا ہے آن کر جلالے

اور

یاں کاہے کو آپ آئیے اب — پر ہم کو وہیں بلائیے اب

میرا احوال آپ سنئے — اپنی حالت سنائیے اب

صورت کو ترستے ہیں کی شکل — مکھڑا اپنا دکھائیے اب

میاں بیٹھ گئے تمہارے غم میں — دنیا سے ہمیں اٹھائیے اب

تم تو نہ بنے ہمارے ڈھب کے — اپنا سا ہمیں بنائیے اب

کیا یاں کہتو وہ آیا سوز وہ شوخ — اس کی طرف جائیے اب

جو وہ نہ ملا تو خاک میں پھر — اپنے ہی تئیں ملائیے اب

اور

آہ اپنے دوست پیارے مرگئے — خاک میں منہ میں اپنے گھر گئے

روز جاتا ہوں کبھی ملتے نہیں — یہ ہی کہتے ہیں ابھی باہر گئے

میر مہدی تم گئے جنت کو آہ — پر پدر کے داغ دل پر دھر گئے

بھائی کو اپنے بلایا اپنے پاس — باپ کو پوچھا نہ تم کدھر گئے

کچھ نہ غم آیا تمہیں میرا میاں

میرے حق میں آہ تم کیا کر گئے

بیٹے کی تعزیت کرنے والے جب آتے ہیں تو دل پر چرکے لگتے ہیں ۔ دل کا زخم پھر ہرا ہوجاتا ہے :۔

اے جان پدر جب سے تم اپنے گھر گئے

بابا کے جگر پہ داغ غم کا دھر گئے

کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو

کس منہ سے کہوں کہ میر مہدی مرگئے

داغ کی وفات کے بعد جب پہلی عید آئی تو بوڑھے باپ کو نوجوان بیٹے کی یاد تڑپا گئی:-

ہوئے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کے گم مہدی

مبارکباد کو بھی عید کی آئے نہ تم مہدی

وہ موت کی راہ تکنے لگے تاکہ دوسری دنیا میں اپنے نور نظر کو دیکھ کر آنکھوں کو روشن کرسکیں :-

یہ تو معلوم کہ تم ملنے کو آؤ گے ہمیں   پر یہ فرماؤ کہ کس روز بلاؤگے ہمیں

آنکھ مدت سے توقع ہے فقط اتنی اب   پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤگے ہمیں

یاں کے جانے سے اسی واسطے ہے ہم کو خوشی   پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہمیں

یاں تو سنتے تھے بھلا ، غیر نہ کہتے تھے کچھ   واں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہمیں

ہم کو معلوم ہوا تم نہ ملو گے ہر گز   ہاں مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤگے ہمیں

زیست کا لطف نہیں جان اٹھالو یاں سے   تا کجا چشم خلائق سے گراؤ گے ہمیں

یہ توقع نہ تھی دلسوز کو مہدی صاحب

جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے آؤگے ہمیں

اور

نہیں غم شادمانی میں یہ ہے   عزیز و زندگانی میں یہ ہے

میں پاؤں طے جو اس صدم کے   تو عمر جاودانی میں یہ ہے

پیو تم مے میں خون پیتا ہوں اپنا   شراب ارغوانی میں یہ ہے

سنو جی ایک تھا سوز ایک مہدی   شب روز اب کہانی میں یہ ہے

۱۲۰۳ھجری مطابق ۱۷۸۸-۸۹ع میں جب شاہ عالم بادشاہ کے صاحبزادے سے سلیمان

شکوہ غلام قادر روھیلہ سے جان بچاکر لکھنو پہنچے تو آصف الدولہ نے ان کی بہت مدارات کی لکھنو میں شاعروں کا ایک قدردان اور پیدا ھوگیا۔ سلیمان شکوہ اپنی محلسرا میں مشاعرے منعقد کرتے تھے - اس زمانے میں کسی مشاعرے میں میر سوز نے بھی شرکت کی - مصحفی کہتے ھیں (۱۲۸) کہ میر سوز جو لباس فقیرانہ سے آراستہ ھیں وہ اوائل مشاعرہ میں ایک پٹو اور ایک دو شالے سے سرفراز ھوئے اور اپنی راہ لی -

۲۸/ ربیع الاول ، ۱۲۱۲ھجری مطابق ستمبر، ۱۷۹۷ع کو نواب آصف الدولہ کا انتقال ھوا۔ (۱۲۹) اسی کے ساتھ دوسرے بادشاہ کے جلوس کی تیاریاں شروع ھوگئیں - وہ لوگ جو نواب آصف الدولہ کی زندگی میں ان کی الفت و رفاقت کا دم بھرتے تھے نئے بادشاہ کے گرد جمع ھونے لگے - اور ایسا معلوم ھونے لگا جیسے کوئی بات ھی نہیں ھوئی نہ کسی نے آہ بھری اور نہ کسی آنکھ سے آنسو ٹپکا - سوز نے اھل دنیا کی بے وفائی دیکھی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کی محبت ھی سراسر بے معنی ھے :-

دلا اھل دنیا سے مت آشنا ھو	یہ فانی ھے سب کچھ ، جواں میں وفا ھو
بھلا فائدہ ایسی الفت کئے سے	الٰہی یہ اڑ جائے اس کا برا ھو
ستاتی ھے لمحہ بہ لمحہ یہ دل کو	جو موزی ھو اب ان میں پھر کیامزا ھو
موے آصف الدولہ اور ایک سے بھی	کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ھو
وہ اشک خونی سے روتا ھو کوئی	پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدہ ھو
نہ بھائی بنے لوگ ھیں ان سے ڈریئے	وہ ملتا ھے ان سے جو خود بے وفا ھو

---

(۱۲۸) ت - ھ - ، صفحہ ۵۱

(۱۲۹) سید محمد میر، " تواریخ اودھ" مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو، ۱۸۹۲ع، صفحہ ۱۲۸

کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر کسی نے بھی غم کھاکے کاٹا گلا ہو

مگر ایک آقا محمد کہ جس نے اخوت کا دنیا میں صیغہ پڑھا ہو

سو اس کو ہے غم وہ جیسے کہئے غم ہے کہ دق اس کی صورت نہ یوں بوملاہو

نہیں سوز، دل سے کوئی بھی نہ رویا

پھر ان سے امید وفا کیا بجا ہو

وفات :

اپنے ممدوح یعنی نواب آصف الدولہ کی وفات کے بعد میر سوز زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے - اور ۱۲۱۳ہجری مطابق ۱۷۹۸ء میں وفات پائی - شاہ کمال نے تاریخ وفات کہی:-

از وفاتش دلم بہ سوخت چو شمع الفتش بود چون بہ آب و گلم

طبع من چون الم کشید کمال گفت تاریخ " سوز سوخت دلم "

۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء

جرات نے یہ مرثیہ کہا :-

سوز ماتم نے میر سوز کے آہ شمع ساں بس جلادیا دل کو

مٹ گیا لطف ریختہ گوئی خاک پھر دے سخن مزا دل کو

خاک میں مل گئی ادا ہندی گفتگو اب خوش آوے کیا دل کو

کہی جرات نے رو کے یہ تاریخ داغ اب سوز کا لگا دل کو

۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء

مدو لال زاری لکھنو نے مادہ تاریخ اس طرح نکالا :

" وائے داغی ماندہ از سوز "

۱۲۱۳ہجری

مندرجہ ذیل قطعہ ناسخ سے منسوب ہے اگرچہ ان کے دیوان میں یہ قطعہ

نہیں ملتا ۔ اس قطعہ میں سن وفات لفظ " واویلا " کو الف سے لکھنے کی صورت میں ۱۲۰۸ھ ہوتا ہے اور اگر ہائے مختفی سے واویلہ لکھیں تو ۱۲۱۲ھجری کا سال نکلتا ہے جو سن وفات سے ایک سال کم ہے :

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے　　ہائے صاحب کمال واویلا

سال تاریخ ہی سہی ناسخ　　شاعر بے مثال واویلا

۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ء

علی لطف (۱۳۰) اور ان کی اتباع میں دوسرے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں میر سوز بلاد شرقیہ کے سفر پر نکلے لیکن وہاں اطوار سکونت کے نظر نہ آئے ناچار واپس آگئے اور ۱۲۱۳ھجری مطابق ۱۷۹۸ء میں وفات پائی ۔ ہمارے اپنے نقطہ نظر سے میر سوز بلاد شرقیہ فرخ آباد کو چھوڑنے کے بعد گئے ۔ علی لطف کو کچھ مغالطہ ہوا ہے یا سن کی کوئی غلطی ہوئی ہے جو آخر تک قائم رہی اور تمام تذکرہ نگار اس کو قریب العہد شہادت سمجھ کر قبول کرتے رہے ۔ یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے کہ نواب آصف الدولہ کے استاد ہوکر بھی وہ اتنے مفلوک الحال رہے ہوں کہ فکر معاش میں اس عالم پیری میں در در کی ٹھوکریں کھائیں جب کہ لکھنو کے تمام امرا ان کی خدمت کرنا وجہ سعادت اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے ۔(۱۳۱) پھر بھی اگر گلشن ہند کی شہادت کو قریب العہد شہادت ہونے کے باعث قبول کرنے پر اصرار کیا جائے تو سوز کا بلاد شرقیہ کا یہ دوسرا سفر تھا جو چند ماہ سے زیادہ نہ تھا ۔

تذکروں میں میر سوز کی عمر پر اختلاف پایا جاتا ہے ۔ مصحفی اپنے تذکرہ ہندی

---

(۱۳۰) گ ۔ ہ، صفحہ ۱۵۱

(۱۳۱) د ۔ ف، صفحات ۵۱-۵۰

جس کی تصنیف کا سال اختتام ۱۲۰۸ھجری مطابق ۱۷۹۳ء ھے ان کی عمر ستر سال سے متجاوز بیان کرتے ھین (۱۳۲) محمد حسین آزاد نے ان کی عمر ستر سال قرار دی ھے (۱۳۳) خوش معرکہ زیبا (۱۳۴) ، تذکرہ طور کلیم (۱۳۵) ، سخن الشعرا (۱۳۶) اور دیوان جہان (۱۳۷) مین اسی سال لکھی گئی ھے - میر سوز (۱۳۸) ضمیر مین ستر سال کا تعین کیا گیا ھے - میر سوز کی عمر کے بارے مین یہ تمام فیصلے قیاسی ھین - سب سے زیادہ مستند شہادت شاہ کمال کی ھے - انھون نے میر سوز کا اپنا قول نقل کیا ھے کہ میر سوز کہتے تھے کہ وہ سودا سے عمر مین ایک سال بڑے تھے - اس طرح وہ ۱۱۲۳ھجری مطابق ۱۷۱۲ء مین پیدا ھوئے ۱۲۱۹ھجری مطابق ۳-۱۸۰۴ء مین شاہ کمال اپنے تذکرہ مجمع الانتخاب مین لکھتے ھین کہ چھ سال کا عرصہ ھوا کہ انھون نے عالم فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا اس طرح ان کی عمر چھیاسی سال کے قریب ھوتی ھے -

شاہ کمال لکھتے ھین کہ وہ اور میر سوز انیس سال ایک ساتھ رھے کبھی شاہ کمال ان کے گھر پر حاضری دیتے تھے اور کبھی میر سوز ان کے مکان پر جاتے تھے - اس قریبی شہادت کو سامنے رکھتے ھوئے یہ قبول کرنا پڑے گا کہ میر سوز نے چھیاسی سال کے قریب عمر پائی - شاہ کمال بھی ان کی عمر اسی سال سے اوپر لکھتے ھین - (۱۳۹)

---

(۱۳۲) ت - ہ ، صفحہ ۱۲۱
(۱۳۳) آ - ح ، صفحہ ۱۸۳
(۱۳۴) خوش ، صفحات ۲۳-۱۲۲
(۱۳۵) ط - گ ، صفحہ ۵۳
(۱۳۶) س - ش ، صفحہ ۲۲۷
(۱۳۷) بخش جرائت ، " دیوان جہان " ، (مرتبہ) حکیم الدین احمد ، مطبوعہ لیتھو پریس ، پٹنہ ، ۱۹۵۹ء ، صفحہ ۱۲۷
(۱۳۸) میر سوز ضمیر ، صفحہ ۲۳
(۱۳۹) م - ا ، صفحہ ۳۹۵,۳۹۶

میر سوز نے کس جگہ وفات پائی اور کہاں دفن ہوئے - اس بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں - گارسان دتاسی (۱۳۰)، علی لطف (۱۳۱)، سرور (۱۳۲)، قاسم (۱۳۳)، کریم الدین و فیلن (۱۳۵)، صفا (۱۳۶)، شیدا (۱۳۷)، عشرت (۱۳۸) کہتے ہیں کہ ان کی وفات لکھنو میں ہوئی - شاہ کمال (۱۳۹)، یکتا (۱۵۰)، محسن (۱۵۱)، سعادت یار خان (۱۵۲) اس باب میں خاموش ہیں - بینی نرائن (۱۵۳)، نورالحسن خان (۱۵۴)، ناسخ (۱۵۵) کہتے ہیں کہ ان کی وفات تلہر، ضلع شاہ جہاں پور میں ہوئی - خواجہ عبدالروف عشرت سوز کی وفات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ " میر محمد سوز کے مزار کو میں نے بہت تلاش کیا اور لوگوں سے دریافت کیا مگر اب تک پتا نہیں ملا -" (۱۵۶) مقام حیرت ہے کہ عشرت کو میر سوز

---

(۱۳۰) ت-ا، صفحہ ۳۷۶
(۱۳۱) گ-ہ، صفحہ ۱۵۱
(۱۳۲) ع-م، صفحہ ۳۳۳
(۱۳۳) نغز، صفحہ ۳۲۰
(۱۳۴) کریم، صفحہ ۱۳۵
(۱۳۵) دو تذکرے، صفحہ ۶۱
(۱۳۶) ش-س، صفحہ ۲۹
(۱۳۷) عبدالشکور شیدا، " بیاض سخن"، مطبوعہ زندہ طلسمات آرٹ لیتھو پریس، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۵ ہجری، صفحہ ۲۰
(۱۳۸) عبدالروف، عشرت، " آب بقا" (مرتبہ) مرزا جعفر نشتر، مطبوعہ نامی پریس لکھنو، ۱۹۱۸ع، صفحہ ۱۶۷
(۱۳۹) م-ا، صفحہ ۳۹۶
(۱۵۰) ک-د-ی-ف، صفحہ ۵۰
(۱۵۱) س-س، صفحہ ۹۸
(۱۵۲) خوش، صفحات ۲۳-۱۲۳
(۱۵۳) د-چ، صفحہ ۱۳۷
(۱۵۴) ر-ک، صفحہ ۵۳
(۱۵۵) س-ش، صفحات ۲۲۷
(۱۵۶) آ-ب، ۱۶۷

کی قبر کا کوئی نشان نہ ملا - میر سوز کوئی معمولی شخصیت کے انسان تو نہیں تھے کہ زمانہ ان کو اتنی جلد بھلا دیتا - ایسا اس وقت ہوسکتا ہے جب ان کی تدفین لکھنو میں ہوئی ہی نہ ہو اور اس وجہ سے بعض حلقوں کی روایت بے حقیقت معلوم نہیں ہوتی - بلا وجہ ٹانڈہ کا ذکر نہیں کیا جاسکتا - سوز کا ٹانڈہ سے ضرور کوئی تعلق ہوگا جس کے باعث ٹانڈہ کا ذکر کیا گیا ہے یہی مصنف شیر علی افسوس کے بارےمیں لکھتا ہے " لکھنو میں ہمیشہ رہے ان کی شاعری کی شہرت بہت ہوئی مرنےکے بعد نشان قبر بھی نہیں ملتا -" (۱۵۷) صاحب آب بقا کی یہ اطلاع غلط ہے کہ افسوس کا انتقال لکھنو میں ہوا دراصل وہ کلکتہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے - لہذا لکھنو میں نشان قبر ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - ہوسکتا ہے کہ سوز کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہو وہ لکھنو میں فوت ہوئے ہوں لیکن دفن ٹانڈہ میں کئے گئے ہوں - ہوسکتا ہے کہ ٹانڈہ ہی میں کسی تعلق کی بنا پر مقیم ہوں اور وہیں وفات پائی ہو اس لیے مصنف آب بقا کی روایت مشکوک ہوجاتی ہے -

سیرت :

میر سوز فطرۃً خوش طبع (۱۵۸) ، نازک مزاج ،زود رنج ، نکتہ سنج ، خلیق بامزہ (۱۵۹) دانشمند ، بلند فطرت، متواضع، متوکل ، جوہرشناس، (۱۶۰) ہنس مکھ، ظرافت طبع تھے - دوسروں کے لیے ہمیشہ اچھی رائے کا اظہار کرتے تھے ، مزاج میں کمال کا استغنا (۱۶۱) تھا - محبت پرور اور مخلص انسان تھے (۱۶۲) ان کا رویہ بزرگانہ اور صفات درویشانہ تھیں -(۱۶۳)

---

(۱۵۷) آ - ب ، صفحہ ۱۶۷
(۱۵۸) ن - س، صفحہ ۱۵۱
(۱۵۹) شوق ، صفحہ ۲۳۱
(۱۶۰) ش - ا، صفحہ ۱۱۶
(۱۶۱) ت - ھ ، صفحہ ۱۲۱
(۱۶۲) گ - ھ ، صفحہ ۱۵۱
(۱۶۳) ع - مؔ ، صفحہ ۳۳۳

مزاج میں عالی حوصلگی ، درویشی ، اخلاص اور عالی ہمتی کی خصوصیات رچی ہوئی تھیں(۱۶۴) نہایت بر مزاج اور خوش گفتار تھے ان کی وضع شریفانہ اور اطوار شائستہ تھے (۱۶۵) بہت خوش طبع اور لطیفہ گو (۱۶۶) تھے - گفتگو بہت دل پسند ہوتی تھی - امراء و سلاطین کی صحبت میں رہنے کے آداب سے خوب واقف تھے - وہ ہمیشہ امرائے نامدار کی صحبت میں رہے (۱۶۷) اور غریبوں اور حاجت مندوں کی سفارش اور حاجت براری کے لیے کوشان رہتے تھے (۱۶۸) ابتدائی زمانے میں آزادانہ زندگی گذارتے تھے لیکن آخیر عمر میں اپنی ٹھیک طبعی کے باعث دنیا سے قطع تعلق کرلیا تھا اور درویشانہ زندگی گذار نے لگے -(۱۶۹) ان کا ظاہر اور باطن ایک تھا بغض اور حسد سے ان کا دل پاک تھا -(۱۷۰)

کوئی تذکرہ نگار ایسا نہیں جس نے میر سوز کی تعریف نہ کی ہو - ان کا حسن سلوک سب کے ساتھ یکسان تھا - بزرگوں کا احترام ، ہم عصروں کے ساتھ ارتباط و اختلاط اور خوردوں کے ساتھ شفقت و محبت ان کا مسلک تھا - عاجزی اور انکساری ان کے مزاج کا خاصہ تھی سب نے ان کو آنکھوں میں جگہ دی - کسی تذکرہ نگار نے ان کے بارے میں کہ ناپسندیدگی کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے - ایسے دور میں جب کہ شاعروں میں آئے دن معرکہ آرائی ہوتی رہتی تھی سوز ہی ایسے شاعر ہیں جن کا کوئی شاکی نہیں - انہوں نے نہ کسی کی مدح کی اور نہ کسی کی ہجو، اسی بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے

---

(۱۶۴) کریم، صفحہ ۱۰۲

(۱۶۵) نغز، صفحہ ۳۲۰ [illegible] بحوالہ بالا، صفحہ ۳۲۰

(۱۶۶) م-۱، صفحہ ۳۹۲

(۱۶۷) د - ف، صفحات ۵۱-۵۰

(۱۶۸) خوش، صفحہ ۱۲۳

(۱۶۹) ط - س، صفحہ ۶۱

(۱۷۰) خوش، صفحات ۲۳-۱۲۳

کہ وہ کتنے سلیم الطبع، باوقار، اور غیرت مند انسان تھے - بے حیا خوشامد وہی کرے گا جس کو دنیاوی لالچ ہوگا اور دوسروں کی پگڑی وہی اتارے گا جس کو اپنی پگڑی اتارے جانے میں ننگ و عار محسوس نہ ہوگا - غالباً خواجہ میر درد کے بعد صرف سوز ایسے شاعر ہیں جن کی تعریف میں سب رطب اللسان ہیں - سوز میں عفو و درگذر کا بے حد مادہ تھا - تذکروں میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہیں تو میر تقی میر نے ہمیشہ ان پر طنز و طعن کیے لیکن سوز نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا - وہ میر سے عمر میں زیادہ تھے - دنیاوی منصب و وقار اور خاندانی شرافت و نجابت میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہیں تھا - لیکن انھوں نے ہمیشہ خاکساری کو اپنا شیوہ بنائے رکھا - میر تقی میر نے ان کا تخلص چھینا انھوں نے دوسرا تخلص اختیار کرلیا - رشک و رقابت اور شاعرانہ حسد ان میں بالکل نہ تھا وہ دوسروں کو کمتر سمجھنے کی بجائے خود کو حقیر گردانتے تھے - سوز کی سیرت کا یہ بہت عظیم الشان پہلو ہے -

وہ سلامت روی کے قائل تھے کسی سے تعارض ، اختلاف، اعتراض یا تکرار کرنا ان کی عادت نہ تھی - ان کے دل میں سب کے لیے جگہ تھی - اور سب کے درد کا احساس ان کو تھا - ان کا عقیدہ تھا کہ ستانے والا خود بھی ستایا جاسکتا ہے :-

پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو اب مت ستا

مت ستا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائے گا

خوش مذاقی اور زندہ دلی سوز کی شخصیت کو اور دلاویز بنادیتی ہے ان کے مزاج میں ظرافت اور خوش طبعی کا عنصر غالب تھا - ایک خاص قسم کی شوخی ، بیباکی اور تیکھاپن ان کی ذات کو دل چسپ اور پر کشش بنادیتی ہے - مجموعی طور پر سوز اعلی خوبیوں کے مالک تھے - اپنے دور میں ان کی شخصیت منفرد تھی - انھوں نے سب سے دیہائی

نہ کسی کو ایک حرف کہا اور نہ کسی سے کچھ سنا اور یہ ثابت کردیا کہ شاعر ملوک و

سلاطین سے بھی ناز اٹھواسکتا ہے اور مصاحبت کے درجے سے بلند ہوکر مربیانہ مقام بھی

حاصل کرسکتا ہے -

تذکروں سے تو ان کی سیرت اور کردار پر روشنی پڑتی ہے ان کے کلام میں بھی ان

کی ذات سموئی ہوئی ہے ذیل میں کچھ اشعار دیئے جاتے ہیں جوان کی سیرت کی مکمل

تصویر پیش کردیتے ہیں -

خلق

بے گانہ و یگانہ ہیں ایک مرتبہ پر   یہ سوز تیری ہم نے خلق حسن میں دیکھا

خاکساری

وہی ہے مرتبہ انکسار سے آگاہ   کہیں ہیں شاہ جسے نسبت فقیری سے

غیبت

عزیزو تم زبان اپنی سنبھالو مت کرو غیبت

میں سب سنتا ہوں گرچہ میرے اوپر حالت عشق ہے

سخاوت

مفلس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں ہم   خالی ہمیشہ کیسہ اہل کرم رہے

دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال   در سے ہوتا ہے کہاں کیسہ دریاخالی

مساوات

فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے ہم غلام   آدم و حوا ہیں سب ایک کی اولاد ہیں

دلآزاری

شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت　مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا

دل خراشی سے کوئی جرم نہیں بالاتر　گو دل افگار ہوں لیکن تو دل افگار نہ ہو

دکھ دے نہ کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں　گر نخل حیات اپنی سے چاہے تو ثمر لے

دغا

جس کی طینت میں دغا ہے آپ ہوتا ہے خراب

خوشہ گندم کو دیکھو کب سے دانہ دان ہے

وضع داری

میں اپنی وضع کاہے کو چھوڑوں لیکے نہ لے

وہ پھر کے دیکھے نہ دیکھے مجھے سلام سے کام

ہمیں یقین ہے کہ محبوب بے وفا ہیں سب

وفا کو اپنی مے مہربان کیا کہئے

پاس عہد

مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوز کے　مانند خامہ ان کی نہ پلٹے زبان غلط

خودداری

میں تجھ کو کہتا ہوں سوز بس لکھ اگر تو عزت کا ہے گا طالب

جھکا نہ سر کو کسی کے آگے اگر سلامی ہو بادشا ہے

سنے نہ یار تو دل کا بیان کیا کہئے　سخن کو اپنے عبث رائیگاں کیا کہئے

توکل

آپ سے آپ جاکے پہنچے گا   جس جگہ جس کا آب و دانہ ہے

خدا کے در پہ بیٹھ اے سوز یوں واہی نہ پھر در در

کہ وہ پیدا کئے کی شرم کو اپنی نبھاتا ہے

استغنا

تارک الدنیا ہو گرچاہے کہ خوش گذرے تری

جب پڑا دھندے میں اس کے شادمانی پھر کہاں

کیا لے لیا تھا ہم نے الجھتا جو کوئی خار

جوں گل ہم اس کے باغ سے دامن فشاں چلے

ہم تو مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے

جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو پسارے دامن

ترک لذات

شکر ہے اس کا زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی

جو ملا سو کھا لیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

اولاد احفاظ :

تذکروں میں میر سوز کے دو صاحبزادوں کا ذکر ملتا ہے - تیسرے صاحبزادے کا تذکروں سے کوئی سراغ نہیں ملتا البتہ میر سوز نے خود ان کا ذکر کیا ہے - سب سے بڑے صاحبزادے کا نام میر مہدی تھا - غالباً یہ سب سے بڑے لڑکے تھے - مہدی شاعر تھے پہلے آہ تخلص کرتے تھے پھر داغ اختیار کیا - ہر دو تخلص باپ کے تخلص کی رعایت سے منتخب کئے گئے تھے - میر مہدی عشق پیشہ نوجوان تھے کسی حسینہ پر عاشق تھے اور اس کی جدائی

کے غم میں مرگئے - دوسرے صاحبزادے کا نام قدرت علی تھا وہ بھی شاعر تھے اور اپنے والد کے تخلص کی رعایت سے طپان تخلص کرتے تھے - صفا (۱۷۱) نے ان کو میر سوز کا شاگرد لکھا ہے - ان دونوں کے علاوہ تیسرے صاحب زادے کا سراغ اور ملتا ہے وہ میر مہدی کی وفات کے بعد فوت ہوئے ان کا ذکرسوز نے میر مہدی کے مرثیہ میں کیا ہے:-

میر مہدی تم گئے جنت کو آہ   پر پدر کے داغ دل پر دھرگئے

بھائی کو اپنے بلایا اپنے پاس   باپ کو پوچھا نہ تم کدھرگئے

سوز کے ان تیسرے صاحبزادے کا کیا نام تھا اور انھوں نے کتنی عمر میں رحلت کی اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا -

میر سوز کی نسل سید قدرت علی طپان سے چلی ان کے لڑکے سید علی حسن دہلوی کا ذکر عبدالغفور نساخ نے کیا ہے -(۱۷۲) یہ بھی شاعر تھے اور تخلص شور تھا - نساخ نے شور کے بارے میں کچھ مزید نہیں لکھا حالاں کہ ان کے شور سے خاصے مراسم تھے کاش نساخ کچھ تفصیلات اور دیتے تو سوز کے خاندان کا حال تفصیل سے معلوم ہوسکتا تھا -

کیا میر سوز کی کوئی صاحبزادی بھی تھی اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا - تاہم میر سوز کے ان اشعار کو پڑھاجائے جو انھوں نے عظیم آباد میں کہے تھے تو ان میں ایک شعر قابل غور ہے:-

قرض کو اپنے اتاروں اور کرلوں کار خیر

جس کی خاطر میں پڑا پھرتا ہوں در در ہوں خراب

---

(۱۷۱) ش - س ، صفحہ ۱۶۰

(۱۷۲) س - ش ، صفحہ ۲۳۲

اگر کار خیر قرض کی ادائیگی کے لیے استعمال نہیں کیا گیا ہے تو محاورے میں اس کے معنی لڑکی کی شادی کے لیے جاتے ہیں - اس لیے کار خیر کرلینے کی آرزو یہ بتاتی ہے کہ سوز کی کوئی لڑکی بھی تھی -

تذکروں میں میر سوز کے ایک متبنی کا ذکر بھی ملتا ہے ان کا نام میر فتح علی تھا وہ قصبہ مئو شمس آباد کے رہنے والے تھے - شاعر تھے اور شہدا تخلص تھا - سودا کے شاگرد تھے اور لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ کے حفاظتی دستہ میں شامل تھے - نواب آصف الدولہ کے مصاحب تھے اور پانچ سو کا امتیاز حاصل تھا - (۱۷۳)

میر سوز کے متبنی کی موجودگی سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ ان کی اپنی اولاد دیر سے ہوئی حد یہ کہ اپنی اولاد سے مایوسی ہوکر فتح علی کو اپنا بیٹا بنالیا - اس اعتبار سے میر مہدی داغ کی پیدائش کے سن ولادت کا جو تعین ہم نے کیا ہے وہ تقریباً صحیح ہے -

***

---

(۱۷۳) نغز صفحہ ۳۵۶

باب - چہارم

میر سوز کے معاصرین

اور

ان کا تقابلی مطالعہ

باب - چہارم

میر سوز کے معاصرین

اور

ان کا تقابلی مطالعہ

بزرگ معاصرین :

۱- شاہ مبارک آبرو ----------{ ۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ء تا
(۱۱۶۳ھجری مطابق ۱۷۵۰ء

۲- مصطفی خاں یکرنگ -------- ...

۳- محمد شاکر ناجی -------- ... تا ۱۱۲۸ھجری مطابق ۱۷۵۳ء

۴- نواب امیر خاں انجام ------ ... تا ۱۱۵۹ھجری مطابق ۱۷۴۷ء

۵- سراج الدین علی خاں آرزو --{ ۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ء تا
(۱۱۶۹ھجری مطابق

۶- ظہور الدین حاتم --------{ ۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ء تا
(۱۱۹۸ھجری مطابق ۱۷۸۳ء

۷- محمد علی حشمت ----------.. تا ۱۱۶۲ھجری مطابق ۱۷۴۸ء

۸- میر سعادت علی خاں سعادت-.. ...

۹- حضرت مظہر جان جاناں---{ ۱۱/ رمضان، ۱۱۱۵ھجری مطابق ۳۰/
(جنوری، ۱۷۰۳ء تا ۱۰/ محرم، ۱۱۹۵ھجری
(مطابق ۶/ جنوری، ۱۷۸۱ء

===== XXXX =====

ہم عمر معاصرین :

۱۰- مرزا محمد رفیع سودا ۱۱۲۵ھجری مطابق ۱۷۱۳ء
تا
۱۱۹۵ھجری مطابق ۱۷۸۱ء

۱۱- میر عبدالحئی تاباں ۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۷۱۸ء
تا
۱۱۹۹ھجری مطابق ۱۷۵۰ء

۱۲- خواجہ میر درد — ۱۱۳۲ھجری مطابق ۱۷۱۹ء
تا
۱۱۹۹ھجری مطابق ۱۷۸۳ء

۱۳- میر تقی میر — ۱۱۳۶ھجری مطابق ۱۷۲۳ء
تا
۱۲۲۵ھجری مطابق ۱۸۱۰ء

۱۳- شیخ قائم الدین قائم — ۱۱۳۹ھجری مطابق ۱۷۲۶ء
تا
۱۲۱۰ھجری مطابق ۱۷۹۵ء

۱۵- انعام اللہ خاں یقین — ۱۱۳۰ھجری مطابق ۱۷۲۷ء
تا
۱۱۶۹ھجری مطابق ۱۷۵۶ء

۱۶- احسن اللہ بیان — ۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۷۲۸ء
تا
۱۲۱۳ھجری مطابق ۱۷۹۸ء

۱۷- میر غلام حسن حسن — ۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۷۲۸ء
تا
۱۲۰۱ھجری مطابق ۱۷۸۶ء

۱۸- اشرف علی خاں فغاں — ۱۱۳۲ھجری مطابق ۱۷۲۹ء
تا
۱۱۸۶ھجری مطابق ۱۷۷۲ء

۱۹ جعفر علی حسرت

==== xxxx ====

کم عمر معاصرین :

۲۰- قلندر بخش جرات — ۱۱۳۹ھجری مطابق ۱۷۳۶ء
تا
۱۲۲۵ھجری مطابق ۱۸۱۰ء

۲۱- شیخ غلام ہمدانی مصحفی — ۱۱۶۳ھجری مطابق ۱۷۵۰ء
تا
۱۲۳۰ھجری مطابق ۱۸۲۵ء

۲۲- میر انشاء اللہ خاں انشا — ۱۱۶۷ھجری مطابق ۱۷۵۳ء
تا
۱۲۳۲ھجری مطابق ۱۸۱۷ء

۲۳- سعادت یار خاں رنگین — ۱۱۶۹ھجری مطابق ۱۷۵۵ء
تا
۱۲۵۱ھجری مطابق ۱۸۳۵ء

شاہ مبارک آبرو (۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ع تا ۱۱۶۳ھجری مطابق ۱۷۵۰ع):

اصل نام نجم الدین تھا حضرت غوث گوالیاری کی اولاد میں سے تھے - صاحب دیوان تھے۔ قاسم کا قول ہے کہ خان آرزو سے اصلاح لیتے تھے(۱) کلام میں ایہام کی بہتات ہے جو کہ اس دور میں محاسن کلام میں شامل تھا - عشق مجازی کا رنگ ان کے ہاں بہت عام ہے - کہیں کہیں مبتذل خیالات بھی پائے جاتے ہیں - مصحفی کہتے ہیں کہ انھوں نے آبرو کے دیوان سے شعروں کا انتخاب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دیوان مرتب ہوچکا تھا - آبرو پچاس کی عمر سے اوپر تھے کہ گھوڑے کی لات لگنے سے وفات پائی -(۲) آبرو کا شمار ان اساتذہ میں ہوتا ہے جنھوں نے دبستان دھلی کی بنیاد رکھی ان کا اپنا الگ رنگ تھا - جو عصر شاعر ان کی تقلید کرنا باعث فخر سمجھتے تھے - سوز بھی ایک جگہ کہتے ھیں :-

آبرو کے طور پر کہنے لگا ہے سوز شعر

طبع میں جودت جو آئی اس طرف کوچل دیا

آبرو کی زمین میں سوز اور حاتم کی غزلیں درج ھیں - ساتھ ھی آبرو کی غزل بھی نقل کی جاتی ہے :-

آبرو

مگر تم سے ہوا ہے آشنا دل   کہ ہم سے ہوگیا ہے بے وفا دل

جوغم گذرا ہےمجھ پر عاشقی میں   سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل

---

(۱) نغز ، صفحہ ۲۰۔ ، محولہ بالا ، صفحہ ۲۰

(۲) ن - ۵ ، صفحہ ۷

ہمارا ہی کہاتا تھا کبھی یہ سمجھ لو ، جان لو یہ ہے مرا دل

کہاں خاطر میں لاوے آبرو کو

ہوا اس میرزا کا آشنا دل

=== xxx ===

سوز

کبھی کالے گیا وہ دل رہا دل دہ پوچھو میں کہاں اور وہ کہا دل

دہ چھوڑا مرتے مرتے ساتھ اس کا خوشا دل ، آفرین دل مرحبا دل

کروں کس منہ سے میں تعریف اس کی کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل

ولے اے سوز ہے تجھ میں بری خو

لگاتا تو پھرے ہے جا بجا دل

حاتم زمین شاہ مبارک آبرو در ۱۱۴۳ھجری مطابق ۱۷۳۱ء

یکایک ہوگیا ایسا جدا دل دہ تھا گویا کبھی یہ آشنا دل

کبھو دیکھے سے یہ ہوتا نہیں سیر ہوا ہے اس قدر مرا گدا دل

گیا دل ہاتھ سے، پانا ہے مشکل جگر رہے کم ہوا پھر ، گرخدا دل

تبھی ہو رو برو محبوب کی شکل ہوا آئینہ سا تیرا صفا دل

خودی کو چھوڑ آ حاتم خدا دیکھ کہ تیرا رہ نما ہے شاہ با دل

آبرو کا نمونہ کلام (۳)

تمہارا دل اگر ہم سے بھرا ہے تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

---

(۳) د - ج ، صفحات ۱۲-۱۳

ہماری کچھ نہین تقصیر لیکن سبھی تم کو کہین گے بے وفا ہے

ہوے ہو اس قدر بے زار ہم سے کہو ہم نے تمہارا کیا کیا ہے

وہ احمق ہے کہا ہے جس سے تم نے ملو جس سے تمہارا دل ملا ہے

نصیحت بے دل کرو مت آبرو کو

مسافر ہے شکستہ ہے گدا ہے

==== ००० ====

جان اگر دشمن ہوے ہو تم ہمارے اس قدر تم ہمارے دل کو کیون لگتے ہو پیارے اس قدر

کا ہے کا ہے پیار کی آنکھون سے کرتا ہے نگاہ مہربان ہوتا چلا ہے اب تو ہائے اس قدر

دیکھنے کو دور ہے یہ لوگ پوچھین گے سبھی آہ سے دل کے نکلتے ہین شرارے اس قدر

عاجزون کو بے گنہ آزار دینا خوب نہین ڈر خدا سے آبرو کو مت ستائے اس قدر

==== ००० ====

تمہارے لوگ کہتے ہین کمر ہے کہان ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

کیا ہے بے خبر دونون جہان سے محبت کے نشہ مین کیا اثر ہے

تخلص آبرو برجا ہے میرا

ہمیشہ اشک غم سے چشم تر ہے

۲- مصطفٰے خان یکرنگ :
================

حضرت مظہر جان جانان کے شاگرد تھے کلام پر ان ہی کا گہرا رنگ ہے

محمد شاہ کے منصب دارون مین تھے :-

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اس قدر دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اس قدر

روٹھتا ہون اس سبب ہر بار مین تا گلے تیرے لگون اے یار مین

جدائی سے تری اے صندلیں رنگ	مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

۳- محمد شاکر ناجی :

ان کا شمار محمد شاہی دور کے شاعروں میں ہوتا ہے امیر خان انجام کی سرکار میں خدمت بکاولی پر مقرر تھے - مزاج میں مزاح اور ظرافت کا عنصر غالب تھا - کلام ایہام گوئی سے پر ہے :-

گر سلیماں کا تخت دیں مت لے	دیکھ آخر کو جائے گا برباد
عرض قصہ میں کبھی اہل وفا کی دہ سنے	ہٹ یہ آجاوے وہ کافر تو خدا کی دہ سنے

۴- نواب امیر خان انجام :

محمد شاہ کے دربار میں ہفت ہزاری کے منصب پر فائز تھے - اہل کمال کے بڑے قدرداں تھے - شعر و سخن سے خاص شغف رکھتے تھے - ظہور الدین حاتم ان کی سرکار میں ملازم تھے - درباری سازش کا شکار ہوئے اور قلعۂ معلی میں قتل کردیے گئے :-

نقش میری دیکھ کے مقتل میں یوں کہنے لگے	کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے پہچانی ہوئی
ساتھ اپنے سر کا تھا انجام کار تکفت	شکر ہے تڑپے نہ زیر خنجر جلاد ہم
سرخ چشم اتنی کہاں ہوتی ہے بیداری سے	لہو اترا ہے تری آنکھوں کی خونخواری سے
وقت رخصت کے تری اے مری جی کے دشمن	تھام تھام آج رکھا دل کو میں کس خواری سے
بس میں آیا جو تمہاری خوشی چاہو سو کرو	کیا ستم آدمی سہتا نہیں لاچاری سے
کس نے نظروں میں خدا جانے اسے مل ڈالا	نرگس آج آنکھ اٹھاتی نہیں بیماری سے
کیا کہوں ولولہ شوق کو تیرے اے امیر	گھر میں جاتے ہیں برے تو خبرداری سے (۴)

---

(۴) د - ج ، صفحہ 15

۵- سراج الدین علی خان (۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ء تا ۱۱۶۹ھجری مطابق ۱۷۵۵ء) :

میر کے سوتیلے ماموں تھے - اپنے دور کے باکمال شخص تھے - فارسی زبان و ادب کے ماہر تھے - آپ کی پیدائش آگرے میں ہوئی - عہد فرخ سیر میں سرکاری ملازمت پر مامور تھے- جب دہلی میں انتشار اور بد نظمی کا دور دورہ ہوا تو اودھ چلے گئے - لیکن وہاں کوئی قدردانی نہ ہوئی - اسی غریب الوطنی میں وفات پائی - میت کو دہلی لاکر دفن کیا گیا -

آرزو نے اپنی عمر کا خاصہ حصہ علمی اور ادبی کاموں پر صرف کیا - اگرچہ وہ فارسی کے شاعر تھے لیکن جب اردو شاعری کا رواج ہوا تو اکثر اردو کلام بھی موزون کرلیا کرتے تھے - ان کے شاگردوں میں مصطفے خان یک رنگ ، شرف الدین مضمون ، رائے آنند رام تخلص اور فیض صحبت اٹھانے والوں میں خواجہ میر درد ، میر تقی میر، آبرو، اور سودا شامل ہیں -(۵) یقیناً خواجہ میر درد اور سودا کے ساتھ اس حلقہ ادب میں سوز بھی شامل ہوں گے - بہرحال حقیقت یہ ہے کہ آرزو نے اپنے ذوق سلیم کے گہرے اثرات اپنے تلامذہ پر چھوڑے اور ان کی علمی اور شعری تربیت اس انداز سے کی کہ ان کا ہرشاگرد اپنے زمانے میں اساتذائے فن میں شمار ہوتا تھا - انھوں نے اردو شاعری کے اسلوب کو نکھارا بلا شبہ اردو شاعری کی تاسیس میں خان آرزو کا بہت بڑا حصہ ہے -

۶- ظہور الدین حاتم (۱۱۱۰ھجری مطابق ۱۶۹۸ء تا ۱۱۹۸ھجری مطابق ۱۷۸۳ء) :

دہلی میں پیدا ہوئے - سپاہی پیشہ تھے - محمد شاہی دور میں امیر خان انجام کی سرکار میں خدمت قدیمی پر متعین تھے - آخیر میں درویشی اختیار کرلی تھی - حاتم نے طویل

---

(۵) نغز، صفحہ ۲۳ ، محولہ بالا ، صفحہ ۲۳

عمر پائی تھی وہ متقدمین اور متوسطین شعراء کے درمیان ایک اہم واسطہ تھے - حاتم کا شروع زمانے کا کلام ایہام گوئی سے پر ہے - لیکن تحریک مظہری کے اثرات کو انھوں نے بھی قبول کیا - بعد کا کلام صاف اور شستہ ہے - آخری دور کا کلام انھوں نے دیوان زادہ کے نام سے مرتب کیا تھا - اس کا مقدمہ بہت اہمیت کا حامل ہے اس میں اصلاح زبان کے اہم اصول اور نکات بیان کیے گئے ہیں - وہ زمانے کے مطابق اپنے آپ کو بدلتے رہے انھوں نے زبان کو ترقی دی اور شعر و ادب کے اسالیب کو وقت کی ضرورتوں کے مطابق ڈھالتے رہے اس طرح ان کے کلام میں اٹھارھویں صدی عیسوی کی اردو شاعری کا مکمل عکس ملتا ہے - اگر وہ ایک طرف متقدمین کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف متوسطین کے دوش بدوش کھڑے ملتے ہیں - دھلی میں فکر و فن کا ان کا اپنا ~~کککک~~ حلقہ قائم تھا جہاں چھوٹے بڑے شاعر جمع ہوتے تھے اور طرحی غزلیں پڑھی جاتی تھیں - حاتم کی ایک جدت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی غزلیات کو سنین کے حساب سے مرتب کیا ہے - اس سے معاصر شعراء کی طرح غزلوں کے سال تصنیف کا اندازہ لگانے میں بڑی مدد ملتی ہے - اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کسی خاص مشاعرے میں مصرع طرح کیا تھا اور کن کن شعرا نے اس میں حصہ لیا تھا - میر سوز اس قسم کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے - حاتم سے ان کے گہرے تعلقات تھے اور دھلی کے قیام کے دوران ہی انھوں نے اتنی شہرت اور مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ حاتم جیسا استاد میر سوز کے مصرع پر غزل کہتا ہے -

<u>شاہ حاتم ، زمین میر سوز در ۱۱۶۹ ھجری مطابق ۱۷۵۵ء</u>

ملا دیئے خاک میں خدا نے پلک کے لگنے میں شاہ لاکھوں

جنھوں کے ادنا غلام رکھتے تھے اپنے چاکر سپاہ لاکھوں

~~ککککک~~ نماز و روزہ، زکوۃ و حج پر نہیں ہے موقوف کچھ اے زاھد

جدھر کو جاوے ادھر کو ہیں گے خدا کے ملنے کی راہ لاکھوں

سنا ہے میں نے کہ تونے میرا کیا ہے شکوہ کسی سے ظالم

ترے ستم اور مری وفا کے جہان میں ہیں گے گواہ لاکھوں

عجب تماشہ ہے کس سے کہئے اثر نہیں سنگدل کے دل میں

کروں ہوں یارو میں ایک دم میں ہزاروں نالے و آہ لاکھوں

کرے ہے فریاد ایک عالم گلی میں اس کی ہے شور محشر

جو ایک ہووے تو کچھو انصاف اس کے ہیں داد خواہ لاکھوں

کلاہ یاری میں سو طرح سے کہا کہ کھا اور کھلا دے ماما

کوئی تو لیوے گا چھین تجھ سے تو جوڑ حشمت پناہ لاکھوں

یہ مصرع سوز سن کے حاتم کہے ہے ناصح سے اے عزیزو

(۲)
امید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

میر سوز :
=======

گذر گئے اس جہان سے یارو فقیر و امراء و شاہ لاکھوں

طریق پر کوئی کوئی آیا و گرنہ بھٹکے ہیں راہ لاکھوں

بلا تردد ، بلا تامل ، بلا تصنع ، بلا تعلی

امید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

یہ گیروا پوش کیوں پھرے ہیں کوئی تو اتنا سا جا کے پوچھو

مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں داد خواہ لاکھوں

قتیل مژگاں کی گور پر کل نظر پڑا دور سے نشان اک

جو پاس جاکر کیا تفحص، نکلتے تھے نالہ آہ لاکھوں

---

(۲) شاہ حاتم ، " حالات و کلام " ، صفحات ۳۳-۲۳۲

ادھر سے آتا ھے تیغ در دست ادھر سے جاتا ھوں میں بھی بدست

ادھر کئے قتل کا وہ ساماں ادھر ھوں عذر خواہ لاکھوں

زباں اپنی سنبھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ھے

مجھے نہیں ایک کی تحمل سناتا ھے خواہ مخواہ لاکھوں

کسی نے اس کو جتا کے پوچھا کہ دیکھئو سوز کیا یہی ھے

مجھے جو دیکھا تو ھنس کے بولا پھرے ھیں ایسے تباہ لاکھوں

اسی طرح درد کے مصرع طرح پر حاتم (۷) ، خواجہ میر درد ، فغاں اور سودا اور

سوز کی غزلوں کا تقابلی مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں ھوگا -

شاہ حاتم زمین محمد رفیع سودا در (۱۱۶۸ ھجری مطابق ۱۷۵۴ ع) :

نے شکوہ مند دل سے نہ از دست دیدہ ھوں اس بخت نارسا سے اذیت کشیدہ ھوں

کو خندہ ، کو تبسم ، وکو فرصت سخن اس انجمن میں ، میں لب حسرت گزیدہ ھوں

نے کام کا کسی کے نہ مجھ کو کسی سے کام حیران ھوں کسی لیے میں یہاں آفریدہ ھوں

ھستی کو نے ثبات ، نہ جینے کا اعتماد اس کی امید پر کوئی دم آرمیدہ ھوں

یاران زمانے کو جو کروں تم سے اختلاط اس دشت میں ، میں وحشی ازخود رمیدہ ھوں

کیا پوچھتے ھو درد کو حاتم کے دوستاں جو کچھ کہ ھوں سو ھوں غرض آفت رسیدہ ھوں

خواجہ میر درد (۸) :

مژگان تر ھوں یا رگ تار بریدہ ھوں جو کچھ کہ ھوں سو ھوں ، غرض آفت رسیدہ ھوں

---

(۷) شاہ حاتم ، " محولہ بالا" ، صفحہ ۲۳۲

(۸) درد ، خواجہ میر ، " دیوان درد " (مرتبہ) خلیل الرحمن داؤدی ، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاھور ، ۱۹۶۲ ع ، صفحہ ۳۷

کھینچے ہے درد آپ کو میری فروتنی　　　افتادہ ہوں بہ سایۂ قد کشیدہ ہوں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار　　　ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط　　　پر آہ میں تو موج نسیم وزیدہ ہوں

چاہے ہے یہ مری تپش دل کے بعد مرگ　　　کنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے

میں غمزدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

محمد رفیع سودا (۹) :

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں　　　میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

گریاں بہ شکل شیشہ و خندہ بہ طرز جام　　　اس مے کدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

تو آپ سے فلاں زد عالم ہے ورنہ میں　　　یک حرف آرزوئے بلب نا رسیدہ ہوں

کوئی تو پوچھتا ہو تو کس پر ہے دادخواہ　　　جوں گل ہزار جا سے گریباں دریدہ ہوں

تیغ نگاہ چشم کا تیرے رہیں حریف　　　ظالم میں قطرۂ مژۂ خوں چکیدہ ہوں

کس سے کروں میں دعوی دل جا کے اے خدا!　　　دل دادۂ زلف رخ دلبر شدیدہ ہوں

کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن میں تو　　　خون جگر میں، میں بھی تو دامن کشیدہ ہوں

غافل ہے کیوں ترا مری فرصت سے گوش دل　　　اے بے خبر میں نالۂ حلق بریدہ ہوں

میں کیا کہوں کہ کون ہوں، سودا بقول درد　　　جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

اشرف علی فغاں (۱۰) :

نے دادخواہ ہوں نہ گریباں دریدہ ہوں　　　خستہ جگر ہوں چاشنیٔ غم چشیدہ ہوں

---

(۹) کلیات سودا، صفحہ ۱۱۲

(۱۰) دیوان فغاں، ۱۱۲

مانند اشک پردۂ دل ہے مرا مقام آیا ہوں راہ دور سے محنت کشیدہ ہوں

محروم رہ گیا تری بوس و کنار سے حسرت بھرا ہوں دست تاسف گزیدہ ہوں

ہاتھوں سے غیر کے تری زانو پہ جوں کمان گو سر جھکا رہا ہوں و لیکن کشیدہ ہوں

کیا خاک سبز ہو مرا داغ جگر فغان

میں موسم خزان میں گل نو دمیدہ ہوں

میر سوز :

برق تپیدہ یا شرر برجہیدہ ہوں جس رنگ میں ہوں میں غرض از خود دمیدہ ہوں

عنقا ہوں یا ہما ہوں، وگر ہوں مسیح و خضر آبادی جہان سے عزلت گزیدہ ہوں

منت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار جوں سرو باغ دہر میں دامن کشیدہ ہوں

پہلو نشین کے غم سے جگر میں ہے خار خار مانند گل کے بسمل درخون تپیدہ ہوں

اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں

اے اشک و آہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر بریدہ ہوں

غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں ہاں اہل دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

صیاد اپنا دام اٹھالے کہ جوں صبا ہوں تو چمن میں پر گل عشرت نہ چیدہ ہوں

ہاں سوز میرے شعر بھی شیریں نہ ہوں سو کہیں

تو جانتا نہیں لب دلبر مکیدہ ہوں

۷- محمد علی حشمت (...... تا ۱۱۶۲ ھجری مطابق ۱۷۴۸ ع) :

محمد علی بیگ قبول کے شاگرد اور میر عبدالحئی تابان کے استاد تھے - روھیلوں کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے -

۸- میر سعادت علی خان ، سعادت :

امروہہ کے رہنے والے تھے یہ فخر ان کو حاصل ہے کہ وہ میر تقی میر کے استاد تھے۔

۹- حضرت مظہر جان جاناں (۱۱/ رمضان، ۱۱۱۵ھجری مطابق ۳۰/جنوری، ۱۷۰۳ء تا ۲/ محرم، ۱۱۹۵ھجری مطابق ۲/ جنوری، ۱۷۸۱ء)

حضرت مظہر جان جاناں کا خاندان ہمایوں کے زمانے سے حکومت مغلیہ کا وفادار تھا۔ حضرت مظہر کے والد مرزا جان عالمگیری امراء میں سے تھے آزاد کی روایت کے بموجب حضرت مظہر کا نام ان کے والد نے جان جاناں تجویز کیا تھا - جو بعد میں جان جاناں ہوگیا۔ مرزا جان جو علم دوست امیر تھے انھوں نےحضرت مظہر جان جاناں کی تعلیم پر خاص توجہ دی حضرت مظہر نے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ فنون سپاہ گری میں بھی کمال حاصل کیا - علم حدیث میں آپ کو کمال حاصل تھا - ابتدائی عمر ہی سے آپ اپنے زہد و اتقا کے باعث بہت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے - اٹھارا سال کی عمر میں طریقہ نقشبندیہ کے اعمال و اشغال حاصل کر کے ولایت کے منصب پر فائز ہوے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا -

مرزا صاحب اپنی شہادت تک جویاں حق کی رہنمائی فرماتے رہے دور/دور سے لوگ اپنی اصلاح کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے - راہ طریقت و شریعت میں قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے شاعری سے بھی دل چسپی لی - عشق الٰہی کی جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ اشعار کے سانچے میں ڈھلنے لگی - آپ نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا اپنے ذوق سلیم اور وجدان کے ذریعہ فن شاعری میں اتنا کمال حاصل کیا کہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے نامور شعراء میں شمار کئے جانے لگے اگرچہ آپ نے اردو شاعری کی طرف کم توجہ کی لیکن جو کچھ بھی کہا وہ عہد ساز ثابت ہوا -

ولی نے اردو شاعری کا جو اسلوب قائم کیا تھا ۔ شمالی ہند کے شعرا نے اس کو بڑے بڑے ذوق و شوق سے اپنایا ۔ ولی کے کلام میں دکنی اور ہندی الفاظ کی آمیزش کے باعث زبان میں شستگی اور روانی کی کمی محسوس ہوتی تھی ۔ متروکات بھی ثقالت کا سبب بنتے تھے ۔ شمالی ہند میں اس وقت جس قسم کی اردو رائج تھی وہ دلی کی زبان سے زیادہ شائستہ تھی مگر ولی کے قائم کئے ہوئے اسلوب میں تبدیلی کرنے کی جرات ابھی کسی میں پیدا نہیں ہوئی تھی ۔ حضرت مظہر جان جاناں تھے جنھوں نے ہندی الفاظ اور متروکات کو خارج کیا اور فارسی الفاظ اور فارسی تراکیب کو رواج دے کر زبان میں نکھار اور شائستگی پیدا کی ۔ اگرچہ شروع شروع میں آپ کی مخالفت کی گئی لیکن آخر کار سب کوآپ کی اس تحریک کی افادیت اور اہمیت کا احساس ہوگیا۔ اگر حضرت مظہر جان جاناں یہ ادبی اجتہاد نہ کرتے تو شاید اردو شاعری اتنی جلد ترقی نہ کرسکتی تھی ۔ مصحفی اسی ادبی اجتہاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

" اس دور ابہام گوئی میں میر و مرزا وغیرہ میں سے اگر کسی نے سب سے پہلے اردو ریختہ کو فارسی کے نمونے پر استوار کیا تو وہ آپ ہی ہیں۔" (۱۱)

حضرت مظہر کی اس تحریک کے بعد اردو شاعری کا انداز ہی بدل گیا ۔ برج بھاشا متروکات ، ثقیل اور بوجھل لغات کا استعمال ترک کردیا گیا اور فارسی شاعری کے معیار کو سامنے رکھ کر اردو غزل کی تعمیر کی گئی ۔ لفظی صناعی اور ابہام گوئی کی بدعت کو ختم کردیا گیا۔ صحت مند افکار و خیالات اور صحیح جذبات و کیفیات کی عکاسی غزل کے لیے ضروری قرار پائی ۔ مرزا صاحب کی اس تحریک کوتحریک مظہری کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ اگر مرزا صاحب زبان کی اصلاح کا یہ کام نہ کرتے تو شاید میر و مرزا کی شاعری کا کچھ اور ڈھنگ ہوتا۔

---

(۱۱) ت۔ ہ ، صفحہ ۲۰۳

مرزا جان جاناں کی خانقاہ اگر ایک طرف روحانی تربیت کا مرکز تھی تو دوسری طرف شاعروں کی تہذیب و اصلاح کا گہوارہ بھی تھی - دھلی کے تمام شاعر آپ کے خوشہ چیں اور نیاز مند تھے یقین، بیان، دردمند، توقیر شاگردہی تھے ان کے علاوہ حاتم، درد، میر، سوز، قائم وغیرہ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھتے تھے -

ضابطہ خان کے بعد جب نجف خاں کا اقتدار دھلی میں بڑھا تو روھیلوں پر اپنی دیرینہ دشمنی اور مذھبی تعصب کے باعث سختی کرنے لگا - روھیلے حضرت مظہر کے معتقد اور مرید تھے - اس لیے نجف خان حضرت مظہر کا بھی دشمن ہوگیا - اور ایک ایرانی کے ذریعہ آپ کو شہید کرادیا - لوح تربت پر آپ ھی کا شعر آپ کی معصومیت اور بے گناھی کا آج بھی اعلان کر رہا ھے :-

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے

کہ این مقتول را جز بے گناھی نیست تقصیرے

مرزا صاحب میر سودا اور سوز کے دور کے قائد اور معمار ھیں - اردو شاعری میں تاثیر - دل کشی، آپ ھی نے پیدا کی - آپ کی روش کو دوسرے شاعروں نے اختیار کیا - سوز بھی حلقۂ مظہری کے لیے اجنبی نہ تھے - حضرت مظہر کی ایک غزل میں قافیہ کے تغیر کے ساتھ معمولی تصرف کرتے ہوئے سوز بھی اتباع مظہر میں مصروف نظر آتے ھیں -

حضرت مظہر :

کوئی آزردہ کرتا ھے سجن اپنے کو اے ظالم   یہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جاں اپنا

سوز :

کہا اک روز میں نے کر قسم اس کو کہ سمجھے ھے

میاں غیروں کی نسبت سوز کو تو غم گسار اپنا

لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں، کیا بات ہے اس کی

وہ دولت خواہ اپنا فدوی اپنا جا نثار اپنا

حاتم کی یادداشت کے بموجب محتشم علی خان حشمت کی زمین میں حضرت مظہر، حاتم،

اور سوز کی غزلیں ملاحظہ ہوں :-

حضرت مظہر :

ہم نے توبہ کی ہے اور دھومیں مچاتی ہے بہار

ہائے بس چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور

کیا قیامت ہے کہ موؤں کو ستاتی ہے بہار

نرگس و گل کی کھلی جاتی ہیں کلیاں دیکھئو

آج پھر خوابیدہ فتنوں کو جگاتی ہے بہار

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن سے لیک

جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

شاخ گل ہلتی نہیں یہ بلبلوں کو باغ میں

ہاتھ اپنے کے اشارے سے بلاتی ہے بہار

حاتم - زمین محتشم علی خان حشمت در ۱۱۵۲ھجری مطابق ۱۷۳۹ء

سب طرف ہے شور کچھ طوفان سا لاتی ہے بہار

چھٹ جاؤ آج دیوانوں کو آتی ہے بہار

بلبل نالاں کے خوش کرنے کو اپنا رو دکھا

غنچۂ دل گیر کو آکر ہنساتی ہے بہار

گہہ شگوفے کی طرح کھل کھل کے ہوتی بے حجاب

گاہ چھپ چھپ پردۂ گل میں لجاتی ہے بہار

یا زمانہ پھر گیا یا باؤ کچھ الٹی بہی

تب ہواخواہوں سے اپنا منہ پھراتی ہے بہار

دم غنیمت جان ٹک چل اور گلوں کا دیکھ کر

سیر گلشن کو تجھے حاتم بلاتی ہے بہار

سوز:

عندلیبوں خوش ہو پھر گلشن میں آتی ہے بہار

گل کے تئیں خواب عدم سے اب جگاتی ہے بہار

کیا شگفتہ دلِ فرصت ہے کہ جس پر پھول کر

باغ میں شادی سے پھولے نہیں سماتی ہے بہار

گل کا چٹکارا نہ پوچھو سوچنے کی بات ہے

چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار

قطرۂ شبنم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر

خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار

عاشقو فکر تہی دستی کا کرو گر شوق ہے

گل کو زر دیتی ہے جب گلشن میں لاتی ہے بہار

سوز کیا پھبنے لگے ہے تجھ کو غافل آنکھ کھول

دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

سودا :

جوش سے میرے جنون کی کیا خوش آتی ھے بہار   پیرہن میں گل کے دیہین پھولی سماتی ھے بہار

آشیان باندھے ھے کس امید پر اے عندلیب   آتش گل سے کوئی دن میں جلاتی ھے بہار

کس کو گل گشت چمن کا ھے دماغ اے باغبان   کھینچ کر میرا گریبان یان لے آتی ھے بہار

دل فسردون کو کہان خون گرم کرتا ھے جنون   کیون مجھے ھر سال آ، ناحق ستاتی ھے بہار

شورسن کر ھم نوا کا یون اچھلتا ھے یہ دل   رخصت یک نالۂ اے صیاد جاتی ھے بہار

عارض گل پر نہین شبنم، عرق ھے شرم کا   دیکھ کر میرا جنون یارو لجاتی ھے بہار

کس کی آنکھون سے کہون آتی ھے مستی دیکھکر   اس برس نرگس یہ کیا دھومین مچاتی ھے بہار

خوش رکھو اے عندلیبون اپنے گلشن میں ھمین   خانۂ زنجیر تھا خالی بلاتی ھے بہار

اب خدا حافظ ھے سودا کا مجھے آتا ھے رحم   ایک تو تھا ھی دیوانہ تسپہ آتی ھے بہار

==== ●●●● ====

۱۰- مرزا محمد رفیع سودا ، ۱۱۲۵ ھجری مطابق ۱۷۱۳ء تا ۱۱۹۵ ھجری مطابق ۱۷۸۱ء:

سودا کا خاندان دھلی میں کابلی دروازے کے علاقے میں آباد تھا - سودا کے آباؤ اجداد افغانستان سے دھلی آئے اور وھین سکونت اختیار کرلی سودا کی پیدائش دھلی ھی کے میں ھوئی - سودا کے والد بڑے سوداگر تھے انھون نے اپنے انتقال کے وقت کافی دولت چھوڑی تھی جس کو سودا نے گنوادیا اور اپنی ساری عمر مصاحبت میں گذار دی - وہ حاتم کے شاگرد تھے سودا کی تعلیم کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ھے کہ وہ اس زمانے کے مروجہ علوم پر عبور رکھتے تھے- انھین اس وقت کے امراء کی مصاحبت اور ندیمی کا اعزاز حاصل تھا - عمادالملک جو اس وقت دھلی کی بادشاھت کے سیاہ و سفید کا مالک تھا سودا کا بڑا قدردان تھا - اسی کی وساطت

سے وہ دربار شاہی میں پہنچے اور عالم گیر ثانی کی مدح میں قصیدہ پیش کر کے ملک الشعرائی کا خطاب حاصل کیا - سوز اور سودا کے مراسم دہلی ہی سے بہت گہرے تھے - سودا کی تحریک پر ہی سوز نے کلام موزوں کیا سوز جب فرخ آباد چلے گئے اور اس کے بعد جب سودا بھی وہاں پہنچے تو دونوں دوست محبت اور تعاون کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے رہے - اگرچہ مہربان خان رند اور احمد خان بنگش کے ساتھ سوز کا تعلق قائم ہوچکا تھا لیکن سودا کے دربار فرخ آباد سے متعلق ہونے کے بعد سوز نے سودا ہی کو پیش پیش رہنے دیا - سودا نے نواب احمد خان بنگش کے لیے متعدد تہنیت نامے اور قصیدے لکھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہربان خان رند کی غزلیات پر سوز اصلاح دیتے تھے اور قصائد اور مراثی وغیرہ پر سودا نظر ثانی کرتے تھے - فرخ آباد میں میر سوز اور سودا ایک ساتھ تقریباً تیرہ سال تک رہے - وقت سودا جیسے شخص سے نباہنا کوئی آسان کام نہیں تھا سودا کی ہجو کا نشانہ ان کے دوست بھی بنے لیکن سودا ان کا بہت احترام کرتے تھے اور باہمی ربط و ضبط بہت گہرا تھا -

نواب مہربان خان رند کی سرپرستی میں شعر و سخن کی جو محفلیں جمتی ہوں گی ان میں یہ دونوں بزرگ رونق محفل رہا کرتے ہوں گے - ممکن ہے ان ہی گہرے تعلقات کا یہ سبب ہو کہ سوز اور سودا کی غزلوں میں شائقین امتیاز نہ کرسکے ہوں اور اس طرح سوز کی غزلیں سودا کی کلیات میں جگہ پاگئی ہوں - دیوان سوز کی تدوین کے دوران اس بات کا انکشاف ہوا کہ سوز کی غزلیں سودا کے تخلص کے ساتھ سودا کی کلیات میں موجود ہیں - ویسے بھی علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کلیات سودا میں الحاقی کلام شامل ہے (۱۲) اقتدا حسن[۱۳] لکھتے ہیں:-

" یہ بات اب تسلیم کی جاچکی ہے کہ قائم کا خاصا کلام جو بیشتر حکایات و مثنویات

---

(۱۲) شیخ چاند ، " سودا" مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی ، صفحات ۱۸-۱۱۷

(۱۳) اقتدا حسن ، " کلیات قائم" مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۳

پر مشتمل ہے کلام سودا کے ساتھ شائع ہوگیا ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ وہ کلام ہے جو قائم نے اصلاح کے لیے سودا کے پاس بھیجا تھا - بعد میں کلیات مرتب کرنے والوں نے ان مسودات کو بھی ساتھ ہی شامل کرلیا- دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں تصرف کیا گیا ہے اور جہاں جہاں قائم تھا وہاں بدل کر سودا کردیا گیا ہے-"

قائم کے تخلص میں تو تصرف سے کام لیا گیا - لیکن مہربان خان رند کا کلام تو بغیر کسی تصرف کے سودا کی کلیات میں داخل کردیا گیا ہے - مہربان خان غزلوں میں رند تخلص اختیار کرتے تھے لیکن مراثی میں احتراماً رند کی بجائے مہربان استعمال کرتے تھے چناں چہ کلیات سودا (۱۴) میں مہربان خان رند کی تقریباً اٹھارہ مرثیے شامل ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

اے مہربان خبر نہیں مجھ کو بھی من و عن (۱۵) بیتی جو فاطمہ پہ ہے آگاہ ذوالمنن

کہ سنے والوں کا جنت میں گھر بناتا ہے (۱۶) جزا دے اس کی تجھے مہربان غریب

مہربان کرتی تھیں جب بانو یہ بین (۱۷) تھا عجب ارض و سما میں شور و شین

مہربان غم نے خوش کو جو کیا بحث میں بند (۱۸) کھائی آنے کی محرم میں خوشی کی سوگند

یہ اس دن آرزوے مہربان ہے (۱۹) کہ اس عاصی کو تو بخشائے اصغر

اے مہربان بس کر غم میں حیات اپنی (۲۰) سب ماتموں میں ماتم اعظم حسین ہے

ان کے ماتم میں کہے ہے مہربان (۲۱) ہائے وہ حیدر کے پیارے کیا ہوئے

---

(۱۴) کلیات سودا ، صفحہ ۲۰۵
(۱۵) ایضاً صفحہ ۲۰۵
(۱۶) ایضاً صفحہ ۲۱۱
(۱۷) ایضاً صفحہ ۲۲۳
(۱۸) ایضاً صفحہ ۲۲۵
(۱۹) ایضاً صفحہ ۲۲۷
(۲۰) ایضاً صفحہ ۲۲۸
(۲۱) ایضاً صفحہ ۲۳۱

سنا احوال تم نے اے عزیزان (۲۲) کہیں کیا تم سے آگے مہربان خان

مہربان بیٹے ہے اے کافرو دنیا کے لیے (۲۳) کردیا دین کو تیں اپنے عدم کیا کہتا

کیوں کر لاؤں لہو کے وہ اچھوان سے مہربان (۲۴) نازل ہے کربلا میں بلا ہائے ہائے

مہربان رو رو کے بانو جس گھڑی (۲۵) وا دریغا وا دریغ

غرض مہربان سب کے دشمن سے خون کی ندیاں بہتی ہیں

(۲۶)

جس دم بانو آہ و فغان سے اپنے سجن کو کہتی ہیں

کیوں کر وہ روئے خون کے آنسو سے مہربان (۲۷) کس طرح وہ اس غم سے شب و روز ہو نالاں

ختم کرائے مہربان تو یہ نظم کلام (۲۸) مرثیہ کیا خوب طرح تجھ سے ہوا یہ اتمام

وہ کر اب آگے سخن مہربان ہو خاموش (۲۹) کہ سامعین کے رہیں آج اس قدر تو ہوش

یہ حرف اے مہربان سوز تو جس دم (۳۰) سنے شہر خدا کے منہ سے بہم

مہربان روز شب عرض کرتی تھیں ہر دم یہ سخن (۳۱) سامعوں کے ابر کی صورت برستے تھے نین

طاقت نہیں سننے کی بس اب آگے مہربان (۳۲) خاموش ہو اب تو

سوز کی جو غزلیں کلیات سودا میں درج ہیں ان میں سے بیشتر وہ غزلیں ہیں جو نسخہ ب میں نہیں ہیں - دیوان سوز کا یہ نسخہ کافی پرانا بھی ہے اور مستند بھی ہے

---

(۲۲) کلیات سودا، صفحہ ۲۳۲
(۲۳) ایضاً صفحہ ۲۲۶
(۲۴) ایضاً صفحہ ۲۳۹
(۲۵) ایضاً صفحہ ۲۵۲
(۲۶) ایضاً صفحہ ۲۵۶
(۲۷) ایضاً صفحہ ۲۷۶
(۲۸) ایضاً صفحہ ۲۸۲
(۲۹) ایضاً صفحہ ۲۸۳
(۳۰) ایضاً صفحہ ۳۱۰
(۳۱) ایضاً صفحہ ۳۱۲
(۳۲) ایضاً صفحہ ۲۲۳

اس سے جو غزلیں اس نسخہ میں نہیں ہیں وہ سودا کی ہوسکتی ہیں - لیکن پھر بھی یہ امر یقینی نہیں ہے کیوں کہ قائم اور رند کا کلام سودا کے کلام میں شامل پایا گیا ہے اس لیے زیر نظر غزلوں کو آسانی سے سودا کا قرار نہیں دیا جاسکتا جس طرح قائم کا کلام تخلص کے تصرف کے بعد داخل کلیات کردیا گیا اسی طرح یہ بات سوز کے لیے بھی کہی جاسکتی ہے - سوز اور سودا کا بہت قریبی تعلق تھا دونوں دہلی فرخ آباد اور لکھنؤ میں ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے ، ہوسکتا ہے کہ سوز کی غزلوں کے مسودے سودا کے پاس ہوں اور کلیات سودا کے مرتب کرنے والوں نے ان کو سودا کا کلام سمجھا ہو - سودا اور سوز ، دونوں تخلص اپنی ہیئت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف نہیں - ممکن ہے یہ اشتباہ بھی گذرا ہو اور اس وجہ سے تصرفات کئے گئے ہوں - تاہم تصرف کرنے والوں نے بہت بھونڈے قسم کے تصرف کئے ہیں - بعض جگہ مضمون تلف ہوا ہے کہیں وزن قائم نہ رہ سکا اور اکثر و بیشتر جگہ تعقید لفظی کے عیوب پیدا ہوگئے ہیں - سودا اور سوز کی بیشتر غزلیں ایک ہی طرح میں ہیں - لہذا کلیات سودا میں ایسا بھی ہے کہ سودا کی کسی مخصوص زمین میں کوئی غزل موجود ہے لیکن اسی کے بعد اسی زمین میں سوز کی غزل بھی تخلص کے تصرف کے ساتھ درج ہے - یہ تمام شہادتیں سوز کے حق میں جاتی ہیں اور اسی لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ تمام غزلیں سوز ہی کی ہیں۔

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ دونوں شاعروں کا اپنا اپنا رنگ اور آہنگ ہے - دونوں کی فکر کا دائرہ مختلف ہے اور اس لحاظ سے دونوں کے کلام میں امتیاز قائم کرلینا زیادہ مشکل نہیں لیکن جب ہم ان غزلوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو کام کی دشواری کا اندازہ ہوتا ہے اور قطعی فیصلہ صادر کرنا دشوار ہوجاتا ہے - سوز کی تقریباً ۷۵ غزلیں کلیات سودا میں موجود ہیں ان غزلوں کے مقطعے دونوں شاعروں کے تخلص کے ساتھ درج کیئے جاتے ہیں فرداً فرداً ہر غزل کا جائزہ لیکر یہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کون سی غزل کس شاعر کی ہوسکتی ہے جو محض ایک قیاس

اور اندازہ ہے اصل واقعہ کیا ہے اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے -

(۱) سوز کی غزل نمبر۳ صفحہ ۲ ہوا ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ دہ دم مارا

سودا کی غزل صفحہ ۳ ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا دہ دم مارا

یہ غزل ب میں نہیں ہے صرف ر ع ک میں ہے زبان اور مضمون کے اعتبار سے یہ غزل سودا کی ہوسکتی ہے -

(۲) سوز کی غزل نمبر۲۲ صفحہ ۱۰ سنے ہے سوز تو ملنے کا قصد مت کر یار

سودا کی غزل صفحہ ۱۳ سنے ہے ملنے کا سودا سے قصد مت کر یار

یہ غزل ب میں نہیں ہے ر ع ک میں ہے سودا کے تخلص کے ساتھ پہلے مصرع کی جو ترتیب ہے اس سے شعر زیادہ برمحل ہوجاتا ہے جب کہ سوز کے تخلص کے ساتھ وہ بات پیدا نہیں ہوتی - غزل میں سودا کی مخصوص " لے " بھی محسوس ہوتی ہے - اس غزل کو سودا سے منسوب کیا جاسکتا ہے -

(۳) سوز کی غزل نمبر۳ صفحہ ۱۳ کل تو میں نے یوں کہا داماں پکڑ کو یار کا

سودا کی غزل صفحہ ۷ کل میں سودا یوں کہا داماں پکڑ کر یار کا

یہ غزل ب میں نہیں ہے ر ع ک میں ہے - سوز کی غزل میں مقطع نہیں ہے - سودا کی غزل میں موزوں مقطع موجود ہے - غزل کی اٹھان اور تیور بہت تیکھے ہیں الفاظ اور مضامین کی بندش سے بھی گمان ہوتا ہے کہ یہ غزل سودا ہی کی ہے -

(۴) سوز کی غزل نمبر ۳۲ صفحہ ۱۴ کیا بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں

سودا کی غزل صفحہ ۲۷ آج کیا سودا میں الفت کی خلش تجھ سے کہوں

یہ غزل ب میں نہیں ہے رع ک میں ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوز کا مصرع ——

" خار سا سینہ میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا "

تھا جس پر سودا نے غزل کہی مطلع اور مقطع کے مصرع ثانی ایک ہیں ـــــــ

" کیا بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں "

سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ غزل سودا کی ہے -

(۵) سوز کی غزل نمبر۳۸، صفحہ ۱۲ اے سوز کبھو بزم میں رندوں کے تو آ بیٹھ

سودا کی غزل صفحہ ۳۳ سودا تو کبھو بزم میں رندوں کی تو آ بیٹھ

یہ غزل ب ر، ع، ک میں ہے زبان اور طرز ادا سوز کی ہے اس غزل کو سوز ہی کی

سمجھنی چاہئے -

(۶) سوز کی غزل نمبر۳۶، صفحہ ۱۹ خدا جانے کہ اے سوز اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا

سودا کی غزل صفحہ ۲۶ خدا جانے کہ سودا پڑھ کے اس کو کیا وہ سمجھیگا

یہ غزل ب میں نہیں ہے ر، ک میں ہے - چھٹا شعر کلیات سودا میں مزید ہے - اغلب

یہی ہے کہ یہ غزل سودا ہی کی ہے -

(۷) سوز کی غزل نمبر۰۷، صفحہ ۲۹ دل کو ہوس ہے بوسہ کی اب ان لبوں سے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۳۷ بوسہ کی ان لبوں سے یہ سودا ہوس نہ رکھ

یہ غزل ب ر ع ک میں ہے کوئی خاص بات ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ کہا جاسکے

کہ یہ غزل سوز کی نہیں ہے - سودا کے تخلص کے ساتھ لفظ " یہ " بھرتی کا ہے اور اس سے

بے جا صرف کی نشاندہی ہوتی ہے - یہ غزل سوز ہی کی سمجھنا چاہئے -

(۸) سوز کی غزل نمبر۱۷، صفحہ ۲۹ خلوت سرائے سوز کو پہنچے کبھو نہ سوز

سودا کی غزل صفحہ ۳۲ خلوت سرا کو پہنچے نہ سودا کے بت کدہ

یہ غزل ب میں نہیں ہے صرف ر ک میں ہے - اسلوب کے اعتبار سے یہ غزل سوز کی

معلوم ہوتی ہے - سودا کا تخلص نبھانے میں شعر کا مفہوم مبہم ہوجاتا ہے -

(۹) سوز کی غزل نمبر۷۵، صفحہ۳۱ تو سوز ہائے ہوس کی حسرت سے در گذر

سودا کی غزل صفحہ ۳۶ سودا تو ہائے ہوس کی حسرت سے در گذر

یہ غزل ب میں نہیں ہے صرف ر،گ میں ہے - یہ غزل سوز ہی کی قرار دینی چاہئے۔

(۱۰) سوز کی غزل نمبر۷۹، صفحہ۳۳ کیا کروں اے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

سودا کی غزل صفحہ ۳۶ کیا کروں سودا ہے اس کی اب تو زوروں پر حنا

ہوسکتا ہے کہ یہ غزل سودا کی ہو -

(۱۱) سوز کی غزل نمبر۹ صفحہ ۸۷ تیری خرابے کو خاطر میں کوئی لاتا ہے سوز

سودا کی غزل صفحہ۴۲ تیری خرابے کو سودا لائے کب خاطر کے بیچ

یہ غزل ب ع گ میں ہے - اس کا تیسرا شعر نسخہ ب اور کلیات سودا میں ہے یہ

غزل سودا کے مخصوص رنگ میں ہے اور غالباً سودا ہی کی ہوسکتی ہے -

(۱۲) سوز کی غزل نمبر ۱۰ صفحہ۸۳ کی سیر ملک کی اس سوز نے ولے

سودا کی غزل صفحہ۱۳ کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے

یہ غزل غ ر ع گ میں ہے ب میں نہیں ہے اپنے اسلوب کے اعتبار سے سوز ہی کی

قرار دی جاسکتی ہے -

(۱۳) سوز کی غزل نمبر۱۳ صفحہ۸۴ سبحان سنے جو سوز ترا اب کلام لب

سودا کی غزل صفحہ۱۳ سبحان سنے جو سودا کا شیریں کلام لب

یہ غزل ر ع گ میں ہے ب میں نہیں ہے خیال ہے کہ یہ غزل سوز ہی کی ہے -

(۱۴) سوز کی غزل نمبر ۶ صفحہ۸۹ جلے ہے سوز کا دل شمع دار تیری ہات

سودا کی غزل صفحہ۴۲ جلے ہے سودا کا دل شمع دار تیری ہات

یہ غزل ب - ر - ع - گ میں ہے - یہ غزل سوز ہی کی ہے سودا کا تصرف کیا

گیا ہے کیوں کہ سودا کا " ر ا " وزن سے گرتا ہے -

(۱۵) سوز کی غزل نمبر ۷ صفحہ ۹۰ سچ تو کہہ کس سے کہ میں آج بنے ہی ہے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۴۶ سچ تو کہہ کس سے کہ میں آج سودا ہی ہے ہے

یہ غزل صرف ر ع ک میں ہے انداز سودا کا ہے لہذا سودا ہی سے منسوب کی جاتی ہے-

(۱۶) سوز کی غزل نمبر ۴ صفحہ ۹۶ آیا نظر جو سوز کو جام شراب میں

سودا کی غزل صفحہ ۵۰ آیا نظر جو سودا کو جام شراب میں

یہ غزل ب ر ع ک میں ہے لے اور آہنگ کے اعتبار سے سوز ہی کی غزل ہے -

(۱۷) سوز کی غزل نمبر ۵ صفحہ ۹۷ سجدہ گردانی یہ اس سوز کی مت جا اے شیخ

سودا کی غزل صفحہ ۵۱ سجدہ گردانی یہ سودا سوز کی مت جا اے شیخ

یہ غزل ب - ر - ع - ک تمام نسخوں میں ہے اور سوز ہی کی ہے

(۱۸) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۰۲ ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۵۷ ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک سودا

یہ غزل ب غ ر ع ک میں ہے زبان، تراکیب اور مضمون کے اعتبار سے سودا ہی کی غزل معلوم ہوتی ہے لیکن چوں کہ یہ غزل تمام نسخوں میں موجود ہے خاص طور سے نسخہ ب میں بھی ہے اس لیے اس غزل کو سودا سے منسوب کرنے میں متردد محسوس ہوتا ہے -

(۱۹) سوز کی غزل نمبر ۵ صفحہ ۱۰۳ ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۵۶ ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا

یہ غزل ب غ ر ع ک میں ہے غزل کا چوتھا شعر کسی نسخہ میں نہیں ہے صرف کلیات سودا میں ہے غزل کا مجموعی تاثر سودا کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے - لیکن یہ غزل بھی چوں کہ تمام نسخوں میں موجود ہے اس لیے اس کو بھی سودا کا قرار دینے میں تذبذب ہوتا ہے -

(۲۰) سوز کی غزل نمبر ۸ صفحہ ۱۰۴ یا علی پہنچا ہے تیرے در تلک یہ سوز آج

سودا کی غزل صفحہ ۵۶ یا علی پہنچا ہے سودا در پہ تیرے آپ کے

یہ غزل ب خ ر ع ک تمام نسخوں میں ہے ۔ چھٹا شعر کسی نسخہ میں نہیں ہے ۔

صرف کلیات سودا میں ہے یہ غزل بھی ان ہی وجوہ پر سوز ہی کی قرار دینا پڑے گی جو

نمبر ۱۸ اور ۱۹ میں بیان کئے گئے ہیں ۔

(۲۱) سوز کی غزل نمبر ۷ صفحہ ۱۰۸ مڈبھیڑ جو اس سوز سے کل ہوگئی شیخ

سودا کی غزل ، صفحہ ۵۸ مڈبھیڑ ہی سودا سے یہ ہو جو گئی شیخ

یہ غزل ر ع ک میں ہے دوسرا شعر صرف کلیات سودا میں ہے یہ غزل سودا کی

کہی جاسکتی ہے ۔

(۲۲) سوز کی غزل نمبر ۹ صفحہ ۱۰۹ دونوں جہان میں سوز کا یا مرتضی علی

سودا کی غزل صفحہ ۲۲ سودا کا دو جہان میں یا مرتضی علی

یہ غزل ر ع ک میں ہے چھٹا شعر صرف کلیات سودا میں ہے ۔ خیال ہے کہ یہ غزل

سودا کی ہوگی ۔

(۲۳) سوز کی غزل نمبر ۳۴ صفحہ ۱۲۱ شراب شوق کی جب تک پیا کرے اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۶۵ شراب شوق کی جب تک پیا کرے سودا

یہ غزل ر ع ک میں ہے ب میں صرف دوسرا اور تیسرا شعر ہے سودا کی کلیات میں

مطلع اس طرح ہے :-

شراب سرخ سے لبریز گو ہے یاں ساغر　　جو تو نہیں ہے تو ہے چشم خوں چکاں ساغر

مطلع کے بعد دوسرا شعر یوں ہے :-

یوں ہوں خون دل اپنا تجھے گماں ساغر　　کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہے کہاں ساغر

قرین قیاس یہ ہے کہ یہ غزل سودا ہی کی ہے -

(۲۴) سوز کی غزل نمبر ۳۶ صفحہ ۱۲۲ خدا کے واسطے اے سوز لے نہ اس کا نام

سودا کی غزل صفحہ ۲۲ خدا کے واسطے سودا نہ لے تو اس کا نام

یہ غزل ر ع ک میں ہے شروع کے تین شعر ب میں بھی ہیں - یہ غزل سوز ہی کی ہے -

(۲۵) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۲۶ سو طرح سوز ٹھونگ کے بولا رقیب کو

سودا کی غزل صفحہ ۲۹ سو طرح ٹھونگ بولا ہے سودا رقیب کو

یہ غزل ر ع ک میں ہے یہ غزل سودا کی معلوم ہوتی ہے -

(۲۶) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۲۸ اے سوز جنس دل کے تئیں دے چکے ہم آگ

سودا کی غزل صفحہ ۲۷ سودا یہ جنس دل کے تئیں دے چکے یہ آگ

یہ غزل ب خ ر ع ک میں ہے اور سوز ہی کی غزل ہے

(۲۷) سوز کی غزل نمبر ۲ صفحہ ۱۲۹ بے قدر جب سے جنس وفا ہوگئی ہے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۲۷ سودا ہوئی ہے جنس وفا جب سے بے قدر

یہ غزل صرف ر ع ک میں ہے سودا کا تصرف واضح ہے - یہ غزل سوز ہی کی ہے -

(۲۸) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۳۲ دل زلف و رخ یار میں کیوں کر نہ پھرے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۳۷ دل زلف و رخ یار میں سودا نہ پھرے کیوں

یہ غزل ر ع ک میں ہے پانچواں چھٹا اور ساتواں شعر کلیات سودا میں ہے - گمان غالب یہی ہے کہ یہ غزل سودا ہی کی ہے -

(۲۹) سوز کی غزل نمبر ۴ صفحہ ۱۳۲ کھٹکے ہے دل میں سوز کے اس شوخ کی مونہ

سودا کی غزل صفحہ ۳ ۷ سودا کے دل میں کھٹکے ہے اس شوخ کی ہوس

یہ غزل ر ع ک میں ہے سوز کے مقطع میں " کھٹکے ہے مونہ " اور سودا کے مقطع میں

" کھنچے ہے ہوس " ہے - ظاہر ہے کہ غزل سوز کی ہے اور سودا کا تصرف بے جا ہے -

(۳۰) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۳۲ اوقات ہر طرح سے بخوبی گذر ہوں سوز

سودا کی غزل صفحہ ۷۵ سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح

یہ غزل غ ر ع ک میں ہے اور سوز ہی کی ہے -

(۳۱) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۳۵ سوز ایسے یار سے معلوم ہو نا مدعا

سودا کی غزل صفحہ ۷۲ مدعا سودا نہ ایسے یار سے معلوم ہو

یہ غزل غ ر ع ک میں ہے غزل کا موڈ بتاتا ہے کہ غزل سوز ہی کی ہے -

(۳۲) سوز کی غزل نمبر ۲ صفحہ ۱۳۶ مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوز کے

سودا کی غزل صفحہ ۷۸ مردوں کی بات ایک ہے سودا سے سن صنم

یہ غزل ر ع ک میں ہے غزل سوز کی ہے -

(۳۳) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۳۷ پہنچا ہے کوئے یار سے قاصد یہ قول سوز

سودا کی غزل صفحہ ۷۷ پہنچا ہے کوئی قاصد سودا بھی یار تک

یہ غزل ر ع ک میں ہے مطلع کے مصرع ثانی کی تکرار ، مقطع میں بھی کی گئی ہے غالباً

سودا نے سوز کے مصرع :

" دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط "

پر غزل کہی ہے اس کی تصدیق سوز کی غزل میں " بقول سوز" سے ہوتی ہے - لہذا یہ غزل

سودا ہی کی سمجھنا چاہئے -

(۳۳) سوز کی غزل نمبر ۶ صفحہ ۱۳۹ شیشہ ہے زیر بغل آبلۂ دل اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۷۸ شیشہ ہے زیر بغل آبلہ دل ہے سودا

یہ غزل رک میں ہے پانچواں شعر کلیات سودا میں مزید ہے - یہ غزل سودا کی ہی ہے -

(۳۵) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۳۹ ہزار سیر کیے شہر شہر کی تو سوز

سودا کی غزل صفحہ ۸۰ ہزار سیر کیے شہر شہر کی سودا

یہ غزل خ ر ع ک میں ہے اور سوز کی ہی ہے -

(۳۶) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۴۰ بادہ یہ سور عرصہ کیا محتسب نے تنگ

سودا کی غزل صفحہ ۸۲ سودا کے واسطے قدح ہنگ ہے وسیع

یہ غزل ر ع ک میں ہے کلیات سودا میں پانچواں شعر مزید ہے - یہ غزل سودا کی شمار کرنا چاہئے -

(۳۷) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۴۱ حسن کو اے سوز دعوی سلطنت کا گر نہیں

سودا کی غزل صفحہ ۸۰ حسن‌کو سودا جو دعوی سلطنت کا اب نہیں

یہ غزل ر ع ک میں ہے اور سوز کی ہے -

(۳۸) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۴۲ آتا ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار

سودا کی غزل صفحہ ۸۲ سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار

یہ غزل ر ع ک میں ہے انداز کے اعتبار سے سودا کی غزل ہے -

(۳۹) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۴۳ طائر کو میں پرواز میں دیکھوں ہوں جب اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۸۳ طائرکو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں سودا

یہ غزل ر ع ک میں ہے اور اسلوب کے لحاظ سے سودا کی غزل ہی ہے-

(۴۰) سوز کی غزل نمبر ۵ صفحہ ۱۴۳ سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعرو

سودا کی غزل صفحہ ۸۳ پوچھنا اشعار کا سودا کے کیا ہے شاعرو

یہ غزل رع ک میں ہے چوتھا شعر کلیات سودا میں ہے زبان سودا ہی کی ہے -

(۴۱) سوزکی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۴۶ اے سوز بھری ہے تری دیوان میں یوسف

سودا کی غزل صفحہ ۸۳ سودا پھرے ھین تیرے دیوان مین یوسف

یہ غزل ر م ک مین ھے سودا کے تصرف سے وزن قائم نہین رھتا - یہ غزل سوز کی ھے-

(۳۲) سوز کی غزل نمبر ۱ صفحہ ۱۵۰ اے سوز کیا کرون مین بیان وفاے اشک

سودا کی غزل صفحہ ۹۱ سودا مین کیا بیان کرون اب وفاے اشک

یہ غزل ب خ ر م ک مین ھے اور سوز ھی کی غزل ھے -

(۳۳) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۵۱ پر دہ دیکھا سوزساھم نے کوئی دل گیر ایک

سودا کی غزل صفحہ ۹۰ پر دہ دیکھا ھم نے سودا سا کوئی دل گیر ایک

یہ غزل ر م ک مین ھے انداز سودا کا معلوم ھوتا ھے -

(۳۴) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۵۱ شعلہ و صاعقہ و برق خس یار اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۹۰ شعلہ و برق و تجلی و شر اے سودا

یہ غزل ر م ک مین ھے سودا کا خاص رنگ ھے - یہ غزل سودا کی ھے - مقطع سے بھی اس امر کا پتا چلتا ھے کہ ناحق سوز کا تخلص نبھانے کے لیے " صاعقہ و برق " ھم معنی لفظ غیر ضروری طور پر جمع کردیئے گئے سودا کا مقطع زیادہ بہتر ھے -

(۳۵) سوز کی غزل نمبر ۱۴ صفحہ ۱۶۱ اے سوز ھے جو کچھ تری گفتار آج کل

سوداکی غزل صفحہ ۵۶ سودا سے ھے جو کچھ تری گفتار آج کل

یہ غزل ب ح ر م ک مین ھے اور سوز کی ھی قرار دی جاسکتی ھے -

(۳۶) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۱۶۶ خوشی ھے سوزکوکب حور کی نسبت سے اے واعظ

سودا کی غزل صفحہ ۹۵ خوشی سوداکو کب ھے حور سے نسبت کی اے واعظ

یہ غزل ر م ک مین ھے آٹھوان شعر کلیات سودا مین مزید ھے - یہ غزل منور کی ھے-

(۴۷) سوز کی غزل نمبر۴ صفحہ ۱۶۶ تھے وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے

سودا کی غزل صفحہ ۹۹ سودا تھا وقت نزع کے کلمہ کا منتظر

یہ غزل ر ع ک میں ہے کلیات سودا میں دوسرا شعر مزید ہے - اسی زمین میں سوز کی ایک غزل صفحہ پر ہے اس کو دیکھ کر اور دونوں کے اسلوب کاموازنہ کرنے کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ غزل سودا کی ہے -

(۴۸) سوز کی غزل نمبر۱۳ صفحہ ۱۷۰ شعلہ اٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۹۹ سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو

یہ غزل ر ع ک میں ہے غزل سوز کی ہے -

(۴۹) سوز کی غزل نمبر ۶ صفحہ ۱۶۴ دیکھا نہ تونے عشق کے کوچے میں حال سوز

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۷ دیکھا نہ حال سودا کا کوچے میں عشق کے

یہ غزل ب خ ر ع ک میں ہے یہ غزل سوز ھی کی ہے -

(۵۰) سوز کی غزل نمبر۱۴ صفحہ ۱۷۶ کرتا ہے دید سوز یہ ہر آن ہر کہیں

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۵ سودا کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہیں

یہ غزل خ ر ع ک میں ہے یقینی طور پر یہ غزل سوز کی ہے-

(۵۱) سوز کی غزل نمبر۲۱ صفحہ ۱۸۰ اے سوز میں بدون تبھی ان کی قراولی

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۸ سودا تبھی بدون کا میں کار قراولی

یہ غزل ح ر ع ک میں ہے یہ غزل سوز کی ہے -

(۵۲) سوز کی غزل نمبر۳۲ صفحہ ۱۸۲ ہرگز نہ ماں سوز تو واعظ کی گفتگو

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۷ سودا نہ مان ایسے تو واعظ کی گفتگو

یہ غزل ح ر ع ک میں ہے سوز کا مقطع درست ہے غزل سوز ھی کی ہے -

(۵۳) سوز کی غزل نمبر ۳۶ صفحہ ۱۵۶ اے سوز دخت رز کو نہ اتنا تو منہ لگا

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۳ سودا تو دخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا

یہ غزل ر ع ک میں ہے یہ غزل بھی سوز کی معلوم ہوتی ہے -

(۵۴) سوز کی غزل نمبر ۱۱ صفحہ ۱۷۵ اے سوز عاشقی میں ثابت قدم ہی رہنا

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۶ سودا تو عاشقی میں ثابت قدم ہی رہنا

یہ غزل ب غ ر ع ک میں ہے غزل سوز کی ہے -

(۵۵) سوز کی غزل نمبر ۲۷ صفحہ ۲۳۷ میر سوز کو ناصح تری یہ بند کیوں کر ہو

سودا کی غزل صفحہ ۱۳۱ اثر سودا نشین ناصح تری یہ بند کیوں کر ہو

یہ غزل ر ع ک میں ہے غزل سودا کی معلوم ہوتی ہے -

(۵۶) سوز کی غزل نمبر ۳ صفحہ ۲۵۷ بوسہ بزور لے کے کہا ہم سے سوز نے

سودا کی غزل صفحہ ۱۳۹ بوسہ بزور لے کہا سودانے اس سے یہ

یہ غزل ر ع ک میں ہے ہوسکتا ہے کہ یہ غزل سودا کی ہو -

(۵۷) سوز کی غزل نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ آ خدا کے واسطے مت سوز کو ہردم ستا

سودا کی غزل صفحہ ۱۳۹ آ خدا کے واسطے سوداکو ہردم مت ستا

یہ غزل ب ر ع ک میں ہے غزل سوز کی ہے -

(۵۸) سوز کی غزل نمبر ۳۱ صفحہ ۲۸۱ زندگانی سوز کو بن یار کرنا شاق ہے

سودا کی غزل صفحہ ۱۳۹ زندگی سوداکو اب بے عشق کرنی شاق ہے

یہ غزل ب ج ر ع ک میں ہے - یہ بھی سوز کی غزل ہے -

(۵۹) سوز کی غزل نمبر ۳۹ صفحہ ۲۸۳ جسے اے سوز صوفی سن کے یاں میں مست ہوجاے

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۲ جسے سن کرکے سودا یاں میں صوفی مست ہوجاے

یہ غزل ر گ میں ہے ممکن ہے یہ غزل سودا کی ہو -

(۲۰) سوزکی غزل نمبر ۳۱ صفحہ ۲۸۵ پوچھا جومیں پیر سوز سے ہاتھ اس کے بکے کا

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۳ پوچھا جومیں سودا سے کہ ہاتھ اس کے بکے کا

یہ غزل ر ع گ میں ہے - قریب قیاس یہ ہے کہ یہ غزل سوز کی ہے-

(۲۱) سوز کی غزل نمبر ۴۵ صفحہ ۲۸۷ شعر و سخن یہ سوز کے موقوف کچھ نہیں

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۲ شعرو سخن تو سودا پہ موقوف کچھ نہیں

یہ غزل ر گ میں ہے مضمون اور قوافی وغیرہ سے غزل سودا کی معلوم ہوتی ہے -

(۲۲) سوز کی غزل نمبر ۴۶ صفحہ ۲۸۸ دام کچھ سوز کے ہیں پرگرۂ زلف کے بیچ

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۵ دام سودا کے ہیں کچھ پرگرۂ زلف کے بیچ

یہ غزل رگ میں ہے یہ بھی سودا کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے -

(۲۳) سوز کی غزل نمبر ۵۰ صفحہ ۲۸۹ آب ہوجاوے ہیں زہرۂ فولاد اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۱۶۱ آب ہوجاتا ہے فولاد کا زہرا سودا

یہ غزل رگ میں ہے تیسرا شعر کلیات سودا میں مزید ہے - یہ غزل بھی سودا کی ہے-

(۲۳) سوز کی غزل نمبر ۵۱ صفحہ ۲۹۰ عاشقی کرنا کٹھن ہے سوز اس اسلوب کی

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۹ عاشقی سودا کٹھن ہے کرنی اس اسلوب کی

یہ غزل ر گ میں ہے سودا کے مقطع میں تعقید لفظی کے باعث یہ گمان ہوتا ہے کہ

یہ غزل سوز کی ہے -

(۲۵) سوز کی غزل نمبر ۵۳ صفحہ ۲۹۱ جتنے ہیں کام تیرے سوجب خدا کو اے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۱ جتنے ہیں کام ترے سوجب خدا کو سودا

یہ غزل رگ میں ہے دوسرا اور آٹھواں شعر کلیات سودا میں مزید ہے - ہوسکتا ہے

کہ یہ غزل سودا کی ہو -

(۶۶) سوز کی غزل نمبر۵۵ صفحہ۲۹۲ راہ عدم بھی زور ہے اے سوز جس کے بیچ

سودا کی غزل صفحہ۱۵۵ راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جس کے بیچ

یہ غزل ر ع ک میں ہے دوسرا اور چوتھا شعر کلیات سودا میں مزید ہے - غزل سودا کی معلوم ہوتی ہے -

(۶۷) سوز کی غزل نمبر۵۶ صفحہ۲۹۲ کام اس گلی میں سر سے گذرنا ہے سوز کا

سودا کی غزل صفحہ۱۵۶ کام اس گلی میں سر سے یہ سودا گذرچکا

یہ غزل ب ر ع ک میں ہے یہ غزل سوز کی ہے-

(۶۸) سوز کی غزل نمبر۵۹ صفحہ۲۹۳ دستار شیخ جی کی تو اے سوز بچ رہی

سودا کی غزل صفحہ۲۰۳ دستار شیخ جی کی تو سودا کو بچ رہی

یہ غزل ع ک میں ہے ردیف اور قافیہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غزل سودا کی ہے-

(۶۹) سوز کی غزل نمبر۴۳ صفحہ۲۹۵ یہ سوز مگر طوطئی گلزار ہنر ہے

سودا کی غزل صفحہ۱۵۳ سودا یہ مگر طوطی گلزار ہنر ہے

یہ غزل ر ک میں ہے - یہ غزل بھی سودا ہی کی معلوم ہوتی ہے -

(۷۰) سوز کی غزل نمبر۸۰ صفحہ۳۰۱ سرشک سوز کو تک دیکھ کیا کیا موج مایہ ہے

سودا کی غزل صفحہ۱۶۳ عبث تو سیر میں دریا کے مت اوقات کھو سودا

یہ غزل ب ر ک میں ہے غزل سوز کی ہوسکتی ہے -

(۷۱) سوز کی غزل نمبر۸۱ صفحہ۳۰۲ سوز کی ہرگز سبک وضعی یہ اے ناصح نہ جا

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۲ اب تو سودا کی سبک وضعی یہ اے ناصح نہ جا

یہ غزل ر ک میں ہے پانچواں شعر کلیات سودا میں مزید ہے - یہ غزل سودا کی ہے-

(۷۲) سوز کی غزل نمبر۹۲ صفحہ ۳۰۶ غم خوار سوز کا بھی دل تھا سو میں لیا

سودا کی غزل صفحہ ۱۲۲ سودا سے غم گسار کا تھا دل سو میں لیا

یہ غزل ر ک میں ہے اور واضح طور پر سوز کی ہے -

(۷۳) سوز کی غزل نمبر۱۳۵ صفحہ ۳۲۵ مستوں کے سخن ہم کو اے سوز بہت بھائے

سودا کی غزل صفحہ ۱۳۸ مستوں کا سخن ہم کو سودا یہ بہت بھایا

یہ غزل ر ک میں ہے اسی زمین میں سودا کی ایک غزل کلیات میں صفحہ ۱۳۸ پر

درج ہے لہذا یہ غزل سوز ہی کی ہے -

(۷۴) سوز کی غزل نمبر۱۶۴ صفحہ ۳۳۱ ہمیشہ یار کے پیچھے لگا پھرے ہے سوز

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۱ ہمیشہ یار کے پیچھے لگا پھرے سودا

یہ غزل ر ک میں ہے کلیات سودا میں آٹھواں شعر مزید ہے - یہ غزل سوز ہی کی

ہونی چاہئے -

(۷۵) سوز کی غزل نمبر۱۷۵ صفحہ ۳۳۶ اے سوز کیا طلسم زمانہ کا اعتبار

سودا کی غزل صفحہ ۱۵۳ سودا ہے کیا طلسم زمانہ کا اعتبار

یہ غزل ر ک میں ہے پانچواں شعر کلیات سودا میں مزید ہے - یہ غزل سوز ہی کی

معلوم ہوتی ہے -

ذیل میں سودا، حاتم، میر، اور سوز کی طرحی غزلیں نقل کی جاتی ہیں جو غالباً

دہلی کے کسی مشاعرہ میں ۱۷۵۲ء میں پڑھی گئیں :-

سودا: (۳۳)

بے وجہ آئینہ نہیں برباد دیکھنا کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا

---

(۳۳) کلیات سودا، صفحہ ۲۲

نرگس کی طرح خاک سے میری اگی ہے چشم تک آن کے بہ حسرت و دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے جرم دل کے صید پر اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقد جان دید ترا پر بہی ہر دھن جی جائے مار ہے ، مجھے یک بار دیکھنا

اے طفل اشک ہے فلک هشت میں یہ عرش آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا میں زبان سے ہو بہی اظہار دیکھنا

ہر نقش پا پہ تڑپے ہے پارو ہر ایک دل تک واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سودا سے اختلاط کوئی لہو آگئی تو مرے یار دیکھنا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں تو بھی تک اس کو جاکے ستم گار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر نے سخن نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبہ احزان میں روز و شب تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جاکے اس گلی کو جہان تھا ترا گذار لے صبح تا شام کتنی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو بہر شوق پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روز هجر کو پر جو خدا دکھائے سو نا چار دیکھنا

میر: (۳۴)

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

کیسا چمن کہ ہم سے اسیروں کو منع ہے عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

آنکھیں چرائیو نہ تک ابر بہار سے میری طرف بھی دیدۂ خوں بار دیکھنا

اے ہم سفر نہ آبلے کو پہنچے چشم تر لاگا ہے میرے پاؤں میں آ خار دیکھنا

ہونا نہ چار چشم دل اس ظلم پیشہ سے هشیار ، زینہار ، خبردار دیکھنا

---

(۳۴) کلیات میر، صفحہ ۱۵۶

صیاد دل ہے داغ جدائی سے رشک باغ تجھ کو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا

گر زمزمہ یہی ہے کوئی دن تو ہم صفیر اس فصل ہی میں ہم کو گرفتار دیکھنا

بلبل ہمارے گل پہ نہ گستاخ کر نظر ہوجائے گا گلے کا کہیں ہار دیکھنا

شاید ہماری خاک سے کچھ ہو بھی اے نسیم غربال کر کے کوچۂ دلدار دیکھنا

اس خوش نگہ کے عشق سے پرہیز کیجو میر جاتا ہے لے کے جی ہی یہ آزار دیکھنا

حاتم : (۳۵)

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا

گھر تو تب آیے خوش کہ میرے پاس ہو تو جان ورنہ چہ فائدہ در و دیوار دیکھنا

سیر چمن کی دل کو مرے آرزو نہیں حسرت ہے مجھ کو وہ گل بے خار دیکھنا

دیکھے تھا دور سے میں اسے چھپ کے ایک روز (ق) نظروں میں پا گیا وہ ستم گار دیکھنا

میں اپنے دل میں ڈر کے وہاں سے نکل چلا اس نے کہا پکار کے یک بار دیکھنا

جانے نہ پاوے اس کو جہاں ہووے تہاں سے لاؤ گھر میں نہ ہو تو کوچہ و بازار دیکھنا

ناگاہ ہاتھوں ہاتھ مجھے سب نے آلیا اس وقت میں ہوا نہ کوئی یار دیکھنا

رسوا و خوار، خستہ و مجروح و ناتواں بے بس اسیر و بے کس و بیمار دیکھنا

اب تو چلا ہوں جو مری قسمت میں ہو سو ہو یا چھوٹنا ہے، یا دم تلوار دیکھنا

لےجاکے دست بستہ مجھے عرض سب نے کی اے جرم بخش عاشق غم خوار دیکھنا

حاتم کے تئیں جو حکم کیا تھا سو اس گھڑی حاضر ہے روبرو ہے گناہ گار دیکھنا

سن کر کہا کہ پہنچا تو اپنی سزا کے تئیں میری طرف تھا کیا تجھے درکار دیکھنا

تقصیر تو ہوئی میں کہا ورنہ جان من کس کو خوش آوتا تھا یہ آزار دیکھنا

---

(۳۵) شاہ حاتم ، کلام حاتم ، صفحہ ۲۳۶

کہنے لگا کہ مصرع سودا نہیں سنا   جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

سیف:

بلبل کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا   اپنے ہی من میں پھولے گی گلزار دیکھنا

نازک ہے دل نہ ٹھیس لگا ناز سے کہیں   غم سے بھرا ہوا ہے یہ غم خوار دیکھنا

شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی   غیروں کے ساتھ شوق سے دیدار دیکھنا

سودا کی بات بھول گئی تجھ کو سیف حیف   جو کچھ خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا

۱۱- میر عبدالحئی تاباں (۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۷۱۸ء تا ۱۱۶۳ھجری مطابق ۱۷۵۰ء):

دھلی کے معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے تذکرہ نگاروں نے ان کے حسن و جمال اور طرح داری کی تعریف میں صفحات سیاہ کردیے ھیں - کہتے ھیں کہ اپنے حسن کی نمائش کے لیے سیاہ لباس پہن کر مکان کی چھت پر بیٹھتے رہتے اور مشتاقان دید کا ھجوم لگا رھتا - شروع میں حاتم سے مشورۂ سخن کیا - (۳۶) لیکن مستقلاً وہ محمد علی حشمت سے شرف تلمذ رکھتے تھے - مرزا مظہر جان جاناں کے ھاں بسلسلہ شعر و سخن اٹھنا بیٹھنا تھا - تذکروں سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کی سیرت اور کردار قابل تعریف نہ تھا - مے نوشی کثرت سے کرتے تھے - وفات سے پہلے مے نوشی سے توبہ کرلی تھی - لیکن ترک مے کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رھے - تاباں کے کلام میں سادگی اور شیرینی ، بے ساختگی اور تاثیر بلاکی پائی جاتی ھے - اگرچہ وہ حضرت مظہرجاناں کے شاگرد نہ تھے لیکن ان کے فیض صحبت سے ان کی زبان نکھر گئی تھی - یہ کہنا بے جا نہ ھوگا کہ تحریک مظہری کے اثرات ان پر بھی طرح پڑے تھے - دھلی کے ادبی حلقے میں اچھی طرح جانے پہچانے جاتے تھے - اشرف علی فغاں کی زمین میں تاباں، حاتم، فغاں،

---

(۳۶) تاباں، میرعبدالحئی، "دیوان تاباں" (مرتبہ) مولوی عبدالحق، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ھند (اورنگ آباد)، ۱۹۳۵ء، صفحہ ۱

میر درد، حسن اور میر سوز کی غزلیں تقابلی مطالعہ کے لیے باعث دل چسپی ہیں - یہ غزلیں کسی طرحی مشاعرے کے لیے کہی گئی تھیں اور حاتم کی غزل پر جو یادداشت درج ہے اس سے ان ۲ سال تصنیف ۱۱۶۲ھجری مطابق ۱۷۴۹ء معلوم ہوتا ہے -

تاباں : (۳۷)

خوباں سے اگر مجھ کو سروکار نہ ہوتا	تو دل کو مرے ہائے کچھ آزار نہ ہوتا
دل بستگی زلف اگر دل کو نہ ہوتی	تو دام بلا میں یہ گرفتار نہ ہوتا
مژگاں نہ تری کھینچتیں گر دل کو مرا کے	تو کوئی تری چشم کا بیمار نہ ہوتا
یوسف کی کبھو گرمئی بازار نہ ہوتی	گر اس کا زلیخا سا خریدار نہ ہوتا
غم سایہ طوبیٰ کا مرے دل سے نہ جاتا	گر مجھ کو ترا سایہ دیوار نہ ہوتا
تاریک ہی رہتا یہ مرا کلبۂ احزاں	گر یار مرا شمع شب تار نہ ہوتا
تاباں نے تمنا میں تری جی کو دیا ہائے	گر رحم جو کرتا تو گنہ گار نہ ہوتا

حاتم : (۳۸) زمین کو کہ خان فغاں در ۱۱۶۲ھجری مطابق ۱۷۴۹ء

گر تجھ سے دل آزار سے دل یار نہ ہوتا	تو ہم کو کسی طرح کا آزار نہ ہوتا
کچھ حسن کی ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت	جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا
اسرار حقیقت کے سر افرازوں کا منصور	سردار نہ ہوتا تو سردار نہ ہوتا
شانے کی طرح زلف کے کوچے میں مرا دل	پھرتا جو ترے غم میں گرفتار نہ ہوتا
تو پوچھنے احوال کبھو کاہے کو آتا	حاتم جو ترے عشق میں بیمار نہ ہوتا

---

(۳۷) تاباں، "محولہ بالا"، صفحہ ۱۵

(۳۸) شاہ حاتم، حالات و کلام" و صفحہ ۱۲۶

فغاں :(۳۹)

عالم میں اگر عشق کا بازار نہ ہوتا — کوئی کسی بندہ کا خریدار نہ ہوتا

ہستی کی خرابی جو نظر آتی عدم میں — اس خواب سے ہرگز کوئی بیدار نہ ہوتا

کہتا ہے تجھے خاک نہ دوں غیر اذیت — یہ دل میں اگر تھی تو مرا یار نہ ہوتا

معلوم کسے تھی یہ تری خانہ مزاجی — میں جانتا ایسا تو گرفتار نہ ہوتا

دیتے تری مجلس میں اگر راہ فغاں کو — اس شخص سے ہرگز کوئی بے زار نہ ہوتا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمئی مجلس — مرتے اگر ہم سایۂ دیوار نہ ہوتا

اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے — پھر چاہیے تسبیح میں زنار نہ ہوتا

ظالم مرے حاسد کی توشادی تھی اسی میں — یعنی مجھے در تک بھی ترے بار نہ ہوتا

خواجہ میر درد :(۳۰)

زلفوں میں کسو کی جو گرفتار نہ ہوتا — کچھ کام ~~تجھ~~ مجھے تجھ سے شب تار نہ ہوتا

مرنا ہی لکھا ہے مری قسمت میں عزیزاں — گر زندگی ہوتی تو یہ آزار نہ ہوتا

حسن :(۳۱)

گر عشق سے کچھ مجھکو سروکار نہ ہوتا — تو خواب عدم سے کبھی بیدار نہ ہوتا

یارب میں کہاں رکھتا ترا داغ محبت — پہلو میں اگر میرے دل زار نہ ہوتا

دنیا میں تو دیکھا نہ سوائے غم و اندوہ — میں کاش کے اس بزم میں ہشیار نہ ہوتا

---

(۳۹) دیوان فغاں، صفحہ ۷۱

(۳۰) درد، خواجہ میر، "دیوان درد" (مرتبہ) خلیل الرحمن داؤدی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۲ء، صفحہ ۲۸

(۳۱) حسن، میرحسن، "دیوان میرحسن"، مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، صفحہ ۳

واللہ کہ میں بھرکے نظر دیکھ نہ سکتا تو ھی مری آنکھوں میں اگر یار نہ ھوتا

کیوں نامہ پریشاں نہ نکلتا یہ کبھی آہ سینے میں جو میرا یہ دل افگار نہ ھوتا

خمیازے بہت کھینچتا پھرتا میں جہاں میں گر تیری ہے عشق سے سرشار نہ ھوتا

کرتا میں حسن قدس کے عالمِ ھی میں پرواز ھستی کا اگر اپنی گرفتار نہ ھوتا

سوز :

زلفوں سے اگر مجھ کو سروکار نہ ھوتا یاں تک تو پریشاں میں اے یار نہ ھوتا

خوگرجو مداوے سے طبیب اپنے کو پاتا تو کہ زیست سے مایوس یہ بیمار نہ ھوتا

اسرار سے کعبہ کے خبر شیخ جو رکھتا بت خانے سے ھرگز اسے انکار نہ ھوتا

کیا دور بشر آن کے یاں لطف اٹھاتا دنیا میں اگر کوئی طرح دار نہ ھوتا

گرآنکھ اٹھتی نہ کسی شوخ سے جاکر تو دل بھی کبھی سوز گرفتار نہ ھوتا

۱۲- خواجہ میر ~~کلا~~ درد (۱۱۳۲ھجری مطابق ۱۷۱۹ع تا ۱۱۹۹ھجری مطابق ۱۷۸۴ع) :

اردو شاعری کے مشہور و معروف استاد اور اپنے وقت کے اھل اللہ میں شمار ھوتے تھے تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی بائیس سال کی عمر میں مسند ارشاد پر متمکن ھوئے آپ کے زمانے میں دھلی پر بڑی بڑی تباھیاں آئیں اور ایک ایک کر کے سب ھی اھل فن ترک وطن کرگئے لیکن خواجہ صاحب بوریۂ درویشی پر جمے رھے -

خواجہ صاحب اردو شاعری کے رنگ محل کے معماروں میں ھیں آپ کا کلام صوفیانہ خیالات کا حامل ھے - اس میں بڑی متانت اور سادگی و دلاویزی ھے ھلکی پھلکی بحروں اور سادہ زبان میں پاکیزہ مضامین بیان کرتے ھیں حضرت مظہر جان جاناں کے بعد آپ واحد شاعر ھیں جن کا کلام ھر قسم کے ابتذال سے مبرا ھے - تصوف کا موضوع کلیتاً آپ نے اپنے لیے مخصوص

کرلیا تھا -

میر سوز اور میر درد کا باھمی تعلق قلبی بھی ہے اور ذھنی و فکری بھی - سوز کے کلام کی سادگی اور اثر آفرینی کی نوعیت ایسی ھی ہے جیسے کہ میر درد کی - سوز جیسے خاموش طبع انسان جس نے ہر طرف سے آنکھ بند کر رکھی تھی خواجہ میر درد سے والہانہ محبت کرتے تھے - ۱۱۹۹ھجری مطابق ۱۷۸۳ع میں جب درد کی وفات کی خبر انھوں نے سنی تو فرط غم سے دلی جذبات اشعار کی صورت میں ڈھل گئے :-

اشک خوں آنکھوں میں آکر جم گئے　　درد کے بھی دیکھنے سے ھم گئے

تو نہ آیا پر نہ آیا ایک بار　　اشک ساں ہر چند ھم شبنم گئے

کوچہ قاتل میں اے دل جان لے　　تجھ کو رھنا ہے تو رہ پر ھم گئے

کس طرح جاتے رھے سب اھل بزم　　جوں غزال آنکھوں کے آگے رم گئے

اشک و آہ و نالۂ و بے طاقتی　　لے کے اپنے ساتھ ایک عالم گئے

شبنم آسا گلشن دنیا میں سوز　　کچھ نہ تھا پر لے کے تیرا غم گئے

ایک دوسرے شعر میں کہتے ھیں :-

اے اھل بزم تم کو وصیت ہے بعد مرگ　　چندے یہ سوز ، درد کے گھر مہمان رھے

اپنے عزیز اور محترم دوست کو یاد کر کے کیسے دل گرفتہ ھوتے ھیں :-

تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا　　اے میر درد صاحب تھے یادگار ھم تم

ایک دوسری جگہ کہتے ھیں :-

میں یہ کہتا تھا کہ ھیں دل کے رفیق اب درد سوز

کیا توقع تھی کہ کونے میں بٹھاکر جائیں گے

اب ذرا درد ، فغان ، اور سوز کی غزلون کا تقابلی جائزہ لیجئے -

درد: [۳۲]

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے   لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونون جہان کی   خطرہ جو ہے سو آئینہ دل پہ زنگ ہے

حیرت زدہ نہین ہے فقط تو ہی آئینہ   یان ٹک بھی جس کی آنکھ کھلی ہے سو دنگ ہے

اس ہستئی خراب سے کیا کام تھا ہمین   اے نشئہ ظہور یہ تیری ترنگ ہے

گل گیرمت پسارده تو شمع کی طرف   اس کی زبان ہی اسے کام دہنگ ہے

کب ہے دماغ عشق بتان فرنگ کا   مجھ کو تو اپنی ہستی مین قید فرنگ ہے

عالم سے اختیار کی ہر چند صلح کل   پر اپنے ساتھ مجھ کو شب و روز جنگ ہے

مین کیا تجھے نظر آتا نہین ہے کیا   اس گلشن جہان کا جو کچھ کہ ڈھنگ ہے

غنچہ شگفتہ ہوبے ہی ہوبے کہ اس مین درد   دیکھا چمن مین جاکے تو کچھ اور ڈھنگ ہے

===※※※===

دیگر

گرنام عاشقی ترے نزدیک ننگ ہے   کرئیے نہ قتل مجھ کو تو پھر کیا درنگ ہے

اس خانمان خراب کو لیجاؤن مین کہان   دل پر تو یہ فضائے بیابان بھی تنگ ہے

تیری درشتیون کو سمجھتا ہون آشتی   تجھکو یہ میرے ساتھ عبث عزم جنگ ہے

کرتا ہے اس قدر تو جفا درد کو عبث   ظالم وہ اپنی جان سے آپ ہی بتنگ ہے

---

(۳۲) درد ، " دیوان درد " ، صفحات ۱۲۱-۸۵

فغاں : (۳۳

اس آئینہ کو گرد کدورت سے زنگ ہے ۔۔۔ دل پر غبار خاطر احباب ونگ ہے

جاتا ہے کس طرف کو چلا کاروان عمر ۔۔۔ لے کے بقا سے تا بہ فنا یک سلنگ ہے

کیا کیا مزا تڑپ کے دکھاوے یہ مرغ دل ۔۔۔ افسوس وسعت قفس سینہ تنگ ہے

جاتی رہی فغاں تری دل کی شکستگی ۔۔۔ اس گل کو کیا ہوا کہ نہ بو ہے نہ رنگ ہے

سوز :

ہرچند میری آہ سے عالم کو تنگ ہے ۔۔۔ میں کیا کروں کہ عرصۂ دل اس پہ تنگ ہے

کیوں مرگ میری جان کو محبوب تو ہے ۔۔۔ میں جان بلب ہوں اور تجھے اب تک درنگ ہے

ہر بار میرے منہ پہ تو آتا ہے جوش سے ۔۔۔ نہیں ؟ طفل اشک خیر ہے؟ یہ کون ڈھنگ ہے

اللہ جانے اہل صفا کون لوگ ہیں ۔۔۔ آئینہ تک تو دل میں کدورت سے زنگ ہے

بیٹھا ہے کیسے پیار سے جیسے کوئی جگر ۔۔۔ پہلو میں دیکھو تو یہ کس کا خدنگ ہے

سن سوز یہ جو قول ہے مشہور خاص و عام ۔۔۔ ہستی سے تا فنا تو یہ ایک ہی شلنگ ہے

۱۳- میر تقی میر (۱۱۳۶ ھجری مطابق ۱۷۲۳ ع تا ۱۲۲۵ ھجری مطابق ۱۸۱۰ ع) :

میر تقی میر کی پیدائش آگرے کی ہے لیکن جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کا زمانہ دھلی میں گذرا ۔ وھیں شہرت و ناموری حاصل کی ۔ میر نے جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن بقول ان کے " زمین غزل ملک سی ہوگئی " اردو غزل میں ان کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں ۔ میر صاحب سوز کے دوستوں میں تھے ادبی محفلوں میں شریک ہوتے تھے اور مشاعروں میں غزلیں پڑھتے تھے ۔ ۱۱۹۷ ھجری مطابق ۱۷۸۲ ع میں جب سودا کا انتقال ہوگیا تو

(۳۳ ؎ فغاں، " کلیات فغاں" ، صفحہ ۱۳۲

میر دھلی سے لکھنو پہنچے اور میر سوز کے انتقال کے بارہ برس کے بعد انتقال کیا۔ میر تقی میر اور سوز کا تعلق دھلی اور لکھنو میں کافی عرصہ رھا ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ایسے واقعات لکھے ھیں جن سے ایسا معلوم ھوتا ھے کہ میر تقی میر اور سوز میں سخت مخاصمت تھی ۔ بلکہ میر تقی سوز کو شاعر ماننے کے لیے بھی تیار نہیں تھے ۔ آزاد لکھتے ھیں (۴۴) :-

"لکھنو میں کسی نے میر سے پوچھا کیوں حضرت آج کل شاعر کون ھے کہا ایک تو سودا دوسرا یہ خاکسار اور تامل کر کے کہا آدھے خواجہ میر درد ۔ کوئی شخص بولا کہ حضرت اور میر سوز صاحب ؟ چیں بہ جبیں ھوکر کہا کہ میر سوز صاحب بھی شاعر ھیں؟ انھوں نے کہا آخر استاد نواب آصف الدولہ کے ھیں، کہا خیر یہ ھیں تو پونے تین سہی مگر شرفا میں ایسے تخلص ھم نے کبھی نہیں سنے ۔"

آزاد آگے لکھتے ھیں :-

"میر صاحب کے سامنے کس کی مجال تھی جو کہے کہ ان بےچارے نے میر تخلص کیا تھا وہ آپ نے چھین لیا ناچار اب انھوں نے ایسا تخلص اختیار کیا کہ کہ نہ آپ کو پسند آئے نہ آپ اسے چھینیں۔"

میر تقی میر کی بابت تذکروں میں جو کچھ اظہار خیال کیا گیا ھے وہ ایک باکمال شاعر کا تصور قائم کردیتا ھے لیکن ان کی نازک مزاجی یا بد دماغی کے واقعات بہت مزے لے لے کر بیان کئے گئے ھیں ۔ دیکھنا یہ ھے کہ کیاواقعی میر کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ھے وہ حقیقت پر مبنی ھے یا صرف زیب داستان کے لیے ھے ۔ میر سوز اور میر تقی میر کی چشمک کا جا بجا ذکر ھے ۔ معاصرانہ رشک و رقابت ایک عام بات ھے لیکن جس طرح واقعات بیان کئے

---

(۴۴) آ-ح، صفحہ ۲۰۳

جاتے ھین وہ کچھ افسانوی معلوم ھوتے ھین ۔ یہ ایک کھلی حقیقت ھے کہ میر سوز اور میرتقی میر کی عمر مین تقریباً گیارہ سال کا تفاوت تھا ۔ عمر مین دس گیارہ سال کی سبقت کوئی معمولی بات نہین ھوتی عام طور پر موجودہ زمانے مین بھی عمر کے تفاوت کے باعث کم عمر زیادہ عمر کے لوگون کا کسی نہ کسی حد تک احترام کرتے ھین چہ جائیکہ وہ زمانہ جس مین یہ لوگ سانس لے رہے تھے ۔ عمر کے اس فرق کے باوجود میر تقی میر کا یہ سلوک ان کی سیرت پر بد نما داغ بن سکتا ھے ۔ میر تقی میر سوز کے بارے مین جن خیالات کا اظہار کیا ھے وہ بہت اھم ھین اپنے تذکرے مین وہ سوز کا تعارف کراتے ھوئے لکھتے ھین (۳۵) :-

" میر تخلص ۔ جوانی است ۔ بسیار خوش طبع ، ہر چند طرز علحدہ دارد لیکن از خوش کردن ، تخلص من ضعف دلم از و خوش است ۔"

میر کے اس بیان سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ میر سوز سے اصل رنجش تخلص کے باعث تھی۔ ویسے وہ ان کی خوش طبعی کو پسند کرتے ھین شاعری مین وہ سوز کو طرز علحدہ کا بانی قرار دیتے ھین ۔ لیکن یہان پر سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ میر تقی میر نے تو خود اس تخلص پر قبضہ کرلیا جس کو سوز نے اپنایا تھا ۔ شکایت تو سوز کو ھونی چاھئے تھی ۔ قائم نے (۳۶) صاف طور پر لکھا ھے کہ جب سے میر تقی میر سے اختلاف ھوا تب سے سوز تخلص کرنے لگے ۔

جہان تک سوز کی خاندانی وجاھت کا تعلق ھے میر تقی میر ان کے مقابلہ مین ایک غیر معروف حیثیت رکھتے ھین ۔ اس زمانے مین جبکہ شرافت کا معیار حسب و نسب تھا میرسوز کے ساتھ حقارت آمیز سلوک ممکن نہین ۔ پھر دنیاوی مرتبہ و وقار بھی سوز ... کو ھرجگہ حاصل

---

(۳۵) ن - ش ، صفحہ ۱۵۱

(۳۶) م - ن ، صفحہ ۱۳۱

رہا جبکہ میر تقی میر بڑی حد تک اس سے محروم رہے ۔ اس لیے یہ بات قرین قیاس نہیں کہ
میر تقی میر سے سوز کی بابت جو کچھ منسوب کیا گیا ہے اس کو درست سمجھ لیا جائے ۔ آزاد کی
داستان گوئی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں انھوں نے بہت سی سنی سنائی باتیں جو کانوں کو
بھلی معلوم ہوتی تھیں اور ماحول کے مطابق تھیں بغیر کسی تحقیق کے لکھ ڈالی ہیں ۔ ممکن
ہے اس کی غرض و غایت میر کی شخصیت کو ابھارنا ہو لیکن ان قصوں سے میر کی عظمت میں اضافہ
کی بجائے کمی ہوتی ہے ۔ مثلاً یہ روایت کہ لکھنو میں ان سے سوال کیا گیا کہ آج کل شاعر کون
ہے ؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ایک تو سودا دوسرا یہ خاکسار اور تامل کر کے کہا آدھے
خواجہ میر درد ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میر، سودا کی وفات کے بعد لکھنو پہنچے لہذا آج کل
کی تخصیص کے ساتھ سودا کا نام لینا خلاف واقعہ ہے ۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ مطلب یہ
تھا کہ اس دور میں کون شاعر ہیں تو خواجہ میر درد کو آدھا شاعر کہنا میر کی اس رائے کے
صریحاً خلاف ہے جو انھوں نے اپنے تذکرے میں درد کے بارے میں دی ہے ۔ آگے چل کر جب میر سے
میر سوز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے انھیں شاعر ہی تسلیم نہیں کیا لیکن جب یہ کہا
گیا کہ وہ آصف الدولہ کے استاد ہیں تو انھیں پاؤ شاعر مانا ۔ میر سوز کو آصف الدولہ کے
استاد ہونے کی وجہ سے پاؤ شاعر ماننا خود میر کی عظمت کی تضحیک ہے ۔ اس کے معنی یہ
ہیں کہ شاعر اس کو مانا جائے کا جو کسی بڑے شخص کا استاد ہو ۔ اور اگر میر تقی میر اس
اصول پر کسی کو شاعر تسلیم کریں تو یقیناً خدائے سخن کے اعزاز میں فرق آسکتا ہے ۔ اسی
روایت میں یہ بھی منسوب ہے کہ میر نے کہا کہ " شرفا میں ایسے تخلص ہم نے کبھی نہیں سنے"
اس کا جواب خود آزاد نے بہت بہتر دے دیا ہے ۔

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوز کی شعر خوانی کو میر نے تماشہ کہا ہے ۔ اور
اسی تماشہ پر پاؤ شاعر مانا جس پر سوز نے باکراہ تسلیم کی ۔ یہ دو متضاد روایتیں ہیں ۔ پہلی

یہ کہ آصف الدولہ کی استادی پر سوز پاؤ شاعر ہیں دوسری یہ کہ تماشا دکھانے پر پاؤ شاعر ہیں - پھر سوز کا باکراہ تسلیم بجا لانا حقیقت سے بہت دور کی باتیں ہیں -

چوتھی روایت یہ ہے کہ نواب آصف الدولہ کے حضور میں سوز نے نواب کی فرمائش پر اپنا کلام سنایا اور نواب نے خوب تعریف کی - جس پر میر کو سوز کی جسارت اور نواب کی تعریف ناگوار گذری اور کہا کہ تمہیں اس دلیری پر شرم نہیں آتی تمہاری شعر خوانی کا موقعہ تو وہ ہے جہاں لڑکیاں جمع ہوں اور ھنڈ کلیاں پک رہی ہوں نہ وہ جہاں میر تقی میر موجود ہوں - یہ کہہ کر وہ شقہ جو نواب نے میر کی طلب کے لیے لکھا تھا جیب سے نکال کر نواب کے سامنے رکھ دیا اور خانہ آبادی دولت کہتے اٹھ کھڑے ہوئے -

اس روایت کو پرکھنے کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں :-

۱- آصف الدولہ ان کی صحبت میں رہنا دل و جان سے چاہتے تھے اور کمال عزت و احترام سے پیش آتے تھے -

۲- سوز میر سے دس سال بڑے ہیں -

۳- نواب کے استاد ہیں -

۴- انھوں نے نواب کی فرمائش پر اپنا کلام سنایا تھا -

ان تمام باتوں پر میر سے جو باتیں منسوب کی گئی ہیں اگر وہ واقعی واقع ہوئی ہیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ میر مصاحبت اور آداب مجلس سے قطعاً نابلد تھے - ہمارا اپنا نقطہ نظر یہ ہے کہ پرستاران میر نے ان کو شاعری کا ایک دیوتا بنانا چاہا - ان کی شخصیت کو سب پر حاوی اور طاری کرنے میں ان کی عقیدت کے جذبہ کو تسکین حاصل ہوئی اور انھوں نے مسلمہ حقائق کو نظر انداز کردیا - بد قسمتی سے ان کی عقیدت کا یہ جذبہ میر کی شخصیت کو ابھار نہ سکا روایت اور درایت کے اصولوں پر ان واقعات کو پرکھنے کے بعد ان کہانیوں کی کوئی اصلیت باقی

نہیں رہتی اور اگر ان کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا جائے تو پھر میر کے بارے میں بہتر رائے قائم کرنا اہل دانش کے لیے مشکل ہوجائے گا ۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کے مابین علمی اور ادبی اختلاف ہوسکتے تھے ۔ معاصرانہ رشک اور رقابت بھی ممکن تھی ۔ خود کو برتر سمجھنے کا ذاتی جذبہ بھی پیدا ہوسکتا تھا لیکن ذاتی رنجش تضحیک و تحقیر کی توقع رکھنا درست نہیں ۔ اس قسم کی باتیں عقیدت مندوں کی خامہ فرسائیاں ہیں ۔ میر تقی میر جب لکھنو آئے تو وہ جانتے تھے کہ میر سوز آصف الدولہ کے استادی کے مرتبہ پر فائز ہیں اگر ان باتوں کو صحیح مان لیا جائے تو کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ میر اس دربار میں حاضر رہنا گوارا کرتے جہاں درباری شاعر وہ ہو جس کو وہ شاعر ہی نہیں مانتے ۔

آج وہ دونوں بزرگ پہلو بہ پہلو تو نہیں لیکن ذیل میں ان کا کلام درج ہے آئیے دیکھیں کون کیسا ہے ؟

میر تقی میر :

مرھی جاویں گے بہت ہجر میں ناشاد رہے بھول توہم کو گئے ہو یہ تمہیں یاد رہے

ہم سے دیوانے رہیں شہر میں سبحان اللہ دشت میں قیس رہے کوہ میں فرہاد رہے

کچھ بھی نسبت نہ تھی جب دیر سے تب کہا تھا شیخ ہم حرم میں بھی رہے تو تری داماد رہے

دور اتنی تو نہیں شام اجل دوری میں تاسحر ایسی ہی جو زاری و فریاد رہے

سرکو کٹواھی چکے میر تڑپ سے تو بچیں جو تک اک پانو رکھے چھاتی پہ جلاد رہے

=== ooo ===

میر سوز :

کشور دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلا یاد رہے

بلبلو چھوڑدو گلزار جو کچھ غیرت ھے — یا صبا اس مین رھے یا کوئی صیاد رھے

وہ ترحم، وہ تکلم، وہ تبسم ، وہ نگاہ — کس طرح یہ دل ناشاد بھلا شاد رھے

صاحبو چھوڑو تم ھاتھ میں قاتل کا — گو کے سر جاوے ولے خاطر جلاد رھے

ساقیا جام تو دے سوز دعا دیوے کا — یہ خرابات قیامت تک آباد رھے

==== ooo ====

میر تقی میر :

مدا ھے اختلاط کا بازار آج کل — لگتا نہین ھے دل کا خریدار آج کل

اس مہلت دو روزہ مین خطرے ہزار ھین — اچھا ھے رہ سکو جو خبردار آج کل

اوباش ھی کے گھر تجھے پاتے لگے ھین روز — مارا پڑے کا کوئی طلب گار آج کل

ملنے کی رات داخل ایام کیا نہین — برسون ھوے کہان تھی اے یار آج کل

گلزار ھو رھا ھے میرے دم سے کوئے یار — اک رنگ پر ھے دیدۂ خونبار آج کل

تا شام اپنا کام کھنچے کیون کہ دیکھئے — پڑتی نہین ھے جی کو جفاکار آج کل

کعبہ تک تو سنتے ھین ویرانہ و خراب — آباد ھے سو خانۂ خمار آج کل

ٹھوکر دلون کو لگنے لگی ھے خرام مین — لاوے گی اک بلا تیری رفتار آج کل

ایسا ھی مغبچون مین جو آتا ھے شیخ جی — تو جارھے ھین جبہ و دستار آج کل

حیران مین ھی حال کی تدبیر مین نہین — ھر اک کو شہر مین ھے یہ آزار آج کل

اچھا نہین ھے میر کا احوال ان دنون

غالب کہ ھوچکے کا یہ بیمار آج کل

میر سوز :

جاتا ھے دل تو جا ، ذرا ھشیار آج کل — چلتی ھے اس کے کوچے مین تلوار آج کل

کوئی دوا نہیں ہے موثر بغیر وصل　　　　مرتا ہے تیرے غم میں یہ بیمار آج کل

گر زمزمہ یہی ہے تمہارا تو بلبلو　　　　ہوتا ہوں اس چمن کا گرفتار آج کل

کیا خنجر مژہ سے کہ تیر نگاہ سے　　　　مجروح کس کا ہے یہ دل آزار آج کل

فرصت سمجھ بہار کا ساقی پہنچ شتاب　　　　کھلتا ہے اس چمن سے یہ گلزار آج کل

گرہے ترا سلوک یہی ہم سے اے صنم　　　　بت سے کریں گے برہمن انکار آج کل

مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے　　　　مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آج کل

ایسی زبان کے عہدہ سے بر آئے کیا کوئی

اے سوز ہے جو کچھ تری گفتار آج کل

۱۳- شیخ قائم الدین قائم (۱۱۳۹ھجری مطابق ۱۷۲۶ء تا ۱۲۱۰ھجری مطابق ۱۷۹۵ء) :

قائم کا وطن بجنور تھا لیکن ملازمت دھلی میں اختیار کی - قائم شاھی توپخانے میں ملازم تھے - میر سوز بھی اسی محکمہ میں تھے اس لیے باھم بہت دوستی تھی یکنگی اور ھم مشربی کے باعث دونوں میں بڑا ربط و ضبط تھا - قائم کے قول کے بموجب سرکاری فرائض کی بجا آوری کے لیے دونوں کو قلعہ معلی میں حاضری دینا پڑتی تھی -(۳۷) احمد شاہ کی معزولی کے بعد میر سوز کی طرح قائم بھی ملازمت سے دست کش ھوگئے اور اپنے وطن بجنور چلے گئے -

محمد نگر ٹانڈے کے نواب محمد یار خان شاعروں کے بہت قدر دان تھے تھے انھوں نے پہلے تو میر سوز اور سودا کو بلایا اور جب وہ نہ گئے تو نواب موصوف نے قائم کو سو روپیہ ماھوار وظیفہ پر اپنے کلام پر اصلاح دینے کے لیے مقرر کرلیا- میر سوز جب فرخ آباد سے نکلے تو قائم ھی کے تعلق کی بنا پر ٹانڈے میں قیام کیا ھوگا - سکھر تال کے معرکہ کے بعد میر سوز فیض آباد چلے گئے-

---

(۳۷) م - ن ، صفحہ ۳۲-۱۳۱

اور قائم نے راسیر کی راہ کی -

قائم نے شروع میں خواجہ میر درد سے اکتساب فن کیا پھر شاہ ہدایت سے مشورہ کرنے لگے اور پھر سودا کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا - انھوں نے جا بجا اپنے اشعار میں سودا سے عقیدت کا اظہار کیا ہے - قائم اور سودا کے مزاج میں بہت مطابقت تھی - سودا کی طرح انھوں نے بھی تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے - قائم بھی خواجہ میر درد ، کلک حاتم ، میر، سودااور میر سوز کی مجالس کے ایک اہم رکن تھے - ذیل میں قائم کی ، سودا اور سوز کی طرحی غزلیں درج کی جاتی ہیں -

قائم : (۳۸)

صحبت کا دل میں جاؤ آزار، کی ہوس	ناگفتنی ہے کچھ تیرے بیمار کی ہوس
جھاڑئیں بھی گرچہ چاک قفس سے تو کیا کریں	جی ہی تو نکلے تیرے گرفتار کی ہوس
طوبی کی چھاؤں تجھ کو مبارک ہو زاہدا	ہے اپنے دل میں سایۂ دیوار کی ہوس
کہہ عندالیب گل نے جو پھاڑا ہے پیرھن	رکھتا ہے کس کے گوشہ دستار کی ہوس
قائم تو دیکھ تیغ پہ کہت اس کو منہ نہ موڑ	موت میں نکلے ہے دل افگار کی ہوس

==========

سودا : (۳۹)

ہم نے بھی دیر و کعبہ کی دن چار کی ہوس	اب سبحہ کا نہ شوق نہ زنار کی ہوس
گھراس کا اسی کو ملا زیر آسمان	جس نے جہان میں آن کے مسمار کی ہوس

---

(۳۸) کلیات قائم ، صفحات ۸۲-۸۵

(۳۹) کلیات سودا ، صفحہ ۷۲

بے چین روز وصل نہ شب ہجر کو قرار　　کیا جانے کیا ہے اپنے دل زار کی ہوس

یوں چاہتا ہوں داغ میں دل پر ہزار ہا　　جس طرح باغبان کو ہو گلزار کی ہوس

اے شوخ تیری گرمئی بازار دیکھ کر　　سب خوبرو رکھیں ہیں خریدار کی ہوس

دیرو حرم کی پہنچ چکا ہے وہ سنگ و خشت　　جس کو ہے تیری گوشہ دستار کی ہوس

عارض کا دیکھنا ہے تماشائے عندلیب　　گل کو ہے تیری گوشۂ دستار کی ہوس

تیری مژہ نے سیر کیا ہے بہت ہمیں　　باقی رہی ہے کچھ دم تلوار کی ہوس

سودا تو آپ آپ کو سمجھا کے رہ خموش

منصور کو ہوئی ہے سر دار کی ہوس

میر سوز:

کب ہم کو ہے بہار کی، گلزار کی ہوس　　نکلی کبھی نہ مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہی کو نہیں ہے رخ یار کی ہوس　　ہے گل کو اس کے گوشہ دستار کی ہوس

بیش از سخن زبان جو کاٹے قلم نمط　　اس شوخ سے رکھوں ہوں میں گفتار کی ہوس

قدرت نہ ہم کو آہ کی نے طاقت فغاں　　نکلے کبھو نہ اپنے دل زار کی ہوس

اے سوز جنس دل کو تو اب دے چکے ہیں آگ

رکھتے نہیں ہیں گرمئی بازار کی ہوس

۱۵- انعام اللہ خاں یقین (۱۱۳۰ھجری مطابق ۱۷۲۷ء تا ۱۱۶۹ھجری مطابق ۱۷۵۶ء):

یقین کے والد کا نام اظہر الدین خاں تھا - آپ حضرت مجدد الف ثانی کے نواسہ تھے- یقین کی پیدائش اورپرورش دہلی میں ہوئی - حضرت مظہر جان جاناں یقین سے بے حد محبت کرتے تھے - یقین بھی ان کے مکان پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک موجود رہتے تھے -(۵۰)

---

(۵۰) ت - ۵ ، صفحہ ۲۷۵

مرزا صاحب نے یقین کو موزوں طبع دیکھ کر خود کچھ اشعار بطور نمونہ لکھ کر دیئے اور ہدایت فرمائی کہ اس اسلوب کو عام کریں - مرزا صاحب کی بدولت یقین میں شعر گوئی اور شعر فہمی کا اعلی ذوق پیدا ہوگیا - مصحفی کہتے ہیں کہ ایہام گوئی کے اس دور میں اگر پہلے کسی نے شستہ اور رواں شعر کہا تو وہ یہی جوان ہے اور دوسروں نے اسی کا تتبع کیا -(۵۱) اس نوعمری میں ایسی قادرالکلامی اور فنی پختگی دیکھ کر اساتذۂ فن حیران تھے اور عام طور پر یہ مشہور ہوگیا تھا کہ یقین کو مرزا صاحب شعر کہہ کر دیتے ہیں بعض استاد تو رشک و رقابت کی وجہ سے ان کو شاعر ماننے کے لیے بھی تیار نہیں تھے - چناں چہ ایک روز سودا ، اور سوز ایک ساتھ یقین کے مکان پر پہنچے تاکہ ان کی اہلیت کا اندازہ کیا جائے - انھوں نے غزل کا ایک مصرع دیا - لیکن ایک مصرع بھی موزوں نہ کرسکے - پتا چلا کہ سخن فہمی کے ذائقہ سے نابلد ہیں - سودا اور سوز کی روایت قابل غور ہے - اول تو یہ کہ اس زمانے میں جبکہ دھوبی، بہشتی ، حجام وغیرہ بھی اشعار موزوں کرلیتے تھے ناممکن ہے کہ ایک پڑھا لکھا شخص ایک شعر بھی نہ کہہ سکے دوسرے یقین کو جو ماحول ملا ہوا تھا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اگر وہ جاہل بھی ہوتے تو بھی شعر موزوں کرکے کرسکتے تھے - اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سودا اور سوز کی روایت کی کیا حقیقت ہے - اس ضمن میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ ہر شاعر شعر گوئی کے مفہوم اور معیار کا اپنا جدا زاویہ نگاہ رکھتا ہے اور خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے ویسے یہ روایت زیادہ مستند معلوم نہیں ہوتی جیسا کہ میر حسن اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کا یقین نہیں آتا ہے - (۵۲)

---

(۵۱) انعام اللہ خان ، یقین ، " دیوان یقین " مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ ، مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی پریس ، علی گڑھ ، ۱۹۳۰ء ، صفحہ ۳۲

(۵۲) ش - ۱ ، صفحہ ۲۱۹

حقیقت یہ ہے کہ یقین تحریک مظہری کے علم بردار تھے ان کے ہاں جذبات اور کیفیات میں صداقت ہے ، فصاحت و بلاغت ، نزاکت و لطافت ان کی شاعری کی اہم خصوصیات ہیں ۔ افسوس کا مقام ہے کہ یقین نے بہت کم عمر پائی اور کس تنازعہ پر اپنے والد ہی کے ہاتھوں مارے گئے ۔ اس طرح یہ ابھرتا ہوا شاعر جو ابھی تیس سال کا بھی نہ ہوا تھا خاک میں مل گیا ۔ میر تقی میر ، سوز سے بھی ناخوش رہے اسی طرح وہ یقین کی مخالفت میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں ۔ لیکن عبدالحئی صاحب نے بہت خوب کہا کہ " اگر یقین زندہ رہتے تو میر و سودا کسی کا چراغ نہیں جل سکتا تھا "۔ (۵۳) اور کچھ اندازہ زیر نظر ہم طرحی غزلوں سے بھی ہوسکتا ہے ۔

یقین : (۵۴)

سوجگہ سے دل گریبان پھاڑے دیوانے کی طرح زلف کی زنجیر میں آخر پھنسا شانے کی طرح

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد وہ قسم کھاکر اسی ساعت مکر جانے کی طرح

پھوڑ ڈالا کوہکن سا لعل یوں پتھر سے ہائے کس سے سیکھی تھی یہ شیریں کام فرمانے کی طرح

عاشق و معشوق عالم کی سند کرتے ہیں سب تجھ سے خونخواری کی طرز اور مجھ سے غم کھانے کی طرح

گر یقین تو چاہتا ہے یار ہو شمع مزار

کود جا ، گر ، آتش سوزاں میں پروانے کی طرح

سودا : (۵۵)

شمع میں ہرچند ہے سرسے گزرجانے کی طرح کھب گئی لیکن ہمارے دل میں پروانے کی طرح

یا تبسم یا نگہ ، یا وعدہ یا گاہے پیام کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح

---

(۵۳) عبدالحئی ، " گل رعنا " ، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ ، ۱۳۷۰ ھجری ، عشرت پبلشنگ ہاؤس ، طبع چہارم ، صفحہ ۱۹۳

(۵۴) دیوان یقین ، صفحہ ۱۳

(۵۵) کلیات سودا ، صفحہ ۵۲

بلبلوں کو دوں ہوں دیوان فغانی کا میں درس　　ورنہ گلشن میں ہے میرے کون سی جانے کی طرح

تجھ بن آنکھوں سے مری مردم ہوئے صحرا نشین　　سیل سے مجھ اشک کے ہر گھر ہے ویرانے کی طرح

کاٹ کر پلٹے ہے ناگن تب اثر کرتا ہے زہر　　سیکھ لی زلفوں سے تیری ان نے بل کھانے کی طرح

گھر کیا اپنا بتاں نے دل کو میرے دے شکست　　توڑ کر کعبہ بناتے ہیں یہ بت خانے کی طرح

جائے گل تنگ ہے گلچیں باغ میں اب جوب گل　　کچھ نظر آتی ہے اے سودا بہار آنے کی طرح

__میر تقی میر__ : (٥٦)

دور گردوں سے ہوئی کچھ اور مے خانے کی طرح　　پھر وہ آویں کیوں کہ آنکھیں میں پیمانے کی طرح

آنکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہے باغ و بہار　　اس کی آمد میں ہے ساری فصل گل آنے کی طرح

چشمک انجم میں اتنی دل کشی آگے نہ تھی　　سیکھ لی تاروں نے اس کی آنکھ جھپکانے کی طرح

ہم گرفتاروں سے وحشت ہی کیے ہے وہ غزال　　کوئی تو بتلاؤ اس کے دام میں آنے کی طرح

ایک دن دیکھا جو اس نے بید کو تو کہہ اٹھا　　اس شجر میں کتنی ہے اس میرے دیوانے کی طرح

آج کچھ شہر وفا کی کیا خرابی ہے نئی　　عشق نے مدت سے یاں ڈالی ہے ویرانے کی طرح

پیچ سا کچھ ہے کہ زلف و خط سے ایسا ہے بناؤ　　ہے دل صد چاک میں ورنہ وہ سب شانے کی طرح

کس طرح جی سے گذر جاتے ہیں آنکھیں موند کر　　دیدنی ہے درد مندوں کی بھی مرجانے کی طرح

ہے اگر ذوق وصال اس کا تو جی کھو بیٹھئے　　ڈھونڈھ کر اک کاڑھئیے اب اس کے پانے کی طرح

یوں بھی سر چڑھتا ہے اے ناصح کوئی مجھ سے کہ ہائے　　ایسے دیوانے کو سمجھاتے ہیں سمجھانے کی طرح

جان کا صرفہ نہیں ہے کچھ تجھے کڑھنے میں میر

غم کوئی کھاتا ہے میری جان غم کھانے کی طرح

---

(٥٦) کلیات میر، صفحہ ٣١٥

قائم : (٥٧)

کچھ نہ پوچھ اے ھم نشین اپنے توجل جانے کی طرح — جارھے ھم آگ مین اندھے ھو پروانے کی طرح

یہ صفا ھے منہ پہ کہہ دیجئے جو ھو آئینہ وار — بیٹھ پیچھے موشگافی عیب ھے شانے کی طرح

شعلہ درھم شمع کا جب باد سے ھووے کبھی — یاد آجائے مجھے اس کی بھلانے کی طرح

اے فلک ظاھر کی میری تو خرابی پر نہ جا — اب بھی کتنے گنج یان مخفی ھین ویرانے کی طرح

مدتون خدمت کی مسجد کی بس اب کب تک دلا — آ کوئی دن یہ بھی دیکھین کیا ھے بت خانے کی طرح

کل وہ مجمع ساتھ تھا اور آج یہ صحبت کہ آہ — کس دن آیا ھے تو اے نامہربان آنے کی طرح

کس نے دی قائم فلک نے مفت یان نشوونما — خاک سے جب تک نہ یکسان کرلیا دانے کی طرح

==========

تابان : (٥٨)

کس سے پوچھون ھائے مین اس دل کے سمجھانے کی طرح — ساتھ طفلان کے لگا پھرتا ھے دیوانے کی طرح

یار کے پاؤن پہ سر رکھ جی کو اپنے دیجئے — اس سے بہتر اور نہین ھوتی ھے مرجانے کی طرح

کب پلاوےگا تو اے ساقی مجھے جام شراب — جان بلب ھون آرزو مین مے کے پیمانے کی طرح

مست آتا ھے پئے مے آج وہ قاتل مرا — کچھ نظر آتی ھے مجھ کو اپنے جی جانے کی طرح

شمع رو کے گرد پھرتی ھے سدا قربان ھو — چشم میری پر لگا مژگان کے پروانے کی طرح

باغ مین گل نے کیا اپنے تئین لو ھو لہان — دیکھ اس غنچہ دھن کے پان کھانے کی طرح

فصل گل آئی ھے تابان گھر مین کیا بیٹھا ھے یون — کر گریبان چاک جا صحرا مین دیوانے کی طرح

=== ooo ===

---

(٥٧) کلیات قائم ، صفحہ ٦٧

(٥٨) کلیات تابان ، صفحہ ٣٩

سوز:

دیکھ تو شکل اس طرف ادھر کھل کے آنے کی طرح پاؤں سے ٹھکرا کے مت دل کو لے جانے کی طرح

دل سے اٹھے جوش میں آنکھوں میں آ کر جم گئے اشک بھی سیکھے ہیں اس سے آگے بھر جانے کی طرح

برق پڑیو جان پر بجلی کی میں تو جل گیا کس سے سیکھ آئے یہ آنکھوں میں چھپ جانے کی طرح

دیکھ کر عاشق کو یہ دل جھٹ سے لگ جا گلے اے تری رنڈی کہ کیا آتی ہے پھسلانے کی طرح

آس پاس اس شمع رو کے پھر کے کیا جل گیا سوز خوش آئی تجھے کس جیسے پروانے کی طرح

==========

۱۶- احسن اللہ بیان (۱۱۳۱ھجری مطابق ۱۷۲۸ء تا ۱۲۱۳ھجری مطابق ۱۷۶۸ء):

بیان مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے اور اشرف علی خان فغاں کے مصاحب تھے ۔ احمد شاہ کی معزولی کے بعد جب فغاں دہلی سے چلے گئے تو بیان بھی دہلی سے حیدرآباد جا پہنچے اور نظام علی خان آصف جاہ کی سرکار میں ملازم ہوگئے ۔ بیان کا اردو کلام جمع نہ ہوسکا تاہم قدیم تذکروں میں ان کے کلام کے جو نمونے موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قادرالکلام شاعر تھے ۔ انھوں نے حضرت مظہر جان جاناں کے اسلوب کو خوب نبھایا ان کے کلام میں ظاہری محاسن کے ساتھ سلاست، روانی اور سوز و گداز پایا جاتا ہے ۔ شیفتہ کہتے ہیں کہ بیان کا کلام شیریں ، دلآویز ، رنگین اور شور انگیز ہے ۔(۵۹)

احسن اللہ بیان:(۶۰)

مارنے جب سے اٹھایا اپنے چہرے سے نقاب طعن کرنے سے مرے ناصح کو آتا ہے حجاب

---

(۵۹) گ . ب ، خار صفحہ ۳۵

(۶۰) ج - ش ، صفحہ ۵۶

اپنی غم خواری یہ اے واعظ نصیحت کی مجھے　　واقعی ہم آج سمجھے یہ ہے انجام شراب

کل تو آوے گا ہی آخر غرۂ ماہ صیام　　آج تو پی لیجئے میں مانتی ساقی شراب

=== ००० ===

سودا:- (۲۱)

کون اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب　　کیا قفس آباد ہوں گے، کون سے گلشن خراب

فصل گل ہے لیک گل گشت چمن کی کر کوتاب　　مست ناز اپنے میں ساقی ہیں سبھ مست شراب

بہ کشتی پانی ہو سب اعدا مری آنکھوں کی راہ　　پیرهن میں ایک دم باقی ہے مانند حباب

=== ००० ===

۱۷- میر غلام حسن، حسن (۱۱۲۰ھجری مطابق ۱۷۲۸ء تا ۱۲۰۰ھجری مطابق ۱۸۲۶ء) :

مثنوی سحرالبیان کے مشہور مصنف ، میر غلام حسن، حسن، میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے تھے - تعلیم و تربیت دھلی میں ہوئی - نوجوانی میں دھلی سے نقل مکانی کر کے فیض آباد پہنچے - دھلی میں خواجہ میر درد سے استفادہ سخن کیا - کبھی کبھی سودا سے بھی مشورہ کرلیتے تھے - اپنے والد سے بھی انھوں نے فیض اٹھایا - لکھنو میں وہ اپنا کلام میر ضیاء الدین ضیاء کو دکھاتے تھے - میر حسن کی شہرت ایک مثنوی نگار کی حیثیت سے اتنی ہے کہ ان کی غزل گوئی دب کر رہ گئی ہے - لیکن سب سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ اپنے اسلوب کے لحاظ سے وہ میر سوز کے پیرو ہیں - قاسم صاف طور سے لکھتے ہیں کہ " ان کی طرز گفتار شاعر فصاحت افروز محمد میر سوز سے مشابہ ہے -" (۲۲) آزاد کا بھی یہی خیال ہے -(۲۳) یحیی تنہا وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

---

(۲۱) کلیات سودا، صفحہ ۳۳

(۲۲) م-ن، صفحہ ۲۰۳

(۲۳) آ- ح ، صفحہ ۲۳۶

" ہمارے نزدیک حسن میں نہ میر جیسا عشق ہے اور نہ سودا جیسی بلند آہنگی درد کے تصوف اور تفحص کا بھی ان کے ہاں پتہ نہیں اگر آپ کو بہ لحاظ سادگی اور صفائی بیان کسی دوسرے شاعر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے تو وہ میر اثر برادر میر درد ہیں کہ آپ میر سوز کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہیں جو معمولی خیالات اور روزمرہ کی باتیں اثر اور سوز کے ہاں ہیں وہی حالت میر حسن کی ہے ۔" (۲۳)

آئیے ایک ہی زمین میں میر حسن، میر اثر اور میر سوز کی غزلوں کا مطالعہ کریں ۔

حسن: (۲۵)

بس گیا جب سے یار آنکھوں میں	تب سے پھولی بہار آنکھوں میں
نظر آنے سے رہ گیا از بس	چھا گیا انتظار آنکھوں میں
چشم بد دور خوب لگتا ہے	
چشم مست اس کی دیکھی تھی اک روز	اس کا کھینچا خمار آنکھوں میں
مجھ کو منظور ہے حسن جو ملے	خاک پائے نگار آنکھوں میں

اثر: (۲۶)

کرکے دل کو شکار آنکھوں میں	گھر کرے ہے تو یار آنکھوں میں
چشم بد دور پر نظر نہ کہیں	ہے بنفشہ ہی بہار آنکھوں میں
اور سب چہرہ بازیوں کے سوا	عشوہ ہے صد ہزار آنکھوں میں

---

(۲۳) تنہا، محمد یحیی، " مراۃ الشعراء" مطبوعہ عالم گیر الیکٹرک پریس لاہور، ۱۹۲۵ء، صفحہ ۲۷۶

(۲۵) دیوان میر حسن ، صفحہ ۲۲

(۲۶) اثر، سید محمد، " دیوان اثر" (مرتبہ) مولوی عبدالحق ، مطبوعہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ ، ۱۳۳۹ھجری ، صفحہ ۲۵

کیا کہوں کچھ کہی نہیں جاتیں　　باتیں ہیں بے شمار آنکھوں میں

جس گھڑی کھولتے ہو غصہ سے　　نکلے پڑتا ہے پیار آنکھوں میں

یار تیرے لیے یہ گوہر اشک　　تھے برائے نثار آنکھوں میں

اشک خونیں کے یہ نہیں قطرے　　یہ رہے ہیں شرار آنکھوں میں

دیکھ ٹک اثر سے نظروں ملا　　کیا ہوئے تھے قرار آنکھوں میں

=== ooo ===

سوز :

کھب گیا حسن یار آنکھوں میں　　کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں

تو نہ جا یار ورنہ آوے گا　　گریہ بے اختیار آنکھوں میں

ایک دو ہو تو کوئی اس کو گنے　　کیا کروں میں شمار آنکھوں میں

کٹ گئیں انتظار کی راتیں　　ایک دو تھیں چار آنکھوں میں

کٹ گئیں راتیں انتظار میں جب　　رہ گیا انتظار آنکھوں میں

بزم خوباں میں سوز جا نکلا　　یار سے ہوگئے چار آنکھوں میں

کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں　　بول اٹھی چشم یار آنکھوں میں

۱۸- اشرف علی خاں فغاں (۱۱۳۲ھجری مطابق ۱۷۲۹ع تا ۱۱۸۶ھجری مطابق ۱۷۷۲ع):

مرزا علی خاں نکتہ کے فرزند تھے - فغاں کی والدہ نے احمد شاہ کو دودھ پلایا تھا- اس رشتہ سے فغاں احمد شاہ کے کوکہ ہوتے تھے - فغاں اور احمد شاہ ساتھ پلے بڑھے - جب احمد شاہ بادشاہ ہوے تو فغاں صاحب خاص اور پنج ہزاری کے منصب پر فائز کیے گئے - فغاں بہت خوش مزاج بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے - بادشاہ نے ان کو ظریف الملک کوکہ خاں بہادر کا خطاب دیا تھا - ۱۱۶۸ھجری مطابق ۱۷۵۴ع میں احمد شاہ کے اندھے کر کے معزول کیئے

جانے کے بعد فغان اپنے چچا ایرج خان کے پاس عظیم آباد چلے گئے - وطن کی یاد نے پھر ستایا چنانچہ احمد شاہ کے حملہ کے بعد دہلی پہنچے - دہلی کے حالات اب بھی خراب تھے لہذا شجاع الدولہ کے پاس چلے گئے - ایک دن شجاع الدولہ نے مذاق میں ان کا ہاتھ گرم پیسہ سے جلادیا فغان اس مذاق کو برداشت نہ کرسکے اور کبیدہ خاطر ہوکر راجہ شتاب رائے کے پاس عظیم آباد چلے گئے - آخیر عمر ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کر کے بسر کی - فغان فارسی میں قزلباش خان امید اور اردو میں علی قلی ندیم کے شاگرد تھے - فغان کا کلام سادگی اور صفائی کا اچھا نمونہ ہے لیکن مضامین میں تنوع نہیں ہے -

فغان اور سوز کے تعلقات کے بارے میں کوئی شہادت نہیں ملتی - تاہم وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ ہوں گے - شاعری کے تعلق کے باعث آپس میں مراسم ضرور ہوں گے ممکن ہے کہ فغان کے توسط ہی سے سوز کی رسائی قلعہ معلی تک ہوئی ہو - یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فغان نے جب دہلی کو چھوڑا اسی کے بعد سوز نے بھی رخت سفر باندھا - فغان ، سودا ، اور سوز کی ہم طرح غزلیں درج ذیل ہیں :-

فغان :- (۹۲)

کروں کیا اے شب وصل اب ارادہ دلکشائی کا	مرے رونے کی خاطر پھر دھرا ہے دن جدائی کا
گواہ سجدہ عشاق ہے خاک در الفت	نہیں مٹنے کا ہرگز نقش میری جبہ سائی کا
گرفتار قفس کو بے پرو بالی مذہب ہے	اسیر دام الفت نام مت لیتا رہائی کا
چلا کوئے ستمگر کو دل آفت طلب میرا	ارادہ پھر کیا کم بخت نے بخت آزمائی کا
فغان اس چشم میں لخت جگر یا خون دل دیکھا	کبھی خالی نہ پایا ہم نے یہ کاسہ گدائی کا

---

(۹۲) دیوان فغان ، صفحہ ۸۸

سودا :(۲۸)

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا ‏ ‏ ہزاروں رہ میں دل سے ہوا رخصت رہائی کا

تماشائے ہوا دکھلاتی اے صیاد پر تیری ‏ ‏ نگاہ سوجہ سا موجب ہے اپنی بے نوائی کا

ہوا جاتی رہی وہ دن ہی میں تو شک نہالی کے ‏ ‏ جواب بھی مل سو رہو، مل کر تو جاڑا ہے دولائی کا

برائے چشم بیمار بتاں موزوں سے موزوں ہے ‏ ‏ جو ہر مصرع ہو میل سرمہ دیوان آشنائی کا

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بت نے ‏ ‏ پرستش سے مری پیدا کیا جلوہ خدائی کا

عجب قسمت ہماری ہے کہ جس کی شمع الفت سے ‏ ‏ چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

عجب شانے کے طالع ہیں کہ اس کے ہاتھ کی سودا ‏ ‏ پڑی ہے کو بکی اس زلف کی موجب رسائی کا

-----ooo-----

سوز :

اگر میں جانتا ہے عشق میں دھڑکا جدائی کا ‏ ‏ تو محشر تک نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا

نہ پہنچے آہ نالہ گوش تک اس کے کبھو اپنا ‏ ‏ بیاں ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا

خدایا کر کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے ‏ ‏ رکھے ہے ہر صنم اس دھر میں دعوی خدائی کا

خدا کی بندگی کا سوز ہے دعوی تو خلقت کو
ولے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خودنمائی کا

۱۹- جعفر علی حسرت :

دہلی کے رہنے والے تھے والد کا نام ابوالخیر تھا اور پیشہ عطاری تھا - حسرت نادری حملہ کے بہت بعد پیدا ہوئے ان کے والد دہلی سے فیض آباد چلے گئے تھے - حسرت کی شاعری

---

(۲۸) کلیات سودا، صفحہ ۵

کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے - میر حسن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت نے ۱۱۸۸ھجری مطابق ۱۷۷۴ء تا ۱۱۹۲ھجری مطابق ۱۷۷۸ء کے درمیانی حصہ میں استادانہ شہرت و ناموری حاصل کرلی تھی - ان کا اثر و رسوخ مختلف سرکاروں میں ہوگیا تھا اور وہ پالکی میں امرائے وقت کی طرح سواری کرنے لگے تھے - ایک معمولی عطار کے لڑکے کو معاصر شعرا اپنا ہم پلہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے - چناں چہ آپس میں خوب معاصرانہ چشمکیں ہوئیں - سعادت خاں ناصر ایک واقعہ نقل کرتے ہیں :-

" میر سوز نے مرزا محمد رفیع سودا سے کہا کہ ہم حسرت کو آپ کی طرف سے ناصاف اور ہاں ہرباب میں خلاف پاتے ہیں - شکنجۂ ہجو سے اسے مالش دیا چاہئے اور معترف اسے قصور کا کیا چاہئے - سودا نے فرمایا میں ہجو اس کی کرتا ہوں جو شاعر ہو وہ کہ ایسے ناشاعر کی یہ رباعی تمہارے[۴۲] لیے کہی جاتی ہے اس کی تنبیہ کو کافی ہوگی۔"

رباعی

کیوں سوز یہ حسرت کا ~~دل~~ وہ دل ہوپے سپند | ہے شعر کی گرمی کا دھواں اس کے بلند
حسرت اسے کہیں دہ ہوپے شاعر ہے سوز | عطار کا لونڈا ہے وہ مانتو ، کل قند

غالباً حسرت سوز کی سلیم الطبعی سے واقف تھے کہ انھوں نے کسی کی ہجو نہیں کی۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ رباعی سودا نے کہی ہے لہذا انھوں نے سوز کی بجائے سودا کو جواب دیا۔

حاجی ہمانے پہ چڑھ کر اب کہتا ہے | خلقت سے سوا رتبہ مرا بالا ہے
شاعر کہتے ہیں ..... پر ہے میانا | جا فصد کھلا بھڑوے تجھے سودا ہے

حسرت کا نمونہ کلام یہ ہے :-

کسی کی نگہ کا تیر لگا آہ کیا ہوا | تڑپے ہے دل مرا اسے اللہ کیا ہوا

رقیبوں کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا   عزیزو کیا کہوں قاصد تو میرا کام کر آیا

=== ۰۰۰ ===

دوستوں کا دیکھنا اس دور میں ھردم کہاں   دم غنیمت ھے عزیزو تم کہاں اور ھم کہاں

===۰۰۰===

جگرسوزاں ھے دل بیتاب ھے اور چشم گریاں ھے   الٰہی دن ھے میری موت کا یا شام ھجراں ھے

===۰۰۰===

کسی کا ھے وہ جی جس پہ بیداد کروگے   رحم تمھیں دل دیتے ھیں کیا یاد کروگے

بدخواھی و حیرانی و طغیانی و گریہ   سب آنکھوں پہ ھم لینگے جو امداد کروگے

تاراج کیا جان و دل و صبر بھر آگے   کیا خاک ھے مجھ میں جسے برباد کروگے

دل لینے کو اوروں سے بھی کچھ دوگے بھلا کچھ   لاویں گے بجا ھم تو جو ارشاد کروگے

کہہ دیجو صبا گر تو جوانان چمن سے   فرصت ھے کسے دل کو اگر شاد کروگے

پانی کریں پتھر کو بھی حسرت کی یہ آھیں   دل اپنا بتاں کب تمھیں فولاد کرو گے

۲۰- قلندر بخش جرات (۱۱۳۹ھجری مطابق ۱۷۳۲ع تا ۱۲۲۵ھجری مطابق ۱۸۱۰ع) :

جرات کے والد کا نام حافظ امان تھا۔ وہ شاھی محل کی دربانی پر مامور تھے - نادرشاہ کے ھنگامے میں حافظ امان مارے گئے اس وقت جرات بہت کم سن تھے - خاندان والے اس ھنگامے سے بد دل ھوکر فیض آباد چلے گئے - جرات کا بچپن فیض آباد ھی میں گذرا جب آصف الدولہ فیض آباد سے لکھنو منتقل ھوگئے تو جرات بھی لکھنو آگئے - ان کو شاعری کا چسکہ بچپن سے تھا - ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ان کی تعلیم بہتر طریقہ سے ھوئی تھی - ان کو علم موسیقی اور علم نجوم میں کمال حاصل تھا - پہلی ملازمت نواب محبت اللہ خان کی اختیار کی - نواب محبت اللہ خان، نواب حافظ رحمت خان کے صاحبزادے تھے جب حافظ رحمت خان کو شجاع الدولہ

کے ھاتھوں شکست ھوئی تو وہ نواب محبت اللہ خان کو اودھ لے آیا تھا - جرات بہت دل چسپ انداز سے نواب محبت اللہ خان کی ملازمت کا ذکر کرتے ھین -

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ھم بستان کے ‎ ‎ ‎ ‎ ھیے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

جرات کو بہت سازگار ماحول ملا، سوز، سودا، میر، مصحفی وغیرہ کی صحبتوں مین ان کی شاعری پروان چڑھی - آزاد نے (۶۹) ایک واقعہ لکھا ھے جس سے ان کی جودت طبع اور ذوق سخن سنجی کا اندازہ ھوتا ھے -

" ایک دن سودا کے ھان میر سوز تشریف لے گئے - وھان شیخ حزین کی غزل کا چرچا تھا جس کا مطلع یہ ھے -"

می گرفتیم بجانان سر راھے گاھے ‎ ‎ ‎ ‎ او ھم از لطف نہان داشت نگاھے گاھے

میر سوز نے اپنا مطلع پڑھا :-

نہین نکسے ھے میے دل کی اباھے گاھے ‎ ‎ ‎ ‎ اے فلک بہر خدا رخصت آھے گاھے

مرزا سن کر بولے میر صاحب بچپن مین ھمارے یہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا تھا یا آج سنا " میر سوز بے چارے ھنس کر چپکے ھو رھے پھر مرزا نے خود اس وقت مطلع کہہ کر پڑھا -

نہین جون گل ھوس اپنے سیاھے گاھے ‎ ‎ ‎ ‎ کاہ ھون خشک مین اے برق نگاھے گاھے

میان جرات کی ان دنون ابتداتھی خود خرات دہ کرسکے ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت یہ بھی عرض کیا چاھتے ھین مرزا نے کہا کیون بھئی کیا؟ جرات نے پڑھا :-

سرسری ان سے ملاقات ھے گاھے گاھے ‎ ‎ ‎ ‎ صحبت غیر مین گاھے، سر راھے گاھے

---

(۶۹) آ - ح ، صفحہ ۱۸۶

سب نے تعریف کی اور مرزائے موصوف نے بھی تحسین و آفرین کے ساتھ پسند کیا۔ جرات ۱۲۰۷ھجری مطابق ۱۷۹۳ء میں شہزادہ سلیمان شکوہ کی ملازمت میں شامل ہوئے - یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ جرات کے مراسم میر سوز اور ان کے صاحبزادے کلیج میر مہدی سے بہت زیادہ تھے - انھوں نے میر سوز اور میر مہدی کے قطعات تاریخ وفات کہے - جرات نے بھی میر سوز کا تتبع کیا لیکن رنگین اور انشا کی طرح کام یاب نہ ہوسکے -

کل واقف کار اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات   جرات کے جو گھر رات کو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کم بخت نے کیا ہم پہ کیا سحر   جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

سخت تجھ بن قلق اس دل کا ستاتا ہے مجھے   کچھ اٹھاتا ہے تو پھر لاہ بٹھاتا ہے مجھے

یوں تو میں کیوں کہ کہوں کچھ نہیں بھاتا مجھ کو   کچھ تو بھاتا ہے کہ اب کچھ نہیں بھاتا ہے مجھے

آہ میں کیا کہوں کیا جنس ہوں جوں ہیزم خشک   جو خریدار خریدے سو جلاتا ہے مجھے

میر سوز کی بحر میں جرات کی یہ غزل سوز کا خاص رنگ لیے ہوئے ہے :- (۷۰)

کیا جانے کیا کرے گا وہ بیمار آج کل   رکھتا بہت ہے ہاتھ میں تلوار آج کل

جوہے سو آہ عشق کا بیمار اے دلا   پھیلا ہے بے طرح سے یہ آزار آج کل

اس دوست کے لیے تری دشمن ہیں سینکڑوں   اے دل تک ایک پھر تو خبردار آج کل

ناکارہ جان مجھ کو نہ کر دور باغباں   لاوے گا یہ شجر بھی میاں بار آج کل

ایسا ہجوم خلق تو خالی نہ جائے گا   گرتے ہیں اس کے کوچے میں دوچار آج کل

یوسف کسی زمانے میں تھا خوبرو ولے   تجھ سا نظر پڑے نہ طرح دار آج کل

---

(۷۰) دیوان جہان، صفحہ ۷۶

ہم مفلسوں سے کیا کوئی دل کھول کر ملے سب کے تئیں عزیز ہے زردار آج کل

کون اٹھ گیا ہے پاس سے کیا ہوگیا ہے جو تڑپے ہمیں ہے تیرا دل زار آج کل

وعدہ خلاف آگے ملے گا بھی پھر کبھی کب تک سدا کریں تری ہر بار آج کل

کیا ذکر ماہ و سال کا بہہ جائے دل جگر رونے سے تری دیدۂ خونبار آج کل

افسوس ہے کہ ہم تو تڑپتے ہیں دام میں اور گل رہا ہے کیا گل و گلزار آج کل

آنکھوں میں رشک جان بلب سینہ چاک ہے

جرأت کبھی ہوا ہے گرفتار آج کل

۲۱- شیخ غلام ہمدانی مصحفی (۱۱۶۳ھجری مطابق ۱۷۵۰ء تا ۱۲۴۰ھجری مطابق ۱۸۲۵ء):

امروہے میں پیدا ہوئے اور عنفوان شباب میں دہلی آئے - تعلیم اور شاعری کا ذوق دہلی میں مکمل ہوا - وہ دہلی کی علمی اور ادبی محفلوں میں بھر پور حصہ لیتے تھے اس سے دہلی کے تمام باکمالوں سے ان کے خاص مراسم ہوگئے تھے - دہلی سے دل برداشتہ ہوکر ۱۱۸۰ھجری مطابق ۱۷۶۶ء میں مصحفی آنولہ پہنچے اور قائم کے ساتھ ٹانڈے میں رہنے لگے - ٹانڈے کی تباہی کے بعد فیض آباد گئے اور ایک سال قیام کے بعد پھر دہلی چلے گئے - دہلی میں حالات ناسازگار دیکھ کر لکھنو لوٹ آئے - انشاں کی معرفت شہزادہ سلیمان شکوہ کی سرکار میں رسائی حاصل کی - انشا اور مصحفی کی دوستی کا خاتمہ باہمی نزاع پر ہوا -

میر سوز اور مصحفی کے مراسم لکھنو میں قائم ہوے ہوں گے - مصحفی جس انداز سے میر سوز کا ذکر کرتے ہیں -(۷۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ میر سوز کے ساتھ نیازمندانہ طور سے پیش آتے تھے - میر سوز کے مقدمہ میں لکھتے ہیں -

---

(۷۱) ت - ۵ ، صفحہ ۱۲۱

کاہے کاہے فقیر سے ملاقات ہوتی ہے - بہت مہربانی فرماتے ہیں اور غائب و حاضر میں اس ہیچ مدان پر نوازش کرتے ہیں - بے تکلف دوستانہ تعریف و توصیف کرتے ہیں - اللہ تعالے انہیں اس شفقت بزرگانہ کے ساتھ تادیر سلامت رکھے -

ایک مرتبہ مرزا سلیمان شکوہ کے دربار میں مصحفی کو اپنی قدردانی میں کمی نظر آئی - یہ واقعہ انشاء سے معرکہ آرائی کے بعد کا ہے - چنانچہ مصحفی نے شہزادے کی خدمت میں ایک قصیدہ گذارا جس میں معاصرین کی سرد مہری اور نفاق آمیز اتحاد کی شکایت کی ، آگے چل کر اپنی تعریف کرتے ہیں اور اپنی عظمت اس بات سے ثابت کرتے ہیں کہ سوز ان کی ستائش و تحسین کرتے رہے ہیں - گویا سوز کا کسی شاعر کی تعریف کرنا بلند نامی کی نشانی اور قابلیت کی سند سمجھا جاتا تھا - مصحفی کہتے ہیں :-

وہی ہوں میں کہ جسے میر سوز سلمہ کی ہے یاد بلفظ ستائش موفور

مصحفی کے کلام کی ایک خصوصیت اس کی ہمہ رنگی ہے - انہوں نے غزل میں میر سوز کی سادگی اور ادا بندی کو نباہنے کی کوشش کی لیکن اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے آئیے دونوں کے کلام کا موازنہ کریں -

مصحفی :- (۷۲)

جو دل اس کے کوچے میں جاتا رہے گا تو البتہ وہ تلملاتا رہے گا

پس از مرگ کبھو مری خاک تو وہ کوئی تیر اس پر لگاتا رہے گا

لگاتار جان پر جو ناخن اجل کا تو رشتہ رہے گا نہ تار رہے گا

نہ جاگیں گے خوابیدہ خاک عدم سے اگر ایک عالم جگاتا رہے گا

---

(۷۲) مصحفی ، غلام ہمدانی ، " کلیات مصحفی " مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ، ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۰

گر اس فصل میں جی رہے گا دیوانہ — تو ہر سال دھو میں مچاتا رہے گا

یہ شرط مروت ہے اے بے مروت — کہاں تک تو مجھ کو کڑھا تا رہے گا

جو ملنا ہے تجھ کو تو آ جلد مل لے — کہ پھر ہاتھ سے وقت جاتا رہے گا

نہ ہو مصحفی خمشی دل سے ایمن

رہے گا یہ جب تک ستاتا رہے گا

سوز:

جو تو یونہیں آنکھیں چراتا رہے گا — تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا

مری جان کا بھی تو دشمن یہ دل ہے — مرے پر بھی مجھ کو ستاتا رہے گا

مرے دل کو مجھ سے جدا کاؤ لیو تم — کہ یہ گور میں بھی جلاتا رہے گا

۲۲- میر انشاء اللہ خان انشا ء (۱۱۶۷ھجری مطابق ۱۷۵۳ع تا ۱۲۳۲ھجری مطابق ۱۸۱۷ع):

انشاء کے والد کا نام میر ماشاء اللہ خان تھا ۔ انشاء کی پیدائش مرشد آباد میں ہوئی وہیں انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کی ۔ شاہ عالم کے زمانے میں دھلی پہنچے اور بادشاہ کے دربار میں رسوخ حاصل کرلیا ۔ شاہ عالم ان کی دل چسپ باتوں سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں انشاء کا مناقشہ مرزا عظیم بیگ سے ہوا ۔ کچھ تو ناقدری کا احساس اور کچھ دھلی کے ادبی ماحول کی ناسازگاری انشا نے لکھنو کا رخ کیا ، اور شہزادہ سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار کرلی اور رفتہ رفتہ ان کے قدیمی استاد مصحفی کی جگہ لے لی ۔ کچھ دنوں کے بعد نواب سعادت علی خان بادشاہ اودھ سے بھی تعلق پیدا ہوگیا۔ انشاء نے اپنی بذلہ سنجیوں سے تھوڑے ھی دنوں میں نواب کواپنا گرویدہ بنالیا ۔ بزرگوں کا قول ھے کہ بغیر سوچے سمجھے بولنا نقصان دہ ہوتا ھے ، یہ مقولہ انشاء پر صحیح ثابت ہوا ایک دن دربار میں ایک

ایسا لفظ بے خیالی میں کہہ گئے جو براہ راست نواب پر چسپاں ہوتا تھا ۔ اسی دن سے ان کا تنزل شروع ہوا ۔ آخر کار سخت ذہنی پریشانیوں میں مبتلا رہ کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔

انشاء ایسے نوجوان شاعروں میں تھے جنھوں نے پرانے اساتذہ کی آنکھیں دیکھی تھیں مگر لکھنو میں جس قسم کا تہذیبی اور معاشرتی انقلاب برپا تھا وہ اس سے دامن نہ بچاسکے ۔ چناں چہ ان کے کلام میں اگر ایک طرف اعلی و ارفع شعری و فنی خوبیاں ہیں تو دوسری طرف ذہنی پستی اور عام معاشرتی انحطاط کی تصویریں بھی موجود ہیں ۔ نوجوان شاعروں میں انشاء پہلے شخص تھے جنھوں نے میر سوز کے رنگ کو اپنانے ، نبھانے اور رواج دینے کی کوشش کی۔ قاسم لکھتے ہیں کہ " انشا کی طرز میر سوز کی طرز سے بہت مشابہ ہے اور یہ طرز ان کو بہت مرغوب ہے ۔"

تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ انشا نے میر سوز کا تتبع کیا ہے ، اور یہ حقیقت بھی ہے انشاء کے کلام سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس پر میر سوز کی چھاپ لگی ہوئی ہے ۔ سادگی اور ادا بندی کا جو حسین امتزاج ان کے کلام میں ملتا ہے وہ میر سوز ہی کا اثر ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ سوز نے ادا بندی کے کچھ پیمانے مقرر کئے تھے ۔ ان پیمانوں سے انھوں نے سر مو انحراف کبھی نہیں کیا ، مگر انشاء اس کی پابندی نہ کرسکے وہ ادا بندی جو سوز کے ہاں ایک خاص دل کشی رکھتی ہے انشا کے ہاں ابتذال کی صورت اختیار کرلیتی ہے ۔ اپنی ظریفانہ طبیعت کے باعث وہ اور بھی کھل کھیلے ۔ لکھنو کے زوال پذیر معاشرے میں ان کی واہ وا تو ہوئی لیکن ان کے فن کا خاتمہ ہوگیا۔ بیتاب نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ انشاء کے علم و فضل کو ان کی شاعری نے کھویا اور ان کی شاعری کو نواب سعادت علی خان کی درباداری نے ڈبویا ۔ ان کے واقعات پڑھ کر اور کلام کا مطالعہ کر کے ایک ایسے شاعر کی تصویر سامنے آتی ہے جس نے ڈوموں ، بھانڈوں اور مسخروں کا لباس پہن لیا ہو ۔ بہرحال جہاں جہاں مضحکات نہیں ہیں وہاں ، متانت ، [illegible]

وقار اور معنی آفرینی بھی ملتی ہے ۔ سوز کی ادا بندی کی تقلید میں انشاء کا رنگ سخن کچھ اس طرح ہوگیا ہے:-

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو   بات میں تم تو خفا ہوگئے لو اور سنو

===۰۰۰===

مستعد اٹھنے پہ بیٹھے تھے مرے گھر سے رات   بوندیں پڑنے لگیں اور ایسا اک اچھا آیا

تب لگے کوٹ کے ماتھے کو یہ کہنے ہے ہے   مجھے رہنا ہے پڑا قہر یہ کیسا آیا

کیا برسنا تھا اسے میرے ہی گھر جاتے وقت   اس گھڑی کس لیے بادل یہ نگوڑا آیا

=== ۰۰۰ ===

اے جنوں استاد جی، آجائیے خم ٹھونک کر   ہاں خلیفہ ہم بھی دیکھیں پہلوانی آپ کی

==== ۰۰۰ ===

گالیاں خوب سی دیں پاؤں جو دابے ہم نے   محنتیں خوب سی کیں، خوب سے انعام لیتے

==== ۰۰۰ ====

شب کو ان سے میں راہ میں لپٹا   بیم حاکم رہا نہ خوف عسس

ہاتھا پائی ہوئی یہاں تک تو   ان کی انگلی کی مڑگئی چٹ مس

لگی کہنے کہ میرے دامن کو   نہیں اب تک کیا کسی نے مس

مفت جل جائے گا میرے بھی سرک   اری میں آگ اور تو ہے خس

جب یہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہیں   تب یہ ٹھہری کہ بوسے دیں گے دس

لے کے دس بوسے گیارھواں نہ سہی   ہم کو بیٹھے کیے جو زیادہ ہوس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات   آٹھ، نو، دس، ہو لے بس انشا بس

===۰۰۰====

اس کے بن پونچھے جو ہونٹوں کی مسی یاد پڑی   سامنے آنکھوں کے اک بار اندھیرا آیا

۲۳- سعادت یارخان رنگین (۱۱۷۰ھجری مطابق ۱۷۵۷ع تا ۱۲۵۱ھجری مطابق ۱۸۳۵ع) :

رنگین کے والد طہماسپ بیگ خان تھے انھین دربار دھلی سے ھفت ھزاری کا منصب ملا ہوا تھا - تعلیم حاصل کرنے کے بعد رنگین نے شاھزادہ سلیمان شکوہ کی ملازمت کی، پھر نظام دکن کی فوج مین افسر توپخانہ ہوگئے ، بعد مین گھوڑون کی تجارت کرنے لگے - رنگین دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے - انھون نے بڑے عیش و آرام سے زندگی بسر کی - کہتے ھین کہ رنگین نے شروع مین میر تقی میر کا شاگرد ہونا چاھا تو میر نے کہا تم امیر آبادی کے لڑکے ہوتم کو شاعری نہین آسکتی تمھارے لیے شہسواری اور ورزش وغیرہ مناسب ھے ، تم کو اس سے کیا واسطہ - رنگین نے اپنے کلام پر حاتم اور محمد امان نثار سے اصلاح لی - (۸۳)

رنگین کا زیادہ تر وقت امراء و روسا کی صحبت اور سیر و سیاحت مین گذرا - وہ عشق پیشہ اور عیش پسند انسان تھے لکھنو کے ماحول نے ان پر مزید اثر کیا ، انشاں کی صحبت نے بھی اپنا اثر دکھایا - بہرحال رنگین نے شاعری کا جو معیار قائم کیا وہ بڑا طور پر صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ھے - انھون نے بھی انشاء کی طرح میر سوز کا رنگ اپنانے کی کوشش کی لیکن کام یاب نہ ہوسکے اور اپنے مزاج کے اقتضا سے اس راہ پر جانکلے جو شاعری کو رکاکت کی سرحد سے ملادیتی ھے - سوز کی شاعری کی طرز اس وقت لکھنو مین بہت مقبول ہو رہی تھی - نوجوان شاعر اس رنگ مین طبع آزمائی ذوق و شوق سے کر رہے تھے - رنگین نے بھی ان کے رنگ کو اپنایا لیکن ان کی رنگین مزاجی نے ان کے کلام پر بہت گہرا رنگ چڑھادیا ، اتنا گہرا کہ وہ سخت بد زیب اور ناگوار معلوم ہونے لگے - فحش اور مبتذل مضامین اشعار مین قلم بند کرکے ریختی کا نیا مفہوم پیدا کرنا رنگین کی جدت ھے - شعرائے قدیم کے ھان ریختی کا مطلب یہ تھا کہ ھندی

---

(۸۳) صابرعلی خان، ڈاکٹر، " سعادت یار خان رنگین"، مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۵۶ع ، صفحہ ۳۷

بھاشا کے الفاظ کے استعمال اور ہندی ماحول کی مناسبت سے عشقیہ جذبات کو عورت کی زبان سے اس طرح ادا کیے جائیں کہ متانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے - برخلاف ازیں اور رنگین کے طرز کے جن کا دارو مدار عیاشی اور شہوت پرستی پر ہے ان کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ایسا کلام پڑھ کر لوگوں کو ہنسی آئے یا ان کے نفسانی جذبات میں ہیجان پیدا ہو ، اس وجہ سے اس قسم کی نظموں میں خلوص اور بلند خیالی یہاں تک کہ بے ضرر سادہ مذاق بھی نہیں ہوتا - (۷۵) بطور نمونہ رنگین اور سوز کے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں -

رنگین :

میں جو لپٹا تو وہ گھبراکے یہ بولے کہ سرک — چھوڑ دے مجھ کو کسی اور سے یہ پیار نکال

=========

سوز : ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا — کہنے لگا مجھ سے یہ کیا حال ہے

بس دوا نہ مت ہوا پنے تئیں سنبھال — ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

رنگین :

جو اس کو غیر کے میں سامنے بلاتا ہوں — تو چتونوں میں یہ کہتا ہے وہ کہ آتا ہوں

جو چھیڑتا ہوں کبھی پاکے اس کو میں تنہا — تو یوں کہے ہے سرک ورنہ غل مچاتا ہوں

سوز :

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا — رمز میں کرنے لگا اظہار پیار

جب تلک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا — دل میں آیا آنہ کر بوس و کنار

کھول کر آغوش جوں سرکا وہیں — کہنے لگا وا چھڑے چل جھک نہ مار

(کھول کر آغوش جوں سرکا وہیں)

=== ooo ===

---

(۷۵) رام بابو سکسینہ ، " تاریخ ادب اردو " مطبوعہ لاہور اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۷ء، صفحہ ۲۸۳

سوز :

سوز مرتا ہے تجھ پہ میں نے کہا   اک نہ دو بول اٹھا کہاں کا ہے

کیسی صورت ہے کون اچھا ہے   وہ مرا آشنا کہاں کا ہے

میں نہ بیٹھوں گا اس کنے واللہ   ایسا وہ پارسا کہاں کا ہے

باب - پنجم

میر سوز کے تلامذہ

باب ـ پنجم

میر سوز کے تلامذہ

۱ـ آصف ، نواب آصف الدولہ

۲ـ آشفتہ، حکیم رضا علی خان

۳ـ امیر، نواب محمد یار خان ـ

۴ـ افسوس ، میر شیر علی

۵ـ انور، محمد انوارالدین

۶ـ ترقی، محمد تقی خان

۷ـ جان، جان عالم خان

۸ـ حیف ، موتی لال

۹ـ داغ ، میر مہدی

۱۰ـ رند ، نواب مہربان خان

۱۱ـ سوزان، شمس الدین

۱۲ـ طپان، سید قدرت علی

۱۳ـ عیش ، مرزا حسین رضائی

۱۴ـ عیاش ، میر محمد یعقوب

۱۵ـ فریاد ، لالہ صاحب رائے

۱۶ـ شوخ ، گنا بیگم

۱۷ـ مدہوش ، میر نبی خان

۱۸ـ نوازش ، نوازش حسین خان

۱۹ـ ہوش ، میر شمس الدین

متقدمین

۱ـ حیات ، حیات اللہ

۲ـ ذکا ، مرزا محمد بخش

۳ـ سائل ، جلیل شاہ

۴ـ میر کلو

۵ـ مشتاق ، عبداللہ

١- آصف ، نواب آصف الدولہ :

نواب وزیر آصف الدولہ بہادر ، یحییٰ خاں والی اودھ کے تخت نشین ہونے سے پہلے سوز اودھ پہنچے - اور سودا کی وفات کے بعد نواب وزیر آصف الدولہ کے کلام پر اصلاح دینے کی خدمت سنبھالی -(١) نواب موصوف میر سوز کا بہت احترام کرتے تھے - یہ معلوم نہیں کہ انھوں انھوں نے استاد کا وظیفہ کیا مقرر کیا تھا لیکن جب نواب میر تقی میر کو تین سو روپیہ ماہوار وظیفہ دیتے تھے تو استاد ہونے کے لحاظ سے ان کے ساتھ خصوصی مراعات ہوں گی - میر سوز اس منصب پر سولہ سترہ سال فائز رہے - آصف الدولہ نے ٢٨/ ربیع الاول ، ١٢١٢ھجری مطابق ١٧٩٧ع میں اکہاون سال کی عمر میں وفات پائی -

آصف کے کلام میں سوز کی جملہ خصوصیات ملتی ہیں - سادگی ، صفائی اور اثر آفرینی جو سوز کے ہاں ہے وہی آصف کے ہاں بھی موجود ہے - (٢) نیاز فتح پوری جو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سوز سے آصف مشورہ سخن کرتے تھے ، یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے کلام میں سوز کی خصوصیات ضرور پائی جاتی ہیں -(٣)

نمونہ کلام :

١- جو شمشیر ان کی علم دیکھتے ہیں (۴)   وہیں سر کو اپنے قلم دیکھتے ہیں

٢- جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں   خدا کی خدائی میں ہم دیکھتے ہیں

---

(١) گ - ۃ ، صفحہ ١٢
ت - ۃ ، صفحہ ۵
سری رام ، لالہ ، " خمخانۂ جاوید " جلد اول ، مطبوعہ مخزن پریس دھلی ، ١٣٢۵ھجری ، صفحات ٨۵-٨٣

(٢) ابواللیث صدیقی ، ڈاکٹر ، " لکھنو کا دبستان شاعری " مطبوعہ اردو مرکز لاھور ، ١٩۵۵ع ، صفحہ ۵۹

(٣) انتقادیات ، صفحہ ٢٤٦

(۴) د - ج ، صفحہ ٩
تری تیغ جب ہم الم دیکھتے ہیں

۳- شتابی سے آ ورنہ میرے مسیحا   کوئی دم میں راہ عدم دیکھتے ہیں

۴- ملے تم ہو میرے رقیبوں سے جاکر   ہمیں ہیں کہ سو سو ستم دیکھتے ہیں

۵- خدا دشمنوں کو نہ وہ دکھ دکھائے   جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتےہیں

۶- بہت جھوٹے وعدے کئے تو نے ہم سے   بھلا ہم تو تیری قسم دیکھتے ہیں

۷- تو آوے نہ آوے میاں ہم تو ہر شب   تری راستہ صبح دم دیکھتے ہیں

۸- بتوں کی گلی میں شب و روز آصف   تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

==== ००० ===

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے   ہم نے جانا کہ دو جہان سے گئے

تیرے کوچے میں نقش پا کی طرح   ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

شعلہ کی طرح رفتہ رفتہ ہم   سمجھو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے

عشق ہاتھوں سے تیرے کیا کہئے   نام سے گذرے اور نشاں سے گئے

ایک دن ہم نے یار سے جو کہا   ق   اب تو ہم طاقت و تواں سے گئے

ہنس کے بولا کہ سنتا ہے آصف   یوں ہی کہہ کہہ کے لاکھوں یاں سےگئے

==== ००० ===

نہ اشک چشموں میں ہم دم رہے رہے نہ رہے   حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے مت گذرے   تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ میں کمال و زوال   تری یہ حسن کا عالم رہے رہے نہ رہے

عرق ہے رخ پہ تری خوشنما صنم لیکن   ہمیشہ گل پہ یہ شبنم رہے رہے نہ رہے

نہ تیرے وصل و جدائی کا کیا لکھے آصف   یہ اتفاق ہے باہم رہے رہے نہ رہے

==== ००० ===

مرے دل کو زلفوں میں زنجیر کیجو   یہ دیوانہ اپنا ہے تدبیر کیجو

مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے   یہ مہمان ہے اے شانہ توقیر کیجو

==========

دل ہمارا خانہ اللہ کر مشہور تھا   سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بتخانہ ہوا

==== === ===

اے پری نام خدا تیری سجاوٹ خاصی   قہر چھب تس پہ یہ انگیاکی کساوٹ خاصی

سرکے تعویذ ستم اور فتح پیچ غضب   بال مہکے ہوے چوٹی کی گندھاوٹ خاصی

پہونچیاں واچھڑے اور کان کی بالی بیداد   نورتن ایسی ہی کنٹھے کی جڑاوٹ خاصی

گوکھرو دیکھ کے لہرائے یہ دل کہتا ہے   گوکھرو اور تہت کی ہے بناوٹ خاصی

سب سے پوشاک جدی سب سے نرالا ڈھنگ   دانت تصویر ہے مسی کی اداوٹ خاصی

کفش پاؤں میں بھبھوکا ہے مغرق نادر   اس پہ کافر یہ پجامے کی چاوٹ خاصی

بند پاجامے میں چمکے ہے سرہا کی جھلک   ہے پری زاد کھڑی اور بناوٹ خاصی

قطعہ چولی کا ستم گھیر بھی دامن کا غضب   آستیں چست بہت اور چناوٹ خاصی

اگر جگت بولے تو پری کی آتش ہو زبان   ور جو رک جاوے تو رکنے کی رکاوٹ خاصی

کیوں نہ ایسے سے پھنسے دل بھلا انصاف کرو   گفتگو سحر کمر خوب لگاوٹ خاصی

کیا کیا اظہار میں تم سے کروں اس کا آصف

دست و پا خوب ہیں مہندی کی رچاوٹ خاصی

نواب بیگم کے جواب میں یہ غزل خوب ہے :- (۵)

خوشی دل میں ہم اپنے کم دیکھتے ہیں   اگر دیکھتے ہیں تو غم دیکھتے ہیں

---

(۵) د - ج، صفحہ ۱۰

نہ قطرہ کوئی خون کا باقی ہے دل میں ـ نہ آنکھوں میں ہم اپنی غم دیکھتے ہیں

تو آوے نہ آوے یہاں ہم تو ہر شب ـ پڑے راہ تا صبح دم دیکھتے ہیں

نگاہ کرم جس جگہ پر کرے تو ـ ہم اس جا پہ باغ ارم دیکھتے ہیں

کرم سے ترے شاد خرم ہیں سب ـ مگر ایک ہم ہیں کہ غم دیکھتے ہیں

زیادہ ہو یعقوب سے غم ہمارا ـ جو ہم تجھ کو یوسف سے کم دیکھتے ہیں

تبسم بلب ہیں تمامی یہ موجود ـ ہم اپنی ہی آنکھوں میں غم دیکھتے ہیں

تمہیں کیا عرض ہے جو آؤ یہاں تک ـ ہم ہمیں آن کر اب قدم دیکھتے ہیں

بہت جھوٹے وعدے کئے تو نے ہم سے ـ بھلا اب کی تیری قسم دیکھتے ہیں

کہاں تاب ہے غیر کو دیکھنے کی ـ اگر دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں

کہا ہے جو تم نے یہ اپنی غزل میں ـ تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

وہی دیکھتا ہے جو دیکھے ہے سب کچھ ـ نہ تم دیکھتے ہو نہ ہم دیکھتے ہیں

==========

تجھ سا دلدار ہو اور ناز خرام ایسا ہو ـ کیوں کہ دل کفر سے منکر ہو جو رام ایسا ہو

میں ترے صدقے ہوں اور گالیاں تو دے ظالم ـ بندگی ایسی ہو اور اس کا انعام ایسا ہو

زلف مشکیں میں بری روگئے یہ دل کیوں نہ پھنسے ـ ایسا صیاد ہو اور ہاتھ میں دام ایسا ہو

ملتجی مت ہو سوا ذات علی کے آصف ـ پھر تجھے چاہئے کیا جس کا امام ایسا ہو

==========

۲- آشفتہ ، حکیم رضا قلی خان :

نام حکیم رضا قلی خان اور والد کا نام حکیم محمد شفیع خان تھا ـ وطن اکبر آباد تھا ـ
ان کے بڑے بھائی کا نام مرزا ہجو تھا ذرہ تخلص کرتے تھے ـ زیارت کے لیے کربلا گئے اور وہیں

پیوند خاک ہوئے ۔ دوسرے بڑے بھائی کا نام مرزا رضی تھا ۔ وہ لکھنو میں طبابت کرتے تھے ۔فن طبابت میں اس خاندان کو بہت شہرت حاصل تھی ۔ سلاطین امرا اور وزرا ہمیشہ قدردانی کرتے رہے ، خود آشفتہ کا شمار بھی حاذق طبیبوں میں ہوتا تھا ۔ علی لطف ان کو اپنے قدیمی دوستوں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو آزاد وضع ، خوش اختلاط ، وارستہ مزاج اور مایہ ارتباط محبت اور یکرنگی قرار دیتے ہیں ۔(۶) آشفتہ دو ڈھائی برس فیض آباد میں مرزا یوسف کور کے بیٹے مرزا محمد تقی خان کی رفاقت میں رہے ۔ بعد میں مستقلاً لکھنو میں رہنے لگے ۔ ۱۲۰۸ھجری مطابق۱۷۹۳ع میں لکھنو سے مرشد آباد آئے ۔ نواب مبارک الدولہ ناظم صوبہ بنگال مرض الموت میں گرفتار تھے۔ آشفتہ نے ان کا علاج کیا لیکن شفا نہ ہوئی مبارک الدولہ کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے نواب عضدالدولہ ناصر الملک سید بیر علی خان دلیر جنگ کے پاس ایک سال تک رہے ۔ مرشد آباد میں آشفتہ نے نہایت فراغت سے زندگی بسر کی علی لطف لکھتے ہیں کہ بنگال میں انھوں نے ایک لاکھ روپیہ پیدا کیے آشفتہ بہت کشادہ دست تھے ۔ (۷) ذی الحجہ ، ۱۲۱۳ھجری مطابق ۱۷۹۹ع میں آشفتہ مرشد آباد سے کلکتہ چلے گئے ۔ علی لطف کہتے ہیں کہ بالفعل کہ ۱۲۱۵ھجری مطابق ۱۸۰۰ع ہے بہ عزت تمام کلکتہ میں بسر اوقات کرتے ہیں ۔ شاہ کمال کہتے ہیں کہ فقیر سے بہت ملاقات تھی اور آشفتہ کے مکان پر مشاعرے منعقد ہوتے تھے ۔ (۸)

علی لطف(۹) ، مصحفی(۱۰) اور احمد علی یکتا(۱۱) کا قول ہے کہ سوز کے شاگردوں میں کوئی دوسرا یہ مقام حاصل نہ کرسکا ۔ وہ شعر گوئی اور شعر خوانی میں میر سوز کی کامل اتباع کرتے تھے۔

---

(۶) گ ۔ ء ، صفحہ ۶۰

(۷) گ ۔ ء ، صفحہ ۶۰

(۸) م ۔۱ ، صفحہ ۲۱

(۹) گ ۔ ء ، صفحہ ۶۱

(۱۰) ت ۔ ء ، صفحہ ۱۸

(۱۱) د ۔ ف ، صفحہ ۵۰

اور اس پر فخر بھی کرتے تھے - شعر درد آمیز ، صاف اور شستہ کہتے تھے - اشعار پڑھنے کا انداز بالکل میر سوز کی طرح تھا - وہ اپنے استاد کی طرح حرکات و سکنات کے ذریعہ اشعار کی وضاحت کرتے تھے - انھیں فن موسیقی سے بہت لگاؤ تھا - مصحفی کہتے ہیں کہ ۱۱۹۸ھ مطابق ۸۴-۱۷۸۳ء میں جب وہ لکھنو پہنچے تو آشفتہ نے طرحی مشاعروں کا بندوبست کیا - وہ اپنے مکان پر مشاعرے منعقد کرتے تھے - آزاد مزاجی کے باعث انھوں نے اپنے اشعار کو محفوظ نہیں رکھا - اسی وجہ سے دیوان مرتب نہ ہوسکا - شروع میں حکیم تخلص کرتے تھے بعد میں آشفتہ اختیار کیا - (۱۲)

مرزا سعادت یار خاں رنگین اپنی مجلس پنجاہ سوم میں آشفتہ سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" مرشد آباد میں حکیم رضا قلی متخلص بہ حکیم کے مکان پر میرا جانا ہوا - محمد خاں صاحب بھی میرے ہمراہ تھے - حکیم صاحب میر سوز کے شاگرد ہیں - میر موصوف کے اشعار کا تذکرہ ہونے لگا - ان کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا کہ فرمایا کہ ان کی بول چال کے برابر کسی میں یہ خوبی کلام ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتی - حاضرین میں سے ایک شخص بولا کہ یہ صاحب سوز کے کلام پر کچھ اعتراض رکھتے ہیں - میں نے کہا ہاں! اس پر حکیم صاحب بہت بھنائے - اور اپنے استاد کا ایک قطعہ پڑھ کر کہا کہ اچھا اس میں کوئی نقص نکالیے میں نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کسی بزرگ کی شان میں مجھ سے گستاخی واقع ہو لیکن جب بہت اصرار کیا تو میر سوز کا وہ قطعہ مجھے پڑھ کر سنایا ـــــ

میں کہا دل میں درد ہے میرے   حضر کے کہنے لگا خدا نہ کرے

---

(۱۲) نغز ، صفحہ ۳۳

پھر جو کچھ جی میں آ گیا تو کہا ہمیں بیٹھے اگر دوادہ کرے

میں نے کہا کہ اول مصرع میں " کہا " غیر فصیح ہے اور دوسرے مصرع میں یہ نہیں کھلتا کہ کون ہنسا اور کس نے کہا " ہنس کے کہنے لگا خدا نہ کرے " اگرچہ اس میں اشارہ معشوق کی طرف ہے لیکن زیادہ واضح نہیں ہوسکا اور " پھر جو کچھ جی میں آگیا تو کہا " اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے جی میں آیا اور چوتھے مصرع میں " بیٹھے " کا لفظ عورتوں کی زبان کے لیے مخصوص ہے ، مرد اس کو شعر میں نہیں لایا کرتے غرض دوسرے روز پھر گیا اور میں نے اپنے کچھ قطعے سنائے جو سب کو پسند آئے -" (۱۳)

روٹھ کر میں جو اٹھ چلا رنگین ہو کے وہ بے قرار دوڑی آئی

لگ کے چھاتی سے پھر لگی کہنے ہمیں ہے ہے کرے جو آئے جائے

میں نے پوچھا کہ جانتی ہو مجھے بولی" رنگین کہ ہم تو بھول گئے "

اس کے منھ سے یہ بات سنتے ہی بس مرے ہاتھ پاؤں بھول گئے

رنگین کے [illegible] اعتراض سے بحث سوز کے کلام کے تنقیدی مطالعہ کے ذیل میں آئے گی - اس لیے یہاں پر ہم اس مسئلہ کو نظرانداز کرتے ہیں - اور آشفتہ کا نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے-

جی تھا آنکھوں میں، یار تھا دل میں یاں تلک انتظار تھا دل میں

آبلہ ہوکے دم میں پھوٹ بہا یہ کہاں کا بخار تھا دل میں

مرگئے پھر بھی ہم کو خاک نہ دی آج تک یہ غبار تھا دل میں

کھبچتے ہی تک آئے کمان ابرو تیر مژگاں دو سار تھا دل میں

---

(۱۳) سعادت یار خان رنگین، " مجالس رنگین " (ترجمہ) شیر علی خان سرخوش ، مطبوعہ گیلانی پریس لاہور، سن ندارد ، صفحہ ۴۷

دم آخر جو ہچکی آئی تھی　　وہ فراموش خار تھا دل میں

دست و لب نزع میں جو ہلتے تھے　　شوق بوس و کنار تھا دل میں

دم شماری تلک بھی آشفتہ

قدموں کا شمار تھا دل میں

فقط نہ ابھی ہی تم آن دیکھتے جاؤ　　ادھر ادھر بھی مری جان دیکھتے جاؤ

نہ پیچ و تاب کو بالوں کے طول دو اتنا　　ہمارا دل ہے پریشان دیکھتے جاؤ

بجائے اشک نکلتے ہیں پارہ ہائے جگر　　تمہارے جی میں تھا ارمان دیکھتے جاؤ

دکھانے آئے تھے دامن کے چاک کی خوبی　　ہمارا چاک گریبان دیکھتے جاؤ

کیا خرید زلیخا نے مصر میں یوسف　　جناب عشق کی تم شان دیکھتے جاؤ

اگرچہ ہووین گی تصدیع لیکن آشفتہ　　کوئی گھڑی کا ہے مہمان دیکھتے جاؤ

==========

چلا ہے کعبہ کو آشفتہ یار سا بن کر　　خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے

وصل اس کا خدا نصیب کرے　　دیکھیں تب ہم سے کیا رقیب کرے

ہجر سے قتل وصل سے احیا　　حب میں جو آپ سو حبیب کرے

گل کا دیکھا جینگ کے چپ ہونا　　شور کیوں کر نہ عندلیب کرے

مر گیا اک صنم پہ آشفتہ　　موت ایسی خدا نصیب کرے

=== ●●● ===

یہ خرابی تو بڑی مجھ پہ ترے جانے سے　　چغد بھی ڈرنے لگے اب مرے ویرانے سے

کس طرح قید کروں یہ تو ٹھہرتا ہی نہیں　　کون بر آوے بھلا اس دل دیوانے سے

میں سمجھتا ہوں کہ تم جاکے نہیں آنے کے　　فائدہ کیا ہے بھلا جھوٹ قسم کھانے سے

شعلہ خو آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا مجھے آج تو آگ ہوا غیروں کے بھڑکانے سے

===@@@===

دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ اوسان گئے اپنے بیگانے وہاں جتنے تھے سب جان گئے

اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقے تو نہ کر ہم بھی جی رکھتے ہیں پیارے ترے قربان گئے

===@@@===

مجھ کو کہتا ہے صنم تجھ کو بھی اب بھاگ لگے آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے تجھے آگ لگے

بوسہ کے واسطے چمٹا تو لگا کہنے مجھے بس کہیں دور بھی ہو منہ کو ترے آگ لگے

=== @@@ ===

وہ رشک مہر جو عالم میں بے نقاب پھرے پھر اس چمک سے نہ گردوں پہ آفتاب پھرے

گئے تھے کل مجھے بہلا کے " میں یہ آتا ہوں " میں ایسے آنے کے صدقے بہت شتاب پھرے

==== @@@ ====

لڑتے تو رات اس سے میں غصہ میں لڑ لیا پر جب وہ اٹھ چلا تو کلیجہ پکڑ لیا

یہ جوش غم ہے کہ سینہ میں خون ابلتا ہے نہ رکھیو ہاتھ کلیجے پہ میرے جلتا ہے

نہ پوچھو دل کی حقیقت تمہارے عشق میں آہ اسے وہ غم جو لگا ہے ایسی میں گھلتا ہے

یہ ہم کو اس کی جدائی نے اور ایذا دی کہ رات کوئی پسینہ میں دل کو ملتا ہے

کسی کے کان کا در ترے دیکھا آشفتہ جو اشک آنکھوں سے موتی سا نہیں ڈھلتا ہے

=== @@@ ===

ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینہ سے الٰہی موت دے گذرا میں ایسے جینے سے

نہ جانے کیوں کہ بھارت وہ چاند سا مکھڑا نظر پڑا نہیں مجھ کو کئی مہینے سے

ہو جس دماغ میں کچھ بوئے عشق وہ سمجھے ملی جلی ہوئی بو عطر کی پسینے سے

چہرہ کچھ ان دنوں غم پنہاں سے زرد ہے ظاہر میں کچھ مرض نہیں پر دل میں درد ہے

=========

سانس آکر جگر میں اڑتی ہے شکل جب تیری یاد پڑتی ہے

ہاں نہ ہم مارے جائیں کیوں کہ بھلا کیا بری طرح آنکھ لڑتی ہے

بیچ میں لاکے ہم غریبوں کو زلف کس کس طرح اکڑتی ہے

تجھ کو جانے دوں کیوں کہ خانہ خراب دل کی بستی مری اجڑتی ہے

پچھلے مردے اکھیڑو مت آو [illegible] نعش آشفتہ آج گڑتی ہے

=== === ===

۳- امیر، نواب محمد یار خان :
=====================

کریم الدین لکھتے ہیں :- (۱۳)

" اس نے میر سوز اور مرزا محمد رفیع سودا سے جو کہ ان ایام میں درمیان فرخ آباد کے مہربان خان کے ہمراہ رہتے تھے اصلاح لینی شروع کی - ہر چند اس نے ان دونوں شاعروں سے درخواست کی کہ تم میرے پاس چلے آو انھوں نے نہ مانا -"

قائم کے ٹانڈا پہنچنے سے پہلے امیر سوز اور سودا ہی سے اصلاح لیتے ہوں گے - قائم کی آمد کے بعد ممکن ہے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا ہو - ہوسکتا ہے کہ سوز جب ٹانڈے پہنچے ہوں تو مختصر عرصہ کے لیے اصلاح کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا ہوگا - لیکن اس کی مدت چند ماہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی -

نمونہ کلام :
========

تیری گھر جانے سے ہاں اپنا تو گھر جاتا ہے اے مری جان کے دشمن تو کدھر جاتا ہے

---

(۱۳) کریم ، صفحہ ۱۹۲

واہ ری سوختی تری جھیپی کی ہنگام عتاب　　جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنور جاتا ہے

==========

تھر تھراتا ہے اب تلک خورشید　　سامنے تیرے آگیا ہوگا (۱۵)

======= ===

اس شکار انداز سے لگ کر کوئی چھوٹے ہے آنکھ　　کیوں نہ ہو سینے فدا منہ وقت رم نخچیر کا

==== === ====

بس میں آیا جو تمہارے اسے چاہو سو کرو　　کیا ستم آدمی سہتا نہیں لاچاری سے

۳- افسوس ، میر شیر علی :

اردو کے مشہور نثر نگار اور فورٹ ولیم کالج کے منشی میر شیر علی افسوس ۱۱۵۳ھجری مطابق ۱۷۳۰ع میں پیدا ہوئے - ان کے باپ کا نام میر مظفر خان تھا - نار نول کے رہنے والے تھے - ان کا سلسلہ نسب امام جعفر صادق سے ملتا ہے - میر مظفر خان نواب قاسم خان عالی جاہ کے داروغۂ توپخانہ تھے (۱٦) جب نواب میر قاسم عالی جاہ کو انگریزوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو میر مظفر خان لکھنؤ چلے آئے ، اس وقت میر شیر علی کی عمر گیارہ سال تھی - میر شیر علی تقریباً گیارہ سال نواب حسین علی خان سالار جنگ اور ان کے لڑکے مرزا نوازش علی خان کے پاس رہے - نواب حسین علی خان، نواب قاسم علی عالی جاہ کے داماد تھے اس وجہ سے میر مظفر جنگ سے ان کے خصوصی مراسم تھے -(۱۷) میر شیر علی افسوس کو مختلف تذکرہ نگاروں نے مختلف استادوں کا شاگرد لکھا ہے -(۱۷) سید علی حسن خان (۱۸) نے ان کو میر حیدر علی حیران اور

---

(۱۵) یہ شعر سوز کے دیوان میں ردیف الف غزل نمبر　　میں موجود ہے -

(۱٦) ذکا، خوب چند ، " عیار الشعرا " قلمی عکسی مملوکہ انجمن ترقی اردو کراچی ، صفحہ ۲۱

(۱۷) م - ن ، صفحہ ۳۵

(۱۸) سید علی حسن خان " بزم سخن" مطبوعہ مطبع نامی مفید عام پریس آگرہ، ۱۸۹۸ع، صفحہ ۱۵

میر سوز کا شاگرد بتایا ہے - مصحفی کہتے ہیں کہ پہلے میر سوز سے تلمذ تھا پھر حیران سے استفادہ سخن کیا- (۱۹) لطف نے ان کو میر حسن کا شاگرد لکھا ہے -(۲۰) میر حسن کی ا یہی روایت یہ ہے کہ کچھ عرصہ میر سوز سے فائدہ اٹھایا پھر آگے مزید اضافہ کرتے ہیں :-

" با فقیر از سبب هم نشینی صحبت شعراء اکثر می شود- هر سخنے کہ می گویم از رہ مصفی درست می داند-" (۲۱)

بعض کا قول ہے کہ میر سوز اور میر تقی میر سے اصلاح لی تھی -(۲۲)

احمد علی یکتا رقم طراز ہیں :-

" معلومات میں اور بندش سخن میں کسی طرح بھی ہم عصروں سے کم نہ تھا - صاحب دیوان ہوا - اکثر اقسام شعر کو اچھا کہا - پہلے میر سوز کی شاگردی کی آخر میں میر حیدر علی حیران سے رجوع کیا - مشق کلام پختگی تک پہنچائی - فقیر سے بہت دوستی اور اتحاد تھا - حکیم آغا محمد باقر صاحب کی خدمت میں مدتوں ہم دونوں شریک درس رہے آخر مرزا فخرالدین احمد خان مرحوم کی سفارش سے کمپنی میں بحیثیت شاعری اور اردو دانی نوکر ہوکر مدتوں کلکتہ رہے اور وہیں ۱۲۲۴ہجری مطابق ۱۸۰۹ء میں انتقال کیا-(۲۳) یہ اس کی تاریخ وفات ہے :-

از جہان رفت میر شیر علی | کہ دھر پیر و هر جوان افسوس
بود افسوس چون تخلص او | همہ کردند شاعران افسوس

---

(۱۹) ت - ۵ ، صفات ۱۶-۱۸
(۲۸) گ - ۵ ، صفحہ
(۲۱) ش - ۱ ، صفحہ ۲۰
(۲۲) ش - س ، صفحہ ۳۵
(۲۳) خواجہ محمد عبدالروف" آب بقا " میں لکھتے ہیں کہ افسوس لکھنو میں ہمیشہ رہے اور ان کی شاعری کو شہرت نہیں ہوئی - مرنے کے بعد نشان قبر بھی نہیں ملتا- (صفحہ ۱۸۱)

گفتم از روئے درد این تاریخ　　　رفت افسوس زین جہان افسوس

۱۲۲۳ ہجری

فورٹ ولیم کالج کے تراجم میں باغ اردو (ترجمہ گلستان) اور آرائش محفل مشہور ہے۔"(۲۳)

نمونہ کلام :

قفس سے چھٹنے کی امید تھی نہیں افسوس　　حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہنچے

کوئی دل سے میرے پوچھے جیسا ہے وہ اے ناصح　　گو تجھ کو نہ خوش آیا پر مجھ کو تو بھاتا ہے

کیا لکھوں اس کو میں احوال یہ کہنا قاصد　　بے حواسی کے سبب طاقت تحریر نہیں

کوچۂ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن　　بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے ہو جاتے ہیں

دیکھتے ہی اسے حاضر ہوئے مرجانے کو　　وہی غم خوار جو یاں آئے تھے سمجھانے کو

پھر ہجر ہے وہی، وہی دن ہے پہاڑ سا　　وصل صنم تو رات کو اک خواب ہوگیا

کچھ بات تم سے کر نہیں سکتے ہزار حیف　　مدت میں تم ملے بھی تو غیروں کے گھر ملے

ہنس کر مجھے لوگوں میں اشارات نہ کیجئے　　رسوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجئے

اشک گرم اپنے سے یہ دیدۂ تر جلتے ہیں　　دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جلتے ہیں

---

(۲۳) د ۔ ق ، صفحہ ۱۰۲

سچ ہیں یہ خود نمائیاں حق ہیں یہ لن ترانیاں

شعلہ طور بجھ گیا دیکھ کے اس کے نور کو

تو نے فسوں کیا کیا دشمن جان کو دل دیا

یہ تری عقل مل بجھی آگ لگے شعور کو

=== ••• ===

صبح دم کرتا ہے یہ دل اشکباری بیشتر — ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیشتر

دل کے تئیں بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار — بے وفاؤں سے رہی ہے تجھ کو یاری بیشتر

==== ••• ===

یہ ملک دل تو جل کے سراسر بھسم ہوا — سوز جگر یہ تو نہ ذرا اب بھی کم ہوا

تسکین جی کو کب ہوئی اک دم وصال سے — بلکہ دو چند آگے سے اس دل کے غم ہوا

اے شیخ جا تو کعبہ کو معذور رکھ مجھے — بیت الصنم ہی مجھ کو تو بیت الحرم ہوا

اے دل لگا تو مانگنے اب موت دم بہ دم — افسوس تجھ کو ہجر کا ایسا الم ہوا

===== ••• ===

کرنے نہ دیا اک تری آنکھوں کا نظارا — اس تیر نظر نے تو مجھے مفت میں مارا

سب بھول چلے رشک سے بلبل کے اڑے ہوش — جامہ جو ذرا باغ میں اس گل نے اتارا

وہ شب بھی گئی مفت میں اس مہ نے سحر کی — جوڑے کو بنایا کبھی زلفوں کو سنوارا

اس تیرے بنا گوش کے موتی کی چمک کے — قربان فلک نے بھی کیا صبح کا تارا

گھبرا کے دوانوں کی طرح دوڑ پڑا میں — اسے مہ جو کسی اور کو بھی تو نے پکارا

خوباں کو لگا ناز سے دینے جو تو خلعت — گل نے بھی ترے سامنے دامن کو پسارا

میں نے جو ترے واسطے اپنوں کو بھی چھوڑا — اغیار سے لیکن نہ کیا تو نے کنارا

اس شعر کے باعث سے ہوئے سیکڑوں دشمن — صد حیف کہ وہ بھی نہ ہوا دوست ہمارا

اب صاحب عالم کی ثنا میں تو غزل کہہ　　افسوس نہ کر شکوۂ دلدار خدارا

==== ooo ===

اے ماہ دبا شب کو تو کس گھر میں نہاں تھا　　جو تیرہ مری نظروں میں سارا یہ جہاں تھا

وہ ناز سے تھا جلوہ کناں میں نگراں تھا　　واللہ وہ کیا وقت تھا اور کیا وہ سماں تھا

اب کون سی صورت ہے مری زیست کی ہم دم　　یوں روٹھ کو چلا جو کہ مرا مونس جاں تھا

تھا دل کو قلق تیرے نہ آنے سے نہایت　　یہ دیر لگی کس لیے اب تک تو کہاں تھا

اب ٹھوکریں کھاتا ہے تری اور نہیں ملتا　　وہ دل جو نظر کردۂ اہل نظراں تھا

سوداغ اگر ہیں تو عجب کیا ہے کہ یہ دل　　اک عمر تلک شگفتہ لالہ رہاں تھا

جس دل کے تئیں دیکھتے ہو دست سا ویراں　　اے دوستو آباد کبھو یہ بھی مکاں تھا

ہم دم تجھے معلوم نہیں ہو تو یہ سن لے　　اس واسطے اس کوچے میں کل شور و فغاں تھا

افسوس کے تئیں قتل کیے تھا وہ ستم گر　　اک طائفہ غمزدگاں گریہ کناں تھا

=== ooo ===

ہے طاقت اب جو کیجئے جور کا تیرے گلا　　ہاں میاں اپنے ہی پیش آیا ہے یہ اپنا کیا

بے مروت بے وفا بے رحم کا عاشق ہوا　　کیوں نہ مارا جاؤں میں کام کیوں ایسا کیا

دیدۂ پرخون نے تیرے آہ رو رو خون دل　　ایک دم میں لال سارا دامن صحرا کیا

اے بت پیماں شکن اب تک نہ آیا تو ادھر　　صبح سے تا شام تیری راہ میں دیکھا گیا

ایک دن مجھ سے نہ پوچھا کس لیے روتا ہے تو　　غیر کے آنسو بصدا دامن سے تو پونچھتا گیا

سنگدل خوش ستم گر کی نگاہ گرم پر　　دل حوالہ کردیا افسوس تو نے کیا کیا

=== ooo ===

جنت سے کہیں بہتر ہے یار تیرا کوچہ　　چھوڑیں نہ کبھی ہم تو زنہار ترا کوچہ

آیا نہ نظر شاید تو اس لیے میں جاکر　　دیکھ آتا ہوں اک دن میں سو بار ترا کوچہ

اس طرح ہمیں ہمارے کیا دور اٹھا پھینکا   یوں جھوٹ کیا ہے ہے انکار ترا کوچہ

اس میں جو کوئی آیا وہ جا نہ سکا ہرگز   کیا پاؤں پکڑتا ہے دلدار ترا کوچہ

طاقت گئی پاؤں کی دشوار ہوا چلنا ق   افسوس ہے گھر جانا جب یا ترا کوچہ

تب اس سے مقرر ہے رہنے کو کیا اپنے   جوں نقش قدم آخر ناچار ترا کوچہ

=== ooo ===

اگرچہ باغ و چمن کی بہار ہے غنچہ   پہ تو نہ ہووے تو نظروں میں خار ہے غنچہ

لگی ہے تیغ نگہ کس کی یہ بتا بلبل   کہ ٹکڑے ہے جگر اے گل فگار ہے غنچہ

جلے ہے اس لیے دل بلبلوں کا اے گلرو   کہ تیری مکھڑے پہ جیسے نثار ہے غنچہ

تری لبوں سے جو تشبیہہ دیجئے تو غلط   یوں اپنی آن میں رنگیں ہزار ہے غنچہ

ہنسا ہے تو مگر اس کے دہن پہ اے گلرو   کہ منفعل بسر شاخسار ہے غنچہ

دور کیا ہے جو گلشن میں جائیں چھوڑ تجھے   ترا ہی منہ ہمیں اے گلعذار ہے غنچہ

تو اس کا بوسہ جو لیتا ہے دم بہ دم افسوس   کسی دہن کا مگر یادگار ہے غنچہ

=== ooo ===

شب وصل روز فراق کی مجھے سدھ نہ ایک ذری رہی

مے عشق کا یہ نشہ چڑھا کہ مدام بے خبری رہی

کوئی کھیت ہوئے جہان میں بے پانی بن نہ ہرا ہو گ

مگر اپنی کشت مراد کی وہی آگ سے جو ہری رہی

ہے اگر تجھے طلب ثمر تو کبھی ادھر کا نہ دھیان کر

وہ شجر ہوں میں ہی جہان میں جسے نت ہی بے ثمری رہی

نہ فقط تیری سر راہ پر ہر یہ لگے ہیں آدمیوں کے ٹھٹ

تجھے دیکھا چلتے جو ناز سے تو کھڑی ہی کہک دری رہی

بھویں اپنی ناز سے تک چڑھا جو ہیں آن کر وہ کھڑا ہوا

نہ تو خود کرسکی سامنا نہ مقابل اس کے پری رہی

تن زار سے مرے جب تلک دم واپسیں نہ نکل گیا

تری تیغ اے بت جنگجو مرے حلق پر ہی دھری رہی

نہ چھٹا کہیں سے بھی اک ذری اسے دھوتے دھوتے تھکے سبھی

تری تیغ خون فسوس سے جو بھری تھی سو ہی بھری رہی

=== ○○○ ===

آخر الا مر یہ وفائی ہے
تیری دو دن کی آشنائی ہے

کون آتا ہے جی کے لینے کو
پہنچا جان لب تک آئی ہے

روز محشر تلک جو صبح نہ ہو
سو وہ یارو شب جدائی ہے

عشوہ و ناز غمزہ سب ہیں جمع
مجھ پہ اک فوج کی چڑھائی ہے

جب بلاتا ہوں ہنس کے کہتا ہے
میں نے مہندی ابھی لگائی ہے

دیکھ کر اس کی مستی میں نے کہا
وا چھٹے کیا دھڑی جمائی ہے

مسکرا کر کہا تب اس نے یوں
تیری افسوس موت آئی ہے

=== ○○○ ===

شب و روز بزم نشاط میں وہ صنم تو مست شراب ہے

مرے دل کی اس کو خبر نہیں کہ یہ سوز غم سے کباب ہے

غم و درد سے ہوں میں نیم جاں مجھے زیست سخت عذاب ہے

مرے قتل میں تو نہ دیر کر بخدا یہ کار ثواب ہے

سخن عاشوں کا بھی سن ذرا ادھر اور ادھر تو کہیں نہ جا

دل خستہ کو پھر آ بسا تری بن یہ ملک خراب ہے

مجھے کیا غرض ہے کہ جاؤں میں کسی میکدہ میں برائے مے

تری چشم مست کی ایک نظر مرے واسطے مے ناب ہے

یہ ہے سوچ جو کبھی آئے وہ تو کہاں بٹھاؤں کہ ان دنوں

مرا دل جو ہے سو وہ خوں ہے مری چشم ہے سو وہ آب ہے

ترے بال مشک ختن سے ہیں لب لعل تیرے ہیں غنچہ ساں

ترا جسم گل ہے بساں گل ، عرق اس کا مثل گلاب ہے

جسے دیکھتے ہی جنوں ہو، جسے ترک عشق فزوں ہو

سو کتاب خانۂ دہر میں تری حسن کی وہ کتاب ہے

کبھی ساعتوں کا شمار ہے کبھو ہے شمار ستارگاں

شب انتظار بتاں خدا مری حق میں روز حساب ہے

میں خموش پاس ادب سے ہوں، وہ ہے چپ غرور جمال سے

نہ تو رمز ہے نہ کنایہ ہے سوال ہے نہ جواب ہے

تری ہجر میں بت دلستاں بخدا کہ اس دل و چشم کو

نہ تو صبر ہے نہ سکوں ہے نہ قرار ہے کا نہ خواب ہے

یہ شبیں فراق میں کیوں نہیں کہ فسوس پھیر کرے گا تو

جو مزا ہے آج سو کل نہیں کہ اخیر عہد شباب ہے

۵- انور، محمد انوار الدین :

اصل نام محمد انوار الدین تھا - دھلی میں پیدا ھوئے - اچھے خاندان سے تعلق رکھتے تھے - ان کے والد بادشاہ دھلی (غالباً احمد شاہ) کے منصب داروں میں تھے - دھلی سے ترک سکونت کر کے مئو محمد آباد میں قیام پذیر ھوئے - انور ایک لائق نوجوان تھے ، وہ حافظ قرآن تھے اور بہت خوش اخلاق اور خلیق و متواضع تھے - پہلے قادم تخلص کرتے تھے پھر انور پسند کیا - میر سوز کے شاگرد تھے - طبیعت موزوں اور مناسب پائی تھی - (۲۵)

انور کے کلام سے معلوم ھوتا ھے کہ انھوں نے اپنے استاد کی کام یاب حد تک پیروی کی ھے- زبان کا اسلوب ، طرز ادا ، سادگی و صفائی میں وہ میر سوز کے رنگ کو خوب نبھاتے ھیں انھوں نے بہت سی غزلیں استاد کی زمین میں کہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ھوگا کہ وہ اپنے نامور استاد کے قدم بہ قدم چلے ھیں -

نمونہ کلام

انور:

مرا دست وفا ، دامان قاتل ایک دن ھوگا　　ستم کا اس کے بدلہ جان بے دل ایک دن ھوگا

مجھے کہتے لگاوہ ، دیکھ رکھ شمشیر میری کو　　اب ڈرتا رھا کر ورنہ بسمل ایک دن ھوگا

=== ### ===

سوز :

سرشک شمع آخرشمع محفل ایک دن ھوگا　　یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ھو دل ایک دن ھوگا

بھلا جو دل کو لے بھاگا تو روکر چپ رھا تھا میں　　یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی سائل ایک دن ھوگا

---

(۲۵) شوق ، صفحہ ۲۱۳

انور :

پوچھتا کیا ہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں یار پاس　　مت ستا تو مجھ کو دل ، میری بلا سے جا نہ جا

گو مجھے بوسہ نہ دے پر سامنے آنکھیں تو کر　　جان یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو شرما نہ جا

حال دل انور کا سن بے رحم ٹک انصاف کر　　راست کہتا ہوں تو میری بات پر ہنستا نہ جا

سوز :

مجھ کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ بے پروا نہ جا　　جان تیرے ساتھ جائے گی ذرا سستا نہ جا

جب تلک بیٹھا ہے تو جب تک ہے میرے جی میں جی　　اے بلا گرداں ہو میں تیرے ہیں رہ جا نہ جا

کیوں اے دل آخر کو پچھتایا نہ کر کے عاشقی　　تجھ کو میں کہتا نہ تھا آ ہر کہیں بے جا نہ جا

ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا　　اے اجل جلدی نہ کر اے عمر ٹک سستا نہ جا

دیکھ تو کیا کیا ستم میں نے سہے تیرے لیے　　ٹک تو بیٹھا رہ ابھی تو اے کرم فرما نہ جا

شوخ ہی آوے گا خوداری بھی لازم ہے تجھے　　سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا

انور :

جگر سے اشک ، دل سے نالہ سینہ سے فغاں نکلا　　کہ ہر کا قصد کراں گھر سوں کا کارواں نکلا

میاں سچ ہے تمہارا وعدہ فردا قیامت ہے　　گذر جاتی ہے جب شب اٹھ کے کہتے ہیں کہاں نکلا

سنی ہے خط نکلنے کی خبر اچھا مبارک ہو　　بھلا ٹک اس طرف پھیرو تو منھ دیکھوں کہاں نکلا

دیا تھا دل اسے بھولا سمجھ کر واہ ری قسمت　　وہ ایسا فتنۂ جاں شوخ چشم و بد زباں نکلا

سفر کی سن کے انور کے خبر بولا شتابی سے　　چلو اچھا ہوا میری گلی سے ناتواں نکلا

سوز :

جگر سے آہ ، دل سے نالہ ، سینے سے فغاں نکلا　　سرائے تن سے کیا حسرت زدوں کا کارواں نکلا

سحر گہہ تیغ کا دھیہ جو وہ دامن کشاں نکلا　　جب ہر زخم سے اس وقت شور الاماں نکلا

وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب عرش اعظم ہے
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

غریب و ناتواں میں نے سمجھ کر دل کو پالا تھا
سو یہ خندہ بھی میرے حق میں رستم داستاں نکلا

تمہاری رات کا احوال روشن ہوئے گا سب پر
خدا کے واسطے جوں شمع مت میری زباں نکلا

ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھا
سو بہکائے سے نامردوں کے وہ بھی بدگماں نکلا

انور کے کچھ اشعار بطور نمونہ مزید لکھے جاتے ہیں :-

دل میں ہے محفل خوباں میں مکاں کیجئے گا
پھر سرنو سے دل پیر جواں کیجئے گا

ہاتھ چھوڑوں گا نہیں آج تمہارا صاحب
ہاں جی ہنسئے گا نہیں دل کے نشاں کیجئے گا

===@@@===

نہیں ہم جانتے گل کس طرح کا ہے سمن کیسا
نہ دیکھیں یار کا منہ جس جگہ باغ و چمن کیسا

شہید تیغ ناز دلبراں ہم ہوگئے انور
کہاں کا غسل کاہے کا لحد گور و کفن کیسا

==== @@@===

اب تو کرتا ہے مرے دل کو تو حیراں بھلا
میں بھی سمجھوں گا بھلا وقتو مری جاں بھلا

کچھ تجھے رحم نہ آیا مری تنہائی پر
یوں مجھے چھوڑ گیا او دل ناداں بھلا

اور تو تجھ سے کسی چیز کی امید نہیں (ق)
پر مرے بھائی اب اتنا تو کہا مان بھلا

آن کر مجھ سے کبھی پوچھ کہ کیا ہے تجھ کو
جی سے نکلے تری باتوں ہی کا ارماں بھلا

=== @@@ ===

یہ کیا قد و قامت ہے حضرت سلامت
کہ جی پر قیامت ہے حضرت سلامت

نہیں دیکھا تم نے اسے شیخ صاحب
جو ہم پر ملامت ہے حضرت سلامت

کوئی دن نظر آگیا تو کہیں گے
کہ صاحب سلامت ہے حضرت سلامت

=== @@@ ===

اگر ہے یہی جور حضرت سلامت
تو جینے کا کیا طور حضرت سلامت

رقیبوں سے خوش ہم سے بیزار ہے ہے   بھلے کا نہیں دور حضرت سلامت

=== ००० ===

کوئی چلے جاؤ مت جھوٹی باتیں بناؤ   اگر ہم سے ملتے تو ڈر تھا کسی کا

==== ००० ===

کوئی گالی ہی او میں مانگے   میں تمہاری زبان کے قربان

جامہ زیبی میں کیا قیامت ہے   اس سجیلے کی شان کے قربان

=== ००० ===

کیا مجھ کو اچھنبا ہے مجھ سار کے فدوی ہیں   کیونکر تمہیں بھاتی ہیں غیروں سے ملاقاتیں

اور دے کہا یک شب آؤ تو ہمارے گھر   ہنس ہنس کے لگا کہنے آنے دو بڑی راتیں

==== ००० ===

میاں سودرد دون کا کیوں دہ ناحق مکر کرتے ہو   کہ میرے آتے ہی جھپکی ہوئی تیری پلک دیکھی

=== ००० ===

۲۔ترقی، محمد تقی خان :

اسد اللہ الدولہ رستم الملک مرزا محمد تقی خان بہادر ترقی کے والد کا نام سید محمد امین خان نیشاپوری تھا ۔ فیض آباد میں اپنے گھر پر مشاعرے کراتے تھے ۔ مصحفی ان کا ذکر بہت احترام سے کرتے ہوئے کہتے ہیں " ایک جوان ہے باغ و بہار، کشیدہ قامت ، موزون لباس سے آراستہ ، سخی ، آغاز شعر گوئی سے اب تک خلوص دل سے اہل کمال اور شاعروں کی رقم سے امداد کرتے ہیں اور ہر کس و ناکس کو محروم نہیں رکھتے ۔ (۲۶) ہر شخص کی تواضع کرتے تھے ۔ کلام درد آلود اور رنگین ہے ۔ نواب وزیر الملک کے رشتہ داروں میں سے تھے اور شرف

تلمذ۔

---

(۲۶) مصحفی، غلام ہمدانی، " ریاض الفصحا" (مرتبہ) عبدالحق ، مطبوعہ جامع برقی پریس دہلی، ۱۹۳۹ء ، صفحات ۵۲-۵۵

تلمذ میر سوز سے رکھتے تھے (۲۷) صاحب دیوان تھے - مصحفی ، قاسم ، اور تنہا نے ترقی کے استاد کا ذکر نہیں کیا ہے - نساخ (۲۸) اور سید علی حسن خاں (۲۹) نے ان کو میر سوز کا شاگرد لکھا ہے -

نمونہ کلام :

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

آغاز عشق ہی میں شکوہ بتوں کا اے دل
ٹک صبر کر ابھی تو کیا کیا ستم نہ ہوں گے

بلبل کے درد دل کا ممکن نہیں مداوا
گلچیں کے ہاتھ دونوں جب تک قلم نہ ہوں گے

یاران رفتگاں پر کیا روئیں ہم ترقی
کیا ہم روانہ سوے ملک عدم نہ ہوں گے

==== ●●● ===

کیا شعاع حسن اس خورشید رو کے تن پہ ہے
پرتو ایسا نور کا جو سایہ پیراہن پہ ہے

قتل کی لذت کا کس منہ سے ادائے شکر ہو
حشر تک احسان قاتل کا مری گردن پہ ہے

جھاڑ کر چلتا ہے اٹھ کر بیٹھتی ہے پھر وہیں
خاک کس حسرت بھری کی یہ تری دامن پہ ہے

یاد آتے ہیں نکیلے وہ مژہ ٹانکے کے وقت
اس لیے میری نگہ جراح کے سوزن پہ ہے

جرم کچھ ٹھہرائے قاتل پھر مجھے تو قتل کر
بے گناہی میری تا ہت دوست اور دشمن پہ ہے

ساکنان کعبہ نے کی بت پرستی اختیار
وہ صنم خانہ خدا کیا ان دنوں جوبن پہ ہے

جھانکنے میں چشم بیمار اس کی جب دکھلائی دی
جیسے جانا پھول نرگس کا دھرا روزن پہ ہے

دیکھئے اب کس مسلماں کو کرے کا قتل تو
آج غصہ بے طرح کافر تری چتون پہ ہے

---

(۲۷) نغز ، صفحہ ۱۳۸
کریم ، صفحہ ۲۳۱
(۲۸) س - ش ، صفحہ ۸۳
(۲۹) ب - س ، صفحہ ۲۸

عوض اک دن بھی نہ دیکھا چڑھ کے اپنے بام پر　　روز اس کوچہ میں ہنگامہ مرے شیون پہ ہے

ہے ترقی سوا اس سینہ میں وہ آتش نہاں　　طعنہ زن جس کا شرر ہر شعلۂ گلشن پہ ہے

=== ○○○ ===

کاتب تقدیر گر نالہ سنے تاثیر کا　　محو ہوکر لوح پر رکھ دے قلم تحریر کا

خوب ڈھونڈا چیر سینہ اس نے مجھ دلگیر کا　　چاک جب دل کو کیا تب نکلا پیکاں تیر کا

صبح تک رہتا ہے اس مہ کا شب مہ میں خیال　　چاند بھی گویا ورق ہے مانی کی تصویر کا

=== ○○○ ===

تجھے عاشق کی بھی کچھ اپنے خبر پائی ہے　　جان دیتا ہے وہ اور خلق تماشائی ہے

در و دیوار سے آتا ہے نظر جلوہ دوست　　آئینہ خانہ مرا گوشۂ تنہائی ہے

==== ○○○ ===

اس عشق کے داغوں سے بہت پھولے پھلے ہم　　اک شہنی بغضہ کی تھی جس وقت جلے ہم

=== ○○○ ===

کون سا گل اس باغ میں آیا رنگ اور روپ جو لوٹ گیا

کس نے آنکھ لڑائی تھی جو دیدۂ نرگس پھوٹ گیا

=== ○○○ ===

اے ترقی بات جی کی جی میں رکھ　　منھ سے نکلی اور پرائی ہوچکی

==== ○○○ ===

اس نے تو دکھ یہ دکھایا ہے کہ جی جاتا ہے　　پر مزا مجھ نے یہ پایا ہے کہ جی جاتا ہے

=== ○○○ ===

۷- جان، جان عالم خان :

آپ کا پورا نام جان عالم خان تھا ۔ والد کا نام نواب منور خان تھا ۔ نواب منور خان کے بڑے بھائی نواب روشن الدولہ ظفر خان ولد مظفرالدولہ شہزادہ رفیع الشان کی سرکار میں

ملازم تھے - (۳۰) اصل نام تو خواجہ مظفر تھا لیکن شہزادہ رفیع الشان نے ظفر خان خطاب دیا ، اور ایک ہزار پانچ سو سواروں پر افسر مقرر کیا - شہزادہ رفیع الشان اورنگ زیب عالم گیر سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا - تو ظفر خان بھی بے سہارا ہوگئے - آقا کی موت نے کچھ ایسا دل برداشتہ کیا کہ ترک دنیا کرلیا - دھلی کے خراب حالات کے باعث یہ خاندان فرخ آباد چلا گیا - جان عالم خان کی پرورش فرخ آباد ھی میں ہوئی - تعلیمی استعداد معقول تھی- علوم عربیہ سے واقف تھے - نثر اچھی لکھتے تھے اور اچھے خوشنویس بھی تھے - خط نستعلیق اور خط شکستہ میں مہارت رکھتے تھے - حسن اور بخشی کی جو داستان جرات نے قلم بند کی ھے اس میں متی طوائف کے یہاں خواجہ حسن کا جانا اور اس کو پیام راحت طوائف کا [illegible] دینا ، عالم خان کی فرمائش ھی سے نظم کیا ھے - آپ کا شمار اچھے نثر نگاروں میں ہوتا تھا (۳۱) میر سوز سے اصلاح لیتے تھے - رقص و سرود سے بے پناہ لگاؤ تھا - ایک شعر آپ کا زبان زد عام ھے - (۳۲)

نمونہ کلام :

جھوڑ عاروز دل نے گھیرا زلف مشکیں فام کو   صبح کا بھولا غنیمت ھے جو پہنچے شام کو

لگائے خوباں تو خط سے یہ ملنے   گھسیٹا پھر مجھے کانٹوں میں دل نے

بیٹھا ہوں یار آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے   جوں طاقدان میں شیشہ رنگیں دھرے ہوئے

---

(۳۰) نغز ، صفحہ ۱۵۳
(۳۱) گ - ۵ ، صفحہ ۱۰۱
(۳۲) ت - ہ ، صفحہ ۱۰۱

اس سنگ دل کے دل میں ذرا بھی نہ راہ کی　　دور از اثر سدا رہی، بہت تیری آہ کی

==========

۸- حیف ، موتی لال :

حیف کا نام موتی لال تھا - والد کا نام بہت سین یا بدھ سین تھا - ذات کے کائستھ تھے - دیبی پرشاد بشاش نے باپ کا نام شبھ یا شب سنگھ بتایا ہے (۳۳) دساغ نے حیف کو میر سوز کا شاگرد لکھا ہے (۳۴) -

نمونہ کلام :

گلشن دھر میں کیونکر وہ بھلا شاد رہے　　رات دن جس کے لیے گھات میں صیاد رہے

نہ ساحل سوجھتا ہے نے کنارا ہے نظر آتا　　محبت نے ہمیں کس گھاٹ دیکھو لا اتارا ہے

بنا گوش بلوریں پر یہ در لگتا پیارا ہے　　کہ جیسے متصل مہتاب کے ہوتا ستارا ہے

جو ہو اک بات اس میں قتل کی تہمیں کہوں اسکو　　ادا ہے ناز ہے ، غمزہ ہے آنکھوں کا اشارا ہے

=== ooo ===

۹- داغ ، میر مہدی :

میر سوز کے صاحبزادے تھے - پہلے آہ تخلص کرتے تھے بعد میں داغ اختیار کیا -(۳۵)
کریم الدین (۳۶) لکھتے ہیں :-

" یہ عجب اک جوان تھا - نیکو رو، زیبا شمائل ، باوجود دلربائی کے بے دلی پر مائل ، تشبیہ گل کی اس کے ساتھ دو معنی سے درست ہے یعنی خود بھی سینہ چاک

---

(۳۳) منشی دیبی پرشاد ، " تذکرہ شعرائے ہنود " مطبوعہ رضوی پریس دھلی ، ۱۲۹۹ ھجری ، صفحہ ۵۰

(۳۴) س - ش ، صفحہ ۱۳۵

(۳۵) گ - ھ ، صفحہ ۶۲

(۳۶) کریم ، صفحہ ۱۶۹

اور سینہ واسطے چاک کرنے کے بھی دیتا تھا ۔ اور مشابہت لالہ کی بھی اس کے ساتھ دونوں صورتوں سے موافق یعنی دل بھی اس کا داغ اور لوگوں کے دلوں پر بھی داغ رکھتا تھا ۔ حاصل کلام بیس برس کی عمر میں ایک گل رو پر داغ کھایا یعنی عاشق ہوا ۔ ایک مدت عیش و عشرت میں اس نوبہار حسن سے مشغول رہا ۔ آخر کو دام ہجران میں پھنسایا۔ بے طاقتی نے اس کا کام تمام کیا قریب تھا کہ مرجائے یاروں نے بہت سعی کی اس کی جان بچانے کی، جہاں تک ہوسکی کی، اور اس کے معشوق کو تکلیف رفتار کی دی لیکن اس نے واسطے اپنے دیوانے کی تسلی کے یہ لکھ بھیجا کہ کل آوں گا ۔ اس عاشق بیچارہ نے جو کہ حالت جانکنی میں تھا ، یہ جانا کہ کل سے مراد روز قیامت ہے اسی وقت مرگیا۔"

کریم الدین کی عبارت آرائی سے قطع نظر مصحفی (۳۷) اصل واقعہ کو مختصراً بیان کرتے ہیں کہ داغ نہایت خوب صورت اور خوش خو نوجوان تھے کسی زن بازاری پر عاشق ہوگئے ۔ وصال محبوب زیادہ دنوں حاصل نہ ہوا کچھ دنوں کے بعد جدائی ہوگئی اور وہ کسی دوسری جگہ چلا گیا ۔ وارفتگی اور آشفتگی نے بستر مرگ پر پہنچادیا ۔ مرنے سے پہلے محبوب کا خط ملا جس کے جواب میں یہ شعر لکھا اور محبوب مجازی سے رشتہ توڑ کر محبوب حقیقی سے جاملے۔

از جان رقمے بود کہ مکتوب تو آمد

دیگر چہ نویسم خبرم خوب گرفتی

جرات نے تاریخ وفات کہی :-

جا بسا جوگلشن جنت میں وہ	بدتر از دشت اب جہاں کاباغ ہے
جرات اس کی ہے یہ تاریخ وفات	سید مہدی کا ہے ہے داغ ہے

۱۲۰۳ھ مطابق ۱۷۸۹ع

---

(۳۷) ہ ۔ گ ، صفحہ ۹۸

کلب علی خان فائق نے اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے کہ داغ کی موت بیس سال کی عمر میں ہوئی - (۳۸) جہاں تک داغ کی عمر کے تعین کا سوال ہے ہمارے پاس دوسراکوئی ثبوت ایسا نہیں ہے جس سے ہم کریم الدین کی روایت کو غلط ثابت کردیں - داخلی شہادتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے محتاط اندازے کے بموجب سوز کی شادی کا تعین تیس سال کی عمر کا کیا ہے اس طرح ان کی ازدواجی زندگی کا آغاز ۱۱۵۳ھجری مطابق ۱۷۴۲ء سے ہوتا ہے - ہمارا خیال ہے کہ داغ کی پیدائش شادی کے بہت عرصہ بعد بڑی مرادوں اور منتوں کے بعد ہوئی - سوز نے داغ کا جو مرثیہ لکھا ہے اس کے پہلے شعر میں اسی طرف اشارہ ہے -

آ جا مری منتوں کے پالے
اے پیارے جھنڈولے بالوں والے

لہذا وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ داغ کی پیدائش فرخ آباد میں ۱۱۸۳ھجری مطابق ۱۷۶۹ء کے لگ بھگ ہوئی - عظیم آباد پٹنہ میں سوز نے اشعار میں اپنی جس دل گرفتگی اور بیزاری کا اظہار کیا ہے اس میں ایک جگہ کہتے ہیں :-

سیدالشہدا کو سونپ آیا ہوں دلبندوں کو میں
وہ ملا دیں گے مجھے اک ایک کا کر کے حساب

اس شعر سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت سوز کے بچے بہت کم عمر تھے - بہر حال داغ کی موت پر سوز نے جو مرثیہ کہا ہے اس سے ہمارے سامنے ان کا جو سراپا آتا ہے وہ بالکل نو عمری کا ہے -

---

(۳۸) فائق، کلب علی خان، "اورینٹل کالج میگزین" پنجاب یونی ورسٹی لاہور، بابت ماہ اگست، ۱۹۶۲ء، صفحہ ۲۹

داغ کے جو اشعار محفوظ رہ گئے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا نو مشق ہے ۔ اتنا ضرور ہے کہ ان کا انداز بیان اپنے والد ماجد کی مانند ہے ۔ سادگی، بے ساختگی کے ساتھ درد عشق کی کسک کلام میں بڑی تاثیر پیدا کردیتی ہے ۔

نمونۂ کلام :

اسی کے پاس تھا دل کیا ہوا اے ہم نشیں دیکھو — ادھر دیکھو، ادھر دیکھو، یہاں دیکھو، کہیں دیکھو

اسی کے پاس ہے رہ رہ کے یہ جو مسکراتا ہے — اسی کی جیب دیکھو، ہاتھ دیکھو، آستیں دیکھو

بگڑنا چہرہ کا کچھ مشکل نہیں گرگئے سمجھو ہے — ہوائی رنگ دیکھو ، ماہتابی سی جبیں دیکھو

آہ نکلے نہ دل کی آہ کہیں — ہو نہ جائے جہان سیاہ کہیں

دل کے ہاتھوں کہاں چھپوں جاکر — مجھ کو ملتا نہیں پناہ کہیں (۳۹) ۔

رباعی

یہ چاہ نہیں بھلی، بری ہوتی ہے — جی لیتی ہے دوستی بری ہوتی ہے

لگتا ہی نہیں ہے جی کہیں اس بن آہ — سچ کہتے ہیں، یہ لگی بری ہوتی ہے

=== === ===

۱۰۔ رند، نواب مہربان علی خاں :

مہربان خاں رند کا ذکر معاصر تذکرہ نگاروں نے بہت اہتمام اور احترام سے کیا ہے ۔ قائم لکھتے ہیں کہ وہ ذہن سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہیں ۔ موزو نی طبع کے اقتضا سے اہل سخن اور ارباب فن سے محبت کرتے ہیں ۔ اہل کمال کی تربیت ہی کا اثر ہے کہ ان کے کلام میں اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ اچھے شاعروں کو ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے ۔(۴۰)

(۳۹) گ ۔ س ، صفحات ۲۷-۲۶

(۴۰) م ۔ ن ، صفحہ ۲۰۰

میر حسن کہتے ہیں کہ رند میر سوز اور مرزا رفیع سودا کے شاگرد تھے - اشعار کہنے میں خاص مہارت تھی (۳۱) قاسم مزید اضافہ کرتے ہیں کہ نواب احمد خان کی رند کی زندگی بہت شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے تقریباً تمام تذکرہ نگار ان کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ان کی علمی قابلیت زیادہ نہ تھی مگر علم مجلسی سے کماحقہ واقف تھے - مصحفی کہتے ہیں کہ وہ جاہل تھے اور ان کا تلفظ بھی درست نہ تھا -(۳۲) اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ رند کسی غیر معروف ہندوستانی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور لہجہ دیہاتیوں جیسا تھا - لیکن ان کی علم پروری کی تعریف کرتے ہوئے مصحفی کہتے ہیں کہ جب فرخ آباد میں ان کا دور اقتدار تھا تو انھوں نے علم و فن کی قدردانی پر ہزار ہا روپیہ صرف کیا۔ ان کو علم موسیقی ، شعر گوئی اور مرثیہ گوئی کا بہت شوق تھا - کبت، دوہرہ اور ہندی شاعری کے ماہر تھے فن سپہ گری ، بانک پٹے ، شمشیر زنی اور تیراندازی میں کمال حاصل تھا ان علوم میں میر سوز سے بھی استفادہ کیا تھا - ان کو علم قیافہ شناسی سے بھی لگاؤ تھا۔(۳۳)

رند کی علم دوستی اور معارف پروری کے باعث ہی میر سوز فرخ آباد میں مقیم رہے - سودا بھی اسی کشش کے باعث وہاں جا پہنچے ۱۱۷۶ ھجری مطابق ۱۷۶۲ء میں رند کی شادی ہوئی سودا نے قطعہ تاریخ کہا :-

صبا اس دوست کو جا تہنیت دے — جو عاشق ہے محبت پروری کا

کہی اے مہرباں صاحب یہ تاریخ — ہوا ہے وصل ماہ و مشتری کا

۱۱۷۶ ھجری

---

(۳۱) ش - ۱ ، صفحہ ۱۰۲

(۳۲) ت - ۵ ، صفحہ ۱۰۶

(۳۳) گ - ۵ ، صفحہ ۱۳۹

شوق ، صفحات ۸۸-۲۸۲

غالباً اسی موقعہ پر میر سوز نے بھی یہ غزل کہی :-

جسے ہو تخت کا دعویٰ اسے افسر مبارک ہو ہمارے سرکو محبوبوں کی خاک در مبارک ہو

دعا ہم تو گرفتاروں کی حق سے ہے یہی اپنی ہمارے باندھئے صیاد بال و پر مبارک ہو

نہ چاہیں آپ کا ملنا مناسب ہم تو غیروں سے تمہاری خوش کہا ، عزت دے، لو بہتر مبارک ہو

جہاں میں اس سے کیا بہتر کہ حق حقدار کو پہنچے ہمارے دل کو لے جانا تجھے بہتر مبارک ہو

فلک شب کتخدائی کی تری ، اے سوز یوں بولا تجھے یہ رات اے رشک مہہ انور مبارک ہو

ایک جگہ میر سوز اپنے قدرداں شاگرد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ خود اپنی تعریف

کا پہلو بھی نکل آتا ہے :-

کون ہے اب مہرباں سا رند ہو جس کا خطاب

کون ایسا ہے کہ جس کا سوز سا استاد ہو

رند اگرچہ صاحب علم نہ تھے لیکن شعری ذوق اچھا تھا ایک جگہ سوز بھی اعتراف کرتے

ہیں :-

دیوان مہرباں جو دیکھا تو کہوں کیا

جو بہت ہے اس کی سو وہ سادے میں ڈھلی ہے

نواب احمد خان بنگش کی وفات کے بعد حالات رند کے موافق نہ رہے - چنانچہ انہوں

نے فرخ آباد کو چھوڑ دیا - قاسم لکھتے ہیں کہ رند نے نواب احمد خان بنگش کے مرنے کے بعد

ان کے مختار عام نواب ذوالفقار الدولہ کے چیلے شرف الدولہ افراسیاب خان کی لڑکی سے شادی کرلی

تھی لہذا وہ اپنے خسر افراسیاب خان کے پاس دہلی چلے گئے اور وہاں بہ خوبی گذران کرتے تھے-(۳۵)

---

(۳۵) نغز ، صفحہ ۲۸۷

افراسیاب خاں کی لڑکی سے غالباً مہربان خاں رند کی دوسری شادی ہوئی - دہلی میں رند ۱۱۹۳ھجری مطابق ۱۷۸۰ع تک رہے اور پھر لکھنو چلے آئے - لکھنو میں وہ محلہ رستم نگر میں رہتے تھے مصحفی وہیں مرزا قتیل کے ہمراہ ان سے ملے تھے (۳۶) لکھنو ہی میں وفات پائی اور حاجی حضرت کے تکیہ میں دفن ہیں -(۳۷) تذکروں میں رند کے نام سے جو کلام درج ہے وہ تقریباً سب کا سب سوز کا ہے - تذکرہ نگاروں نے بھی اس بات کی تصحیح کی ہے کہ رند کے دیوان میں جو کلام ہے اس میں بیشتر سودا اور سوز کا ہے با این ہمہ رند کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حاتم کی تضمین رند کے مصرع پر ہے - غالباً یہ غزل اس زمانے کی ہے جب رند دہلی میں رہتے تھے -

تضمین مصرع مہربان رند در ۱۱۹۳ھجری مطابق ۱۷۸۰ع (۳۸)

اس منہ سے کلام کچھ نہ نکلا	جز تیرا ہی نام کچھ نہ نکلا
قاصد کی زبان سے اس کے آگے	پیغام و سلام کچھ نہ نکلا
دل جانے تھا عشق میں ہے پختہ	تھا بسکہ یہ خام کچھ نہ نکلا
بازار سے آئے ہاتھ خالی	کیسے میں سے دام کچھ نہ نکلا
چاہیں تھے کہ دیں کسی کو کچھ ہم	گھر ڈھونڈھا تمام کچھ نہ نکلا
یک عمر ہوئے خراب پھرتے	مجھ سے مرا کام کچھ نہ نکلا
حاتم کو خوش آیا مصرع رند	یارب یہ غلام کچھ نہ نکلا

---

(۳۶) ت - ۲ ، صفحہ ۱۳۹

(۳۷) آ - ب ، صفحہ ۱۸۳

(۳۸) شاہ حاتم و کلام حاتم ، صفحہ ۳۲۳

۱۱- سوزاں، شمس الدین :

اصل نام شمس الدین تھا دھلی کے باشندے تھے ترک وطن کر کے فرخ آباد آگئے تھے۔ فوج میں ملازم تھے - مزاج میں شوخی زیادہ تھی جو کلام میں بھی نظر آتی ہے - میرسوز سے شرف تلمذ تھا - (۴۹)

نمونہ کلام :

اس کے کوچے میں شہیں ہم کو کسی کا خطرہ   بر خفا وہ نہ ہو آتا ہے اسی کا خطرہ

=== ००० ===

ہردم مجھے دھمکاتے ہو تلوار پکڑ کے   ہاں جاؤ کہیں گھر سے تو آئے نہیں لڑکے

دوچار رقیبوں پہ نہ دھمکائیو ہم کو   ٹل جائیں گے دو ہاتھ جو ماریں کہیں کڑکے

=== ००० ===

۱۲- طپاں، سید قدرت علی :

سید قدرت علی دہلوی نام تھا - آپ میر سوز کے دوسرے صاحب زادے تھے - شرف تلمذ اپنے والد ماجد سے رکھتے تھے اور سوز کی رعایت سے تخلص طپاں اختیار کیا تھا (۵۰) طپاں کے صاحبزادے کا نام سید علی حسن تھا - وہ شور تخلص کرتے تھے - ساخ لکھتے ہیں کہ " شور ۱۲۸۰ھجری مطابق ۱۸۶۳ع میں کلکتہ آئے تھے راقم کے ملاقاتی ہیں انھوں نے اپنے کچھ اشعار ساخ کو دیئے تھے (۵۱) شور کا طرز بھی میر سوز کی طرح ہے - ساخ اگر شور کا ذکر تفصیل سے کرتے تو میر سوز کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوسکتی تھیں - طپاں کے اشعار دستیاب نہ ہوسکے - ساخ نے شور کے دو شعر لکھے ہیں :-

---

(۴۹) نغز، ۳۲۷،
کریم، صفحہ ۱۳۶
ع - م، صفحہ ۳۵۰
(۵۰) س - ش، صفحہ ۳۰۲ اور ش - س، صفحہ ۱۲۰
(۵۱) س - ش، صفحہ ۲۳۲

نکل ہرگز نہ چشم تر سے لخت دل نہ ہی لڑکا ادھر شدت ہے مجھ کی خون ہے رستہ میں کھڑکا

جو اہل سوز ہیں دیرنگی عالم سے کہاں ان کو بہار نخل شمع نرم کو کیا ڈر ہے بت جھڑکا

=== ooo ===

۱۳- عیش ، مرزا حسین رضا ئی :

پورا نام مرزا حسین رضا تھا - قوم سادات سے تھے اور میر سوز کے شاگرد تھے (۵۲) - مصحفی کہتے ہیں کہ وہ جوان خندہ رو، خوش خلق اور متواضع تھے (۵۳) شاہ کمال نے ان کا نام مرزا حسین لکھا ہے اور کہا ہے " میں نے ان کو لکھنؤ میں دیکھا تھا -" (۵۴)

یہاں پر ایک بات ملحوظ رکھنا چاہئے کہ قدرت علی قدرت کے ایک شاگرد مرزا عسکری کا تخلص بھی عیش (۵۵) تھا - بعض تذکرہ نگاروں نے حسین رضا خاں عیش کا ایک شعر مرزا عسکری عیش سے منسوب کردیا ہے - اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مرزا عسکری عیش سوز کے شاگرد تھے - (۵۶)

مرزا حسین رضا عیش کا نمونہ کلام یہ ہے -

وہ اگر ہووے پشت بام کہیں میں بھی کرلوں اسے سلام کہیں

کیا ہے یہ قطرہ قطرہ دے ساقی ایک باری تو بھر کے جام کہیں

یہ غزل عیش ہے تصدق سوز مجھ سے ہوتی ہے اصرام کہیں

=== ooo ===

۱۴- عیاش ، میر محمد یعقوب :

اصل نام میر محمد یعقوب تھا - ان کے والد کا نام میر محمد امیر تھا - عیاش

---

(۵۲) نغز ، جلد دوم ، صفحہ ۲۱

(۵۳) ت - ہ ، صفحہ ۱۵۱

(۵۴) م - ا ، صفحہ ۳۳۹

(۵۵) م - ن ، صفحہ ۳۸۳

(۵۶) م - س - ش ، صفحہ ۳۳۹

عیاش کی پرورش اور نشوونما لکھنو میں ہوئی ان کے بزرگ شاہجہان آباد کے رہنے والے تھے ، اور شاہی ملازمت سے سرفراز تھے - عیاش مہذب اور با اخلاق جوان تھے - ابتدائے جوانی ہی سے طبیعت کی موزونی کے باعث شعر کہتے تھے ، اور اساتذائے فن کی صحبتوں سے مستفید ہوتے تھے - شروع میں انھوں نے میر سوز سے کسب فن کیا بعدہ میر تقی میر سے رجوع کیا ، پھر میر قمرالدین منت سے اصلاح لی آخر میں زانوئے تلمذ مصحفی کے سامنے تہہ کیا مصحفی ان کی بابت لکھتے ہیں کہ ان کی عمر چالیس سال سے اوپر ہے اور ان کے کلام میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں ہے (۵۷) - عیاش نے ۱۲۳۷ھجری مطابق ۱۸۲۲ع میں وفات پائی -

دیوان ناسخ میں ایک قطعہ تاریخ وفات میر کلّو یعقوب عیاش کا موجود ہے (۵۸)

افسوس افسوس میر یعقوب افسوس — از مردن خود مرا رساند آمدم

تاریخ وفات او نوشتم یارب — عیاش بفردوس کند عیش دوام

دیوان ناسخ میں کتابت کی غلطی سے عیاش لکھا ہوا ہے اس وجہ سے صحیح سن وفات نہیں نکلتا ہے - جب کہ عیاش سے صحیح سن نکل آتا ہے - ویسے بھی چوتھے مصرع میں لفظ عیش کا تقاضا بھی یہ ہے کہ عباس کی بجائے عیاش ہو -

نمونۂ کلام :

اللہ ری تیرہ بختی کہ مرنے کے بعد یار — سوسن کے پھول قبر پہ میری چڑھا گیا

قدرت خدا کی دیکھیو اس دل کے زخم کو — چھڑ کے تھا جو نمک وہی مرہم لگا گیا

تھا شہرہ بدگمانی کا عیاش جس کی کل — دو چار گالیاں وہ مجھے بھی سنا گیا

=== ===

---

(۵۷) مصحفی ، غلام ہمدانی ، " ریاض الفصحا " (مرتبہ) عبدالحق ، مطبوعہ جامع برقی پریس دھلی ، ۱۹۳۹ع ، صفحات ۱۳-۲۱۲

(۵۸) دیوان ناسخ سن ندارد ، مطبع نول کشور ، کان پور ، جلد دوم ، صفحہ ۲۱۷

دل بھر آئے ہے جوں جوں اسے خالی کیجئے | فکر اس درد کی کہاں سے میں والی کیجئے
ایک پرواز، بھی گلشن میں نہ کرنے پائے | کیا تری ہاتھ سے اے بے پر و بالی کیجئے
ہوں سیہ بخت ازل میں تو عزیزاں میری | بعد مرنے کے تک اک قبر بھی کالی کیجئے
گولی بھر کر وہ طمنچہ میں کہے ہے اس کو | دل میں آتا ہے کہ عاشق پہ خالی کیجئے

==== ooo ===

سایہ کی گرمی میں کسی خاک نشیں پر | وہ نخل کہاں ہے شہی کوچے کی زمیں پر
کھوڑے پہ چڑھا وہ تو ہوا اک نظر آیا | بت خانہ چین کا سا سماں خانہ زین پر
سجدہ کروں پر بت کو میں اے کاتب قدرت | لکھا بھی تھا تونے مگر میری جبیں پر
وہ سوختہ دل ہوں کہ مری آہ کی بجلی | گرتی ہے سدا کنگرۂ عرش بریں پر
پڑھتا ہوں دل اپنے کا جہاں مرثیہ عاشق | روتی ہے سبھی خلق مری موت حزیں پر

==== ooo ===

نہ کہئے درد دل ہرگز کسی سے | اگر کہئے تو کہئے اپنے جی سے
کٹے گی کیوں کہ ساری رات اس بن | گئی ہے دل تو بے تابی ابھی سے
جدائی میں جیوں کب تک میں عاشق | بھلی ہے موت ایسی زندگی سے

==== ooo ===

خنجر بے داد کو سنگ فساں پر تیز کر | وقت قتل اتنا ترحم مجھ پہ اے خوں ریز کر

=====ooo=====

۱۵- فریاد، لالہ صاحب رائے :

فریاد کا نام لالہ صاحب رائے تھا۔ باپ کا نام سدھی مل ذات کے کائستھ تھے لکھنو کے رہنے والے تھے سوز سے اصلاح لیتے تھے۔ پہلے قربان تخلص کرتے تھے پھر فریاد اختیار کیا۔ ۱۱۹۶ھجری مطابق ۱۷۸۱ء میں لکھنو سے اپنے اشعار خلیل کو بنارس بھیجے تھے (۵۹)۔

---

(۵۹) گ ۔ ہ ، صفحہ ۱۹۱

طبقات الشعرا ہند میں فیلن و کریم الدین نے تصریح کی ہے کہ ۱۱۹۶ھجری مطابق ۱۷۸۱ء میں لکھنو میں رہتے تھے - انھوں نے ان کے باپ کا نام سدھ لال لکھا ہے (۲۰) - سخن الشعرا میں باپ کا نام لالہ سدھ رائے لکھا گیا ہے (۲۱) تذکرہ شعرائے ہنود میں سدھ رائے بیان کیا گیا ہے ~~(۲۲)~~ - نمونۂ کلام یہ ہے (۲۳)

قتل کا اپنے لکھا ہے میں نے محضرں بیشتر   واسطے میرے، مرا دیوان محضر ہوگیا

تلخیٔ ہجراں مِرے کام آئی آخر روز بد   زہر بھی میں نے پیا تو شیر مادر ہوگیا

جیں پایا وہ پس مردن دل بے تاب نے   گوشۂ مرقد ہمیں آغوش مادر ہوگیا

==== ooo ====

غم جب سے ہوا ہے یار دل کا   کوئی نہیں غم گسار دل کا

==== ooo ====

دل کو امید رہائی سے اٹھایا ہم نے   عشق کے دام میں جب پاؤں پھنسایا ہم نے (۲۳)

جان کر حال ہمارا نہ سنا اس نے کبھی   سو طرح رمز و اشاروں سے سنایا ہم نے

==== ooo ===

۱۲- شوخ ، گنا بیگم :
===============

علی قلی خان ۱۱۳۳ھجری مطابق ۱۷۲۱ء میں داغستان سے دہلی پہنچا - محمد شاہی دربار سے ہفت ہزاری کا منصب اور حیدر علی خان، خان زمان خان بہادر ظفر جنگ کا خطاب ملا - خود فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا اور والہ تخلص کرتا تھا - گنا بیگم اسی کی لڑکی -

---

(۲۰) کریم ، صفحہ ۷۵
(۲۱) س - ش ، صفحہ ۳۶۷
(۲۲) شعرائے ہنود صفحہ ۱۱۲
(۲۳) س - س ، صفحہ ۲۸۷
(۲۳) گ - س ، صفحہ ۱۹۱

تھیں ان کی شادی عمادالملک کے ساتھ ہوئی تھی ۔ ان کے بطن سے منیرالدولہ بن عمادالملک پیدا ہوا ۔

تمام تذکرہ نگاروں نے گنا بیگم کا ذکر نہایت اچھے الفاظ سے کیا ہے ۔ صاحب مجموعہ نغز گنا بیگم کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں (۶۴) :-

" بعض کہتے ہیں کہ مرحومہ منتظر تخلص کرتی تھیں ۔ بہر حال یہ بات تحقیق کو نہیں پہنچتی ہے کیوں کہ ان کی تحریروں میں واضح نہیں ہے ۔ وہ مرد بہشتی علی قلی خان شش انگشتی کی صاحبزادی اور نواب غفران مآب وزیرالملک عمادالملک غازی الدین خان بہادر کی محل خاص تھیں ۔ بہت حسین، شوخ مزاج ، شگفتہ ظرافت امتزاج ، تیز ذہن، ذکی الطبع ، خوش فکر ، لطیف الوضع ، حاضر جواب بدیہہ گو، حسن الخطاب ، کشادہ رو، بہت صاحب جمال اور امور زیبائی میں بہت دانا اور صاحب کمال تھیں ۔ طبع شعر آشنا ، مزاج نکتہ پیرا ، فکر درست تلاش رنگین و چست رکھتی تھیں ۔ کبھی میر سوز سے اصلاح لیتی تھیں اور کبھی محمد رفیع سودا سے ۔ شیفتہ (۶۵) لکھتے ہیں کہ میر قمرالدین منت سے اصلاح لیتی تھیں ۔ غالباً قمرالدین منت سے اصلاح سخن کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا ہوگا جب میر سوز اور سودا دھلی سے چلے آئے ہوں گے ۔ ۱۱۷۶ھجری مطابق ۱۷۶۳ء سے ۱۱۸۳ھجری مطابق ۱۷۷۰ء تک عمادالملک فرخ آباد میں پناہ گزین رہا ۔ اس دوران میں بھی سودا اور سوز یہ خدمت سر انجام دیتے رہے ہوں گے ۔"

عمادالملک فرخ آباد سے نکل کر نواح آگرہ میں پہنچا اور پنجاب کا قصد کیا ۔

---

(۶۴) نغز ، صفحہ ۱۳۵

(۶۵) خار ، صفحہ .....

راستہ میں گنا بیگم نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آگرے سے تریسٹھ میل کے فاصلہ پر بہ سمت جنوب موضع نور پور میں دفن ہوئیں ۔ یہ مقام گوالیار سے پندرہ میل جانب شمال ہے ۔ قبر پر ایک مختصر سا کتبہ لگا ہوا ہے ۔ جس پر یہ مضمون کندہ ہے :۔

" بنو بیگم یکم محرم ، ۱۱۸۷ھجری مطابق ۲۵/ مارچ ، ۱۷۷۳ء "

ولی اللہ تاریخ فرخ آباد میں لکھتے ہیں کہ گنا بیگم نواب عمادالملک کے ہمراہ فرخ آباد میں رہیں تھیں ۔(۲۶)

بہارستان ناز میں گنا بیگم کا تخلص شوخ لکھا گیا ہے ۔ (۲۷) گنا بیگم کو بنوسی کے نام سے بھی شہرت تھی اس کا جسم لطیف وزن میں نوسیر تھا (۲۸) تذکروں میں ان کے حسن و جمال ، خوبی دادا ، علم و فضل ، عقل و دانش ، حاضر جوابی اور تیز طبعی کے بہت سے واقعات درج ہیں جو لطف سے خالی نہیں ان کے مطالعہ سے موصوفہ کی شخصیت بہت دلآویز نظر آتی ہے ۔

" ایک دن گنا بیگم اپنے باغیں باغ میں بیٹھی ہوئی گلاب کے پھول کی بہار دیکھ رہی تھیں ۔ اتنے میں نواب غازی الدین عمادالملک آگئے بیگم کو اس طرح محو پایا کچھ دیر دیکھا اور اس کے بعد کہا چلو بارہ دری میں چلو بیگم نے کہا چلئے میں ابھی حاضر ہوتی ہوں ۔ نواب صاحب یہ سن کر چلے گئے اور بارہ دری میں مسہری پر آرام فرمانے لگے بہار کی ہوا کی موجیں آنکھوں کو مست و مخمور کئے دیتی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ بیگم جب اندر پہنچیں تو نواب صاحب سوچکے تھے ۔ بیگم نواب کو محو راحت دیکھ کر باہر آنے لگیں مگر پاؤں

---

(۲۶) عہد بنگش ، صفحہ ۳۱۲

(۲۷) فصیح الدین رنج ، " بہارستان ناز" مطبوعہ مطبع فتحانی میرٹھ، ۱۸۶۹ سن ندارد ، صفحہ ۵۳

(۲۸) عبدالجبارخان، محبوب الزمن ، " تذکرہ شعرائے دکن" مطبوعہ مطبع رحمانی حیدرآباد دکن ، ۱۳۲۹ھجری ، صفحات ۹۲۷-۹۲۹

کی آہٹ سے نواب کی آنکھ کھل گئی ۔ دیکھا تو بیگم واپس جارہی تھیں نواب نے فوراً ایک مصرع موزوں پڑھا :۔

آکر ہماری نعش پہ کیا یاد کرچلے

حاضر جواب بیگم نے فوراً گرہ لگائی :۔

خواب عدم سے فتنے کو بیدار کرچلے

(۶۹)
ایک مرتبہ رات کو بزم عیش منعقد تھی نواب نے شمع کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا :۔

سر سے پاؤں تک سفید ی آگئی تس پر یہ حال

شمع سی ہم نے نہیں دیکھی کوئی بڑھی چھنال

بیگم نے نواب کا اعتراض رد کرتے ہوئے کہا :۔

پردۂ فانوس میں رکھتی ہے عصمت کو سنبھال

کاٹ لو اس کی زبان جو شمع کو بولے چھنال

گنا بیگم کے صاحبزادے نصیرالدولہ بیمار تھے ۔ صمصام الملک نے خیریت دریافت کرائی قضارا اسی دن نصیرالدولہ کا انتقال ہوگیا ۔ بیگم نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا (۷۰) :۔

از حال میپرس کہ دل چاک کردہ ام

لخت جگر بریدہ تہہ خاک کردہ ام

گنا بیگم کا کلام اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے اعتبار سے بڑا دل کش ہے ۔ وہ شعرائے معاصرین کے ساتھ ہم طرح غزلیں کہتی تھیں نیز فارسی کا بڑا پاکیزہ ذوق تھا (۷۱)۔

نمونہ کلام فارسی :

تاکشیدی از نزاکت سرمۂ دنبالہ را   شد صدائے آہوئی چشم بیمار ترا

---

(۶۹) بہارستان ناز، صفحات ۴۷-۵۳   (۷۱) تذکرہ شعرائے دکن، صفحات ۹۶۹-۹۷۰
(۷۰) عبدالباری آسی، تذکرۃ الخواتین، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو، سن ندارد، صفحہ ۹۷

جگر پر سوز ، دل پرخون، گریبان چاک ، و جان برلب

قضا را شرم می آید ز سامانے کہ می دارم

نمونہ کلام اردو :

اشک امڈا ہوا پھر ضبط سے کم رکتا ہے   ناصحا اٹھ مری بالین سے کہ دم رکتا ہے

=== ••• ===

کہتے ہیں اسے ڈوب موا آج کنوئیں میں   ظالم جو ترا شیفتہ چاہ ذقن تھا

====•••====

دم بسمل نہ چھوڑ جانا تھا   زخم اک اور بھی لگانا تھا

==== ••• ====

اے قاصد تو میرا اور کچھ مذکور مت کہیو   یہی کہیو کہ اپنے دل سے مجھ کو دور مت کہیو

==== ••• ===

ہماری خاک پہ جب یار نے گذار کیا   دم مسیح تھے سر سے آشکار کیا

==== ••• ====

سن لیجیو خط سوخت کے پیغام کو قاصد   لے اٹھیو نہ پہلے ہی مرے نام کو قاصد

==== •••===

یا الٰہی یہ کس سے کام پڑا   دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا

==== ••• ===

حسن کا جی ہے ادا تجھ میں میاں سو تو نہیں   گل تصویر میں گو خوش ہوا ہو تو نہیں

===== ••• ===

چل ہوا کھا نہ صبا اس دل دلگیر کو چھوڑ   تو مزہ پاے گی تو غنچہ تصویر کو چھیڑ

====•••====

شمع کو چہرہ دلدار سے کیا سمجھے   کیوں کہ ہے یہ رخ خندان وہ ہے روتی صورت

==== ••• ====

ابر چھایا ہے مینہ برستا ہے　　جلد آ جا کہ جی ترستا ہے

==== ooox ====

شب کو میان طلب میں تری ہم بھٹک بھٹک　　جون حلقہ در پہ رہ گئے ہم سر پٹک پٹک

میری بھی مشت خاک کا تک پاس ہے ضرور　　اے جامہ زیب چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک

=== ooo ====

آیا نہ کبھو خواب میں بھی وصل میسر　　کیا جانئے کس ساعت بد آنکھ لگی تھی

=== xxx ===

آگر ہماری نعش پہ کیا یار کو چلے　　خواب عدم سے فتنہ کو بیدار کرچلے

جاتے تو ہو بھرے ہوے گرد و غبار میں　　تعمیر کس کے دل کی یہ مسمار کرچلے

خود ہی پیالہ خواہ سبو کیجیو کلال　　ہم اپنی خاک پر تجھے مختار کرچلے

====ooooo====

جس طرح لگی دل کو مرے چاہ کسو کی　　اس طرح نہ لگیو مرے اللہ کسو کی

اس زلف دراز اپنی کو ظالم نہ گرہ دے　　کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسو کی

نے نامہ نہ پیغام زبانی نہ نشانی　　حالت سے کوئی کیوں کہ ہو آگاہ کسو کی

==== ooo ====

اس کا پیغام مجھے کیوں کہ زبانی آوے　　نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوے

جھوٹ کہتا ہے تو قاصد یہ زبانی پیغام　　مجھ کو باور نہیں جب تک نہ نشانی آوے

دیرو دنیا سے سروکار ہے کس کو کافر　　رات دن فکر یہی ہے کہیں جانی آوے

==== ooo ====

مجھ سے کرتی ہے ترق زلف کبھی کیا کہئے　　دل مرا لے کے یہ کہتی ہے نہ جی کیا کہئے

دیکھئے تیرے بغیر اب تو نہیں رہتی چشم　　اس کی تدبیر کہو اب تو ابھی کیا کہئے

==== ooo ====

جی تک بھی اگر چاہو تو وسواس نہیں ہے　　کچھ اور جو ڈھونڈھو تو مرے پاس نہیں ہے

(۷۲)

کی جس سے محبت وہ ہوا دشمن جانی
کچھ جی کا لگانا ہی مجھے راس نہیں ہے

اب خواب ہی میں وصل ترا ہووے سو ہووے
ظاہر میں تو ملنے کی ہمیں آس نہیں ہے

==== ooo ====

یار پردے میں ہے اور عشق سے مایوسی ہے
نقش پا تک بھی مری دریئے جاسوسی ہے

مدعی اس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے
پھر تمنا کو یہاں مژدہ مایوسی ہے

==== ooo ====

حنا خون ہو کے ان پاؤں کی جب کچھ بات چلتی ہے
رگڑتی ہے سر اپنا سنگ پر اور ہاتھ ملتی ہے

تری منہ کی تجلی دیکھ کر کے رات میرے سے
زمیں پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

==== ooo ====

شمع کی طرح کون رو جائے
جس کے جی کو لگی ہو سو جانے

==== ooo ====

عندلیبوں کو وہ گلزار مبارک ہووے
ہم کو یہ سایہ دیوار مبارک ہووے

رات دن جس کے لیے روتی ہے سو اللہ کرے
انکھڑیوں تم کو یہ دیدار مبارک ہووے

==== ooo ====

یہ دونوں شعر میر سوز کی ایک غزل میں اس طرح ہیں :-

عندلیبوں کو بھی گلزار مبارک ہووے
ہم کو بھی سایہ دیوار مبارک ہووے

ہر گھڑی جس کی تمنا تھی تو دیکھو
انکھڑیوں تم کو یہ دیدار مبارک ہووے

==== ooo ====

۱۷- مدہوش ، میر نبی خاں :

تذکرہ میر حسن میں مدہوش کا ذکر اس طرح ملتا ہے :-

" میر نبی خان نام تھا اور حضرت خواجہ محمد باسط قدس سرہ کے نواسے تھے۔

---

(۷۲) کریم الدین نے اس شعر کو بہو بیگم جانی زوجہ آصف الدولہ کا کہا ہے ۔

خوشخو جوان اور نیک خو انسان ہیں - میر سوز کے شاگرد ہیں اگرچہ ابھی ابتدائے مشق سخن ہے لیکن اگر موقع ملا تو اچھا کلام کہہ سکیں گے - فقیر سے بہت دوستی ہے خدا سلامت رکھے (۷۳) - قاسم اور شیفتہ نے ان کا نام نہیں لکھا ہے (۷۴) - مدہوش صاحب ذوق تھے اور غزل سے خاص مناسبت تھی" - (۷۵)

نمونہ کلام :

- مرا جس ناز سے تونے لیا دل   خدا جانے ہے اس کو یا مرا دل

==== ### ====

۱۸- نوازش ، نوازش حسین خان :

نام نوازش حسین خان تھا اور مرزا خانی کے نام سے مشہور تھے - ان کے باپ کا نام نواب حسین علی خان تھا - نواب حسین علی خان کی شادی نواب قاسم علی خان عالی جاہ کی دختر سے ہوئی تھی - یہ وہی قاسم علی عالی جاہ ہیں جو نواب بنگال تھے اور شاہ عالم اور شجاع الدولہ کی امداد حاصل کر کے بکسر کے میدان میں انگریزوں کا مقابلہ کیا تھا - نجف خان جو نواب قاسم علی خان کا سپہ سالار تھا انگریزوں سے مل گیا جس کے باعث متحدہ فوجوں کو شکست ہوئی - نواب موصوف کچھ عرصہ فرخ آباد میں رہے اور پھر روہیل کھنڈ چلے گئے-

نوازش حسین خان کے باپ نواب حسین علی خان نواب ناصر خان کے بیٹے تھے - نواب ناصر خان ۱۱۵۲ھجری مطابق ۱۷۳۹ع میں کابل کے صوبہ دار تھے - جب نادر شاہ ہندوستان

---

(۷۳) ش - ۱ ، صفحہ ۱۹۷

(۷۴) نغز ، جلد دوم ، صفحہ ۳۵۲
خار ، صفحہ ......

(۷۵) گ - ۵ ، صفحہ ۲۳۶
س - ش ، صفحہ ۳۲۶
س - س ، صفحہ ۲۶

پر حملہ کی غرض سے بڑھا تو نواب ناصر خان نے اس کا راستہ روکا اور محمد شاہ کو مدد کے واسطے لکھا - محمد شاہ نے کوئی توجہ نہ کی تاب مقاومت نہ لاکر ناصر خان ہندوستان چلے آئے اور فرخ آباد میں آکر قیام کیا - نواب احمد خان والی بنگش ان کا بہت احترام کرتے تھے خود ناصر خان کے مکان پر جاتے تھے - جب ناصر خان کا انتقال ہوا تو احمد خان کے حکم سے ان کا لڑکا مظفر جنگ مع ارکان دولت جنازے میں شریک ہوئے ناصر خان جب تک زندہ رہے تین ہزار روپیہ ان کو مستقل ادا کیا جاتا رہا -

ناصر خان کے دوسرے صاحبزادے نواب محمد قاسم خان یعنی نوازش حسین خان کے چچا شجاع الدولہ کی سرکار میں عدالتی کاموں پر مامور تھے - ایک دفعہ نواب شجاع الدولہ نے قاسم خان سے کہا کہ اپنے والد کو بھی لکھنو بلوالو میں ان کو اپنا نائب بنالوں گا - قاسم خان نے اپنے والد نواب ناصر خان سے کہا کہ اگر آپ لکھنو چلیں تو شجاع الدولہ بہت اعزاز دینے کے لیے تیار ہیں - ناصر خان نے کہا احمد خان کے تین ہزار تین لاکھ کے برابر ہیں کیوں کہ جب میں احمد خان کی ملاقات کو جاتا ہوں تو احمد خان تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اگر شجاع الدولہ کے ہاں دروازے پر انتظار کرنا پڑا تو موت سے بدتر ہوگا -(۷۶)

مصحفی(۷۷) لکھتے ہیں کہ نوازش اکبر آباد میں پیدا ہوئے لکھنو میں پرورش پائی ، جوان مہذب اخلاق اور خود بین اور خوش اختلاط ہے اٹھارہ سال کی عمر میں موزونیت شعر کا شوق ہوا - شعر کہنے اور پڑھنے میں میر سوز کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو میر سوز کا شاگرد کہتے ہیں - پہلا دیوان سوز کے طرز پر کہا ہے اور اب دیوان کو بھی مرتب کرلیا ہے-

---

(۷۶) عہد بنگش ، صفحہ ۹۶

(۷۷) ریاض الفصحا ، صفحہ ۳۳۹

- شاہ کمال کا قول ہے کہ اپنے استاد کے انداز پر شعر کہتے ہیں اور ان کی یادگار سمجھے جاتے ہیں ان کو فقیر سے بہت الفت و اتحاد ہے (۷۸) - شگفتہ کہتے ہیں کہ نوازش صاحب دیوان شاعر ہیں لیکن ساتھ ہی صراحت کرتے ہیں کہ ان کا دیوان میری نظر سے نہیں گذرا - وہ اپنا کلام بالکل اپنے استاد کی طرح پڑھتے تھے اور اعضاء کی حرکات و سکنات سے اشعار کی وضاحت بالکل سوز کی طرح کرتے تھے (۷۹) - نوازش کے دو شاگرد اردو ادب کے درخشندہ ستارے ہیں ایک تو فسانہ عجائب کے مصنف مرزا رجب علی بیگ سرور اور دوسرے دلگیر جو مشہور مرثیہ گو گذرے ہیں(۸۰) - مرزا رجب علی بیگ سرور نے نوازش کو یادگار میر سوز کہا ہے - فسانہ عجائب میں انھوں نے نوازش کے اشعار جا بجا نقل کئے ہیں - اسی کے ساتھ میر سوز کے بھی کافی اشعار لکھے ہیں - نوازش کے بارے میں وہ فلک فسانہ عجائب تک میں لکھتے ہیں :-

" جس دم نظر فیض اثر سے جناب قبلہ و کعبہ مخدوم و مکرم آغا صاحب قبلہ آغا نوازش حسین خاں صاحب عرف مرزا خانی صاحب کے یہ گذرا بعد اصلاح شاگرد نوازی فرماکر قطعہ تاریخ سے زینت بخشی ، قطعہ تاریخ :

برائے خاطر یاران و احباب	سرور این قصہ را چون کرد ایجاد
بچشم سال تاریخش نوازش	فلک این گلستان بے خزان داد "

نوازش کی مزید تعریف سرور کے الفاظ میں درج ہے :-

" بندہ کمترین تلامذہ اور خوشہ چین سخن جناب قبلہ استاد شاگرد نواز معزز و

---

(۷۸) م - ا ، صفحہ ۲۰۷
(۷۹) ظ ر ، صفحہ ۳۲۱
(۸۰) آ - ح ، صفحہ ۱۸۸
مراۃ الشعراء ، صفحہ ۲۳۱

ممتاز مجمع فضل و کمال نیک سیرت فرخندہ خصال خرد آگاہ دانش آموز و یادگار جناب میر سوز عرفی عصر سعدئی زمان رشک انوری و خاقانی دوازش حسین خان صاحب عرف مرزا خانی تخلص نوازش کا ہے ۔ حقیقت حال یہ مقام ہے ریختہ اور روزمرہ اردو کا ان پر اختتام ہے ۔ شعر ان کے واسطے اور وہ شعر کی خاطر موضوع ہیں کہنے کے علاوہ پڑھنے کا یہ رنگ ڈھنگ ہے اگر طفل مکتب کا شعر زبان معجز بیان سے ارشاد کریں فیض وجان تاثیر بیان سے پسند طبع سحبان وائل ہو فی زمانہ تو کیا سابقین جو ... موجد کلام کو سن کر لمن الملکی بجاتے تھے ان کے دیوانوں میں دس پانچ شعر تناسب لفظی یا صنائع بدائع کے ہوں گے وہ ان پر نازاں تھے ۔ اور متاخرین فخریہ سنز گردانتے لہذا جس شخص کو فہم کامل یا اس فن میں مرتبۂ کمال حاصل ہو اور طبع بھی عالی ہو آپ کا دیوان بہ چشم انصاف و نظر غور سے دیکھے کوئی غزل نہ ہوگی جو ان کیفیتوں سے خالی ہو ۔ ہر مصرع گواہ ہزار صنعت ، ہر شعر شاہد لاکھ صنعت مطلع سے مقطع تک ہر غزل مرقع کی صورت اکثر اشعار آپ کے تبرکاً و تیمناً بطریق یادگار ہم نے لکھے ہیں جہاں لفظ استاد ہے وہ آپ کا شعر ہے ۔" (۸۱)

نوازش تذکرہ سراپا سخن کی تصنیف تک حیات رہے (۸۲) اس کے بعد وفات پائی آپ کا نمونہ کلام یہ ہے :-

ایک عالم کو آزما دیکھا	جس کو دیکھا تو بے وفا دیکھا
حال بد کا شریک دنیا میں	نہ برادر نہ آشنا دیکھا

---

(۸۱) ... سرور، رجب علی بیگ ، " فسانہ عجائب " مطبوعہ رحمانی پریس ، لاہور، ۱۹۲۷ء، صفحہ ۲۶

(۸۲) س ـ س ، صفحہ ۹۹

مری چشم خونبار کے کر حوالے	رنگا چاہے گر ارغوانی دوپٹہ

==== ooo ===

اس تندخو سے میں نے بھیسے بہ صد سماجت	جب سوچا اس مانگے تب تین چار ٹھہرے

خدا ملے تو ملے آشنا نہیں ملتا	کوئی کسی کا نہیں دوست سب کہانی ہے

زہر کہ رہتا ہے آنے کا اس کے دھیان لگا	صدائے در پہ ہے دریودہ اپنا کان لگا

زہر کہ رہتا ہے آنے کا اس کے دھیان لگا	صدائے در پہ ہے دریودہ اپنا کان لگا

==== ooo ====

کس کی آمد کا تصور یہ بندھا ہے مجھ کو	جو مرا دھیان سدا جانب در رہتا ہے

==== ooo ====

یہ سینہ ہے پیکاں ہے دشنہ ہے کہ دل ہے	کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ کیا دیکھو بر میں

==== ooo ====

یہ بل کرتا ہے تو نوک مژہ کی آب داں پر	تجھے بھی خطرہ کتنا ہے اتنی سی کٹاری پر

مجھے یوں نادہ اپنے حال پر کسی طرح سے آئے	نوازش برق بھی ہنستی ہے میری بیقراری پر

==== ooo ====

عشق میں ایک خلل ساتھ لگا رہتا ہے	. اشک چل نکلے نوازش جو کبھی دل ٹھہرا

==== ooo ====

وہ گئے دن جو بسر شب ہو ہم آغوشی میں	اب تو کٹتی ہے مری چار پہر آنکھوں میں

==== ooo ====

حرام نیند کی اترا وصل جاناں نے	الٰہی کوئی کسی کا امیدوار نہ ہو

==== ooo ====

ایام وصل میں ہم لپٹے ہیں جیسے اس سے	میں وصلی کے بھی کاغذ چسپاں بہم نہ ہونگے

==== ooo ====

آغاز عشق ہی میں شکوہ بتوں کا اے دل	گر صبر کر ابھی تو کیا کیا ستم نہ ہونگے

===== oooo ====

وہ باتوں میں (باتیں) بات نکلی اسی کے شاید بس اپنے ڈر سے

عزیزو جب تک جیا نوازش کسی سے کرتے سخن وہ دیکھا

==== ooo ====

۱۹- ہوش ، میر شمس الدین :

میر شمس الدین نام تھا - مصحفی کہتے ہیں کہ جوان شیریں زبان ہے - میر سوز کی شاگردی پر ناز کرتا ہے - (۸۳) لکھنو کے رہنے والے تھے اور اچھے اخلاق کے تھے -(۸۴)

نمونہ کلام :

یار ہنستا ہے چشم تر کو دیکھ	گریہ تک اپنے تو اثر کو دیکھ
دست و پا گم کریں ہیں نوکران	نازنیں تیری اس کمر کو دیکھ
تیرے خط کا جواب آیا ہے	ہوش کھول آنکھ نامہ بر کو دیکھ

==== ooo ====

مقلدین

۱- حیات ، حیات اللہ :

اصل نام حیات اللہ تھا - شوق ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں " قصبہ بدایوں کے باشندے ہیں ، جوان قابل ، خوش گپ ، یار باش ، عربی اور فارسی میں خاص استعداد رکھتے ہیں - کبھی کبھی ہندی میں ایک دو شعر میر سوز کی طرز میں موزوں کرلیتے ہیں - راقم الحروف سے پرانے مراسم ہیں - حق تعالیٰ خوش و خرم رکھے (۸۵) اردو میں انھوں نے

---

(۸۳) ت - ﷺ ، صفحہ ۲۷۳

(۸۴) نغز ، جلد دوم ، صفحہ ۵۲

(۸۵) شوق ، صفحہ ۵۶۹

چند شعر ہی کہے ہیں زیر نظر قطعہ میر سوز کے خاص رنگ میں کہا گیا ہے :-

کچھ تو ادھر بھی پھینکنا پیارے | کوئی عشوہ ہی اوروں کی خیر
یا کوئی بوسہ فی سبیل اللہ | بھیجنا دوست اپنی جان کی خیر

==== ooo ====

۲- ذکا ، مرزا محمد بخش :

مرزا محمد بخش ذکا کا ذکر کرتے ہوئے مصحفی کہتے ہیں " جوان خوش تقریر اور مہذب الاخلاق ہیں - اپنی طبیعت کی موزونی کے باعث کلام میر سوز کے طرز پر کہتے ہیں- اور مرزا خانی نوازش شاگرد میر سوز سے اصلاح لیتے ہیں - اپنے استاد کی غیر موجودگی میں کچھ عرصہ شیخ امام بخش ناسخ سے بھی اصلاح لی - ان کی عمر تقریباً چالیس سال ہے- ان کی بیاض سے سوز کی طرز پر مندرجہ ذیل اشعار انتخاب کئے جاتے ہیں - (۸۶)

جو ہوا شیفتہ اس کا سو بہت خراب ہوا | دل بھی میرا اسی گیسو میں گرفتار ہوا
تندرستی میں تو مجھ سے تجھے پرہیز رہا | اب تو اتنی کہاں جب کہ میں بیمار ہوا
زندگانی سے ذکا اپنی میں آیا ہوں بہ تنگ | آہ کیوں مجھ کو خیال ذہن یار ہوا

==== ooo ====

۳- سائل ، جلیل شاہ :

آپ کا نام جلیل شاہ تھا والد کا نام شاہ پیارے تھا مکن پور کے رہنے والے تھے - جوان صالح ، خوش اخلاق اور صاحب درد تھے - شاہ بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ کے مزار کے خادموں میں سے تھے - ان کی فکر رسا ، طبع مناسب ، ذہن صائب تھا-

---

(۸۶) ریاض الفصحا ، صفحات ۹۳-۹۲

طرز سخن خواجہ میر درد اور میر سوز کے انداز پر تھا ۔(۸۷)

نمونہ کلام :

یہ رنگ آپ تو ہر رنگ میں فنا ہوجائے	اگرچہ غیر بھی ہووے تو آشنا ہوجائے
نہ پاوے آپ کو اپنے بھی ڈھونڈھنے سے آپ	حباب وار یہاں جس کی آنکھ وا ہوجائے
خدا کے واسطے ہاں درگذر نہ کر ظالم	مرے بھی من اگر تیرا کچھ بھلا ہوجائے
گذر گیا سے مرے اے ترا بھلا ہووے	جو میں برا ہوں تو تک آپ ہی بھلا ہوجائے
یہ ذکر خیر میں کرتا ہوں جس کا اے سائل	اگر وہ آپ ہی آجائے کیا مزا ہوجائے

===== ۰۰۰ ====

گرم خوشی سے تری ہم نہ ٹلے بیٹھ گئے	شمع کی طرح سے جس جا پہ جلے بیٹھ گئے
کسی کی الفت نے یہ اتنا ہمیں پابند کیا	یاں سے سو بار اٹھے اٹھ کے چلے بیٹھ گئے
کوئی دم اور نہ آئے تو نہ پاتے ہم کو	ہم تو گھبرا کے چلے تھے یہ بھلے بیٹھ گئے
جس گھڑی بام پہ دیکھا تجھے مثل خورشید	سایہ ساں ہم وہیں دیوار تلے بیٹھ گئے

دھک سے ہو خوف سے تیرا نہ لیا دم اے ساحر مثل نے بے مدد نالہ گلے بیٹھ گئے

==== ۰۰۰۰ ====

میاں خوش رہو کیوں عبث ہو خفا	جو کچھ تم سے ہوگا سو ہوگا خدا سے
نہ پوچھا کبھی تونے احوال سائل	مری یا جئے کوئی تیری بلا سے

==== ۰۰۰ ====

۳- میر کلو :

میر حسن لکھتے ہیں کہ میر کلو میر درد کے اعزا میں تھے ۔ باصلاحیت جوان علم و عمل آراستہ اور ولاحیت سے پیراستہ ، اہل دل منصف ، متواضع ، مودب ، بزرگ ، بزرگ زادہ ان کی

---

(۸۷) شوق ، صفحہ ۳۵۹

فکر ثابت بلند ہے - دیوان ریختہ مرتب کیا ہے - اور بیشتر رباعیات بہ طور میر سوز صدا کہی ہیں - میاں الم کے ساتھ فیض آباد آئے تھے اور وہیں میں ان سے ملا تھا -(۸۸) نمونہ کلام دستیاب نہیں ہوا -

==== ==== ====

۵- مشتاق ، عبداللہ خاں :

اصل نام عبداللہ خاں تھا بزرگوں کا وطن کا شان تھا - افغانوں کے قبیلے یوسف زئی سے تعلق رکھتے تھے - عبداللہ خاں کے دادا کا نام سبحت اللہ خاں تھا ، اور سبحی تخلص کرتے تھے - والد کا نام ابوالحسن خاں تھا وہ بھی شاعر تھے اور تخلص حسن تھا -

سبحت اللہ خاں بہادر شاہ اول کے استاد تھے - عبداللہ خاں کے والد ابوالحسن خاں دولت مند شخص تھے - فکر معاش سے بے نیاز اپنے دولت کدہ پر وقت گذار تے تھے مصحفی نے جب تذکرہ ہندی مرتب کیا اس وقت عبداللہ خاں زندہ تھے - چناں چہ وہ لکھتے ہیں:-

" خان مذکور کو حضور معلی حضرت ظل سبحانی شاہ عالم نے مشتاق علی خان خطاب بخشا ہے اور پانچ صدی منصب اور ذات و جاگیر سے ممتاز فرمایا ہے آج کل شہزادے مرزا فرخندہ بخت کی اتالیقی کے منصب پر مامور ہیں(۸۹) مرزا فرخندہ بخت شاہ عالم کے بیٹے اور مرزا جواں بخت کے چھوٹے بھائی تھے - قمر تخلص تھا شوق لکھتے ہیں کہ اجل نے ان کو زیادہ مہلت نہ دی - (۹۰)

مشتاق علم جفر، علم رمل اور مہندسی سے بہت لگاؤ رکھتے تھے - خط نستعلیق و

---

(۸۸) ش - ا ، صفحہ ۱۲۵

(۸۹) ت - ہ ، صفحہ ۲۱۹

(۹۰) شوق ، صفحہ ۳۰۰

تھے ، مشہدا میں یگانہ روزگار تھے ، خوش مزاج ، خوش خلق اور عاشق پیشہ جوان تھے جب تک وہ اللہ آباد میں رہے تو شاہ محمد علیم سے کلام پر اصلاح لیتے رہے - دہلی آنے کے بعد میر تقی میر سے استفادہ کرنے لگے -" (۹۱)

قاسم کہتے ہیں کہ " انہیں سونا بنانے کا خبط ہوگیا تھا - اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں میں مارے مارے پھرتے تھے " - مشتاق کے کلام پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ " ان کا کلام درد مندی سے لبریز ہے - ان کے اشعار عاشقانہ اور پر تاثیر ہوتے ہیں -" انہوں نے مشتاق کو سوز کا مقلد اور پیروکار کہا ہے -(۹۲) اور حیرت اور میر تقی میر سے مشورہ سخن کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے - قاسم نے اپنا تذکرہ ۱۲۲۱ھجری مطابق ۱۸۰۶ع میں مکمل کیا وہ لکھتے ہیں کہ مشتاق نے تھوڑے عرصہ پہلے داعی اجل کو لبیک کہا - اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتاق کی وفات متذکرہ سال سے کچھ پہلے ہوئی - مرنے سے پہلے یہ شعر کہا :-

سبھی دوستوں سے ہے رخصت ہماری

دم واپسیں سے ہے رخصت ہماری

نمونہ کلام :

آہ لاحق عشق کی یہ کیسی بیماری ہوئی بارہا نبضیں چھٹیں اکثر غشی طاری ہوئی

دل سنبھل اب دزدی بوسہ کو شب دیکھ رکھ بار چوکنا پاسبانوں میں خبرداری ہوئی

کیوں نہ تو بھٹکی پھرے اے خواہش دل میرے بعد کرچکے ہم عاشقی جو زندگی پیاری ہوئی

---

(۹۱) ت - ۵ ، صفحہ ۲۱۹
س - س ، صفحہ ۱۰۵
(۹۲) نغز ، جلد دوم ، صفحہ ۱۸۷

تو وہ آیا دیر تک چھاتی پہ دم اٹکا رہا — جان عاشق کی رہا تن سے بہ دشواری ہوئی

بیقراری، بیکلی، دردیں طپش رہنے لگی — آہ دل دیتے ہی طالع یہ گنہگاری ہوئی

کھینچ تیغ دشمن جاں امتحان کرتا ہے کیا — کرچکے ہم عاشقی جب زندگی بھاری ہوئی

کیا کہوں کیا ظلم غفلت سے ہوا مشتاق رات — جاچکا پہلو سے جب دل تب خبرداری ہوئی

==== ००० ====

خود کو روؤں یا اس رہزن ناز پرور کو — کیا اک ترک نے غارت میں لشکر کے لشکر کو

بس مروں پہ سکتے ہی کہ تھے دست طلب باہر — کفن میں آہ کس خواہش نے گھیرا تھا سکندر کو

مگر ناقۂ لیلی چلا آتا ہے صحرا سے — صبا کس نے ستایا آج قیس خاک بسر کو

مسی آلودۂ دندان تبسم میں تماشا کر — وہ دیکھا ہو چمکتے گر شب یلدا میں اختر کو

==== ००० ====

کی ایک نگاہ یاس جو مژگان یار پر — سو برچھیاں چلیں دل امیدوار پر

جی بعد مشکل بھی گیا تو [illegible] جھکی رہی — اے چشم آفرین ہے تری [illegible] انتظار پر

مشتاق تیرا کشتۂ تیغ فراق ہے — تقریب فاتحہ سے چل اس کے مزار پر

==== ००० ====

شہید عشق تمہارے کی نعش اٹھتی ہے — بنے تو تم بھی چلو ٹک نماز کرنے کو

==== ००० ====

رنگ کیوں سبز ہے مشتاق ترے چہرے کا — کس نے دیکھا ہے تجھے زہر بھری آنکھوں سے

==== ००० ====

ہر قدم پر اس کے کوچے میں ہے غش آیا مجھے — ناتوانی ہائے یاں تک تونے بٹھایا مجھے

==== ००० ====

مٹے ہے دم بدم وصل کی تدبیر کا نقشہ — دکھائی دے ہے کچھ بے ڈھب ہمیں تقدیر کا نقشہ

==== ००० ====

باب - ششم

میر سوز کا کلام اور اس کا مرتبہ

باب ششم کی سرخیاں

میر سوز کا کلام اور اس کا مرتبہ

۱- انفرادیت
۲- تصوف
۳- معاملات حسن و عشق
۴- شوخی و ظرافت
۵- انشاد
۶- ادا بندی
۷- خارجیت
۸- نسوانیت
۹- سادگی و صفائی
۱۰- محاورہ بندی
۱۱- روزمرہ اور تکیہ کلام
۱۲- تشبیہات اور استعارے
۱۳- وہ غزلیں جو نظم بن جاتی ہیں
۱۴- تلمیحات
۱۵- مقامی اثرات
۱۶- نئے مضامین
۱۷- رعایت لفظی
۱۸- ہندی الفاظ میں فارسی اضافت
۱۹- فارسی محاورے
۲۰- واحد جمع
۲۱- تذکیر و تانیث
۲۲- فارسی تراکیب

۲۳- متروکات

باب - ششم

میر سوز کا کلام اور اس کا مرتبہ

دھلی کے فارسی گو شعرا نے اردو شاعری کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف توجہ کی اور اردو غزل کو فارسی غزل کے انداز پر رواج دیا - ویسے یہ کام کچھ مشکل بھی نہ تھا - شاہ گلشن نے ولی کو بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ مضامین جو فارسی زبان میں موجود ھیں اگر اردو میں منتقل کردیئے جائیں تو کون محاسبہ کرے گا یہی وجہ ھے کہ اردو غزل معنوی اور صوری لحاظ سے انھیں خصوصیات کی حامل رہی جو فارسی غزل کی تھیں - دھلی میں اردو شاعری کا جن اصحاب نے ایک خاص اسلوب مقرر کیا ان میں شاہ مبارک آبرو، یکرنگ، ناجی، انجام، آرزو اور حضرت مظہرجان جاناں سر فہرست ھیں - اس زمانے میں اردو غزل نے ترقی کی جانب قدم بڑھایا - ان بزرگوں کے دامن فیض میں پلے ہوئے نوجوان شعراء نے روایت کی بھی پابندی کے ساتھ اردو شاعری کو پروان چڑھایا - اس دور میں اردو غزل نئے رنگ اور ڈھنگ کے ساتھ منظر عام پر آئی -

میر سوز، سودا، درد اور میر اردو غزل کے رنگ محل کے چارستون ھیں ان چاروں شاعروں کا اپنا الگ رنگ ھے اور ان کے مقلدین کا ایک طویل سلسلہ ھے - سودا اپنے زور بیان شکوہ الفاظ اور سنگلاخ زمینوں کو نباھنے میں منفرد ھیں - میر درد صوفیانہ شاعری کے بانی اور گلزار تصوف کے باغباں میر تقی میر داخلی کیفیات کے مصور ھیں اور میر سوز زبان کی سادگی اور مافی الضمیر کو سیدھے سادھے انداز میں بیان کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ان کے زمانے میں اردو شاعری کی مقبولیت اتنی بڑھی کہ گھر گھر شعر و سخن کی محفلیں برپا ہونے لگیں -

میر سوز کا عہد اردو غزل کا سنہری دور ھے اردو غزل اسی دور میں نئی، سنوری اور نکھار کے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی - اردو کو جتنے عظیم المرتبت شاعر اس دور میں بہ یک وقت

ملے وہ کسی اور دور میں نصیب نہیں ہوئے - اس دور کا ہر شاعر صرف استاد وقت ہی نہیں بلکہ اس کی ذات بجائے خود ایک دبستان تھی - ان اساتذہ نے غزل کا مزاج ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں نئے نئے تجربے کئے اور فکر و فہم کے نئے نئے پھول کھلائے ان اساتذہ کے تلامذہ نے اس روش کو مضبوطی سے اختیار کیا ، اور اسلوب و آہنگ کے خاص معیار قائم کئے اور اس میں ایسی پختگی پیدا ہوئی کہ کسی فنی شہپارہ کو دیکھ کر ہی اس کے خالق کو پہچان لینا کچھ زیادہ دشوار نہ رہا - تاہم اتنا ضرور تھا کہ طرز ادا ، افکار و خیالات اور علامتوں میں مماثلت و مشابہت کے باعث یکسانیت سی محسوس ہوتی تھی - یہ یکسانیت اکتاہٹ پیدا کردیتی اور مضامین میں تنوع کی کمی کا احساس ہوتا - ہر شاعر ایک ہی مقام پر کھڑا نظر آتا ہے - محدود فکر مضامین کی تکرار اور خیالات کا تصادم بسا اوقات ذہنی کسل مندی کا سبب بن جاتا - غزلگو شعرا کے ہاں یہ عام بات تھی - اساتذہ نے جو اسلوب مقرر کردیا تھا اس کی پیروی لازمی تھی اس سے سرمو انحراف مذہب شاعری میں کفر کے مترادف سمجھا جاتا تھا - ایسے ادبی ماحول میں میر سوز پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنی طرز الگ نکالی اور ایک نئے انداز کو پیش کیا -

۱- انفرادیت :
==========

میر سوز کا لب و لہجہ دوسرے شاعروں سے مختلف ہے ان کے مضامین میں بھی جدت و ندرت ہے ، میر تقی میر(۱) کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ میر سوز " طرز علیحدہ رکھتے ہیں اسی قسم کی رائے کا اظہار دوسرے تذکرہ نویسوں نے بھی کیا ہے قدرت اللہ شوق (۲) " موجب طرز علیحدہ " میر حسن" (۳) ان کی طرز ان کی اپنی ملک ہے " مصحفی " (۴) اپنی طرز کا استاد

---

(۱) ن ص صفحہ ۱۵۱ (۲) شوق صفحہ ۲۳۱
(۳) ا صفحہ ۱۱۷ (۴) ت - ہ ، صفحہ ۱۲۱

گارساں دتاسی " (۵) وہ ایک نئے مدرسہ شعر کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں۔" قاسم کا (۶) " ریختہ گوئی میں طرز خاص رکھتے ہیں " مبتلا میرٹھی (۷)" انہوں نے جو طرز اختیار کیا وہ آج تک کسی کو میسر نہیں ہوا ۔ " یکتا (۸) "ان کی طرز تمام شعراء سے جدا ہے " کریم الدین (۹) " ریختہ گوئی پر یہ طرز خاص کے کاشف تھا ۔" نصر اللہ خان خویشگی (۱۰) " سارا عالم ان کو استاد مانتا ہے ۔" سعادت خان ناصر (۱۱) " طرز کا اپنی استاد " کہتے ہیں ۔ اگرچہ یہ تمام آراء مختصر ہیں لیکن سوز کے فن کا بھی طرح احاطہ کرتی ہیں ۔ سرسری جائزہ لینے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کی شاعری میں کچھ ایسے عناصر ضرور ہیں جن کے باعث ان کا طرز سخن دیگر شعراء سے علیحدہ ہے ۔ سوز کی یہ انفرادیت کسی ایک خوبی کی بناء پر نہیں بلکہ ان کا کلام ظاہری اور معنوی لحاظ سے مختلف وجوہ کے باعث منفرد کہا جا سکتا ہے ذیل میں ہم تفصیل سے ان کا مطالعہ کریں گے ۔

۲۔ تصوف :
========

گردیزی (۱۲) میر سوز کے کلام کو " پسندیدہ اور سنجیدہ " قرار دیتے ہیں ۔ اس ضمن میں ہم میر سوز کے دور کے سیاسی، مذہبی ، سماجی اور ادبی حالات کا جائزہ پیش کرچکے ہیں ان حالات کے پس منظر میں ان کے کلام کا مطالعہ کرنا بھی مفید ثابت ہوگا ۔ ہم جانتے ہیں کہ میر سوز نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ایسا ماحول تھا جس میں دین و دنیا سے بیک وقت لذت اندوز ہونے کا رجحان پایا جاتا تھا ۔ سوز جس بزم سخن کے رکن تھے اس کی زیب و زینت تصوف کے دم سے قائم تھی ۔ تصوف کی یہ کارفرمائی کوئی صدی دو صدی سے نہ تھی بلکہ

---

(۵) ت ۔ ا ۔ ہ ، صفحہ ۳۷۶ (۶) نغز ، صفحہ ۳۲۰

(۷) ط ۔ س ، صفحہ (۸) د ۔ ف ، صفحہ ۵۰

(۹) کریم ، صفحہ ۱۳۵ (۱۰) بہار ، صفحہ ۱۸۲

(۱۱) خوش صفحہ ۱۲۳ (۱۲) ر ۔ گ ، صفحہ ۱۳۸

یہ تو صدیوں سے ایک تحریک کی صورت میں اسلامی معاشرہ میں جڑیں پکڑچکی تھی - ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں نے ادبیات و فنون لطیفہ کی جو عمارت تعمیر کی اس کی اساس اسلام کے بنیادی عقاید پر رکھی - قرآن پاک اگر ایک طرف مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے اعتبار سے تمام الہامی صحیفوں میں سب سے افضل و برترہے - تو دوسری طرف ادبی لحاظ سے اس کا مرتبہ بے انتہا اہم ہے - مسلمانوں نے جس زبان میں بھی علمی و ادبی کاوشیں کیں انھوں نے قرانی ادب کا سہارا لیا - اردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ صدیوں پرانی اسلامی اقدار جو عربی اور فارسی ادب میں موجود تھیں اس کی پشت پناہ ثابت ہوئیں -

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے عقاید کی تصدیق اگرچہ دل کرتا ہے لیکن ان کی تشریح احاطۂ تحریر و تقریر میں لانا مشکل ہے - لیکن ان عقائد اور اصولوں کا عملی مظاہرہ ان کی شرح بھی کردیتا ہے اور دلوں پر لافانی نقش بھی چھوڑ جاتا ہے - صوفیائے کرام کے اسی مسلک کو ہم تصوف کے نام سے پکارتے ہیں - دھلی جو بائیس خواجہ کی چوکھٹ تھی اس کے باشندے تصوف کے رنگ میں سرتاپا رنگے ہوئے تھے - خود سوز کے زمانے میں حضرت شاہ ولی‌اللہ محدث دھلوی اور ان کا خانوادہ ، حضرت مظہر جان جاناں اور ان کا پورا دبستان، حضرت شاہ فخرالدین اور ان کا سارا حلقۂ ارشاد بلا تخصیص مذہب و ملت انسان دوستی اور مذہب پرستی کی تعلیم دے رہے تھے - اس وقت کے تمام دانشور طبقے ان بزرگوں سے کسب فیض کرتے تھے علی الخصوص شعراء کا ان سے خاص تعلق تھا - یہی وجہ ہے کہ تصوف اپنی تمام باریکیوں ، ساری رعنائیوں اور دلآویزیوں کے ساتھ اردو شاعری میں رچا بسا ہوا ہے - جس شاعر کے کلام کو دیکھئے وہاں تصوف کی چھاپ لگی ہوئی ملے گی - اس انداز فکر نے غور و تدبر کی عادت کو تقویت دی ، ذات اور صفات کے ادراک اور شعور نے من کی دنیا کو آباد کیا چوں کہ تصوف اور اس کے موضوعات ماورائی ہیں - اور فہم و ادراک کی سرحد سے پرے ہیں تاہم غور و فکر تفحص و تعمق کے باعث

طبیعت حساس ہوجاتی ہے ۔ زود حسی جب بیرونی اثرات قبول کرتی ہے تو ساز دل کے تار جھنجھنا اٹھتے ہیں روح کی پکار الفاظ کا جامہ پہن لیتی ہے ۔ صداقت و خلوص کی آمیزش کے ساتھ حرف زیر لب بھی بڑا پرتاثیر ہے ۔ ان ملکوتی اور لاہوتی مسائل میں جو تصوف کا موضوع خاص ہیں نور ہے اور روشنی ہے اس روشنی کی حرارت سے دل میں گرمی سوز اور تپش پیدا ہوتی ہے ایک ذات بزرگ و برتر کا تصور ابھرتا ہے ، توحید ، تخلیق ، عرفان ذات ، عدم و وجود اور فنا کے پیچیدہ مسائل خود بخود حل ہونے لگتے ہیں لیکن ان افکار و خیالات کو دوسروں تک کیسے پہنچایا جائے ، وہ حرارت جو اپنے دل کو گداز کر رہی ہے دوسروں تک کیوں کر منتقل ہو اور وہ مسائل جن کی ادائیگی اور تشریح کی طاقت زبان نہیں رکھتی ان کو کس طرح بیان کیا جائے اس وجدانی کیفیت کے اظہار کے لیے جب روح پر احساسات کا شدید دباؤ پڑتا ہے تو دل کی بات زبان پر آجاتی ہے اور لفظوں کا جامہ پہن کر شعر کے قالب میں ڈھلتی ہے اور اس غیر مرئی حقیقت کو بڑی توانائی و صحت کے ساتھ ذہن نشین کرادیتی ہے ۔ شاعری میں اسی کو داخلیت کے نام سے پکارتے ہیں ۔

میر سوز ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جس نے صدیوں علم و عرفان کی شمع کو روشن رکھا ۔ ان کو مذہب دوستی ، فقیری و درویشی میراث میں ملی تھی یہ صوفیانہ درد مندی ، دنیاوی حوادث کے باعث اور نکھر کر سوز کے کلام میں جلوہ گر ہے ۔ ان کے کلام میں جو داخلی کیفیات ملتی ہیں وہ عرفانی اور وجدانی ہیں ۔ اور سوز ایک خاص لے اور آہنگ کے ساتھ ان مسائل کو بیان کرتے نظر آتے ہیں ۔ یہ مسائل پسندیدہ بھی ہیں اور سنجیدہ بھی اور اسی وجہ سے بقول گردیزی سوز کا کلام پسندیدہ بھی ہے اور سنجیدہ بھی ۔ سوز کا صوفیانہ کلام اپنے موضوعات کے اعتبار سے قرآنی آیات کے ساتھ بھی مطابقت رکھتا ہے ۔ ذیل میں ہم مختصر طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں :-

توحید:

" اللہ لا الہ الا ھوؕ الحی القیوم " (اللہ تعالی ایسا ھے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ ھے اور تمام عالم کا سنبھالنے والا ھے)

(سورۃ بقرہ ، پارہ ۳ ، القرآن)

توحید ایک ایسا بنیادی اور اساسی عقیدہ ھے جس پر ساری کائنات گردش کر رھی ھے یہ وہ حقیقت ھے جس کا اعتراف ازل سے ابد تک کیا جاتا رھے گا ۔ گمراھی ، جہالت اور توھمات میں مبتلا قوموں میں بھی کہیں نہ کہیں ایک ذات بزرگ و برتر کا تصور موجود ھے ۔ ازل کے دن جو سبق بنی نوع انسان کو پڑھایا گیا تھا وہ اگرچہ فراموش تو ھوا لیکن قلوب سے یکسر محو نہیں ھوا اس عہد کی تجدید کے لیے انبیائے کرام تشریف لاتے رھے لیکن اسلام نے مسئلہ توحید بڑی شرح و بسط کے ساتھ بنی نوع انسان پر واضح کردیا ۔ ایک خدا کے عقیدہ، اس کی حاکمیت ، قبضہ و اختیار کو تسلیم کرلینے کے بعد خود انسان کو بلند ترین مقام حاصل ھوگیا ۔ اور وہ مقصد حیات اور تخلیق کائنات کے سر بستہ رازوں سے آگاہ ھوگیا ۔ ھمارے صوفیائے کرام نے اس مسئلہ کو بہت جذب و کیف اور ذوق شوق سے اٹھایا اور دلوں میں راسخ کردینے کی بڑی سعی فرمائی ۔ لہذا ھماری اردو غزل میں جب اس مسئلہ کو پیش کیا جاتا ھے تو ھمارا شاعر اسی رمز و کنایہ سے کام لیتا ھے جو صوفیانہ کرام کی خاص ایجاد اوراختراع ھے اس مرحلہ پر ھمارا غزل گو شاعر خواہ وہ کیسا ھی ھو ایک پکا صوفی نظر آتا ھے یہ امر واقعہ ھے کہ شعر کی تاثیر اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب شاعر خود اس درد کی کسک سینے میں محسوس کرتا ھو ۔ ھمارے تمام شاعروں نے تصوف کو اپنا موضوع بنایا ھے ۔ کچھ نے محض رسمی اور رواجی طور پر اور کچھ نے اپنی قلبی کیفیات سے مغلوب ھوکر ۔ لیکن حقیقت یہ ھے کہ اس رنگ کو نبھانا آسان کام نہیں ۔ علی الخصوص مسئلہ توحید کو صوفیانہ انداز میں رقم کرنا بڑی

صلاحیت ، مہارت اور اہمیت کا کام ہے ۔ ذات الہی کا تصور نا ممکن ، اس کی تشریح اور وضاحت حد امکان سے باہر ہے ۔ اس حقیقت مستور کو وہی پاسکتا ہے جس کے دل کی آنکھین روشن ہون۔

سوز خیر شاعر تو تھے ہی لیکن ان کے معاصرین نے ان کی شاعرانہ صفات سے زیادہ ان کی اعلی سیرت کی توصیف کی ہے ۔ میر حسن (۱۳) ان کو " فقیر بے مثال اور درویش باکمال " کہتے ہین شورش (۱۴) " درویش احسان " کے نام سے پکارتے ہین ۔ مصحفی (۱۵) " شاعری اور درویشی " کا ایک ساتھ ذکر کرتے ہین ۔" قاسم (۱۶) " مردے عالی طبیعت درویش نہاد نیک طبیعت والا نواد " کے معزز الفاظ سے یاد کرتے ہین ۔ شاہ کمال (۱۷) " بزرگی و درویشی مین بزرگون سے ممتاز" قرار دیتے ہین ۔ اس اعتبار سے سوز پہلے صوفی اور بعد ر شاعر تھے ۔ چنان چہ ان کے اشعار مین جو تاثیر ہے وہ دوسرے شعراء کے ہان موجود نہین ۔ ان کے کلام مین تصوف کے مسائل بہت سلیقے سے بیان کئے گئے ہین مسئلہ توحید پر قران پاک کی روشنی مین سوز کے اشعار ملاحظہ ہون :-

تیری سوا کون اب ہے جہان مین	الحکم اللہ و الملک اللہ
خدا دیتا اگر مجھ کو زبان توحید کہنے کی	تو لا کہہ کر الوہیت کو الا اللہ مین کہتا
دل ایک اس مین غیر کا کیا دخل میر سوز	مشرک ہو یاد رکھے جو کوئی سوائے دوست
یک ہستی موہوم ہے کل صورت اشیا	ہے دیدۂ تحقیق مین جز نام خدا ہیچ
جب ہیچ ہی ہم بوجھ چکے سارے جہان کو	غم ہیچ ستم ہیچ طرب ہیچ عطا ہیچ
روز ازل سے سوز تمہارا غلام ہے	مشرب مین اس کے غیر کا ملنا حرام ہے

---

(۱۳) ش سا ، صفحہ ۱۱۷
(۱۳) ت - ش ، صفحہ ۳۲۵
(۱۵) ت - ۲ ، صفحہ ۱۲۱
(۱۶) نغز ، صفحہ ۳۲۰
(۱۷) م - ۱ ، صفحہ ۳۹۵

رسالت :

" انا ارسلنک شاهدا و مبشراو نذیر و داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً ۔" (بیشک آپ کو اس شان کا رسول بناکر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنوں کو) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔) " (القرآن ، سورہ احزاب ، پارہ ۲۲)

" ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۔ وکفی باللہ شہیداً ۔ محمد رسول اللہ ۔ " (وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے محمد اللہ کے رسول ہیں) " (القرآن ، سورہ الفتح ، پارہ ۲۶)

یہ تمام عالم جو حد شمار سے باہر ہیں اور جن کی حقیقت کو سمجھنا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں ۔ یہ عجائبات عالم جو انسان کو مبہوت و مسحور کردیتے ہیں ان کو تخلیق کرنے میں خدا کو کوئی وقت یا دشواری پیش نہیں آئی اس نے صرف کن کہا اور تمام عالم بن کر تیار ہوگئے ۔ تخلیق کائنات قدرت الہی کا ایک ادنی کرشمہ اور اس کی عظمت و شان کا عظیم الشان نشان ہے ۔ دنیا کی تخلیق پر سوز کا ایک شعر دیکھئے :۔

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی　　　　ماٹی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی

مگر یہ کائنات یوں ہی نہیں بنائی گئی ہے اس کی تخلیق کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائیں اور منصب رسالت پر فائز ہوں۔ حدیث قدسی ہے " لولاک لما خلقت الارض و السماء " (اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو

زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتے) اس طرح راز تخلیق کائنات کی پردہ کشائی منصب رسالت ہی سے ہوتی ہے - اس منصب کے سامنے فرشتے سرنگوں اور حور و غلمان جبہہ سائی کرتے ہیں - اب سوز کا ہدیہ عقیدت ملاحظہ ہو :-

قدرمنا جو اپنا خم کیا پھر نماز اس نے ہوا اس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا

زمین و آسمان ہوں کیوں نہ روشن نور سے اسکے کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمد کا

کیا پھر خرد نے موجب خم پشت گردوں کا کہ سجدہ کو باو کش رہتا ہے اسباب محمد کا

ادا کس کی زبان سے ہوسکے شکر اس کی نعمت کا دو عالم ریزہ چین حق نے کیا قاب محمد کا

اہل بیت :

" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطہر کم تطہیراً - (اللہ تعالی کو یہ منظور ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہرطرح پاک و صاف رکھے)" (القران ، سورہ احزاب ، پارہ ۲۲)

حدیث شریف ہے :" انا مدینۃ العلم و علی بابہا " (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ) سوز اس طرح کہتے ہیں :-

محمد علم کا گھر ہے علی ہے اس کا دروازہ غلام اس کا ہے وہ جو کلب ہے باب محمد کا

صحابہ کرام :

" والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضو عنہ " (جو مہاجر اور انصار ایمان لائے میں سب سے سابق اور مقدم ہیں اور وہ جو اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کریں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے -) " (القران ، سورہ توبہ ، پارہ ۱۱)

رسول پاک نے ان کی توقیر میں مزید اضافہ فرمایا :۔ " اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم " (میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے تم جس کی اتباع کروگے ہدایت حاصل کرلو گے ۔" اس بارے میں سوز کی منقبت ملاحظہ ہو :۔

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا　　　جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمد کا

عظمت آدم :
========

" واذا قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ۔" (اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب انسان حیوان ناطق ہے لیکن مقام اس کو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اطاعت شعار بندہ بن جائے ۔ مکمل انسان مسلمان ہی ہے اور وہی خلیفۃ الارض بھی ہے نیابت الہی کا کام آسان نہ تھا اللہ تعالی نے اپنے اس نائب کی تعلیم خود فرمائی ہے)"

(القرآن ، سورہ البقر ، پارہ ۱)

" وعلم آدم الاسماء کلھا "۔ (اور علم دے دیا اللہ تعالی نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے ناموں کا ۔) " (القرآن ، سورہ بقر ، پارہ ۱)

سوز اسی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

ہوئی ہے خاک سے خلقت تری اے مہروش جب سے
زمیں کے روز و شب جب سے تصدق آسماں ہونگے

اور پھر اللہ تعالی نے اپنے محبوب نبی کو جو فخر نسل نبی آدم میں آسمانوں کی سیر کرائی ۔

معراج :
======

" سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا " (وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے بندہ (محمد) کو

راتوں رات سیر کرائی)" (القران، سورۃ بنی اسرائیل ، پارہ ۱۵)

سوز کتنے فخر و ناز سے کہتے ہیں :-

طور پر جاکے تجلی ہی کو دیکھا موسی   میرے صاحب سے مگر طالع بیدار کہاں

مرشد :-

" یا یہاالذین امنو اتقواللہ و کونو مع الصدقین -" (اے ایمان والو! اللہ تعالی سے

ڈرو اور عمل میں سچوںکے ساتھ رہو) " (القران، سورۃ توبہ ، پارہ ۱۱)

اللہ تعالی کی غلامی کا جوا اپنی گردنوں میں ڈال کر اس کے رسول برحق کی کفش برداری

کرنے کا یہ صدقہ ہے کہ آپ کی امت کے اہل اللہ کا مرتبہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسا ہے -

حدیث مبارکہ ہے :- " العلماء کانبیاء بنی اسرائیل "

یہ علما صلحا اور فقرا اتباع دین کر کے اس مرتبہ پر جا پہنچے کہ ان کے چشم و ابرو کے

اشارے پر کائنات گردش کرتی ہے - شریعت محمدی کے وہ وارث اور امت محمدی کے نگہبان ہیں۔

وہ ایک نگاہ غلط انداز سے دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں - وسیلہ مرشد قطع منازل کے لیے توسن

صبا رفتار ہے ــــــــ

ہے معتبر انہوں کی جہاں میں میری

جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کریں

اگر کچھ سوز نے پایا تو ہے خادم کے سجدے سے

حرم کے دیر پر ورنہ بارہا سر مار آیا

محبت الہی :

" والذین امنو اشد حباً للہ - " (اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالی کے

ساتھ نہایت قوی محبت ہے -) " (القران ، سورۃ البقر ، پارہ ۲)

مومن کا مقصد وحید اللہ کی محبت ہے ایسی محبت جو مرمٹنے اور نثار ہوجانے کا تقاضہ کرے :۔

کوچہ عشق میں جو اہل نظر جاتے ہیں   کاٹ کے سرکو کف دست پہ دھر جاتے ہیں

نہیں وہ سوز جو مرنے کے بعد از بھی تجھے بھولے   پڑا تڑپے گا تیری یاد میں اس کا کفن میں دل

تعلق مع اللہ :
==========

" الذین امنو و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الابذکر اللہ تطمئن القلوب " (مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے)" (القرآن سورۂ رعد ، پارہ ۱۳)

خدا کی محبت دل میں جتنی زیادہ ہوگی بندہ کا تعلق اللہ سے اتنا ہی زیادہ ہوگا ۔ یہ تعلق اگر حاصل ہے تو پھر کسی دوسری چیز کی طلب باقی نہیں رہتی :۔

خاک سے جس نے بنایا حضرت انسان سا   فیض اگر چاہے تو کر اس باغبان کا اختلاط

سوز فردوس کا ہووے وہ طلب گار وہاں   تیرے گھر کا سا اسے سایۂ دیوار کہاں

دوزخ کا خوف اس کو وہ جنت کی آرزو   جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب :
================

" قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا ۔" (یقیناً کام یاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو فجور میں دبادیا)" (القرآن، سورۂ الشمس ، پارہ ۳۰)

خدا کی محبت اطاعت پر آمادہ کرتی ہے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تزکیہ نفس

اور صفائی قلب لازمی ہے ۔ عشق کی آگ میں جتنا تپے گا اتنا ہی کندن ہوگا ۔ دل کا آئینہ جتنا صاف ہوگا اتنا ہی عکس رخ محبوب واضح ہوگا :-

نہ پاؤ گے جب تلک لاکھوں گدازیں آتش غم میں　　مس دل عاشقوں کا تو زر کامل نہیں ہوتا

آئینہ سا بنے تب اس میں جھانکے روئے یار　　سوز منزل دور ہے آگے ابھی سے حیران نہ ہو

تسلیم و رضا :

" ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین ۔" (میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو مالک ہے ساری جہان کا) " (القرآن ، الاعراف ، پارہ ۸)

دنیاوی حرص و ہوا سے دور رہ کر بندہ طاعت و بندگی کو اپنا شعار بناتا ہے وہ محبوب کی خوشنودی اور عطائے یار کا طالب ہوتا ہے :-

ہم کو نہ کچھ مال نہ زر چاہئیے　　لطف کی اک تیری نظر چاہئیے

یار جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئین چاہیے　　اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دین چاہیے

جو غم دل میں بسے آکر اسے اب دور کیا کیجئے　　عطائے یار ہو اس چیز کا مذکور کیا کیجئے

وحدت الوجود :

" ہوالاول و الاخر و الظاہر و الباطن ۔" (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) " (القرآن ، سورہ حدید ، پارہ ۲۷)

اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کا تابع کر کے بندہ اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتا ہے اب خدا کی مرضی ہی اس کی اپنی مرضی ہوتی ہے ۔ تسلیم و رضا کا یہی منطقی استدلال ہے جب ذات باری ہی وجود برحق ہے تو دوسرے تمام وجود بے معنی ہیں ۔ اللہ ہی کی تسبیح و

تہلیل حمد اور ثنا تمام عالم کرتے ہیں - یہ موجودات محض اس کے نور کا پرتو ہیں - خدا اگر آفتاب عالم تاب ہے تو موجودات اس کی شعاعیں ، خدا اگر سمندر ہے تو اشیائے کائنات حباب - شعاعیں سمٹیں گی تو آفتاب میں مرکوز ہوں گی حباب پھوٹیں گے تو سمندر میں مدغم ہوجائیں گے منتشر ذرے پھر صحرا میں سما جائیں گے :-

سر خوش جوش بہار نرگس مستانہ ہوں

آپ ہی میخانہ ہوں آپ ہی پیمانہ ہوں

جو کیفیت ہے نرگس کی چمن میں   وہ چشم ساقی گل فام میں دیکھ

فنا کر آپ کو تو جزسے اے دل تو کل ہووے

کھوئے جب حباب اپنے تئیں تب میں دریا ہو

نام و نشاں نے مجھ کو رسوا کیا الٰہی

اب چاہتا ہوں حق سے بے نام بے نشاں ہوں

فنا فی الذات کی خواہش سوز کے ہاں ایک حسین و جمیل تصور بن جاتی ہے:-

خاک ہونا ہو توخاک کوچۂ دلدار ہو   ہو فنا پیش از فنا لیکن فنا ے یار ہو

غبار جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا   اڑادے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حائل ہے

صنم کا دید چاہے توفنا ہو عاشق صادق   غبار جسم اڑ جاوے تو کچھ حائل نہیں رہتا

مدام ہے دل کی آرزو یہ کہ تجھ گلی میں غبار ہو جی

کروڑوں ذرہ کے ذرہ ہوکر قدم یہ تیرے نثار ہو جی

چیر:

* وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین .... اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے

کچھ نہیں جاہ سکتے) " (القرآن، سورہ الانفطار ، پارہ ۳۰)

بندہ اس کائنات کا ایک جزو ہے وہ قبضہ و اختیار سے محروم ہے ۔ نہ جینا بس میں ہے

اور نہ مرنا اپنے ہاتھ میں ہے :۔

خوشی سے نہ جینا ملے ہے نہ موت الہی ہمیں کچھ بھی مقدور ہے

سوز کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بندہ تن کے قفس میں اسیر ہے ۔ یہ قید نوشتہ تقدیر ہے

لہٰذا جو پہلے ہی مقید ہو اس کو دنیاوی علائق کا پابند نہیں ہونا چاہئے:۔

ہے گرفتاری تن گرچہ بہ حکم تقدیر اے گرفتار بلا اور گرفتار نہ ہو

استغنا :

" وما الحیوۃ الدنیا الا لعب و لھو وللدار الا خرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون ۔"

(اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو و لعب کے اور پچھلا

گھر متقیوں کے لیے بہتر ہے کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو) " (القرآن،

سورہ الانعام ، پارہ ۷)

انسان کا رشتہ قدرت کا ایک ادنی پرزہ ہے کچھ فرائض اس کو تفویض کئے گئے ہیں اس کی

تخلیق کا صرف یہی مقصد ہے کہ وہ ان فرائض کو پورا کرتا رہے ۔ ورنہ اس مہمان سرائے میں وہ

خالی ہاتھ آتا ہے اور عمر چند روزہ بسر کر کے خالی ہاتھ واپس چلا جاتا ہے ۔ خوش نصیب ہیں

وہ لوگ جن کا دامن یہاں کے خار زاروں سے نہیں الجھتا ۔ بقول سوز :۔

کیا لے لیا تھا ہم نے الجھتا جو کوئی خار

جوں گل ہم اس کے باغ میں دامن فشاں رہے

سوز زندگی کو عریانی قرار دیتے ہیں اور جس کے پاس لباس ہی نہ ہو وہ دامن کیسے بچھا

سکتا ہے ۔ لذات دنیاوی سے جتنی علیحدگی میسر ہوگی انسان اتنا ہی مطمئن ہوگا۔

ہم تو مستغنی الاحوال ہیں مرہانی سے   جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو پسارے دامن

تارک الدنیا ہوگرچاہے کہ خوش گذرے تری   جب پڑا دھندے میں اس کی شادمانی پھرکہاں

شکرہے اس کا زبان کی ہم نے لذت چھوڑدی   جو ملا سوکھالیا ، تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

اس مقام پر پہنچ کر انسان اپنے دل کا بادشاہ ہوتا ہے - سود و زیان کا احساس فنا ہوجاتا ہے ترک تمنا کے باعث فقر و غنا کا وہ اعلی منصب ملتا ہے جہاں قلندری بھی ہے اور سکندری بھی۔

دنیا کو کیا ترک ہیں بادشہۂ وقت   کس کو ہے غرض جو کہے خواب سلامت

اسی راہ پر دو گام اوربڑھے تو فنا کی منزل آجاتی ہے :-

صد شکرکہ مرنے کا خلش اٹھ گیا دل سے   جب سے ہیے پیدا ہیں اسی دن سے مرے ہیں

بے ثباتی :

" کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام " (جتنے روے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہوجاوینگے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جاے گی -) " (القرآن ، سورۃ رحمن ، پارہ ۲۷)

یہ ہر دم منقلب زمانہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ دنیا ایک سراب ہے - یہاں لوگ قافلہ در قافلہ چلے جارہے ہیں:-

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی آنکھوں سے یہ روز

یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں ہا

سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں

جب تک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھے گا یار

مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

===== ooo =====

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش و پس چلے — دنیا عجب سرا ہے جہاں آ کے بس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کر تک توجس کو دیکھ — جمعیت دلی نہ تری پھول ہنس رہے

بغیر از مرنے جینے کچھ نہ دیکھا بزم دنیا میں — کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں

کدھر جاتے رہے یہ یار یارب — کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں

وسواس شیطانی :

"قل اعوذ برب الناس ملک الناس اله الناس من شرالوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس ۔" (انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہروقت اس کے ساتھ لگا ہوا ہے ۔ جو بظاہر میں دوست نظر آتا ہے لیکن باطن میں دشمن ہے لیکن اہل نظر اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں ۔)" (القرآن، سورہ ناس ، پارہ ۳۰)

لباس دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانےکو — اے چل بھاگ سمجھا ہوں تری باتیں بنانے کو

توبہ :

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین ۔" (اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائے گا ۔) (القرآن، الاعراف ، پارہ ۸)

اللہ کے نیک بندے ہر وقت توبہ اور استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور گناہوں کی گرد کو

اپنے آنسوؤں کے پانی سے دھوتے ہیں:-

میں تو غبار دل کا یک بار دھوکے آیا کوچے میں خوب رو کے کل خوب رو کے آیا

اعمال حسنہ :

" فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا -" (جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے پس چاہیے کہ عمل صالح کرے -) " (القرآن ، سورہ کہف ، پارہ ۱۶)

آخرت میں سرخرو ہونے کے لیے بندہ اعمال حسنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیوں کہ اچھے کام ہی دوسری دنیا کے سفر کا زاد راہ ہیں اس مختصر زندگی میں جتنے بہتر کام ہوسکیں کرلینا چاہیے کون جانے پھر مہلت ملے یا نہ ملے:-

کار نیک اے یار توشہ ہے فراہم کر اسے صحبت ان کی ایک دن اے یار مشکل ہوئے گی

ہے تنگ زمانے میں بہت عمر کا عرصہ اس میں عمل نیک کیا چاہے تو کرلے

امید بخشش :

" لا تقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً -" (اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرمادیں گے -) " (القرآن، سورہ زمر، پارہ۲۴)

اپنی بداعمالی کے باوجود انسان رب کریم سے یہی امید کرتا ہے کہ اس کی رحمت لغزشوں کو معاف کردے گی اور اس کے کرم کا سایہ گناہ گاروں کے سروں پر ہوگا:-

شرائط اپنے میں اسلام کی ہرگز نہیں پاتا جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا

واشد ہے جیسی غنچہ دل گیر میں چھپی ہے مغفرت ہماری بھی تقصیر میں چھپی

بلاتردد بلا تمعل بلا تصنع بلا تعلی امید بخشش ہے جب سے ہم کو کئے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

جرم کو عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے بے گناہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

تصوف کی یہ ہمہ گیری اور ہمہ رنگی سوز کے کلام کو پاکیزہ بناتی ہے ۔ اس میں ملکوتی
تقدس پیدا ہوجاتا ہے ، وہ شاعری اصلاح اور تہذیب کی شاعری بن جاتی ہے ۔ انسان میں اس
کے مطالعہ سے عرفانی اور وجدانی شعور بیدار ہوتا ہے ان کے کلام کو پڑھ کر دل نور اور سرور
کی آماجگاہ بن جاتا ہے ۔ علی لطف (۱۸) نے بہت خوب کہا ہے کہ " سوز کا کلام سر سے
پاؤں تک سوز و ساز ہے اور پاؤں سے سر تک ناز و نیاز ہے ۔" یکتا (۱۹) کہتے ہیں " کہ وہ
محروم درد عاشقاں غم اندوہ تھے " ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف انسانی کردار اور مزاج کو بنانے اور سنوارنے میں بڑا
مددگار اور معاون ثابت ہوا ہے اس کا عمل اسی وقت اور کارگر ہوتا ہے جب شاعر صوفیانہ مسلک
پر خود بھی عمل پیرا ہو ۔ میر سوز اس راہ کے رہرو تھے اور ان کے اشعار میں صوفیانہ کیفیات
کی صحیح اور واضح تصویریں ملتی ہیں ۔ اسی مسلک کو اختیار کر کے انھوں نے وہ مقام حاصل کیا
کہ تمام معاصرین ان کے حق میں کلمہ خیر کہنے پر مجبور ہیں ۔ صوفیاء کا قول ہے کہ تصوف
دراصل اخلاق کریمانہ کا نام ہے ۔ ٹوٹے دلوں کو جوڑنا ، بچھڑوں کو ملانا ، بھٹکوں کی رہ نمائی
کرنا ، ایثار ، قربانی ، عجز و انکسار اس مسلک کے رہ نما اصول ہیں دوسروں کے غموں کی آگ
میں جلنا ، غیروں کے دکھوں کو محسوس کرنا ، صوفیاء کا طریقہ خاص رہا ہے ۔ بات یہیں پر ختم
نہیں ہوتی بلکہ رموز کائنات کو جان لینے کے بعد انسان خود اپنے عبرت ناک انجام سے بے نیاز
نہیں رہ سکتا ۔ خدا کیا ہے اور بندہ کون ہے ۔ تخلیق سے پہلے اس کی کیا حقیقت تھی اور
وجود میں آنے کے بعد اس کا کیا مرتبہ ہے ، بندے اور خدا کا تعلق ، پھر طلب الہی اور اس
کے دشوار ترین مرحلے، موت و حیات کی منزلیں ، ذہن انسانی کو ورطۂ حیرت اور گرداب غم میں

---

(۱۸) گ ۔ ہ ۔ صفحہ 151   (۱۹) د ۔ ت ۔ صفحہ ۵۰

ڈال دیتی ھیں - بقول حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ " جو شخص یہ جانتا ھے کہ موت آکر رھے گی ، جو جانتا ھے کہ قیامت واقع ھوکر رھے گی ، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ھے کہ اسے بہرحال ایک نہ ایک دن خدا کے حضور میں پیش ھونا ھے وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے اس کے حزن کی کیفیت تو برابر بڑھتی چلی جائے گی -"

حقیقت یہ ھے کہ دل کی آنکھ جب کھلتی ھے تو کائنات کا بھرم کھل جاتا ھے طبیعت میں تجسس تلاش اور حقیقت کو پالینے کی امنگ پیدا ھوتی ھے اسی کو تلاش کے نام سے پکارا جاتا ھے اس معرفت کو حاصل کرنے کی لگن دل کو بے چین اور بے قرار رکھتی ھے - یہی وہ نشاط انگیز حزن ھے جس کو علی لطف نے سوز و ساز کہا ھے - غزل کی اصطلاح میں اس کو عشق حقیقی کہتے ھیں - میر سوز کا کلام اس کیفیت سے لبریز ھے -

کیسا جمال آفریں ھوگا وہ لمحہ جب ازل میں تمام ارواح با ادب محبوب حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ھوں گی - اور جب صدائے الست کی ھائے دلنواز بلند ھوئی تو رگ و پے میں ایک کیف اور مستی جاری و ساری ھوگئی ھوش آیا تو خود کو اس عالم رنگ و بو میں پایا لیکن جو نگاھیں اس جمال دل فروز کی مشتاق ھوں اور جو کان اس نغمہ جانفزا کو سننے کے لیے بے تاب ھوں ان کو اس عالم آب و گل میں کیوں کر تسلی ھوسکتی ھے -

الست کی صدا سے اب تک دل محو ھے یارب

بلا جانے ھماری نغمۂ داؤد کیسا ھے

اس عالم سرخوشی میں الست بہ ربکم کے جواب میں قالو بلیٰ کا جو عہد ھوا تھا وہ عہد اس عالم امکان میں بھی یاد ھے - وہ قیامت تک بھی بھول نہیں سکتا :-

زباں سے ھوسکے کب دلربا تیری ثنا کہنا   مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ وا کہنا

قیامت تک نہ بھولے گی ھمیں اس آن کی لذت   ھمارا عشق کے جی دینا تمہارا مرحبا کہنا

یہ زنداں خانۂ جہاں اس مرکز نور سے جدائی کا سبب بنا ہوا ہے ۔ اس علیحدگی اور جدائی کے باوجود تصورات میں وہی منظر ہوشربا ہے اور اسی کو دیکھنے کے لیے جان و دل بے قرار ہیں :۔

کسی ہی چیز کو میں نے نہ ڈھونڈھا دنیا میں　　مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر

پیتا ہوں یاد دوست میں ہر صبح و شام جام　　بے یاد دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل　　جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گذرے

شمع کی مانند اے اہل نظر　　سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کہوں

ہمہ وقت بست و قبض کی کیفیت طاری رہتی ہے اضطراب اور اضطرار میں کبھی گلہ ہے کبھی شکوہ کبھی ناز ہے اور کبھی نیاز :۔

اس شوخ بے وفا و فراموش کار سے　　مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں

نہ تبسم نہ ترحم نہ نگاہ　　کس طرح یہ دل نادیدہ بھلا شاد رہے

سر او پر شام آئی پاؤں چلنے سے تھکے یارب　　کہ ہر جاؤں نہیں ہے کچھ سراغ کارواں پیدا

یہ حالت سخت اذیت ناک ہے ۔ ایک کرب مسلسل ہے جس میں شب و روز جلنا گھلنا اور کڑھنا پڑتا ہے :۔

زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا　　آہ آسودہ جہاں میں کونسا دل ہوئے گا

====== ٥٥٥٥ =====

اس عالم بے غمی سے لاکر　　ہاں زیست بھلا مزا چکھایا

====== ٥٥٥٥ ====

فنا کدے میں بھلا سوز آگے کیا دیکھا　　یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفع دیکھا

====== ٥٥٥٥ =====

وہاں سے جاگتے جیتے یہاں تک آئے　　یہاں سے جاتے ہیں جو سدا ہوا دیکھا

اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ　　　بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا

====== ===== =====

کچھ ہو یہ تو ہو یہ عدم میں راحت　　　ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا

جو مشاہدات ہوتے ہیں اور جس قسم کی واردات سے سابقہ پڑتا ہے ان میں لاہوتی تفکر اور تقدس ہے ایک استغراقی کیفیت قلبی آسودگی طمانیت اور سکون پوشیدہ ہے - جذب و کیف راز و نیاز اور سرو انبساط کی فراوانی ہے -

رات آنکھیں تھیں مندی پر بخت تک بیدار تھا

تا سحر دل محو دیدار خیال یار تھا

گرچہ تھا وہ شمع دو فانوس میں تن کے ولے

پر وہاں شرم و حیا ہی مانع دیدار تھا

جھانکتا کیوں کر حصار تن سے میں محبوب کو

درد دل تو چشم بند رخنۂ دیوار تھا

یار مجھ میں تھا فنا میں یار میں فانی ہوا

غیر کیا سمجھے اسے جو تھا عجب اسرار تھا

سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو

واں تجھے کیا تھی کمی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

یہ تجلیات جو گاہے گاہے دل پر انعکاس کرتی ہیں طالب کی روح کو بے قرار کردیتی ہیں دل کی لگی میں اور اضافہ ہوتا ہے - حزن و ملال میں اور زیادتی ہوتی روح سینۂ خاکدۂ تن میں پھڑ پھڑاتی ہے نگاہیں اس جلوۂ جانفزا کو دیکھنے کی مشتاق رہتی ہیں جو قلب و جگر کو گرما دیتا ہے :-

کون سا دن ہو کہ میں وہ رخ زیبا دیکھوں

ناز کا اس کے بھلا میں بھی تماشہ دیکھوں

یہ اشتیاق جب بڑھتا ہے دل سے آہ جاں سوز بلند ہوتی ہے - نالہ و بکا اور آہ شیون کا ایک

شور برپا ہوجاتا ہے :-

دل مغموم عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں

نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں

==== ooo ====

ایک دم اس باغ میں آرام نہ پایا ہم نے   صر جوں مرغ ہوا بال فشاں کٹتی ہے

===== oooo =====

صنم کے غم فریبوں بے کسوں کے مونس و ہم دم

الٰہی تا قیامت تو رہے آباد دنیا میں

بالآخر وہ لمحۂ طرب انگیز بھی آجاتا ہے جس کا بے چینی سے انتظار تھا - چہار جانب عزیز

و اقارب مونس و غم خوار، و دمساز و چارہ ساز جمع ہیں - مشتاق نگاہیں بند ہیں لب خاموش پر

نام محبوب کی مہر ثبت ہے ، سکرات کا عالم طاری ہے روح دیار محبوب میں قدم رکھا ہی چاہتی

ہے - سر بالیں بیٹھے افراد حال پوچھتے ہیں ذرا جواب ملاحظہ ہو :-

رہنے دو اے مصاحب یک دم خموش مجھ کو

کرتا ہوں تم سے باتیں آنے دو ہوش مجھ کو

ایک سانس رکتا ہے - ایک آتا ہے فرشتہ اجل کا ہاتھ کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے

شوق اس کشمکش کا متحمل نہیں، انتظار کی یہ آخری گھڑیاں بہت ناگوار گذرتی ہیں - بیان کی

لطافت، ادا کی ندرت اور رمز و کنایہ میں اس کیفیت کو کتنی پرتاثیر انداز میں بیان کیا گیا ہے:-

ساغر کو کر کے لبریز منہہ میرے پاس لاکر

ڈھکائے ہے پیاسے وہ بادہ نوش مجھ کو

خشک ہونٹوں سے سافر وصل لگتا ہے روح قفس تن میں انگڑائی لیتی ہے طائر روح پرواز کے لیے تیار ہے لطافت ، کثافت سے معرکہ آرا ہے روح اور جسم کی معرکہ آرائی میں تن پارہ پارہ ہوجاتا ہے اور اس کی حالت حضرت علی کے الفاظ میں اس باریک ریشمی کپڑے کی سی ہوتی ہے جس کو خار دار جھاڑی پر پھیلا کر ایک طرف سے کھینچا جائے - یہ شکستہ و دریدہ جسم اب تک خاک میں ملا چاہتا ہے -

مارو مت رو رو کے چھڑکو اب مرے منھہ پر گلاب
لگ رہی ہے آگ دل میں ہو رہا ہے جی کباب

جنازہ تیار ہوتا ہے عزیز و اقارب جمع ہیں بے جان جسم کی حس باقی ہے - آخری سفر کی تیاریاں مکمل ہو رہی ہیں - تن مردہ زبان حال سے کہتا ہے :-

اب کی نگہ نے اس کی بے خود کیا ہے دل کو
لے جاؤ اب رفیقو گھر تک بدوش مجھ کو

جنازہ اٹھتا ہے سوگوار قدم بہ قدم چلتے ہیں زبان پر کلمہ شہادت جاری ہے مرنے والے کے لیے اس کلمہ سے بڑھ کر کوئی کلمہ نہیں یہ وہ نغمہ جانفزا ہے جو ہر بن مو سے بلند ہورہا ہے اس کی تکرار سے سکون و راحت حاصل ہوتی ہے:-

جنازے والو دم چپکے قدم بڑھائے چلو
اسی کا کوچہ ہے تک کرتے ہائے ہائے چلو

قبر منھہ کھولے ہوئے ہے وہ جسم جو حریر و اطلس کا خوگر تھا اب خاک میں ملنے والا ہے وہ عزیز جو مرنے والے کے لیے جان دینے کے لیے تیار رہتے تھے اب خود اپنے ہاتھوں سے اسے مٹی میں دبا رہے ہیں - آخری منزل سر ہوجاتی ہے سب اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں شہر خموشاں کا نو وارد ہوش میں آتا ہے حساب کتاب کی گھڑی آگئی ہے - منکر نکیر پرسش کے

دو نقطوں کی طرح آگے بڑھتے ہیں یہ لمحہ بہت سخت ہے خوف اور ہیبت طاری ہے اوسان
خطا ہیں لیکن اس کٹھن موقعہ پر قوت ایمانی سہارا دیتی ہے مومن کے لیے یہ ترقی درجات
کا وقت ہے :-

الٰہی خیر کیجیو سوز کی، یہ روشنی کیا ہے
وہ شمع طور سا کچھ دیکھیو تو دور جلتا ہے

سوز کے کلام میں حیات اور بعد حیات کے پیچیدہ مسائل بہت پر تاثیر طریقہ سے بیان
کئے گئے ہیں - ان کے ہاں فلسفہ نہیں حکمت نہیں ہاں رفعت اور جدت ہے ، عرفانی حقائق
وجدانی انداز میں جس طرح ان کے کلام میں ملتے ہیں دوسرے شعرا کے ہاں نظر نہیں آتے-
ان کے کلام میں قلبی کیفیات بڑی توانائی کے ساتھ موجود ہیں - وہ ان کے اظہار کے لیے کسی
تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لیتے بلکہ جیسا محسوس کرتے ہیں اسی طرح بیان کردیتے ہیں -
ان کے ہاں جذبہ کی شدید کارفرمائی ہے اس میں بڑی تاثیر ہے - یہ انداز فکر رسمی اور
روائیتی نہیں بلکہ تجربہ کی پیداوار ہے ان کے کلام میں ان کی اپنی بے قرار روح محسوس ہوتی ہے

صاحب دل کے لیے غم حیات ہی کیا کم ہے کہ غم روزگار کا شکار بھی ہوجائے - لیکن
جب تک سانس کا رشتہ قائم ہے اس وقت تک غم روزگار سے مفر بھی نہیں ہے اس دنیا میں قدم
قدم پر رنج و مصائب کے ہجوم ہیں کون شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ غم دوراں سے محفوظ ہے-
صوفی ہونے کے اعتبار سے سوز قلبی اور ذہنی طور پر محزون و مغموم ہیں ہی لیکن
معاشرے کے فرد ہونے کے لحاظ سے وہ حوادث زمانہ کا شکار بھی ہوئے - انھوں نے ایک شریف اور
بلند نام خاندان میں آنکھ کھولی - معاشرے میں ان کو باعزت مقام ملا لیکن وہ دور اپنی حشر
سامانیوں کے باعث سخت اذیت ناک تھا - آئے دن کے انقلابات اور ہنگامے ، قتل و غارت گری ،
ہنگامہ و فساد ، امن پسند انسان کے لیے سوہان روح ہوتا ہے - ایسے متغیر ماحول میں توقعات

ہوکر ثابت ہوتی ہیں دوستی کے پیمانے بدل جاتے ہیں تعداد ملیامیٹ ہوجاتی ہیں ۔ کٹر وضع دار انسان بھری ماحول میں خود کو اجنبی اور یکہ و تنہا محسوس کرتا ہے وہ سکون دل کی خاطر مارا مارا پھرتا ہے کچھ ایسی ہی حالت سوز کی بھی تھی جس شہر میں وہ پلے بڑھے جہاں ان کے بے شمار دوست اور عزیز و اقارب تھے وہی شہر ان کے لیے اجنبی ہوچکا تھا نئے حالات ان کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے ناچار وطن کو الوداع کہا اور فرخ آباد جا بسے " لیکن سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں " فرخ آباد کو چھوڑنا پڑا ۔ لہذا منتقل ہونا نہ ہونا برابر ثابت ہوا ، فیض آباد میں کوئی توقع نظر نہ آئی عظیم آباد اور مرشد آباد کی خاک چھانی اور پھر واپس فیض آباد چلے گئے اس تمام عرصہ میں انھوں نے بہت انقلابات دیکھے بلند کو پست اور پست کو بلندی پر پایا ۔ غریب الوطنی ، مفلسی اور تنگی معاش کی سخت آزمائشوں سے گذرے ۔ احباب کی سرد مہری ، خانگی پریشانیوں اور ناقدری کے احساس نے ان پر بہت برا اثر ڈالا ۔ آخیر عمر میں جوان بیٹے کی موت نے دل پر کاری زخم لگایا۔

یہ سب ذاتی مسائل اور شخصی مصائب تھے لیکن اس دگر گوں حالت میں وہ تنہا مبتلا نہ تھے اپنی پریشانیوں کے باعث ان کے احساسات بہت لطیف اور گداز ہوگئے تھے لہذا دوسروں کو مبتلائے مصیبت دیکھکروہ گرفتار غم ہوئے ان کے مزاج میں ایک اضطراری اور اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی ۔ صوفیانہ درد مندی کے ساتھ جب دنیاوی غم ہجوم کرتے ہیں تو تصورات اور تخیلات کی دنیا میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے ۔ دل اپنی حالت پر کم اور دوسروں کے غموں پر زیادہ کڑھتاہے۔ آنکھ اپنی حالت پر آنسو نہیں بہاتی دوسروں کے غم کی آگ بجھانے کے لیے برستی ہے ۔ یہ اور اسی قسم کے احساسات ہیں جن کے باعث سوز کے کلام میں غم و الم اور سوز و گداز کا شدید تاثر پایا جاتا ہے ۔ گردش روز گار ، بے مقصدیں و بے سروسامانی اور دن نئے حوادث ان کے مزاج میں افسردگی پیدا کردیتے ہے اور جب یہ احساسات کلام موزوں بن کر زبان سے ادا ہوتے ہیں تو ان

کی لے اور آہنگ پر سننے والوں کے دل دھڑکنے لگتے ہیں - ان کے کلام میں صوفیانہ تفکر اور تعمق درویشانہ عجز و انکسار اور سر بہ زانو اور سر بہ گریباں ہونے کی کیفیت کی شمولیت سے کلام میں ایسا سچا حزن پیدا ہوجاتا ہے جو براہ راست دلوں پر اثر کرتا ہے - ان کے اشعار میں آہ و بکا نالہ و فریاد اور شور و واویلا نہیں اندر ہی اندر گھٹنے کا سا انداز ہے ان کے خرمن صبر و ہوش سے شعلہ نہیں اٹھتا وہ من ہی من میں سلگتے ہیں :-

شعلہ اٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو اے سوز

بتی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم

سوز کے کلام میں بہتات کے ساتھ ایسے اشعار ہیں جو سوز کو درپیش مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں - پہلی چیز جو اس دور میں شرفاء کو کھٹکتی تھی وہ نا اہلوں اور نالائقوں کا عروج تھا - ایک مسلسل غزل میں سوز کے خیالات ملاحظہ ہوں :-

جن کو نہیں ہے کچھ سروسامان روزگار　　　بے شک وہی ہیں سرور سلطان روزگار

کس کی سموم آہ نے ابتر کئے چمن　　　آمادۂ خزاں ہے گلستان روز گار

روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج　　　ہے بے فروغ شمع شبستان روز گار

رکھتے نہیں ہیں پاؤں زمیں پر غرور سے　　　بیجا ہے ان کو کہیے سلیمان روزگار

اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا　　　گر دسترس ہوتا بہ گریبان روز گار

ایسا گلا دبوچیں کہ وہیں نکل پڑیں　　　جوں مہر و ماہ دیدۂ حیران روزگار

اے سوز اب زباں کو اپنی خموش کر　　　سنتے کہیں نہ ہوویں حریفان روز گار

غالباً ایسے ہی خود پرستوں کو مخاطب کر کے سوز نے کہا ہے :-

چشم عبرت کھول کر ٹک دیکھ تو اے مست خواب　　　دھر نے کن کن ملوکوں کا کیا خانہ خراب

مسند فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بہ ناز　　　اہل استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب

خاک میں یکساں ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر نہیں　　کون سا ان میں ہے رستم کون سا افراسیاب

اور

نام و نشاں تھا جن کا بڑا آن شان میں　　نام و نشاں ان کا نہیں اب جہان میں

آئینہ سا غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ　　وہ تہہ بہ تہہ پڑے ہیں اس خاکدان میں

ایک دوسری غزل میں بھی ایسے ہی خیالات ملتے ہیں :-

بستیاں بستی ہیں اور اجڑے نگر آباد ہیں　　وے کہاں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں

فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے ہم غلام　　آدم و حوا میں سب ایک کی اولاد ہیں

نام کو محبوب صورت مہر و مہہ سے بھی دوچند　　گر عمل دیکھو تو پھانسی گیر یا جلاد ہیں

اے عزیزو اٹھ گئے دنیا سے یوسف طلعتاں　　اور جو باقی ہیں سو فرعون ہیں شداد ہیں

کان رکھ کر سنیو اس ڈھب کی سخن کرتا ہے سوز　　حالت غم میں بھی جس کو شوخیاں یہ یاد ہیں

مطلب زمانہ اور غیر یقینی حالات کے بارے میں کہتے ہیں :-

رات کو امید کچھ ہے دن کو ہوجاتا ہے کچھ　　کیا کروں شکوہ الٰہی گردش افلاک کا

کری ہے گردش دوراں طرح حقہ ولے کی　　ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست وگاہ بلند

ایک زوال پذیر معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں ان میں سب سے اہم خرابی نفاق آمیز اتحاد کی ہوتی ہے سوز اس قسم کے لوگوں سے شاکی نظر آتے ہیں جواب خود کو سوز پر نکتہ چینی کا اہل سمجھنے لگے تھے - ہجوم ناکساں میں اہل ہنر کو جس اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ناقابل بیان ہے - سوز ایسی ہی اذیت میں مبتلا نظر آتے ہیں :-

خموش حسن کی مجلس میں خصم جان ہیں تمام　　مثال شمع جلانے کو یک زبان ہیں تمام

جنھوں کو بات نہ کہنہ آئی ساری عمر کبھی　　ہمارے عیب کے چننے کو نکتہ داں ہیں تمام

میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو جب کرجاؤ　　نہیں ہے غیر کوئی میرے مہرباں ہیں تمام

سوز کے ہاں شکایت دوستاں کی فہرست کافی طویل ہے :-

اس عصر میں ہیں ہم بہ بھی خدا کی قدرت   جس عصر میں سراسر اپنے ہیں بیگانے

===== oooo ====

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی   بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برادر ہو وے

==== ooo ====

یار اغیار ہوگئے واللہ   کیا زمانہ کا انقلاب ہوا

===== oooo ====

خوشی ہے دوستوں کی جب سے دوستی معلوم   نہیں ہے خوف مجھے دشمناں جانی سے

===== oooo ====

نے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں   یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا

===== oooo ====

یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے کیا دوش دوں ان کو   جسے غم خوار سمجھا میں اسے اہل دغا دیکھا

===== oooo =====

میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا باغ دنیا میں   جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریادرس دیتا

==== ooo ====

جہاں کے بیچ غم و دکھ کہوں سو میں کس سے   سوائے غم کے مرا اور غم گسار نہیں

==== ooo ====

میں جن کو اپنا نور چشم و راحت جاں تھا کہا   وہ تو مثل مار ہو بیٹھے ہیں بد ذات حیف

سوز خود کو اس ماحول میں بالکل اجنبی محسوس کرتے ہیں اس وقت ان کو ان دوستوں کی یاد آتی ہے جو ساتھ چھوڑ چکے ہیں :-

سینہ میں دل کہاں ہے غم رفتگاں سے سوز — آخر یہ رہ گیا ہے نشاں کارواں کا

جن کو نت دیکھتے تھے اب واللہ — دیکھنا بھی خیال و خواب ہوا

کدھر جاتے رہے یہ یار یارب — کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں

سلام شوق پہنچانا ہمارا — کسی کا گر گذار ہو دکن میں

صحبت یک دیگرے یارو غنیمت جان لو — آج جو موجود ہے سو کل خیال و خواب ہے

طاقت کہاں کہ کیجئے پرواز اب قفس سے — باہر نہیں نکلتی آواز اب قفس سے

دیر داد کون یارب اس نالۂ حزیں کو — آزاد ہوگئے سب دم ساز اب قفس سے

کیا تماشہ ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا — پھر نہ آیا اس طرف کیا جانئے کیا ہوگیا

یہ تمام عوامل سوز کے کلام میں غم دوراں کی شدت کو بہت بڑھادیتے ہیں - شدید قسم کی مایوسی اور قنوطیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس دنیا سے بے زار نظر آنے لگتے ہیں :- کہ

الہی اس جہاں میں آن کر جز رنج کیا دیکھا — نہ اپنوں نے کہیں پوچھا نہ بے گانوں نے آ دیکھا

اٹھالے یاالہی اس جہاں سے مجھ کو اب جلدی

اب اس کے آگے دیکھوں اور کیا میرے خدا دیکھا

جو آیا اس جہاں میں ، جب گیا شاکی گیا یارب

کوئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا

کسی کو اس نے رتبہ پر چڑھایا بھی تو دو دن میں

بسان اوج کے فوارہ وہیں الٹا گرا دیکھا

جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب سے بڑا دانا

اسے اس گردش چرخ ستم گر سے پسا دیکھا

عمر آخر ہوئی ولے افسوس — اور زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا

۳- معاملات حسن وعشق :

عشق حقیقی کا جو گہرا اور واضح تصور سوز کے کلام میں نظر آتا ہے وہ بہت کم شاعروں کے ہاں ملے گا - لیکن عشق مجازی کے نقوش ان کے ہاں بہت دھندلے اور غیر واضح ہیں دنیای عشق و محبت سوز و گداز ، جانسوزی، جاں سپاری و جاں نثاری کی کیفیات ان کے کلام میں خال خال ہیں ان میں واقعیت اور اصلیت نظر نہیں آتی ایسے مضامین محض رسمی اور رواجی طور پر ملتے ہیں ہر چند وہ عشق کے دعوی دار ہیں جان سے گذر جانا وہ اپنا شیوہ قرار دیتے ہیں لیکن ناظر کو یہ ایک نظر میں معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کے ہاں وفا کیشی کے جذبہ کا فقدان ہے - محبوب کا تصور بھی ان کے ہاں دوسرے شاعروں سے مختلف ہے وہ حسین پیکروں کی تلاش نہیں کرتے اور نہ حسن و عشق کے مسائل زیر بحث لاتے ہیں - واردات قلبی اور داخلی کیفیات جو ایک عاشق کے دل میں کروٹیں لیتی ہیں سوز کے ہاں کمیاب ہیں - میر تقی میر کے ہاں عشق کی جو کسک ہے سوز اس سے ناواقف ہیں - معاملات حسن و عشق کے نازک رشتے وہاں نظر نہیں آتے - یوں محسوس ہوتا ہے کہ اردو فارسی کے شاعروں کی تقلید میں وہ ان موضوعات کو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کا محبوب کبھی مذکر ہے اور کبھی مونث بعض جگہ وہ محض طفل کم سن ہے- یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ پردہ دار ہے یا بے پردہ ، شاہد خانگی ہے یا شاہد بازاری تاہم یہ یقین کامل سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا محبوب سرکش ہے ، قاتل ہے ، ستم پیشہ ، شوخ اور وفا ناآشنا ہے ایسے جدھر اٹھانے ، تلوار کھینچنے ، تیغہ لگانے اور دشنام طرازی سے کوئی عار نہیں ہے وہ چٹکیاں لیتا ہے ، منہہ چڑاتا ہے ، ہونٹ چباتا ہے ، اور نچلا بیٹھنا نہیں جانتا جب وہ دامن سوار تھا تب اس پر لاکھوں مرتے اب دیکھئے کہ نے سوار ہونے کے بعد کیا ہو:-

سوار جب تھئی دامن کا تھا مرے لاکھوں خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا ؎

غالباً یہی " نے سوار " جب عمر کی کچھ اور منزلیں طے کرلیتا ہے تو آفت کا پرکالہ بن کر

سوز کے لیے بلائے جان ہوجاتا ہے :-

هر گھڑی چٹکیاں دہ لو صاحب　　　اب تو یہ پیار خوش نہیں آتا

منہہ چڑاتا ہے آپ ہی آپ کھڑا　　　آپ ہی پھر کھلکھلا کے ہنستا ہے

زلفوں کا منہ پر ڈھاپنا ہونٹوں کا هردم چابنا　　　ہرکوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یکجا نہ کر

یہی محبوب بعض جگہ ایک حسین اور طرح دار نوجوان کے روپ میں نظر آتا ہے وہ اپنی

طرح داری اور دل نوازی کے باعث حسیناؤں کا محبوب ہے :-

منہہ سے لگا ہے کاجل مسی لگی ہے چھٹی　　　وہ کون چلبلی تھی جس پاس سوکے آیا

ہونٹوں پر تو لگا ہے کاجل　　　کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا

==== ooo ===

۳- شوخی و ظرافت :

عشقیہ مضامین سوز کے هاں دوسرے شاعروں سے بالکل مختلف طریقہ سے پیش کئے گئے ہیں -

ان میں ایک خاص قسم کی بے باکی اور سپاهیانہ بانکپن نظر آتا ہے - یہ خوش دلی جو ان کے

فن میں موجود ہے ان کی اپنی طبیعت کا اصل جوہر ہے ، اور جس کی طرف بیشتر نقادوں نے

اشارہ کیا ہے - (۲۰) میر ان کو خوش طبع کہتے ہیں شورش (۲۱) کا بھی یہی قول ہے -

سرور کہتے ہیں کہ ان کے اشعار ظرافت طبع معلوم ہوتے ہیں - گارسین دتاسی (۲۳) لکھتےہیں

کہ طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ وہ ایک نئے مدرسہ شعر کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں - کریم الدین (۲۳)

---

(۲۰) ن - ش ، صفحہ ۱۵۱　　　(۲۱) ت - ش ، صفحہ ۳۲۵

(۲۲) ع - م ، صفحہ ۳۳۳　　　(۲۳) ط - ا ، ۲ ، صفحہ ۳۷۶

(۲۳) کریم الدین ، صفحہ ۱۳۵

نے انھیں ظریف الطبع کہا ہے ۔ طبیعت کی یہ ظرافت ان کے عشقیہ کلام میں بہت دل کشی کے ساتھ ملتی ہے وہ اپنے ہٹ دھرم ، ضدی، بدزبان، سرکش اور گستاخ محبوب کی باتیں مزے لے لے کر سناتے ہیں :-

لگا کہنے کہ خط پڑھ کر کئی ایک گالیاں دی ہیں

جو میں پوچھا یہ قاصد سے، کہ کچھ انعام سے آیا

====== ==== =====

بوسہ کی طلب سے تو رہے گا نہیں اے دل　　جب گالیاں دوچار وہ تنخواہ کرے گا

===== ==== ====

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگماں صاف　　دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف

کہتا ہوں میں کہ میری تو تقصیر کچھ بتا　　کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زباں صاف

====== ===== =====

اور تو جتنی ادائیں اس کی ہیں میں کیا کہوں

پر قیامت تک نہ اس کی بھولے گی "دت" اور "ہٹ"

سوز کا دل خوش ہوا جاتا ہے وعدہ سے میاں

پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

سوز کا محبوب تو خیر "دت" اور "ہٹ" کرتا ہے اور محبوبوں کو یہ سزا وار بھی ہے لیکن سوز بھی کچھ کم نہیں ہیں ۔ ان کے محبوب میں اگر شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہے تو سوز میں بھی کچھ کم اکھڑپن نہیں ہے۔ دونوں کے مابین جو کچھ گذرتی ہے اور جس طرح دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ خالی از دل چسپی نہیں یہ آپس کی باتیں سوز غیروں تک کو سناد یتے ہیں اس وقت ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کا محبوب ان کو گالیاں دیتے اور مارنے

سے نہیں چوکتا تو سوز بھی اس کو صلواتیں سنانے سے نہیں ہچکچاتے ۔ اگر محبوب بدزبان ہے تو سوز بھی خوش کلام نہیں اگر محبوب بے وفا ہے تو سوز بھی وفادار نہیں،اگر محبوب شوخ و شنگ اور اچکا ہے تو سوز بھی کچھ کم چھیڑ چھاڑ کے عادی نہیں ۔ ان کی چھیڑ میں بہت شوخی اور تیر و نشتر چھپے ہوئے ہیں ۔ یہ انھیں کے محبوب کا حوصلہ ہے جو برداشت بھی کرتا ہے اور ترکی بہ ترکی جواب بھی دیتا ہے بھلا بتائیے یہ جان بوجھ کر چھیڑ نا نہیں ہے تو اور کیا ہے :-

بوسہ لیتےہوئے کل اس سے پوچھا میں نے   سچ کہو تم کو بھی کچھ اس میں مزا آتا ہے

غصہ ہوکر یہ لگا کہنے کہ میں حیران ہوں   تجھ کو کچھ اور بھی ان باتوں سوا آتا ہے

بوسہ جو لیا تو مسکراکر   کہنے لگا چھی یہ کیا مزا ہے

===== ooo ====

جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں   مجھ پاس جو سوئے تو ، تو کیا ہے

کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں   ایسا ہی تو نیک پارسا ہے

==== oooo ====

ایک دن اک شخص نے اس سے کہا   تو نے تو یہ ذکر سنا ہو ہی گا

یعنی کہ عاشق ہے تراجی سے سوز   ہو تبسم یہ کہا " ہو ہی گا "

===== oooo =====

اس سے کہا کسی نے کہ لے سوز بھی ہوا   کہنے لگا کہ پنڈ بھی چھوٹا بھلا ہوا

پر اتنی بات کہہ کے یہ بولا ہزار حیف   " طوطا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا "

===== oooo ====

اک روز کہا یہ میں نے اس سے   اک بوسہ تو دے مجھے دہان کا

تلوار اٹھا کے کہنے لاگا   ایسا تو یار ہے کہاں کا

کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کون ہے — مزا تجھ کو اب عاشقی کا چکھادوں

===== ==== ====

یہ اطوار تو سوز کے محبوب کے ہیں اب ذرا سوز کے بات کرنے کا طریقہ بھی ملاحظہ ہو اردو شاعری ایسی ادا بندی، ایسی معاملہ بندی، راز و نیاز اور معاملات عاشقانہ کی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کون سا عاشق ایسا ہوگا جو محبوب سے اس طرح کلام کرے :-

سوز کا دل گر نہیں ہے کام کا تو پھیر دو — اس سے اچھا چاہیئے تو مول لو بازار سے

===== ==== =====

دل تو پہلے ہی اچک کر لے گیا — کون سے دل سے تجھے میں دوں دعا

چوری اور سر ہنگی لا دل پھیر دے — سر ہلاتا ہے ؟ نہیں تو نے لیا ؟

ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے مجھے — مت بغل میں پھر اے وہ پس گیا

ڈرئیے تجھ سے کیا بری اطوار ہیں — یہ اچک پن سنگدل کس نے بدا

====== ==== =====

دیکھو اچک پنا تم آتا ہے پھر شتابی — دل چٹ کیا کبھی کا مانگے ہے پھر دوبارا

===== ==== ======

تو کہتا ہے کیا ہاتھ مجھ پر پھرا کر — بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا

بغل میں مت ڈھونڈھتا ہے پری ہو — جو دل تھا سو تونے کہیں جا چھپایا

پڑا سوز کا لاشہ سڑتا ہے در ہو — اے تونے کبھی گڑھا بھی کھدایا

===== ==== =====

سوز نے دامن جو ہیں پکڑا تو بس وہیں جھٹک

کہنے لاگا ان دنوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت

====== ==== =====

کہا جب سوز نے لٹ زلف کو تو کھول دے بولا

میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہے مار کھانے کو

======= ==== ====

میر سوز کی یہی حرکتیں ہیں جن کی وجہ سے ان کو بعض اوقات ایسے حالات اور خطرات

سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے :-

کل جو میں گذرا اس کی گلی میں، غرفے میں سے للکارا

ہے کوئی حاضر ڈیوڑھی پر مت اس کو جھنا جانے دو

اور

پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس لیے   بولا مجھے وہ گھورے ہے ہر آن، آن آن

عاشق اور محبوب کے درمیان یہ طنز و اشارا رمز و کنایہ سوز کے بعد اگر کسی دوسرے شاعر

کے ہاں ملتا ہے تو وہ غالب ہیں سوز کے کلام میں جو شوخی بے پردہ ہے غالب کے ہاں اس میں

بڑی حد تک پردہ داری ہے جس قسم کی چھیڑ چھاڑ سوز کے کلام میں ہے اسی نوعیت کی

شوخی غالب کے ہاں بھی موجود ہے بلکہ بعض جگہ ایک ہی قسم کے مضامین ملتے ہیں :-

سوز :

میں ہونٹوں کو یوں اپنے غنچہ بناکر   ادا فہم کو دور سے منہہ دکھایا

غالب :

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھاکہ یوں   بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہہ سے مجھے بتاکہ یوں

سوز :

خدا وہ دل کرے ہو وے جو کوئی تند خو تجھ سا

ترا دل راغب اس پر وہ ترا مرغوب ہم دیکھیں

غالب :

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر   آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہئے

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا   بارے اپنی بے کسی کی پائی ہم نے داد یاں

سوز :

یا کسی کا بن کے خدمت گار یا مزدور ہو   جب گیا میں دیکھنے اس کو اسی عنوان گیا

غالب :

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری   تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے

سوز :

مکھڑے کو دیکھتے وہیں آئینہ کو پٹک دیا   دیکھ سکا نہ آپ کو دیکھے اس غرور کو

غالب :

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ   جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو

سوز :

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب   کبھی آئینہ دیکھوگے تو سمجھوگے میاں صاحب

غالب :

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے   صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

سوز :

میں جس کے پاس بیٹھ لگا کہنے حال دل   اپنے ہی دل کے غم کی وہ لے داستاں اٹھا

غالب :

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی   وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

سوز :

عزیزو سوز کا جینا غنیمت جان لو ورنہ   نہیں ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نوحہ زن پیدا

غالب :

غالب :

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے   لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں

میر سوز کی عشقیہ شاعری کا یہ انداز ان کا اپنا ہے وہ اس میں نے کسی کی پیروی کی اور نہ کوئی دوسرا شاعر ان کی تقلید کرسکا یہ طعن و طنز ، یہ چھیڑ چھاڑ یہ نوک جھونک ان کے کلام میں نئی زندہ دلی پیدا کردیتی ہے ۔ حقیقت میں یہ طالب و مطلوب کے راز و نیاز نہیں بلکہ ایک طرح کا چوچلہ ہے میر سوز کا یہ چوچلہ ان کی شاعری کے مستقل عنوان کی حیثیت رکھتا ہے اس کے وہی بانی اور خاتم ہیں یہ چوچلہ ان کو کتنا مرغوب تھا اس سے قطع نظر ناظرین کے لیے بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا محبوب اور ان کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں ان میں ظاہرداری کتنی ہے اور قلبی تعلق کو کتنا دخل ہے اس کو کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا ۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر ناز ضرور کرتے ہیں ۔ اس طرز کلامی میں نفرت نہیں بلکہ تعلق خاطر ملتا ہے ۔ اس چوچلے میں بڑا پیار، بڑی ناز برداری ، اور خاطر داری ہے شوخی ظرافت ، خوش دلی اور طنز و مزاح کے ساتھ طالب و مطلوب کی بول چال بہت دل کش اور پر لطف ہے ۔ نقل قول کی تازگی کا جو حسن یہاں نظر آتا ہے وہ بہت کم یاب ہے:-

کسی نے اس کو جتاکے پوچھا کہ دیکھتو سوز کیا یہی ہے

مجھے جو دیکھا تو ہنس کے بولا " پھرے ہیں ایسے تباہ لاکھوں"

میں کہا شب آج یاں رہیے تو یوں بولا وہ شوخ

" رات کے رہنے سے مری مدعا مطلب غرض "

کہا میں سوز کو لالچ ہے تیرا ہنس کے وہ بولا

کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ "

جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہم دمو سے

"آنے دو دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا "

سوز کا احوال کسی نے اس سے کہا میاں جلتا ہے

آگ بگولا ہوکر بولا " جلتا ہے جل جانے دو "

میں کہا اس شوخ سے ہم بھی کبھی ہوشاد ماں

ہنس کے یوں بولا " دل عاشق تو غمگین چاہیے "

کسی نے اس سے پوچھا سوز بھی اب شعر کہتا ہے

تو کیا کہتا ہے " ہاں وہ اب بہت باتیں بناتا ہے "

موا جب سوز تب بولا کہ " ہاں دل سوز تھا میرا

دہ لیجو نام اس کا آہ میرا جان نکلتا ہے "

وقت آخر سوز کے پہلو سے کہہ کر اٹھ گیا

"کسی جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس بدحال کے "

مجھ سے کہتا ہے کہ " تیری خو مجھے بھاتی نہیں

چھوڑ بیٹھا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں "

پہلے کہتے تھے کہ " ہاں ہے سوز اچھا آشنا "

اب لگے کہنے کہ " کیسا سوز کس کا آشنا "

شہرہ حسن سے از بس کہ وہ محبوب ہوا

اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

کہیں گالی کہیں گھونسا کہیں جھڑکیں کہیں جدھر

دہ کیجو بد تو زدیار ایسی خبر جاری کو

یہ غضب ہے کہ چپ رہو تو کہے ― نقش دیوار خوش نہیں آتا

اور جو کچھ کہو تو کہتا ہے ― مجھ کو تکرار خوش نہیں آتا

راہ میں کل اسے جو گھیر لیا ― یعنی آنکھیں ذرا ملا دیکھے

مجھ سے شرما کے بولتا ہے کیا ― "اور جو کوئی آشنا دیکھے"

رات اندھیرے اجالے گلیوں میں ― جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا

دیکھئو تجھ کو میرے سر کی قسم ― اس گھڑی تیرے دل میں کیا ہوگا

سوز کو تونے کیوں دیا بوسہ ― ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا

=== ooo ===

تو جو پوچھے ہے کہ "تیرا کمبخت دل ہتا کس نے لیا"

بس حیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا

چوری اور سرھنگی ہم آنکھیں نہیں پہچانتے

مت خفا کر مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا

مال میرا ہے ابھی یہ چھین لوں تو کیا کروں

چڑ نکالے ہے یہ میری واہ وا کس نے لیا

باز آ اس گفتگو سے لے لیا تو لے لیا ― بس مرا منہہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا

توھے یاسین ھوور، دیا دل تھا ، انھوں میں تیرا ― توھی ہتلا ، تاکہ ہم میں سے چرا کس نے لیا

==== ooo ====

جا جا مری پاس سے تو جا جا ― تو یہ جو تجھے کہوں میں آجا

جا بیٹھ انھیں کے پاس دور ہو ― جو یہ کہیں لب سے لب ملا جا

ہر جاے بجے گا تیری سطلے ― اب کوچہ یہ کوچہ دل کا باجا

جا اٹھ دور ہو کہیں دفعہ ہو　　　اوروں کو دہ خاک میں ملا جا

پہلے جو قرار لکھ گیا تھا　　　اس کو آنسو سے لے مٹا جا

فریا سے کام کیا تجھے ، چل　　　تجھ کو کہتا ہے اب تو راجا

===== ००० ====

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے

گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے

مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بے وفا چل بھاگ جا

بے وفا اپنے تئیں سن سن بھڑک جانے لگے

بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر

اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے

یا ہمارے کہنے پر ہر دم اٹھاتے تھے جریب

یا تو اپنی بات پر اب جھوکریں کھانے لگے

میرے غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مکر ہیں

کیوں کسی کے سامنے اب آپ غش کھانے لگے

یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر

یا کسی کے تیر تک مژگاں آپ تم کھانے لگے

جس طرح دیوار در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر

آپ بھی دیوار دیوار در سے کو ٹکرانے لگے

یا دہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے

یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت پھسلائیے

یا تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے

اپنے ہاتھوں سوز نے جیسا کیا پایا میاں

سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

=== ==== ====

بھلا کچھ ان دنوں مغموم ہو، غم خوار کس کے ہو

کسے اب گھورتے ہو دیدۂ خونبار کس کے ہو

یہ ٹھنڈی سانس ہر دم کس سے سیکھی کیا ہوا تم کو

بھلا ہم سے تو بولو طالب دیدار کس کے ہو

وہ شوخی وہ شرارت وہ ہر اک کا منہ چڑا دینا

کدھر جاتا رہا اب سچ کہو بیمار کس کے ہو

نہ وہ جامے کی ٹھیک ہے گی نہ وہ دستار کی بندش

نہ وہ اٹھکھیل کا چلنا یہ اتنے خوار کس کے ہو

کسے تم پوجتے ہو کون سا بت تم سے بہتر ہے

ہوئے ہو کس کے کافر در گلو زنار کس کے ہو

ہمارا حال سنتے نیند آتی تھی تمہیں کیوں جو

یہ راتوں کا تڑپنا طالع بیدار کس کے ہو

جو ہم ٹک سانس بھرتے تو کلیجے پر دھوکے تھے

تم اب سر پیٹتے ہو آہ ماتم دار کس کے ہو

خدا کو مان پیارے آ کس کا آشنا مت ہو

نہ ہوگا وہ تمہارا جس طرح تم یار کس کے ہو

نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم تھا

یہ مثل سوز اپنی جان سے بیزار کس کے ہو

=== ooo ===

غالب کے ہاں عشق کا جو تصور ہے وہی تصور ہمیں سوز کے ہاں ملتا ہے ۔ اردو شاعروں کے ہاں عشق کی عظمت کے دو نشان قیس اور فرہاد ہیں لیکن غالب نے صرف قیس ہی کے اصول عشق کو تسلیم کیا ہے ۔ وہ فرہاد کو سچا عاشق ماننے کے لیے تیار نہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ صحرائے عشق میں " جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار " ۔ انہیں فرہاد کی نیک نامی ایک تو اس وجہ سے منظور نہیں کہ عشق و مزدوری عشرت گہہ خسرو کیا خوب ، دوسرے ان کا کہنا یہ ہے کہ عشق وہ مقام ہے جہاں زندگی کا تصور باطل ہوجاتا ہے قیس نے لیلی سے محبت کی ، زندگی بھر اس کی جدائی کے غم کو جھیلا اور لیلی کی موت کے اندوہ ناک حادثہ کو برداشت کیا اور مردانہ وار تمام عمر اس کے غم کو کلیجے سے لگائے رکھا ۔ وہ کہتے ہیں کہ " عشق نبرد پیشہ " ہے اور وہ ہمیشہ " طلب گار مرد " ہوتا ہے ۔ کم ہمت اس سے پنجہ آزمائی نہیں کرسکتے کیوں کہ جو اس میدان کے مرد نہیں ہوتے وہ " دھمکی ہی میں مرجاتے ہیں" ۔ شیریں کی موت کی خبر دراصل فرہاد کو عشق کی دھمکی تھی اس میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ عشق کا مقابلہ کرتا ۔ مزید یہ کہ وہ عشق کے اس تصور سے ناواقف تھا کہ دعوی عشق کے معنی دعوی فنا کے ہیں جس نے عشق کیا گویا اس نے موت کی منزل کو سر کرلیا ۔ لہذا وہ یہ نہیں کرتا جو فرہاد نے کیا یعنی :

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد

سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

سوز بھی فرہاد کی جوئے خون کے مقابلہ میں قیس کے دیدۂ خونبار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں: ـ

گو کہ سر پھوڑ کے جوۓ خوں کی بہادے فرہاد

لیک مجنوں سے ترے دیدۂ خونبار کہاں

یہ بہت حیرت ناک بات ہے کہ سوز کا یہ شعر غالب نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی تشہیر بھی کی غالب بھی ظریف الطبع تھے انھوں نے بھی دعاوی مصائب کا ھنس کھیل کر مقابلہ کیا اس لحاظ سے غالب اور سوز کے مزاج میں بڑی مطابقت ہے اور خوش طبعی کا جو انداز سوز نے ایجاد کیا غالب نے سب سے زیادہ کام یاب طریقے سے اپنایا - فن شاعری میں مزاح اور خوش دلی کے موجد سوز ھیں اور غالب اس کے کام یاب مقلد اور مجدد -

---- oooo ----

۵- انشاد :

سوز کے ھاں مکالماتی انداز بھی پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے - غالب کے کلام میں بھی اس کے اچھے نمونے ملتے ھیں -

اردو شاعروں میں صرف میر سوز ھیں جنھوں نے انشاد کو اختیار کیا اور اشعار کو جسمانی اعضا کی حرکت سے پڑھا - ان کے کلام میں مکالماتی انداز تو پایا ھی جاتا ہے لیکن انھوں نے ایکٹنگ سے بھی کام لیا اور ھاتھ آنکھ وغیرہ کے اشاروں سے اپنے کلام کی وضاحت کی - شوق (۲۵) لکھتے ھیں کہ وہ شعر کو نادر انداز سے اس طرح پڑھتے ھیں کہ ھاتھ آنکھ بلکہ تمام اعضا حرکت میں آجاتے ھیں - میرحسن (۲۶) کا قول ہے کہ ان کے اشعار ان کی زبان سے سننے میں زیادہ لطف محسوس ھوتا ہے - علی ابراھیم (۲۷) نقل کرتے ھیں کہ شعر کو بطور خاص اور مرغوب پڑھتے تھے - ذکا (۲۸) نے لکھا ہے کہ شعر ایسے طریقہ سے پڑھتے ھیں کہ الفاظ کا صحیح طریقہ سے

---

(۲۵) شوق ، صفحہ ۲۳۱ — (۲۶) ش اردو صفحہ ۱۱۸

(۲۷) گ - ا ، صفحہ ۳۳۹ — (۲۸) ع - ش ، صفحہ ۳۳۷

تلفظ ادا ہوجاتا ہے -

(۲۹)
علی لطف بیان کرتے ہیں کہ شعر پڑھنے میں صاحب طرز خاص تھے - سرور (۳۰) کہتے ہیں کہ شعر کو ایسی نزاکت اور فصاحت سے پڑھتے ہیں کہ دوسرا اس طرح نہیں پڑھ سکتا - شاہ کمال (۳۱) نے بھی شعر پڑھنے کی خوبی کا ذکر کیا ہے - قاسم (۳۲) کی روایت بھی یہی ہے کہ ان کی طرح شعر پڑھنا کسی کو نہیں آتا - تمام اہم اور معتبر تذکرہ نگاروں نے سوز کے اس کمال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے -

حقیقت یہ ہے کہ جذبہ کی شدت جس قدر زیادہ ہوتی ہے بیان میں اسی قدر جوش اور ولولہ ہوتا ہے ، جذبہ اظہار مدعا کے لیے صرف زبان کا سہارا ہی نہیں لیتا بلکہ جسمانی اعضا بھی ادائے مطلب میں مدد کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں - ایسے موقعوں پر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ خاص قسم کے صوتی تاثرات کے حامل ہوتے ہیں - ان الفاظ کو اگر رشتۂ تحریر میں پرودیا جائے تو ان کی بندش ، ساخت اور ادائیگی کا انداز عام تحریر سے مختلف ہوجاتا ہے - اس قسم کی تحریر ناظر سے اسی ادائیگی کی متقاضی ہوتی ہے جس جذبہ اور صوتی تاثرات کی وہ خود حامل ہے - میر سوز کے اشعار میں یہی کیفیت چھپی ہوئی ہے - فن انشاد کا مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس طرح پڑھا جائے کہ پوری تصویر سامنے آجائے - یہ فن بڑی ریاضت چاہتا ہے - اس میں بڑی فہم ، چابکدستی اور سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے یہ فن گویا تمثیل نگاری کا فن ہے اس میں ایکٹنگ کی ضرورت ہوتی ہے مضمون کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا ہوتا ہے - تمام تذکرہ نگاروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سوز فن انشاد کے ماہر تھے اور شعر پڑھتے وقت مجسم شعر بن جاتے تھے - میر سوز کے اس کمال نے اتنی پختگی حاصل کرلی ہے کہ ان کے اشعار ہر پڑھنے والے

---

(۲۹) گ - ۸ ، صفحہ ۱۵۱ (۳۰) ع - م ، صفحہ ۳۳۳

(۳۱) م - ۱ ، صفحہ ۳۹۶ (۳۲) نغز ، صفحہ ۳۲۰

سے بھی یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ان کو ان ہی تاثرات کے ساتھ ادا کیا جائے جو ان کے اندر پوشیدہ ہیں گویا میر سوز کے اشعار میں ایک ڈرامائی اور صوتی کیفیت پائی جاتی ہے - اس خوبی نے ان کے کلام کو چار چاند لگادیئے ہیں بقول آزاد (۳۳) تم بھی خیال کر کے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور حرکات و انداز کے طالب ہیں - کلام میں ڈرامائی عنصر پیدا کرنا میر سوز کی اپنی ایجاد ہے ان کے ہاں باقاعدہ لہجہ کا اتار چڑھاؤ ، سوال و جواب اقرار و انکار کا انداز پایا جاتا ہے - ان کے اشعار اگر صوتی اثرات کو ملحوظ رکھ کر پڑھے جائیں تو براہ راست گفتگو کا مزا ملتا ہے اور اگر اس بات کا خیال نہ رکھا جائے تو شعر کو صحیح طور سے سمجھنا بھی مشکل ہوجاتا ہے - میر سوز کے علاوہ یہ مکالماتی انداز اور تمثیلی کیفیت کسی دوسرے شاعر کے ہاں موجود نہیں ہے کلام سوز سے چند مثالیں ملاحظہ کیجئے -

۱- مندرجہ ذیل شعر کی آپ اپنے لہجہ کے اتار چڑھاؤ سے خود تشریح کرسکتے ہیں :-

دل اس لب شیریں سے جو نا کام رہے گا

تو خاک! تہہ خاک بھی آرام رہے گا

۲- پہلا مصرع طنزیہ اور دوسرا سوالیہ انداز میں پڑھیے :-

کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ

دیکھا مزا نہ تو نے اے یار عاشقی کا

۳- پہلا مصرع یاس و مایوسی دوسرے مصرع کو پشیمانی اور اندیشہ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ادا کیجئے :-

اگر میں جانتا ہے عشق میں دھڑکا جدائی کا

تو جیتے جی نہ لیتا نام ہر گز آشنائی کا

---

(۳۳) آ - ب ، صفحہ ۱۸۷

۴- ذرا اس شعر میں تجاہل عارفانہ کی آمیزش اور طنز و طعن کی شدت کا اندازہ لگائیے :-

جب تک کہ میرے تن میں اے جان دم رہے گا

تیرا اسی طرح سے مجھ پر کرم رہے گا

۵- ان اشعار کو سوالیہ انداز میں پڑھئے :-

پہلے کہتے تھے کہ ہاں ہے سوز اچھا آشنا

اب لگے کہنے کہ کیسا سوز کس کا آشنا

حق خدمت میں مری وعدہ کرو ہو قتل کا

تم سے یہ بھی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوے گا

۶- ناصح نصیحت سے اسی وقت باز آتا ہے جب اس کی اچھی طرح خبر لی جائے کچھ غصہ ، کچھ حقارت اور کچھ ڈھٹائی کے انداز میں یہ شعر سناد یجئے :-

ناصحا ٹک دہ کر جا بھی کہیں ہو دال فع

لے گیا تھا اس کے گھر ڈر ہے ترا ہاں ہاں گیا

۷- یہ تو تھی لہجہ سے ادائیگی اب ذرا تمثیل نگاری کے دوسرے انداز ملاحظہ ہوں - محبوب شوخ ہے ، دل کا چور ہے ، اور اس پر سینہ زور بھی سوز جب اس سے دل کی واپسی کا تقاضہ کرتے تو محبوب کی حرکات کا مشاہدہ کیجئے :-

چوری اور سرھنگی لادل پھیر دے	سر ہلاتا ہے ؟ نہیں تو لے لیا
ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے مجھے	مت بغل میں بھس اے لو بس گیا

۸- یہ شعر صوتی نشیب و فراز کے ساتھ جسمانی حرکات سے ادا کریں تو کتنے بولتے ہوئے ہیں:-

دور سے شیشہ دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے بے	میں تری قربان، سر حاضر ہے ، لے جم جم لگا
منہ بنا میری طرف، آئینہ کا بوسہ لیا	واہ واہ اچھی طرح سے روز دھکاتے ہو تم

۲- ادابندی :

یہی وہ صفات ہیں جس کے باعث میر حسن[۳۳] ان کو اپنے زمانہ کے تمام ادا بند شاعروں میں ممتاز قرار دیتے ہیں - مبتلا لکھنوی (۳۵) ادا بندی میں کامل مہارت ، علی ابراہیم (۳۶) "ادا بندی و اندازی میں طبع رسا " اور یکتا (۳۷) ادا بند بے نظیر لکھتے ہیں -

حقیقت یہ ہے کہ میر سوز عشق مجازی کی گذرگاہوں سے واقف نہیں ہیں نہ ان کو اس سے کوئی سابقہ پڑا - اپنے مزاج کے اعتبار سے وہ زندہ دل انسان تھے انہوں نے عشقیہ مضامین کو ایک نیا رنگ دیا انہوں نے ایک اچھا محبوب تخلیق کیا - اردو شاعری میں اس قسم کا محبوب ایک نیا تجربہ ہے سوز اپنی خوش مزاجی کے ذریعہ اپنے اس انوکھے محبوب سے الجھتے رہتے ہیں - شوخی ظرافت اور مزاح کی چاشنی ان کے مضامین کو اور پر کشش بنادیتی ہے - اردو شاعری میں طنز اور مزاح شوخی اور ظرافت کو رواج دینے والے میر سوز پہلے شاعر ہیں - ہزل سے گریز کر کے غزل کی فطری متانت اور سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے سوز نے ظریفانہ اسلوب کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا ہے - سوز سے پہلے اور ان کے معاصروں کے ہاں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی متاخرین بھی اس طرز سخن کو نبھانے پر قادر نہ ہوسکے عشقیہ مضامین میں شوخی اور ظرافت کا امتزاج صرف غالب کے ہاں ہی ملتا ہے - سوز جس طرح محبوب کا مذاق اڑاکر اور تنگ کر کے تسکین محسوس کرتے ہیں ویسی ہی لذت غالب کو بھی محسوس ہوتی ہے - فرق صرف طرز ادا اور زبان کا ہے- اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ میر سوز کے تقریباً چالیس پچاس سال کے بعد غالب نے غزل میں اس زندہ دلی کا مظاہرہ کیا جس کی ابتدا میر سوز نے کی - چالیس پچاس سال میں زبان میں مزید وسعت پیدا ہوچکی تھی - غالب نے ترقی یافتہ زبان میں زیادہ پختگی کا معیار قائم کیا- یہ عجیب اتفاق ہے کہ میر سوز کی جس سن (۱۷۹۸ء) میں وفات ہوئی اسی سال غالب پیدا

---

(۳۳) ش - ۱ ، صفحہ ۱۱۷

(۳۵) گ - ۱ ، صفحہ ۳۳۹

(۳۵) ط - س ، صفحہ

(۳۷) د - ق ، صفحات ۵۰-۵۱

ہوئے میر سوز کی خالی جگہ کو قدرت نے غالب کی پیدائش سے پر کیا اور غالب نے میر سوز کے اس خاص رنگ کو نئی شان سے اجاگر کیا ۔

==== oooo ====

۷۔ خارجیت :

دہلوی شاعری کی نمایاں خصوصیت اس کی داخلیت ہے ۔ واردات قلبی کا اظہار جس جذبہ اور خلوص کے ساتھ دہلوی شعراء نے کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی ۔ دبستان لکھنو کی بنیاد دہلوی شعرا کے ہاتھوں ہی پڑی چنانچہ دبستان لکھنو کے ابتدائی دور میں یہاں بھی داخلیت نظر آتی ہے آگے چل کر جیسے جیسے سماجی اور معاشرتی تبدیلیاں ہوئیں اسی طرح ادبی اقدار میں بھی تغیر رونما ہوا ۔ اور دبستان لکھنو کی نمایاں خصوصیت خارجیت قرار پا گئی ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ سودا اور میر کی حیات تک لکھنو میں خارجیت کو رواج نہیں ہوا لیکن یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ دہلوی شعرا میں سوز پہلے شاعر ہیں جن کے ہاں داخلی کیفیات کے ساتھ خارجی اثرات بھی ملتے ہیں ۔ جس طرح وہ محبوب کی محبت کے غم میں گھلنے کی بجائے اس کی ذات سے دل چسپی لیتے ہیں اسی طرح اس کے خد و خال میں کشش محسوس کرنے کی بجائے ان اشیاء پر نظر رکھتے ہیں جن سے افزائش حسن ہوتی ہے ۔ مہندی، گوشوارہ ، چولی ، زیر جامہ ، مسی ، سرخی ، پان وغیرہ ان کے کلام میں جا بجا محبوب کے حسن کو دوبالا کرتے نظر آتے ہیں :۔

شفق اس طرح آسمان پر نہ پھولے   جو دیکھے کہیں رنگ تیری حنا کا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا   کان کا موتی تلک تیرا لٹکتا ہی رہا

منہ سے لگا ہے کاجل مسی گلے سے چھٹی   وہ کون چلبلی تھی جس پاس سوکے آیا

کس نے چولی یہ تیری مسکائی   ہائے یہ زیر جامہ کس نے سیا

ہونٹوں پر تو لگا ہے کاجل — کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا

مسی پر سرخی پان دیکھ میری عقل بھولی ہے — کہ ہے خورشید تاباں جس پہ ایسی شام پھولی ہے

مسی پہ سرخی پان جب جھمک دکھاتی ہے — حیا سے برق بھی منھ ابر مین چھپاتی ہے

کبھی کالی گھٹا مین جیسے بجلی کوند جاتی ہے — چمک جاتی ہے مسی مین تری دانتوں کی براقی

برہمن کیا شیخ جو دیکھے تو سجدے مین جھکے — تیور ہین اے شوخ الٹی پٹھان محرابیان

کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی مین جو اس کی — کسی نے اس طرح کی شاخ گل مین کب لچک دیکھی

==== ००० ====

۸- نسوانیت :

مغل حکومت کے دوران ایک ایسا معاشرہ پروان چڑھا جو اندرون ملک اور بیرون ملک کی صدھا سال کی روایات پر مشتمل تھا - تہذیبی ، تمدنی ، مذہبی ، سیاسی ، معاشرتی ، سماجی اور اقتصادی عناصر پر مشتمل ایک مرکب نظام زندگی وجود مین آیا جس مین برصغیر کے ہر علاقے ، ہر طبقے ، ہر گروہ اور ہر قوم کا اثر و نفوذ تھا اس کو بجا طور پر مغل تہذیب کہا جاتا ہے - اردو ادب کی نشو و نما اس معاشرے مین ہوئی اس لیے اس ادب مین ان تمام عناصر کا موجود ہونا قدرتی امر ہے - اردو زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ قلعۂ معلی کی زبان کہلاتی تھی - اس شرف کے باعث اس کو اردو معلی کے معزز خطاب سے سرفراز کیا گیا - قلعۂ معلی کی روایات اور رسوم کے اثرات براہ راست اردو زبان پر بھی پڑے بالخصوص محل سراؤن کے اندر خواتین کے معاشرے کی جھلکیان اردو زبان مین نمایان طور پر نظر آتی ہین - یہ فخر اور امتیاز شاید صرف اردو کو حاصل ہے کہ اس مین مردون کی زبان الگ ہے اور عورتون کی جدا ، روزمرہ محاورہ، اصطلاحات اشارے اور کنائے عورتین کے اپنے وضع کئے ہوئے ہین اور ان کو وہی مرد سمجھ سکتا ہے جس نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہو اور ان کے بارے مین پوری آگاہی رکھتا ہو - عورتون کی زبان

بڑی دل کش ، اور پر معنی ہے اس میں بڑی نزاکت ، لوچ اور مٹھاس ہے ۔ میر سوز نے پہلی بار
اس طرف توجہ کی کہ خواتین کی زبان کو استعمال کیا جائے ۔ ممکن ہے اس کا محرک ان کی بذلہ
سنجی اور ظرافت ہو لیکن ان کے اس اقدام نے اردو ادب کو ایک نئی روشنی سے روشناس کیا ،
اسی لیے یکتا (۳۸) نے بہت خوب کہا ہے کہ " اگر ادا بندی عطا ی میں کوئی ان کی پیروی
کرتا ہے اس کا کلام عورتوں ، مخنثوں اور بازاری لوگوں سے مل جاتا ہے ان کا یہ طریقہ انھیں
پر ختم ہوگیا ۔" گارسین دتاسی (۳۹) ڈاکٹر جان گلکرائسٹ کے قول کے مطابق لکھتے ہیں کہ
سوز اور فغاں دونوں نے ایک ایسی بولی میں کام یابی کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے
لیے مخصوص ہیں اور جس کا استعمال ہندووں کی رائے میں مردوں کے لیے مناسب نہیں ۔ معلوم
نہیں گلکرائسٹ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ فغاں نے بھی عورتوں کی بولی کو اپنے کلام میں برتا ہے۔
کیوں کہ فغاں کے ہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی البتہ سوز کے ہاں اس چیز کا تجربہ ملتاہے۔
اور جو چیز دبستان لکھنو کی اپنی ایجاد کہلاتی ہے وہ حقیقت میں میر سوز کی کل فشانی ہے
جو آگے چل کے دبستان لکھنو کی اہم صفت یعنی خارجی شاعری کا اہم حصہ بن گئی ۔ دراصل
لکھنو کے عیش کوشانہ ماحول میں شاعروں نے روح کی بجائے جسم کو اہمیت دی ۔ ارضی حسن کی
طلب نے جمالیاتی حس کی تسکین کے لیے متعلقات حسن کا ذکر بھی ذوق و شوق سے کیا ۔ اس
جذبہ کے باعث عورتوں کی زبان میں بھی دل چسپی لی گئی اور شاعروں نے عورتوں کے محاورے تکیہ
کلام ، کنائے اور استعارے اپنےکلام میں ماحول کے عام رجحان کو دیکھتے ہوئے باندھے ۔ لیکن اس
ایجاد کا سہرا دبستان دہلی کے اہم رکن میر سوز ہی کے سر ہے ۔ انھوں نے پہلی بار غزل میں
عورتوں کی زبان کو رواج دیا ۔ میر سوز کی زندہ دلی اور بذلہ سنجی نے ایک اچھا محبوب تخلیق
کیا اور پھر اسی کی زبان سے بہت پر لطف طریقوں سے عورتوں کی زبان کو پیش کیا ۔ اور کہیں

---

(۳۸) د ۔ ق ، صفحہ ۵۰

(۳۹) ت ۔ ا ، ۵ ، صفحہ ۳۷۶

کہیں پر خود بھی وہی زبان نہایت صفائی سے بول گئے ہیں ۔ آئیے ذرا عورتوں کی زبان کا درست اور برمحل استعمال سوز کے اشعار سے سمجھیں ۔

طفل کہئے کس طرح سے اشک کو ۔۔۔ یہ تو " گھر کھویا" بڑا " طوفان" ہے

سن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم ۔۔۔ کس قدر" سخت " ہے آفرده " بوامیر" سوز

لگا کہنے کے مت کر " چونچلہ " سوز ۔۔۔ یہ سب ہیں گالیاں کھانے کے باتیں

وہ الفت ہے وہ شفقت ہے مجھی مردم کا "نکتورا" ۔۔۔ پر اس پر یہ " حکومت" ہے اسے کہتے ہیں کہا" زورا"

گھور کر کہتا ہے کہا" اے لوغضب" ۔۔۔ یہ " بڑھاپے پہنا" نکلا میں چلا

چل تری ہاتھوں کو میں" صدقے کروں" ۔۔۔ ابھی قینچی سے ترا کاٹوں گلا

مار آئی کا تحمل کر ذرا تو سانس لے ۔۔۔ کہا" بلا ماری" تجھے اب سوز اتنا اضطراب

ہمیں کہتے کیوں جان" لیجو رجالو" ۔۔۔ جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھنالو

سوز اس جینے سے مجھ کو موت آئے تو بھلا ۔۔۔ ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے" نکتورا" مجھے

جو روتا ہوں تو آنسو پونچھ کر کہتا ہے مت روتو ۔۔۔ ترا دل پاس میں ہے تو کیوں جھاڑا کڑھاتا ہے

ہم نہ کہتے تھے عاشقی مت کر ۔۔۔ اب پڑے لوٹتے ہو " دیا رے "

مجھ کو بھلا دو"اوادا مارو" ۔۔۔ یہ بہت خوش لگا کہاں کا ہے

دختر رز کو جو کچھ میں نے کہا مان گئی ۔۔۔ جب میں چھیڑا تو کہا " اوئی میں جان گئی"

میں کہا دل میں درد ہے میرے ۔۔۔ سن کے کہنے لگا خدا نہ کرے

پھر جو کچھ دل میں آگیا ۔تو کہا ۔۔۔ مجھ کو " پیٹے" اگر دوا نہ کرے

آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے ۔۔۔ اے میں اس کی ہر آن کے صدقے

میر سوز کی اس جدت طرازی کو بہت مقبولیت ہوئی لکھنو کے تو ہر شاعروں نے اس رنگ کو اپنا لیا تھا (۳۰) کہتے ہیں کہ " نئے شاعر آپ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور آپ کی اصلاح

---

(۳۰) ع- ش ، صفحہ ۳۳۷ ۔۔۔ (۳۱) نغز ، صفحہ ۳۲۰

سے نام آور ہیں " قاسم (۳۱) کا قول ہے کہ " بہت لوگوں نے آپ کی پیروی کرنا چاہی لیکن آپ جیسا انداز پیدا نہ کرسکے " - یکتا (۳۲) نے لکھا ہے کہ " انھوں نے ایسی دلکش طرز ایجاد کی ہے کہ اس کی اتباع بہت دشوار ہے " - اگر کوئی پختگی اور متانت میں ان کی پیروی کرتا ہے تو میر و مرزا کی طرز پر مشتبہ ہوجاتی ہے اور اگر ادا بندی اور صفائی کو اپناتا ہے تو اس کا طرز سخن عورتوں ، مخنثوں اور بازاری لوگوں جیسا ہوجاتا ہے مختصراً کہ طرز جس کے وہ بانی اور خاتم ہیں انھیں پر ختم ہوگیا - ان کے کلام میں ایسا اعتدال اور پختگی ہے کہ اس تک کوئی نہ پہنچ سکا -"

یہ خیال بالکل درست ہے کہ جن شاعروں نے سوز کی تقلید کرنی چاہی وہ کامیاب نہ ہو سکے غیر محتاط اور غیر معتدل انداز فکر کے باعث وہ بہت دور جا پڑے - حکیم انشاء اللہ خاں انشاء اور سعادت یارخاں رنگین نے ان کے رنگ کو اپنانے کی کوشش کی لیکن ان کی کوشش بار ور نہ ہوسکی - جرات اگرچہ کسی حد تک سنبھالے گئے ہیں لیکن پھر بھی ان کے ہاں جسمانی لمس کی ہیجان انگیزی شدید طور پر موجود ہے - رنگین اور انشاء کی ناکامی نے ریختی کی صنف کو جنم دیا بقول رام بابو سکسینہ (۳۳) کہ جو طرز ریختی کے نام سے بعد کو سعادت یارخاں رنگین نے ایجاد کیا اس کی ابتدا سوز ہی کے زمانے میں ہوگئی تھی -" سوز کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے غزل اور ہزل کے درمیان نمایاں اور واضح فرق قائم کیا نیز ظریف طبع اور فحش گوئی کا معیار مقرر کر کے متانت اور ابتذال کی بجا طور پر نشاندہی کی - ان کے اس قسم کے اشعار پڑھ کر طبیعت میں XXXX شگفتگی محسوس ہوتی ہے جب کہ ریختی کے مضامین جنسی احساسات کو بر انگیختہ کرتے ہیں جہاں تہذیب ، شائستگی ، سنجیدگی اور متانت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے - سوز نے

---

(۳۱) نغز ، صفحہ ۳۲۰ (۳۲) د - ن ، صفحہ ۵۰

(۳۳) تاریخ ادب اردو ، صفحہ ۱۵۷

صرف الفاظ کے استعمال پر اکتفا کیا جب کہ ان کے مقلدین نے مبتذل مضامین کو اپنا موضوع بنایا۔
جس کے باعث صنف ریختی رکاکت اور ابتذال کا بدنما نشان بن گئی - لیکن میر سوز کے اس مخصوص
رنگ پر نواب مصطفےٰ علی خان (۳۴) نے سخت رائے کا اظہار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کا کلام
جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے - میر سوز کے کلام پر تنقید کا یہ انداز تنقیص کی صورت میں پہلی
بار منظّر عام پر آیا - ادبی حلقوں کو شیفتہ کی اس رائے نے چونکا دیا اور قطب الدین باطن نے
اس کے جواب میں ایک طول طویل بحث چھیڑی اگرچہ اس میں عبارت آرائی زیادہ ہے اور کچھ ذاتی
اختلاف کی بو بھی آتی ہے تاہم قطب الدین کی یہ رائے اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ انھوں
نے سیاق و سباق کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے - اور شیفتہ کی تنقید کو رد کرتے ہوئے
تفصیل سے اپنے خیالات پیش کئے ہیں اس وقت تنقید کا یہ معیار نہ تھا جو موجودہ زمانے میں ہے۔
تاہم قطب الدین نے سوز کے کلام کی ان خصوصیات کو بطور خاص پیش کیا ہے جن کے باعث اردو
غزل گو شعرا میں ان کو ایک منفرد مقام حاصل ہے شیفتہ نے کلام سوز کا ایک رخ دیکھ کر ہی
اس کو رد کردیا انھوں نے دوسرے رخ کا جائزہ نہیں لیا - حالاں کہ وہ صفات نظر انداز کئے
جانے کے لائق نہیں دوسرے یہ کہ جس اسلوب کو وہ جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا سمجھتے ہیں ان کے
محرکات کا جائزہ نہیں لیا ہے اور یہ بھی فراموش کردیا ہے کہ یہ لغزش صرف سوز ہی سے نہیں
ہوئی ہے اس میں دوسرے اساتذہ بھی ملوث ہیں قطب الدین (۳۵) کی رائے ہم یہاں پر کو
من و عن نقل کرتے ہیں :-

" سوز تخلص ، محمد میر نام ، طوطی الشعراء ملک مالوفہ لکھنو ، نغمہ طرازی کا گوشہ
خاطر میں ، کسب کامل تحریر اقسام خطوط میں نازک ان کے انامل اے مصنفان زمان اور
سیر کنندگان گلشن بے خار و گلستان بے خزاں مصنف ہوکر انصاف کرنا اور دیکھنا طوطی کو

---

(۳۴) خار ، صفحہ ۱۳۱ (۳۵) خزاں ، صفحہ ۱۱۵

سب کی حذمی میں شکایت ہے " و کلامش از جادۂ مستقیمہ برکران " الخ جائے انصاف
اور غور ہے ۔ میر سوز صاحب کے ساتھ ان کا یہ طور ہے ۔ جو ظاہر حال ان کا
مانند باطن پاک ضمیران صاف اور باطن آلائش حسد و بغض سے پاک ، ان سے بخلاف
ان کی شراب سخن وہ تیزاب ہے کہ مذہب شعر میں روا جس سے سامع مست و مدہوش ۔
کلام مانند صراط المستقیم ، مستحکم ہم کو اس بات کا حد سے زیادہ غم کہ صاحب گلشن
بے خار نے ان سے بھی گستاخی کی جو ایسی بیہودہ عبارت لکھی اگرچہ جوش
طبع یہ کہتا ہے کہ کچھ صفت میاں شیفتہ صاحب کی لکھوں اور بہ ترتیب شائستہ اس
عبارت کو زیب دوں مگر یہ خوف خدا باز رہا ، اس مشغلے میں دل بہت گداز رہا صد
حیف کہ یار ان ہم جلیس نزدیکی مونس و انیس وہ یعنی مرزا اسد صاحب وغیرہ، مخصوص
مومن خان جن کو باوجود متانت ، مرتبہ شناسی و رتبہ دانی کہاں اور یہ بھی ایک
طرح کی چالاکی ہے ۔ ان کے دلوں میں ایسی بے باکی ہے ۔ اپنے نزدیک دور بین ،
ہوشیاری کی ، پیش خود عیاری کے میدان خالی پایا ۔ کوئی بھرا ہوا مقابلہ کو بات
نہ آیا ، یہ سمجھے زمانہ بہرا ہے ۔ ایک ایک آفت دھرا ہے ۔ سو دیکھئے انھوں نے
اپنے کو بلند کھینچا بڑے بول کا سر نیچا دوڑ چلے تو آخر گر پڑے ۔ کیا ہوا جو میاں
آشفتہ کو بیوقوف بنایا ۔ خود کہا چاہتے تھے پر ان سے برا کہلوایا ۔ ایسی چالاکیاں
ہم کو بھی یاد ہیں ۔ ایسوں کے ہم بھی استاد ہیں ۔ عاقل کو نکتہ کتاب ہے غافل نادان
لاجواب ہے ۔ آمدم بہ مطلب ، کلام طورالشعرا میں وہ گداختگی ہے کہ سنگ دلوں کو
موم کرتا ہے ۔ وحشیان صحرائی کو رام کرتا ہے موسی مضمون وادی کاغذ میں ایمن ہو
بجھائے ، قلم سے ساحران باطل فن کو ہلاتا ہے ۔ غلام سخن ، دم جان سوز سے باسوز ہے
اور بے ساز ہے ۔ نے باوصف بے مغزی سوز دل پیدا کرتی ہے ۔ ایسی آواز ہے سنا ہے

کہ پہلے میر تخلص تھا - سبب تبدیلی تخلص معلوم نہ ہوا - ان کے سوز دلی نے خس و خاشاک دشمن صحرا کاغذ سا کاغذ میں جلایا ، کلام سوز عدو کو آتش حسرت میں جلایا - غیر جو ناساز ان سے جلتے ہیں ان کی محن دھویں اڑاتا ہے -"

محمد یحیی تنہا (۳۶) شیفتہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " شیفتہ تو آپ کی شاعری کو " از جادہ مستقیمہ برکران" سمجھتے ہیں لیکن ہمارا یہ خیال نہیں ہے یحیی کہتے ہیں کہ جہاں تک رکاکت کا تعلق ہے اس سے تو کسی اردو شاعر کا کلام پاک نظر نہیں آتا - اور اگر شاذ و نادر کسی کا کلام اس سے خالی بھی ہو - تو وہ جم غفیر کے مقابلہ میں کیا پھر کیا جاسکتا ہے بعض بعض شعرا نے تو اردو شاعری کی خوب ہی مٹی خراب کی ہے لیکن ان کی نسبت شیفتہ نے ایسی سخت رائے کا اظہار نہیں کیا ہے اس لیے ہم کو صاحب گلشن بے خار کی رائے سے اختلاف ہے - سچ پوچھئے تو شاعری کے جادۂ مستقیم سے عاری اکثر شعرا علیحدہ ہیں - صرف چند بزرگ ایسے ہیں جو بہ لحاظ شاعری قابل تعریف ہیں اگرچہ ان کا کلام بھی رطب ویابس سے پر ہے - "

اصل بات یہ ہے کہ میر سوز نے اردو غزل میں ایک تو زبان بہت سادہ اختیار کی ہے دوسرے مضامین بھی اوسط درجہ کے باندھے ہیں اگر مضامین میں کوئی گہرائی اور گیرائی بھی ہے تو سادہ اسلوب کے باعث اس میں صوبیت محسوس ہوتی ہے - یہ ایک حقیقت ہے کہ سوز کو مسائل عشق و عاشقی کا کوئی تجربہ نہ تھا انھوں نے ان مضامین کو باندھنے میں کوئی کاوش و کاہش نہیں کی لہذا ان میں ایک قسم کا سوقیانہ تاثر پیدا ہو جاتا ہے - یہ بات الفاظ کے استعمال میں بھی ہے اور مضامین کے معاملے میں بھی ہے - محبوب کا تصور ان کے ہاں بہت پراگندہ ہے اگر وہ بازاری محبوب ہے تو ، اور اگر طفل بدخو ہے تو ، دونوں صورتوں میں اس کی حرکات و سکنات

---

(۳۶) مراۃ الشعرا ، صفحہ ۲۳۲

ناشائستہ ھیں اور بڑی حد تک غیر مہذب معلوم ہوتی ہیں ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے ان کے کلام میں رکاکت نظر آتی ہو لیکن اس کی کچھ وجوہات ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہ دور عام طور پر ذہنی اور اخلاقی پستی کا دور تھا - صنف لطیف حرم سراؤں کی چہار دیواری میں محبوس تھی اس کے برعکس شاہدان بازاری سر عام دعوت نظارہ دے رہے تھے اور ان کا معاشرہ میں گہرا اثر و نفوذ تھا - لے دے کر نگاہ اگر پڑتی تھی تو بازاری عورتوں پر جہاں سوائے بیباکی ، شوخی اور چنچل پن کے اور کچھ نہ تھا -

دوسری وجہ یہ ہے کہ محمد شاہی دور میں مخنثوں اور ہیجڑوں کی بڑی قوم تیار ہوتی - ان عورت نما مردوں نے معاشرتی زندگی میں سخت اختلال برپا کیا - یہ مدہ بھٹ اور بیباک بازاری لوگ بناؤ سنگار کر کے دعوت نظارہ دیتے تھے - ظاہر ہے کہ معاشرہ ان کی موجودگی کے احساس سے بے خبر نہیں رہ سکتا تھا - یہ ایک کلیہ ہے کہ اخلاقی انحطاط کا قومی خصائص پر برا اثر پڑتا ہے ان مخنثوں کی دیکھا دیکھی کم عمر لڑکے ذوق آرائش و فکر زیبائش میں بدمست رہتے تھے - گویا سفلہ جذبات اور احساسات کو برانگیختہ ہونے کے تمام مواقع موجود تھے - جب معاشرے میں زہریلے جراثیم موجود ہوں تو مہلک اثرات لازمی طور پر ظہور میں آتے ہیں - چنانچہ قطع نظر اس کے شاعر اس راہ کا گمگشتہ رہ نورد ہے بھی یا نہیں اس کے فن میں اس کا عکس ضرور نظر آئے گا اور بطور روایت اس کا نبھانا وقت کی اہم ضرورت سمجھا جائے گا - سوز کے ہاں ہم کو اس قسم کے جو اشعار ملتے ہیں وہ ان ہی رجحانات کے باعث ہیں - اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سوز سپاہی پیشہ تھے ان کے مزاج میں آخر عمر تک اس پیشہ کی زندہ دلی ، شوخی اور بانکپن قائم رہی اور اس کا اثر ان کی شاعری میں بھی موجود ہے - انھوں نے عشقیہ مضامین کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے اور محبوب کا جو تصور ان کے ہاں ملتا ہے وہ محض رسمی ہے اور دلبستگی کے لیے ہے -

شیفتہ کا انداز فکر دوسرے بالغ نظر علمائے ادب سے مختلف تھا - وہ عربی ، فارسی کے ماہر تھے ، ان کے ہاں جاگیردارانہ وقار اور بردباری تھی ، وہ طبقۂ خواص سے تعلق رکھتے تھے وہ ایسی زبان کے خوگر تھے جس میں عالمانہ شان موجود ہو اور ان کو وہ مضامین مرغوب تھے جن میں عشق ہو لہذا ان کا مزاج سوز کے مزاج سے میل نہیں کھاتا - اسی وجہ سے انہوں نے نظیر اکبرآبادی کے لیے بھی اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا - سوز نے اردو غزل کو عام بول چال کے ڈھنگ پر ترتیب دیا - انہوں نے سادگی اور صفائی کو اپنا شعار بنایا اس وقت تک کسی شاعر نے ایسا اسلوب پیش نہیں کیا تھا اس لیے مسلمہ آداب غزل کے برعکس سوز کے اس انداز کو اس ماحول میں اجنبی نظروں سے دیکھا گیا - لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے ہاں اصلیت پوری طرح جلوہ گر ہے آزاد (۳۷) نے بجا طور پر کہا ہے کہ " ان کی طبع موزوں کے آئینہ کو جس طرح فصاحت نے صفائی سے جلا کی تھی - اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اس میں جوہر پیدا کیا تھا - ساتھ اس کے جس قدر نیکی و نیک ذاتی نے عزت دی تھی اس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیریں کلامی نے ہر دل عزیز کیا تھا اور خاکساری نے سب جوہروں کو زیادہ چمکایا تھا - آزادگی کے ساتھ وضع داری بھی ضروری تھی - جس کا نتیجہ تھا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مسند عزت پر صاحب تمکین اور امراء و روسا کے پہلو نشین رہے -" آزاد مزید لکھتے ہیں :-

" سوز مرحوم کی زبان عجب میٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے چناں چہ غزلیں خود ہی کہہ دیتی ہیں ان کی انشاء پردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سرسبز پتوں میں اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے جن اہل نظر کو خدا نے نظر باز آنکھیں دی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک حسن خدا داد کے سامنے ہزاروں بناوٹ کے بناؤ سنگھار قربان ہوا کرتے

---

(۳۷) آ - ح ، صفحہ ۱۸۳

ھیں البتہ غزل میں دو تین شعر کے بعد ایک آدھ پرانا لفظ ضرور کھٹک جاتا ھے ۔ معشوق کی بجائے جاناں کے فقط جان یا میاں جان کہہ کر خطاب کرنا ان کا خاص محاورہ ھے ۔ مجالس رنگین کی بعض مجلسوں سے اور ھمارے عہد کے پہلے کے تذکروں سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب میں ھمیشہ سے ضرب المثل ھے ۔ ان کے شعر ایسے معلوم ھوتے ھیں جیسے کوئی چاھنے والا اپنے چاھتے عزیز سے باتیں کر رھا ھو ۔ وہ اپنی محبت کی باتوں کو اس طرح باندھتے تھے کہ شعر کی موزونیت کے لیے لفظوں کا آگے پیچھے کرنا بھی گوارا نہ سمجھتے تھے ۔ میر تقی میر کہیں کہیں ان کے قریب آجاتے تھے پھر بھی بہت فرق ھے ۔ وہ بھی محاورہ خوب باندھتے تھے مگر فارسی کو نباھتے تھے اور فضا میں بلند لاتے تھے ۔ سودا بہت دور ھیں کیوں کہ مضامین کو تشبیہ استعارے کے رنگ میں غوطے دے کر محاورے میں ترکیب دیتے تھے اور اپنے تگ زور شاعری سے لفظوں کو پس و پیش کر کے اس بندوبست کے ساتھ جڑتے تھے کہ لطف اس کا دیکھنے ھی سے معلوم ھوتا ھے ۔"

میر سوز جیسے سیدھے سیدھے مضمون باندھتے تھے ویسے ھی آسان آسان طرحیں بھی لیتے تھے بلکہ اکثر ردیف چھوڑ کر قافیہ ھی پر اکتفا کرتے تھے ۔ ان کے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ھے ۔ اضافت تشبیہ استعارے ، فارسی ترکیبیں ان کے کلام میں بہت کم ھیں ۔ ان لحاظوں سے انھیں گویا اردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاھئے اگر ان کے انداز پر زبان رھتی یعنی فارسی کے رنگین رنگین خیال اس میں داخل نہ ھوتے اور قوت و بیان کا مادہ اس میں زیادہ ھوتا تو آج ھمیں اس قدر دشواری نہ ھوتی ۔ اب دھری مشکلیں ھیں اول یہ کہ رنگین استعارات اور مبالغے کے خیالات گویا مثل تکیہ کلام کے زبانوں پر چڑھ گئے ھیں یہ عادت چھڑانی چاھئے ۔"

سکسینہ سوز کے کلام پر روشنی ڈالتے ھوئے کہتے ھیں :۔

انداز کلام نہایت صاف سادہ اور بے تکلف ، زبان میٹھی غزل کے واسطے نہایت موزوں ھے ۔

لطف زبان ، صفائی محاورہ اور بے ساختہ پن میں ان کا کلام اپنا آپ نظیر ہے - تکلف و آورد ، فضول مبالغے ، تشبیہات اور استعاروں سے پاک و صاف لفظی صنائع بدائع بھی بہت کم پائے جاتے ہیں - ان کا شاعد کا کلام حسن طبعی سے آراستہ کسی مصنوعی زیب و زینت کا محتاج نہیں - سادگی اور صفائی میں میر تقی میر البتہ ان کے مقابل ہیں مگر سودا بہت پیچھے ہیں مگر میر صاحب کے یہاں لطف زبان کے ساتھ جو لطف مضامین اور جذبات کا ہے وہ سوز کے یہاں بہت کم ہے - ان کے کلا م میں میر اور سودا کی طرح فارسی الفاظ اور فارسی ترکیبوں کی بھی کثرت نہیں- سیدھے سادھے ہندی لفظ بے ساختگی سے باندھتے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ باتیں کر رہے ہیں شعر کو اتنا ہلکا پھلکا کردیتے ہیں کہ اکثر اس پر ردیف کا بوجھ نہیں ڈالتے - اس سادگی کی وجہ سے ایک دور پہلے کے شاعر معلوم ہوتے ہیں زبان کی اصلاح یا توسیع کی کوئی خدمت ان سے سرانجام نہ ہوسکی بلکہ سچ پوچھو تو غزل کے سوا اور کچھ نہیں کہا -

سوز کا مرتبہ اردو شاعری میں بہت بلند ہے گو وہ میر و سوا کے مقابل نہیں سمجھے جاسکتے مگر پھر بھی غزل گوئی کے استاد اور صفائی کلام محاورہ بندی اور سوز و گداز کے بادشاہ تھے کلام نہایت صاف سلیس پر اثر اور تکلف و بناوٹ سے بالکل خالی ہوتا ہے -"

محمد یحیی تنہا (۳۹) کی رائے ہے :-

" زبان کی سادگی اور صفائی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قصیدہ آپ سے نہ کہا گیا ہوگا البتہ غزلیں آپ نے اچھی خاصی کہی ہیں - اگرچہ ان میں بھی نئے مضامین نہیں ہیں تشبیہات اور استعارات کو بھی ان میں زیادہ دخل نہیں مگر جو کچھ کہتے ہیں صاف صاف اور بےتکلف کہتے ہیں زبان بہت سادہ ہے حتی کہ بعض جگہ سادگی کا سوقیانہ انداز تک پہنچ کر رکیک ہوگئی ہے آپ کے دیوان میں تخیل کی بلندی کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں لیکن روزمرہ اور معمولی خیالات

---

(۳۸) تاریخ ادب اردو صفحہ ۱۵۸ (۳۹) مراۃ الشعراء، صفحہ ۲۳۱

جو عشق مجازی کے لوازمات ہیں دل جیسی کی شان کے ساتھ ساتھ موجود ہیں۔"

۹۔ سادگی ، صفائی :

سوز دھلی میں پیدا ہوئے اور دھلی کے اھل کمال اور زبان دانوں میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا ، انھیں ہر طرح کی صحبتوں میں شریک ہونے کا موقع ملا لشکر کی ملازمت کی وجہ سے انھیں عام طبقوں کے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا ، اور شاعری کے فن سے شوق کے باعث اھل ھنر و اھل علم کی صحبتیں بھی میسر آئیں ، امراء ، روساء ، کی محفلوں میں بطور مصاحب کے بھی شریک رہے اس طرح گویا انھیں ہر مکتبہ فکر کے امراء سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ۔ اور ان کے خیالات ، انداز فکر زبان ، گفتگو ، عام بول چال ، اصطلاحی الفاظ ، روز مرہ ، محاورے ، کنایوں اور استعاروں سے پوری واقفیت اور زبان پر کامل عبور اور دسترس حاصل تھی ۔ وہ خود سادہ مزاج ، نیک طبیعت تھے فام و خاش اور تصنع و بناوٹ ان میں نام کو بھی نہ تھی مزاج کی یہی صفت ان کے کلام میں پوری طرح جلوہگر ہے پہلی اہم صفت ان کی سادگی کی ہے جس کا تذکرہ نقادوں نے خاص طور سے کیا ہے ۔ سرور (۵۰) کا قول ہے کہ شعر نزاکت و فصاحت سے کہتے ہیں ، سعادت یار خاں ناصر (۵۱) کی رائے ہے کہ " طرز اس کے سخن کی سہل ممتنع " ۔

سوز کے ھاں کیا باعتبار معنی اور کیا باعتبار الفاظ سادگی اور صفائی شاعری کی بنیاد ہے۔ اگرچہ حضرت مظہر جان جاناں نے اردو غزل کی نوک پلک درست کرنے اور اس میں حسن و نغمگی پیدا کرنے کے لیے نوجوان شاعروں کو ترغیب دی تھی کہ ثقیل اور نامانوس ھندی الفاظ کی بجائے فارسی لغات استعمال کریں یا دوسرے الفاظ میں فارسی غزل سے ہم کنار کرنے کی کوشش کی جائے لیکن سوز نے باوصف تمام ایسا نہیں کیا بلکہ فن میں اس زبان سے کام لیا جو انھوں نے ماں کی گود میں سیکھی تھی ۔ نظیر اکبر آبادی اور سوز اس دور کی اہم شخصیتیں ہیں جنھوں نے

---

(۵۰) ع ۔ م ، صفحہ ۳۳۴ (۵۱) خوش ، صفحہ ۱۲۳

حتی المقدور فارسی آمیز اردو غزل کو عام فہم اور سادہ رکھنے کی کوشش کی :-

عناں جس طرف دلربا موڑتا ہے
صفوں کی صفیں آن میں توڑتا ہے

ادھر دل ہے یارو ادھر عشق اس کا
نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے

سلامت رہ اے خار وادی الفت
کہ دل کے پھپھولے توہی پھوڑتا ہے

===== 0000 ====

عشق تو میرا کلیجہ کھا گیا
بس مرے اللہ جی گھبرا گیا

جنبش ابرو سے کچھ بتلا گیا
قتل کا مذکور ہے میں پا گیا

گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا
چور طرز میں تو اس کی پا گیا

===== 0000 ====

ہجر میں مرتا ہوں میں پیغام سے تو شاد کر
تو تو کہتا تھا نہ بھولوں گا کبھی وہ یاد کر

کیا بغل میں دشمن جاں میں نے پالا تھا تجھے
میری تیری اب نہیں بنتی دلا فریاد کر

نوجواں ہے اپنے حق میں لے تو اوروں کی دعا
خانماں عاشق بیدل نہ تو برباد کر

اے مرے صیاد اب تو بال و پر بھی گھس گئے
کب تلک قیدی رہوں پنجرے میں بس آزاد کر

ظلم و بے رحمی، تغافل، اختلاط ناکساں
سب سہے اے سوز اب کچھ تو نیا ایجاد کر

==== 000 =====

۱۵- محاورہ بندی :

تمام نقادوں نے سوز کے کلام کی سادگی، صفائی اور بیساختگی کی تعریف کی ہے - وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تحریر اور گفتگو کے فرق کو ختم کیا اور ایسی زبان کا نمونہ پیش کیا جو عام بول چال کے عین مطابق ہے ان کے اشعار میں فطری سادگی پائی جاتی ہے - روز مرۂ بول چال کا انداز ان کے کلام میں ہر جگہ ملتا ہے - ان کے ہاں محاورہ اور روزمرہ کی چابکدستی سے

بندھاگیا ہے - اس خوبی سے حسن کلام میں تو خیر اضافہ ہوتا ہی ہے لیکن زبان اور بیان کے اسالیب کو سمجھنے ، اور محاورہ ، روز مرہ کا صحیح استعمال ان کے اشعار سے سیکھا جاسکتا ہے سوز کی اس کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ غزل میں جو غیر فطری تصنع پیدا ہو رہا تھا اس کا خاتمہ ہوگیا - دل کی بات کو انھوں نے جس سادگی سے بیان کیا ان کے دور کے کسی شاعر کو یہ قدرت حاصل نہ ہوسکی - سادگی اور صفائی کے باعث ان کے کلام میں اثر آفرینی بھی دوسرے شاعروں کی نسبت سے زیادہ ہے - ان کی زبان عام فہم ہونے کے وجہ سے ہر مکتبہ فکر کے لیے باعث کشش ہے - سوز نے جس بے تکلفی کو غزل میں رائج کیا وہ اس سے پہلے کسی شاعر کے ہاں موجود نہ تھی - انھوں نے جو سوچا وہ کہا ، جیسا دیکھا ویسا بیان کیا اور ان ہی الفاظ میں ادا کیا جن کے وہ عادی تھے انھوں نے ادائے مطلب کے لیے قلم کاری نہیں کی - نہ انھوں نے مضامین میں الجھاؤ پیدا ہونے دیا - وہ جس طرح بات کرتے تھے اسی طرح انھوں نے شعر کہے - ہم واضح طور پر ان کے اشعار میں ان کا اپنا مخصوص لہجہ پاتے ہیں - ان کی زبان دھلی کی ٹکسالی زبان ہے ان کے اشعار میں محاورہ اور روزمرہ کی کثرت ہے لیکن وہ ناگوار اس وجہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ وہ روز مرہ کی عام بول چال کے بموجب ہے - سوز کا کلام اس اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے- آئیے سوز سے روز مرہ اور محاورہ کا ککک استعمال سیکھیں -

۱- اپنا سا منھ لے کر جانا (نا امید ہوکر جانا)

کبھی تو بات کوئی بولو اس دل سوز سے اپنے

یوں ہی " جاوے مگر اپنا سا منہ لے کر " تری کوسے

۲- آٹھ آٹھ آنسو رونا (بہت زیادہ غم زدہ ہوکر رونا)

بھلا ہنستے تو ہو تم میری اس بے ہودہ گوئی پر

قسم ہے" آٹھ آٹھ آنسو سبھوں کو میں رلاؤں گا"

۳- اجارا ہونا (اختیار ہونا)

لینا ہے ملک دل کو یہ دلربا آسانی

اس میں دہیں کسی کا اے دلربا " اجارا "

۴- آگ لگنا (گرمی محسوس ہونا اذیت محسوس ہونا)

یارو مت رو رو کے چھڑکو اب مرے منہہ پر گلاب

" لگ رہی ہے " آگ دل میں " ہو رہا ہے جی کباب

۵- آگے آنا (دوسرے کے ساتھ برائی کرنے کا خمیازہ بھگتنا)

تو کیوں آشنا سوز اس سے ہوا تھا

یہ تیرا کیا تیرے " آگے ہی آیا "

۶- الو کھلانا (عقل و ہوش زائل کر کے اپنا تابع کرلینا)

بلا در بان کو بولا اے سیٹھو تو اندھا تھا

" کھلا یا تھا تجھے کیا تیری جورونے مگر الو "

۷- آنکھوں میں گھر کرنا (محبوب بن جانا)

بس منہہ کو مت کھلاؤ میاں در گذر کرو

میں جانتا ہوں تم کو نہ " آنکھوں میں گھر کرو "

۸- آنکھ لگنا (محبت ہوجانا)

میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا

یہ " آنکھ کیا لگی " مرے دل کو بلا لگی

۹- آنکھ سے گرانا یا گرنا (بے وقعت ہوجانا)

گو خلق نے آنکھ سے گرایا

لیکن تو تو نہ اتار دل سے

کہہ کہہ کے دکھ اپنا میں" گرا آنکھ سے تیں
اتنا نہ ہوا اس کے ذرا چشم بھر آیے

۱۰- آنکھیں دکھانا (خفگی کے ساتھ متحرف ہونا)

دیکھتے بول اٹھا کہ لو صاحب
آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو

خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے
تلے کردیدے اپنے ناصح مردود جی دیکھے

۱۱- آنکھوں سے حیا اڑنا (بے شرم ہوجانا)

ہمارے روبرو ہنستا ہے تو غیروں سے ہر اک جا
میاں کیا اڑ گئی ہے تیری" آنکھوں سے حیا اب تو"

۱۲- آنکھیں چرانا (تغافل کرنا)

جو تو یونہی " آنکھیں چرانا" رہے گا
تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا

۱۳- اڑیاں رگڑنا (تڑپنا)

عجائب سیر ہے اب کوچہ قاتل میں سنتے ہو
کوئی تو " اڑیاں رگڑے ہے " کوئی تھر تھراتا ہے

" ب "

۱۴- بازار سرد ہونا (اہمیت کم ہوجانا)

یہ آتش مری دل میں تھی مشتعل
کہ " دوزخ کا بازار بھی سرد تھا "

۱۵- بات بننا (کام یابی حاصل ہونا)

پھر تو جو " بات بنی " اس کو خداہی جانے

ہاں مگر سوز بتلائے تو کچھ بتلائے

۱۶- بتا دینا (دھوکا دینا)

روز تم بھاگتے تھے بتا دے   اب کہاں جاؤ گے کہو صاحب

۱۷- بلائیں لینا (قربان ہونا)

لے سر سے تا بہ سینہ سینہ سے تا قدم تک

ہاتھوں سے اپنے " لی ہیں تیری بلائیں " کیا کیا

۱۸- بلا لگنا (مصیبت میں گرفتار ہونا)

میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا   یہ آنکھ کیا لگی مرے دل کو " بلا لگی "

۱۹- بول بالا ہونا (عروج پانا)

سنتے ہاں سرو قامت اور بھی محبوب ہیں یاں تو

ولے میرے سہی بالا کا سب میں " بول بالا " ہے

۲۰- بھوکا ہونا (خواہش مند ہونا)

میں تو دیدار کا بھوکا " ہوں " فقط   اس لگی کو تو بجھادے یا رب

" پ "

۲۱- پانی چوانا (آخری وقت پر امداد کرنا)

سسکتا ہے اکیلا کوئے قاتل میں دل بسمل

نہ تھا جز دیدۂ گریاں کوئی " پانی چوانے " کو

٢٢- پاؤں پڑنا (منت کرنا)

حضرت غم جان کے پیچھے نہ پڑتے جائیے

"پاؤں پڑتا ہوں" قدم رنجہ نہ یاں فرمائیے

٢٣- پاؤں چومنا (استقبال کرنا)

مت مری "پاؤں چوم" تو اے خاک کوے یار

بس بس فقیر کو نہ گنہگار کیجئے

٢۴- پنڈ چھوٹنا (نجات پانا)

اس سے کہا کسی نے کہ لے سوز بھی موا

کہنے لگا کہ "پنڈ بھی چھوٹا" بھلا ہوا

٢۵- پھونکنا (آگاہ کردینا)

کس نے یہ آکے سوز کو "پھونکی"   دیکھو مردہ تڑپ کے پھیر جیا

٢٦- پھپھولے پھوڑنا (ناکامی پر جھنجھلانا)

سلامت رہ اے خار وادی الفت

کہ دل کے "پھپھولے تو ہی پھوڑتا" ہے

٢٧- پھولے نہیں سمانا (بہت خوش ہونا)

خدا ہی جانے کہ دیکھی ہیں انکھڑیاں کس کی

نرگس آج تو "پھولی نہیں سماتی ہے"

٢٨- پہلو بیٹھنا (پاس بیٹھنا)

آ نہ جا تھوڑی رہی ہے نہ بھی یوں کٹ جائے گی

تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر آئے گا

۲۹- پیسنا (کچل دینا)

ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے مجھے   مت بغل میں "پیس"ے وہ پس گیا

ت

۳۰- تلخ کہنا (سخت سست کہنا)

زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے

تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بدخواہ تلخ

۳۱- تلخ ہونا (تنگ دل ہونا ، ناراض ہونا)

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ

تجھ کو کیوں لگتی ہے نا انصافی میری آہ تلخ

۳۲- تنخواہ کرنا (عنایت کرنا)

بوسہ کی طلب سے تو رہے گا نہیں اے دل

جب گالیاں دو چار وہ تنخواہ کرے گا

۳۳- تھل بیڑا نہ ہونا (ٹھکانا نہ ہونا)

ہے یہی خو تو او بت سن لے   تیرا دنیا میں تھل نہ بیڑا ہے

ٹ

۳۴- ٹسوے بہانا (دکھاوے کا رونا)

رونا جو نہیں آتا تو تیل لگا کر کڑوا

آنسو تو نہیں بہتے ٹسوے ہی بہاؤ ہو

ج

۳۵- جان کھانا (پیچھے پڑ جانا)

ناصحو ! کس لئے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم

کیوں دوانے ہوگئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم

۳۶- جان کے پیچھے پڑنا (بلا لیے جان بن جانا)

حضرت غم " جان کے پیچھے نہ پڑتے " جائیے

پاؤں پڑتا ہوں قدم رنجہ نہ یاں فرمایئے

۳۷- جان سے سیر ہونا (

تو اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بدخو

کہ جا جا بیٹھتا ہے دم بدم اس شوخ کے پہلو

۳۸- جان کڑھانا یا جی کڑھانا (کسی پر ترس کھانا)

جان من ہر کسی کا جی نہ کڑھاؤ

قول تو نے سنا نہیں ہمہ اوست

۳۹- جان ناک میں آنا (پریشان ہوجانا)

دل تیری اضطراب سے ہے جان ناک میں

اے فتنہ ایک آن تو سجدہ میں خواب کر

۳۰- جگر کباب ہونا (جلنا ، حسد کرنا)

تو ہم سے جو ہم شراب ہوگا بہتوں کا جگر کباب ہوگا

۳۱- جوتی جانے (پروا نہ ہونا)

ناصح کے حق بہ طرف ہے گریہ و عظ بند

اس کی بھی جانے جوتی کہ اس کو لگی نہیں

اس سے کم بخت نے جوں جا کے کہا بول اٹھا

میری پاپوش سے جلنے دے اگر جلتا ہے

۴۲- جھک مارنا (بے کار کام کرنا ، حماقت کرنا)

تہمت ہے یہ سب سوز پر ملتا ہے کب اوروں سے وہ

جھک مارا تیری روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

رند و کہو جھک جھک کے مئے ناب سلامت

کہہ شیخ تو جھک مار کے محراب سلامت

۴۳- جھمکا دیکھنا (شان دیکھنا)

خاک میں مجھ کو پھرانے کو جو پھرتا تھا مدام

اب تو جھمکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا

۴۴- جی ہے تو جہان ہے (دم غنیمت ہونا)

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان

آپ ہی اٹھے جہان سے تو کیا جہان اٹھا

چ
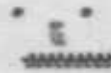
۴۵- چٹکیوں میں اڑانا (سرسری طور پر رخصت کردینا)

گل کا چٹکارنہ پوچھو سوچنے کی بات ہے

چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار

۴۶- چشم بھر آنا (آنکھوں میں آنسو آنا)

کہہ کہہ کے دکھ اپنے میں گرا آنکھ سے تیری

اتنا نہ ہوا سن کے ذرا چشم بھر آئے

۴۷- چوٹ کرنا (طنز کرنا)

آنکھوں نے تیری مجھ پر کیا ستم کیا ہے کرتا ہے چوٹ آخر آہوے آشیانی

۴۸- چوری اور سرھنگی (چوری اور سینہ زوری)

چوری اور سرھنگی لادل پھیر دے سر ھلاتا ہے ذہوں تو نے لیا

۴۹- چولھے میں جانا (خارج از بحث ہونا)

بھلا اور سب باتیں چولھے میں جائیں

تم اس سوز سے کیا وفا کرچلے

۵۰- چونچ بند کرنا (خاموش رہنا)

ذرا چونچ اپنی تو کر بند ناصح تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے

۵۱- چونچلے کرنا (نازو ادا دکھانا)

کوئی ایسی بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم

وہ کرے چونچلے اور میں اسے بیٹھا دیکھوں

۵۲- چھاتی پر سل ہونا (وجود ناگوار ہونا)

جلد اٹھ دہ تری گھر سے رقیب ہوگیے چھاتی پہ مری کلہ سل ہی گیا

۵۳- چھاتی پر مونگ دلنا (مرضی کے خلاف کام کر ہی لینا)

ایک عالم کے تو سینے پر پھپھولے پڑ گئے

کون تھا جو مونگ چھاتی پر سبھوں کے دل گیا

غیر کو کیا کہوں مرے بھایے تو ہی چھاتی پہ مونگ دلتا ہے

۵۴- چھاتی بھر آنا (رقت آجانا)

دیہوں پہ ابر باران سوز کے احوال کو سن کر

فلک کی ہی محبت سے یہ اب چھاتی بھر آئی ہے

۵۵- چھاتی پکانا (حد سے زیادہ پریشان ہوجانا)

دشت شوخ نے مجلس میں چھاتی تو پکاڈالی

لے آیے وہان کوئی اب جاکے سوز مولا بالی کو

ح

۵۶- حجاب نکلنا (مانوس ہوجانا)

کسی طرح ترے دل کا حجاب نکلے گا   مرے سوال کا منھ سے جواب نکلے گا

خ

۵۷- خالا جی کا گھر (کام کو آسان سمجھنا)

یہ عاشقی ہے خانہ خالا نہیں میان   سرہی تو پہلے راہ میں، بت سرہراہ ہے

۵۸- خاک چھاننا (در بہ در پھرنا)

نہ پایا خاکسار اب سوز ساکوئی   جہان کی چھانی ہم نے خاک ساری

۵۹- خاک میں ملنا (فنا ہوجانا)

ہم کو معلوم ہوا تم نہ ملوگے ہرگز   ہان مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤ گے ہمیں

۶۰- خالی جانا (بے مراد جانا)

خالی نہ یہان سے اے ستم ایجاد جائیں گے

ہم دل میں تیری چاہ کی لے یاد جائیں گے

۶۱- خدا کو ماننا (انصاف کرنا حق کہنا)

خداکومان ذرا صبر کر نہ ہوبیتاب   تڑپ تڑپ کے مرے سرپہ کیا تولایے گا

۶۲- خدالگتی کہنا (انصاف کی بات کہنا)

بندے کی بندگی کا کسی کو یقین نہیں   پیارے خداکے واسطے بول اٹھ خدالگی

۶۳- خندہ (کرتاہ تھ)

غریب و ناتواں میں نے سمجھ کر دل کو پالا تھا

سو یہ خندہ بھی میرے حق میں رستم داستاں نکلا

شیفتہ

۶۴- دال نہ ہونا (دفع ہوجانا)

نا صحا یک یک نہ کر جا بھی کہیں ہو دال نے

لے گیا تھا اس کے گھر ڈر ہے ترا ہاں ہاں گیا

۶۵- دل جلانا (کوشش کرنا ، غم اٹھانا)

نہ ہوا شمع رو کبھی اپنا   ہم نے دل سو طرح جلا دیکھا

۶۶- دل کھول کے رونا (خوب رونا)

رقیبوں کے ڈر سے سہارا نہ کہنے دیں   کبھی کھول کر دل میں رونے نہ پایا

۶۷- دل سے اتارنا (بے وقعت ہوجانا)

گو خلق نے آنکھ سے گرایا   لیکن تو تو نہ اتار دل سے

۶۸- دم مارنا (چوں و چرا کرنا)

خنجر سے منہہ نہ موڑا تیغہ سے دم نہ مارا

اس سوز نے سہی ہیں تیری جفائیں کیا کیا

شیفتہ

۶۹- رام ہونا (قابو میں آنا)

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار   توبھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

۷۰- راہیں مارنا (راہ کھوٹی کرنا)

آنکھوں کو اب سنبھالو یہ مارتی ہیں راہیں

دیکھے مسافروں کو دیتی نہیں نکا ہیں

۷۱- راہ تکنا (انتظار کرنا)

بعد الحاج بے خانے میں کل ناصح کو میں لاکر

سحر سے تابہ شام اے سوز تیری راہ تک دیکھی

۷۲- ریزہ چیں ہونا (پروردہ ہونا)

اداکس کی زبان سے ہوسکےشکر اس کی دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قاب محمد کا

شیفتہ

۷۳- زبان سنبھالنا (خوش کلامی اختیار کرنا)

بھلا کون اچھا ہے انصاف کیجئے بھلےآدمی ہوں زبان تک سنبھالو

۷۴- زبان کٹنا (بات کرنے کی اجازت نہ ہونا)

کبھوں میں بزم میں جا اس کے حال دل لیکن

کٹے ہے شمع کی واں تو زبان کیا کیجئے

۷۵- زمین سخت اور آسمان دور ہونا (بے یار و مددگار اور بے بس ہونا)

میاں تجھ سے کچھ زور چلتا نہیں زمیں سخت اور آسمان دور ہے

شیفتہ

۷۶- سائی بدھائی کرنا (کسی سے کچھ کہنا کسی سے کچھ کہنا)

عجائب رسم ہے ان دلبران دھر کی یارب

کسی کے ساتھ جا سونا کہیں سائی بدھائی ہے

۷۷- ستم ہلنا (ظلم کو عروج ہونا)

خدا کے واسطے مت ہٹ کیا کر ستم ہلتا نہیں ہے نوجوان کو

۷۸- سر پر خاک ڈالنا (آہ و بکا کرنا)

رونے کا عشق مجھ کو سر خاک ڈال اپنے

مرنے کا میرے تجھ کو کاہے کا غم رہے گا

رونے کی عاشقی ہی سر خاک ڈال اپنے

محبوب کو ہمارے مرنے کا غم نہ ہوگا

۷۹- سر ہتھیلی پر ہونا (جان کی پرواہ نہ کرنا)

سوز کا سر تو ہے ہتھیلی پر   کسی کی خاطر مگر تو کستا ہے

۸۰- سر سے صدقے کرنا (اپنے پر سے تصدق کرنا)

سر سے صدقے کر کے اپنے پھینک دے   میں تری صدقے گیا او بے وفا

۸۱- سوکھ کر کانٹا ہونا (بے حد کمزور ہو جانا)

عجائب ہے کسوں کو داد دی ہے تیرے عاشق نے

تری ملنے کی خاطر سوکھ کر یہ ہوگیا کانٹا

۸۲- سینہ میں گھسنا (اپنا بننے کی کوشش کرنا)

دل دشمن تری الفت نہ مانوں میں نہ مانوں میں

جو تو سینہ میں گھس کر دوست کہلائے ہزار اپنا

۸۳- سیر ہونا (بھوک مٹ جانا)

شیر بھی تھوڑا لہو پی کر کے ہوجاتا ہے سیر

سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کلیجہ کھائے عشق

۸۳- سینہ سپر کرنا (مقابلہ کرنا)

تیغ آگے جو یار کھینچے اے سوز   تو سینہ کو ہم سپر کریں گے

"ش"

۸۵- شیر و شکر ہونا (گھل مل جانا)

دفتر رز اب تو دختر ہوگئی   سوز سے مل شیر و شکر ہوگئی

"ع"

۸۶- عذر بدتر از گناہ (خطا کو نہ تسلیم کرنا خطا کرنے سے بھی بدتر ہے)

تس پر یہ عذر ہے کہ مرا آشنا ہے وہ

میاں جی تمہارا عذر تو ہے بدتر از گناہ

"غ"

۸۷- غصہ ناک پر ہونا (بات بات پر ناراض ہوجانا)

نہ نت کے کون نخرے اٹھائے   ترا غصہ تو ہردم ناک پر ہے

۸۸- غم کھانا (تحمل کرنا)

کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بے غم رہو یارو

کہ میں نے آپ اس سارے جہاں کے غم کو کھایا ہے

"ف"

۸۹- فتنے جگانا (ہنگامے برپا کرنا)

چلے جاؤ کیا گھورتے ہو مجھے   نئے سر سے فتنے جگا کر چلے

جگا مت اے فغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا

قیامت مجھ پہ لاوے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا

"ق"

۹۰- قربان ہونا (نثار ہونا)

کیا سوز کو قتل ہنستے ہی ہنستے   میں قربان ہوا جان ایسی ہنسی کا

٩١- قراولی بدنا (خط غلامی لکھنا)

اے سوز میں بدون تبھی ان کو قراولی   شہری غزال یہ جو کسی سے ہلاکریں

٩٢- قہر درویش برجان درویش (اپنے اوپر برداشت کرنا)

قہر درویش برجان درویش   شکوہ کیا ہے تیری ستم کا

٩٣- قیامت لانا (مصیبت برپا کردینا)

جگا مت اے فغان دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا

قیامت مجھ پہ لادے گا جو یہ فتنہ کہیں جا گا

• گ •

٩۴- کان پر جوں نہ پھرنا (کچھ بھی احساس نہ ہونا)

کان پر جوں بھی پھری تیری نہ یار   روز تیرے در پہ سر پٹکا دیا

٩٥- کافور ہوجانا (فرار ہوجانا)

مت نام وفا کا لے تو او بے وفا دورہو   اٹھ اٹھ مرے پہلو سے کافور ہو چادر ہو

٩٦- کالے کوس (بہت دور ہونا)

دیکھتو میں کھڑا ہوں کالے کوس   وہیں پہچان کر مجھے بھڑکا

بے گنہہ بے جرم بے تقصیر لاکھوں ہیں مرے

بھاگتے ہیں تجھ سے کالے کوس اب جلاد بھی

٩٧- کسی کا کہا نہ کرنا (بات نہ ماننا)

کہیں تو ہم بات تجھ سے لیکن کسی کا کب توکہا کریگا

جو سوز پر تو ستم کرے گا تو دیکھ ظالم برا کرے گا

٩٨- کلیجہ پکنا (بے زار ہوجانا)

انتظار وصل میں تھک گیا   ہجر کے ہاتھوں کلیجہ پک گیا

٩٩- کمر کسنا (تیاری کرنا)

سوز کا سرتو ہے ہتھیلی پر   کس کی خاطر کمر تو کستا ہے

١٠٠- کمر باندھنا (تیاری کرنا)

پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر

میں پڑا کھاتا پھروں گا تا قیامت پیچ و تاب

١٠١- کنارا کرنا (علیحدگی اختیار کرنا)

صبر و قرار و عقل و ہوش سب یہ کنارا کر گئے

غرق ہوں بحر فکر میں کس کو اب آشنا کروں

١٠٢- کو بہ کو پھرنا (در بہ در پھرنا)

ہمارا سوز بھی مفلس پھرے ہے کو بہ کو مارو

دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا ۔

١٠٣- کوس بجنا (دور دور تک شہرہ ہونا)

کہو ان سے تمہاری دوستی کا کوس بجتا ہے

رہے گا کس طرح سے سوز عالم میں نہاں مشفق

• گ •

١٠٣- گنبد کی صدا (جیسا کہنا ویسا ہی سننا)

صدا گنبد کی سمجھے شیخ صاحب   ارے میاں سوز کا بانگ فغاں ہے

۱۰۵- گریبان میں منہہ ڈالنا (اپنے اعمال کا جائزہ لینا)

گریبان میں ذرا منہہ ڈال کر دیکھ کہ تونے اس وفا پر مجھ سے کیا کی

۱۰۶- گرم ہوکے آنا (برہم ہوجانا)

کیوں طفل اشک میں نے آنکھوں میں تجھ کو پالا

اس پر بھی میرے منہہ پر تو گرم ہوکے آیا

۱۰۷- گلے پڑنا (کسی بوجھ بن جانا)

گلے تیرے نہیں پڑنے کے مت ڈر چلا جاوے گا سیدھا آسمان کو

۱۰۸- گھر گھالنا (درہم و برہم کردینا)

آہ پر آہ نالے پر نالا عشق صاحب نے میرا گھر گھالا

۱۰۹- گھر بیٹھ جانا (خاتمہ ہوجانا)

گھرجنوں کا بیٹھ ہی جاوے گیا تھا بعد قیس ہم اگر برپا نہ کرتے خانۂ زنجیر کو

۱۱۰- گھات لگانا (تاک میں ہونا)

سوز آگے سنبھل کے جانا بیٹھا ہے لگائے گھات بانکا

۱۱۱- گیا گذرا ہونا (ناکارہ ہونا)

سوز کے قتل پر کمر مت باندھ ایسا جانا ہے کیا گیا گذرا

سمایا ہے ستوں میں کوہ کی اور دشت میں مجنوں

میں ایسا کیا گیا گذرا ہوں ہر دل میں سماؤں گا

۱۱۲- لاگ لگانا (گھات لگائے ہونا)

عزم شکار کرکے تو اے نازنین نہ جا بیٹھے ہیں لاگ تجھ پہ لگائے کہیں نہ جا

۱۱۳- لگا لینا (مائل کرلینا)

لگاهی لیا ایسے وحشی کو آخر　　معاں سوز تم نے بڑا من کیا ہے

۱۱۴- لگا دینا (غیبت کرنا)

سوز کیا بک رہا ہے بس چپ رہ　　کوئی جو اس کو جا لگا دیوے

۱۱۵- لگی کو بجھا دینا (طلب پوری کردینا)

میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط　　اس لگی کو تو بجھا دے یارب

۱۱۶- لو کا لگنا (آگ لگنا)

الہی محبت کو لگ جائے لوکا　　کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھبھو کا

مرے دل کو وہیں لوکا سا اک آکر لپٹتا تھا

کبھی تو بھولے میر سوز کی ہاں یاد میں کرتا

۱۱۷- لہو لگا کے شہیدوں میں داخل ہونا (نام کے لیے کسی کام میں شمولیت کر لینا)

داخل شہیدوں میں تو لو ہو لگا کے سب تھے

شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو میں تھا

۱۱۸- لینے دینے میں ہونا (اچھے برے میں ہونا)

کسی کے لینے دینے میں نہیں کونے میں بیٹھے ہیں

تمہارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب

۱۱۹- لے کے مکرنا (

کاہے کو گھورتا ہے ظالم　　کچھ لے کے ترا مکر گئے ہم

۱۲۰- ماں گھٹنا (اہمیت کم ہوجانا)

بزم میں رکھتے ہی قدم شام کی صبح ہوگئی　　شمع کا ماں گھٹ گیا دیکھیو منہ کے نور کا

۱۲۱- مر رہنا (کہیں جاکر کھو جانا یا بیٹھ رہنا)

بس اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہو

جو تجھ سے کچھ حقیقت کہہ نہ آئے کچھ تو جاکہنا

۱۲۲- مزا منش (صاحب ذوق)

لیتے نہیں مزا منش جس چیز میں ہووے خلش

تو کیا کرے گا چھین کر میرے دل صد چاک کو

۱۲۳- مزا پڑنا (عادت ہوجانا)

خدا حافظ اے دل تری بیماری جی کا   کہ تجھ کو مزا ہے پڑا عاشقی کا

۱۲۴- منہہ تکنا (حسرت سے دوسروں کو دیکھنا)

بہ یاد یار ہر ہر ایک غنچہ کا ہوں منہہ تکتا

کہ اس میں ٹھیک ہے انداز خاموشی اس کا

۱۲۵- منہہ جھٹالنا (بار بار کھانا پینا)

دوچار پیالیوں میں ہوتانہیں نشہ کچھ   ہاں منہہ کو جب جھٹالیں جب مےسبوسبو ہو

۱۲۶- منہہ چڑھنا (گستاخ اور بے باک ہوجانا)

الٰہی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو   کہ منہہ چڑھاہے بہت زلف یار کی مقراض

۱۲۷- منہہ چڑانا (مذاق اڑانا)

میں نے اس کو کہا سنا یارو   بات کرتا ہوں منہہ چڑاتا ہے

۱۲۸- منہہ کالا ہونا (ذلت ہونا)

تم نے دل کو پھنسا یا زلفوں میں   انکھڑیوں ہو تمہارا منہہ کالا

۱۲۹- منھہ کھلوانا (شکایات کرنے کے مواقع دینا)

بس منھہ کو مت کھلاؤ میاں در گذر کرو

میں جانتا ہوں تم کو وہ آنکھوں میں گھر کرو

۱۳۰- منھہ لگنا (گستاخ ہونا)

لگے ہے دیکھ تو کس کس کے منھہ پر آکے مجلس میں

وہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشہ کا

۱۳۱- منھہ موڑنا (فرار ہونا ، اجتناب برتنا)

خنجر سے منھہ نہ موڑا تیغہ سے دم نہ مارا

اس سوز نے سہی ہیں تیری جفائیں کیا کیا

۱۳۲- منھہ میں پانی بھرنا (للچانا)

لے کے شبنم " منھہ میں پانی بھر رہا ہے" شوق سے

دیکھ تیرے رو کو شعلے پہ اکتاتا ہے گل

۱۳۳- من مارنا (خواہش کو دبالینا)

جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ

کہ تیرا ہر گھڑی " من مار " رہنا یاد آتا ہے

۱۳۴- موتا شکار ہونا

یا ناوک مژہ سے یا تیغ ابروان سے جیتا نہ چھوڑ دل کو کہ " موتا شکار" ہے کا

" ن "
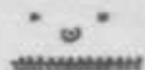
۱۳۵- نادان دوست جان کا دشمن (نادان انسان کی دوستی بھی نقصان کا سبب بنتی ہے)

معلوم اپنے دل کے سلوکوں سے یوں ہوا

نادان جو ہوے دوست وہ دشمن ہے جان کا

۱۳۶- نظر سے جدا ہونا (دور ہوجانا)

نظروں سے ایک دم نہیں ہوتا مری جدا اے سوز کیا کروں میں بیان وفائے اشک

۱۳۷- نظر لگنا (

ڈرتا ہوں میں اے سلیم پر تجھ کو نہ لگ جائے نظر

چمکا نہ تو ہر بات میں اس ابروئے چالاک کو

۱۳۸- نظر میں خار ہونا (وجود گوارا نہ ہونا)

دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو گل اس کی نظر میں خار ہوتا

۱۳۹- نوبت بجانا (شان جتانا)

ہراک اپنی اپنی بجاتا ہے نوبت بجا سوز کا کوس شہرت بجا ہے

۱۳۰- ہاتھ اٹھانا (دست کش ہونا)

بس طبیبو ہاتھ تم اب سوز سے اٹھاؤ اتنی دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

۱۳۱- ہاتھ پاؤں پھولنا (گھبراجانا)

صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول

گھبرا گیا نہ اے دل نا کردہ کار حیف

۱۳۲- ہتھیلی پر سرسوں جمانا (نا ممکن کام سر انجام دینا)

کھینچ لائی ہے چمن میں کیوں کہ اس مغرور کو

تو نے کیا سرسوں ہتھیلی پر جمائی ہے بسنت

۱۳۳- ہاتھ دھوکر پیچھے پڑنا (پریشان کرنا)

پڑا تھا ہاتھ دھوکر اس کے پیچھے اب آیا چین کیوں نہ کھو گیا دل

۱۳۴- ہاتھ کٹانا (بے اختیار ہوجانا)

کٹا کر ہاتھ ، منہہ آگے نہ مانگوں کا مزا لیجے

بدن اس ڈھنگ سے گذرے گی قبل ایک دن ہوگا

۱۳۵- ہاتھ لگے کر لینا (ایک ساتھ کام کرلینا)

چھری دیتے ہو ، ظالم کے ، گلے پر روز و شب بھاہے

یہ لگتے ہاتھ کر لو سوز کی گردن جدا بیٹھو

۱۳۶- ہاتھ ملنا (افسوس کرنا)

آہ جی اس طرح نکلتا ہے جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے

۱۳۷- ہماری بات ہم پر (جو الزام لگائے اسی پر الزام لوٹادینا)

ہمیں کہتاہے درحو بے وفا خوب ہماری بات کیوں بھایے ہمیں پر

۱۳۸- ہوش اڑنا (گھبراجانا)

عشق تو کرتے مگر واقف نہ تھے اس چال سے

اڑ گئے ہوش و حواس آواز سے خلخال کے

===== ooo ====

۱۱- روز مرہ اور تکیہ کلام :

محاورے اور روز مرہ کے اعتبار سے سوز کا کلام بہت بلند پایہ ہے وہ بڑی صفائی سے ان کو برتتے ہیں ان میں بڑی بے تکلفی اور بے ساختگی ہوتی ہے ۔ محاوروں کی تو ہم نے ایک فہرست دی ہے لیکن سوز کے کلام میں دراصل روز مرہ اس طرح ہے کہ مثال میں پورا کلام پیش کیا جاسکتا ہے ۔ شاید ہی کوئی غزل ایسی ہو جو روزمرہ سے خالی ہو چند شعر یہاں پیش کئے جاتے ہیں :-

نہ چھیڑو سوز کو یہ اک نئی تم نے نکالی ہے — کوئی بھی دو کھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

میں تیرے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے — ذبح بھی کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں قربان نہ ہو

مست تو پھرتا ہے راتوں کو کہیں بہتان نہ ہو — اور تو تو جان لیہو سوز کا مہمان نہ ہو

اور لو لونا ان بوسہ بھی لیا اچھا میاں — منھ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمراہ غلط

اسی طرح بعض الفاظ تکیہ کلام بن گئے ہیں جیسے، بھائی، صاحب، میاں، جان، میاں سپاہی جی، میاں جان، جان من، میاں بانکے وغیرہ

کہاں میں اور کہاں اندیشہ بوس و کنار اس کا

نہ بھائی! یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا

وہ میرے نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی

نہ صاحب وصل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا

یار اگر صاحب وفا ہوتا — تو میاں جان کیا مزا ہوتا

ہمارا دل بھی صنم خانہ قدیمی تھا — میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا

بھایے آنکھیں تو پونچھ لوں بیٹھو — ابھی مت جائیو بوسہ ہے

نہ چھیڑو سوز کو یہ اک نئی تم نے نکالی ہے — کوئی بھی چھیڑتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

بغیر از دوست دشمن کا نہیں بنتی ہے خون ہرگز — میاں بانکے تمہاری تیغ ابرو کا بھی جس دیکھا

---- ००० ----

۱۲- تشبیہات اور استعارے :

سوز کا کلام سادگی اور سلاست کا ایسا شاہ کار ہے کہ اس میں صنعت گری تلاش کے باوجود نظر نہیں آتی وہ اتنے عام فہم اور سادہ طریقہ سے دل کی بات کہتے ہیں کہ اسے موثر بنانے کی مزید ضرورت باقی نہیں رہتی - سادگی بیان ہی کا یہ اثر ہے کہ سوز کے ہاں استعارات اور

تشبیہات خال خال ملتی ہیں ، مثلاً :

توہے اب اس طرف اے کشتی بحر مراد | اس کی خاطر میں بھی سیر موجۂ دریا کروں
ے دل تو اس کے حسن مخط کو آتو دیکھ | خورشید آکے تا بہ لب بام رہ گیا
نظر کر زلف کے حلقہ میں اے دل | گل خورشید پھولا شام میں دیکھ
برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں | لخت دل جھڑتے ہیں ویسے آنکھ کے ناسور سے

----- ---- ----

۱۳- وہ غزلیں جو نظم بن جاتی ہیں :

سوز کی غزلیں ایک خاص کیفیت کی حامل ہیں - ان میں شروع سے آخیر تک ذہنی ہم آہنگی اور فکری تسلسل قائم رہتا ہے ان کی غزلیں نظم سے مشابہت رکھتی ہیں ان میں ایک ہی قسم کا مضمون پایا جاتا ہے اور نفس مضمون کے لحاظ سے باقاعدہ عنوان مقرر کیا جاسکتا ہے - سوز کا اپنے معاصرین میں یہ اہم کارنامہ ہے ان کی جولانی طبع غزل کی تنگ دامانی کی متحمل نہیں ہوتی جوش بیان اور زور لسانی غزل کو نظم میں بدل دیتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ خلوص اور جذبہ کی شدت ان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ دل کی بات وضاحت اور صراحت سے بیان کریں، دیوان سوز میں بہت سی ایسی غزلیں ہیں جن کو نظم کہا جاسکتا ہے یہاں پر بطور نمونہ دو غزلیں پیش کی جاتی ہیں -

ملنے کی تیری دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا | مانگی ہیں تیری حق میں ہم نے دعائیں کیا کیا
دکھ درد میں جلنا رہ رہ کے کھول پڑنا | پھوڑا ہے دل نہیں ہے تجھ کو سنائیں کیاکیا
خوف رقیب ، حسرت، عجز و نیاز منت | جیوے پہ یہ اذیت آفت اٹھائیں کیا کیا
تن چاک، سینہ سوزاں، دل داغ ، چشم گریاں | تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھائیں کیا کیا
لے سر سے تابہ سینہ، سینہ سے تا قدم تک | ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلائیں کیا کیا

آنکھوں چھلاوا، دل چھل کے بھاگ جانا　　ہم نے سہی ہیں پیارے تیری دغائیں کیا کیا

دل موم اب ہوا ہے فرمانا میرے صاحب　　بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں کیا کیا

خنجر سے منہہ نہ موڑا، تیغہ سے دم نہ مارا　　اس سوز نے سہی ہیں تیری جفائیں کیا کیا

●●●●

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا　　کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا

کھڑا نعش پر ہوکے بولا کہ ہے ہے　　یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

چھری لے کے میں بعد سینہ کو چیرا　　تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

مرا کشتہ ایسا تو تھا جس کی خاطر　　یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا

کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ　　بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

ہوئے گرچہ عاشق ہزاروں و لیکن　　مرے سوز سا کون بے جان نکلا

●●●●

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا　　رمز میں کرنے لگا اظہار پیار

جب تلک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا　　دل میں آیا آ نہ کر اظہار پیار

کھول کر آغوش جوں کھسکا وہیں　　کہنے لاگا لا کا وا چھٹی جل جھک نہ مار

===== ●●●● =====

۱۴- تلمیحات :

سوز کے کلام میں تلمیحات بھی جا بجا ملتی ہیں ان میں بعض تلمیحوں کو بہت سلیقے سے باندھا گیا ہے - ان میں سے بیشتر قرآنی تلمیحات ہیں برائے نام فارسی اور عربی داستانوں کی ہیں۔

۱- آدم و حوا:　　فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے ہم غلام

آدم و حوا بھیں سب ایک کی اولاد ہیں

۲- طوفان نوح : قرآن پاک میں اللہ تعالی نے طوفان نوح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا سوز نے اسی تلمیح سے فائدہ اٹھایا ہے :-

جوش کو دل کے کبھی لگ نہ سکے جوش تنور

سوز کے رونے کو اے یار نہ طوفان لگا

دوسرے شعر میں طوفان نوح کی شدت کا ذکر ہے :-

آنسوؤں دریا کوئی تم سا نہیں ہے پرخروش

یہ تلاطم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں

۳- آتش نمرود : نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید پرستی سے روکنے کے لیے آگ میں زندہ جلا دینے کا حکم دیا تھا لیکن وہ آگ اللہ تعالی کے حکم سے ٹھنڈی ہوگئی اور انگارے مثل پھول کے ہوگئے قران شریف میں اس واقعہ کا ذکر ہے - سوز نے اس واقعہ کو اس طرح باندھا ہے :-

غم نہیں دنیا میں مرگز صاحب تسلیم کو

آتش نمرود تھی گلزار ابراہیم کو

۴- لحن داؤدی : حضرت داؤد علیہ السلام کی پرسوز حمد سے لوہا بھی پگھل جاتاتھا۔ سوز نے روز ازل کا ذکر کر کے لحن داؤدی کی طرف اشارہ کیا ہے :-

الست کی صدا سے اب تلک دل محو ہے یارو

بلا جانے ہماری نغمۂ داؤد کیسا ہے

۵- حضرت سلیمان علیہ السلام : اللہ تعالی نے حضرت سلیمان کو پیغمبری اور بادشاہت دونوں سے نوازا تھا ہواؤں پر بھی آپ کو حکم چلتا تھا - سوز کا شعر ہے :-

گر ہم نے آگے تخت سلیمان کیا ہے مضمون

اک روز اس جہاں سے برباد جائیں گے

صبا تجھ کو سلیماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہیو

یہ کون آتا ہے جو گلشن میں پھولا سماتا ہے

۶- تخت سلیماں : گر ہم نے آ کے تخت سلیماں کیا مضمون

اک روز اس جہاں سے برباد جائیں گے

۷- حسن یوسف : حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال مشہور ہے اسی سے

متعلق ایک شعر ہے :-

ہر صورت انساں میں ہے صورت یوسف

اے شیخ تجھے حسن نظر ہو یے تو جانے

۸- برادران یوسف : حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو حسد کے باعث کنویں

میں ڈال دیا تھا - سوز کہتے ہیں :-

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برادر ہو

۹- حضرت یوسف کی فروختگی : مصر میں حضرت یوسف کو خرید لینے کے سب ہی طلب گار تھے:-

یوسف کی کب تھی گرمئی بازار اس قدر

جو دھوم تیری کوچہ و بازار میں رہی

۱۰- گریہ یعقوب : حضرت یوسف کے غم میں حضرت یعقوب کی اشکباری کا ذکر اردو شاعری

میں جا بجا ملتا ہے :-

مجھ کو ان آنکھوں نے محجوب اس پیمبر سے کیا

لے گئی ہیں آبرو یہ گریہ یعقوب کی

غیر یعقوب اور کیا جانے حال عاشق کی اشکباری کا

بھری ہے چشم و دل میں بسکہ اس محبوب کی صورت

میرے ہر اشک کا قطرہ ہے گویا یوسف ثانی

١١- عشق زلیخا: حضرت زلیخا کا پورا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے - حضرت زلیخا کی حضرت یوسف سے محبت کا اردو شاعری میں بارہا ذکر ملتا ہے :-

وہ بولا جسے تیری تصویر نظر آئی

یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

کیا فائدہ یعقوب سے ہم ہوویں عدیدے

عاشق ہو زلیخا سا تو یوسف کو خریدے

١٢- کوہ طور : حضرت موسی آگ کی تلاش میں کوہ طور پر گئے تھے

جس طرح پردہ اٹھا کر شوخ نکلا ناز سے

اس طرح موسی نہ لائے آگ کوہ طور سے

١٣- جلوۂ طور : آگ کی تلاش میں حضرت موسی کوہ طور پر پہنچے وہاں آگ کی بجائے پیمبری مل گئی لیکن جمال الہی نے نگاہوں کو خیرہ کردیا :-

طور پر جاکے تجلی کو بھی دیکھا موسی

میرے صاحب کی سی پر طالع بیدار کہاں

١٤- برق طور : اس تجلی سے حضرت موسی بے ہوش ہوگئے اور طور کی پہاڑی جل کر سرمہ بن گئی :-

سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق کیا

دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے کوہ طور کو

۱۵- صبر ایوب : حضرت ایوب علیہ السلام سخت ترین آزمائشوں سے گذرے لیکن آپ نے ان سب کو کافی صبر اور تحمل سے برداشت کیا :-

کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں
جیب میں اپنی شکیبائی نہیں ایوب کی
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا
لو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے

۱۶- حضرت خضر : مشہور ہے کہ حضرت خضر کو ابدی عمر بخشی گئی ہے :-

جوں خضر ہوس عمر ابد کی نہیں مجھ کو
اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذرے

حضرت خضر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بھولے بھٹکوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور آبادیوں سے دور رہتے ہیں - حضرت موسی نے دریا کا سفر جن صاحب کی رہنمائی میں کیا تھا وہ حضرت خضر ہی تھے - قران شریف میں اس واقعہ کا خاص طور سے ذکر ہے - کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر آبادیوں سے دور رہتے ہیں ان کو کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے سو اس لیے عنقا اور ہما کی روایتوں کے ساتھ حضرت خضر کا ذکر کرتے ہیں :-

عنقا ہوں یا ہما ہوں وگر ہوں مسیح و خضر
آبادئی جہاں سے خلوت گزیدہ ہوں

۱۷- حضرت زکریا کی شہادت : قوم کو سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت کر رہے تھے - ان میں سے کچھ آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے حملہ آور ہوئے آپ ان سے بچنے کے

لیے بھاگے - سامنے ایک بہت موٹا درخت تھا وہ پھٹ گیا اور آپ عالمِ خوف میں اس کے شگاف میں چلے گئے - درخت پھر سے برابر ہوگیا لیکن آپ کی عبا کا ایک کونہ باہر رہ گیا - پیچھے پیچھے دشمن بھی جا پہنچے انھوں نے کرتے کا کونہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ آپ درخت میں چھپ گئے ہیں انھوں نے درخت کو چیرنے کا فیصلہ کیا کہ اس وقت وحی آئی کہ اللہ تعالی کو آپ کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ غیر اللہ کی پناہ تلاش کریں اور اس کے حکم کے بغیر دشمنوں سے ڈر کر فرار ہوں - منصب نبوت اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ جب درخت چیرا جارہا ہو تو زبان سے اف نہ ہو سوز کہتے ہیں :-

جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ ناچیز

ذکریا کی سی طرح تا بہ کمرچریں گے

۱۸- فرعون شداد : اے عزیزو اٹھ گئے دنیا سے یوسف طلعتاں

اور جو باقی ہیں سو وہ فرعون ہیں شداد ہیں

۱۹- مسیحا: حضرت عیسی علیہ السلام مردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کردیتے تھے۔

عیسی کو یقین ہے کہ نہ جاوے گی تپ عشق

وہ درد کا میرے کبھی درماں نہ کرے گا

نوک سوزن و اداب جاگہ نہیں ہے دل میں وائے

سوزن عیسی سے چاک دل سلاؤں کیا کروں

۲۰- شق القمر : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے کہا کہ آپ اگر سچے رسول ہیں تو چاند کو حکم دیجئے کہ بیچ سے دو ہوجائے آپ نے انگشت شہادت سے

اشارہ فرمایا چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے - سوز اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں: -

ماہ رویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے

۲۱- سکندر : کہتے ہیں کہ سکندر کے عہد میں آئینہ بنایا گیا تھا - چنانچہ جب آئینہ کا ذکر ہوتا ہے تو سکندر بھی یاد آجاتا ہے :-

نہ پوچھو مجھ سے اے یارو دماغ ان سادہ رویوں کا
سکندر کے تئیں سمجھیں ہیں یہ آئینہ وار اپنا

۲۲- رستم : رستم فردوسی کا ہیرو ہے اس کی قوت اور شجاعت ضرب المثل ہے :-

رستم نے گو پہاڑ اکھاڑا تو کیا ہوا
اس کو سراہیے جو ترا ناز اٹھا سکے

۲۳- قیس و فرہاد : قیس عرب کے اور فرہاد ایران کے مشہور زمانہ عشاق ہیں :-

کتابوں میں نہ دیکھو قیس اور فرہاد کا قصہ
انھوں کا حال میرے کلۂ اس دل ناشاد سے پوچھو
ہوئے قدرت میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
و لیکن سوز سا بھی عاشقوں کے بیچ کم نکلا

۲۴- جوئے شیر : فرہاد نے جوئے شیر تیار کرلی تو خسرو کی فرستادہ عورت نے اس کو یہ جھوٹی خبر سنائی کہ شیریں مرگئی فرہاد نے اس خبر کو سن کر خود کو ہلاک کرلیا: -

کو کے سر پھوڑ کے جو، خون کی بہار سے فرہاد

لیک مجنون سی تری دیدۂ خونبار کہاں

پھاڑ کر جوشِ شیر شیرین نے کہا فرہاد سے سنے ہی بے

۲۵- مانی و بہزاد : ایران کے دو بڑے مصور

کام دیکھا میں بہت مانی و بہزاد کا ہائے

آنکھوں میں تری ہی تصویر بہت اچھی ہے

====== ==== =====

۱۵- مقامی اثرات :

سوز نے طویل عمر پائی اور دہلی سے مرشدآباد تک کا سفر کیا اگرچہ وہ ایک معزز صاحب تھے لیکن امراء کے تعلق نے ان کا عوام سے رشتہ ٹوٹنے نہ دیا - اپنی منکسر المزاجی کے باعث وہ عوام سے بہت قریب رہے اور جہاں جہاں انھوں نے قیام کیا وہاں کے اثرات کو بھی قبول کیا ان کے کلام میں جا بجا ایسے الفاظ ملتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مقامی اثرات کو انھوں نے قبول کیا ان کے کلام کا مطالعہ کرنے والا یہ اندازہ لگاسکتا ہے کہ شاعر ہندوستان کی فضاؤں میں سانس لے رہا ہے - مثلاً ہندوؤں کے ہاں خوشی کے موقعہ پر دودھ چاول سے مہمانوں کی ضیافت کی جاتی ہے ساتھ ہی ان کے ہاں پرندوں میں کوے کو خوشی کی خبر لانے والا سمجھا جاتا ہے- اسی طرح ستی ، گنگا ، جمنا ، گوپی ، کنگال ، چوک وغیرہ

کھلاویں گے تجھے ہم دودھ چاول پیٹ بھر بھر کر

خدا کے واسطے جلدی خوشی دے سوز کی کاگا

***

دیکھ آیا ہے کیا ستی ہوتے   سوز کیا با فراغ جلتا ہے

***

کوئی کہتاہے یہ قصر فلک میں نے کیا پیدا   کوئی کہتا ہے یہ گنگا تو میں ہی کھدائی ہے

***

نہ دی فرصت کسی نے خون یک قطرہ کے بہنے کی   ورنہ ہم تو رکھتے ہیں جیحوں اور گنگ آنکھوں میں

***

دل کو میری زلف میں رکھ کر کیا قربان سر   جس طرح پتھر بھرا ہے باغبان کوہن کے بیچ

***

بھوڑ ہوجائے گی سب کنگال دوڑیں گے ابھی   لے میں چشم غریب اتنی گہر باری نہ کر

****

سوز کو کل چوک میں دیکھا عجب احوال سے   پوچھتا پھرتا تھا میرا آشنا کس نے لیا

==== *** ====

۱۶- نئے مضامین :
============

سوز کے ہاں بعض مضامین بالکل نئے ہیں اور ان کو ادا کرنے میں انھوں نے بڑی قدرت فکر سے کام لیا ہے -

تولکڑیاں کھاوے گی بہت اے شب ہجراں   گر سوز کا دل تک بھی کہیں خام رہے گا

الٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ   دیا ہے جی نگاہ واپسیں پر

ہر اک قطرہ سر مژگاں یہ ہے جوں پارہ آتش

تماشہ دیکھ بجائے دار پر منصور جلتا ہے

اور کچھ پایا نہیں ہم نے دل وحشی کا کھوج   پر لہو سا لگ رہا تھا نوک ہر یک خار سے

کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی میں جو اس کی　　کسی نے اس طرح کی شاخ گل میں کب لچک دیکھی

اشک تو مجھ پہ ہی گرم نہ ہوکر یوں آئے　　گل کے گہوارے میں شبنم بھی تو جھولی ہوگی

دلا پروانہ تیرا مجھ سے بہتر کون ہووے گا　　مجھے مت بھولیو جس وقت ذوق سوختن ہووے

مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ　　یہ ملاتی ہے جلد دوست سے دوست

صنم پوجنے والو اب مجھ کو پوجو　　مجھے بت کدے نے اپنا برہمن کیا ہے

===== ==== ======

١٧- رعایت لفظی :

سوز کے اشعار میں رعایت لفظی کا بہت اہتمام ملتا ہے - بعض جگہ رعایت لفظی ایہام کی سرحد تک جا پہنچتی ہے - جیسے

ترسا سے ترس کھایا احوال سن کے کو میرا　　بے ترسی ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا

عجب لہجے سے لپٹا ہے دل کو مار سیاہ　　صنم کی زلف میں دل کو کاش ڈس دیکھے

ہر گھڑی باغ میں مت ہو گل چیں　　ایک دم غنچوں کو ہنس جانے دے

گرہم نے آگے تخت سلیمان کیا حصول　　اک روز اس جہان سے برباد جائیں گے

بات ہے یا کہ پھول جھڑتے ہیں　　یار غنچہ دہان کے صدقے

شرمندگی سے چاند نہ نکلے گا پھر کبھی　　تو چاندنی کو دیکھنے اے مہ جبیں نہ جا

ہم سے ہونٹوں کے گالوں کے ہمیں　　عارضی بوسہ پہ مت بہلائیے

===== ==== ====

١٨- ہندی الفاظ میں فارسی اضافت :

اساتذہ کے ہاں اکثر ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی اضافت ملتی ہے سوز نے بھی جا بجا فارسی اضافتیں ہندی الفاظ کے ساتھ لگائی ہیں :-

دل پڑا روتا ہے روز و شب حصار تن کے بیچ　　جس طرح جھڑیاں لگی ہیں موسم ساون کے بیچ

ترا خط دیکھ یوں بھولے ہیں سب قرآن کا پڑھنا　　کہ جوں تہہ کر رکھیں تقویم ہائے پارسائی کو

===== ००० =====

۱۹- فارسی محاورے :

شعرائے قدیم نے فارسی محاوروں کو اردو غزل میں اسی انداز سے باندھا ہے جیسا کہ فارسی میں مستعمل تھے سوز نے بھی اس روش کو اختیار کیا ہے ۔ مثلاً برباد دامن ، دشمن کردن ، ثواب کردن ، خواب کردن ، گوش کردن ، جواب کردن

برباد دے جو اپنے تئیں اس کو کون دے　　دیتے ہیں کچھ اس لیے اہل کرم مجھے

ترا شکوہ جو مجھ سے نکلے ہے میں　　مری دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے

مدفون اپنے کوچے میں کرلیجے سوز کو　　قاتل خدا کے واسطے اتنا ثواب کر

دل تیرے اضطراب سے ہے جان ناک میں　　اے فتنہ ایک آن تو سینہ میں خواب کر

بات تم سن کے رقیبوں کی پشیمان ہوگئے　　حرف میرا یہ گہر ہے جو اگر گوش کرو

سوال دل شکنی کا میں کیا کبھو یا ہی　　کہ تونے کون سے نقصان کا جواب کیا

==== ०००० ====

۲۰- واحد جمع :

سوز کے ہاں واحد جمع کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا ہے ۔ وہ بطور محاورہ عوام اکثر جمع کو واحد کے بطور استعمال کرجاتے ہیں مثلاً غربا ، ملوکوں ، اغراض وغیرہ

بھائی کہنا ہر ایک غربا کو　　یہ تلطف کلام ہے جس کا

چشم عبرت کھول کر ٹک دیکھ تو اے مست خواب　　دھرتی کی کی ملوکوں کا کیا خانہ خراب

کبھی تو فیض کو پہنچوں میں اے مری فیاض　　کہ تیری فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض

۲۱- تذکیر و تانیث :

سوز کے کلام میں تذکیر و تانیث کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا گیا ہے وہ مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر بول جاتے ہیں ہوسکتا ہے اس زمانے میں اس کی تخصیص نہ ہو مثلاً انتہا ، بلبل ، بانگ ، جان ، خلش ، دید ، دستار، راہ ، سیر، شرم و حیا، فغاں ، محفل ، مالا، مینا کو مذکر - جور و ستم کو مونث اور گلزار کو مذکر و مونث دونوں طرح سے باندھا ہے -

سبھی آغاز میں مارے گئے عشاق دنیا میں — ازل سے اب تلک کس نے کسی کا انتہا دیکھا

اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام — تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا

عرش تک پہنچا نے کا ناقوس کا بانگ بلند — پر نہ جانا تھا کہ یہ کافر مسلماں ہوئے گا

جان کا کیا کروں بیاں احسان — یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا

رکھتے ہیں تیری زلف کے ہر تار کا خلش — کسی برہمن کے دل میں ہے زنار کا خلش

کیا دید کروں میں اس جہاں کا — وابستہ ہوں چشم خوں فشاں کا

شیخ کو کوچۂ مے خانہ میں ہم نے دیکھا — تن سے جبہ تھا جدا سر سے تھا دستار جدا

جگر پر زخم خنجر سے ہوا اور ہے دہن پیدا — الٰہی شکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا

کریں شمار ہم دل کے بار داغوں کا — تو آج سیر کریں آکے اپنے باغوں کا

گرچہ تھا وہ شمع فانوس میں تن کے ولے — پر وہاں شرم و حیا ہی مانع دیدار تھا

جگر سے آہ آہ دل سے نالہ سینے سے فغاں نکلا — سرائے تن سے کیا حسرت زدوں کا کارواں نکلا

اے نکہت گل جائیو محفل میں کسو کی — تک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسو کے

میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجھلا — موتیوں کا گلے میں ہے مالا

مینائے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان — ہوتا ہے کہیں میں یہ مری یار کیا ہوا

امید میں رکھتا ہوں صدم تیری کرم کی اس واسطے برداشت یہ سب جور و ستم کی

بلبل کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا اپنے ہی من میں پھولے گی گلزار دیکھنا

مت داغ اسے پوچھ کہیں سیر کر اس کی پھولا ہے مری دل میں یہ گلزار محبت

===== ٥٥٥ ====

۲۲- فارسی تراکیب :

کہا جاتا ہے کہ سوز کے کلام میں فارسی زبان کا اثر کم ہے وہ فارسی الفاظ اور تراکیب کم سے کم استعمال کرتے ہیں یہ بات کسی حد تک صحیح ہے لیکن اس مسئلے پر مزید اضافہ یہ کیا جاسکتا کہ سوز کی غزلیات کے دو معیار ہیں ایک معیار تو وہ ہے جہاں ان کی زبان عام بول چال سے مل جاتی ہے یہ زبان ایک عام آدمی کی زبان ہے جس میں عربی اور فارسی کے کم سے کم الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لیکن سوز کی غزلوں کا دوسرا معیار زبان کے لحاظ سے پہلے معیار سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اس قسم کی غزلوں میں فارسی زبان کے الفاظ اور تراکیب بڑی صفائی سے استعمال کی گئی ہیں وہ غزلیں کسی طرح بھی سودا ، درد اور میر تقی میر سے کم نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دوسری قسم کی غزلوں کا قوام ہی فارسی آمیز اردو سے اٹھایا گیا ہے - اور ان غزلوں کو نادر ترکیبوں سے مزین کیا گیا ہے - مثال کے طور پر اوراق گل ، بلاگردان ، پاداں، پرکالہ آتش، تیز دستی ، جان بلب ، چور نظری ، خود نمائی ، دامن سوار ، دل غم دیدہ ، ستم پناہ ، سرو خوش خرام ، سپرداری شست و شو ، شہرہ آفاق ، صبر آزمائی ، غبار خاطر جاناں ، قضائے حرص ، کنج عزلت ، کلبہ احزاں، مروت دستگاہا، مبتلائے دل ، بے سوار، دامن دست حنائی ، نشاط دل عاشق وغیرہ بہت نادر اور حسین تراکیب ہیں -

اوراق گل اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا دیکھو تو اڑا دوں گا پوچھی تل میں کسی کے

جب تلک بیٹھا ہے تو جب تک ہے مری جی میں جی اے بلاگرداں ہو میں تیرے نہیں رہ جا نہ جا

یار اگر دل کی طلب گاری کرے
کون سا دل ہے کہ یاداری کرے

دل آپ ہے پرکالۂ آتش میں کبھوں کیا
اس امر میں ہرگز نہیں تقصیر کسو کی

وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا چھری سے
میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا

ظالم کی تنظ میں ترا جان بلب آیا
رحمت ہے خدا کی تو لب بام نہ آیا

گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا
چور نظری میں تو اس کی پا گیا

یہ ہردم نصیحت جو کرتے ہیں ناصح
سمجھتا ہے کچھ خود نمائی کی خاطر

سوار جب تیش دامن کا تھا میرے لاکھوں
خدا ہی خیر کرے اب تو نیر سوار ہوا

ایک تو تھا دل غم دیدہ اسیر سر زلف
پاؤں زنجیر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا

ستم پناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھ
جو با وفا ہے اسی سے یوں بدگمان رہئے

دیکھے جو ایک آن تری سرو خوش خرام
قمری نہ دیکھے پھر کبھو شمشاد کی طرف

پھینکتا ہوں آسمان پر تیر آہ
کہدو خورشید اب سپر داری کرے

لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک کوچے میں
ستم کی تیغ کو دے ششست وشو نہ ہو بدنام

یار کا جلوہ مری کیا شہرۂ آفاق ہے
جس کو سنتا ہوں سو وہ دیدار کا مشتاق ہے

بنے خوبرو بے وفائی کی خاطر
بنا سوز صبر آزمائی کی خاطر

کم نہیں ہوتا غبار خاطر جاناں ہنوز
خاک سے میری جھٹکتا ہے کھڑا داماں ہنوز

کر مجھ کو تک یہ سوئے قناعت یہ حرف ماں
رکھتی ہے لاکھ طرح کی آفت قضائے حرص

چھٹا کنج عزلت ملا رنج و محنت
معاں جان سب آشنائی کی خاطر

اک دن کبھی آ کلبۂ احزاں میں ہمارے
غم دور ہو میرا تری برکت سے قدم کی

مجھے محفل سے اپنی تونے اٹھوایا ولے بس لے
مروت سنگدلا دور تھا تیری مروت سے

مبادا حضور کو پہنچے الم
ترے غم سے مینائے دل چور ہے

توڑی کر شعروں کے لیے کوہ کنی ناخن دستِ حنائی ہے یہاں تیشۂ دل

اک دم میں کرلے قطع نشاطِ دلِ عاشق تعریف کروں کیا میں تری ابرو کے خم کی

===== 0000 ====

۲۳- متروکات :

سوز کے کلام میں متروک الفاظ کے بارے میں تنہا کہتے ہیں :-

" سوز کے یہاں بھی متروکات کی فہرست لمبی چوڑی ہے لیکن یہ کہنا کہ آپ کے یہاں ہم عصر شعرا میرو سودا وغیرہم سے زیادہ متروکات ہیں غلط ہے اس دور میں پہلے جو شعرا گذرے ہیں یقیناً ان کے یہاں متروکات کی تعداد سوز سے زیادہ پائی جائے گی سوز کے یہاں اگر قدیم الفاظ پائے جاتے ہیں تو ان کے ہم عصر شعرا کے یہاں بھی اس قدر قدیم الفاظ پائے جائیں گے اور اکثر الفاظ تو ایسے ہیں جو اور شعرا نے بھی استعمال کئے ہیں اور اب متروک ہیں ۔"

اس پر مزید اضافہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ سوز کے کلام میں متروک الفاظ دوسرے شاعروں کے مقابلہ میں کم ہیں اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ قابل ترک الفاظ کا زبان سے خارج ہونے کا عمل بہت آہستہ ہوتا ہے ۔ جو الفاظ سوز کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں وہ شروع اٹھارہویں صدی کے ہیں سوز کی زندگی میں اصلاح زبان کا جو کام ہوا اور جن الفاظ کو متروک قرار دیا گیا وہ پرانے لوگوں کی زبانوں پر بدستور چڑھے رہے ہوں گے لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ سوز نے مروجہ متروک الفاظ کم سے کم استعمال کئے ہیں ۔

یہ حقیقت ہے کہ سوز کی زبان اپنے معاصرین کے مقابلہ میں زیادہ صاف ہے ۔ ان کے ہاں جو متروک الفاظ ملتے ہیں ان کے ساتھ ہی ان کے متبادل جدید الفاظ بھی ملتے ہیں اس سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ انھوں نے زبان کی اصلاح کے ساتھ ساتھ قابل ترک الفاظ سے اجتناب

پڑتا اور جو متروک الفاظ ان کے ہاں ملتے ہیں وہ عادتاً یا محاورۃً زبان پر چڑھے ہونے کی وجہ سے آگئے ہیں - ویسے سوز کے کلام کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رنگ سخن کثیر در قسم کا ہے اکثریت ان غزلوں کی ہے جن کی زبان فارسی آمیز ہے ان غزلوں میں زبان کی کوتاہیاں کم سے کم ہیں دوسری قسم ان غزلوں پر مشتمل ہے جو عام بول چال کے موافق ہے ان غزلوں میں زبان اور اسلوب کی کوتاہیاں ملتی ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزلیں بغیر کسی کاوش اور دلسوزی کہی گئی ہیں ان میں وہی عام فہم اور مستعمل زبان ملتی ہے جو اس دور میں رائج تھی - افعال میں وہ لازم کو متعدی اور متعدی کو لازم بنالیتے ہیں جیسے "چھٹایا" بجائے "چھٹا" "کھلا و " بجائے "کھولو" "نکلا " بجائے "نکلوا" اسی طرح ضمائر میں بھی بجائے میں نے ، ہم نے ، تم نے ، میں ، ہم ، تم بولتے ہیں - ان کے ہاں غلط العوام الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کو بطور محاورہ اور روزمرہ کے کہہ جاتے ہیں مثلاً "مزدور" کو " مزور" "ناتوان " کو " ناون" " بیرگ " کو " بے برگو " "بحث کرنے " کو " بحثے"، " دھول مارنے " کو " دھولانا" وغیرہ

جلدی اتارے صنم سر تمہیں بار دوش ہے — اور کے سر تو رکھ یہ بوجھ دور کر اس مزور کو

شہنشہ سے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے — دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے ناون کے بیچ

بہت کا شعر ہوتا ہے غم سنتے ہو بے برگو — خدا کے واسطے یہ تخم سخن دل میں مت بونا

غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے سوز کا یارو — کہ صائب اس جا بحثے تو ہوکر لا جواب آئے

عجب تم شیخ جی بحثو ہولاکر کتاب ابھی — وہ کہہ بیٹھے گا کچھ منھ سے نہ چھیڑو سوز جاہل کو

اس ذیل میں وہ بدنما ترکیبیں بھی آجاتی ہیں جو جا بجا کلام سوز میں ملتی ہیں مثلاً بعد از ، بہ یاد ، بغیر از وغیرہ -

ہے جیتے جی تو مجھے کونے یار میں رونا — رہے گا مرگ کے بعد از مزار میں رونا

بیاد یار اک غنچہ کا ہوں منھ تکتا — کہ اس میں ٹھیک ہے انداز خامشی اس کا

بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا   تڑپنے کے سوا آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا

سوز نے چوں کہ وہ زبان بولی ہے جو عام بول چال کے مطابق ہے اس لیے اشعار میں اکثر و بیشتر فنی معائب پیدا ہوگئے ہیں تعقید لفظی، عیب، تنافر، حشوو زواید تکرارقبیح اور عقم روانی کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں جن سے بسا اوقات سلاست اور روانی میں خلل واقع ہوجاتا ہے ۔ عام بول چال اور سادگی کبھی اتنی شدت اختیار کرلیتی ہے کہ کلام میں ابتذال اور سوقیت کا رنگ ابھر آتا ہے ۔ مثلاً :

ایک بوسہ پہ بیچتے ہیں دل   جادی اس مول کو تو سستا ہے

سدھا رو خیر صلا سے کہیں دم داب کر بھاگو   گر دہ کوئی دم میں سوز سوٹنالے کے آتا ہے

میں بچھ سے بچھ ملاؤں دوانے   تجھے ہاتھ ہے توڑنا ناتواں کا

زبان کاٹ لوں تیری اور بھوں کھاؤں   مزا چکھوں اے سوز تیری زبان کا

ز چل تری ہاتھوں کو میں صدقے کروں   ابھی قینچی سے ترا کاٹوں گلا

گو تم کر زور کیا تو بھی نہ ٹوٹا باڑ   اس بجھے ڈنڈ پہ کہتے ہیں سپر چیریں گے

ہلدی کو ذرا لے کر مکھڑے کو رنگو جھوٹھر   گالوں کی تو سرخی کو ٹک ابھی مٹا در ہو

رونا جو نہیں آتا تو تیل لگا کڑوا   آنسو نہیں بہتے ہیں شوے ہی بہا در ہو

سنتا ہے بچا اب تو کہتا ہوں تجھے ہش ہش   پھر سامنے نا آنا دم داب کے جادر ہو

ہم نے کلام سوز سے ایسے متروک الفاظ کی فہرست مرتب کی ہے جو اب قطعی طور پر خارج از زبان ہوچکے ہیں ان الفاظ سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ تقریباً پونے دوسو برس میں اردو زبان نے کتنی ترقی کی ہے اور ان الفاظ کو ترک کردینے سے زبان میں کتنا نکھار پیدا ہوگیا ہے۔

۱- آپھی آپ = آپ ہی آپ

منہہ چڑاتا ہے آپھی آپ کھڑا   آپھی پھر کھلکھلا کے ہنستا ہے

۲- اٹھکھل = چنچل

دیکھیو ٹک اس طرف اٹھکھل کے آنے کی طرح   پاؤں سے ٹھکراکے میرے دل کے لے جانے کی طرح

۳- آوتی ہے گی = آتی ہے

بس کہ دل میں بس رہی ہے گی کلا صدائے عندلیب

بوئے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب

۴- بگانہ = بیگانہ

جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا   جسے دیکھا اسے پایا بگانہ

۵- بھلہ ری = بہت خوب

بھلہ ری عشق تیری شوکت و شان   جدائی میں تو گئے اوسان

۶- بہہ بہانا = آمادہ ہونا

گالی سے آشنا ہی نہ تھا مارے شرم کے   اب تو وہ قتل کرنے کو بھی بہہ بہا ہوا

۷- بھل گئے = بھول گئے

سوز اتنا تو کیوں ہوا ہے ڈھر   کیا تجھے بھل گئے صنم کے عتاب

۸- پھاٹ = پھٹ

کس کو اب زیر فلک طاقت رسوائی ہے   اے زمین پھاٹ کہ میں تجھ میں سماجاؤں گا

۹- ٹک = ذرا

کہا جب سوز نے ٹک زلف کو تو کھول دے بولا

میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہے مار کھانے کو

۱۰- جاگہ = جگہ

یہ للچانے کی جاگہ کون سی ہے تجھے سراپا میں

یہ میرا ایک دل حیران ہوں کیا کیا کرے لالچ

۱۱- چک جانا = ختم ہوجانا

قصہ چک جائے جلدی مار بھی ڈال   تنگ تیرا ہے ہاں بہی تو فقیر

۱۲- چھکچھورا = بوجھ

خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو

اٹھا سکتا نہیں یہ دل کبھو تری زلفوں کا چھک چھورا

۱۳- در ہو = دور ہو

ہمیں کہتا ہے در ہو بے وفا خوب   ہماری بات کیوں بھایی ہمیں بد

۱۴- دوکھنا = ستانا

نہ چھیڑو سوز کو، یہ اک شی تم نے نکالی ہے

کوئی بھی دوکھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

۱۵- دوانہ = دیوانہ

اس شعر میں ایک دوسرا لفظ "کنے" بہ معنی پاس بھی استعمال ہوا ہے جو اب

متروک ہے -

ناصحو دل کس کنے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم   کیوں دوانے ہوگئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم

۱۶- دھکانا = للچانا ، ترسانا

دھکانا اس طرح کا نہیں خوب جان من   مجھ کو دکھا کے تیغ کسے مارنے چلا

۱۷- دھک دھکانا = دھڑکنا

کیا چوری چوری سے رات اس کے گھر　　　کلیجہ مرا دھک دھکانے لگا

۱۸- ڈول = انداز

اس شعر میں ایک اور متروک لفظ " سیتی " بھی ہے جو متروک ہے اب سے بولتے ہیں -

قبول ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم

میں کس کس ڈول سیتی منت جلاد کرتا ہوں

۱۹- ڈھڈھاھٹ = رنگینی

عارض کو تیری پہنچے کب اس کی ڈھڈھاھٹ　　　بھاری ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا

۲۰- روندے کا = رونے کا

رووے کا عشق مجھ کو سر خاک ڈال اپنے　　　مرنے کا تجھ کوکاھے کو غم رھے گا

۲۱- سوں = قسم

اس شعر میں "آوے گا" استعمال ہوا ہے اب "آئے گا" کہتے ہیں

مجھے کچھ اعتبار آتا نہیں کس منھہ سے میں کہتا

تو رات آوے گا میرے پاس اپنے سر کی سوں جھوٹا

۲۲- کبھو = کبھی

خلوت سرائے سوز کو پہنچے کبھو نہ دھر　　　تو اور وہ جہاں ہو بت و برھمن کیا

۲۳- کہنے لاگا = کہنے لگا

ایک لفظ "جو ہیں بھی" اس شعر میں ہے اب "جیسے ہی" کہتے ہیں

سوز ے دامن جوشیں پکڑا تو ہر بو ہیں جھنگ

کبھے لاگا ان دنوں کچہ زور چل نکلا ہے هشت

۲۴- کیدھر = کدھر

صحبت تجھے رقیب سے میں گھرسوں اپنے داغ

کیدھر پتنگ شمع کہاں انجمن کجا

۲۵- گڑوتا = گاڑتا

مژگاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں لہو میں   ظالم نگاہ کس کے دل میں گڑو کے آیا

۲۶- لڑھ پڑ = گرتے پڑتے

جگر سے دل میں ، دل سے آنکھ میں، آنکھوں سے مژگاں پر

یہ طفل اشک لڑھ پر کر گرا آخر کو داماں پر

۲۷- لیوے = لے

سب مرادوں سے گزر جاوے سو لیوے نام عشق   ایسے دل پر منکشف ہوتاہے یاں اسرار شوخ

۲۸- من ماننا = جی بھر کے

~~[illegible]~~ چھٹایا نام و ننگ و صبر و طاقت قول دے جھوٹا

اکیلا کر کے مجھ کو عشق نے من مانتا لوٹا

۲۹- لوا = مرا

موا جاتا ہوں بجاے قبل ابرو کے اشارے سے   یہ مجھ پر کھنچتا ہر دم دم شمشیر کیا باعث

۳۰- موند لینا = بند کرلینا

سوز دیکھا ہے غم میں غوطہ مار　　آنکھ لے موند اور کری بار

۳۱- نت = ہمیشہ

جن کو ہم دیکھتے تھے نت واللہ　　دیکھنا ان کا خیال و خواب ہوا

۳۲- دریاہ = دیاہ

کہیے وہ اب کسی سے محبت فلک تلے　　ڈوبی وفا جہاں میں دریاہ چل گیا

۳۳- دکتورا = دخرا

وہ الفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہردم کا دکتور

پھر اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں یہ زورا

۳۴- واچھڑے = واہ واہ

یک طرف ابر یک طرف خورشید　　وا چھڑے زور آب و تاب ہے آج

۳۵- ووہیں = وہیں یا ویسا

فصل گل بھی چل بسی پر آشیاں ووہیں رہا

کون رہ سکتا ہے اے بلبل تری مسکن کے بیچ

۳۶- ہیں گے = ہیں

جو کلام اس کے میں ہے تاثیر میں آب حیات

ہیں گے امرت سے بھرے وہ لعل شکر بار شوخ

سوز نے قصیدہ ، رباعی ، مخمس ، مستزاد ، قطعہ ، مرثیہ اور غزل جو صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ۔ ان کا مختصر سا فارسی کلام بھی ہے لیکن وہ صرف غزل کے لیے بنے

تھے ۔ قصیدہ ان کی افتاد طبع سے میل نہیں کھاتا اگرچہ وہ تمام زندگی امراء و رؤسا کے پہلو نشین رہے ۔ اور بسا اوقات تنگی معاش میں بھی مبتلا ہوے لیکن انھوں نے مدح سرائی کو اپنا شیوہ نہیں بنایا ۔ سودا کی ہم عصری بھی ان کو قصیدہ گوئی کی طرف مائل نہ کرسکی ۔ انھوں نے صرف تین قصیدے لکھے جن میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے حضرت امام حسین کی شان میں ہے اور تیسرا نواب آصف الدولہ کی مدح میں ہے حضرت علی کی شان میں جو قصیدہ ہے اس میں تو قصیدہ کی سی شان ملتی ہے ۔ لیکن حضرت امام حسین کا قصیدہ بہت مختصر ہے اور محض توصیفی اشعار پر مشتمل ہے ۔ اسی طرح نواب آصف الدولہ کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کو ہرگز بھی قصیدہ کہنا مناسب نہیں اس میں قصیدہ کی سی کوئی بات موجود نہیں ہاں وہ ایک قطعہ ضرور کہا جاسکتا ہے اور اس کے پڑھنے سے یہ فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ شاعر مداحی کا عادی نہیں بلکہ ممدوح کے بارے میں اس کی جو ذاتی رائے ہے اس کو بہت خلوص کے ساتھ قلم بند کیا ہے ۔ قصیدہ نگاری جن صلاحیتوں کا تقاضہ کرتی ہے سوزان سے بالکل عاری تھے ۔

دیگر اصناف مثلاً رباعی، مخمس ، مستزاد اور قطعہ وغیرہ اپنی ہیئت اور موضوعات کے اعتبار سے غزل سے بہت قریب ہیں اس لیے سوز نے ان اصناف میں جولانی طبع کے خوب جوہر دکھائے ہیں رباعیات تو خاصی تعداد میں ہیں لیکن مخمس اور مستزاد صرف تین تین ہی ہیں ۔ قطعات کا معاملہ بہت دل چسپ ہے ۔

سوز کی اکثر غزلوں کا مضمون شروع سے آخر تک ایک ہی ہے اس لیے غزل اور قطعہ کا تعین دشوار ہوتا ہے ۔

جہاں تک مرثیہ کا تعلق ہے سوز نے باقاعدہ کوئی مرثیہ نہیں لکھا لیکن ان کے دیوان میں تین قطعات ایسے ہیں جو مرثیہ اس اعتبار سے کہے جاسکتے ہیں کہ اس میں شاعر نے مرنے والوں کے بارے میں اظہار غم کیا ہے ۔ دیوان میں جو تین مرثیہ نما قطعات ہیں ان میں ایک حضرت امام

حسین کی شہادت پر دوسرا اپنے بیٹے میر مہدی داغ کی وفات پر اور تیسرا نواب آصف الدولہ
کے انتقال پر کہے گئے ہیں - ان میں مرثیہ نگاری کا کوئی عنصر نہیں ملتا - بلکہ احساس کے
شدید دباؤ کے نتیجہ میں وجود میں آئے ہیں -

سوز کے فارسی کلام کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ وہ فارسی زبان پر بقدر ضرورت
عبور رکھتے تھے - اس زمانے میں فارسی زبان کا اثر کم ہوتا جارہا تھا - شاعر اپنے ذوق کی تسکین
کے لیے فارسی میں کچھ کہہ لیتے تھے ورنہ عام طور پر اس کا چلن نہیں رہا تھا -

اس طرح دیوان سوز میں صرف اردو غزل رہ جاتی جو ان کا سرمایہ حیات کہی جاسکتی
ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کا مزاج صرف غزل کے لیے موزوں تھا - انھوں نے صرف اسی صنف میں اپنے
کمال فن کا مظاہرہ کیا - انھوں نے اپنے محترم دوست خواجہ میر درد کی طرح صرف غزل کے میدان
میں توسن طبع کو مہمیز دی اور اس میں بیش بہا اضافے اور تجربات کرکے اپنا جدا حلقہ فکر قائم
کرلیا - صوری او معنوی لحاظ سے ان کی غزل کی ہیئت ترکیبی بھی جداگانہ نوعیت رکھتی ہے - ان
کی غزلوں میں عام طور پر ایک ہی مطلع ہوتا ہے بابد و شاید کہیں دو مطلع مل جاتے ہیں -
کہیں کہیں وہ مطلع ہی میں تخلص استعمال کرجاتے ہیں مثلاً :

اہل ایمان سوز کو کہتے ہیں کافر ہوگیا

آہ راز دل بھی یارب ان پہ ظاہر ہوگیا

سوز کی غزلیں مختصر ہوتی ہیں عام طور پر ہر غزل میں پانچ یا سات شعر ہوتے ہیں
اور زیادہ سے زیادہ نو یا گیارہ ہوجاتے ہیں لیکن ایسی غزلوں کی تعداد کم ہے - ان کی غزلوں
میں بھرتی کے شعر نہیں ہوتے ہرغزل میں زیادہ تعداد منتخب اشعار کی ہوتی ہے - بحروں کا
انتخاب مضمون اور طرز ادا کے لحاظ سے کرتے ہیں - عام طور پر بحریں چھوٹی اور ہلکی پھلکی منتخب
کرتے ہیں غزلوں میں اگرچہ قافیہ ، ردیف کی پابندی ملتی ہے لیکن بسا اوقات وہ قافیہ ہی پر اکتفا کرتے

ہیں ۔ دوسرے شعرا کی طرح وہ مقطع کا بطور خاص اہتمام نہیں کرتے ۔ موقع اور محل کے مطابق جس جگہ چاہتے ہیں اپنا تخلص باندھ دیتے ہیں ۔

میر سوز کے فن پر ناقدان فن کے اپنے اپنے خیالات کا تو خیر اظہار کیا ہی گیا ہے لیکن ہر فنکار اپنے فن کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے کچھ خاص فنی نکات ملحوظ رکھتا ہے سوز نے بھی اپنے فن کی اہم اور نمایاں خصوصیات کا ذکر کیا ہے ۔ ناقدین کی رائے کے ساتھ خود فنکار کی اپنی رائے کسی فنی شہہ پارے کو سمجھنے میں بہت کار آمد ہوسکتی ہے ۔ سوز نے اپنے فن کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت بامعنی ہے اور تقریباً وہی کچھ ہے جو ایک ناظر ان کے کلام کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے ۔ اس وقت سوز کی عظمت میں اس وجہ سے اور اضافہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے اپنے فن کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس میں بے حد دیانت داری اور انصاف سے کام لیا ہے اس میں شاعرانہ تعلق اور خود پسندی و خود پرستی کا شائبہ بھی نہیں ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے کلام میں :-

(۱) تفکر و تدبر ہے ایک بہت گہری سوچ اور مسائل کا نہایت عمیق مطالعہ پایا جاتاہے

لے آنا سوز کو نایاب ہے دریائے معنی سے   کہ جب غواص ہوکر سوز کی فکرمیں ڈوبے

(۲) تنوع پسند شعور جو ہمہ وقت تازہ مضامین کا متلاشی ہو ہرجگہ کارفرما ہے

مضموں ترا سا نہ کسی بیت میں اے سوز

یوں شعر تو موزوں کے منظوم بہت ہیں

(۳) وجدان صحیح سے کام لیا گیا ہے اور اس سے وہی شعر مستفیض ہوسکتا ہے جس کی یہ صفت موجود ہو ۔

نہ ہو بے سوز دل جس کو تو کب مقدور ہے اس کا

کہ وہ اے سوز تیرے معنی اشعار کو پہنچے

(۴) روحانی اور عرفانی حقیقتوں کی پردہ کشائی کی گئی ہے ۔

دیکھا میں ترا جو سوز دیوان   بجز عشق کلام کچھ نہ نکلا

(۵) سوز عشق ، سوز دروں اور غم پنہاں ہے

اپنی زباں کو بند کر اے سوز مت جلا   کیسا شرار عشق ہے تیری زبان میں

(۶) سوز و گداز ، درد و خلش پائی جاتی ہے جو دلوں پر گہرا اثر کرتی ہے ۔

عزیزو جی اس سوز کے پہلو میں بیٹھے شعر سننے کو

جو دونوں ہاتھ سے اپنا کلیجہ تھام کر اٹھے

(۷) انفرادی کیفیتیں ہی نہیں بلکہ اجتماعی معاملات بھی زیر بحث آتے ہیں ، ان میں ان کی اپنی شخصیت ہی نہیں بلکہ پورا معاشرہ سمویا ہوا ہے ۔ اس لیے اس میں بڑی وسعت ہمہ گیری اور آفاقیت ہے ۔

کاہ اپنا درد دل کہتا ہوں سو اوروں کے ساتھ

شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعوی مجھے

(۸) سرود و انبساط ، کیف و مستی ، خود فراموشی اور بے خودی محسوس ہوتی ہے۔

نہ سوزگے سوز کی گفتگو جو پھروگے ڈھونڈھتے کو بہ کو

یہ نشہ ہے اس کے بیان میں کہاں نہیں نشہ ہے شراب میں

(۹) والہانگی، سرمستی، سرخوشی و خوش اختلاطی کی کیفیات ہیں ۔

مرے شعروں میں جو ہے کیفیت   اس کو سمجھے گا کوئی متوالا

(۱۰) برجستگی اور بے ساختگی ہے ۔

سنے سب شاعروں کے شعر سب سے خوش ہوا لیکن

سنو ہوں سوز کے جب شعر تب یوں کود اٹھتا ہوں

(۱۱) گروہی گفتار پائی جاتی ہے -

جلے بھنے سبھی پڑھتے ہیں شعر مجلس میں

سوائے سوز کے آتش زبان نہیں دیکھا

(۱۲) سادگی و صفائی، ہرجگہ قائم رہتی ہے لطافت و فصاحت ہر مقام پر جلوہ گر ہے-

اےسوز تری اشعار ہیں اہلہ فریب اور بس

ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمائی

(۱۳) تخیل کا عنصر بہت غالب ہے -

پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو سبھی جہان

اس کا سا ایک صاحبِ لطف بیان کہاں

(۱۴) شیرینی، لوچ، رعنائی، خیال اور رنگینی بیان ہے

ہاں سوز میرے شعر بھی شیریں نہ ہوں سو کیوں

تو جانتا نہیں لب دل پر مکیدہ ہوں

(۱۵) مزاج کی چاشنی، طنز کی کھٹک، مستزاد ہے -

اے سوز تیری باتوں پہ ہنستا ہے سب جہان

ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

(۱۶) انفرادیت پائی جاتی، جو دوسرے شاعروں کےہاں نہیں ہے انھوں نے دوسروں

سے ہٹ کر اپنی راہ نکالی ہے -

کہتے تو ہیں سب ریختہ اس دور میں لیکن

اس فن میں کوئی سوز سا ستاز نہیں ہے

(١٧) نیا رجحان اور نئے تجربے ملتے ہیں اگرچہ اس جدت پر اعتراضات کئے گئے لیکن تقلید کا انداز منفی رہا ۔

شاعروں میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر

کیا کہوں میاں خلق کی فہمید ہی معکوس ہے

(١٨) فصاحت اور سلاست میں ان کا وہی مرتبہ ہے جو عربی کے مشہور شاعر سحبان کا ہے۔

جب تک جئے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو

سحبان سنے جو سوز ترا اب کلام لب

(١٩) تخیل کا وہی خاص انداز ، وہی خیال بندی ، اور مضمون آفرینی ، زبان کی وہی فصاحت ، وہی ترکیب کی بندش اور اس قسم کی محاورہ بندی ہے جس کے لیے فارسی شاعری صائب مشہور رہا ہے ۔

غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے سوز کا للہ یارو

کہ صائب اس جگہ بیٹھے تو ہیچ کر لاجواب آئے

(٢٠) (الف) نئی ترکیبوں کی صنعت گری ہے (ب) وجدانی باتوں کی ادائیگی اس طرح کی گئی ہے کہ وہ مجسم بن کر سامنے آجاتی ہیں (ج) حالات اور کیفیات کی تشبیہ مادیت اور محسوسات سے دی گئی ہیں جس سے ایک خاص استعجابی اثر پڑتا ہے (د) عشق و عاشقی کی سچی اور صحیح واردات ملتی ہیں (ہ) فلسفہ کم ہے (و) طرز ادا کی جدت ہے (ز) غزلوں میں کسی خاص حالت کو مسلسل اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ساری غزل ایک حالت میں تمام ہوجاتی (ح) روز مرہ اور محاورات کثرت سے ملتے ہیں ۔

یہی خوبیاں فارسی کے بلند پایہ شاعر ظہوری کے کلام میں ملتی اس طرح سوز ذہنی طور سے

نظیری سے کتنے قریب ہیں ۔

سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعرو گفتگو میں اس کی باتیں نظیری کا دماغ

لہذا اگر یہ کہدیا جائے کہ میر سوز کا اردو شاعری میں وہی مرتبہ ہے جو فارسی میں نظیری کا ہے تو بے جا نہ ہوگا ۔

٭٭٭٭

نقوی/(۵)

۲۱-۲-۱۹۷۱ء

کتابیات

تذکرے

نمبر	مصنف	کتاب	مرتب/کیفیت	سنہ	مطبع
۱-	ابن امین طوفان	تذکرۃ الشعراء	مرتبہ قاضی عبدالودود	۱۹۵۲ء	آزاد پریس پٹنہ
۲-	احمد حسین یکتا	دستور الفصاحت	مرتبہ امتیاز علی عرشی	۱۹۳۳ء	ہندوستان پریس رامپور
۳-	احمد حسین سحر	بہار بے خزاں		۱۹۱۸ء	کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی
۴-	اسپرنگر	یادگار شعراء	مرتبہ محمد طفیل احمد	۱۹۴۳ء	ہندوستان اکیڈمی الہ آباد
۵-	بینی نرائن	دیوان جہان	مرتبہ حکیم الدین احمد	۱۹۵۹ء	لیبل لیتھو پریس رمنہ روڈ پٹنہ
۶-	حامد حسن قادری	داستان تاریخ اردو		۱۹۶۶ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۷-	خوب چند ذکا	عیار الشعراء			عکس مملوکہ انجمن ترقی اردو کراچی
۸-	دیبی پرشاد	تذکرہ شعرائے ہنود		۱۲۹۹ھ	رضوی پریس دہلی
۹-	رحمان علی خاں	ریاض الامراء		۱۸۹۶ء	نول کشور پریس لکھنؤ
۱۰-	رحمان علی	تذکرہ علمائے ہند	مرتبہ ایوب قادری	۱۹۶۱ء	پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹیز کراچی
۱۱-	رام بابو سکسینہ	تاریخ ادب اردو		۱۹۶۷ء	لاہور اکیڈمی لاہور
۱۲-	سعادت خاں ناصر	خوش معرکۂ زیبا	قلمی نسخہ		انجمن ترقی اردو کراچی
۱۳-	سری رام	خمخانۂ جاوید		۱۳۳۵ھ	مخزن پریس دہلی
۱۴-	سعادت یار خاں رنگین	مجالس رنگین	ترجمہ شیر علی خاں سرخوش	سن ندارد	گیلانی پریس لاہور
۱۵-	شاہ کمال	مجمع الانتخاب	قلمی ایشیاٹک سوسائٹی		نقل انجمن ترقی اردو کراچی
۱۶-	صفدر علی خاں صفدر	بزم خیال		سن ندارد	مطبع عزیزی قرول بازار آگرہ
۱۷-	عبدالرؤف	آب بقا	مرتبہ جعفر عشرت	۱۹۱۸ء	نامی پریس لکھنؤ
۱۸-	عبدالباری	تذکرۃ الخواتین		سن ندارد	نول کشور پریس لکھنؤ
۱۹-	عبدالغفور نساخ	سخن الشعراء		۱۸۷۴ء	نول کشور پریس لکھنؤ
۲۰-	عبدالجبار خاں	شعرائے دکن		۱۳۲۹ھ	مطبع رحمانی حیدر آباد دکن
۲۱-	عبدالحی صفا	شمیم سخن		۱۲۸۸ھ	مطبع امداد الہند بہ وصی الاخبار مراد آباد
۲۲-	عبدالشکور شیدا	بیاض سخن		۱۳۵۵ھ	زندہ طلسمات فائن آرٹ لیتھو پریس حیدر آباد دکن

۲۳-	عبدالسلام ندوی	شعرالہند		۱۹۳۹ء	مطبع معارف اعظم گڑھ
۲۴-	عبدالحئی	گل رعنا		۱۹۲۴ء	عشرت پبلشنگ ہاوس لاہور
۲۵-	علی ابراہیم خاں	گلزار ابراہیم	قلمی مرتبہ شبلی وعبدالحق	[illegible]	مملوکہ انجمن ترقی اردو کراچی
۲۶-	علی لطف	گلشن ہند	مرتبہ شبلی وعبدالحق	۱۹۰۶ء	دارالاشاعت لاہور
۲۷-	علی حسن خاں	بزم سخن		۱۲۹۸ھ	مفید عام پریس آگرہ
۲۸-	غلام ہمدانی مصحفی	تذکرہ ہندی	مرتبہ عبدالحق	۱۹۳۵ء	جامع برقی پریس دہلی
۲۹-	"	ریاض الفصحا	"	۱۹۳۹ء	"
۳۰-	غلام حسین شورش	تذکرہ شعرا (دو تذکرے)	مرتبہ حکیم الدین احمد	۱۹۵۹ء	لیبل لیتھو پریس پٹنہ
۳۱-	غلام محی الدین	طبقات سخن	قلمی		مملوکہ گاندھی فیض عام کالج شاہجہاں پور
۳۲-	فصیح الدین رنج	بہارستان ناز		۱۸۸۲ء	مطبع عثمانی میرٹھ
۳۳-	فتح علی گردیزی	تذکرہ ریختہ گویاں	مرتبہ عبدالحق	۱۹۳۳ء	انجمن ترقی اردو اورنگ آباد
۳۴-	فرزند احمد	جلوہ خضر		۱۸۸۵ء	مطبع نور الانوار آرہ
۳۵-	قدرت اللہ شوق	طبقات الشعراء	مرتبہ نثار احمد فاروقی	۱۹۶۸ء	مجلس ترقی ادب لاہور
۳۶-	قدرت اللہ قاسم	مجموعہ نغز	مرتبہ محمود شیرانی	۱۹۳۲ء	پنجاب یونیورسٹی لاہور
۳۷-	قطب الدین باطن	گلستان بے خزاں		۱۲۹۱ھ	مطبع نول کشور لکھنو
۳۸-	کریم الدین	طبقات شعرائے ہند		۱۸۴۸ء	مطبع العلوم مدرسہ دہلی
۳۹-	گارساں دی تاسی	تاریخ ادب ہندوستانی	ترجمہ خواجہ احمد فاروقی		دہلی یونیورسٹی دہلی
۴۰-	لچھمی نرائن شفیق	چمنستان شعراء		سن ندارد	انجمن ترقی اردو اورنگ آباد
۴۱-	میر تقی میر	نکات الشعراء		۱۹۳۵ء	انجمن ترقی اردو دہلی
۴۲-	محمد قیام الدین	مخزن نکات		۱۹۲۹ء	انجمن ترقی اردو اورنگ آباد
۴۳-	میر حسن	شعرائے اردو		۱۹۲۲ء	مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڑھ
۴۴-	مردان علی خاں	گلشن سخن	مرتبہ سید مسعود حسن رضوی	۱۹۶۵ء	نظامی پریس لکھنو
۴۵-	محمد خاں	عمدۃ المنتخبہ	مرتبہ احمد فاروقی	۱۹۶۱ء	دہلی یونیورسٹی دہلی

۴۶-	مصطفیٰ علی خاں	گلشن بے خار		۱۹۱۰ء	نول کشور پریس لکھنؤ
۴۷-	محمد حسین خاں	ریاض الفردوس			
۴۸-	محسن علی خاں	سراپا سخن		۱۸۶۰ء	نول کشور پریس لکھنؤ کانپور
۴۹-	محمد حسین آزاد	آب حیات		س ن ارد	شیخ غلام علی اینڈ سنز
۵۰-	محمد یحییٰ تنہا	مراۃ الشعراء		۱۹۳۵ء	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور
۵۱-	نصراللہ خاں	گلشن ہمیشہ بہار مرتبہ اسلم قریشی		۱۹۶۷ء	انجمن ترقی اردو کراچی
۵۲-	نورالحسن خاں	طور کلیم		۱۲۹۸ھ	مفید عام پریس آگرہ
۵۳-	وجیہہ الدین عشقی	تذکرہ عشقی (دو تذکرے) مرتبہ حکیم الدین احمد		۱۹۵۹ء	لیبل لیتھو پریس پٹنہ

تنقید و تبصرہ

۵۴-	ابواللیث صدیقی	مصحفی اور ان کا کلام		س ن ارد	لاہور
۵۵-	=	جرات اور ان کا عہد	مطبوعہ	۱۹۵۳ء	اردو اکیڈمی لاہور
۵۶-	=	لکھنؤ کا دبستان شاعری	=	۱۹۵۵ء	اردو مرکز لاہور
۵۷-	اعجاز حسین	مذہب اور شاعری	=	۱۹۵۵ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۵۸-	ثناء الحق	میر و سودا کا عہد	=	۱۹۶۵ء	ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی
۵۹-	شیخ چاند	سودا	=	۱۹۶۲ء	انجمن ترقی اردو کراچی
۶۰-	نورالحسن ہاشمی	دہلی کا دبستان شاعری	=	۱۹۶۶ء	اردو اکیڈمی کراچی
۶۱-	نیاز فتح پوری	انتقادیات		س ن ارد	مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور

تاریخ

٦٢- ایچ ایچ ڈاڈویل کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد ششم مطبوعہ لندن

٦٣- جی-سی مارشمین تاریخ ہند ترجمہ محمد عبدالسلام مطبوعہ ١٩٣٣ء جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

٦٤- خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ ١٩٥٣ء ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

٦٥- درگاہ قلی خاں مرقع دہلی - سن ندارد تاج پریس حیدر آباد دکن

٦٦- سید محمد میر تواریخ اودھ مطبوعہ ١٨٩٦ء نول کشور پریس لکھنو

٦٧- کمال الدین حیدر سید محمد میر تاریخ اودھ مطبوعہ ١٩٠٧ء نول کشور پریس لکھنو

٦٨- ولی الدین محب تاریخ فرخ آباد ترجمہ محمد ایوب قادری بنام عہد بنگش مطبوعہ ١٩٦٥ء ایجوکیشنل کانفرنس کراچی -

٦٩- ولزلی ہیگ اور رچرڈ برن کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم مطبوعہ ١٩٥٧ء ایس چاند اینڈ کو لکھنو -

دواوین و کلیات

٧٠- انشا کلیات انشا مطبوعہ ١٨٩٣ء مطبع نول کشور کانپور

٧١- تاباں دیوان تاباں مرتبہ عبدالحق ١٩٣٥ء انجمن ترقی اردو کراچی

٧٢- حاتم کلیات حاتم مرتبہ غلام حسین ذوالفقار بنام شاہ حاتم مطبوعہ ١٩٦٣ء مکتبہ خیابان لاہور

٧٣- حاتم کلیات حاتم قلمی مملوکہ انجمن ترقی اردو کراچی

٧٤- حسن دیوان میر حسن مطبوعہ ١٩١٢ء مطبع نول کشور لکھنو -

٧٥- درد دیوان درد مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی ١٩٦٢ء مجلس ترقی ادب لاہور

٧٦- سودا کلیات سودا مرتبہ عبدالباری آسی ١٩٣٢ء نول کشور پریس لکھنو

٧٧- غالب دیوان غالب تاج ایڈیشن سن ندارد تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

٧٨- فغاں دیوان فغاں مرتبہ صباح الدین عبدالرحمن ١٩٥٠ء انجمن ترقی اردو کراچی

٧٩- قائم کلیات قائم مرتبہ اقتدار حسن ١٩٦٥ء مجلس ترقی ادب لاہور

٨٠- میر کلیات میر مرتبہ عبادت بریلوی ١٩٥٩ء اردو دنیا کراچی

٨١- مصحفی کلیات مصحفی مرتبہ نورالحسن ١٩٦٨ء مجلس ترقی ادب لاہور

۸۲- ناسخ   دیوان ناسخ   سن ندارد - نول کشور پریس لکھنؤ

۸۳- نظیر   کلیات نظیر   مرتبہ عبدالباری آسی مطبوعہ ۱۹۵۱ء نول کشور پریس لکھنؤ

۸۴- یکشمس   دیوان یکشمس مرتبہ فرحت اللہ مطبوعہ ۱۹۳۰ء مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

رسائل

۸۵- اردوئے معلی   میر سوز نمبر مطبوعہ ۱۹۲۳ء دہلی یونیورسٹی دہلی

۸۶- اردو -   مثنوی بر شاہ کمال از نصیرالدین ہاشمی جنوری ۱۹۵۶ء انجمن ترقی اردو کراچی

۸۷- اورینٹل کالج میگزین مثنوی بر میر سوز از کلب علی خاں فائق مئی اگست ۱۹۶۲ء پنجاب یونیورسٹی لاہور

۸۸- اردوئے معلی -   انتخاب دیوان میر سوز مرتبہ حسرت موہانی رئیس المطابع کانپور

مذہب

۸۹- قرآن پاک   تفسیر مولانا اشرف علی خاں تھانوی تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۹۰- ابو محمد حسین بن مسعود - مشکوۃ المصابیح - مطبوعہ ۱۳۶۸ھ اصح المطابع آرام باغ کراچی-

مستشرق

۹۱- ابو نصر محمد خالدی و محمود احمد خاں - تفہیم مجوسی و عیسوی مطبوعہ ۱۹۵۰ء انجمن ترقی اردو کراچی -

۹۲- رجب علی بیگ سرور - فسانۂ عجائب مطبوعہ ۱۹۶۷ء رحمانی پریس لاہور

تذکروں کے اقتباسات

۱- میر تقی میر   نکات الشعراء   زمانہ تصنیف ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ع

" میر - تخلص جوانے است ، بسیار خوش طبع ، هر چند طرز علحده دارد لیکن از خوش کردن تخلص می نمت ولم از د خوش اوست " (صفحه ۱۵۱)

۲- علی حسینی گردیزی - تذکرہ ریختہ گویاں زمانہ تصنیف ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ع

" محمد میر تخلص ، شعرش پسندیدہ است و سخنهش سنجیدہ " (صفحه ۱۳۸)

۳- شیخ محمد قیام الدین قائم - تذکرہ مخزن نکات ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۵ع

" سیادت پناہ محمد میر ، مطلب جوہی بے نظیر ، خط شکستہ خوب می نویسد لختی از علم موسیقی آگاہ - در مبادی حال میر تخلص می نمود چوں او ابا میر تقی میر معارضہ افتاد ازاں بہ از سوز تخلص کرد با فقیر قدیم آشنائی وارد ، و از آں جا داخل توپخانہ پادشاهی است به سبب هم قریبگی اکثر به دربار معلی ملاقات می شود ، حق تعالی سلامت دارد (۱۳۱-۱۳۲)

۴- لچھمی نرائن شفیق - تذکرہ چمنستان شعراء ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۲ع

" محمد میر " میر " تخلص از قافیہ سنجان شیرین گفتار است سخن را بہ بہ عذوبت می گوید " - (صفحه ۲۸۳)

۵- قدرت اللہ شوق - طبقات الشعراء ، زمانہ تصنیف ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۵ع

محمد میر پیشتر میر تخلص می کرد ، اکنوں بہ میر سوز مشهور ، سید صحیح النسب ساکن شاہ جہان آباد جوان قابل تیر انداز خوش نویس ، هفت قلم در انشاء پردازی مهارت تمام دارد بسیار نازک طبع زود رنج ، نکتہ سنج ، مردے عجیب و شخصے غریب ، موجب طرز علحدہ ، شعررا بہ ادائے ها در کو دست چشم بلکہ تمام اعضا در حرکت می آئد ، می خواند و مردمان ها فہم

را متوجهٔ جانب خود می گرداند - این احقر یک دو ملاقات در مقام شاہ جہاں آباد نمود ، بسیار بتواضع و خلق پیش آمد آدم خلیق بامزہ است ، اشعارش بطرزے کہ دارد انتخاب نمودہ نوشتہ می شود۔

(صفحہ ۲۳۱)

۶- میر حسن - تذکرہ شعرائے اردو ، زمانہ تصنیف ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۵ع تا ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۹

میر سوز سلمہ تعالی ، عالم سوز گوہر گیتی افروز محمد میر المتخلص بہ سوز ، فقیہ بے مثال و درویش با کمال ، منشی بے نظیر و خوش نویس دل پذیر ، شاعر شیریں بیان و سخن سنج ، زبان دان ، مجلس نشین دانشمندی قصر فطرتش در غایت بلندی ، گلدستہ نثرش چوں گلشن حسن دلبران تازہ ، و گلہائے نظمش در کثرت چوں سیاہ غم بے اندازہ ، قطعاتش چوں حسن خوبان عالمگیر و خطاطش چوں خمیازہ ناز محبوبان دل پذیر ، معجز قلم ، و شیریں رقم ، رشحات مداد قلمش از دریائے افزار ، کلک عنبر بارش از بوستان اعجاز ، رسالہ در علوم تیر اندازی بر سبیل تذکرہ چوں تیر راستی بکمال قوت در میدان سخن انداختہ و خود چوں کمان از بد رنگی آفاق بہ گوشہ نشینی ساختہ ، در عہد خود جملہ ادا بندان ممتاز ، طرز او امثلہ است و خواندن اشعارش از زبان او دیگر ، از خواندنش چناں خوب می نماید کہ در گفتن نمی آید مردیست متواضع و متوکل قابل دوست و جوہر شناس ابن ضیاالدین بخاری از اولاد قطب عالم گجراتی بر فقیر چشم بسیار کرم می فرماید از کلام بندہ مخلوط است حق تعالی بسیار سلامت با کرامت دارد -

(صفحہ ۱۱۴-۱۱۸)

۷- سید غلام حسین شورش - تذکرہ شورش (یادگار دوستان) ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۸ ع

(۱۳۱) سوز - سید محمد میر - قبل ازیں میر تخلص می نمود الحال سوز تخلص می نماید مردیست درویش - خوشفکر و بدیہہ گو خوش طبع ساکن شاہجہان آباد - دریں روزہا در فیض آ

قیام می دارد - (صفحه ۲۳۵)

٨- مرزا کاظم مخاطب به مرداں علی خاں مبتلا لکھنوی - گلشن سخن زمانہ تصنیف ۱۱۹۳ ھ مطابق ۱۷۸۱ء -

میر سید محمد سوز تخلص دھلوی از سادات عظیم الشان و مشاهیر نکته رسان است - در ادا بندی و پختگی پرشتگی کلام و فن کمانداری و خوشنویسی ید بیضا دارد - در اوائل حال بسیار بکام دل زندگی بسر کرد و در اواخر بر ملائی خاطر وارستگی ، ترک علائق دنیوی نمود و لباس فقر پوشیده تا این زمان که سن یک هزار و یک صد و نود و چار هجریست در لکھنوی گذارند - دیوانش از هزار بیت متجاوز دیده شد این ابیات از گفتار شعله زن اوست (صفحه ۱۵۰)

٩- علی ابراهیم خاں - گلزار ابراهیم زمانہ تصنیف - ۱۱۹۸ مطابق ۱۷۸۳ء

سوز - تخلص دھلوی - نام اس کا سید محمد ساکن قراول پورہ شاہجہاں آباد کا سادات و مشاهیر سخنوران میں هے - ادابندی و انداز میں طبع اس کا رسا اور فن کمانداری میں هاتھ اور دل اس کا آشنا کہتے هیں - خط کو زیبا لکھتا هے اور شعر کو بطور خاص اور مرغوب پڑھتا هے - ابتدا کے حال میں بکام دل گذارا اور آخر بدولت وارستگی سال اٹھارویں میں شاہ عالم بادشاہ کے لباس درویشی اختیار کرکے بجانب ایک هزار ایک سو چھیانوے هجری هے لکھنو میں گذارتا هے - هر چند راقم خاکسار نے اس سید والا تبار کو بعد سن مسطور تک دستہ دیکھا - اما سال مذکور میں بارہ اشعار میں سے اپنے اور کئی فقرے نثر کے اس خاکسار کو لکھے وهاں سے -

کہ سوز وہ شخص هے کہ کسی کو اس سے کوئی حلاوت سوائے سکوت دائرہ کے حاصل نہ هو یہ بھی قدرت کمال الہی هے کہ هر کوئی بلکہ خار و خس دیھن هے کہ کسی کام میں نہ

آپ - پس اگر منکر سوال کرے کہ ناکارہ محض دہیں مراہے یہ ہے کہ نام اس کا سوختنی ہے۔ بالجملہ کلام و متانت انتظام اس کا بدوں دیکھنے میں آیا - (صفحہ ۲۳۹)

۱۰- غلام ہمدانی مصحفی - تذکرہ ہندی زمانہ تصنیف ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ع

محمد میر تخلص ، کہ بہ طرز خود استاد است - و وضع خواندن شعرش دیگیے کم یاد ، گویند اول میر تخلص می کرد ، چوں در آں ایام میر محمد تقی ہم شہرت بہ میر داشت لہذا ازاں در گذشتہ بجائے میر سوز قرار دادہ کمال ہائے ایں بزرگ ماورائے کمال شاعری و درویش بسیار اند چنانچہ در تیراندازی و سواری اسپ و نوشتن خط نستعلیق و شعیفا و نازک بندی و نزاکت فہمی شعر و ادب صحبت ملوک و سلاطین و ظرافت طبع و خندہ روئی و عدالت پیشگی و تحصیل معاش و گفتن کلمۃ الخیر در حق دیگرے و با ایں ہمہ استغنائے مزاج کہ خاصۂ شعراء است نظیر خود ندارد - گاہے گاہے کہ بافقیر ملاقات می شود بسیار مہربانی می فرماید و غائب و حاضر ازیں ہیچ مدان حظ وافی برداشتہ بے تکلف در ستائش دوستانہ فیج می افزاید ، عمرش از ہفتاد متجاوز خواہد بود حق تعالی بایں شفقت بزرگانش دیرگاہ سلامت دارد - (صفحہ ۱۲۱)

۱۱- خوب چند ذکا - عیار الشعراء زمانۂ تصنیف ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۹ع

محمد میر المتخلص بہ سوز - مردے سید - ساکن شاہ جہاں آباد از چندے بہ لکھنو استقامت ورزیدہ است - و راست دوانی و تیراندازی مہارت و دسترس خوب دارد بہ علو عمدہ ہائے قدر شناس خیلے معزز و محترم است آنجا بحرمت می گزارند از علم مجلس بسیار ماہر است شعر بوضع می خواند کہ فتح وگرد شم از زبان فصاحت بیانش سر مو نکتہ نمی شود - از آنجا کہ طبع عالی دارد - دماغ قدیم ایں سخندش سوائے دارد - بیشتر از دو سہتائی نسبت شفقت

آن بزرگ دارند ، شعر خود را به اصلاح استاد زیب و زینت داده نام به رسیدگی برآورده اند - و سوائے کمال شاعری خط نستعلیق و شفیعا درست می نویسند ابیات چیده از کلام فصاحت التماس این هیچ مدان خاکپائے سخنوران جہان بندہ ذکا محل ثبت می گرداند -

(صفحه ۳۳۷)

۱۲- وجیه الدین عشقی - تذکرہ عشقی زمانہ تصنیف ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ع

سوز تخلص دهلوی - اسمش محمد میر خلف سید شہاب الدین بخاری از اولاد قطب عالم گجراتی - مردے زبان دان کہنہ مشاق - از غزل سرایان صاحب طرز خاص و مشہوران آفاق است - در آغاز حال مدتی به دارالخلافت شاہ جہان آباد عزیز خاطر اکابر و اصاغر گردیده هنگامه آرائے معرکہ قیل و قال بود - در آخر بعد خرابی دهلی وارد بلدہ لکھنو شدہ - چنانچہ بارہا به رفاقت اکثر از اعیان آن جا بکام دل گزرانید و چندے در شہر مرشد آباد درسرکار نواب مبارک الدولہ بہادر منسلک گشتہ بخوبی تمام اوقات گزاری نمود - معهذا از بازار دیار مشرق به لکھنو مراجعت کردہ طرح استقامت انداخت - ہمان جا فوت کرد (صفحه ۳۲۶

۱۳- علی لطف - گلشن ہند - زمانہ تصنیف ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ع - ۱۸۰۰ع

سوز تخلص - سید میر نام - ساکن قراول پورہ شاہ جہان آباد - سید عالی نسب اور فن سخنوری میں استاد ، طرز ادابندی کے بادشاہ اور صورت منفسی درد و آہ تھے - کلام ان کا سر سے پاؤں تک سوز و ساز ہے اور پاؤں سے سر تک ناز و نیاز ، شعر کے پڑھنے میں صاحب طرز خاص تھے اور آئین محبت میں مایہ مودت و اخلاص ، علم تیراندازی اور کمانداری میں بہ شدت دل آشنا رکھتے تھے اور فن شفیعا نویسی میں نہایت دست رسا - ابتدائے جوانی میں اسی نے ساتھ کام دل کے ایام زندگانی کو صرف نشہ بے خمار کیا اور ۱۸ع

جلوس شاہ عالم بادشاہ غازی کے وارستہ مزاجی کی تلقین سر لباس فقر اختیار کیا - لکھنو میں

تشریف رکھتے تھے اور اوقات ساتھ توکل و قناعت کے بسر کرتے تھے - ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء
میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے اسی سال پھر
لکھنو تشریف لے گئے اور اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہوئے -

علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے کہ جس سال یہ تذکرہ میں لکھتا
ہوں تو میر مذکور نے کچھ اشعار اپنے مع چندہ فقرہ نثر لکھ کر مجھے بھجوائے - تاکہ داخل
تذکرہ کروں چنانچہ ایک آدھ فقرہ میر مذکور کی نثر کا بھی خاں مذکور نے تذکرہ میں لکھا ہے
ترجمہ اس کا زبان ریختہ میں راقم حقیر نے اس طرح کیا ہے-

" کہ جو شے حق سبحانہ تعالی نے خلق کیا ہے - بلکہ جتنے خار و خس ہیں کتنے
ہی کام آتے ہیں اور بندگان خدا ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں - مگر یہ سوز وہ تخلص ہے کہ
کسی کو اس سے حلاوت حاصل نہیں ہوتی - سوا سکوت اور کراہیت کے - سبحان اللہ یہ بھی
قدرت الہی کا اظہار کمال ہے کہ ایسی شے خلق کی جائے جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے -
پس اگر کوئی منکر سوال کرے کہ ناکارہ محض تو نہیں ہے ؟ خیر تو اس لائق ہے کہ نام اس کا
قابل جلانے کے ہے-"

غرض میر مذکور صاحب دیوان ہیں اشعار منتخب ان کے لکھے جاتے ہیں -

صفحہ ۱۵۱-۱۵۲)

۱۲- میر محمد خاں سرور عمدۃ المنتخبہ زمانہ تصنیف ۱۵-۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۰ء/ ۱۸۰۱ء تا ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۲ء

سوز تخلص محمد میر - سید بزرگ منش بہ صفت درویشی ممتاز و در علم
تیراندازی و سواری اسپ هنر مہارتی تام داشت و سوائے کمال شاعری خط نستعلیق و شفیعا
خوب می نوشت و بہ وضع شعراء بہ نزاکت و فصاحت می خواند کہ دیگری بہ این روییہ ندیدہ می

نتوانست برآورد اشعارش ظرافت طبع معلوم می شود به لکهنو مدتی مانده همان جا رحلت گزید
استاد عهد خود بود خدایش بیامرز - (صفحه ۳۲۳)

۱۵- شاه کمال - مجمع الانتخاب - ۱۲۱۹ھ مطابق ۳-۱۸۰۴ع -

میر محمد صاحب نام ، سوز تخلص اوصاف ذات شریف چه دهد به شکل آفتاب در
تمام عالم روشن تر که به جمیع کمالات ممتاز بودند - خصوصاً در فن شعر گفتن و خواندن در
لطیفه گوئی و در خوشنویسی شفیعا و نستعلیق وغیره هفت قلم و در علم تیراندازی و سواری
اسپ یکتائے روزگار و در بزرگی و درویشی ممتاز بزرگان و بر حال فقیر این قدر عنایت و اشفاق
مبذول داشت که اکثر فقیر به خدمت میر صاحب مذکور حاضری شود - و اکثر به فقیر خانه
فقیر قدم رنجه می فرمودند - اول ترکیب داده دیوان میر صاحب مغفور باعث فقیر است -
چنانچه اول بار دیوانے که ترکیب یافته بود نزد فقیر موجود است - در آن اکثر دستخط خاص
به خط شفیعا میر صاحب مرحوم و مغفور است - بعد ازاں دیوان بسیار نقل ها شده اند و
رواج یافته اند غرض دو ده سال ملاقات از فقیر در لکهنو مانده عمرش از هشتاد متجاوز خواهد
بود از میرزا رفیع السودا مرحوم و مغفور یک سال در عمر زیاده بودند - به فقیر اکثر می فرمود
عرصه شش سال می شود که به عالم جاودانی به از عالم فانی ودیعت حیات سپرده - یک قطعه
تاریخ وفات گفته بود برائے دریافت سن وفات می دهند - قطعه تاریخ وفات -

از وفاتش دلم به سوخت چو شمع   الفتش بود چون به آب و گل
طبع من چون الم کشید کمال   گفت تاریخ سوز سوخت دلم
۱۲۱۳ھ

از همین دیوان قدیم چند غزلهائے برائے یادگار تبرکاً در حیدرآباد داخل انتخاب نموده
شد - (صفحه ۳۹۵- ۳۹۶)

۱٦- قدرت الله قاسم - مجموعهٔ نغز زمانهٔ تصنیف ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰٦ع

محمد میر ولی مردی بود عالی طبیعت ، درویش نهاد ، نیک طینت والا نژاد ، ظریف الط
خوش گفتار ، شریف الوضع ، خوبی کردار همیشه با امیران نامدار صحبت می داشت و پیوسته
به مصاحبت سران کام گار همت می گماشت در ریختهٔ گوئی طرز طرز خاص دارد ، رو به شعر
خوانش از کس نمی آید - به تتبع طرز گفتارش اگرچه اکثری از مشتاقان این فن گرائیده ، اما کس
کسی سخن به انداز ولی رسانیده - مختصر کلام ولی از سکنهٔ شاه جهان آباد صانها الله عن ال
و الفساد است ، آخر با مدتی به دیار شرقیهٔ ایام زندگانی بسر برده به بلدهٔ لکهنو بر
حق پیوست - اناالله و انا الیه راجعون - (صفحه ۳۲۰)

۱۷- شیخ غلام محی الدین عشقی و مبتلا میرٹھی - طبقات سخن ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۷ع -

سوز دهلوی از شعرائی مشهور و معروف هم مشق مرزا رفیع و میر درد وغیره صاحب
طبعان یا به تخت امت نام زد به محمد میر بود - و مطلب نویس حضور معلی خط شکسته
را خوب می نوشت و راندید - میر تخلص می کرد چون اورا معارضه با میر تقی میر افتاد
سوز اختیار نمود - طرزی که اختیار کرده اوست باامروز هیچ کس را میسر نشده - از دارالخلافه
به طریق سیاحت در ضلع جی پور رفته - سالی چند درآن جا گذرانید بعد ازان که در لکهنو
آمد - مقرب حضور آصف جاه گردید - آخر همان جا به اجل طبعی به مرد - وقتی که آسفی
صاحب - صاحب فرنگی در بهارس از جنگ راجه بهارس شکست خورده نواب وزیر به کمک اراده
کردند - میر سوز ملازم حضور درآن حال این مطلع گفته - به نظر نواب آصف الدوله وزیر
گذرانید - بسیاری از صله و اکرام سرفراز شد - مطلع مذکور -

* ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ھے مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ھے *

۱۸- یسی دراکس - دیوان جہان زمانہ تصنیف ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ع

سوز تخلص ، نام محمد میر - اسی برس کے ہو کے لکھنؤ میں وفات پائی یہ ان سے ہے - (صفحہ ۱۲۷)

۱۹- ابن امین اللہ طوفان - تذکرۃ الشعرا زمانہ تصنیف ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۳۲ع تا ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۶ع -

جناب میر سوز دہلوی در فن سپہ گری کامل و یکتا بود خط شفیعا خوب می نوشت آخرالعمر لکھنو آمدہ - (صفحہ ۳)

۲۰- سید احمد علی خان یکتا - دستورالفصاحت زمانہ تصنیف ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۳۳ع

پنجم از طبقہ اولی شہنشہ انداز محبوبہ سخن رانی ، محو آئینہ جمال معنی ، ادا بند بے نظیر ، شاعر دلپذیر ، محرم درد عاشقان غم اندوہ ، شاہ میر محمد المتخلص بہ سوز بودہ است - عالم شیرین کلام صاحب شہرت و نام فرید زمانہ استاد یگانہ کہ طرزش ازکلام ہمہ شعرا جدا و دیوانش باوصف متانت و صفا بالتمام مشمون و مملو از انداز و ادا است - فی الحقیقہ طرزی نفیس ایجاد نمودہ کہ تتبع آن بسیار دشوار می نماید چہ اگر کسی پیروئی او در پختگی و متانت می کند تقریرش بطرز میر و مرزا مشتبہ می گردد و اگر صرف دو ادابندی و صفائی آن راہ اطاعت می پوید - گفتارش بہ تقریر عقد نسوان و مخنثان و بازاریان می پیوندد - غرض کہ این طرز خاص مخصوص و ختم بر ہمان غواص بر معانی بودہ کہ خود اختراع نمودہ خود خاتم آن شد و چدای اعتدال و دوام در کلام خود گذاشت کہ کسی اورا نیافت لہذا شاگردانش بسیار شدہ اند - و بہ اندازش نہ رسید اند - الا شخصی چند کہ سلیقہ کامل و فہم رسا داشتند مثل حکیم انشاللہ خان انشا و حکیم رضا قلی آشفتہ و نوازش حسین خان نوازش کہ بہ مرزا خانی

شہرت دارد ۔ غزل ہائے این صاحبان البتہ از مسوشۂ طرز استاد خود خالی نمی مانند و ہریک دو شعر بہ ہمان انداز از ایشان سر می زنند و بیان دیگر محامد و مکارم آن دیگر اخلاق از حصر تحریر قلم و احاطۂ تقریر زبان بیرون و افزونست ۔ نوشتن خط نستعلیق و شفیعا و تیراندازی و سواری اسپ و آداب دانش صحبت ملوک و سلاطین و خوش تقریری و خوش طبعی و ظرافت و سعی و سفارش غربا بخدمت امراء کہ درین امور نظیر خود نہ داشت ۔ مثل آفتاب برعصۂ بارورش و ظاہر است ۔ نواب آصف الدولہ مغفور از دل عاشق صحبت نمکین ایشان بود و بکمال عزت و احترام می نمود و نواب سرفراز الدولہ مرحوم کہ نائب وزیر بودہ او ہم بسیار معتقد بلکہ مرید و علی ہذا القیاس جمیع اعزہ و عمائد لکھنو خدمت میر را شرف و برکت خود می دانستند و صحبت او غنیمت شمردند ۔ مدت شد کہ آن بزرگوار ہم از دنیا کہ وارد رنج و محن است ۔ اعراض کردہ روبان جہان آرد و کلیات شعرش را بجائے خود یادگار گذاشت۔ (صفحہ ۵۰-۵۱)

۲۱- <u>مصطفےٰ علی خان شیفتہ ۔ گلشن بے خار زمانۂ تصنیف ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۵ء</u>

محمد میر نام وطن لکھنو ، فن تیراندازی سے خوب واقف تھے ۔ خط شفیعا و نستعلیق عمدہ لکھتے تھے پسندیدہ طرز سے اشعار پڑھنے میں بہت مشہور تھے ان کا کلام جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے ۔ (صفحہ ۱۳۱)

۲۲- <u>گارسان دی تاسی ۔ تاریخ ادبیات ہندوستان زمانۂ تصنیف ۱۲۱۱ھ مطابق ۹۷-۱۷۹۶ء</u>

سید محمد میر سوز ہندوستان کے بہت لائق اور معروف لکھنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ ادبی اوصاف کے علاوہ وہ تیراندازی اور شہ سواری میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے خوش نویسی میں بھی امتیاز حاصل کیا تھا ۔ اور یہ ایسا فن ہے جس کو اہل مشرق بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ خوش نویسی کے نسبتاً غیر مروجہ اسالیب سے بھی آشنا تھے ۔

انھوں نے آسان اور سادہ طرز میں اشعار کہے ہیں ان اشعار کا طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ
وہ ایک نئے شعر کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں ۔ ڈاکٹر گلکرائسٹ کے قول کے مطابق سوز اور فغاں
دونوں نے ایک ایسی بولی میں کامیابی کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے
اور جس کا استعمال ہندوؤں کی رائے میں مردوں کے لئے مناسب نہیں ۔ اپنی شاعرانہ زندگی
کے آغاز میں سوز اپنے ہیجان انگیز جذبات سے مغلوب تھے لیکن عہد شاہ عالم کے اٹھارویں سال
میں وہ سلوک اور تصوف کے میدان میں داخل ہوئے اور درویشی کا لباس اختیار کیا ۔

مصحفی کا بیان ہے کہ انہوں نے پہلے میر تخلص رکھا لیکن چونکہ میر محمد تقی
اسی تخلص سے مشہور ہو چکے تھے اس لئے اسے بدل کر سوز اختیار کر لیا ۔ ۱۲۰۸ھ مطابق
۱۷۹۲-۹۳ع میں انکی عمر ستر برس سے زیادہ تھی ۔ ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۸۲-۸۱ع میں وہ
لکھنؤ میں قیام پذیر تھے ۔ اور اپنا وقت مراقبے اور عبادت میں صرف کرتے تھے ۔ ۱۷۹۷-۹۸ع
۱۲۱۲ھ میں وہ مرشد آباد چلے گئے ۔ لیکن وہاں زیادہ نہیں ٹھہرے اور لکھنؤ واپس آ گئے
جہاں اسی برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا[1] ۔ علی ابراہیم جس نے سوز کے اشعار چند
سولہ صفحے میں دئے ہیں لکھتا ہے کہ سوز بہت کم گو تھے ۔ اور پس و پیش کے بعد لوگوں
کی فرمائش کو پورا کرتے تھے ۔ اس کے برخلاف مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور ملنسار
واقع ہوئے تھے ۔ مصحفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سوز سے واقف تھے اور وہ ان کے ساتھ
دوستی کا برتاؤ کرتے تھے ۔

سوز نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے ان کے اردو اشعار ان کے دیوان میں شامل
ہیں یہ ہندوستانی میں ربع قطع پر جس میں ۵۷ صفحے ہیں شائع ہو چکا ہے لیکن اس

۱۔ بینی پرائس نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال ظہور میں ہوا کہ نہیں کہہ سکتا کہ بینی پرائس
کی مراد کس شہر سے ہے انگریزی نقشوں میں ملتان کے ایک شہر کا نام ظہور لکھا ہوا ہے۔
دی تاسی

میں سن اور مقام کا ذکر نہیں ہے ۔ مگر درحقیقت یہ ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ع میں کلکتہ میں
چھپا ہے اور ان کے کلام کا انتخاب ہے جس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں ۔ میں اپنی
دوسری جلد میں اس ایڈیشن کے کچھ اقتباسات شامل کروں گا ۔ جن اشعار کا ذیل میں ترجمہ
درج ہے وہ اس ایڈیشن نہیں بلکہ بینی نرائن کے تذکرے سے لئے گئے ہیں ۔ (تاریخ ادبیات
هندوی و هندوستانی صفحہ ۲۷۶)

۲۳- احمد حسین سحر　بہار بے خزاں　زمانہ تصنیف ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ع

سوز تخلص ۔ میر محمد نام ۔ از لکھنو است اشعار بہ طرز مطبوع مشہور جہان
است ۔ (صفحہ ۲۶)

۲۴- قطب الدین باطن ۔ گلستان بے خزاں معروف بہ نغمہ عندلیب زمانہ تصنیف ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲

سوز تخلص ۔ محمد میر نام طیورالشعرا ملک مالوفہ لکھنو تیراندازی کا گوشہ خاطر
میں کسب کامل تحریر اقسام خطوط میں نازک ان کے انامل ۔ اے مصفان زبان اور سیر کنندگان
گلشن بے خار و گلستان بے خزاں حمت ہو کر انصاف کرنا اور دیکھنا عاصی کو سب کی حضور
میں شکایت ہے ۔ " کلامش ماؤ مستقیمہ بر کران ادع " جائے انصاف اور غور ہے ۔ میر سوز صاحب
کے ساتھ ان کا یہ طور ہے جو ظاہر حال ان کا مانند باطن پاک ضمیران صاف اور باطن
آلائش حسد و بغض سے پاک ان سے یہ لا ف ۔ ان کے شراب سخن وہ تیزاب ہے کہ مذکور
شعرا میں رہا جس سے سامع مست و مدہوش ہوا ۔ کلام مانند صراط المستقیم مستحکم ہم کو
اس بات کا حد سے زیادہ غم کہ صاحب گلشن بے خار نے ان سے بھی گستاخی کی جو ایسی
بیہودہ عبارت لکھی ۔ اگرچہ جوش طبع یہ رکھتا ہے کہ کچھ صفت عالی شیفتہ صاحب کی
لکھوں اور بہ ترتیب شائستہ اس عبارت کو زیب دوں مگر بہ خوف خدا باز رہا اس مشغلے سے
دل بہت گداز رہا ۔ صد حیف کہ یاران ہم جلیس نزدیکی مونس و انیس وہ کون مرزا اسد

صاحب ، وغیرہ مخصوص مومن خاں جس کو باوجود متانت مرتبہ شناس رتبہ دانی کہاں اور یہ
بھی ایک طرح کی چالاکی ہے ان کے دل میں ایسی بے باکی ہے ۔ اپنے نزدیک دور بین
ہوشیاری کی پیش خود عیاری کے میدان خالی پایا کوئی بھرا ہوا مقابلہ کو ہاتھ نہ آیا
یہ سمجھے زمانہ بہرا ہے ایک ایک آفت دھرا ہے ۔ سو دیکھئے انہوں نے اپنے کو بلند
کھینچا بڑے بول کا سر نیچا دوڑ چلے تو آخر گر پڑے ۔ کیا ہوا جو میاں شیفتہ کو بے وقوف
بنایا خود کیا چاہتے تھے ۔ پر ان سے برا کہوایا ۔ ایسی چالاکیاں ہم کو بھی یاد ہیں
ایسی کے ہم بھی استاد ہیں عاقل کو نکتہ کتاب ہے ۔ غافل و نادان لاجواب ہے ۔ آمدم
بہ مطلب کلام طورالشعرا میں وہ گداختگی ہے کہ سنگ دلوں کو موم کرتا ہے ۔ وحشیان صحرا
کو رام ۔ موش مضمون وادی کاغذ میں ایمن ہو کر بحفاظت قلم سے ساحران باطل فن کو بھاتا
ہے ۔ کلام سخن دم جانسوز سے با سوز ہے اور بے ساز ہے نے باوجود بے طرزی سوز دلہید
کرتی ہے ایسی آواز ہے سنا ہے کہ پہلے صدر تخلص تھا سبب تبدیلی تخلص معلوم نہ ہو
ان کے سوز دلی نے خس و خاشاک دشمن صحر سا کاغذ میں جلایا ۔ کلام سوز عدو کی
آتش حسرت میں جلاتا ہے ۔ غیر جو ناسازان سے جلتے ہیں ان کی بھی دھوئیں اڑاتا ہے۔
(صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

۲۵- <u>سعادت خاں ناصر ۔ خوش معرکہ زیبا زمانہ تصنیف ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء</u>

شاعر ادا بند سید ارجمند ۔ خوش لہجہ ، سخن و بامزا شمع شبستان افروز ،
میر محمد متخلص بہ سوز اول میر تخلص کرتے تھے ۔ جب محمد تقی میر کی شہرت
ہوئی میر قدیم نے سوز تخلص کیا ۔ الزام کس و ناکس اس مرد آزاد نے اپنے سر پر نہ لیا
طرز کا اپنی استاد باوجود گرفتاری علائق کے آزاد ۔ طرز اس کے سخن کی سہل ممتنع سوائے
شعر و شاعری کے اور علم و ہنر اس میں جمع درویش روش ضمیر تیراندازی شہسواری میں

بے نظیر خط نستعلیق شفیعا میں صاحب قلم اور کلمۃ الخیر کے کہنے میں علم خندہ رو ، شگفتہ پیشانی مشہور ہمسہ دانی شعر خوان بہ ادا صورت میں معنی آشنا تھا نواب آصف الدولہ بہادر کے اجلاس کی تہنیت میں جب یہ رباعی اس نے کہی -

خالق کہ بہ خلق زندگانی دادہ دنیا بہ ملاتی و ملاتی دادہ

هرچند اجارۂ قضا و قدر است اقبال جہان را بہ اماتی دادہ

صاحب زادگی میں مرزا کو اماتی کہتے تھے اس رباعی کی مرزا سودا نے نہایت تعریف کی اور الحق یہ رباعی تعریف کے قابل ہے اور میر سوز صاحب حریف اور ظریف ایسے تھا تھے کہ ایک شخص نے سوز پر مرکز دے کر ان سے پوچھا کہ یہ کیا لفظ ہے ، کہا سوز تھا کسی نامعقول نے گوز کیا - عمر ہشتاد سال ہوئی پھر انتقال کیا - یہ تاریخ انتقال جرات کی کہی ہوئی ہے -

داغ اب سوز کا لگا دل کو

شیخ امام بخش ناسخ نے تاریخ جو ان کی وفات کی کہی وہ یہ ہے -

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے ہائے صاحب کمال واویلا

سال تاریخ ہے یہی ناسخ شاعر بے مثال واویلا

(صفحہ ۱۲۳-۱۲۴)

۲۶- کریم الدین د فیلن - طبقات الشعرا زمانہ تصنیف ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ع

سوز تخلص ، محمد میر نام ، اصل اس کی شاہ جہان آباد ہے - یہ شخص عالی طبیعت درویش خصلت ، ظریف الطبع خوش گفتار تھا ہمیشہ امیروں کی صحبت میں رہتا تھا اور اکثر اوقات ریختہ گوئی پر بہ طرز و طریق خاص کے کاٹتا تھا - شعر خوانی اس کو ایسی آتی تھی کہ لوگ بہ سبب تتبع گفتار اس کے چالاکیاں کیا کرتے تھے پر اس کے برابر ادا

دہ کر سکتے تھے - خط شیفا و نستعلیق خوب لکھتا تھا - مدت تک دیار شرقیہ میں رہا لکھنو جا کر فوت ہوا - (صفحہ ۱۳۵)

۲۷- محسن علی محسن - تذکرہ سراپا سخن زمانہ تصنیف ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲ع

اپنے رنگ کے یکتائے زمان اور نامی میر محمد ی تخلص سوز ولد میر ضیاالدین اولاد میں حضرت قطب عالم گجراتی کے - وطن بزرگوں کا بخارا ان کا ولدو مسکن دھلی عہد نواب آصف الدولہ میں لکھنو آئے - صاحب دیوان جو شخص شعر میں ہوتا تھا اس کی صورت بنا کر دکھا دیتے تھے - (صفحہ ۹۸)

۲۸- اسپر نگر - یادگار شعرا زمانہ تصنیف ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۵۰ع

سوز - سید محمد میر (تذکرہ ذکا) ساکن قراول پورہ متصل دھلی ولد ضیاالدین بخاری - یہ تیراندازی و دیگر مردانہ کھیلوں میں ماہر تھے ۱۱۹۱ھ مطابق ۱۷۷۸ع میں لکھنو گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نہایت غربت میں رہتے تھے اس لئے ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ع میں مرشد آباد چلے گئے لیکن وہاں بھی ذریعہ معاش نہ ہونے پر لکھنو واپس آئے اور اسی سال انہا انتقال کیا - (گلشن هند و تذکرہ عشقی) پہلے ان کا تخلص میر تھا پھر سوز - یہ فیض آباد میں رہتے تھے (تذکرہ شورش) مصحفی کے دوست تھے اور ان کے تذکرے لکھتے وقت ان کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی (صفحہ ۱۱۱)

۲۹- عبدالحلیم نصراللہ خاں خویشگی - گلشن بہار زمانہ تصنیف ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۳ع

سوز تخلص محمد میر نام - سوز عشق در سر داشت و حسن شعلہ رویان مد نظر زمانہ فکرش مشعلہ افروز بزم سخن و دم آتشین او چراغ بر انجمن نکتہ سنج ترانہ ساز رمز شناس عشق باز کام را بہ حلاوت چاشنی کلام و زبان را بہ چرب و نرمی تمام در شکر شیرین

سخن می پیچید ۔ بہ خوش زبانی و روشن بیانی شہرہ در شہر و در سخن فصیح و طبع یکتائے دھر ، قومی بازیے کہ وہ مرد توانا کمان اورا زہ دہ کردند ے طفلان عالمان اورا باستاد گیرندے پنجہ بخط شفیعا و نستعلیق می کشید ۔ معاصر سودا و میر بود ۔ (صفحہ ۱۸۲۔ ۱۸۳)

۳۰۔ عبدالغفور نساخ ۔ سخن الشعرا ۔ زمانہ تصنیف ۱۲۸۱ھ

سوز تخلص محمد میر ولد میر ضیاالدین اولاد میں حضرت قطب عالم گجراتی کے تھے ۔ وطن ان کا بخارا مولد دھلی نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد میں لکھنو گئے تھے۔ خط شفیعا اور نستعلیق خوب لکھتے تھے تیراندازی میں کمال تھا ۔ شعر اس انداز سے پڑھتے تھے کہ مضمون شعر کی صورت بنا کر دکھا دیتے تھے پہلے میر تخلص کرتے تھے جب میر تقی لکھنو گئے انہوں نے سوز تخلص کیا ۔ اشعار عاشقانہ انہی کے نہایت پرسوز ہوتے ہیں ۔ اسی برس کی عمر میں لکھنو میں وفات پائی دیوان ان کا نظر سے گذرا۔ (صفحہ ۲۲۷)

۳۱۔ محمد حسین خان ۔ ریاض الفردوس زمانہ تصنیف ۱۲۸۱ھ

تخلص محمد میر شعرائے نامدار لکھنو سے ہے ۔ فن تیراندازی و خوشنویسی میں کامل تھا ۔

۳۲۔ عبدالغفور نساخ ۔ شمیم سخن زمانہ تصنیف ۱۲۸۹ھ مولی مطابق ۱۸۷۲ع

سوز تخلص سید محمد میر ولد سید ضیاالدین دھلوی ۔ اسی برس کی عمر پائی آصف الدولہ کے عہد میں لکھنو پہنچے وہیں اپنا انتقال کیا ۔ صفحہ ۱۵۱)

۳۳۔ سید علی حسن خان بزم سخن زمانہ تصنیف ۱۲۹۷ھ

سوز محمد میر فرزند ضیاالدین دھلوی مولد بخاری موطن مقیم لکھنو در خطاطی

مشاق و به تیراندازی شهرهٔ آفاق بوده ـ بیشتر عسر تخلص می کرد چون عسر ثانی میسر نگشتو

رفته سوز تخلص کرده ـ کلامش سنجیده و نکو است هما ناگواه فکرت اوست ـ (صفحه ۵۲)

میر سوز — آثار و افکار

از

سردار احمد خان

فروری ۱۹۷۱

شعبۂ اُردو، جامعہ سندھ

حصہ دوم

دیوان مہر سوز

================

فہرست غزلیات

ردیف الف

(غ) ۹

ردیف ت ۔

ردیف ث -

ردیف ج -

ردیف چ -

-----------##########------

ردیف ح -
===========

--------#########--------

ردیف خ -
===========

---------##########---------

ردیف د -
===========

ردیف ذ

ردیف ر

ردیــف ز ۔

ردیــف س ۔

ردیــف ش ۔

ردیف ص ـ

۱-	آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص	۷	۱۳۳

ردیف ض ـ

۱-	دیکھ لینا ہمکو تیرا یار ہے جب شک غرض	۷	۱۳۵
۲-	کبھی تو فیض کو پہنچوں میں اے میرے فیاض	۵	۱۳۵
	کُل تعداد	۱۲	

ردیف ط ـ

۱-	کب میں آیا تیرے مکتب میں بتا واللہ غلط	۶	۱۳۶
۲-	سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط	۶	۱۳۶
۳-	سر سبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط	۷	۱۳۷
۴-	اب ضرور کرنے لگا ہے دل بتاں کا اختلاط	۵	۱۳۷
۵-	اپنے عاشق کو وہ کب چلتا ہے یہ راہ غلط	۳	۱۳۷
۶-	تیری آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط	۷	۱۳۸
	کل تعداد	۳۴	

ردیف ظ ـ

۱-	اٹھے نشہ میں محبت کے خط یار سے حظ	۹	۱۳۹
۲-	لفظا عزو جاہ سے محظوظ	۵	۱۳۹
	کل تعداد	۱۴	

ردیف ع ـ

۱-	مژگان کی گر خلش کا یہ دل ڈھنگ ہے وسیع	۹	۱۴۰

۲-	تاب لائی نہ تیرے حسن کی لرزاں ہے شمع	۷	۱۳۰
۳-	اک اک کے قطرے میں نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع	۷	۱۳۱
	کل تعداد	۲۳	

---------**********------

رديف غ -
=========

۱-	آتش سے مرا بوجھ سمندر نہ ہوں داغ	۶	۱۳۲
۲-	ہائے اتنا بھی نہیں غم سے فراغ	۳	۱۳۲
۳-	نالے سے من اپنے نہیں اے رشک ہیں داغ	۷	۱۳۳
۴-	ایک دم تو درد کے سہنے سے مجھ کو دے فراغ	۸	۱۳۳
۵-	عشق کے شور تو ہو ہم کو اسی کا داغ	۵	۱۳۴
	کل تعداد	۳۰	

---------************--------

رديف ف -
==========

۱-	یوں کھب رہا ہے گل کے کلیجہ میں خار حیف	۶	۱۳۵
۲-	زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف	۵	۱۳۵
۳-	اب ہو تو نہ ہرگز رہے کنعان میں یوسف	۵	۱۳۶
۴-	مرضی جو آئی چرخ کی بے داد کی طرف	۵	۱۳۶
۵-	ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگمان صاف	۵	۱۳۶
۶-	ایک ہی نگہ میں آب ہوا دل ہزار حیف	۵	۱۳۷
۷-	رکھتے نہیں نہ فلک پہ سبھی اعتماد حیف	۵	۱۳۷
۸-	دشمنوں کی دوستی میں کٹ گئے دن رات حیف	۲	۱۳۷
	کل تعداد	۳۸	

- ---------**********-------

رديف ق -
=========

۱-	کدھر جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کر اے مہربان مشفق	۵	۱۳۸
۲-	دود سے آہ کے ہے گرچہ سیاہ خانۂ عشق	۵	۱۳۸

ردیف گ -

ردیف ل -

------------**********------------

ردیف م –

------------############----------

ردیف ن

==========

ردیف و —

ردیف ہ

---------*************---------

ردیف ے -

=========

۳۴۰- الٰہی دل میں کسی دوست کے صفا نہ رہی	۵	۳۹۶
۳۴۱- آہ اپنے دوست پیارے مرگئے	۵	۳۹۷
۳۴۲- خسرو اقلیم میں فرمان روائی کیجئیے	۷	۳۹۷
۳۴۳- روتے ہی آئے تھے روتے چلے	۲	۳۹۷
۳۴۴- چشم کا کام اشک باری ہے	۲	۳۹۷
۳۴۵- تونے ظالم بہت ستایا ہے	۷	۳۹۸
۳۴۶- او میاں او بھائی او خلوت کے جانے والے دوست	۵	۳۹۸
۳۴۷- اک روز کہا صنم سے میں نے	۵	۳۹۸
۳۴۸- خیال داغ جگر کا نہیں دماغ مجھے	۲	۳۹۹
۳۴۹- کس گنہ پر قتل کربیٹھے بتاؤ تو سہی	۲	۳۹۹
۳۵۰- چلتر سن نیا عیار کا تو	۲	۳۹۹
۳۵۱- تجھے رسوا کروں ایسا میں تیری بے وفائی سے	۱	۳۹۹
۳۵۲- اے نالہ نکل مت کہ ترا راز نہ نکلے	۱	۳۹۹
۳۵۳- ہیے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کے گم مہدی	۱	۳۹۹
۳۵۴- نہ یہ کمند دکھاتی نہ رات ہی کالی	۱	۳۹۹
۳۵۵- عرق آلودہ رخسان پہ یہ کیا زلف آئی ہے	۱	۳۹۹
۳۵۶- بتاں گرتم بہار چشم گوہر بار دیکھو گے	۱	۳۹۹
۳۵۷- موا میں تو بھی تیری دل سے آرزو نہ گئی	۱	۳۹۹
کل تعداد	۲۱۶۳	

ردیف الف

۱

جز[1] شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا ‏ ‏ ‏ چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے دہاں کا

پہنچے ہے خیال[2] (اپنا) اس کی صفت تک کہاں ‏ ‏ ‏ واں دخل فرشتہ کے نہیں وہم و گماں کا

یک نسخہ نہیں اسکے مطلب کا ہے سمجھا ‏ ‏ ‏ ہے علم صدا اوا کسے اس سود و زیاں کا

اے شخص کسی کا دہن ایسا ہے کہ جس سے ‏ ‏ ‏ چھٹ اس کے ادا شکر ہو بخشندۂ جاں کا

ہر موبہ تن خلقت خاکی جو زباں ہو ‏ ‏ ‏ مقدور کسے ہے ترے احسان کے بیاں کا

۲

سر[3] دیوان ہر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا ‏ ‏ ‏ بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

خدا دیتا اگر مجھکو زبان توحید کہنے کی ‏ ‏ ‏ تو لا کا سب الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا

وگر نعت محمد کی مجھے توفیق کچھ ہوتی ‏ ‏ ‏ بحق کلمۂ طیب رسول اللہ میں لکھتا

زبان سے مرتضیٰ مشکل کشا کی منقبت کہتا ‏ ‏ ‏ تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا

وگر میں مرثیہ حسنین کا لکھتا تو کیا لکھتا ‏ ‏ ‏ بہ سوز سینۂ زہرا فقط اک آہ میں لکھتا

۱- ب خ ر ع ک

۲- ب ر پہنچے ہے خیال اسکے کوئی وصف تک اپنا ‏ ‏ ۲- ر پہـــر

۳- ب ر ع

۳

دلا[1] دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا ‏ — جو چاہے پاک ہو، پیرو ہو، اصحاب محمد کا

محمد علم کا گھر ہے علی ہے اس کا دروازہ ‏ — غلام اس کا ہے وہ جو کلب ہے باب محمد کا

قد رعنا جو اپنا خم کیا پھر نماز اس نے ‏ — ہوا اس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا

زمین و آسمان ہوکیوں نہ روشن نور سے اس کے ‏ — کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمد کا

کہا پیر خرد نے موجب خم پست گردوں کا ‏ — کہ مجھکو بار کش رہنا ہے اسباب محمد کا

ادا کس کی زباں سے ہوسکے شکر اسکی نعمت کا ‏ — دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قاب محمد کا

ہوا[2] ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا ‏ — خدا ہی کیں ہے آگاہ آداب محمد کا

۴

درد[3] کش کیا کہہ سکے ساقی کوثر کی ثنا ‏ — چشم تر سے ہو سکے کب اس کے ساغر کی ثنا

یہ زباں قابل نہیں جو نام اسکا لے سکے ‏ — مصطفے سے پوچھئے اس کے برادر کی ثنا

بند ہیں لب خلق کے لیکر ازل سے تا ابد ‏ — کیں کر سکتا ہے اس قصد مکرر کی ثنا

باوجود اس قرب کے روح الامیں مداح[4] ہے ‏ — ہے زباں پر اس کے دائم اس کے قنبر کی ثنا

آیۃ[5] الکرسی میں ہے (تعریف) اسکی دیکھ لو ‏ — پوچھ لو جبریل سے جا اس کے قنبر کی ثنا

سوز تو کیا کہہ سکے گا، کہہ گئے حضرت حسین ‏ — گردن مذبح سے اللہ اکبر کی ثنا

۱- ر ع

۲- یہ غزل کلیات سودا میں اس مقطعے کے ساتھ ہے

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا

کلیات سودا صفحہ نمبر ۳

۳- ب ر ع

۴- ہے مدح گو

۵- یہ شعر صرف ر میں ہے

۵

اہل[1] ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہوگیا — آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہوگیا

ناصحا بیزار دل سوزی سے تیری دور ہو — دل کو کیا روتا ہے لے جی ہی مسافر ہوگیا

درد سے محفوظ ہوں درماں سے مجھکو کیا — بار خاطر تھا مرا سو یار شاطر ہوگیا

میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہے میرے نام — واہ یہ دیوان بھی مستقل دفاتر ہوگیا

کیا مسیحائی ہے تیرے لعل لب میں اے صنم — بات کے کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہوگیا

۶

دیکھ[2] دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائیگا — یاں بغیر از قطرۂ خوں اور کیا تو پائیگا

قتل کی نیت تو کر آیا ہے تو کیا دیر ہے — پر مجھے تو مار کر ظالم بہت پچھتائیگا

میں ہوں جو تیری جفائیں اس قدر سہتا ہوں یار — ورنہ دیکھیں گے ، مجھے تو ڈھونڈ کر تو لائیگا

پھر بھی کہتا ہوں تجھے میں سوز کر اب مت ستا — مت ستا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائیگا

۷

مژدہ[3] گر چشم ظاہر دیدۂ بیدار ہو پیدا — در و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا

خوشی کیوں ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر — کہ تیرا اشک جس جاگہ گرے گلزار ہو پیدا

یہاں تک کفر پورا چاہئے گر خاک گلشن ہو — بجائے ہر رگ گل رشتۂ زنار ہو پیدا

قتل خنجر مژگاں ہوں یہ بھی کیا تعجب ہے[4] — کہ میری خاک سے سینے کی جاگہ خار ہو پیدا[1]

بہت[5] سیراب ہوگی سرزمیں دیدۂ عاشق — اگر مژگاں کے تخم بوئے تو کیا تلوار ہو پیدا

ہمارا[6] سوز بھی مفلس بیچے ہے کیسہ کو یارو — دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا

مسیحائی ہے تیری تیغ میں کیا سوز کو غم ہے — جو لاکھوں بار ہووے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

۱- ب خ ر ع ک

۲- ر

۳- ب خ و ع ک

۴- اچنبھا ہو

۵ - ۶ یہ دو شعر صرف ع میں ہیں

۸

چلے[1] ہو کس طرف یک بار مدہ کو موڑ کر جانا
یہ کس مشرب میں ہے جلتے کو روتا چھوڑ کر جانا

جو بیداری میں جاؤ گے تو میں جی کر کروںگا کیا
اگر جانا ہی ہے تو مجھ کو سوتا چھوڑ کر جانا

جو دل تھا سو تو اسکو لے چلے باقی رہیں آنکھیں
انہوں کی بھیک کا کاسہ بھی[2] ظالم چھوڑ کر جانا

تھا آرزو، امید، حسرت پیش کش تیسری
رہا اک رشتہ الفت اسے مت توڑ کر جانا

بوقت[3] نزع بولا سوز اگر تجھ کو گھسوٹی گا
اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے چھوڑ کر جانا

۹

زباں[4] سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہنا
مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ وا کہنا

سدا اے اشک و آہ و نالہ و فریاد واویلا
جو اس کوچے تلک جاؤ تو میں بھی دعا کہنا

قیامت تک نہ بھولے گی مجھے[5] اس آن کی لذت
ہمارا ہنس کے جی دینا تمہارا مرحبا[6] کہنا

بس[7] اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہیو
جو تجھ سے کچھ حقیقت کہہ نہ آوے کچھ تو جا کہنا

سجنوں[8] کے روبرو کہنا کہ میرا سوز عاشق ہے
مناسب نہیں ہے بھائی ایسی باتیں برملا کہنا

۱۰

یہی[9] میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا
کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا

پڑا سونے دے تا روز قیامت
جو چونکا یہ جگانے سے دوانا

تو اپنے سر کو ٹکرائے گا اس سے
نہ دیکھے گا وہ اپنا نے ٹھکانا

کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے
کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا

کسی کے پاؤں پر سر رکھ کہے گا
کہ مجھ کو ذبح کر کے یاں سے جانا

تماشا تجھ کو یہ اچھا لگے گا
بھلا لگتا ہے یہ کیا مسکرانا

بجائے سوز کے پیچھے نہ پڑ جا
کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

۱- ر ک ۲- ظالم نہ کاسہ چھوڑ کر جانا ۳- یہ غزل ع میں نون کی ردیف میں درج ہے اور کافی اغلاط ہیں - یہی غزل اختلاف کے ساتھ ر ع ک میں الف کی ردیف میں ملتی ہے -
۴- ب ر ع ک ۵- ع میاں، ک صنم ۶- ر واہ وا ۷-۸ یہ شعر صرف ع میں ہیں
۹- ب ر ک ۱۰- یہ غزل ع میں نون کی ردیف میں دی گئی ہیں -

۱۱

یہ[1] چال یا قیامت یہ حسن یا شرارا
چلتا ہے کس ادا سے ٹک دیکھیو خدارا

جھڑا لپیٹے جب تک روز حساب آخر
بل بے تری بناوٹ اے خود نما خود آرا

غرفہ کو جھانکیو ٹک کیسی چمک ہے اللہ
ہے نور یا تجلی خورشید یا ستارا

ہر آن اس کا جلوہ ہے گا بہ شان دیگر
خسرو ہے نہ سکندر جمشید ہے نہ دارا

آتی شمیم کچھ تو اس زلف عنبرین کی
باد صبا کا ہوتا اس جا اگر گزارا

کس کا یہ نرگستاں جیسے شہید چاہے
نور زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں سب نظارا

کس کی مجال دیکھے اس حسن آفریں کو
ہر چند اس کا جلوہ ہے عالم آشکارا

پوچھے ہے مجھ سے سچ وہ عاشق ہے کیا تو
کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بچارا

دیکھو اچک لیا تم آتا ہے پھر شتابی
دل چھٹ گیا کبھی کا مانگے ہے پھر دوبارا

لیتا ہے ملک دل کو یہ دلربا آسانی
اس میں نہیں کسی کا اے دلربا اجارا

اتنی جراحتوں پر جیتا ہے سوز صاحب[2]
سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگ خارا

۱۲

جی[3] خاک میں آیا پہ گلفام نہ آیا
جینا تو الٰہی ہے کچھ کام نہ آیا

دنیا میں بھی دوستی ہوتی ہے مری جان
جب تک نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا

عالم کی تمنا میں ترا جان بلب آیا
رحمت ہے خدا کی تو لب بام نہ آیا

قاصد سے تو پوچھا تھا کہ بھیجا ہے تو
وحشت سے اسے یاد مرا نام نہ آیا

تھا نزع کی حالت میں بھی سوز کے
جی خاک میں آیا پہ گلفام نہ آیا

۱- ب خ ر ع ک
۲- ں ہ = اب تک
۳- ب خ ر ع ک

۱۳

ملنے[1] کی تیری دل میں ہیں کی ہوائیں کیا کیا — مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعائیں کیاکیا

دکھ ، درد ، غم ، جلنا رہ رہ کے کھسول[2] پڑنا — پھوڑا ہے دل نہیں ہے تجھ کو سنائیں کیاکیا

خوف رقیب ، حسرت ، عجز و نیاز منت — جھیلے[3] یہ یہ اذیت آفت اٹھائیں کیا کیا

تن چاک ، سینہ سوزاں ، دل داغ چشم گریاں — تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھائیں کیاکیا

لے[4] سر سے تا بہ سینہ ، سینہ سے تا قدم تک — ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلائیں کیاکیا

آنا تو جی چھلانا ، دل چھل کے بھاگ جانا — ہم نے سہی ہیں پیارے[5] تیری دغائیں کیا کیا

دل موم اب ہوا ہے فرمانا ہے صاحب[6] — بانچھہ تیری خاطر اس کا بتائیں کیا کیا

خنجر سے منہ نہ موڑا تیغہ سے دم نہ مارا — اس سوز نے سہی[7] ہیں تیری جفائیں کیا کیا

۱۴

قضارا[8] وہ قاتل ادھر آن نکلا — کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا

کھڑا نعش پر ہوکے بولا کہ ہر ہے — یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

چھری لے کے میں جب سینے کو چیرا — تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

پھٹک[9] سر لگا کہنے میں نے کیا کیا — میں سمجھا تھا کچھ یہ تو انسان نکلا

ہیے[10] گرچہ عاشق ہزاروں ولیکن — ہے سوز سا کون بے جان نکلا

مرا کشتہ ایسا تو تھا جس کی خاطر — یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا

کدھے رہنے والو مگر سوز بھی یہ — بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

۱- ب ع ک ۲- ع پھر لپکا ۳- ع جھیلے ۴- یہ شعر ک میں نہیں ہے ۵- ع کافر

۶- ب بھائی ۷- بھی کی ہیں تجھ سے وفائیں

۸- ب خ د ع ک ۹- ک جھٹک کر لگا کہنے کیا چوک ہوئی - میں سمجھا تھا آدم یہ انسان نکلا

۱۰- ب خ ک میں یہ شعر نہیں ہے -

۱۵

کسی نے روز[1] ازل قسمت میں کوئی شام لے آیا | ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا
طلب[2] محفل میں ساقی نے کیا جب شیشہ و ساغر | گزک کے واسطے آنکھوں سے میں بادام لے آیا
صدا[3] در پر ہے کچھ پیغام بر کی سی خدا جانے | خبر وصل ہے یا ہجر کا پیغام لے آیا
شفق میں ۰ میں ہلال عید تجھ بن دیکھ یوں سمجھا | کہ میرے قتل کو یہ تیغ خوں آشام لے آیا
ہمیشہ سیر میں گلشن کے میں خوشنود[4] رہتا تھا | عبث[5] کنج قفس میں کھینچ مجھکو دام لے آیا
مجھے تکلیف ترک عشق اب کرتے ہیں جو ناصح | کدھر ان پختہ مغزوں کو خیال خام لے آیا
طرف[6] جو ماہ ہر خورشید رو کے آج ہوتا ہے | مگر[7] کچھ دور اس مکھڑے سے جاکر دام لے آیا
لگا[8] کہنے کہ خط پڑھ کر کئی اک گالیاں دیں ہمیں | جو میں پوچھا یہ قاصد سے کہ کچھ انعام لے آیا
نہ سہا چین بھر دنیا میں سوز اس دل کے ہاتھوں سے | عدم سے ساتھ میں اپنے عجب آرام لے آیا

۱۶

جھوٹ[9] بات ہے بے قراری کا | دکھ نہیں مجھ کو انتظاری کا
کیوں نہ مژگاں پہ طفل اشک آویں | شوق ہے ان کو نے سواری کا
غیر یعقوب اور کیا جانے | حال عاشق کی چشم جاری کا
کھوتی ہے سر کو بادشاہ کے شمع | بس کے دعوی ہے تاجداری کا
کاش دامن تلک بھی پہنچے ہاتھ | کس کو دعوی ہے ہمسکاری کا
کہہ رہا ہوں کہ باز آ اے دل | اب تو پایا مزا نہ پیاری کا
اب نہیں جائے دوست سینہ سوز | توڑ ٹانکا نہ زخم کاری کا

۱- ب ر ع ک ۲- ب تی محفل میں جب ساقی نے گل فام لے آیا
۳- ع صدا ہے در پہ قاصد کی سی کوئی جا کے پوچھو تو ۴- ع دل شاد ب - خوش وقت
۵ - ب ع کدھر ۶- یہ شعر ب میں نہیں ہے ۷- مگر مکھڑے سے اس کے دور ۸- یہ شعر ب
میں ~~xxx~~ نہیں ہے - ۹- ر ع ک

۱۷

زندگانی[1] میں کسے آرام حاصل ہوئے گا
آہ[2] آسودہ جہاں میں کون سا دل ہوئے گا

غیر[3] سے مل، کیونکہ ہم چشموں سے ہوئیے پھر دوچار
آئینہ تک منہ دکھانا تم کو مشکل ہوئے گا

قتل[4] پر یہ بے گنہ راضی ہے اپنے کس لئے
ہاتھ میں پہنچے اک روز تو دامان قاتل ہوئے گا

ابر کے قطرے تو ہوجاتے ہیں موتی سراسر
کیا ہمیں رونے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئے گا

گو کہ رتبہ ماہ کا پہنچا فلک تک کیا ہوا
مہوش میرے کے/منہ دیکھو مقابل ہوئے گا

مجھ پہ جو گذری سو گذری فائدہ کہنے[5] سے کیا
کچھ نہ کہیو حال دل قاصد کہ بیدل ہوئے گا

جان باقی ہے اسے لے اور کر اپنا حساب
عشق کے دفتر میں کچھ میرا ہی فاضل ہوئے گا

دشمن[6] جان قتل مت کر دل کو کچھ حاصل نہیں
قطرہ قطرہ خوں ہو کر جمع پھر دل ہوئے گا

در[7] گذر اس خوں سے آخر تجھے آوے گا رحم
سوز کا دل جس گھڑی خنجر سے بسمل ہوئے گا

۱۸

کعبہ[8] ہی کا اب/قصد یہ گمراہ کرے گا
جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا

زلفوں سے پڑا طول میں اب عشق کا جھگڑا
خط آن کے یہ مجملہ کوتاہ کرے گا

احوال دل زار تجھے ہووے گا معلوم
جب تو کسی مہوش کی میاں چاہ کرے گا

بوسہ[9] کی طلب سے تو رہے گا نہیں اے دل
جب گالیاں دو چار وہ تنخواہ کرے گا

کر آج یہی حکم کہ چھپروں کو چھڑک سوشن
دل سوختہ اس رات کوئی آہ کرے گا

آئینہ[10] کو ٹک بھر کے نظر دیکھیو ظالم
وہ تجھ کو مرے حال سے آگاہ کرے گا

واقف نہ سمجھ سوز کے پیمان کو اے یار
جو تجھ سے کیا عہد سے نرباہ کرے گا

۱- ب و ع ک   ۲- ع ہائے   ۳- یہ شعر ب میں نہیں ہے
۴- قتل اپنے پر جو میں راضی ہوں جی سے اسلئے   ۵- ع تکرار سے   ۶- ع بے مروت
۷- ع درگذر اس خون گرم سے کہ پچھتاوے گا اب   ۸- ب و ع ک   ۹- ع بوسہ کی طلب سے تجھی باز آوے گا اے دل
۱۰- یہ شعر صرف ب میں ہے -

۱۹

[1]گفتگو کا تری حاصل ہی گیا ناصحا یار سے دل مل ہی گیا

دل اکیلا نہ گیا سینہ سے ہوگئے خوں اشک کے شامل ہی گیا

جلد اٹھا نہ تیے گھر سے رقیب ہوگئے چھاتی پر مری سل ہی گیا

تیے کوچے میں نگہ سے تیری آیا جو کوئی سو گھائل ہی گیا

بے قراری کی لکھی جب سے شرح لے کے نالہ مرا بسمل ہی گیا

دین و دنیا کو نہ پوچھو ہم سے کیا رہا پاس کے جب دل ہی گیا

سر تو لایا تھا میں دینے کے لئے کیا کہوں سوز وہ قاتل ہی گیا

۲۰

[2]عشق تو میرا کلیجہ کھا گیا بس مرے اللہ جی گھبرا گیا

[3]جنبش ابرو سے کچھ بتلا گیا قتل کا مذکور ہے میں پا گیا

گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا چور نظروں میں تو اسکی پا گیا

کان پر جوں بھی نہ پھری تیے نہ یار روز در پر تیے سر ٹکرا گیا

آن[5] کل آیا تھا ناصح تیے گھر وہی کافر تجھ کو کچھ سکھلا گیا

[4]جاگی میں جس سمت میں سلگتا ہے آہ یہ غم جان میری کھا گیا

[5]اب نہیں ڈرنے کا تیری تیغ سے ناز کا تیے تو میں ڈھب پا گیا

[6]غیر کا جا کر ہوا تو ہمکنار جھوٹے وعدوں سے ہمیں بہلا گیا

کہیں تو گھبرایا ہوا[7] پھرتا ہے آج سوز[8] سچ کہہ آج تیرا کیا گیا

۱- ر ع ک ۲- ب ر ع ک ۳-۴-۵-۶ یہ اشعار ب میں نہیں ہیں

۷- ع بھی ہے آج سوز ۸- ع مجھ سے

۲۱

جب[1] تک کہ میرے تن میں اے جان دم رہے گا — تیرا[2] اسی طرح سے مجھ پر کرم رہے گا

رودے گا عشق مجھ کو سر خاک ڈال اپنے — مرنے کا میرے تجھ کو کاہے کو غم رہے گا

شمشیر سے نہ کر قتل مرنے دے مجھ کو غم سے — کس سے دھلائے گا تو گر خون جم رہے گا

اے غم نکل شتابی میں چھوڑ سکی دل — صدت تسلک رہا تو اب وہ صنم رہے گا

مر جائیں گے عدو سب حسرت[3] سے زہر کھا کر — گر سوز پر مری جان تیرا کرم رہے گا

۲۲

کہوں[4] شمار ہیہم دل کے یار داغوں کا — تو[5] آج سیر کریں آکے اپنے باغوں کا

ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا — سوائے داغ نہیں دخل یاں چراغوں کا

ابھی تو[6] بزم میں آئے ہیں تیس اے ساقی — کوئی دنوں تو مزا لیجئے دے ایاغوں کا

گیا میں گھر سے ترے اور آ بسے ہیں رقیب — مکان مرغ چمن آشیان ہے زاغوں کا

سنے[7] ہے سوز تو ملنے کا قصد مت کر یار — اٹھا سکے گا تو کب ناز بدماغوں کا

۲۳

قاضی[8] ہزار طرح کے جھگڑوں میں آسکا — لیکن نہ حسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا

قاصد ہو طفل اشک گئے بارہا ولے — دل کی خبر کوئی نہ تری کوچے سے لا سکا

کیا فائدہ ہے رونے سے اے چشم زار بس — کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا

رستم نے گو پہاڑ اکھاڑا تو کیا ہوا — اس کو سراہئے جو ترا ناز اٹھا سکا

اے[9] سوز عزم کوچۂ قاتل نہ کر عبث — تو ایک بھی بتا دے کہ واں جا کے آ سکا

۱- ب ر ع ک ۲- ع تیرا اسی ستم سے ۳- پتھر سے سر پٹک کر

۴- ر ع ک ۵- ع تو آ تو ۶- ع سے اٹھتے نہیں ہیں بس ۷- یہ غزل کلیات ر ،
سودا میں [illegible] اس طرح ہے- سنے ہے ملنے کا سودا سے قصد مت کر یار کلیات
سودا صفحہ ۱۴ - ۸- ب ر ع ک ۹- ب بس

۲۴

اپنے نالے[1] میں گر اثر ہوتا
قطرۂ اشک بھی گہر ہوتا

جن کے نامے کی[2] پہنچ تجھ تک
کاش میں ان کا نامہ بر ہوتا

دل نہ دیتا جو میں تجھے ظالم
کیوں مری جان کا ضرر ہوتا

پھر نہ کرتا ستم کسی پہ اثر
حال سے میرے با خبر ہوتا

خون عشاق کرتے کیوں ناحق
گر بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا

کام آتا میں ایک دن پیارے
ربط مجھ سے تجھے اگر ہوتا

کھینچتی فوج خط جو حسن پہ تیغ
سینہ میرا وہاں سپر ہوتا

سوز کو شوق کعبہ جانے کا
ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا

شیخ مانند تیرے اس کے پاس
باربوداری کو جو خر ہوتا

۲۵

عشاق[3] تیرے سب تھے بیزار تھا سو میں تھا
اس جگ خرابہ اندر اک خوار تھا سو میں تھا

داخل شہیدوں میں تو لوہو لگا کے سب تھے
شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو میں تھا

سنبل کے بیچ میں دل تیرے نہ تھا کسی کا
نرگس کا ایک تیری بیمار تھا سو میں تھا

اُلفت[4] غرض مطلب کس کی نہ تھا زبان پر
در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو میں تھا

داغ محبت اے گل جب تھا ترا نہ جگ میں
داغوں سے جس کے سینہ افگار تھا سو میں تھا

گو عشق کے تمہارے عشاق تھے مقرر[5]
اہل زباں پہ جس کے اقرار تھا سو میں تھا

دل سے تری نصیحت سب یار مانتے تھے
ناصح کے پر سخن سے بیزار تھا سو میں تھا

کافی تری زبانی اکثر ہیں لیک جوں شمع
ہر استخواں میں جس کے زنار[6] تھا سو میں تھا

اس میکدہ میں گاہے اے سوز ہم نے دیکھے
سب مست و بے خبر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

۱- ر ع ک   ۲- گلشن ہند- جن کے نالے پہنچتے ہیں تجھ تک   ۳- ر ع ک

۴- ر تجھ گھر میں   ۵- ع سب مقرر تھے -

۲۶

اگر[1] میں جانتا ہے عشق[2] میں دھڑکا جدائی کا
تو جیتے[3] جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا

جو عاشق صاف ہیں[4] دل سے انہیں کو قتل کرتے ہیں
بڑا چرچا ہے معشوقوں میں عاشق آزمائی کا

کریں اک پل میں برہم کارخانے کو محبت کے
اگر عالم میں شہرہ دوں تمہاری بیوفائی کا

جفا یا مہر جو چاہے سو کرلے اپنے بندے پر
مجھے خطرہ نہیں ہرگز برائی یا بھلائی کا

نہ پہنچا آہ و نالہ گوش تک اسکے کبھی اتنا
یہاں ہم کیا کریں طالع کی اپنی نارسائی کا

خدایا[5] کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے
رکھے ہے ہر صنم اس دہر میں دعوی خدائی کا

خدا کی بندگی کا سوز ہے دعوی تو خلقت کو
ولے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

۲۷

تجھ[7] پہ قربان مری جان دل و دین میرا
ایک باری تو سن افسانہ غمگین میرا

ہوئے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتی ہے دبوچ[8]
کس قدر شوخ ہے اللہ یہ گلچین میرا

کوہ کو سرکشی کوہ میں کردوں پامال
ابھی [illegible] آجاوے اگر صاحب تمکین میرا

ماننے کا نہیں میں پند تری سنتا ہے
ناصحا چھوڑ دے بس اب سر بالین میرا

دیکھتا ہی نہیں اک آن وہ مجھ کو ہیہات
کیا کروں سوز کہ وہ شوخ ہے خود بین میرا

۲۸

خطرہ[9] نہیں ہے مجھ کو اے عشق اپنے جی کا
تو نے خطاب بخشا جب سے بہادری کا

ہر صبح منہ چڑھے ہے اس تند خو سے اٹھکر
کیا آہنی کلیجہ دیکھو ہے آرسی کا

کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ
دیکھا مزا نہ تو نے اے یار عاشقی کا

عارض کو تیری پہنچے کب اس کی ڈھلڈھاہٹ
ہاے ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا

رستم تو آج تو ہے میدان کے سخن کا
اے سوز کس کو دعوی ہے تیری ہمسری کا

۱- ب و ع ک ۲- ع عاشقی میں غم ۳- ع محشر [illegible] تک ۴- ع صاف باطن
۵- پاک طینت ہیں ۶- ہر بندے کو دعوی ہے ۷- ب و ع ک ۸- رچین ۹- ب ع ک

۲۹

زلفوں[1] سے اگر مجھ کو سروکار نہ ہوتا
یاں تک تو پریشاں میں[2] اے یار نہ ہوتا

خوگر جو مداوے سے طبیب اپنے کو پاتا
تو زیست سے مایوس یہ بیمار نہ ہوتا

اسرار سے کعبہ کے خبر شیخ جو رکھتا
بت خانے سے ہرگز اسے انکار نہ ہوتا

کیا دو بھر آن کے یاں لطف اٹھاتا
دنیا میں اگر کوئی طرحدار نہ ہوتا

گر آنکھ اٹھتی نہ کسی شوخ سے جاکر
تو دل بھی کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

۳۰

جب[3] خیال آتا ہے اس دل میں تیرے اطوار کا
سر نظر آتا نہیں دھڑ پر مجھے دوچار کا

دیکھتا ہوں یار میں[4] جبکہ میں تجھکو جلوہگر
مہر کو واں حکم ہے خار سر دیوار کا

عاشقوں کو شیخ ، دین و کفر سے کیاکام ہے
دل نہیں وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

یک دکھادے اپنی ساقی چشم میرگوں تو اسے
محتسب ہوجائے بندہ خانۂ خمار کا

بسکہ پونچھوں ہوں میں اپنی چشم خوں آلودہ کو
جام کیا ہر ایک تختہ سبز ہے گلزار کا

خدا[5] کے واسطے اس بانکپن سے تو گذر
کل تو میں نے یوں کہا دامان پکڑ کر یار کا

تنگ ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو میرے
راست ہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

۳۱

تو[6] ہم سے جو ہم شراب ہوگا
بہتوں کا جگر کباب ہوگا

ڈھونڈے[7] کا سحاب چھپنے کو مہر
جس روز وہ بے نقاب ہوگا

خوباں سے نہ کر محبت اے دل
آساں ، کہاں خراب ہوگا

اے مرگ شتاب کہہ تو مجھ سے
اس زیست کو کب جواب ہوگا

بوسہ دے سوز کو مری جاں
مطلب ترا شتاب ہوگا

۱- ب و ر ع ک ۲- گلشن ہند - یہ دل زار ۳- ر ع ک ۴- ر ع جس گھر میں میں
۶- ب و ر ع ک ۷- یہ شعر ب میں نہیں ہے
۵- کلیات سودا میں یہ شعر اس طرح ہے - کل خدا کے واسطے اپنا دامن پکڑ کر یار کا - صفحہ [illegible]

۳۲

عشق[۱] تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکا ہی رہا — خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

رات جو غصہ ہو میرے پاس سے اٹھ کر چلا — میں نہ چھوڑا اس کا دامن وہ جھٹکتا ہی رہا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے رضا — کان کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا

تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے آکر جا سکے — جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا

کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر — آرزوئے وصل میں/دل بھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا تھا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر — ہوش میں آؤں میں جب تک وہ سرکتا ہی رہا

جس کو محفل سے نکالا وہ بہ امید طلب — ہر قدم پر راہ چلتے میں بھٹکتا ہی رہا

کیا[۲] بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں — خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

۳۳

خط[۳] بوسۂ لب اس کے کچھ ارمان نہ کرے گا — قیمت میں کم از لعل بدخشاں نہ کرے گا

جس روز کیا چہرے کو تیرے منظر انداز — پھر سرخ چمن سیر گلستاں نہ کرے گا

در پے سرو سامان کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی — اس سر کو بجز تیغ کے سامان نہ کرے گا

مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو واعظ — وہ روز عذاب شب ہجراں نہ کرے گا

عیسی کو یقیں ہے کہ نہ جائے گی تپ عشق — وہ درد کا میرے کبھی درماں نہ کرے گا

اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں — پھر دل کوئی وابستۂ خوباں نہ کرے گا

دے بیٹھے ہے دل سی بھی کوئی چیز کو اے سوز — جو تو نے کیا سو کوئی نادان نہ کرے گا

۱- ر ع ک

۲- یہ شعر کلیات سودا صفحہ ۲۷ جلد اول میں اس طرح ہے -

آج کیا سودا میں الفت کی خلش تجھ سے کہوں — خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

۳- ر ع

۳۴

محبت[1] میں نہیں ہے[2] ناصحا کچھ اختیار اپنا
نہیں[3] تو دیکھ سکتا ہے کوئی یہ حال زار اپنا

خیال زلف و رخ میں رات دن اپنا گزرتا ہے
اسی عنوان سے کٹتا ہے اب لیل و نہار اپنا

کسی کو پھل کسی کو پھول بخشا باغ میں جاکر
چلے جب واں سے تب نرگس نے بخشا انتظار اپنا

تجھے غیرت نہیں جو غیر، میری جان کھاتا ہے
کوئی بھی غیر کو ہے سونپتا سلطان شکار اپنا

دل وحشی تری الفت[5]، نہ مانوں میں، نہ مانوں میں
جو تو سینہ میں گھس[6] کر دوست کہلائے ہزار اپنا

خوشی[7] و خرمی لوٹا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم
غم و اندوہ اس دل بیچ چھوڑا یادگار اپنا

نہ پوچھو مجھ سے اے یارو دماغ ان سادہ رویوں کا
سکندر کے تئیں سمجھیں نہیں یہ آئینہ دار اپنا

کہا اک روز میں نے کر قسم اس[8] کو کہ سمجھے ہے ق
جہاں[9] غیروں کی صحبت سوز کو تو غم گسار اپنا

لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں، کیا بات ہے اس کی
وہ دولت خواہ اپنا، فدوی اپنا، جاں نثار اپنا

۳۵

جتنا[10] کوئی تجھ سے یار ہوگا
اتنا ہی خراب و خوار ہوگا

ہر روز جو روز عید تو بھی
تو ہم سے نہ ہم کنار ہوگا

دل[11] اتنا بھی انتظار کیا ہے
کہیں بس بھی، تجھے قرار ہوگا

شکوہ میں جو جس کے خوں کی بوند
تیرا ہی وہ دل فگار ہوگا

دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو
گل اس کی نظر میں خار ہوگا

ناصح[12] نہ گریہ سے جو مانع
میرا وہی غم گسار ہوگا

جا یار شتاب سوز سے مل
ٹھیرا اسے انتظار ہوگا

۱- ب ر ع ک ۲- ب = نہیں ہے عاشقی میں ناصحو ۳- ب ورنہ دیکھ سکتا ہے کوئی یوں
۴- ک - کوئی بھی سونپتا ہے سگ کو اے نادان ۵- ک - ہم دوستی ہرگز نہ مانیں ہم
۶- ک ر ء ۷- یہ شعر ب میں نہیں ہے ۸- ب - سر کی ۹- ب - بھلا ۱۰- ب ر ع ک
۱۱- ر - بس دل اتنا تڑپ نہ چپ رہ - تجھ کو بھی کہیں قرار ہوگا
۱۲- ب - تا صبح جو ہے تئیں ملا دے

۳۶

ہم[1] سے جو بولو گے تو کیا ہوئے گا — اس میں تمہارا ہی بھلا ہوئے گا
بار یہ لگتا ہے مجھے بار دوش — سر بھی کبھو تن سے جدا ہوئے گا
نام مرا لیجو نہ قاصد کبھو — سن کے وہ یہ نام خفا ہوئے گا
شیخ[2] بھی مے خانے میں آتا ہے آج — دیکھیو کہ اب زور مزا ہوئے گا
تک نگۂ لطف بھی مجھ پر صنم — کب تلک یہ جور و جفا ہوئے گا
ایک دن ایک شخص نے اس سے کہا ق — تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا
یعنی کہ عاشق ہے ترا جی سے سوز — ہو تہم یہ کہا ہوئے گا

۳۷

تب[3] ملنے کا مجھ ساتھ تو پیغام کرے گا — جب لاکھ طرح تو مجھے بدنام کرے گا
مت وعدہ کر اب صبح کے آنے کا مری جان — رو رو کے یہ دل صبح کو پھر شام کرے گا
اس[4] نالہ و زاری سے کسی رات الٰہی — ہمسایہ مرا رات کو آرام کرے گا
آوے گا نظر ہم کو اسی وقت مہ عید — جس وقت گذر یار سر بام کرے گا
یار آوے ترے گھر میں تو کب پھر ملاقات — کیا کیا تو بھلا سوز سرانجام کرے گا

۳۸

افسوس[5] تم اوروں سے ملو رات کو تنہا — ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
نہ دل ہے نہ تو ہے نہ کوئی مونس و ہمدم — کھوتے[6] ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے مجھ کو تو سمجھوں — پاتا ہی نہیں ناصح بد ذات کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ — خلوت میں ہے کیا جانئے کس بات کو تنہا
اے سوز[7] کبھو بزم میں رندوں کے تو آ بیٹھ — کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

۱- ب ر ع ک ۲- ب، آج آوے گا میخانہ میں ۳- ب ر ع ک
۴- ب ک کبھی دو گھڑی یا رب ۵- ب ر ع ک ۶- ب- ہوتی ۷- کلیات سودا میں
یہ غزل اس قطع کے ساتھ صفحہ ۳۳ پر درج ہے-
سودا تو کبھی بزم میں رندان کے آ بیٹھ — کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

۲۹

بلبل[1] نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا
وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا

خورشید آے جیسے ابھر خنک نے اسد ر
عاشق کو تیرے جلتے یوں پیرہن میں دیکھا

ہیں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو
دیکھا اس نے مجھ کو جس نے سخن میں دیکھا

خورشید[2] رات مجھ کو آیا نظر کسی جا
عارض[3] کو تیرے میں نے زلف شکن میں دیکھا

بے گانہ و یگانہ ہیں ایک مرتبہ پر
یہ سوز ہم نے تیرے خلق حسن میں دیکھا

۳۰

گوکہ[4] قمری کا دل اس سرو گلستاں سے لگا
دل عاشق[5] ہے یہاں قامت خوباں سے لگا

اس سوا کچھ نہ پایا تیرے دیوانے کا
قطرۂ خوں ہے مگر خار بیاباں سے لگا

تیغ لاگی ہو بظاہر تو کروں دعوی خوں
سینہ میں تیر تیرے غمزۂ پنہاں سے لگا

نہ لگے درد جدائی کو قیامت کا رنج
روز محشر کو نہ میری شب ہجراں سے لگا

جوش کو دل کے کبھو لگ نہ سکے جوش تنور
سوز کے رونے کو لے یار نہ طوفاں سے لگا

۳۱

شعلۂ[6] حسن سے دل کا مرے کاشانہ جلا
آہ کیا آگ تھی جس سے یہ صنم خانہ جلا

نالہ کا اس دل دیوانہ کو مت کر سرگرم
دیوے گا ہجر کے دم سرد یہ ویرانہ جلا

رحم آیا نہ تجھے یار مرے جلنے پر
آہ سے اپنی جلے شمع سے پروانہ جلا

شرر آتش ہجراں یہ پڑا ہے دل میں
پہنچتا ہے تو پہنچ ورنہ پری خانہ جلا

نکلے اس کے نہ بجھانے کو کسی کے آنسو
حیف صد حیف ترا سوز غریبانہ جلا

۱- ب ر ع ک ۲- یہ شعر ب میں نہیں ہے ۳- ر- عارض جو تیری زلفوں کی میں شکن میں دیکھا
۴- ب ر ع ک ۵- ب - دیوانہ ۶- ب ر ک -

۳۲

کسی[1] طرح تیرے دل سے حجاب نکلے گا
مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا

نکلنے کا نہیں سینے میں دل جو ڈھونڈھے ہے
جو نکلے گا تو جلا سا کباب نکلے گا

غلط سنا ہے کہ شب کو گیا تھا یار کہیں
کہو تو رات کو کہیں آفتاب نکلے گا

نہ کر یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آؤں گا
ترے مقابلہ کب ماہتاب نکلے گا

جو محتسب بھی تری چشم مست دیکھے گا
تو کرنے کو نہ کبھو احتساب نکلے گا

لہو[2] بنے ہے مرا، شانہ، ترا پہلو، مسند
کبھو تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا

ہمیشہ چین بہ چین دیکھتا ہوں اس کو سوز
خط ہی جائے پہ کس پہ عتاب نکلے گا

۳۳

برقع[3] اٹھانے سے تجھے انکار ہی رہا
یہ دل ہمیشہ طالب دیدار ہی رہا

وابستہ ذات حسن تلک تھا جفا و مہر
نے جور ہی رہا نہ مرا پیار ہی رہا

شکوہ نہیں جو پاس ترے ہم ذلیل ہیں
بلبل نظر میں گل کے سدا خار ہی رہا

عیسی[4] نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول
درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا

بخشا چکے بتاں سے سب عشاق جرم عشق
پر سوز تو انہوں کا گنہ گار ہی رہا

۳۴

جو[5] تیرا غم مرا مہماں نہ ہوتا
تو صرف ضیافت جاں نہ ہوتا

غم و شادی نہ ہو توام تو ہاں گل
گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا

نہ کرتا قتل تو روز قیامت
یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا

اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام
تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا

نہ جاتا روبرو اس سادہ رو کے
تو اے سوز آئنہ حیراں نہ ہوتا

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ شعر صرف ب میں ہے   ۳- ب ر ع ک
۴- یہ شعر ب میں نہیں ہے   ۵- ب ر ع ک

۲۵

نہ[1] دانہ ساتھ لے، صیاد تو، نے دام لیتا جا | چمن میں ہم صفیروں کو مرا پیغام لیتا جا

اگر دل لے چلا، دل کی خلش مت چھوڑ سینے میں | سحر لے جا نہیں سکتا، تو اس کو شام لیتا جا

نہ تھی توفیق اگر بوسے کی تو اتنا ہی کہہ دے اب[2] | جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا

اگر اے نالہ تو چاہے کہ اس کے گوش تک پہنچے | اثر تھوڑا کہیں سے کرکے قرض و دام لیتا جا

ہوا میں دل کے لے جانے[4] پہ راضی ہوں خاطر سے | کہا کب تھا کہ ساتھ اس کے مرا[3] آرام لیتا جا

خیال ان انکھڑیوں کا چھوڑ مت تو بعد مرنے کے | دلا آیا جو تو اس مے کدہ میں شام لیتا جا

جو چاہے حشر میں تجھ کو اذیت دیں نہ اے واعظ | گلی میں مے کدہ کی سوزؔ کا تو نام لیتا جا

۲۶

نہیں[3] پیکاں، یہ جو ہر نامہ ان نے تیر پر لکھا | اشارہ قتل کا مجھ کو یہ کس تقصیر پر لکھا

ہوئی تبدیل ہیئت یاں تلک غم سے جدائی کی | کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا

کہے ہیں زلف کو سب دیکھ اس روئے مخطط پر | یہ لام افزود کہیں قرآں کی تفسیر پر لکھا

بچے کس طرح جی روز ازل، کاتب نے قدرت کے | ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پر لکھا

نہیں چیں جبیں اے یار اس محراب ابرو پر | کتابہ زور، اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا

اسی[5] مضمون سے معلوم اس کی سرد مہری ہے | مرا نامہ جو اس نے کاغذ کشمیر پر لکھا

جگہ دی نالۂ دل کو تری زلف چلیپا میں | یہ مصرع کرکے موزوں ہم نے اس زنجیر پر لکھا

خدا[6] جانے کہ اے سوزؔ اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا | ہمیں تھا خط کا لکھنا، دور از تعبیر پر لکھا

۱- ر ع ک

۲- ع کہہ دیجے

۳- ک پیغام

۴- ر ک

۵- یہ شعر کلیات سودا میں ہے صفحہ ۲۶

۶- کلیات سودا صفحہ ۲۶ میں یہ شعر سودا کے تخلص کے ساتھ اس طرح ہے

خدا جانے کہ اے سودا پڑھ اس کو کیا وہ سمجھے گا | ہمیں تھا خط کا لکھنا دور از تعبیر پر لکھا

۲۷

جلنے[1] سے میں کیا اسے پرواہ جل گیا
شعلہ کو کب ہے غم جو پر کاہ جل گیا

انگشت میری نبض پہ رکھ کر طبیب نے
ہاتھ اپنے کو جھٹک کے کہا آہ جل گیا

اس شعلہ خو کی یاد میں اب اشک و آہ سے
ماہی سے لے کے رات کو تا ماہ جل گیا

کیجیے نہ اب کسی سے محبت فلک تلے
ڈوبی وفا جہاں میں سربراہ جل گیا

میں اپنے شمع رو سے جلا اس طرح کے جوں
پروانہ آ کے بزم میں ناگاہ جل گیا

آیا نہ تیرے واسطے کر، ہم کو دل کباب
کاہے پہ ہم سے خام رہا گاہ جل گیا

تھا میں جو سیر باغ میں کل روسیہ رقیب
واں دیکھ یار کو مرے ہمراہ جل گیا

جس دوست نے یہ نقل سنی اس نے یوں کہا
شکر بحمد خدا کہ سوزؔ کا بدخواہ جل گیا

۲۸

ہے[2] جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں رہنا
رہے[3] گا لگ کے بعد از مزار میں رہنا

بھلا میں کیونکہ کروں ضبط ناصح بےدرد
نہیں ہے اب[4] تو مرے اختیار میں رونا

جو چھپ کے رات کو شبنم چمن میں روئی تو کیا
مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں رونا

نہ غم خزاں کا مجھے ہے بہار کی شادی
خزاں میں خاک ہے سر پر، بہار میں رونا

تو[5] منع گریہ نہ کر مجھ کو ناصحا بےدرد
نہیں ہے اب تو مرے اختیار میں رونا

تو روز وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ
ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

۲۹

جس[6] نے آدم کے تئیں دم بخشا
اس نے مجھ کو دل پر غم بخشا

چشم معشوق کو دی عیاری
ہم کو حیرت ہی کا عالم بخشا

راستی دی قد دلدار کو اور
تیغ ابرو کو خم و چم بخشا

گل کو خنداں کیا پر بلبل کو
گریۂ و نالۂ پیہم بخشا

ساغر عیش دیا اوروں کسو
سوز کو دیدۂ پر غم بخشا

۱- ب ک ۲- ب و ع ک ۳- و ع میں کے بعد رہے گا ۴- و ع دل کے مرے
۵- یہ شعر صرف ک میں ہے۔ ۶- ب و ع ک ۷- ع پلایا سب کو۔

۵۰

بتوں[1] کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا
انہوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا

کدھر جاتی رہی غفلت کہ میں بے چین رہتا ہوں
کبھی یہ دل ترے دھڑکے سے شک غافل نہیں ہوتا

صنم کا دید چاہے تو فنا ہو عاشق صادق
غبار جسم اٹھ جائے تو کچھ حائل نہیں ہوتا

نہ پاویں جب تلک لاکھوں گدازیں آتش غم میں
مس دل عاشقی کا تو زر کامل نہیں ہوتا

تو[2] مجھ سے روٹھ رہ مت بول، میں ہرگز نہ روٹھوں گا
یہ تیرا سوز ان باتوں سے کچھ بیدل نہیں ہوتا

۵۱

کیا[3] ہے جب سے خالق نے زمین و آسماں پیدا
نہیں تجھ سا کیا کوئی جہاں میں خوبرواں[4] پیدا

چمن تجھ کو مبارک عندلیبو ہم کو جانے دو
کیا ہے اشک گلگوں[6] ہی سے ہم نے گلستاں پیدا

یہ محبوبوں کا جلوہ عاشق صادق کے دم سے ہے
چمن سرسبز کب ہو گر نہ ہوویں باغباں پیدا

سر اوپر شام آئی پاؤں چلنے[7] سے تھکے یا رب
کدھر[8] جاؤں نہیں ہے کچھ سراغ کارواں پیدا

نہ دے تکلیف چلنے سوز پر اپنے ترحم کر
نہیں[9] ہونے کے پھر دنیا میں ایسے بے زباں پیدا

۵۲

رات آنکھیں تھیں مندی پر بخت تک بیدار تھا
تا[10] سحر دل محو دیدار خیال[11] یار تھا

گرچہ تھا وہ شمع رو فانوس میں تن[12] کے ولیے
پر وہاں شرم و حیا ہی مانع دیدار تھا

جھانکتا کیوں کر حصار تن سے میں[13] محبوب کے
پردۂ دل تو چشم بد رخنۂ دیوار تھا

ناصحا کیا فائدہ تکرار[14] سے خاموش رہ
دل نہیں میں نے دیا باللہ میں ناچار تھا

یار[15] مجھ میں تھا فنا، میں یار میں فانی ہوا
غیر کیا سمجھے اسے جو تھا عجب اسرار تھا

سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
واں تجھے کیا تھی کمی یاں تجھکو کیا درکار تھا

۱- ب ر ع ک ۲- ب - مت مل میں نہ روٹھوں گا ۳- ب ر ع ک ۴- ک - مہرباں
۵- ک - ہم صفیرو ۶- ک - خونیں ۷- ک - تھک کر رہ گئے ہیں ۸- ک - کہاں جائے
اب کروں یارب ۹- ک - نہ ہوویں گا کہیں دنیا میں ایسا نوجوان پیدا ۱۰- ب ک
۱۱- ب - جمال ۱۲- ب - دل ۱۳- ب، اس ۱۴- بہت بک بک کئے سے چپ رہو ۱۵- یہ شعر ب میں ہے۔

۵۳

مبارک[1] باد دو ہم کو کہ پیغام بہار آیا — جنوں نے پھر ستایا، پانو پر[2] پڑنے کو خار آیا

رکھا میں دل میں سوز عشق تیرا یاں تلک مخفی — بجائے اشک میں چشم سے آخر شرار آیا

بھلا دل حق ہمسایہ یہی ہوتا ہے دنیا میں — ہوا جل بل سارا جگر جب آگ[3] تب تجھ کو قرار آیا

ہمارا حال دل صاحب جو تم سنتے تو کچھ کہتے — غرض ہم نے ستایا اور تم کو اعتبار آیا

اگر کچھ سوز نے پایا تو مے خانے کے[4] سجدے سے — حرم کے در پہ ورنہ بارہا سر مار مار آیا

۵۴

دل[5] اس لب شیریں سے جو ناکام رہے گا — تو خاک تہ خاک بھی آرام رہے گا

جز نام محبت نہ رہے گا کوئی قائم[6] — نے کفر رہے گا نہ یہ اسلام رہے گا

شہرت اگر اپنی تجھے منظور ہے پیارے[7] — کر قتل مجھے جگ[8] میں ترا نام رہے گا

مت کاہے کو اپنے تو لگائے گا ہمیں[9] یار — مجلس میں صاحب تو یونہی جام رہے گا

تو لکھیاں کھائے گی بہت آتش ہجراں — گر سوز کا دل تک بھی کہیں خام رہے گا

۵۵

نے[10] معتقد حرم کا نہ تابع کنشت کا — بندہ ہے شیخ مسکر[11] کے اپنی سرشت کا

دل[12] میں تو کائنات خدا کی ہے مختفی — دوزخ بھی ہے یہیں، یہیں گھر ہے بہشت کا

بنیاد دل کی نور الہی سے ہے بنی — کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا

اے انکھڑیو نہ رویا[13] کرو پھوٹ پھوٹ کر — مٹتا نہیں کسی سے لکھا سرنوشت کا

اے سوز[14] خط نہیں یہ نہ گھبرا تو بے شعور — سایہ پڑا ہے زلف کے اعمال زشت کا

۱- ب ک ۲- ب اب ۳- ک آب ۴- تذکرہ ہندی میں خانے کی خدمت سے ۵- ب ک
۶- ع واللہ ۷- ع تو مس ۸- ع اس ۹- ب مجھے ۱۰- ب ر ع ک ۱۱- ع منکر
۱۲- ع اس دل ۱۳- ب رونا مت ۱۴- ر ک - بھائی یہ خط نہیں ہے تو گھبرا نہ اس قدر

٥٦

[1] لہو سا گر پڑا کچھ ، جس گھڑی عاشق کا دم نکلا
وہ تھا لخت جگر ، تھا خون دل آنکھوں سے جم نکلا

نکل کر طفل اشک آنکھوں سے طوفان کر چکا آگے
الٰہی خیر اس فتنے کا پھر باہر قدم نکلا

میں اپنے دل کو اک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا
بتوں کو دو مبارک باد یہ بیت الصنم نکلا

فلک کیا کیا دلوں کی آرزوئیں تجھ سے نکلی ہیں
ہمارے دل سے یاروں کی جدائی کا نہ غم نکلا

حقیقت دونوں عالم کی مجھے ہوتی ہے سب واضح
کروں کیا جام جم کو دل ہی میرا[1] جام جم نکلا

سدا اے شیخ سمجھے تھا میں اپنے دل کو بت خانہ
جب اس کی کنہ کو پہنچا تو یہ بیت الحرم نکلا

[2] یہاں تک خشک دہشت سے ہوا ہے جسم سنتے ہو
جگر دل کا نچوڑا تو بھی آنکھوں سے نہ نم نکلا

[3] عدم کا نام سنتے تھے ولے کچھ نہ پیدا تھا
جب اپنے جسم میں ڈھونڈا وجود اپنا عدم نکلا

ہوئے قدرت[4] میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
ولیکن سوز سا بھی عاشقوں میں کوئی کم نکلا

٥٧

[4] قدرداں بن ہے بہت حال برا شیشے کا
ساقیا پہنچ کہ دل آب ہوا شیشے کا

ڈھاهتا کیوں ہے عبث میکدۂ مستاں کو
محتسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا

شیشۂ عرش جو دیا دل دیت ساقی نے
مجھ سوا کس نے دیا خوں بہا شیشے کا

یار کیا جانئے کس کس کے منہ یہ لگتا ہے
اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا

ہم سری گردن محبوب سے رکھتا وہ ہے
سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

٥٨

[5] جو قصد اوروں سے پینے کا تم شراب کیا
تو ہم نے غم کے انگاروں پہ دل کباب کیا

کوئی کہے ہے ہمیں مست اور کوئی ہشیار
مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا

سوال دل شکنی کا میں کیا کہوں ایسی
کہ تونے کیوں سے نقصان کا جواب کیا

جو میں دکھاؤں تو لائق ہے حال دل تجکو
دکھائے داغ جو لالے نے بے حساب کیا

کسی سے ہو نہ سکا سوز بے گنہ کا قتل
یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا ثواب کیا

١- ب ر ع ک ٢- یہ شعر ک میں نہیں ہے ٣- ع خلقت ٤- ر ع ک ٥- ب ر ع ک
٦- ب ، جو تونے پینے کو قصد شراب ناب کیا ۔

۵۹

[1]مجلس سے ہو کے مست وہ رشک بتاں اٹھا — محشر کا اہل بزم میں شور و فغاں اٹھا

آیا نظر جو دور سے بھی اس کو میں کبھی — لے کر وہ میرے قصد کو تیر و کماں اٹھا

جونہی قدم رکھا میں سوئے باغ با نصیب — لے بیلچے کو ہاتھ وہیں باغباں اٹھا

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہاں — آپ ہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا

میں جس کے پاس بیٹھ گیا کہنے حال دل — اپنے ہی دل کے غم کی وہ لے داستاں اٹھا

بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یہاں — یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا

پہنچے گی تیرے گھر ہی جو چاہے گی دخلہ — مت جا کے سوز مست پیر مغاں اٹھا

۶۰

[2]اے شمع کہ جس نے تجھے پر نور بنایا — اس نے دل پروانہ کو پر نور بنایا

ہم آج سے مغموم نہیں روز ازل سے — غم سے دل عشاق کو معمور بنایا

ناصح جو لگا کھینچنے بہزاد شبیہیں — ہر ایک کے مکھڑے کو بد ستور بنایا

لیکن یہ رکھا تھا تری تصویر میں عالم — دیکھے جو کبھی عقل سے معذور بنایا

قسمت کے مصور نے بھی میری تری تصویر — کھینچی تو بہت مجھ سے تجھے دور بنایا

[3]گھر کا جو اٹھاتے ہو تم اے شیخ جی یہ بوجھ — چھوڑے کا تمہیں چرخ نے مزدور بنایا

ہیں شادی و غم ایک سے نزدیک انہیں کے — جو سوز کو سب حال میں مسرور بنایا

۱- ب ر ج ک

۲- ب ج ک

۳- یہ شعر ب میں نہیں ہے -

۶۱

آہ[1] پر آہ نالے پر نالہ   عشق صاحب نے میرا گھر گھالا

تم نے دل کو پھنسایا زلفوں میں   لگو انگلیو، ہو تمہارا منہ کالا

تو جو کہتا ہے مجھکو رو رو کر   بے ادب نے خراب کر ڈالا

میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجلا   موتیوں کا گلے میں ہے مالا

آہ کو تو مسوس بھی ڈالوں   کیا چھپاؤں یہ چشم خوں پالا

میرے شعروں میں جو ہے کیفیت   اس کو سمجھے گا کوئی متوالا

۶۲

جس[2] نے ہر درد کا درماں بخشا   مجھ سے کافر کو بھی ایماں بخشا

آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب   سایۂ زلف پریشاں بخشا

عشق کو خلق میں دی رسوائی   حسن کو غمزۂ پنہاں بخشا

بے نیازی تو میاں کی دیکھو   گل کو بھی چاک گریباں بخشا

چشم[3] معشوق کو دی عیاری[4]   سوز کو دیدۂ گریاں بخشا

۶۳

رات[5] نالہ میں کئی بار سنایا نہ سنا   ہو گئے آب ہو کہسار سنایا نہ سنا

قاصد احوال دل زار سنایا نہ سنا   راست کہہ ہم سے تو اے یار سنایا نہ سنا

ہجر خوباں سے ترے ہجر میں داماں میرا   ہو گیا تختۂ گلزار سنایا نہ سنا

حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے   تو نے کیا جانئے ستم گار سنایا نہ سنا

باز رہنے سے نہ آئی گا میں ناصح بہیں   میں کہا تجھ سے بہ تکرار سنایا نہ سنا

حال کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ کو   اس پہ موقوف ہے کیا یار سنایا نہ سنا

شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا اے سوز   اے ستم گر تو بہ گفتار سنایا نہ سنا

۱- ر ک   ۲- ب ر ع ک   ۳- ب ، دیدۂ یار   ۴- ب ، خونخواری   ۵- ب ر ع ک

۶۴

یہ[1] تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا   پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا[2]

بے گانہ ہوا نہ ہوے آخر   ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا

اس غنچۂ دل کو تیرے افسوس   اک بار بھی اے صبا نہ دیکھا

ناصح[3] نہ کرے تو کیوں نصیحت   تو نے کہیں دل لگا نہ دیکھا

مرجانے میں ہو تو ہوے حاصل   جینے میں تو کچھ مزا نہ دیکھا

کہتا[4] ہے جو تو کہ عاشقی میں   ہم نے کوئی ہارتا نہ دیکھا

افسوس کہ تو نے ایک دن یار   اس سوز کو آزما نہ دیکھا

۶۵

بغیر[5] از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا   تڑپنے کے سوا آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا

کہاں میں اور کہاں اندیشۂ بوس و کنار اس کا   نہ بھائی ، یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا

وہ میرے نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی   نہ صاحب وصل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا

بغیر از کیف تو لاکھوں کلیجے بھون کھاتا ہے   پھر ایسے کو پلاؤں جام مجھ سے ہو نہیں سکتا

گلی[6] میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن   سنیں یہ بات خاص و عام مجھ سے ہو نہیں سکتا

نہیں ڈرتا ہوں جی دینے سے اپنے اے مرے قاتل   ولے تجھ کو کروں بدنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

وہ دن جاتے رہے جو گالیاں میں اسکی کھاتا تھا   سنوں اے سوز اب دشنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

۱- ب ر ع ک   ۲- ب ، ان آنکھوں سے گو خدا نہ دیکھا   پر آپ سے کچھ جدا نہ دیکھا

۳- یہ شعر ب میں نہیں ہے   ۴- ب ، تم کہتے ہو کیوں جی؟ عاشقوں میں

۵- ب ر ع ک   ۶- یہ شعر ب میں نہیں ہے -

۲۶

کعبہ[1] و دیر هم نے جا دیکھا — سب جگہ دل کا آشنا دیکھا

نہ هوا شمع رو کبھی اپنا — هم نے دل سو طرح جلا دیکھا

دل مرا لے کے روٹھ[2] بیٹھا هے — اس[3] قدر هے یہ بے وفا دیکھا

شیخ[4] کعبہ کو کیا کروں جا کر — دل هی کو خانۂ خدا دیکھا

عمر آخر هوئی ولے افسوس — زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا

بوئے[6] زلف اس کی لے کے سوئے چمن — جیب کو گل کی جا صبا دیکھا

واسطے جس کے روتے هے اے سوز — کبھو ایسا تو اس میں کیا دیکھا

۲۷

کہوں[5] حال گر عشق محنت فزا کا — جگر آپ هو جائے اهل وفا کا

پڑا هوں میں کوچہ[6] میں رهنے دے مجھکو — الٰهی ادھر مت نہ هووے صبا کا

گلوں کا جگر دیکھتا هوں میں کٹتے — کھلا هے مگر بند تیری قبا کا

مرے دل نے کیا جانئے کس کو هے دیکھا — دیوانہ هوا هے یہ کس کی ادا کا

نہ کر قتل شمشیر سے مجھ کو ظالم — مرا دل هے مشتاق تیر بلا کا

شفق اس طرح آسمان پر نہ پھیلے[7] — جو دیکھے کبھی رنگ تیری حنا کا

مرے دل هی نے جور مجھ پر کیا هے — گلہ[8] کیا هے اے سوز اس بے وفا[9] کا

۱- ب ر ع ک ۲- ب ، بیٹھ گیا ہو ۳- ب ، هائے کیا هے

۴-۵ یہ دو شعر ب میں نہیں هیں ۵- ب ز ع ک ۶- ب در پر

۷- ب ، پھیلے ۸- ب ، جگر ۹- ب ، پر جفا کا

۶۸

کہیں[1] تو ہم بات تجھ سے لیکن کسی کا کب تو کہا کیے گا
جو سوز پر تو ستم کیے گا تو دیکھ ظالم[2] برا کیے گا

نہ کچھ[3] دلاسا نہ کچھ ترحم نہ کچھ شفقت نہ کچھ محبت
تو آپ انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کیے گا

حوالے[4] دل کرکے تیرے کاہے کو عمر کرتا میں ~~ضائع~~ (اپنی)
جو یار تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کیے گا

چلا وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی ہے آگ تن بدن میں
کسی نے اتنا کہا بجھا جا تو بولا یوں ہی جلا کیے گا

طبیب[5] مت کر دوا ہماری نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ
تو آپ انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک جیا کیے گا

نگہ تری اس کی زندگانی خوشی تری اس کی مہربانی
جو[6] تو ہی اس سے جفا کیے گا تو سوز پھر جی کے کیا کیے گا

۶۹

غم[7] تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا
پر میں جان تیرے غم کو میں کہاں[8] جاؤں گا

ہم غریبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو دماغ
مت کرو وعدہ عبث ہم سے کہ آج آؤں گا

اس طرح جی دوں کہ تو رحم سے بولے صد حیف
رسم عشاق کشی[9] جی سے اٹھا جاؤں گا

باغباں فکر نہ کر تو مرے ویرانے کی
آشیاں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا

مت کرو[10] دوستی مجھ سے کہ نہیں رہنے کا
میں[11] مسافر ہوں کوئی دن[12] کو چلا جاؤں گا

کس کو اب زیر فلک طاقت رسوائی ہے
اے زمیں پھاٹ کہ میں تجھ میں سما جاؤں گا

لے چکا دل کو خط، اب جان جو مانگے ہے یہ خال
سوز کہتا ہے یہ گولی تو بچا جاؤں گا

۱- ب ر ع ک ۲- ب ر ع بہایئے ۳- ر ع- نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تلطف نہ کچھ دلاسا
۴-۵ یہ اشعار ب میں نہیں ہیں ۶- ع ، جو تو ہی اس پر جفا کیے گا تو سوز کیوں کر جیا کیے گا
۷- ب ر ع ک ۸- ع ، تیرے غم میں کہاں ۹- ع ، دل ۱۰- ع ، مجھ سے الفت نہ کرو جان کہ رہنے کا نہیں
۱۱- ک ، ہاں ×× ۱۲- ع ، دم

۷۰

نے[1] رستم اس جہان میں نے سام رہ گیا — مردوں کا آسمان کے تلے نام رہ گیا

ساقی ہمیں تو دینے سے کیوں جام رہ گیا — ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

دل[5] هم صفیر زلف میں صیاد کی سرا — اس مرغ کا هے وہ جو تہ دام رہ گیا

هوں تو چراغ راہ حشر زیر آسمان — لیکن خموش هوکے سر شام رہ گیا

ناتے تو هو چکا هے جگر پھیر کس لئے — چلنے کا کرکے اشک سرانجام رہ گیا

اے دل تو اس کے حسن مخطط کو آ[6] تو دیکھ — خورشید آ کے تا بہ لب بام رہ گیا

دل[7] کی هوس هے بوسہ کی اب ان لبوں سے سوز — جس سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

۷۱

جب[8] بادہ خون دل هو تو سیر چمن کہاں — ساقی وہ دوپہر و شراب کہن کہاں

صحبت تجھے رقیب سے میں گھر میں اپنے داغ — کدھر پتنگ شمع کہاں انجمن کجا

تیرے وطن سے جو کوئی نکلا تو پھر اسے — مانند طفل اشک کو عزم وطن کجا

صد حیف آرزو هے زبان پر مری ولیے — چاهوں جو تجھ سے ایک کبھی میں دهن (کجا)

غرقاب چاہ عشق جو هوتا تو جانتا — یوسف کہاں مصیبت چاہ ذقن کجا

عریاں تنی نے باز رکھا اس کے رنج سے — ناصح جو چاهے جیب سئے پیرهن کجا

خلوت[9] سرائے سوز کو پہنچے کبھو نہ دهر — تو اور وہ جہان هو بت و برهمن کجا

۱- ع، مجھ سے الفت نہ کرو جان کہ رهنے کا نہیں ۲- ک، هاں ۳- ع، دم
۴- ب، ر، ع، ک ۵- یہ شعر ب میں نہیں هے ۷- کلیات سودا میں یہ مقطع سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۲۷ پر هے -

بوسہ کی ان لبوں سے یہ سودا هوس نہ رکھ — جن سے جو مانگا مانگ کر دشنام رہ گیا

۸- سر ک
۹- کلیات سودا میں صفحہ ۳۲ پر یہ مقطع سودا کے تخلص کے ساتھ هے- خلوت سرا کو پہنچے نہ سودا اگر بت کدہ

۴۲

گل[1] ہی نہیں غلام تبسم کی آن کا　　غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا

باندھو گے تیغ کیونکہ میاں قتل پر مرے　　یاں تو کمر کے نام نہیں ہے نشان کا

معلوم اپنے دل کے سلوکوں سے ہی ہوا　　نادان جو ہووے دوست وہ دشمن ہے جان کا

زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے خم　　بہتر ہے ایسے چلوں سے چلّہ کمان کا

شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت　　مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا

ہر مو زبان ہو تن پہ تو دل کا کہوں میں حال　　مقدور اک زبان کو نہیں ہے بیان کا

سینہ میں دل کہاں ہے غم رفتگاں سے سوز　　آخر یہ رہ گیا ہے نشان کاروان کا

۴۳

مل[2] کے اس بد خو سے جب[3] تو خوار و رسوا ہوئے گا　　عہد و پیماں تجھ کو تب معلوم اس کا ہوئے گا

حق خدمت میں مری وعدہ کرو ہو قتل کا　　تم سے یہ ہی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوئے گا

دیکھ گریہ کو مرے طفلی میں کہتا تھا طبیب　　ایک دن مجنوں صفت یہ سر پھرا ہوئے گا

میں دل نازک کی کرتا تھا بغل میں پرورش　　محتسب کو ہے گماں اس پاس شیشا ہوئے گا

گر یونہی گرتا رہے گا میری مژگاں سے سرشک　　سوجھتا ہے ایک دن قطرہ یہ دریا ہوئے گا

مجھ کو تیری ہے، نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش　　کھو چکا سب کچھ وہ جس نے تجھ کو پایا ہوئے گا

سوز کو ناصح ملامت سے تری پرواہ ہے کیا　　الفت خوباں سے گو رسوائے دنیا ہوئے گا

۱- ر ع ک　　۲- ب ت ع ک　　۳- ع، اے دل جب تو رسوا

۷۴

دھڑکتا[1] ھے کرے گا پھر صنم کی چاہ دل میرا — قیامت پھر یہ لاوے گا مرے اللہ دل میرا[2]

سدا[3] مٹنے[4] کیے ھے پھر سے تیری چاہ دل میرا — صف مژگاں کے صدقے کیا ھوا تنخواہ دل میرا

نہ مانے گا تو اے واعظ کہوں کیا حال میں اپنا — ھوا کافر بتوں سے مل کے بحمداللہ دل میرا

بہت ڈھونڈا نہ پایا کھوج زیر آسماں ھم نے — کدھر کو لے گیا کیا جانئے وہ ماہ دل میرا

مجھے چشم توقع تھی بہت اس سے سو آخر کو — زیادہ خوب[5] رویوں سے ھوا بدخواہ دل میرا

اذیت غیر سے مجھ کو کبھی پہنچی نہ دنیا میں — ھوئیں سوھان روح آنکھیں جانکاہ دل میرا

جو[6] مانگے ترک چشم اب کچھ تو نقد جاں حاضر ھے — صف مژگاں کے بہانے ھوگیا تنخواہ دل میرا

بہت بھولا ھے یہ اس شوخ کے ان جھوٹے وعدوں پر — نہیں[7] اے سوز اس کی خو سے کچھ آگاہ دل میرا

۷۵

کہتی[8] ھے میرے قتل کو یہ بے خطا حنا — پوچھو اس سے تک کہ ان نے ترا کیا کیا حنا

پیارے شعور چاھئے تمیزوں کے لئے — تھا مستحق یہ خوں ھوا یا بھلا حنا

گر قتل کر کے خوں چھپایا ھے تو مرا — دو چار دن نہ ھاتھ کو اپنے لگا حنا

آماں قتل بے گنہاں سے تو در گذر — رھتی نہیں ھے ھاتھ میں پیارے سدا حنا

تو سوز[9] پائے بوس کی حسرت سے در گذر — لوٹے ھے اب تو ھاتھوں کا اس کے مزا حنا

۱- ب ر ع ک ۲- ب ع میں یہ شعر نہیں ھے ۳- ب، میں یہ شعر نہیں ھے
۴- ر ع، سدا تیوڑے کہ پھڑتا ھے ۵- ب، سارے ادا سے
۶- یہ شعر ک میں نہیں ھے - ر ع میں یہ شعر اس طرح ھے -
جو مانگے ترک چشم اب تک تو جاوی جان جاتی ھے - صف مژگاں کے پہلے ھوگیا تنخواہ دل میرا
۷- ک، نہیں اس کی خوشی سے سوز کچھ آگاہ دل میرا ۸- ر ک
۹- یہ مقطع کلیات سودا صفحہ ۳۶ پر سودا کے تخلص کے ساتھ اس طرح ھے -
سودا تو پائے بوس کی حسرت میں تنگ رھا — لوٹے ھے اب تو ھاتھوں کے اس کے مزا حنا

۷۶

یہ[1] تیرا عشق کب کا آشنا تھا | کہاں کل جاں کو میری دھرا تھا
وہ ساعت کون سی تھی یا الٰہی | کہ جس ساعت دو چار اس سے ہوا تھا
میں اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا | خداوندا میں کیوں عاشق ہوا تھا
میں کاش اس وقت آنکھیں موند لیتا | یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
ولے کیا آن تھی اللہ اللہ | کہ جس خنجے سے چھاتی پرچڑھا تھا
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا چھری سے | میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا
نہ تھا اس میں[2] غیر از خدا یار | ولے یہ سوز پہلو میں کھڑا تھا
غزل اس وقت[3] ایسی اور پڑھ سوز | کہ اب سننے کو میرا دل لگا تھا

۷۷

کبھی[4] یہ دل ہمارا آشنا تھا | کلیجہ سے لپٹ کر لگ رہا تھا
کسی سے عشق کا گر نام سنتا | تو فخ فخ ہوکے تھر تھر کانپتا تھا
ہوا ہے عشق کا اب تو دوانہ | اسی خاطر مگر پیدا ہوا تھا
کئی برسوں میں اب پھیرا کیا ہے | اسے پوچھو تو کچھ مجھ سے کہا تھا
ابھی بولو نہ صاحب منہ نہ کھولو | تو کس کے دام میں جاکر پھنسا تھا
تجھے میں عرش سے تا فرش ڈھونڈا | تو کس کونے میں جاکر چھپ رہا تھا
ذرا[5] آنکھیں اٹھا کر بات تو کر | تجھے میں نے کبھی طعنہ دیا تھا

۱- ب ق ع ک ۲- ب ، جز اللہ کوئی ، یہ شعر ر ع میں نہیں ہے
۳- ر ع ، بحر کی اک ۴- ب ر ع ک
۵- ع ، ہوا ہے اب تو ایسا باھرا یہ جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا
۵- یہ شعر ر ع میں نہیں ہے -

[٦]تری آنکھوں میں اب نالے چھپاؤں   اسے یہ باتیں کب تو جانتا تھا

[٧]ہمی تھا اور دو دن رو رہیں گے   کہوں کیا یہ قسمت میں دھرا تھا

[٨]تجھکو دیکھی تمہاری بھی محبت   عبث یہ سوز اپنا جانتا تھا

ان آنکھوں کو الٰہی کیا کہوں میں   نہیں، یہ باتیں کب یہ جانتا تھا

تو میرے آگے تو ہنسے کر تو مسانسوں   ولے تو ہنسے تو یہ کب جانتا تھا

جدھر سے آئے ہو الٹے[٩] وہیں جاؤ   تمہارے واسطے یاں کیا دھرا تھا

پکارا سوز نے تجھ کو قضا سے   نہیں تو لکھنے پڑھنے ہی لگا تھا

٧٨

[١٠]ستم گروں سے کسی کا تو زور چل نہ سکا   پھنسا جو دام میں ان کے تو پھر نکل نہ سکا

جہان کی مٹی میں دل ہم کو یہ ملا سو ملول   ولے ادب سے کسی دل سے میں بدل نہ سکا

ملا جو شوق وفا جس کو اس جہان میں ہائے   یہ بحر عشق میں ڈوبا کہ پھر اچھل نہ سکا

میں دیکھ دیکھ اسے اس قدر ہوا حیران   کہ مارے حیرت کے دست افسوس مل نہ سکا

کہوں میں سوز کا کیا تجھ سے حال اے ہمدم   لگا جو تیر اسے جا سے اپنی ہل نہ سکا

٧٩

[١١]دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیری مہندی پر حنا   باندھیو ہاتھوں میں جاکر ان کی گوروں پر حنا

دست رنگیں کی تمہارے دھوم ہے چاروں طرف   ان دنوں آفاق میں ہے زوروں شوروں پر حنا

یہ گراں ہے عہد میں اس بار فندق پڑ گئی   ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب کروڑوں پر حنا

یوں لگا فندق تو اے مشاطہ اس کے ہاتھ میں   اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈوروں پر حنا

[١٢]دل نہ دوں اس کو تو یہ طاقت بھی اب مجھکو (نہیں)   کیا کروں اے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

٦-٧-٨ یہ اشعار ب ک میں نہیں ہیں   ٩- ر ع جلدی سدھارو   ١٠-١١ ر ع ک

١٢- یہ قطعہ کلیات سودا میں صفحہ ٣٦ میں اس طرح ہے -

"دل نہ دوں اس کو یہ طاقت ہی تو اب مجھ میں نہیں   کیا کروں سودا ہے اسکی اب تو زوروں پر حنا"

۸۰

بھلا[1] عشق پھر تو ستانے لگا　　میاں جان اب کی ٹھکانے لگا

نہ چھوڑے گا ناصح تردد[2] نہ کر　　دیا ہے مجھے یہ خدا نے لگا

گیا چوری چوری سے رات اس کے گھر ق　　کلیجہ مرا دھک دھکانے لگا

بہت پاؤں ڈھونڈھے لگا کچھ نہ ہاتھ　　مرا ہاتھ بھی جھل جھلانے لگا

جو میں سوز کو روتے دیکھا کہیں　　وہ منہ پھیر کر مسکرانے لگا

۸۱

چھڑایا[3] نام و ننگ و صبر و طاقت قول نے جھوٹا　　اکیلا کر کے مجھ کو عشق نے مل مانتا لوٹا

ہر اک ذرہ میں جھمکا ہے نرالا ریگ صحرا کے　　خدا ہی جانے کس کا شیشۂ ناموس یہ ٹوٹا

چلے خار بیاباں گرم رفتاروں کے قدموں سے　　اسی خاطر نہ میرے پانو کا اک آبلہ پھوٹا

کل آئے تھے بڑی شیخی سے مے خانے کو لٹوانے　　ولے رندوں نے مل کر محتسب کو زور ہی کوٹا

مجھے[5] کچھ اعتبار آتا نہیں کس منہ سے میں کہتا　　تو رات آوے گا میرے پاس اپنے سر کی سوں جھوٹا

کسی عنواں نہ تھی امید اس زنداں سے چھٹنے کی　　اجل کی دوستی سے سوز قید جسم سے چھوٹا

۸۲

آئینہ[6] سے جو میں دو چار ہوا　　سر مخفی سے آشکار ہوا

قاصدا راست کہہ قسم کھا تو　　تیرے مکھڑے کے میں نثار ہوا

اپنے منہ سے کہا کہ سوز کو میں　　مار ڈالوں گا جب سوار ہوا

۱- ب ر ع ک　۲- ب مجھے مت ستا　۳- ب ر ع ک　۴- یہ شعر ب میں نہیں ہے-

۵- ب میں یہ شعر اس طرح ہے -

قسم مت کھا تو اپنے سر کی ہر ساعت خدا سے ڈر　　تو میرے گھر نہیں آنے کا اپنے سر کی سوں جھوٹا

۶- ر ک -

۸۳

نہ[1] الفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہر دم کا جھگڑا   پھر اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا تورا

ہزاروں دست بستہ روبرو حاضر ہیں پر باندھے   نہ رسی ہے نہ ہے زنجیر ہاں گردن کا ہے ڈورا

خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو   اٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا چھکچھورا

ذرا تورا ملا دیتا ہیں اس پر بھول بیٹھے ہیں   یہ موج دہر ہے اے سوزؔ یہ ہورا نہ یہ تسورا

۸۴

میں[2] ساری رات میں جان تجھ کو یاد کرتا تھا   کبھی خوش ہوکے ہنستا تھا کبھی گر گر کے مرتا تھا

کہیں پیکاں یا پر خاسہ نہ میرے ہاتھ لگ جاوے   لپکتا تھا وہ نازک جب مرے دل سے گزرتا تھا

مبادا دیکھ لیوے اشک خونی اور ڈر جاوے   اٹھا کر آنکھ پر سے ہاتھ جلدی منہ پہ دھرتا تھا

اسی دہشت سے کچھ بیٹھے نہ کیوں الماس کھایا تھا   جو لخت دل ابلتا تھا اسے دامن میں بھرتا تھا

بھلا اب سوزؔ اور تم دونوں کیسے لیٹے بیٹھے ہو   جو ہم کہتے تھے ویں ہی تو خفا ہوکر مکرتا تھا

۸۵

گردن[3] نہ ماریو مجھے، پر کاٹیو گلا   تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا

بے جرم گرچہ خوب نہیں قتل جان میں   پر خون مرا حلال ہے جلدی چھری چلا

دکھانا اس طرح کا نہیں خوب جانیو   مجھ کو دکھا کے تیغ کسے مارنے چلا

مت روز عید سوزؔ کو اپنے گلے لگا   تو جانتا ہے عاشقوں کے فن کو کیا بھلا

۸۶

حرم[4] شکار کرکے تو اے نازنیں نہ جا   بیٹھے ہیں لاگ تجھ پہ لگائے کہیں نہ جا

کر رحم ہائے بلبل مسکیں کے حال پر   گلزار دیکھنے کو تو اے غنچہ چیں نہ جا

۱- ب ر ک   ۲- ر ک   ۳- ب ر ک   ۴- ب ر ج ک

شرمندگی[1] سے چاند نہ نکلے گا پھر کبھی　　تو چاندنی کو دیکھنے اے مہ جبیں نہ جا

تیرے قدم کی پاس سے چوکیں گے کشتگاں　　تو پانو پانو یار ہے روئے زمیں نہ جا

آشوب[2] ہے ترا نظر بد سے خوف ہے　　آ بیٹھ دل میں سوز کے ہر کہیں نہ جا

۸۷

دل[3] کہاں ہے جو رکھوں غم کو تیے اس میں چھپا　　اس میں کیا تقصیر ہے میں جو ہوے بے رملا

اے طبیبو تم نہ اچھا کر سکو گے جاؤ گھر　　اس سے قاتل کا کوچہ ہے مرا دارالشفا

عرش پر تھا اب یہی واں سے گیا پوچھو ہو کیا　　دل کو مت سینے میں ڈھونڈو میں کجا اور وہ کجا

ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید　　آشنا اپنا نہ ہو تو ہو وہ کس کا آشنا

شعلۂ[4] رو اتنا بھی غصہ، کچھ خدا سے بھی[5] تو ڈر　　یوں جلاوے خانماں، پر سوز کا مت دل جلا

۸۸

مت[6] ستا مجھ کو[7] دلا تو بھی ستایا جائے گا　　جو جفا مجھ پر کرے گا تو خدا سے پائے گا

ایک تو تھا دوست جو کرتا تھا غم خواری مری　　تو مجھے[8] اب کھائے گا تو کون پھر غم کھائے گا

میں یہ کہتا تھا کبھی تنہا نہ چھوڑوں گا تجھے　　کیں جانے تھا کہ تو دامن چھڑا کر جائے گا

آ نہ جا تشویش رہتی ہے یہ بھی میں کٹ جائے گی　　تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر آئے گا

آ خدا کے واسطے مت جا کہیں تو جان لے　　سوز سر ٹکرائے گا گھبرائے گا مر جائے گا

۸۹

گل[9] تو جاتا رہا پہ خار رہا　　حسرت میں دل مرا فگار رہا

نقش پورا پڑا ترے تن کا　　ماہ گردوں پہ ہم کنار رہا

تجھ بنا میرے تن میں میری جان　　دل غم دیدہ زار زار رہا

در تلک تیرے جا کے پھر آیا　　سوز کا ایک کاروبار رہا

۱- ر ع ، شرمندہ ہوکے　۲- ر ع ، ہیں لوگ بے طرح　۳- ب ر ع ک　۴- ع شعلہ خو
۵- ب ، خدا کا بھی خوف ہے　۶- ر ع ک　۷- ع اے دل مجھے　۸- ع تو ہی مجھ کو
۹- ر ع ک -

۹۰

رسوا[1] ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا — وہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جدا[2] ہوا

ہر آن تیغ و تیر کے ہوتا ہے سامنے — یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا

گالی سے آشنا ہی نہ تھا مارے شرم کے — اب تو وہ قتل کرنے کو بھی بے بہا ہوا

وہ مجھ کو منہ دکھاتا تھا کاہے کو سچ کبھوں — چھپ کر صنم کو دیکھنا مجھ پر بلا ہوا

سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر — کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا

سر[3] مشق ظلم تونے کیا مجھ کو واہ واہ — تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

دل[4] تھا بساط میں سو کوئی اسکو لے گیا — اب کیا کروں گا اے مرے اللہ کیا ہوا

پاتا[5] نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش — دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

اس[6] سے کہا کسی نے کہ لے سوز بھی موا — کہنے لگا کہ پنڈ بھی چھوٹا بھلا ہوا

پر اتنی بات کہہ کے[7] یہ بولا ہزار حیف — طوطا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

۹۱

دوڑ[8] کر تیری گلی تک جا ترے قربان گیا — تیری خاطر دیکھ میرا دین گیا ایمان گیا

اب تو آ مل بیٹھ ، ہنس کے بات کر ، دھڑکا[10] نہیں — جس کی چغلی کھانے کا ڈر تھا وہ[11] اب شیطان گیا

ناصحا بک بک نہ کر جا بھی کہیں ہو دال ہے — لے گیا تھا اس کے گھر ڈر ہے ترا ہاں ہاں گیا

یا کسی کا ہو کے خدمت گار یا مزدور ہو — جب گیا میں دیکھنے اسکو اسی عنوان گیا

بس ہمارا جی لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر — سوز آیا تھا ابھی ہنستا ابھی گریان گیا

۱- ب ر ع ک ۲- آب حیات (صفحہ ۱۹۰) عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا
کیا جانئے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا

۳-۴-۵ یہ اشعار رع اور آب حیات صفحہ نمبر ۱۹۰ سے لئے گئے ہیں -

۶- ب ، اور آب حیات صفحہ ۱۹۰ میں یہ مصرع یوں ہے- سنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا
ب رع میں اس طرح ہے "جا کر کہا کسی نے کہ لو"

۷- رع "کہتے ہی رو کر کہا" ۸- رع ک ۹- ر ، اور ۱۰- ع ، خطرہ ۱۱- رع سو وہ

۹۲

جہاں کا[۱] ایک دم کر لے نظارا — نہیں آنا ہے پھر اس جا دوبارا

کدھر پھرتا ہے او غافل ادھر دیکھ — کہ جلوہ جلوۂ یار کا ہے آشکارا

تمام اشیا میں جلوہ ہے اسی کا — جسے دیکھے سمجھ تو حق خدارا

طے انساں کا برزخ بنا کر — یہاں اپنا کیا پورا نظارا

اسے تب اشرف الخلقت کہا ہے — کہ اس قالب میں[۲] ہے اسرار سارا

ولیکن سوز کو ایسا بھایا — کہ ہر دل میں کیا اس نے گزارا

۹۳

[۳] جو تو ہم سے صلا کرے گا — بندہ تجھ کو دعا کرے گا

بوسہ تو دے کبھو مری جان — مولا تیرا بھلا کرے گا

ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر — وہ دن بھی کبھو خدا کرے گا

دل تیرے کام کا نہیں تو — بندہ پھر لے کے کیا کرے گا

ہے شوخ مزاج سوز واللہ — چھیڑے گا اسے برا کرے گا

۹۴

[۴] بس دیکھا ہم نے پیار تیرا — احمق ہے جو ہووے یار تیرا

اتنی غیرت تجھے نہ آئی — غم چھین لے ہیں شکار تیرا

یہ خبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا — مت بول تو اختیار تیرا

بھاتا ہی نہیں ہے اب تو واللہ — کہنا یہ یار بار تیرا

کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے — تیرا دادا ، یار ، تیرا

۱- ب ر ع ک — ۲- ر ع وہ اتسرا

۳- ر ع ک — ۴- ب ر ع ک

۹۵

مجھ[1] کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ بے پرواہ نہ جا ‏ ‏ جان تیرے ساتھ جائے گی ذرا سستا ، نہ جا

جب تلک بیٹھا ہے تو جب تک ہے میرے جی میں جی ‏ ‏ اے[2] بلا گرداں ہو میں تیرے ، یہیں رہ جا ، نہ جا

کیوں یہ دل آخر نہ پچھتایا نہ کرکے عاشقی ‏ ‏ تجھکو میں کہتا نہ تھا آ ہر کہیں بیجا نہ جا

ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا ‏ ‏ اے اجل جلدی نہ کر اے عمر تک سستا نہ جا

دیکھ[3] تو کیا کیا ستم میں نے سہے تیرے لئے ‏ ‏ تک تو بیٹھا رہ ابھی تو ، اے کرم فرما نہ جا

شوخ ہی آپے گا خودداری بھی لازم ہے تجھے ‏ ‏ سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا

۹۶

جہاں[4] تو ہے ، اے تیرے قربان لے جا ‏ ‏ مجھے دل ستاتا ہے آ جان لے جا

تجھے تو کہاں اتنی فرصت بھلا سے ‏ ‏ کبھی اپنے گھر مجھ کو مہمان لے جا

مجھے مضطرب دیکھ کر آج پیمارا[5] ‏ ‏ لگا کہنے آ دل کو پہچان لے جا

یہاں تو ہزاروں پڑے ہیں کسی میں ‏ ‏ تجھے اپنے دل کا ہے ارمان لے جا

کبھی سوز کو بھی نہ تکا کہ آ بے ‏ ‏ بلائیں مری تا بہ داماں لے جا

۱- ب ، ر ، ع ، ک -
۲- ع - اے تیرے قربان ہو جاؤں -
۳- ب ، ک - دیکھیو کیا کیا ستم میں نے سہے ہیں ہجر میں - ر ع میں یہ شعر نہیں ہے
۴- ب ، ر ، ع ، ک
۵- ب ، صاحب -

۹۷

جو[1] دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا ‏ خالی پڑا ہے اب یوں اجڑا ہوا نگر سا

ساقی فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لیجو ‏ نکلے اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا

شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکروبی ‏ خورشید کی کلہ میں کچھ تو دھرا ہے ہوسا

ترسا نے تری کھایا احوال سن کے میرا ‏ بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا

دل پھیر تو دیا پر، میرا نہ تھا، بدل کر ‏ ماتھوں میں کر گیا کچھ وہ دلربا ہنر سا

دیدہ دلیر مت ہو اے مہر شب کسو تیرا ‏ بازار سرد ہوگا نکلا جو وہ قمر سا

خط کی نہیں سیاہی خطرہ ہے دل میں میرے ‏ یارب دروغ ہووے یہ بھی آہ کے اثر سا

دیکھے[2] ہیں کر کے دیدار نادیدہ انکھڑیوں نے ‏ جو اشک ان سے نکلا آیا نظر گہر سا

جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہم دموں سے ‏ آئے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

۹۸

دل[3] کے ہاتھوں بہت خراب ہوا ‏ جل گیا بھن گیا کباب ہوا

اشک آنکھوں سے پل نہیں تھمتا ‏ کیا بھلا دل ہی دل میں آب ہوا

جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا ‏ دیکھنا بھی خیال و خواب ہوا

یار[4] اغیار ہو گئے واللہ ‏ کیا زمانے کا انقلاب ہوا

سارا[5] دیوان زندگی دیکھا ‏ ایک مصرع نہ انتخاب ہوا

سوز بے ہوش ہو گیا جب سے ‏ تیری صحبت سے باریاب ہوا

سوز کچھ منہ بنائے آتا ہے ‏ آج ہجے کا پھر جواب ہوا

۱- ب ر ع ک ۲- ر ع میں یہ مصرع اس طرح ہے- کس نے دکھائے دندان نادیدہ انکھڑیوں کو

۳- ب خ ر ع ک ۴- ع ہیہات ۵-۶ یہ دو شعر ب میں نہیں ہیں -

۹۹

جس[۱] کا تو آشنا ہوا ہوگا
اس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا

تھرتھراتا ہے اب تلک خورشید
سامنے تیرے آ گیا ہوگا

یہ تو میں جانتا ہوں جھوٹوں نے
کچھ تجھے جھوٹ سچ کہا ہوگا

پرچو اتنا تو منہ بناتا ہے
نہ ملو گے تو اور کیا ہوگا

ق

رات اندھیری اجالے گلیوں میں
جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا

دیکھیو تجھ کو میرے سر کی قسم
اس گھڑی تیرے دل میں کیا ہوگا

سوز کو تو نے کیوں دیا بوسہ
ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا

۱۰۰

آہ[۲] و نالہ ہے مرے سینۂ سوزاں میں پھنسا
پیک نظارا جدا دیدۂ حیراں میں پھنسا

ایک تو تھا دل غم دیدہ اسیر الفت
پانو زنجیر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا

یوسف[۳] مصر اگر چاہ میں زنداں کے رہا
یوسف دل بھی مرا چاہ زنخداں میں پھنسا

اشک بہنے سے رکے اب خدا ہی حافظ
پھر کوئی لخت جگر آ خس مژگاں میں پھنسا

جس طرح شہد میں پھنستی ہے مگس یاں بالعکس[۳]
دل[۴] سوزندہ مرا لب کے نمکداں میں پھنسا

تہمت ہستی موہوم[۵] نہ رکھ مجھ پر شیخ
میں تو مرنے کے لئے جسم کے زنداں میں پھنسا

کمبود پر کے ڈھونڈے سے بھلا کیا حاصل
سوز ہوئے گا کہیں محفل رنداں میں پھنسا

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ شعر صرف ب میں ہے   ۳- ر ع بر عکس

۴- ع شہید   ۵- ع بیہودہ

۱۰۱

تیرا[1] مکھڑا مجھے دکھائے خدا — یا تو دکھلا دے از برائے خدا

لاکھ باری مروں میں تیرے لئے — لاکھ باری اگر جلائے خدا

مجھ کو ایسا دیا ہی رو نے — کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا

دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر — دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا

دل کی لگی لگائی سوزؔ رہیں — قید سے گر مجھے چھڑائے خدا

۱۰۲

دل[2] تو پہلے ہی اچک کر لے گیا — کون سے دل سے تجھے میں دوں دعا

چوری اور سرہنگی لا دل پھیر دے — سر ہلاتا ہے نہیں تو نے لیا

ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے مجھے — مت بغل میں بھی لے وہ بس گیا

ڈرتے تجھ سے کیا ہیں اطوار میں — یہ اچک پن سے دل[3] دل کس نے پیدا

ایک[4] دل تھا سوزؔ کی ساری بساط — تو نے لوٹا ، اب ہے وہ لوٹے پڑا

۱۰۳

مروت[5] دشمنا ، غفلت پناہا — ادھر یک دیکھ لیجو[6] مڑ کے آہا

بہت چاہا کہ تو بھی[7] مجھ کو چاہے — ولے تو[8] نے نہ چاہا پر نہ چاہا

گئی[9] اوقات سب بطلان میں میری — خداوندا کریما پادشاہا

صرفت العمر فی لهو و لعب — فاها ثم آها ثم آها ها

ہوئے تو چاہنے والے ہزاروں — ولیکن سوز نے ایسا نباہا

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ر ع کس سے سیکھا ہے بتا ۴- ب ایک دل تھا پاس اس کی کیا بساط

۵- ب ر ع ک ۶- ع لینا ۷- ع وہ بھی ہم کو چاہے ۸- ع ان نے

۹- ع یونہی کٹ جائے گی اوقات میری ر- گئی اوقات سب باطل ہماری

۱۰۴

جو میں جیتا رہی تو احوال دل سب کو سناؤں گا[1]   وگرنہ سر تصدق[2] ہو تیے یاں مر ہی جاؤں گا

تھا پیش کش، امید صدقے، آرزو قربان   میں اپنے دل کی حسرت اپنے دل میں لے کر جاؤں گا

سنایا ہے ستوں میں کوہ کن اور دشت میں مجنوں   میں ایسا کیا گیا گزرا ہوں ہر دل میں سماؤں گا

بھلا ہنستے تو ہو تم بھی اس بیہودہ گوئی پر   قسم ہے آٹھ آٹھ آنسو سبھوں کو میں رلاؤں گا

جلا دوں سر سے پا تک شمع کو تب نام میرا ہو   وگرنہ اے محبان سوز کس منہ سے کہاؤں گا

۱۰۵

مرے[3] احوال پر اب کوئی سا دشمن نہیں جلتا   لے جلتا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا

یہی تو مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں کرتن نہیں جلتا   کہ جوں فانوس یہ دل جلتا ہے پیراہن نہیں جلتا

پڑا پھرتا ہے دل میں برق ساں وہ شعلہ خو ہردم   یہ چالاکی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا

جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں بہتان کرتا ہے   نہیں جلتا ہوں، لے اے جان کردشمن نہیں جلتا

عجب اسرار ہے شعلہ میں دل کا ہے تنا دوزخ   یہ رندور پہلوں کے گھاس کا مسکن نہیں جلتا

مگر ہے پردہ فانوس تن میرا کہ محفل میں   میں جلتا ہوں مثال شمع پیراہن نہیں جلتا

یہ پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی تو   پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا

جلا ہے جس طرح سے سوز تیری آتش غم میں   کہوں کیا اس طرح حمام کا گلخن نہیں جلتا

۱- ب ر ع ک

۲- ب: تیے ہو کر مر ہی جاؤں گا

۳- ر ع ک

۱۰۶

قضائے[1] کار صنم سے جو میں دوچار ہوا — لگائیں یاں تلک تیغیں کہ لالہ زار ہوا

سوار جب تئیں دامن کا تھا موئے لاکھوں — خدا ہی خیر کرے اب تو وہ سوار ہوا

مجھے جلاتے ہے اس غم سے اب تو آتش رشک — کہ کس کو دیکھ کے سیماب بے قرار ہوا

امید تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے — اسی امید میں ، میں مرگیا غبار ہوا

مدام ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت — اسی خیال میں یہ سوزؔ داغدار ہوا

۱۰۷

جو[2] تو یونہیں آنکھیں چراتا رہے گا — تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا

مری جان کا بھی[3] تو دشمن یہ دل ہے — مرے پر بھی مجھ کو ستاتا رہے گا

مرے دل کو مجھ سے جدا کاڑھو تم[4] — کہ یہ گور میں بھی جلاتا رہے گا

۱۰۸

اُس[5] سے آگے تو کبھی اے سوز تو نالاں نہ تھا — گرچہ روتا تھا ولیکن اس قدر گریاں نہ تھا

رات کو اے بادشاہ بزم[6] گیسوبیان حسن — چاند تھا تیرے مقابل پر ، مگر خنداں نہ تھا

میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے کل دیکھنا (اسے) — آدمی سا دور سے لگتا تھا پر انساں نہ تھا

دل میں تھا کیا کیا کروں گا عرض حال اپنا (اپنے) — روبرو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نسیاں نہ تھا

۱- ب ر ع ک　　۲- ب ر ع ک

۳- ب ر مری جان کا ہائے دشمن یہ دل ہے　۴- ع ہاں - ب جی

۵- ب ر ع ک　　۶- ع آفتاب بزم مشتاقان حسن

۱۰۹

میں[1] تو غبار دل کا یک بار دھو کسے آیا کوچے میں خوب رو کے کل خوب رو کے آیا

کیوں طفل اشک میں نے آنکھوں میں تجھکو پالا اس پر بھی وہ میرے منہ پر تو گرم ہو کے آیا

مژگاں کی تیں مکیں آلودہ ہیں لہو میں ظالم نگاہ کس کے دل میں گڑو کے آیا

منہ سے لگا ہے کاجل مسی گلے سے چمٹی وہ کیوں چلبلی تھی جس پاس سو کے آیا

آتا ہے تو شتاب آ ، جیتا ہے سوز اب تک الا نہ بعد مردن کس کام ، گو کچھ آیا

۱۱۰

تیں[2] جان پر کب مرا غم رہا ہمیشہ سے جی یہ اودھم رہا

تیں بزم میں جب تلک میں رہا مرا[3] دل مجھی سے ہی برہم رہا

تیں سرد مہری سے مانند برف مرا اشک آنکھوں میں آ جم رہا

سلامت یہاں سے میں گھر جاؤں گا یہی خوف ہر وقت ہردم رہا

سر و سینہ پر ہی رہا ماتھ بس مرا گھر تو ہر روز ماتم رہا

ہوا خشک ایسا تیرے سہم سے نہیں نام کو آنکھ میں غم رہا

دیا تھا نہ دل جب تلک غیر کو جیا جب تلک سوز بے غم رہا

۱۱۱

جہاں[4] تھا رات کو دل شام کے ہوتے وہیں بھاگا خدا ہی جانے کس مہ رو سے اس کا عشق ہے لاگا

جگا مت اے فغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا قیامت مجھ پہ لاوے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا

عجائب ہے کسی کو داد دی ہے تیں عاشق نے تیرے ملنے کی خاطر سوکھ کر یہ ہوگیا تاگا

فلک پر آج غل ہے کس[5] کے ملنے کا کوئی پوچھے یہ ایسا کون بخت آور ہے جس کا بخت ہے جاگا

کھلاویں گے تجھے ہم دودھ چاول پیٹ بھر بھر کر خدا کے واسطے جلدی خوشی دے سوز کی کاگا

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ر ع مجھی سے تو اے شوخ ۴- ب ر ع ک

۵- ب ، وصل کا کس کے کوئی پوچھے -

۱۱۲

جلاتا[۱] ھے یہ مردوں کو جلانا   ولیکن درد کا درماں نہ جانا

چلا ہوں آج میں مرنے کو یارو   مجھے کچھ اور تہمت مت لگانا

میں مر جانے کو خود تیار ہوں چل   ولے مردوں کا کیا ھے آزمانا

جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا   جسے دیکھا اسے پایا بیگانہ

ملا بھی کوئی تو اپنی غرض کا   اسے واجب ہوا میرا ستانا

پڑھیں دو چار بیتیں بے دلی سے   تو سن سن کر انہوں نے منہ بنانا

کہ اچھے کہی ہیں ان میں بیتیں   مگر سن سن انہیں گردن ہلانا

مضمون میں میرے یہ ہی لکھا تھا   پڑھا کر سوز بیتیں عاشقانہ

نکالا سوز کو کس جا سے یارب   کدھر لایا ھے اس کو آب و دانہ

۱۱۳

جو[۲] کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا   وہ خوش[۳] رہے گا اس کو ہرگز ستم نہ ہوگا

روٹھے گی عاشقی ہی سر خاک ڈال اپنے   محبوب کو ہمارے مرنے کا غم نہ ہوگا

گر آنکھ اٹھا کے دیکھو ہم عاجزوں کو صاحب   کچھ ناز کا تمہارے رتبہ تو کم نہ ہوگا

گو تم کو اس نے چھوڑا عاشق کو موت کیسی   بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا

لکھتا ھے کیوں حقیقت تو اپنی عاشقی کی   پیچ اے سوز وہ سنے گا تو سر قلم نہ ہوگا

۱-۲ ر ع ک

۳- ع معشوق پر بھی اس کا ہرگز کرم نہ ہوگا

دونوں صورتوں میں مصرعے بے ربط رہتے ہیں۔ ممکن ہے دوسرا مصرعہ اس طرح ہو۔

" ناخوش رہے گا ہرگز اس پر کرم نہ ہوگا " یا " معشوق کا بھی اس پر ہرگز کرم نہ ہوگا "

۱۱۴

یہ[1] سب باتیں ہیں قاصد، یار میرے گھر نہیں آتا   نہ دیکھوں جب تلک آنکھوں سے کچھ باور نہیں آتا

برائے دل کو لے کر اپنے ظلموں کے تلے مسلتا   اتنے[2] بے درد کیا ہرگز خدا کا ڈر نہیں آتا

کسی کے دل میں ہوگا سوز مرجائے تو بہتر ہو   الٰہی میں مروں کیونکر مجھے تو مر نہیں آتا

۱۱۵

جگ[3] نے تجھے یاں عیاں[4] نہ دیکھا   اس نے سبزۂ جہاں نہ دیکھا

بت خانہ و مسجد و خرابات   میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا

پایا تو آپ ہی میں پیارا   کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا

میں وہ گل باغ بے خزاں ہوں   جس نے اثر خزاں نہ دیکھا

کیوں[5] سوز ہماری بات مانے   ایسا تو کہیں سنا نہ دیکھا

جس دن سے ہوا ہے سوز گمنام   واللہ کہیں نشاں نہ دیکھا

۱۱۶

جو[6] دل چاہتا تھا وہ ہونے نہ پایا   کہیں پانو بھی اس کے سر نے نہ پایا

رقیبوں کے ڈر سے مبادا نہ کہہ دیں   کبھی کھول کر دل میں رونے نہ پایا

کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا   جو کچھ[7] اب کی ہونا تھا ہونے نہ پایا

کنارا نہ تھا اس جہاں کا ولیکن   قدم رکھ کے ان عاشقی[8] نے نہ پایا

عجب چیز تھا سوز کس سے کہیں ہم   ولے اس کو ان عاقلوں نے نہ پایا

۱- ب ر ع ک   ۲- ب اے سن تو تجھے   ۳- ب ر ع ک

۴- ب ع جس نے تجھے اے جواں نہ دیکھا   ۵- ر ع مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو

۶- ب ر ع ک   ۷- ر ع کہ غم اس کے دامن سے دھونے نہ پایا

۸- ر ع - مشفقی

۱۱۷

پہلے[۱] کہتے تھے کہ ہاں ہے سوز اچھا آشنا — اب لگے کہنے کہ کیسا سوز کس کا آشنا

کون سنتا ہے کسی کا حال دل کس سے کہوں — سچ ہے دنیا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا

جب تلک تھا کروفر کہتے تھے ہم مخلص ہیں سب — جب کمی پر آ گئی پھر کون کس کا آشنا

آشنا ظاہر کے لاکھوں جس کو کہئے ہو سکیں — لیک باطن کا نہیں جز حق تعالیٰ آشنا

سو تو ہم اس دام سے بھاگے پھریں ہیں لاکھوں کوس — نفس کافر کو سمجھتے ہیں ہم اپنا آشنا

حیف[۲] کیا باطل گئے اوقات اپنی عمر — ہائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا

اے[۳] خدائے جرم بخشا ، اے علیم و اے خبیر — مرتے مرتے تو مجھے کر اپنے در کا آشنا

تو نے آخر کو مجھے پیدا کیا ہے خاک سے — خاک میں مجھ کو نہ کر اب تو کسی کا آشنا

۱۱۸

یا[۴] رب اگر صاحب رضا ہوتا — تو میاں جان[۵] کیا مزہ ہوتا

ضبط سے میرے تھم رہا سرشک[۶] — ورنہ اب تک تو بہہ گیا ہوتا

جان کا کیا کروں میاں احسان — یہ نہ ہوتا تو سر گیا ہوتا

روٹھتا تب تجھے مناسب تھا — جو تجھے میں نے کچھ کہا ہوتا

ہاں میاں جانتا تو سوز کی قدر — جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا

عشق[۷] سے کیوں نہ آشنا رہتا — عشق میں گر کبھی جلا ہوتا

۱۱۹

کبھو[۸] تو تم نے کبھو ہم کو یاد بھی نہ کیا — کبھو پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا

ہمارا دل بھی صنم خانۂ قدیمی تھا — میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا

اے سوز سن تو تیرا دل وہ شوخ لے بھاگا — ذرا بھی سدھ نہ لگایا و داد بھی نہ کیا

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ شعر ب میں نہیں ہے   ۳- ر ع اے خدائے جرم بخشا اے خالق ارض و سما
۴- ب ر ع ک   ۵- ع کہیں   ۶- ر اشک   ۷- یہ شعر ب ر میں نہیں ہے   ۸- ب ر ک

۱۲۰

کھا[1] گئی کس کی نظر کیوں تجھ کو الٹا دم لگا — اے مرے محبوب دل کیسا یہ تجھ کو غم لگا

کھاگئے[2] کس کس کی نظر کس کا یہ تجھ کو غم لگا — اے مرے دل کس لئے تجھ کو یہ الٹا دم لگا

زندگانی[3] کیا مجھے درکار ہے ؟ بے فائدہ — زخم کو میرے تو اے جراح مت مرہم لگا

دور سے تحفہ دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے پرے — میں ترے قربان سر حاضر ہے لے جم جم لگا

ایک تحفہ سے تو ناکارہ نہیں ہوتا ہوں میں — کام پورا خوب ہے دوچار تو پیہم لگا

ہم نشیں کیا اس زمانے کے سبھی الٹے ہیں[4] — دل لگا محبوب سے یا جی کو میرے غم لگا

میں نہ کہتا تھا کہ رونا چھوڑ کر مت جا مجھے — سوز جاتا ہے کدھر برسات کا موسم لگا

۱۲۱

تو[3] جو پوچھے ہے کہ تیرا دل بتا کس نے لیا — بس حیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا

چوری اور سرھنگی ہم آنکھیں نہیں پہچانتے — مت خفا کر مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا

مال میرا ہے ابھی یہ چھین لوں تو کیا کروں — چڑ نکالے ہے یہ میری واہ وا کس نے لیا

باز آ اس گفتگو سے لے لیا تو لے لیا — بس مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا

تو ہے یا میں ہوں، یا دل تھا انہوں میں تیسرا — تو ہی بتلا کہ ہم میں سے چرا کس نے لیا

سوز کو کل چوک میں دیکھا عجب احوال سے — پوچھتا پھرتا تھا میرا آشنا کس نے لیا

۱- یہ مطلع ب، ر، ع میں ہے -
۲- یہ مطلع اسی ترتیب سے ر ع ک میں ہے -
۳- باقی تمام اشعار ب ر ع ک میں موجود ہیں -
۴- ب، بلر، ع، ک -

۱۲۲

کیا[1] دید کروں میں اس جہاں کا — وابستہ ہے چشم خوں فشاں[2] کا

ہرگز نہ ہلا تری گلی سے — مسکن ہے چشم ناتواں کا

جاتا ہی نہیں یہ دل کو اپنے[3] — مذکور فلاں و بہماں کا

یاں رات کسی طرح سے کٹ جائے — کچھ ذکر کرو نہ اس جہاں[4] کا

اک روز کہا یہ میں نے اس سے ق — اک بوسہ تو دے مجھے دہاں کا

تلوار اٹھا کے کہنے لاگا — ایسا تو بیمار ہے کہاں کا

کیوں[5] آہ بتا دیا یہ تو نے — اپنا بھی نہ دل نے عیب ڈھانکا

سوز آگے سنبھل سنبھل کے جانا — بیٹھا ہے لگائے گھات یاں کا

۱۲۳

سرشک[6] شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا — یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا

تجھے اے دل بغل میں منتوں سے میں نے پالا تھا — نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا

جگر کو بھی کلیجہ سے زیادہ میں نے سمجھا تھا — کسے معلوم تھا چھاتی کا سل یہ ایک دن ہوگا

بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رو کر چپ رہا تھا میں — یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی سائل ایک دن ہوگا

نہ مانا پھر نہ مانا آہ سر پٹکا کئے ہم تو — مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گھائل ایک دن ہوگا

کٹا کر ہاتھ منہ آگے نہ مانگیں گا مزا لیجے — بیٹھ بدن ، اس ڈھنگ سے گردن کی قاتل ایک دن ہوگا [illegible]

سنبھل کر جائیو اے سوز اس قاتل کے کوچے میں — یہی تیور ہیں وہ تجھ پر بھی مائل ایک دن ہوگا

۱- ب ر ع ک

۲- ع چکاں

۳- ع واللہ

۴- ر جواں

۵- ع رسوا ہی کیا نہ آہ تجھ کو

۶- ب ر ع ک

۱۲۴

جگر[1] سے آہ، دل سے نالۂ سینہ سے فغاں نکلا
سرائے تن سے کیا حسرت[2] زدوں کا کارواں نکلا

سحر گہ تیغ کاندھے پر جو وہ دامن کشاں نکلا
لب ہر زخم سے اس وقت شور الاماں نکلا

وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب مورد الم ہے
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

غریب[3] و ناتواں میں نے سمجھ کر دل کو پالا تھا
سو وہ خندہ بھی میرے حق میں رستم داستاں نکلا

تمہاری[4] رات کا احوال روشن ہوئے گا سب پر
خدا کے واسطے جوں شمع میری زبان نکلا

ہمیشہ[5] عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھے
سو بہکانے سے نامردوں کے وہ بھی بدگماں نکلا

۱۲۵

ترا[6] ہم نے جس کو طلب گا دیکھا
اسے اپنی ہستی سے بیزار دیکھا

ادا ہی کی حسرت میں سب مر گئے تھے
تجلی کو کس نے بہ تکرار دیکھا

تری آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی
وہ تصویر سا نقش دیوار دیکھا

عجب کچھ زمانے کی ہے رسم یارو[7]
جو ہے کام کا اس کو بیکار دیکھا

ولیکن اچنبھا بڑا مجھ کو یہ ہے
کہ یک سوز کا گرم بازار دیکھا

۱۲۶

شہرہ[8] حسن سے از بس کہ وہ محبوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

ٹوکتا ہے جو کوئی روٹھنے کو ڈر کے مارے
آنکھ اٹھاتا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا

۱- ب ر ع ک   ۲- ر ع کیسا غم زدوں   ۳-۴-۵ یہ اشعار ک میں نہیں ہیں - ب میں بھی ۵ شعر نہیں ہے -   ۶- ب ر ع ک   ۷- ع الٹی   ۸- ب ر ع ک -

١٢٧

صنم نے قتل جب میرا کیا تھا[1] — تو بارے خوں بہا تک بھی دیا تھا

اگرچہ مر گیا تھا میں اسی آن — ولے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا

نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا — کہوں کس منہ سے اس میں کیا مزا تھا

بہایا خون عاشق تیغ جز کر — وہی بھائے ہمارا خوں بہا تھا

جو کچھ گزرا سو گزرا سوز مت کہہ[2] — وہی کاتب نے قسمت میں لکھا تھا

١٢٨

دیکھ لی تیری بھی چاہ او میرزا[3] — واہ وا ہے واہ وا او میرزا

گو نہیں وہ چاہ تیرے دل میں اب — رسم ظاہر تو نبھاہ او میرزا

قتل مت کر قتل مت کر ہاتھ رکھ — بے گنہ ہیں بے گناہ او میرزا

دیکھ پچھتاوے گا بعد از مرگ تو — لے سزا میں لا الہ او میرزا

سوز ہے جو گھورتا ہے وہ کھڑا — او میاں او بادشاہ او میرزا

١٢٩

دغل نکلا جو تیری معیار پر الفت کے کس دیکھا[3] — اترتا تھا بہت سا اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا

شگفتہ دار فرقت پر ہزاروں خار لگتے ہیں — چمن میں دہر کے گل کی طرح ہم نے بھی ہنس

یہ باتیں ہیں کہ دل معشوق کا عاشق پہ جھکتا ہے — فلاطو، ہم تو لاکھوں بار دل اپنا جھلس دیکھا

بغیر از دوست دشمن کا نہیں بہتی ہے خوں ہرگز — میاں بانکے تمہاری تیغ و ابرو کا بھی جس دیکھا

نہیں رخصت کہ تک سوئے چمن بھی آنکھ اٹھا دیکھیں[4] — بہت محظوظ ہیں جب سے کہ یہ کنج قفس دیکھا

اثر ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جلنے سے[5] — عزیزو ہم نے بھی سو بار اپنا دل جھلس دیکھا

طلم تھی تیغ کاندھے پر اجل تھی .... — ندیمو آج ہم نے سوز کا فرہاد وش دیکھا

١- ب ر ک ٢- یہ شعر ب میں نہیں ہے ٣- ب ر ع ک

٤-٥ یہ دو شعر ب میں نہیں ہیں -

۱۳۰

هم[1] نے کون و مکاں دیکھ لیا | پل میں سارا جہان دیکھ لیا
آرزو تھی عدم میں دنیا کی | ہے یہ وہم و گمان دیکھ لیا
دیکھنے کے لئے تھے ہستی میں | ہاں میں سیر جہان دیکھ لیا
اس[2] کی گردن کے تک تلے ہو کے | اپنے دل کا مکان دیکھ لیا
جاں[3] کندن کا بھی مزا ہم نے | ہجر کے درمیان دیکھ لیا
سوز تھا جو بڑا سکتا تھا | کیسوں میں نوجوان دیکھ لیا

۱۳۱

نہ[4] آنکھیں نے کہیں پوچھا نہ بیگانوں نے آ دیکھا | الٰہی اس جہاں میں آن کر جز رنج کیا دیکھا
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے کیا دوش دوں ان کو | جسے غمخوار سمجھا میں اسے اہل دغا دیکھا
سبھی آغاز میں مارے گئے عشاق دنیا کے | ازل سے اب تلک کس نے کسی کا انتہا دیکھا
اٹھا لے یا الٰہی اس جہاں سے مجھ کو اب جلدی | اب اس کے آگے کیا دیکھوں گا بس میں خدا دیکھا
جو آیا اس جہاں میں جب گیا شاکی گیا یا رب | کوئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سدا دیکھا
کسی کو اس نے رتبہ پر چڑھایا بھی تو دو دن میں | یہاں اوج فوارہ وہیں الٹا گرا دیکھا
جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب سے بڑا دانا | اسے اس گردش چرخ ستم گر سے پسا دیکھا
نہ کہتے تھے تجھے اے یار دنیا میں لگا مت دل | کسی کو غم بجز سچ کہو اپنا آشنا دیکھا
بھلا یاں سوز ہم سے راست بولو عشق خوباں میں | بجز درد و الم پھر اور تم نے کیا مزا دیکھا

۱- ب ر ع ک ۲- یہ شعر ع میں نہیں ہے ۳- یہ شعر ب اور ک میں نہیں ہے
۴- ب ر ک -

۱۳۲

جس[1] کا تجھ سا حبیب ہووے گا　　کون اس کا رقیب ہووے گا

درد دل کی دوا ہو جس کے پاس　　کون ایسا طبیب ہووے گا

مل رہے گا کبھی تو دنیا میں　　گر ہمارا نصیب ہووے گا

بے[2] وطن بے رفیق بے اسباب　　کون ایسا غریب ہووے گا

سوز[3] کو وہ ملاوے گا تجھ سے　　جو خدا کا حبیب ہووے گا

۱۳۳

دلا[4] تو کب تئیں میرا جگر جلاوے گا　　میں[5] پوچھتا ہوں کبھی تجھ کو چین آوے گا

شرار آہ کا میرا تو × عرش تک پہنچا　　کہاں تلک تو مرا[6] دل جگر جلاوے گا

خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بے تاب　　تڑپ تڑپ کے مرے سر پہ کیا تو لاوے گا

تجھے کہا تھا کہ محبوب بے × وفا ہیں پر　　یہ جانتا تھا کہ تو ان سے دل لگاوے گا

کہا نہ مانے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہاں　　کرے گا جو کوئی اپنے کئے کسی پاوے گا

تمام[7] اہل محلہ پہ خواب و خور ہے حرام　　نہ آپ جاگا تو انہیں کب تلک جگاوے گا

تمہارا نام تھا جیسا کہ سوز ویسے جلے　　لگی لگی کو تری کون اب بجھاوے گا

۱۳۴

آہ[8] کرتے ہی جگر جل گیا　　اشک کے بہنے سے بدن گل گیا

بل بے نزاکت بدن یار کی　　ایک ٹھوکر میں دلا ٹل گیا

اک پھپھولا ہو تو پھوڑوں اسے　　سر سے پاؤں تلک پھل گیا

دیکھ لیا تم کو بھی اے سوز جی　　...... میں بیٹھا تھا سو یہ چل گیا (گیا)

۱- ر ع ک　۲- یہ شعر ک میں نہیں ہے - تذکروں میں یہ شعر رند سے منسوب کیا گیا ہے

۳- ک میں یہ شعر نہیں ہے -　۴- ب ر ع ک　۵- ب دوانے تجھ کو کسی طرح

۶- ب فرشتوں کا صبر اٹھاوے گا　۷- یہ شعر ک میں نہیں ہے　۸- ر ع ک -

۱۳۵

سوز[1] سے امید تھی مجھ کو کہ انساں ہوئے گا — قطرۂ بحر عشق میں گم ہو کے عماں ہوئے گا

سر نہ کھینچے گا کبھی سوئے فلک جو گرد بار — خاک راہ گل رخاں ہو کر گلستاں ہوئے گا

نوش کر کر ایک دن جام مسیحائی سے درد — درد مندوں کے لئے پر درد درماں ہوئے گا

آتش عشق بتاں میں موم ساں ہو کر گداز — تیرہ بختوں کے لئے شمع شبستاں ہوئے گا

عرش تک پہنچائے گا ناقوس کا بانگ بلند — پر نہ جانا تھا کہ یہ کافر مسلماں ہوئے گا

۱۳۶

آہ[2] جس دن سے ہوا یار دل آزار جدا — دل جدا زار ہے اور دیدۂ خونبار جدا

جب[3] سے پھرتا ہوں جدا تجھ سے میں صحرا صحرا — دشت کاٹے ہے جدا چبھنے لگے خار جدا

زلف کو شانہ نہ کر جان کہ ہو جائے گا — تار سے اس کے مرا جان گرفتار جدا

شیخ کو کوچۂ میخانہ میں ہم نے دیکھا — تن سے جبہ تھا جدا سر سے تھا دستار جدا

سوز سے کیوں نہ خفا ہوئے ستم گار کہ ہے — عاشق زار جدا طالب دیدار جدا

۱۳۷

دل[4] آشفتہ مجھ سے حال دل کا کچھ نہیں کہتا — پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا

ہرگز

مجھے کہتا ہے کہ میں تجھ سے نہیں کہتا ہوں کچھ — ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

۱۳۸

رات[5] کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا — دیکھتا ہے دیکھ لو ہے وقت آخر سوز کا

اب[6] تو جاتا ہے یہاں سے لے کے انبار گناہ — دیکھئے کیا حال ہو اس معصیت اندوز کا

۱- ب ک ۲- ب ر ع ک ۳- صرف ب ک میں ہے ۴- صرف یہ شعر ب میں ہے

۵- ب ر ک ۶- ر ک۔

۱۲۹

مجھے[1] گر حق تعالیٰ عشق میں کچھ دسترس دیتا — تو دل ان بے وفاؤں کو کوئی میں اپنے بس دیتا
تماشا ایک نالے میں تجھے صیاد دکھلاتا — قفس میں گر فلک آرام مجھ کو یک نفس دیتا
نہ لیتا نام ہرگز زمزمہ کا پھر تو گلشن میں — اگر دل میں مِرے صیاد ظالم ساز بس دیتا
میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا باغ دنیا میں — جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا
قسم ہے سوزؔ کو گر قتل اپنے ہاتھ سے کرتا — تو جی دیتے ہوئے بھی دیکھ صورت اس کی ہنس دیتا

۱۳۰

جگر[2] پر زخم خنجر سے ہوا اور ہے دہن پیدا — الٰہی شکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا
بھری ہے خاکساروں کے جگر میں آتش[3] حسرت — بِرنگ اخگر افسردہ ہیں زیر کفن پیدا
ہوا ہے سبز تخم غم کبھی آ دیکھ اس کا گھر — کیا ہے دل نے میرے چپکے چپکے کیا چمن پیدا
خدا کے گھر میں ہر اک چیز کا نعم البدل ہوگا — لیا گر بانکپن مجھ سے کیا دیوانہ پن پیدا
مِری[4] نظروں میں گیا صنعت کی صنعت الٰہی ہے عالم کی — ابھی اک اشک ٹپکا دوں تو پھر ہو انجمن پیدا
عزیزو سوزؔ کا جینا غنیمت جان لو یارو — نہیں ہونے کا پھر دنیا میں ایسا نوحہ زن پیدا

۱۳۱

سنبھل[6] کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا — اپنے ہی مس میں بھولے گی گلزار دیکھنا
نازک[7] ہے دل نہ ٹھیس لگانا اسے کہیں — غم سے بھرا ہے اے مسیحِ غم خوار دیکھنا
شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی — غیروں کے ساتھ شوق سے دیدار[8] دیکھنا
جو جو سنا تھا کان سے دیکھا ہے آنکھ سے — چپکا ہی رہیو اے لب اظہار دیکھنا
سوداؔ کی بات بھول گئی سوزؔ تجھ کو حیف — جو کچھ خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا

۱- ب ر ع ک ۲- ب ر ع ک ۳- ر ع آتش ۴- یہ شعر ر ع میں نہیں ہے -
۵- یہ شعر صرف ر ع میں ہے ۶- ب خ ر ع ک ۷- ب خ ع ک میں یہ مصرع یوں ہے-
" نازک ہے شیشۂ دل نازک سنبھالیو "

۸- ر ہر بار

۱۳۲

بس[1] غم تونے بہت ستایا — سچ کہہ کیا تجھے ہاتھ آیا

تونے[2] کس سے سنا مرا عشق — میں نے تجھ کو نہیں ستایا

حسرت کدۂ جہاں سے ہم نے — جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا

اس عالم بے غمی سے لا کر — ہاں زیست بھلا مزا چکھایا

سوز آتش غم کیا ہوا راکھ — دل دے اس کے اسے جلایا

۱۳۳

الٰہی[3] محبت کو لگ جائے لوکا — کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھبھوکا

فریب محبت نے مجھ کو پھنسایا — یہ میں بھولا میں بھولا میں چوکا میں چوکا

جہاں روز بیری کا رہتا اکھاڑا — وہاں اب پڑا ہے گا میدان ہوکا

جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے — الٰہی نہ دل بند ہووے کسو کا

جیسے یوسف مصر کہتا ہے عالم — وہ نقشہ تھا پہلے مرے ماہرو کا

نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری — کہ روز ازل سے ہوں الفت کا بھوکا

زبان شہر، اتنی نہ بک بک، زبوں ہے — یہ چرچا پڑے گا تیری گفتگو کا

کہاں تک کوئی خون دل پیوے اپنا — دم واپسیں سوز ہے خون تھوکا

۱- ب ر ع ک

۲- ر ع میں یہ شعر اس طرح درج ہے -

کس نے تجھ کو کہا مرا عشق — میں نے تو تجھے نہیں جتایا

۳- ع ک

۱۳۴

بس دل زار خوش نہیں آتا[1] — غم کا اظہار خوش نہیں آتا

ہر گھڑی چھیڑیاں نہ لو صاحب — اب تو یہ پیار خوش نہیں آتا

یہ غضب ہے کہ چپ رہو تو کہے — نقش دیوار خوش نہیں آتا

اور[2] جو کچھ کہو تو کہتا ہے — مجھ کو تکرار خوش نہیں آتا

سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں اب — جان سے بیزار خوش نہیں آتا

۱۳۵

مرا[3] منہ تجھے یار کیا خوش نہ آیا — ادھر دیکھیو مجھ سے کیوں منہ چھپایا

میں ہونٹوں کو میں اپنے غنچہ بنا کر — ادا فہم کو دور سے منہ دکھایا

تو کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھرا کر — بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا

بغل میں عبث ڈھونڈھتا ہے یہیں ہو — جو دل تھا سو تو نے کہیں جا چھپایا

پڑا سوز کا لاشہ سڑتا ہے در پر — ارے تو نے کوئی گڑھا بھی کھدایا

۱۳۶

مری[4] طرف سے پھرا کس لیے ہے جی اس کا — کھلا نہ کچھ سبب بے توجہی اس کا

یہاں خواہش دل تنگ وسیع ہے اتنا — ذرا سی بات کو ہو کیوں طلبی اس کا

دلا تو دیکھ تو بے اختلاطیاں اس کی — یہ جی میں ہے کہ نہ منہ دیکھئے کبھی اس کا

بہار یار ہر ایک غنچے کا ہوں منہ تکتا — کہ اس میں ٹھیک ہے انداز خامشی اس کا

تجھی کو جانا تھا اے وہ نہ آیا فرض کیا — دلا وہ غمزہ نہیں غیر واجبی اس کا

سوال بوسہ یہ خالی نہیں ہے لطف سے ہائے — بگڑنا کہ منہ پھرانا گھڑی گھڑی اس کا

یہاں ہو دیکھتے کیا دوستو مرا رنگ زرد — بلا کے واں مجھے منہ دیکھنے ذری اس کا

چھٹے گا وہ بھی مجھے ناصحا نہ بک بک کر — کہ وہ چھٹا یہ نہ چھوٹا خیال ابھی اس کا

دہان خلق کو کیا سیجئے گا مشفق من — دہان زخم دیا گو کہ تنگ سی اس کا

۱- ر ع ک عہد بنگش صفحہ ۲۹۰ - گلشن ہند صفحہ ۱۵۷ -

۲- یہ شعر صرف عہد بنگش میں ہے -

۳- یہ غزل صرف ع ک میں ہے -

۴- ک - مراۃ الشعراء صفحہ ۲۳۳ - ۲۳۵ - میں صرف دوسرا اور چوتھا شعر ہے
مکمل غزل اردوئے معلی مرتبہ حسرت موہانی انتخاب دیوان میر سوز میں صفحہ ۲۷ پر ہے

۱۲۷

ہُوا[۱] دل کو میں کہتے کہتے دِوانا — پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا

کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے — جہاں میں بھی چلتا ہوں تک رہ کے جانا

مجھے تو تمھاری خوشی چاہیے ہے — تمھیں گو ہو منظور میرا کڑھانا

گیا ایک دن اس کے کوچہ میں ناگاہ — لگا کہنے چل بھاگ یے ، پھر نہ آنا

کہاں ڈھونڈوں ہے ہے کدھر پاؤں یارب — کہیں اس کا پاتا نہیں میں ٹھکانا

ہماری یہ الفت بتاں کی یہ نوبت — بھلائی کا کچھ ہی نہیں ہے زمانا

دِوانے کا بکنا نہیں معتبر ہے — مری بات تم دل میں ہرگز نہ لانا

۱۲۸

آج[۲] اس رہ سے دل ربا گزرا — جی یہ کیا جانیے کہ کیا گزرا

آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات — میں تو اپنا سا جی جلا گزرا

اب تو آ یار بس خدا کو جان — پچھلا شکوہ تھا سو گیا گزرا

رات کو نیند ہے نہ دن کو چین — ایسے جینے سے اے خدا گزرا

سوز کے قتل پر کمر مت باندھ — ایسا جاتا ہے کیا گیا گزرا

۱۲۹

جو[۳] دل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا — گر کلبۂ سیاہ تھا پرنور ہو گیا[۴]

سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجیے — دل تو تمام حادثۂ زنبور ہو گیا

دل اپنے اختیار میں ، میں نے نہیں دیا — صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا

کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے — جو عارضی جمال کا مغرور ہو گیا

کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ — یہ سوز تیرے درد سے مشہور ہو گیا

۱- ر ک اور آب حیات صفحہ ۱۸۹

۲- ر ک اور آب حیات صفحہ ۱۹۰

۳- صرف ع ک میں ہے -

۴- سودا کا مطلع

١٥٠

تیرے[1] دل میں بے رحم کچھ غم نہ آیا　　مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا

بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں　　کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلایا

جلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے　　ولے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا

یہ[2] سب باتیں جس کی ہیں میں جانتا ہوں　　اسی بے حیا نے تجھے کچھ پڑھایا

تو[3] کہیں آشنا سوز اس سے ہوا تھا　　یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا

١٥١

گردن[4] پہ روز خنجر فولاد ہی رہا　　یہ دل بلائے عشق میں ناشاد ہی رہا

تاثیر ایک دن نہ کیا اس کے دل میں آہ　　یہ آہ و نالہ حیف کہ برباد ہی رہا

چھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا　　دل میں ہمیشہ خطرۂ جلاد ہی رہا

ہرگز نہ دیکھیو تو کسی خوبرو کو ہاں　　ناصح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد ہی رہا

پر دل نے اس کی پند کو جانا نہ پشم بھی　　ہر آن سوز طالب جلاد ہی رہا

١٥٢

کیا[5] تماشا ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا　　پھر نہ آیا اس طرف کیا جانئے کیا ہو گیا

واں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مر کر چلا　　کیا کہے پھر آن کر جو نقد ہستی کھو گیا

مت سوز تو ہا تھ ....　　میں تجھے کہتا نہیں، نچلا توڑ لے لو گیا

جو پڑھے گا سوز کے اشعار وہ روئے گا زار　　کیونکہ ہر ہر حرف میں وہ تخم حسرت بو گیا

سوز کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو　　جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

١- ب ع

٢- یہ شعر صرف ب میں ہے -

٣- یہ مصرع ب میں اس طرح ہے " میں کہتا نہ تھا سوز مت عاشقی کر "

٤- یہ غزل صرف ع میں ہے -

٥- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۱۵۳

تھی لاما مجالس میں نہیں دستور شیشے کا[1] | جہت توڑی گا ساقی سر کوئی مسخمور شیشے کا

پکڑ گردن لہو پی جائیں ہیں اک گھونٹ میں سارا | نہیں چلتا ہے مے‌خواری سے کچھ مقدور شیشے کا

لگے ہے دیکھ تو کس کس کے منہ پہ آ کے مجلس میں | نہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشے کا

زبس مجھ حال پر جلتا ہے ساقی کی جدائی میں | نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا

کیے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے | نہیں کہتا ہوں سیکھو عاشقو دستور شیشے کا

فلک ہے درپئے ایذائے دل ہر ایک کے یاں تک | کہ پتھر سے کیے ہے بند یہ ناسور شیشے کا

لگا زنہار مت اے سوزؔ ان آنکھوں سے دل اپنا | کہ ہر بدمست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

۱۵۴

× بات کہتے ہیں اکڑ کر تو چلا[2] | دل تو میرا پھینک دے ظالم بھلا

میں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے | چہل بازی نے تری دل کو چھلا

ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر ق | اپنے دل کی آرزو کہنے چلا

ایک باری پاں چھونے دے مجھے | دونوں ہاتھوں سے تری میں لوں بلا

گھور کر کہتا ہے کیا اے لو غضب[3] | یہ بڑھاپے پہنا ، دیکھا مسن چلا

چل نہ ہاتھوں کو میں صدقے کروں[4] | اپنی قینچی سے ترا کاٹوں گلا

تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوزؔ کا[5] | ایک لات کرنے میں وہ دے گا چلا

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ب اور ع میں ہے -

۳-۴-۵ یہ اشعار ب میں نہیں ہیں -

۱۵۵

فکر[1] ہے ناصح پڑا تجھ کو گریباں چاک کا ‏ ‏ زخم کیوں سیتا نہیں غافل دل غمناک کا

رات کو امید کچھ ہے دن کو ہوتا ہے کچھ ‏ ‏ کیا کروں شکوہ الٰہی گردش افلاک کا

یک نگاہ غمزہ سے کرتا ہے ظالم قتل عام ‏ ‏ ہاتھ کیسا صاف چلتا ہے سفاک کا

خاک میں مجھ کو ملانے کو جو پھرتا ہے مدام ‏ ‏ اب تو جھکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا

عاشقی میں سر کٹانا سوز ہی کا کام تھا ‏ ‏ سر پڑا ہے وہ جو ہووے زیب اس فتراک کا

۱۵۶

میں[2] جس قدر کہ تری جور سے فگار ہوا ‏ ‏ شگفتگی سے جراحت کی مثل بہار ہوا

سنا ہے جب سے کہ تو بھی غریب پرور ہے ‏ ‏ تری جفا کا تبھی سے امیدوار ہوا

قسم ہے تیری ذرا نہیں ہے مجھکو طاقت صبر ‏ ‏ ادب کی راہ سے میں صاحب اختیار ہوا

..... کس طرح اب خدا بھلا دیکھیں ‏ ‏ سنا ہے میں نے کہ وہ طفل نے سوار ہوا

جو کوئی دیکھنے آئے تو خاک میں مل جائے ‏ ‏ صنم یہ سوز ترا کیسا خاکسار ہوا

۱۵۷

جب[3] ہووے نصیبا رام سہرا ‏ ‏ تب پورا ہووے کام سہرا

اللہ اللہ ہی روز و شب کو ‏ ‏ ہوئے ورد مدام سہرا

اے پیک صبا تجھے قسم ہے ‏ ‏ کہیو اس سے پیام سہرا

مکھڑا اپنا دکھا دے پیارے ‏ ‏ ہے ورد یہ صبح و شام میرا

اک بار تو منہ سے کچھ سبھوں کو ‏ ‏ ہے سوز بدل غلام سہرا

۱-۲ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۳- یہ غزل ب اور ع میں ہے -

۱۵۸

[1] تجھے احوال ہجر ظاہر نہ کیا
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

دل کو میں لے کے ہاتھ سے ملتا
ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

آہ لو عرش تک تو پہنچی واہ
گھر ہے اس نے جی میں گھر نہ کیا

اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے
میں تو کہتا تھا قتل کر نہ کیا

جی سفر کر گیا ولے دل سے
تیرے کوچے سے پھر سفر نہ کیا

تیرے کوچے میں مر کے خاک ہوا
خاک پر بھی یہی گذر نہ کیا

نالوں نے گو فلک کیا سوراخ
اس کے دل میں تو کچھ اثر نہ کیا

غیرت او سوز کی اہا ہا ہا
سر دیا عشق سے حذر نہ کیا

۱۵۹

[2] مجھ عہد سے کام کچھ نہ نکلا
یا رب یہ غلام کچھ نہ نکلا

لی شکل نگیں میں رو سیاہی
پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا

چہرے سے ترے خجل ہو شب ماہ
آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا

واں دست و دہن سے تیرے قاصد
نامہ و پیغام کچھ نہ نکلا

جز مشت پر اپنے تجھ کو صیاد
آخر تہ دام کچھ نہ نکلا

دل ٹوٹ گیا نہ دست ساقی
سودا تھا یہ جام کچھ نہ نکلا

ہے طفل سرشک کیا ہی غماز
یہ تخم حرام کچھ نہ نکلا

عاشق تو کہائے ہم بھی لیکن
عشاق میں نام کچھ نہ نکلا

بوسہ ہے بعید اس سے ملنا
جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا

دیکھا میں ترا جو سوز دیوان
جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

۱- یہ غزل صرف ب اور ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ع میں ہے -

١٦٠

حسن[1] اس کا تو آشکارا تھا — رشک پر دشمن نظارا تھا

اس کے مکھڑے کی یاد میں کل رات — چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا

اشک آتے تھے آنکھوں سے اس طرح — گویا پروین کا وہ اتارا تھا

عاشقی کی قمار بازی میں — طرح یہ تھا کہ سر کو مارا تھا

سوز جیتا تھا جب تلک بچارے — دل کو میرے ذرا سہارا تھا

اب تو یہ کس پڑا ہے سینے میں — ایک تو آگے ہی بچارا تھا

آپ تھا آپ ہر زمانے میں — نہ سکندر تھا وہ نہ دارا تھا

جس کو کہتے ہیں حیدر کرار — اس ہی کا سب جگہ گزارا تھا

١٦١

چہرے[2] پہ نہ یہ نقاب دیکھا — پردے میں تھا آفتاب دیکھا

کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے — یوسف کی طرح سے خواب دیکھا

کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم — اس کے لئے یاں خراب دیکھا

دل نے تو بہت لکھا تھا نامہ — جو ان نے دیا جواب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق — مذہب میں ترے ثواب دیکھا

کچھ ہووے تو ہو عدم میں راحت — ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی — اس چشم کو میں پرآب دیکھا

سرگردان و عشق میں تسبی ہے — یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا

بھولا تھا تو اس کے لطف اوپر — اے سوز اس کا عتاب دیکھا

١-٢ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں —

١٦٢

عشق[1] نے تجھے مجھسے رسوا کیا　　　جو کیا پھسایے بہت اچھا کیا

جان و ایمان سے ہیں فدی ہیں ترا　　　دل کا تجھ سے کس نے پھر دعوی کیا

کیوں جھڑک دیتا ہے میں ہانکے　　　سن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا

منتوں میں نہیں ہرگز تسہیل　　　عجز سے ہر چند میں نے چاہا کیا

کیا قیامت مچ رہی ہے شہر میں　　　سرو قامت قد کو کیوں بالا کیا

راز دل رو رو کے افشا کر دیا　　　ہائے ان آنکھوں نے کیا افشا کیا

دل کو دے کر غم خریدا جان بوجھ　　　..................

١٦٣

بھری[2] ہیں دل میں میرے لاکھ (۰۰[3])　　　تمہارے روبرو تو ایک بھی ......

ستانا اس قدر ظالم روا ہے　　　بھلا سن تو تجھے ہرگز خدا کا.....

....　　　......................

نہ ملنا نے کبھو صاحب سلامت　　　ہٹ کیا انصاف ہے کچھ ....

صنم کے جی میں ہوگا سوز مرجا　　　ابھی ....

١٦٤

دور[4] سے دیکھتے ہی دل دھڑکا　　　ہائے بابا سبھی ولیسے لڑکا

دیکھیو میں کھڑا ہوں کالے کوس　　　وہیں پہچان کر مجھے بھڑکا

۱-۲　صرف ع میں ہیں —

۳-　نسخہ کرم خوردہ ہے —

۴-　صرف ع میں ہے —

١٦٥

دل[1] کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا ۔۔۔ دل دیا ہے یا کہ کام اودھا میرے خدا

گاہ کہتا ہے اطاعت خلق کی کر حق ہے یہ ۔۔۔ گاہ کہتا ہے کہ سب سے ہو جدا میرے خدا

گاہ کہتا ہے کہ کعبہ کو تو اپنا قبلہ جان ۔۔۔ گاہ کہتا ہے کہ بت خانہ بنا میرے خدا

گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایمان جان ۔۔۔ ہے سبھی اشیا میں وہ جلوہ نما میرے خدا

پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے ذرا بچتا ہی رہ ۔۔۔ کفر کہتے ہیں کسے مجھ کو بتا میرے خدا

جب سبھی اشیا میں ہو مظہر تو غیریت کہاں ۔۔۔ اس ہی اندیشہ میں تو میں مرگیا میرے خدا

میں ترا مخلوق ہوں مجھ کو کبھی آگاہ کر ۔۔۔ اے خرد بخش، اے کریم، اے خالقا میرے خدا

انبیا کو علم بخشا اولیا عارف ہوئے ۔۔۔ میں ۔۔۔۔ بس نہ ہو تھا رہ گیا میرے خدا

مرتبہ تو اہل عرفاں نے اٹھایا شہر سے ۔۔۔ سوز کیوں باقی رہا یہ کیا ہوا میرے خدا

١٦٦

ہر[2] چند اس کو اب تک دار و مدار رہے گا ۔۔۔ پر کیا کروں الٰہی دل بے قرار ہے گا

یہ اور غم لگا ہے دل[3] پر جو ہے ہمارا ۔۔۔ وہ اور ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا

تم جاؤ[4] اے بدو[5] رو دیکھو بہار گلشن ۔۔۔ ہر زخم میرے تن پر رشک بہار ہے گا

آساں میں صاحب دل مت لگا کسی سے ۔۔۔ محبوب ہیں جو ان کا کیا اعتبار ہے گا

یا ناوک مژہ سے یا تیغ ابروان سے ۔۔۔ جیتا نہ چھوڑ دل کو مونا شکار ہے گا

بے شک کہ ہم ہیں اندھے کچھ سوجھتا نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ صنم کا جلوہ سب آشکار ہے گا

روز تولد ہی سے ہے موت ساتھ لیکن ۔۔۔ حیراں ہوں اس کو کس کا یاں انتظار ہے گا

کیوں مجھ سے ہے بگڑتا آثار سب ہیں ظاہر ۔۔۔ عاشق نہیں تو اتنا کیوں زار زار ہے گا

کھٹے کی باک رکھے دل سوز تھا جو تیرا ۔۔۔ اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گا

١- صرف ع میں ہے ٢- صرف ب ع میں ہے ٣- ب مجھ سے تو اس کو ہر شب

٤- ب پیارا جو ہے ٥- ب ہندو

۱۶۷

گر[1] دل زار کا مسکن ترے در پر ہوتا   تو میاں جان یہ کس واسطے در در ہوتا

اس قدر مجھ کو پریشانی ستا سکتی تھی   جو تری زلف کا سایہ مرے سر پر ہوتا

کیا ہوا طبع الٰہی مری پیدائش سے   ہے ، نہ ہوتا ہی مرا از ہمہ بہتر ہوتا

سوزؔ کو اتنا جلانا بھی کہیں واجب ہے   کشتنی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

۱۶۸

جہاں[2] کی دوستی غیر از غبار دل نہیں پاتا   میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا

سر[3] اوپر شام آئی اب تلک منزل نہیں پاتا   کہاں بستر بچھاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا

بہت اس سلسلہ میں بے سر و پا ہو رہا ہوں میں   پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا

مرا[4] دل دوستی کے تخم سے معمور ہے یارو   کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

غریق[5] بحر الفت ہوں کدھر کو پیر جاؤں میں   یہ ایسا بحر بے پایاں ہے جو ساحل نہیں پاتا

.... پیاسا خوں دل پیتا ہوں اس زخم سے   کہیں اک دم میں بھی اب خنجر قاتل نہیں پاتا

بھٹکتا ریچ مجنوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث   بجز آوارگی کیا سوزؔ تو منزل نہیں پاتا

۱۶۹

محبت[6] کو دام بلا جانتا تھا   پھنسا میں تو آبھی یہ کیا جانتا تھا

چلا مجھ سے دامن چھڑا کر بھلا دل   تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا

مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی   ارے تجھ کو اہل وفا جانتا تھا

لے گرم جوشی سے تھا تیری دھڑکا   کہ آخر کیے گا دغا جانتا تھا

دغا کھائی آخر ، دغا کھائی آخر   میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا

دلاسا تو دے[7] سوزؔ کو جلتے جلتے   مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

۱- ع ۲- ب ع ۳-۴-۵ صرف یہ شعر ب میں ہیں ۶- ع

۷- مجمع الانتخاب " میں زلفوں کو "

١٧٠

لگے[1] ہے جام جو منہ ، دل ہے آب شیشے کا
لبوں سے اس کو لگا لے شراب شیشے کا

کیا میں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو خانہ خراب شیشے کا

عوض ہے دل شکنی کا بہت محال اے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجیے جواب شیشے کا

یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی
دھریں تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا یوں آب آب دل اے سوزؔ
کبھو جو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

١٧١

جا[2] جا مرے پاس سے تو جا جا
تھا جو تجھے کہیں میں آ جا

جا بیٹھ انہوں کے پاس در ہو
جو یہ کہیں لب سے لب ملا جا

ہو جائے بجے گا تیری سنبھلے
اب کوچہ بہ کوچہ دل کا باجا

جا اٹھ دور ہو کہیں دفع ہو
اوروں کو نہ خاک میں ملا جا

پہلے جو قرار لکھ گیا تھا
اس کو آ دسو سے لے مٹا جا

غربا سے کام کیا تجھے چل
تجھ کو کہتا ہے اب تو راجا

١٧٢

دل[3] کشتہ ہوا (لب ـ عدم کا)
کچھ بھید کھلا اسے عدم کا

ہاں تیغ لگائی ہے تو جڑ دے
ہے کس کو بھروسا ایک دم کا

قہر درویش بہ جان درویش
شکوہ کیا ہے تیرے ستم کا

کیا اچھی طرح مجھ کو پوچھا
بندہ ہوں جان تیرے کرم کا

بجواؤ سوزؔ کوس شہرت
واقف تو ہوا ہے زیر و بم کا

١-٢-٣ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں ۔

۱۷۳

مری[1] آنکھوں کے تو آگے سے اب اے ماہ نہ جانا گرچہ جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جانا

کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں پر مرا مان کہا آج تو واللہ نہ جانا

کس کے بہکانے سے تو کونے وفا سے پہلے تھا کس نے بعد راہ کیا تجھکو کہ اس راہ نہ جانا

ہائے رہتا ہے رقیبوں کے تو ہمسائے شب و روز ہائے وہ لوگ برے دیکھ تو ہرگاہ نہ جانا

جو تو جائے گا تو مر جائے گا یہ سوز غریب آ نہ جا واسطے اللہ کے اے ماہ نہ جانا

۱۷۴

مرا[2] قتل کیا دل ربا نے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا

بڑا داؤ تھا آج بوسے کا لیکن وہ راضی ہوا تھا خدا نے نہ چاہا

وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا ولیکن کسی یار نا آشنا نے نہ چاہا

وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا قدر نے نہ مانا ، قضا نے نہ چاہا

۱۷۵

آ[3] گلے بھی مرے لگ جا بے وفا بے وفا یا بے وفا یا بے وفا

یا تو تو مجھ بن کبھی رہتا نہ تھا یا مجھے دل سے بھلایا بے وفا

راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں تجھ کو اب بانکا بنایا بے وفا

حیف تجھ کو شرم کچھ آئی نہ حیف جو ہوا سب سے پرایا بے وفا

آگ میرے تن بدن میں بھڑک گئی آہ یہ کس نے جگایا بے وفا

دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجئے ہو گیا اپنا پرایا بے وفا

۱-۲-۳ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

١٧٦

تیغ[1] ھاتھوں میں چلا او بے وفا   واہ وا ہے ، واہ وا ، او بے وفا

اس قدر بیرحمی نهایے مجھ سے حیف   آ خدا سے ڈر کچے آ ، او بے وفا

ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط   سو اسے تو لے گیا او بے وفا

اب کوئی هم درد یاں میرا نہیں   کیا کروں تو هی بتا او بے وفا

سر سے صدقے کرکے اپنے پھینک دے   میں ترے صدقے گیا او بے وفا

میں کہاں اور بوسہ تیرا واہ وا   مجھ کو مت تہمت لگا او بے وفا

تیری محفل میں گیا کس روز میں   کان تیرے کب لگا او بے وفا

سوز حاضر هے اسی سے پوچھ لو   میں نے کب بوسہ لیا او بے وفا

کر چکے بدنام اب چھوڑوں گا میں؟   میں هی پھر جاؤں کیا او بے وفا

١٧٧

اس[2] قدر تیچی نگاہ او بے وفا   کیا کیا میں نے گناہ او بے وفا

سب سے ملئے دوستوں سے روٹھیے   واہ وا هے واہ وا ، او بے وفا

کہتے هو سر کاٹ لیں گا سوز کا   کاٹتے هی خواہ مخواہ او بے وفا

یہ تو اس کی آرزو هے روز و شب   سینے سے نکلے نہ آہ او بے وفا

پھر تامل کیا هے جلدی کیجیے   دیکھتا هے کس کی راہ او بے وفا

سوز تو راضی هے اپنے قتل پر   پر تو ثابت کر گناہ او بے وفا

١-٢ یہ غزلیں ع میں هیں -

۱۷۸

بل بے قاتل ترا سرا ہی ہیا[1]   حضرت عشق تم نے مار لیا

زندگانی ابد کی بخشش پر   تیرا مارا بھلا کہیں بھی جیا

تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش   جس کو اک جام تو نے بھر کے دیا

جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے   زخم مژگاں بھلا ہے کس نے سیا

پھر قدم اس کا آگے کیوں پڑتا   جس کو تونے کبھی پکار لیا

اے[2] مسیحان عشق میں تیرے صدقے   تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا

سوز[3] کی تم نے دیکھی کچھ جلدی   زہر کا گھونٹ کس مزے سے پیا

۱۷۹

کس[4] نے تجھ کو بغل میں آج لیا   کس نے دیلم یہ تیرا لال کیا

کس نے تجھ کو خفا کیا پیارے   بل بے کافر ترا سرا ہی ہیا

کس نے چولی وہ تیری مسکائی   ہائے یہ زیر پردہ کس نے سیا

ہونٹوں پر تو لگا ہے یہ کاجل   کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا

کس نے یہ آ کے سوز کو پھونکی   دیکھو مردہ تڑپ کے پھر جیا

۱۸۰

مگر[5] سوز کے دل میں کچھ درد تھا   کہ چہرہ بہت آج کچھ زرد تھا

یہ آتش مرے دل میں تھی مشتعل   کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا

بظاہر تو اک مخمس تھا ولے   جو سچ پوچھئے تو بڑا مرد تھا

۱- ب ر ۲-۳ یہ دو شعر صرف ر میں ہیں ۴- ب ر ۵- ب ر

۱۸۱

ندی[1] اک طرح اپنی عشق میں ایجاد میں کرتا غرض ہر طور روح عاشقاں کو شاد میں کرتا
نہیں دل چاہتا جو اس کو میں رسوا کروں واللہ وگرنہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیادہ میں کرتا
بسایا غم نے آکر اس دل ویراں کو ہے ہے وگرنہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا
بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطان خوباں ہے بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاد میں کرتا
مے دل کو نہیں لو کا سا باک اگر لپٹا تھا کبھی جو بھڑکے مو سوز کی ہاں یاد میں کرتا

۱۸۲

اب[2] تو دم باقی نہیں اے جان آجا دیکھ جا نزع کا میرے بھی تک آ کر تماشا دیکھ جا
دل کے دینے کی خوشی میں تمہیں کچھ یاد ہے جان کے دینے کا بھی میرے مدارا دیکھ جا
دیکھ تو کیسی خوشی سے جان دیتا ہوں تجھے ایک دم تو آن کر میرے مسیحا دیکھ جا
سیر دریا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے لیک آنسوؤں کا میرے آ کر موج دریا دیکھ جا
سوز تیرا بندہ دل سوز تھا سو اب چلا پھر نہ دیکھے گا کبھی پھر آ کر آجا دیکھ جا

۱۸۳

فنا[3] کوچے میں بھلا آ کے سوز کیا دیکھا یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفا دیکھا
وہاں سے جاگتے جیتے یہاں تلک آئے یہاں سے جاتے ہوئے جو سنا ، ہوا دیکھا
جو غم کو کھاتے ہیں انہی سے پوچھئے لذت ملے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا
اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا
کسی نے پوچھا نہ مجھ کو بجز خس و خاشاک مگر مجھی نے عبث اپنا جی جلا دیکھا

۱-۲-۳ یہ غزلیں صرف ر میں ہیں ۔

۱۸۴

سنا کسی نے کبھی منہ سے کچھ گلہ دل کا[1] | ہزار داغ سہے بس یہ حوصلہ دل کا
نہ ہووے کیوں یہ پریشاں کہ بس نہیں چلتا | ملا ہے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا
اکیلے چلنے میں خطرات بھی ہزاروں ہیں | چلے ہیں لخت جگر بن کے قافلہ دل کا
شفق تجھے تو خدا نے لہو میں نہلایا | یہ کیا کروں کہ نہ پھوٹا یہ آبلہ دل کا
صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے | بہار بھی تو گئی غنچہ کب کھلا دل کا
بھلا قسم ہے تجھے سوز اپنی سچ کہیو | تمام عمر ملا کوئی آشنا دل کا

۱۸۵

دل ہو خوں اپنا لے تو چلو بہلا تو لیا، نہ لیا نہ لیا[2] | دیکھ اس کی جفا اور اپنی وفا، جیا تو جیا نہ جیا نہ جیا
کہو ناصح جیب کو سی تو دے کہ گریباں چاک نہیں جاتا | جو وہ سی دے تو سی دے ورنہ دلا جو سیا تو سیا نہ سیا نہ سیا
چلو مانگیں دل کو سماجت سے جو وہ رحم کرے تو کرے شاید | جو وہ لالچ کر کے دے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا نہ دیا
ہمیں دونوں طرح ہے عیش و طرب، جو جئے تو جئے نہ جئے تو نہ جئے | جو وہ ذبح کو دل میں سچ کرے تو کیا نہ کیا نہ کیا
چلو جام ہلاہل تو لے چلیں کہ اسے تو ہیں لے سوز اگر | جو شتابی اس نے مانگ لیا تو پیا نہ پیا نہ پیا نہ پیا

۱۸۶

ہوا غرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا[3] | جلا ایسا تپ غم سے دل سوزاں نہیں پیدا
سبھی کہتے ہیں سب انساں میں ہے جو کچھ ہے قدرت میں | پھرا میں سر سے پا تک چشمۂ حیواں نہیں پیدا
یہ دنیا خلقت انساں سے ہے معمور حیراں ہوں | کسے کہتے ہیں انساں ایک بھی انساں نہیں پیدا
عجب آتش ہے میرے تودۂ سینہ میں اے یارو | لگے سو تیر غم اور یک سر پیکاں نہیں پیدا
میاں سوز اب تری ہے جان کا بھائی خدا حافظ | کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

۱-۲-۳ یہ غزلیں صرف ر میں ہیں -

۱۸۷

شرائط[1] اپنے میں اسلام کی هرگز نہیں پاتا   جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا

بہت لوگوں کا مذهب ہے کہ خیر و شر ہے خالق کے   نہیں جیو وہ خالی از شر اس کو ہے شیطاں سکھلاتا

بشر تجھ کو اس واسطے جو تجھ میں شر پاتا   سوا تیرے کسی حدران میں کچھ شر نہیں پاتا

ہماری ہی صفت کی صورتیں محسوس ہوتی ہیں   مثال آئینہ ہر ایک کو سب صورت ہے دکھلاتا

اگر کچھ ہو سمجھے تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے   ہے خالق خیر کا پرهیز اپ شر سے ہے فرماتا

بھلا اے سوز تجھ میں خیر کیا ہے جو مجھ کو بتلادے   کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

۱۸۸

خدا[2] حافظ اے دل تیرے بھایے جی کا   کہ تجھ کو مزا ہے پڑا عاشقی کا

ذرا بھوں ہلاتے میں عاشق کو مارا   کسی نے یہ غمزہ بھی دیکھا کسی کا

اجل اس کا آ کر گلا گھونٹتی ہے   کوئی عزم کرتا ہے اس کی گلی کا

بظاهر بتوں کی ہے شیریں زبانی   مزا ان کی الفت کا دیکھا تو پھیکا

جو دل غذر لے جاوں ٹھوکر سے مارے   مرا دل ہے قربان اس بے دلی کا

کیا سوز کو قتل ہنستے ہی ہنستے   میں قربان ہوا جان ایسی ہنسی کا

۱۸۹

عاشق[3] زار ترا زلف گرہ گیر ہوا   میں آزادی میں پا بستۂ زنجیر ہوا

اپنی آنکھوں میں تو پاتا نہیں کچھ نقش و نگار   ایک ہی نقش کا آئینہ تصویر ہوا

بے پر و بالی سے محبوس قفس ہوں صیاد   ورنہ دل تنگی سے اپنی ہی میں دلگیر ہوا

سوز وہ تھا کہ کھلے جس سے جہاں کے عقدے   عاجز قوت سر پنجۂ تقدیر ہوا

۱-۲-۳ یہ غزلیں ر میں نہیں -

۱۹۰

دلا[1] عزم کیا ہے تو نے کہاں کا — کھڑا ہے لئے تیغ دیکھو آج بانکا

کہاں چاند سا منہ کہاں کا یہ سورج — بڑا فرق ہے ہاں زمین آسمان کا

گئی عرش تک آہ آگے ہستا وہ — یہ دل سیر کرتا ہے اس لامکان کا

میں پوچھ سے پوچھ ملاؤں دوانے — تجھے ہاں عدہ ہے تیوڑا ناتوان کا

زبان کاٹ لیں تھیں اور بھی کھائی — مزہ چکھیں اے سوز تیری زبان کا

۱۹۱

فلک[2] کے دیے دل شادماں نہیں دیکھا — بغیر خار کوئی بوستان نہیں دیکھا

عجب فراق کے ہاں لوگ بستے ہیں صاحب — کہ جن کے گھر میں کبھی مہمان نہیں دیکھا

زبان سے برا کہیں اور پھر اسے ماریں — (جہان میں کوئی بھی) ایسا جوان نہیں دیکھا

جہان میں رہتے ہیں ایسے بھی صاحب صحبت — جنہوں نے آنکھ اٹھا آسمان نہیں دیکھا

جلے بھنے سبھی پڑھتے ہیں شعر مجلس میں — سوائے سوز کے آتش زبان نہیں دیکھا

۱۹۲

دل[3] لے گیا شہ سوار میرا — غفلت میں گیا شکار میرا

جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں — رہتا صبر و قرار میرا

اس تنہائی پر رحم کر جان — میں ہوں اور انتظار میرا

جاتا ہوں اب تو تیرے در سے — دل رکھ تو یادگار میرا

اے باد صبا ادھر تو جانا — جس جا ہو وہ غم گسار میرا

کہنا یہ کسی سے تیری خاطر — تو نے ڈالا اجاڑ میرا

کیا ہو جاتا جو عہد کر دن — ہوتا تو ہم کنار میرا

آخر روز حساب پیارے — لوں گا جو ہے قرار میرا

۱-۲-۳ یہ غزلیں ر میں ہیں -

۱۹۳

واللہ[1] ساں یہ دل ھمارا آپ ھو کر گل گیا — برق کی مانند اپنی آگ ھی میں گل گیا

بوالہوس دعوی بہت کرتا تھا اپنے عشق کا — سامنے ہوتے ھی اس قاتل کے کیسا ٹل گیا

ناتواں ھے دل اسے طاقت نہیں زنجیر کی — زلف کو ٹک کھول دے اے جان تیرے بل گیا

ایک عالم کے تو سینے میں پھپھولے پڑ گئے — کون تھا جو مونگ چھاتی پر سبھوں کے دل گیا

آبرو کے طور پر کہنے لگا ھے شعر سوز — طبع میں جو تھی جو آئی اس طرف کو چل گیا

۱۹۴

یارب[2] کدھر گیا دل غمخوار کیا ھوا — ھر دم کی آہ سے مری بے زار کیا ھوا

مداح دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان — ھوتا ھے کیف میں یہ بے یار کیا ھوا

کنج قفس میں تو نے بسرا کیا ھے حیف — کہیں عندلیب زار وہ گلزار کیا ھوا

آتی نہیں ھے سوز کی آواز جو صدا — کرتا تھا آہ آہ سو بیمار کیا ھوا

۱۹۶

پھر[3] موسم بہار نے دشوہما کیا — پر تو نے اے صبا نہ دل غنچہ وا کیا

قاتل کے سامنے ہو عجب ھے کہ بچ رہا — واللہ دست تیغ سے اس کی بھلا جیا

تاثیر کچھ نہ کی دل سنگ صنم میں آہ — قاصد نے گرچہ حال سراسر سنا دیا

گذری تمام عمر ھی ساغرکشی میں لیک — یہ جام دست مرگ سے آخر نہ جا پیا

کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو — اے سوز آج جانا ھے تیرا بڑا ھنسا

۱-۲-۳ یہ غزلیں ر میں ھیں -

۱۹۶

بھلا[1] ہوا کہ میں آفاق میں حقیر ہوا   نظر میں کوئی نہ لایے گا یے مظہر ہوا

نہ بات پوچھی کسی سے کہ کونسی کہا ہے   اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صفیر ہوا

اگرچہ میں تو چھٹا جان دے کے قاتل کو   ولے بورنگ حنا خوں دست گیر ہوا

۱۹۷

انتظار[2] وصل میں ، میں تھک گیا   ہجر کے ہاتھوں کلیجہ پھک گیا

میں نے جانا دوست اپنا وہ رقیب   آج ہمارے جیسے جی کا شک گیا

آہ میں قربان تیسے کیا کیا   شوخ سب احوال میرا بک گیا

داد چاہی میں نے اس بیداد سے   کہنے لاگا کیا دیوانہ بک گیا

سوز کہہ دیتا ابھی پھر کیا کیے   تیرے ڈر سے راز دل کا رک گیا

۱۹۸

زباں[3] سے حال دل اپنا کہیں یہ تو نہیں ہوتا   ہنسی آتی ہے مجھ کو پوچھتے کیا ہو مرا رونا

کہاں کا ابر کس کی برق کیوں باتیں بناتے ہو   جھمک جاتا ہے اس اچپل کے ہجر کا کہیں کونا

محبت[4] کا ثمر ہوتا ہے غم سنتے ہو پے پر گو   خدا کے واسطے یہ تخم صحن دل میں مت بونا

زبان شیریں تبسم میں نمک یکجا عجائب ہیں   بہت مدت سے سنتے تھے مزا سو ہے یہ منہ لونا

۱-۲ یہ غزلیں صرف ر میں ہیں -

۳- یہ غزل صرف ب میں ہے -

۴- یہ شعر ب میں نہیں ہے -

۱۹۹

کیا[1] ہوا تجھ کو اے جوانی ہائے — میں جدائی سے تری پیر ہوا

سوز کو جانتے تھے ہوگا فقیر — پیر تو تھا ولے امیر ہوا

۲۰۰

میں[2] کس کے ہاتھ بھیجوں اے میاں صاحب سلام اپنا — مجھے تو بھول جاتا ہے ترے دھڑکے سے نام اپنا

۲۰۱

دل[3] لیا عاشق کیا رسوا کیا شیدا کیا — اے مرے اللہ تونے مجھ کو کیوں پیدا کیا

۲۰۲

نہیں[4] کیا تھا گل نے اس رخ کے رنگ و بو کا — ماریں صبا نے دھولیں شبنم نے منہ پہ تھوکا

۲۰۳

نہیں[5] پڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا — جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

۲۰۴

ہم[6] اس سے شب جو بگڑ گئے، خفا ہو کے مجھ کو رلا دیا

ولے میں ہی کیا ہوں کہ روتے میں یہ ہنسایا منہ کہ ہنسا دیا

۲۰۵

چبھی دلا ہے تجھے سوئی یا لگا کانٹا — جو تو اچھل پڑا ایسا کہ تیرا سر پھوڑا

ہماری بیچ کی انگلی ہے پوچھئے صاحب — بکھو نہ سے .... انگوٹھا

۱- ر ۲- ک ۳- ک ۴- ک ۵- پ

۶- ک گلشن ہند صفحہ ۱۳۲ -

ردیف ب

۱

خط نہیں وہ بسکہ ہے مہرو مرا صاحب حجاب[۱] حسن اپنا ڈھانپنے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب

یارو مت رو رو کے چھڑکو اب مرے منہ پر گلاب لگ رہی آگ دل میں ہو رہا ہے جی کباب

چشم حیرت کنول کر ٹک دیکھ تو اے مست خواب دھر گئے کن کن مسلوکوں کا کیا خانہ خراب

مسند فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بہ ناز اہل استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب

خاک میں یکساں ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر نہیں کونسا ان میں ہے رستم کونسا افراسیاب

بارہ ساعت کے لئے افلاک پر ہیں جو دماغ واہ وا ان کو بھی کہہ لو آفتاب و ماہتاب

جان بلب ہوں تیرے آنے کا ہے اب تک انتظار تجھ کو آنا ہے تو جلدی آ کہ چھٹ جاؤں شتاب

آنکھیں تو پتھرا گئیں تجھ سنگ دل کے دھیان میں سب خرابی ان کی آنکھوں کا ہوا خانہ خراب

پوچھیو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر میں پڑا کھاتا رہوں گا تاقیامت پیچ و تاب

دم کو میں سادھے ہوں تا اک آن وہ آوے ادھر گر بلانا ہے اس کو تو بلا لاؤ شتاب

ہاں کبھو میری طرف سے جا کے اس بے رحم کو اب تو کچھ باقی نہیں ہے جان میں کب تک یہ عتاب

اس سے کہہ دو سوز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر اور سب کاموں سے اس کا کام آنا ہے ثواب

ان دنوں کچھ سوز کو دیکھا ہے تم نے ہے غضب ایک دنیا دار سے مل کے بنے عالی جناب

۱- ب، خ، ر، ع، ک -

۲

خدایا[۱] پاس بھی گاھے بہ گاھے آئیے صاحب — نہیں کچھ راہ ملنے کی مجھے بتلائیے صاحب

کسی کے لینے دینے میں نہیں کوئے میں بیٹھے ہیں — تمہارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب

بٹے تھے دل کے پیچھے سو تو اس کو لے چکے اب کیا — اگر یہ جان بھی درکار ہے لے جائیے صاحب

یہ لے چک جان بھی اللہ اکبر ہم ہوئے رخصت — تمہارا کام پورا ہو چکا اب جائیے صاحب

کہم[۲] ہے اداۓ ناز پنہاں ہے سدارا ہے — انہیں باتوں سے طفل دل کو ہیں بہلائیے صاحب

مرگ[۳] کا شوق ہے تو ہودت کہیں ناحق جہاتے ہو — کباب دل تو ہے تیار اس کو کھائیے صاحب

بھلا[۴] ہم بھی تو آ پہنچے ہیں .... — مکرتے تھے تو بہت تم ہم سے اب فرمائیے صاحب

قیامت تک رہے گی کہنے سننے کو خدا تیری — کھٹے رہ کر بھلا اس سوز کو گروائیے صاحب

[۵] چھپتی کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہی ہیں بھی — تمہارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب

۳

کیا[۶] ہے اتنا بھی ادھر مت وہ پھراؤ صاحب — لو جی ہم تم سے نہیں بولتے جاؤ صاحب

چور پکڑا ہے ، بھلا کیا ہے بغل میں سچ کہو؟ — اب کدھر جاؤ گے جان ہم کو بتاؤ صاحب

ذکر مت کیجو دوانے کا یہی کافی ہے — نام لے لے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب

دل نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اسے ہوتا پیار — یاد مت اس کی دلاؤ نہ رلاؤ صاحب

یہ وہی یار قدیمی ہے اسے پہچانو — اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

۴

شکر[۷] حق ساکن ہوا اب دل کا میرے اضطراب — سوزۂ گل کی جگہ ....

انتظار مرگ سے اب جان میں جان باقی نہیں — کاش کہ یہ زندگانی دے شتابی سے جواب

سوز گر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پھر — یا علی یا ایلیا - یا بوالحسن یا بوتراب

۱- ب ر خ ع ک   xx   ۲-۳-۴-۵ یہ اشعار ب اور ر میں نہیں ہیں

۶- ب ر ع ک   ۷- صرف ع میں ہے -

۵

تو[1] میرے دل کو صفا دے یا رب — میرے رونے کو صدا دے یارب

میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط — اس لگی کو تو بجھا دے یارب

جو[2] میرے دل کو دکھایا اس نے — اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب

آج پایا ہے پلنگ پر سوتا — میرے طالع کو جگا دے یارب

جس طرح عشق لگایا ہے مجھے — عشق کو عشق لگا دے یارب

جس طرح دل کو لگی ہے میرے — اس کے دل کو بھی لگا دے یارب

بھیج[3] کر میرے مسیحا کو آج — مردہ ہے سوز جلا دے یارب

۶

مجھ[4] کو دھوکا دیا دکھا کے شراب — اے ان آنکھوں کا ہووے خانہ خراب

تشنہ لب کب تک پڑا[5] تڑپوں — آب شمشیر سے تو کر سیراب

اب بھی کچھ دن نہیں گیا ہے اے ساقی — دیکھ بھر مستیاں پلا کے شراب

عقل ناصح کی دم میں ہووے یہ سوز — دیکھے دریائے غم کا گر گرداب

دور[6] سے دیکھتے ہی سوز کی شکل — کیسا بھاگا ہے وہ شتاب شتاب

سوز اتنا تو کیوں ہوا ہے نڈر — کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

۷

([7] بتا تو) کب تک ہجراں میں ہم نالاں رہیں یارب — جو تجھ سے بھی نہ چاہیں داد تو کس سے کہیں یارب

نہ الفت ہے مروت، نے تواضع نے مدارا ہے — کلیجہ پک گیا مرے یہ دکھ کب تک سہیں یارب

کبھی تو ختم رہیں اللہ آخر میں بھی انساں ہوں — یہ آنسو روز شب آنکھوں سے کیا یونہی بہیں یارب

۱- ب ر ع ک ۲- یہ شعر صرف ک میں ہے ۳- یہ شعر ک میں نہیں ہے ۴- ر ع ک

۵- ع رہوں ظالم ۶- تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۱۸ ۷- یہ غزل صرف ع میں ہے۔

۸

[1] جب کہا ایک بوسہ دو صاحب　　[2] منہ پھرا کر کہا کہ لو صاحب

[3] روز تم بھاگتے تھے ہنسا دے　　اب کہاں جاؤگے کہو صاحب

[4] اور کہا ہو سکے گا تم سے بوسہ　　میرے حق میں اگر کرو صاحب

[5] میں جو نکلی تو تم یہ کہنے لگو　　میرا آیا ہے وحشی لو صاحب

[6] منہ پھرا کر کدھر کو بیٹھے ہو　　یک ادھر روبرو تو ہو صاحب

[7] میں وہی مخلص قدیمی ہوں　　گاہے گاہے تو تم ملو صاحب

سوؔدا کو تم برا جو کہتے ہو　　کیا تمہارا ہے یہ بھی ہو صاحب

۹

کر [8] حذر میرا نہیں ہے خالی شیشہ محتسب　　تیز ہے اس میں شراب پرتگالی محتسب

کیونکہ ترک مے کروں، کچھ آج کے مسکن نہیں　　(محتسب) ہم نے مے خانے میں آ کر سدھ سنبھالی

گر سمجھے ہے میے سر پر ھے تیرے بھی تو ہے　　وضع کچھ دستار کی اس سے نرالی محتسب

دخت رز کچھ ایسی ہے تھی جو تجھ پر ہے حرام　　ہم نے تھی ضد سے ابھو گھر میں ڈالی محتسب

ریش کو شعلے سے میں باندھے گو (گی) چوڑی ہوں میں　　ہاتھ آیا ہے سے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلا میکدہ کی راہ تو پوچھے ترے　　بہت یہ سکھلا، لگادوں گا دُ غالی محتسب

[9] تیرے غرانے کو خاطر میں کوئی لاتا ہے سوؔدا　　تجھ کو وہ سمجھے ہے پشم شیرقالی محتسب

۱- ب ر ع ک　　۲- ر ع میں یہ مطلع اس طرح ہے -

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب　　سنتے ہی منہ پھرایا لو صاحب

۳- یہ شعر صرف ب میں ہے -　　۴-۵ یہ شعر ب میں نہیں ہیں -

۶-۷ یہ شعر صرف ب میں ہیں -　　۸- ب ع ک

۹- یہی غزل کلیات سودا صفحہ ۳۲ پر اس مقطع کے ساتھ درج ہے -

تیرے غرانے کو سوؔدا لادے کب خاطر کے بیچ　　تجھ کو وہ سمجھے ہے پشم شیر قالی محتسب

۱۰

کھلی گرہ جو غنچہ کی تجھ سے تو کیا عجب[1] — یہ ہو دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب

گل دار عندلیب کو پہنچا تو کیا ہوا — فرہاد کو ہے ہی پہنچنا ترا عجب

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار — تو بھی [illegible] وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

بالیں پر میری نہ جگہ تنگ کر مسیح — یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونا شفا عجب

بیگانہ وار آ کے نہ پوچھا کبھو ہمیں — تم بھی کوئی ہو جان سے آشنا عجب

فرزند اس زمانے میں کب ہو پدر سے صاف — آئینہ کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب

کی[2] سیر ملک کی اس سوز نے ولے — اے شیخ میکدہ کی ہے آب و ہوا عجب

۱۱

بہت[3] ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب — کبھو آئینہ دیکھو گے تو سمجھو گے میاں صاحب

میں[4] راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر — کہ چشم بد سے ہو محفوظ ترا جسم و جاں صاحب

جو[5] تم نے منع آنے کو کیا اچھا کیا، اچھا — مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بد گماں صاحب

ہم[6] اپنا کعبہ تم کو بوجھتے تھے قبلہ بد سمجھے — زمانہ اب یہی ہے تم بھی سچے ہوگئے ہاں صاحب

سبک[7] ہو جانے کا نظروں میں کچھ یہ بھی تمہارا غم — نہ ہوجے سوز سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

۱- ب خ ر ع ک -

۲- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۲۱ پر اس مقطع کے ساتھ درج ہے -

کی سیر ملک کی سودا نے بھی ولے — اے شیخ میکدہ کی ہے آب و ہوا عجب

۳- ب میں صرف مطلع ہے - ۳-۵-۶-۷ یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

۱۲

سخت[1] ہے رونے میں بھی ہوتا ہے اثر آخر شب — اشک ہیں ہوتے دامن میں گہر آخر شب

آہ یاں تک میں سر شام سے رویا تجھ بن — سیل خوناب بہا سر سے گذر آخر شب

صبح تا ہوویں نہ شرمندہ ترے مکھڑے سے — شمع کر جاتی بھی مجلس سے سفر آخر شب

صورت ماہ شب ہشت و ہفتم وہ شوخ — گاہے گاہے مجھسے آتا ہے نظر آخر شب

سحر کو کہتا ہے رخصت سوز کے گھر کیونکر واہ — کھوتی ہے مجھ کو باندازِ دگر آخر شب

۱۳

موتی[2] کو بھی ترے کیسے اچھا پیام لب — عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب

جوں خضر زندگی ابد ہوا سے نصیب — اک بار دے تو جس کے تئیں بھر کے جام لب

بوسہ کی آرزو میں کٹی عمر پر کبھو — اک دن ترے لبوں سے نہ پایا میں کام لب

ہم سلسلہ میں بات کی اس کے ہوئے اسیر — رکھتا ہے صید دل کے لئے شوخ دام لب

جب تک جئے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو — سحبان سنے جو سوز ترا اب کلام لب

۱۴

صاحب[3] عصمت کو نامحرم[4] سے لازم ہے حجاب — محتسب آگے[5] اسی خاطر نہیں ہوتی شراب

دل اجڑتا ہے غافل اس قدر کیا خوب ہے — اپنے ہاتھوں سے نہ کرائے گھر بھی خانہ خراب

آپ لہراتے ہیں بھولے ہو ساقی واہ وا — انتظار جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب

جاں بلب ہیں پر یہی حسرت ہے ٹک بھی دیکھ لیں — اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھا منہ سے نقاب

یار آیا ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے — کیا بلا مارے تجھے اے سوز اتنا اضطراب

١- ب ر ع ک ٢- ر ع ک یہی غزل کلیات سودا میں صفحہ ۳۱ پر اس مقطع کے ساتھ درج ہے-
جب تک جئے نام فصاحت نہ لے کبھو — سحبان سنے جو سودا کا شیریں کلام لب

٣- یہ غزل صرف ع میں ہے- ب میں صرف مطلع ہے - ۴- ب برگانے ۵- ب ہے کوں جس کے روبرو آئے

۱۵

کس[1] سے احسال کا بدلہ ملا ہے یا حبیب — زندگانی سے بھی زیادہ کوں سا ہوگا عذاب

اپنے گھر سے میں جدا کرکے پھرایا شہر شہر — واہ وا ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب

وہ ادھر تڑپیں پڑے اور ہم ادھر تڑپیں پڑے — کوں اب ہم کو ملادے گا بغیر از بوتراب

اب نہیں طاقت جدائی کی شتابی سے ملاؤ — تم بجا ہے کوں میرا یا شہ عالی جناب

ایک تو [illegible] مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید — دوسرے گھر کی مے اب ہو چلی حالت خراب

تیسرے جس شہر میں ہوں خوشی اب سکت — جس طرف اس کی نظر پڑتی ہے ہے گا آب آب

مجھ کو یہ امید ہے اب قبلہ گاہ عاشقیں — جو سلامت اپنے گھر پہنچیں صبا سے بھی شتاب

نام تیرا مرتضی اور کام ہے مشکل کشا — ہے بڑی مشکل اسے آسان کرائیے عالی جناب

قرض کو اپنے اتاروں اور کرلوں کار خیر — جس کی خاطر اب پڑا پھرتا ہوں در در یوں خراب

سید الشہدا کو سوجھ آیا ہوں دلبندوں کو میں — وہ ملادیں گے مجھے ایک ایک کا کرکے حساب

سوز کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہ دیں — بعد اس کے کربلا کا کیجیے اس کو بوتراب

۱۶

بس کہ دل میں بس رہی ہے گی صدائے عندلیب — بوئے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب

ہم صفیران عیش میں ہیں ہم قفس میں بند ہیں — دل ہوا پامال سن آواز ہائے عندلیب

قید تو کرتا ہے اے صیاد لیکن پر نہ کاٹ — بے پر و بالی مگر ہے خوں بہائے عندلیب

آشیان میرا اجاڑا باغباں اتنا بھی ظلم — اب کدھر سے ہو گئی گلشن میں جائے عندلیب

ہم قریں ہیں خار ہم دیوار پر تکتے رہیں — واہ وا جی واہ وا اے آشنائے عندلیب

سوز سے روٹھے رقیبوں سے ملے اچھا کیا — خوش لگے زاغ و زغن تم کو بجائے عندلیب

۱- یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۱۷

تو[1] نے مجھ کو نہیں کیا ہے خراب — تیرے جوروں سے میں نہیں بے تاب

تو نے مجھ کو کہیں کیا پامال — آنکھ اٹھا، دے نہ اس کا مجھکو جواب

تو نے مجھ کو نہیں کیا حیران — کب تئیں میں کروں ستم کا حساب

آہ اے بے وفا خدا سے ڈر — کب تلک دل کرے گا صبرا کباب

چھوڑ دے یہ ڈھشاہساں ظالم — جان کا مارنا بڑا ہے عذاب

سوز[2] کا مارنا ہے کچھ مشکل — جس طرح ٹوٹتا ہے کوئی حباب

سوز کے قتل پر کمر مت باندھ — ٹوٹ جائے گا آپ مثل حباب

۱۸

یاں کاہے کو آپ آئیے اب — پر ہم کو وہیں بلائیے اب

میرا احوال آپ سنئیے — اپنی حالت سنائیے اب

صورت کو ترستے ہیں کسی شکل — مکھڑا اپنا دکھائیے اب

جان بیٹھ گئے تھے تمہارے غم میں — دنیا سے ہمیں اٹھائیے اب

تم تو نہ بنے ہمارے ڈھب کے — اپنا سا ہمیں بنائیے اب

یاں تک تو نہ آیا سوز شوخ — اس کی طرف جائیے اب

جو وہ نہ ملا تو خاک میں پھر — اپنے ہی تئیں ملائیے اب

۱۹

طلب پیدا ہوئی تھی نہ کوئی کے سبب صاحب — وگرنہ کیا ہمارا منہ جو کچھ کرتے طلب صاحب

ہمارا حوصلہ کوثر کا دو کوزں کا بس لیکن — جو تو بخشش کرے تو ہو ابھی عیش و طرب صاحب

اگر مجھ سے بھی نالائق کو بخشو تو عجب کیا ہے — ہزاروں لاکھوں بخشے تو نے میرے بے طلب صاحب

الٰہی تجھ سے کیا مانگوں کہ تو داتا و بینا ہے — ولیکن دور کیجے جلد یہ رنج تعب صاحب

ضعیفی دیوے ناطاقتی حیران ہوں اب تو — کہ چلنے کی نہیں طاقت کہاں جاؤں میں اب صاحب

طلب تھی سوز کی جو بیٹھ کر مر جائے عزلت میں — ولیکن غم سے ان اطفال نے مارا کڈھب صاحب

۱- ب ع ۲- یہ شعر صرف ع میں ہے - ٭ ۳- یہ غزل صرف ب میں ہے -

ردیف ت

۱

نکل[1] نہ گھر سے تو اب ماہتاب کی صورت — جلے گی دیکھ تجھے آفتاب کی صورت

شراب پیتے ہوئے سن کے تجھ کو غیر کے پاس — ہوا ہے جل کے مرا دل کباب کی صورت

کیے غرور نہ کوئی کہ بحر دنیا میں — ہوا ہے مل کے تن و دم حباب کی صورت

خدا ہی جانے کہ آرام کس کو کہتے ہیں — کبھی نہ دیکھی ان آنکھوں نے خواب کی صورت

جو کچھ گزرتی ہے اے سوز اس کے ہاتھوں سے — کہوں میں کیا دل خانہ خراب کی صورت

۲

بہار[2] میں ابھی بھلا سے گو کہ آئی ہے بسنت — یہ خوشی ان کو ہو جن کے جی میں بھائی ہے بسنت

گل نہیں ہنستے چمن میں تم یہ کچھ اے بلبلو — دیکھ[3] کر یک زرد چہرہ کھلکھلائی ہے بسنت

گو نہیں طنبور ڈھولک ہی اٹھا لا مطربا — غنچہ کی چٹکی پہ ہی بلبل نے گائی ہے بسنت

کھینچ لائی ہے چمن میں کیونکہ اس خسرو کو — تو نے کیا سرسوں ہتھیلی پر جمائی ہے بسنت

پرتو ہے رنگ عاشق کا یہ چشم اہل دید — سوز کو جس فصل گل نے کر دکھائی ہے بسنت

۱- ب ر ع ک ۲- ر ع ک ۳- ر ع دیکھ رنگ زرد میرا

۳

هر[1] شخص نہیں یار[2] سزاوار محبت ‏— مدعی[3] ہیں کرتے ہیں جو اظہار محبت

کہتے نہیں کچھ منہ سے کہ عاشق ہیں کہیں ہم ‏— خاموش ہو جوں غنچہ طلب گار محبت

سیرا تو کر آپ سے شمشیر کسے پیارے[4] ‏— مرتے ہیں پیٹے تشنۂ دیدار محبت

مت داغ اسے بوجھ کہیں سہو کر اس کی ‏— پھولا ہے مرے دل میں یہ* گلزار محبت

مجھ سے تو بتاں رشتۂ الفت کو نہ توڑو ‏— ہر رگ ہے مری جسم میں زنار محبت

دل ہاتھ میں ہر چند پھرائے کے پھر سو ‏— پایا نہ کوئی ہائے خریدار محبت

اے سوزؔ تری عشق کا سودا یہ ہوا گرم ‏— اب دیکھ تو یک گرمی بازار محبت

۴

یہ[5] لوگ محبت[6] لیتے ہیں کیوں نام محبت ‏— یہ وہ[7] نہیں جن سے ہو سرانجام محبت

اے مرغ دل اتنا تو سمجھ رکھ، کہ نہ پھنسو ‏— جیتے جی کوئی آ کے تہہ دام محبت

ہے مرگ[8] کے ساتھ خمار اس کا کشیدہ ‏— میں دل سے کہا تھا کہ نہ لے[9] جام محبت

ہو تلخ اگر بوسہ دیا تم نے مزا کیا ‏— شیریں ہے میاں اس سے تو دشنام محبت

رسوا[10] میں عجب طرح سے کچھ آپ کو پایا ‏— ہوے نہ الٰہی کوئی بدنام محبت

ہیہات عجب ساعت بد ہوگی کہ جس وقت ‏— لائی تھی صبا یار سے پیغام محبت

باقی یہ نہ جا خوبی کے اے سوزؔ کہ اس کا ‏— عرصہ نہیں رکھتا ہے کچھ ایام محبت

۱- ب ع ک

۲- ع آہ

۳- ع کم ظرف

۴- ع قاتل

۵- ب خ ر ع ک

۶- خ ر ک مت لے تو سے آگے میاں

۷- خ ر ک - یہ منہ نہیں جس

۸- ب مزع

۹- ب نہ

۱۰- ب رسوائی عالم میں طالع میں لکھی تھی-

۵

ہوا[1] اب کی سرسبز بستان نہایت سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت

میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس سے پر اب سخن ناشنو ہے پشیماں نہایت

کھلا کس کا بند قبا اس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت

نہیں سوز پروانہ گر اس کے دل میں تو شمع کیوں ہے شب کو گریاں نہایت

نہ دے جانے دیوانے کو اس میں اے سوز کہ دل کش ہے سیر بیاباں نہایت

۶

ہوئے ہیں غنچوں کے دل بے قرار تیرے ہات لٹی گلوں کی چمن سے بہار تیرے ہات

خزاں سے پوچھے ہے[2] رو رو کے آج یوں بلبل لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دل رمیدا مرا اک جہان سے اے صیاد تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات

چمن کا نور سحر تو نے کھو دیا اے غم وہ کیونکہ روشن نہ اب زار زار تیرے ہات

تمام عمر مری اس جہان میں اے نرگس ہوئی[3] نہ چشم یک اے انتظار تیرے ہات

نہیں کچھ اور دکھ اس وقت لے قسم ناصح میں اب جو روؤں ہوں بے اختیار تیرے ہات

خدا[4] تجھے بھی کرے داغ آتش ہجراں جلے ہے سوز کا دل شمع وار تیرے ہات

۱- ب ر ع ک

۲- ع گلستاں

۳- ب ر ع ک

۴- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۲۶ پر اس مقطع کے ساتھ موجود ہے -

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجراں جلے ہے سودا کا دل شمع وار تیرے ہاتھ

یہ ملحوظ رہے کہ دوسرے مصرع میں سودا کا الف گرتا ہے -

۷

دین[۱] و کفر آنکھوں نے تیری کردیا اے یار مست　　　صاحب تسبیح مست و صاحب زنار مست

چشم و ابرو کو تیرے میں دیکھ کر کہتی ہے خلق　　　تل رہی / کھینچ کر آپس میں دو تلوار مست (ہیں)

چاہتی ہیں خون دل یوں دمبدم آنکھیں تری　　　بادۂ گلرنگ کو مانگیں ہیں جوں ہربار مست

چشم کے گوشے سے آنے کا اشارہ کر گیا　　　بات وہ سچ ہی نہیں جس کا کیے اقرار مست

ہوش مجھ کو تادم محشر نہ آنے کا طبیب　　　ہوگیا ہوں میں بیاد نرگس بیمار مست

جام گل نے کسو دیا ہے باغباں کا اب کے ہوش　　　نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

سچ[۲] تو کہہ کس میکدہ میں آج جا بیٹھا ہے سوز　　　دیکھ کر مستی کو تیری ہوگئے ہشیار مست

۸

دل لیے چلا ہوں نذر میں اب تو برائے دوست　　　سو جان ہو تو کیجئے دل سے فدائے دوست

دل پر مجھے یقین تھا تو ہے صاحب وفا　　　اپنا نہیں ہے جب سے ہوا آشنائے دوست

اور آرزو نہیں ہے ملی تجھ سے اے خدا　　　یا خشت بائے دشمن یا خاکپائے دوست

دوزخ کا خوف اس کو نہ جنت کی آرزو　　　جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست

دل ایک اس میں غیر کا کیا دخل ہو سوز　　　مشرک ہو یاد رکھئے جو کوئی سوائے دوست

۱- ر ع ک　　　۲- یہ شعر ک میں نہیں ہے -

۳- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۲۶ پر اس مقطع کے ساتھ درج ہے -

سچ تو کہہ کس میکدہ میں آج سودا پی ہے مے　　　دیکھ کر مستی کو تیری ہوگئے ہشیار مست

۴- ب ر ع ک　　　۵- ب دل پر یقین تھا کہ یہ ہے صاحب وفا

۶- ب الہی کے بعد ہوگ

۹

تڑپے[1] ہے روز و شب دل مفتوں بجان دوست | کیا مہرباں ہوا دل نامہرباں دوست
لیتا ہے جس کو لینے کا سودا ہے سود کا | اب شام تک کھلے ہے محبان دکان دوست
ٹھوکر سے سرفراز کر اس کو دم آخیر | یہ سر نہیں جھکا ہے بجز آستان دوست
کہتا ہے مجھ کو قتل کروں گا میں ایک دن | شکر خدا کہ ایک ہے دل اور زبان دوست
اے سوز کوئی خوف نہ خطرہ رہا اسے | جس کو کہ اپنی امن میں لیا امان دوست

۱۰

شیخ[2] حوراں کو نہیں ہے کچھ خیال خوب[3] و زشت | ہے اسے یکساں ہوائے دوزخ و یاد بہشت
حاجیو طوف دل مستاں کرو تو کچھ ملے | ورنہ کعبہ میں دھرا کیا ہے بغیر از سنگ و خشت
اپنے اس معمورۂ تن سے ہی ہوں میں بے خبر | گبرو مومن کو کہو کعبہ بناؤں یا کنشت
ناصحا تیری نصیحت دل نہ مانے گا کبھی | کیا طرح سمجھائے ہے ایسے کو جو ہو بد سرشت
ناصحا[4] گر یار ہے ہم سے خفا تو تجھ کو کیا | جوں پیشانی ہی اس کی ہے ہماری سرنوشت
سوز نے جو دامن جوشن پکڑا تو بس دامن جھٹک | کہنے لگا ان دنوں کچھ زور چل نکلا ہے حشت

۱۱

گو[5] کہ گل جائے استخواں یا پوست | گور میں سے پکاروں گا یا دوست
بہائے بوسہ نہیں تو گالی ہی سہی | ہرچہ از دوست می رسد نیکوست
جان میں ہر کسی کا جی نہ کڑھاؤ | قول تو ہے سچا نہیں ہمہ اوست
مرگ عشاق ہے ازل سے ساتھ | یہ ملاقی ہے جلد دوست سے دوست
سوز کو شاعری سے کیا نسبت | دیکھیو صاحب اس کی گت و گوست

۱- ب ر ح ک   ۲- ب ر ح ک   ۳- ب عاشق   ۴- یہ شعر ب میں نہیں ہے-
۵- یہ غزل صرف ح میں ہے-

۱۲

رندو، کہو جھک جھک کے مئے ناب سلامت[1]
کہہ شیخ تو جھک مار کے محراب سلامت

دنیا کو کیا ترک ہوئے پادشہ وقت
کس کو ہے غرض جو کہے خواب سلامت

کب تاب ہمیں سرکشی شمع کی آوے
وادی کا ہمسری رہے مہتاب سلامت

ناصح یہ تری چھیڑ ہے جب تک کہ جہاں میں
تاثیر محبت کا ہے مضراب سلامت

دنیا میں اگر سوز شکستہ ہے عجب کیا
ملتا ہی نہیں گوہر نایاب سلامت

۱۳

آج[2] نسیم سحر دے کے ذرا بوئے دوست
لے گئی یکبارگی عقل و خرد سوئے دوست

تیر تو مت کھینچیو قوت بازو ہے بس
یاں بیٹھا ہے دوست آن کے پہلوئے دوست

۱۴

اگر[3] گل جائے سب میرا رگ و پوست
درون گور سے بولوں کہ یا دوست

مانگیو تم سے راست کہتا ہوں
شاعری سے نہیں مجھے نسبت

یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی
دل خوشی کو وہ بیٹھتے تھے جگت

میں انہوں میں تھا سب سے بیگانہ
وہ دلاتے مجھے بہت غیرت

کہ تجھے بات بھی نہیں آتی
ہم سے بڑھائی کس لئے صحبت

یا تو ہم سے کیا کرو باتیں
یا ہمیں جانتے ہو بے عزت

تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا
انہیں باتوں کو شعر کی صورت

بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ
مجھ کو بھی اتنی ہو گئی قدرت

کہ لگا کرنے بات کو موزوں
شاعروں میں ملی مجھے شرکت

ورنہ اس منہ پہ شاعری توبہ
یہ بھی مرزا رفیع کی دولت

۱- ب،ر،ک ۲- ر،ع ۳- ب ۴- ب،ر،ک ۵- ع کیونکہ ہوآئے تجھ سے وہ صحبت

ردیف ث

۱

مہ کی[1] صحبت نے اپنی یار مین تاثیر کیا باعث — طلا اس مس کو کر سکتی نہین اکسیر کیا باعث

خبر لے جلد دیوانے کی اپنے آج زندان سے — نہین آتی صدائے نالۂ زنجیر کیسا باعث

شکست و ریخت ہر گھر کی جہان مین ہوتی ہے یا — ہمارے خانۂ دل کی نہ ہو تعمیر کیا باعث

ہوا جاتا ہون پیارے قتل ابرو کے اشارے سے — یہ مجھ پر کھینچتا ہردم دم شمشیر کیا باعث

تیرے رونے سے روگردان ہون جون آئینہ حیران ہون — گنہ کچھ مجھ سے دیکھا کچھ مری تقصیر کیا باعث

مہ[2] ملتا تھا بجا ہم سے، دمی مین سادہ روشی کے — خط آنے مین جو کھینچی، ملنے مین تاخیر کیا باعث

بہار آتی ہے اب تک سوز کے تم دل سے ہو غافل — نہین کرتے ہو کچھ دیوانے کی کچھ تدبیر کیا باعث

۱- ب خ ر ع ک -

۲- یہ شعر ب مین نہین ہے -

ردیف ج

۱

آیا[1] نہیں جو سیر چمن کو وہ یار آج — نظروں میں لگتے ہیں رگ گل نوک خار آج

صبر و شکیب و دین و دل اب مجھ سے سب گیا — جز غم نہیں ہے کوئی مرا غم گسار آج

ممکن نہیں کہ شام میں ہووے دیں تا ابد — گلشن میں تا نہ دیکھوں میں صبح بہار آج

حیراں[2] ہوں اس قدر کہ جھپکتی نہیں پلک — جوں آئینہ ہے مجھ کو ترا انتظار آج

ساقی نے اپنے کف سے دیا جام بھر کے سوز — اس زندگی کے کھیت کا ٹوٹا خمار آج

سیر[3] گلشن ہے اور سحاب ہے آج — ساقیا موسم شراب ہے آج

یک طرف سیل ہے ہے یک طرف آب — خانۂ توبہ پس خراب ہے آج

کی[4] فرشتوں کی راہ ابر نے بند — جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج

یک طرف ابر یک طرف خورشید — وا چھٹے زور آب و تاب ہے آج

زلف چھوٹی ہے اپنے مکھڑے پر — سوز کا دل بہت کباب ہے آج

۱- ب خ ر ع ک ۲- یہ شعر صرف ب میں ہے۔ ۳- ر ع ۴- یہ شعر مجموعۂ نغز صفحہ ۳۲۴ میں ہے

ردیف چ

۱

رشک گل سے بھر گئے ھیں خار پیراھن کے بیچ آگ لگ جاوے الٰہی سینۂ گلشن کے بیچ[۱]

مزرع دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ برق پڑتی کاش کے یارب مرے خرمن کے بیچ

جب سے تیرے لعل لب کے وصف ھیں مصروف خلق ھیں بجائے لعل انگارے دل معدن کے بیچ

فصل گل بھی چل بسی پر آشیاں ویسیں رہا کون رہ سکتا ہے اے بلبل ترے مسکن کے بیچ

سینۂ عاشق تو کیا ہے استخواں و پوست بس تیر تو اس کا نہیں رہتا دل آہن کے بیچ

شکوہ بیجا ہے اگر ملتا نہیں وہ ، ہے بجا کیا کرے گا یار آکر محفل شہوں کے بیچ

خانۂ جنگی کے بہانے کی نمود اپنی بھلا جانتا ھوں تم بڑے استاد اپنے فن کے بیچ

شیخ جی اسرو پرستی کا مجھے طعنہ نہ دو تو نے کھائی ہے دغا شاید کے بالاپن کے بیچ

لخت دل ہے یا کہ گل ہے لعل پارہ یا کہ آگ کچھ تو ہے اے سوزؔ پنہاں تیرے دامن کے بیچ

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲

دل[1] پڑا روتا ہے روز و شب حصار تن کے بیچ — جس طرح جھڑیاں لگی ہیں موسم ساون کے بیچ

ایک قطرہ اشک کا تو دل میں رہ سکتا نہیں — کیا سمائے پھر غم اس تنگ سے پیراہن کے بیچ

دل کو میرے زلف میں رکھ کر کیا قربان سر — جس طرح پتھر پھر آپے باغباں گلشن کے بیچ

حیدر کرار کا دل گھر ہے غم کو دخل کیا — کن رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا مسکن کے بیچ

شیشۂ مے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے — دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے تاون کے بیچ

وعظ تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کیا کروں — بھول جاوے پند اگر جڑوں ابھی گردن کے بیچ

گو کہ صورت مرد کی ہوں مردمی کچھ اور ہے — سوز کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے ظن کے بیچ

۳

اگر[2] محبوب ہو کر ہر کسی کا دل کیے لالچ — کوئی ایسے کے پھر ملنے کا یارو کیا کرے لالچ

نہیں آتا ہے اب میرے کہے سے خوب حیراں ہوں — دل و دیں لے چکا ہاں سچ ہے اب کس کا کرے لالچ

تجھے دیکھے جو بیٹھے یوسف مصری کے ہم پہلو — زلیخا کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ

یہ للچانے کی جاگہ کن سی ہے تجھ سراپا میں — یہ میرا ایک دل حیراں ہوں کیا کیا کرے لالچ

کہا میں سوز کو لالچ ہے تیرا حسن کے وہ بولا — کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

۴

رہتے[3] تھے شاد ہم تو نہایت عدم کے بیچ — اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ

تجھ بن مرا گلہ ہے تہہ خنجر اجل — ظالم پہنچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ

دل[4]، گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ — صید حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ

کوہی لگی ہے تجھ کو تو اے یار آ کے بیٹھ — خمخانے کی ہوا ہے مری چشم نم کے بیچ

آیا[5] نظر جو سوز کو جام شراب میں — دیکھا نہ وہ کسی نے، کبھی جام جم کے بیچ

۱-۲ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں ۳- ب ر ع ک ۴- ب اے دل تو میرے سینے سے

۵- کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ۵۰ پر اس مقطع کے ساتھ ہے -

آیا نظر جو سودا کو جام شراب میں — دیکھا نہ وہ کسی نے کبھی جام جم کے بیچ

۵

جاں[1] عشاق نہ چھوڑیں گے تیے پیار کے بیچ
دل سمجھتا نہیں تو اس بت عیار کے بیچ

دل کو کھینچ لیا سار کمند کا کل
جان کے پیچھے پڑے اب بت عیار کے بیچ

کس طرح آنکھیں ملاتے ہیں مے گرد سے
باغباں دیکھ تو اس نرگس بیمار کے بیچ

عشق پہچان کی گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغباں اپنی نظر میں نہیں یہ گلزار کے بیچ

سبحہ[2] گردانی یہ اس سوز کی مت جالے شیخ
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

۶

ارباب[3] جہاں کا ہے یہ سب نشوونما ہیچ
بخشش و بہا ، ناز و شما ناز و ادا ہیچ

یک ہستی موہوم ہے کل صورت اشیا
ہے دیدۂ تحقیق میں جز نام خدا ہیچ

سب مو کمر و غنچہ دہان کے ہوئے طالب
کوران بصیرت کا ہے منظور سو کیا ہیچ

یوں جلوہ دکھائے ہے خدا کا کہ شب و روز
پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے حقا ہیچ

جب ہیچ ہی ہم بوجھ چکے سارے جہان کو
غم ہیچ ستم ہیچ طرب ہیچ عطا ہیچ

غافل سے زمانے کی جو تحقیق کیا خوب
یعنی کہ جہان کیا ہے تو بولا یہ سدا ہیچ

بس سوز کے پہلو سے سرک بیٹھو طبیبو
عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا ہیچ

۱- ب ر ع ک ۲- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۵۱ پر اس مقطع کے ساتھ درج ہے
سبحہ گردانی یہ سودا کے تو مت جا اے شیخ دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

۳- ب ر ع ک

ردیف ح

۱

وا[1] نہیں ہوتا ہے میرا دل کبھی گل کی طرح — گرچہ رہتا ہوں میں نالاں روز بلبل کی طرح

رات[2] کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کسی طرح — چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر گل کی طرح

یار نے جب تک بلایا مجھ تلک آتی نہ وہ — مرگ بھی سیکھی ہے اس سے یہ تغافل کی طرح

صبح سے تا شام تک ہے خلق کا اس پر گذر — شیخ کو پیرانہ سالی نے کیا پل کی طرح

ہمسری زلفوں سے کرتی ہے خدا کے واسطے — دیکھیو کیسی یہ بل کھاتی ہے کاکل کی طرح

کیا خدا کے واسطے پر مستعد ہیں شیخ جی — خلق کو دے ہیں اتارا آپ پر پل کی طرح

شیخ صاحب چار قل کا ورد رکھتے ہیں مدام — پر کوئی چڑھتے ہیں وہ مینا کی قلقل کی طرح

یاد کرتا ہوں بہارستاں میں جب ساقی کو میں — چشم بھر آتی ہے میری ساغر مل کی طرح

تنوز میرا حال کیا تو پوچھتا ہے ہر گھڑی — خانہ بردوش و سیہ طالع ہوں کاکل کی طرح

۱- ب ر ع ک

۲- ر میں یہ مطلع ہے -

۲

دیکھیو تک اس طرف اٹھکھل کے آنے کی طرح ‏ پاؤں سے ٹھکرا کے جیسے دل کے لے جانے کی طرح

برق پڑیو جان پر بجلی کی ، میں توجل گیا ‏ کس سے سیکھا آئے یہ آنکھوں میں چمک جانے کی طرح

دل سے اٹھے جوش سے آنکھوں میں آکر رک گئے ‏ اشک بھی سیکھے ھیں اس سے آ کے پھرجانے کی طرح

دیکھ کر عاشق کو یہ دل جھٹ سے لگ جانا گلے ‏ اے تری رنڈی کہ کیا آتی ھے بہلانے کی طرح

آس پاس اتنی شمع رو کے پھر کے کیسا جل گیا ‏ سوز خوش آئی تجھے کس جیسے پروانے کی طرح

۳

خوباں ھیں شمع اور میاں تو ھے نور صبح ‏ رونق نہ ھوئے شمع کو ھرگز حضور صبح

پھر لے دلا علامت پیری ھے ، آہ سرد ‏ باد خنک ھے شب کو دلیل ظہور صبح

ساغر دہیں خمار شکن آفتاب کیا ‏ بھیجے ھے تا بلیب کوئی جام بلور صبح

جب سے وہ شوخ سیر کو آیا ھے باغ کی ‏ بلبل کو پھر ھوا نہ چمن میں سرور صبح

گردوں آفتاب سے مخمور ھو سوا ‏ کرتا ھے[۱] ماں سے دوران تصور صبح

واعظ جو ڈر دکھائے ھے تو روز حشر کا ‏ اپنی نظر میں حشر بھی ھے اک فتور صبح

اٹھتا ھے سوز دیدۂ بینا سے فیض نور ‏ شہر اگر ھو کور تو پھر کیا قصور صبح

۱- ب ر ع ک

ردیف خ

١

گالیوں[1] سے تیری ہم ہوتے دہن اے ماہ تلخ   تجھ کو کیوں لگتی ہے حالانکہ میری آہ تلخ

اس لب شیریں کی حسرت میں ہوا ہوں جاں بلب   زندگانی یوں ہوئی مجھ پر ہے اللہ تلخ

شکر ہے اس کا، زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی   جو ملا جو کھا گیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

زہر بھی میٹھا ہے اس ہاتھ کا جو مجھ کو دے   تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بدخواہ تلخ

سوز دل دینے کی گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح   ہے محبت کا مزہ میٹھا ولیکن سربسر تلخ

٢

دیں[2] و ایماں سے گزر کر جو ہوا ہو یار شوخ   اس کی قسمت میں ہوا ہووے تو ہو بیدار شوخ

جو کلام اس کے منہ میں ہے تاثیر میں آب حیات   ہیں گے امرت سے بھی وہ لعل شکربار شوخ

میں بھی حیراں ہوں کہ کس منہ سے کہاتے دوست ہیں وہ   وہ جو کرتے ہیں سبھوں میں شکوۂ گفتار شوخ

سب مرادوں سے گزر جاوے سو لیوے نام عشق   ایسے دل پر منکشف ہوتا ہے ہاں اسرار شوخ

سوز تو آثار کو اکسیر ایسے حق میں جان   ہے مسیحا وقت کا وہ جو ہوا بیمار شوخ

١-٢- مدرک

ردیف د

۱

[1]یار مجھ کو قرآں کی سوگند   جی چلا تیری جان کی سوگند

دل پہ جو آن ہے قیامت ہے   کیا کہوں تیری جان کی سوگند

پر میاں منہ سے ہو نہیں سکتا   مجھ کو اپنے ایمان کی سوگند

جھوٹ دیوں نے مجھ کو پھر کہا   دلبر خوبرواں کی سوگند

تیرے دل میں گماں ہے کچھ اور   سوز اس بد گماں کی سوگند

۲

[2]ہوا ہے اب تو مجھ پر مہرباں درد   وگرنہ میں کہاں تھا اور کہاں درد

نہ آہ و نالہ کر گر درد ہے شیخ   کہ مردوں کا ہے سخت امتحاں درد

بتائے دردمندی شب ہو محکم   کہ ہووے مغز سے تا استخواں درد

شتابی منزل مقصود پہنچے   جو ہو کشتی کا تیری بادباں درد

سحر تک ہے چراغ درد روشن   ہوا جس گھر میں آ کر میہماں درد

غنیمت جان لے اے سوز تو درد   وگرنہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

۱-۲ صرف ع میں یہ غزلیں ہیں -

۳

[1] میں چاہتا نہیں دنیا میں عز و جاہ بلند
یہی کہ دونوں جہان سے رہے دستگاہ بلند

مگر تو مہر کو اے شعلہ خو سمجھتا ہے
کہ اس کا ہاتھ ہے جوں دست داد خواہ بلند

عجب نہیں کہ چھٹے ہر پلک سے فوارہ
ہوئی ہے اشک کے آنے کی دل سے راہ بلند

الٰہی خیر ہو مجنوں کی اب بھی برپا ہے
کیا ہے لیلیٰ نے کہیں خیمۂ سیاہ بلند

یہ چشم قد سے کسو کی ہے آشنا قمری
دکھا نہ سرو، مجھے ہے سری نگاہ بلند

اسی سے واعظ احمق کو پست فطرت جان
ہوا ہے چڑھ کے یہ منبر پہ خواہ مخواہ بلند

نہ کر غرور تو زنہار اس پہ اے نادان
جو مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند

کیے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کی
ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند

ہجوم فوج خط اس کا نہ کیوں بڑھاوے حسن
کیے ہے رتبہ شہہ کثرت سپاہ بلند

لیا ہے دل کو جو میں نے تو اس کو مت کر تنگ
کہ ہوئے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند

[2] ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوزؔ
خدا وہ دن نہ کرے ہو جو تیری آہ بلند

۴

[3] بڑا دنیا میں ہے گا وہ خردمند
زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند

گلے پڑ کر کبھو تسو آشنا ہیں
سبے تسمے کا اب کسرے طی بند

سبھی رسمیں ہیں الفت ان بتوں کی
نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند

تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا ہے تو پھر
نظر پڑتا ہے کچھ گولسی کی مانند

قبائے دوستی مت چاک کر جان
پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند

کوئی دن میں چلا جاؤں گا آ بھی
مسافر سوزؔ کو رہنے دے یک چند

۱- ب ر ع ک ۲- یہ غزل کلیات سودا میں اس مقطع کے ساتھ ہے -

ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک سودا
خدا وہ دن نہ کرے ہو جو تیری آہ بلند

۳- ب ر ع ک -

۵

[1]ہوا ہے چاک مرا دل انار کی مانند | چھٹے ہیں آنکھ سے آنسو شرار کی مانند

نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا | بغیر یار رگ گل ہے خار کی مانند

خوشی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے | جھٹک نہ دیجیو بھائی غبار کی مانند

[2]صدا نہ دل سے خوشی دیکھ کر یہ مری چشم | تری نگاہ سے خوشا خمار کی مانند

ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار | رواں ہے چشم سے خوں آبشار کی مانند

خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کس کی | لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کی مانند

[3]ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا اے سوز | خط اس کے مکھڑے پہ آیا بہار کی مانند

۶

[4]یہ غم ہے کس سے ظالم کی اولاد | کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد

یہ غارت گر مگر ابن العجم ہے | وبا ترکوں کے لشکر کا ہے جلاد

ہزاروں طرح کی شکلیں بناتا | سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد

کہیں تو اژدہائے آتش افشاں | کہیں عقرب ہے یہ گہہ گرز فولاد

کہیں تو دیو ہے رستم فن یہ | کہیں محبوب ہے رشک پری زاد

غرض انسان کے تو مارنے کو | نہیں اس سا کوئی دنیا میں استاد

ہوا ہے سوز اب تیرے مقابل | تو کر مولا علی کو اپنے اب یاد

۷

[5]عشق نے دل کو پھر کیا آباد | دوستو مجھ کو دو مبارکباد

غم کو دربان کر بٹھایا ہے | آنے دیتا نہیں کسی کو یاد

۱- ب خ ر ع ک ۲- یہ شعر کلیات سودا میں صفحہ ۵۶ میں ہے -

۳- یہ غزل کلیات سودا میں اس مقطع کے ساتھ ہے -

ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا | خط اس کے مکھڑے پہ آیا بہار کی مانند

۴- ب ر ع ک ۵- یہ اشعار صرف ب میں ہیں -

۸

هو[1] خوشی بے[2] رنج سو ہے یہ زمانے سے بعید   نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید

میں تو جاؤں در سے تیرے پر کہیں گر جھڑک دے   بے وفائی اس سے کرنی ہے فسانے سے بعید

اشک میری چشم کا کیوں کر اثر پیدا کرے   سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید

جو نصیحت کرتے ہیں مجھ کو نہیں یہ جانتے   عاقلوں کی بات سننی ہے دوانے سے بعید

مجھ دل سو چاک ہی سے وا نہیں ہوتی وہ زلف   ورنہ کھلنی گانٹھ اس کی کب ہے شانے سے بعید

جھونک لیں[3] ناصح کو میں تو بھی اسی کو سب کہیں   بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے سے بعید

یا[4] علی پہنچا ہے تیرے در تلک یہ سوداؔ آج   پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

۹

کیا[5] کہوں تم سے اے خردمند   دیکھتے ہو تم ان بتوں کے چھند

یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے   کھول کر زلف عنبریں کی کمند

دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر   بعد ان میں سے ایک کر کے پسند

رام کرتے ہیں باز کس کو جیسے   طعمۂ بوسہ دے کے روز چند

پھوک پر کھینچتے ہیں حکمت سے   پاس لاتے ہیں ہونٹ پر خندہ بند

بعد اپ دیتے ہیں دوش نقد خوبی   پھر پھڑک جاتے ہیں یہ مثل پرند

الغرض چھوڑتے نہیں ہیں ایسا   جس طرح سوداؔ کو کیا پابند

۱- ب خ ر ع ک   ۲- ر لذت بے رنج ملتی ہے   ۳- یہ شعر کلیات سودا میں صفحہ ۵۶ پر ہے-   ۴- یہ شعر کلیات سودا میں صفحہ ۵۶ پر اس مقطع کے ساتھ ہے-
یا علی پہنچا ہے سودا در پہ تیرے آپ کے   پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید
۵- ب ر ع ک -

ردیف ذ

١

لکھوں[1] جو وصف تمہارے میں گلرخاں کاغذ — عجب نہیں ہے کہ ہو رشک بوستاں کاغذ

جواب خط میں ہمارے لکھے نہ پرزۂ یار — جو ہو زمیں سے پھرتا بہ آسماں کاغذ

لکھوں ہوں نامہ تو کرڈالتی ہے ابھی سرخ — فراق دوست میں یہ چشم خوں فشاں کاغذ

نہ جا سکے تیرے کوچہ میں نامہ بر آلا — اڑا کے باد ہی لے جاوے یاں سے واں کاغذ

طلب جواب کریں نامہ بر تو بولے شوخ — کجا دوات کدھر ہے قلم کہاں کاغذ

لکھا نہ ایک بھی پرزہ ہمیں کبھو کہیں یار — بکے ہے شہر میں شاید بہ نرخ جاں کاغذ

پڑھوں ہوں سوز جو میں داغ دل کی اپنی شرح — کرے ہے خون جگر برگ لالہ ساں کاغذ

١- ر ع ک

ردیف ر

۱

اے[1] آہ جگر سے اب سفر کر	بے رحم کے دل کو شک خبر کر
پوچھے تو ہے یار سب کا احوال	شک میں بھی حال پر نظر کر
ہر جا ہے بہار اس میں موجود	آ جاں[2] تو میرے دل میں گھر کر
پیاسا ہوں پلا دے آب خنجر	اتنے سے دہ یار در گزر کر
خوباں جہاں تو بے وفا ہیں	شکوہ اے سوزؔ مختصر کر

۲

مرنے[3] سے گر کسو کا ہو اعتبار بہتر	اے مرد مساں دیدہ اے چشم زار بہتر
چبھتی ہے دل میں میرے کیا گرچہ وشنی (گل)	اے عندلیب نالاں تجھ سے تو خار بہتر
کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مروت	قطع امید خوش تر ترک ہنگار بہتر

۱- ب ر ع ک

۲- ع میں آنکھوں میں آ کے گھر کر

۳- ع

۳

کب تلک تیں جفا اسد (کرے اے یار صبر)[1] جب تلک طاقت تھی مجھ میں (میں کیا ہر بار صبر)

اشک کے طوفاں دشت وکوہ ہوگئے غرق آب کب تلک رو رو کے ہیں اے مردم آزار صبر

بے قراری تھی تپش کے ہاتھ سے بے چین ہے غم کے غم سے دل میں گھبرا کر ہوا بیزار صبر

... نظاروں کے اسیر ہیں قفس میں دیجئے بلبل بے بس کا ہوتو تجھ پہ اے گلزار صبر

اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہوتا نہیں سوز بہایے آنسوؤں کو پوچھ کر ناچار صبر

۴

اے دل تو صبح یار کے کوچے میں جا شتاب[2] میں طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر

اے بادشاہ حسن ترا عزم کیا ہوا چل اٹھ کھڑا ہو سوز کا قصہ تمام کر

جاں کندنی سے چھوٹ تو جاوے عزیز آج ان ٹک دل بتیں میں بھلا یہ تو دام کر

منظور اس کا قتل نہیں گر تجھے تو بس لے موت سے چھڑا کے تو اپنا غلام کر

۵

آج کہتے ہیں کہ آوے گا وہ جاناں باہر[3] مت لگا دیر شتابی نکل اے جان باہر

کھول غرفے کو تک سہر شہیداں تو کر واہ وا زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر

اے بتو نام ہمارے سے نہ ہو جو تدبیر گھر میں کافر ہیں اگر ہیں بہ مسلماں باہر

یارو لاحول پڑھو شیخ کہاں سے آیا یا الٰہی کہیں جاوے بھی یہ شیطاں باہر

لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے ہی سمجھو نکل آیا ہے کہیں گوشۂ داماں باہر

سوز کو گھر میں جو پوچھا تو سبھوں نے یہ کہا ابھی نکلا ہے ادھر دیکھیو حالاں باہر

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲- ب ع

۳- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۶

اشک[1] خوں تو ہوا دیدۂ تر سے باہر — نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر

منتظر یار ہیں پرخاش کسے در پر باہم — ابھی چھپت ہیں نکل آئے جو گھر سے باہر

کل دیا پل میں رقیبوں سے دل اس کا بدظن — ہم نے یہ کام کیا حسد ہنر سے باہر

حال آوارگی شیخ کہوں میں کس سے — شام گھر آئے جو نکلے وہ سحر سے باہر

تاب کیا وعظ کرے کوئی مری بات کی سی — مانے وہ شیخ کہ ہو جائے کمر سے باہر

جو گیا بہشت میں ان کے ہوا بہ سنت وہیں — شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سقر سے باہر

ان دنوں سوز سے دیکھے کچھ اس طرح رقیب — گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

۷

مجھ[2] ساتھ تس دوستی جب ہو گئی آخر — دنیا کو مرے دل سے طلب ہو گئی آخر

ناز اس کی نے عصیان سے ہمیں باز رکھا ہے — تا ہو وہ رضامند کہ شب ہو گئی آخر

حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات پر افسوس — اک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر

کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب ہیں مسیحا — مر ابھی تو جیوں شمع یہ تب ہو گئی آخر

کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق — بے حسن کے معشوق کی جب ہو گئی آخر

شوکت نے ہمیں حسن کے کہنے نہ دیا کچھ — بات آن کے سو بار بہ لب ہو گئی آخر

مڈبھیڑ[3] جو اس سوز سے کل ہو ہی گئی شیخ — شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

۱- ب ر ع ک

۲- ر ع ک

۳- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۵۸ پر اس مقطع کے ساتھ ہے -

مڈبھیڑ ہی سودا سے یہ کل ہو جو گئی شیخ — شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

۸

جس[1] طرح جانے سکھنے کو اپنے عتاب کر
عالم کا اس سے زیادہ نہ خانہ خراب کر

مت پی شراب بزم رقیباں میں اے صنم
آتش میں رشک کی نہ مرا دل کباب کر

دل تیرے اضطراب سے ہے جان خاک میں
اے فتنہ ایک آن کو سجدہ میں خواب کر

طالب ہیں تیری دید کا اب تک تو منہ دکھا
مجھ پاک باز سے تو نہ اتنا حجاب کر

مدفن اپنے کوچے میں کرنے دے سوز[2] کو
قاتل خدا کے واسطے اتنا ثواب کر

۹

تپ[3] جائے کیونکہ عشق کی اے یار تجھ بغیر
عیسیٰ نفس بھی ہو گئے بیمار تجھ بغیر

قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر
گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر

ہو جلوہ گر شتاب تو اے نور بزم عشق
آنسو گلوئے شمع کے ہیں ہار تجھ بغیر

سو جیب گرفتہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ
کیا خوش دلی سے اس کو سروکار تجھ بغیر

سبحہ سے شیخ ہی نے اٹھایا نہیں ہے ہاتھ
اب برہمن بھی توڑے گا زنار تجھ بغیر

ناز[4] و عتاب اٹھانے کی کس کے ہے مجھ کو تاب
خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر

تو ہی نہ ہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول
آب رواں بھی جیسے تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر

تیرا ہی گر نہ ہم کو میسر ہو ہم کنار
تو روز عید بھی شب تار تجھ بغیر

دونوں[5] جہاں میں سوز کا یا مرتضیٰ علی
اب کس ہے بنتا تو خریدار تجھ بغیر

۱- ب ر ع ک ۲- ع نعش سوز - ر لاش کو ۳- ر ع ک

۴- یہ شعر صرف کلیات سودا میں ہے ۵- یہ غزل کلیات سودا صفحہ ۲۶ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے۔ سودا کا دو جہاں میں یا مرتضیٰ علی اب کس ہو بنتا تو خریدار تجھ بغیر

١٠

[1] جو شوخ تو ہے کی ہے طناز اس قدر   جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جانباز اس قدر

چاہیں کہ جائیں تا سر دیوار باغ آہ   ہم کو کہاں ہے طاقت پرواز اس قدر

سسکے ہے کوئی در پہ کوئی تیرے ہے پڑا   مرتی ہے اب تو خلق نہ کر ناز اس قدر

شاعر جو تیرے قد سے یہ تشبیہ دیں اسے   ہے نہ سرو باغ سر افراز اس قدر

مارا ہے سوز کو تو اے مسیح دم   دکھلا دے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

١١

[2] آپے گھر میں کبھی بھلا کر   میرے بھی درد کی دوا کر

لاکھوں ہیں کہ خاک ہو گئے ہیں   تیرے کوچے میں جی جلا کر

مت پاؤں زمیں پہ رکھ دی جان   مت سب کو اپنا خاک پا کر

عالم کی بندگی میری جان   میں/کی (مے) اپنا جی لگا کر

[3] لاکھوں بہت پہنچ کر میری جان   پایا ہے تجھے خدا خدا کر

[4] سو تیری ستم گری کہوں کیا   اک شب تو بھی تو دیکھ آ کر

[5] جلتا ہوں رات دن میں جوں شمع   کہتا ہی مجھے پڑا بھلا کر

میرا دل سوز ہوں میں آخر   اتنا تو مت مجھے جفا کر

١-٢ ر ع ک   ٣- ع تب ان کی خدمتوں سے حاصل -

٤- ع ک میں یہ شعر نہیں ہے -

٥- ع جلتا ہوں مثل شمع ہر شب   پوچھی تو کبھی نہار آ کر

۱۲

[1]بس مسلمان عشق تھے پوچھیں بیر — تو نے مسجد سے نکالا کب کا بیر

بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو آہ — لے چلا دشت دشت کرنے سیر

کہیں مسجد میں ناک رگڑائی — کہیں سر جوڑ کر بچھایا دیر

جوں کہا کیا کیا تو فرمایا — ایک ہی بوجھ اِن میں کون ہے غیر

[2]سات اور پانچ دین میں ثابت کر — جان مولی علی کا ہو تو میر

آپ سا ہی کیا نہ سوز کو خوب — ایک سے دو ہوئے الٰہی خیر

۱۳

[3]جن کو نہیں ہے کچھ سروسامان روزگار — بے شک وہی ہیں سرور و سلطان روزگار

[4]کس کی سموم آہ نے ابتر کئے چمن — آمادۂ خزاں ہے گلستان روزگار

[5]روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج — ہے بے فروغ شمع شبستان روزگار

رکھتے نہیں ہیں پاؤں زمین پر غرور سے — بر جا ہے ان کو کہئے سلیمان روزگار

اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا — گر دسترس ہو ، تا بہ گریبان روزگار

ایسا گلا دبوچیں کہ وہیں نکل پڑیں — جوں مہروماہ دیدۂ حیران روزگار

اے سوز اب زبان کو اپنی خموش کر — سنتے کہیں نہ ہوویں حریفان روزگار

۱- ب ع ک ۲- ع ک سات اور پانچ سوچ لے دل میں پنج مولا علی کو ہوکے نصیر

۳- ب ع ک ۴-۵ یہ دو شعر ب میں نہیں ہیں -

۱۲

جگر[1] سے دل میں ، دل سے آنکھ میں ، آنکھوں سے مژگاں پر
یہ طفل اشک لڑھ پڑ کر گرا آخر کو داماں پر

نہ بھول اے دل تو اس نیرنگی سیمائے دوراں پر
یہ شیشہ ہے اسی قابل ، رہے جو طاق نسیاں پر

بہ رنگ سبزۂ خوابیدہ ہیں مژگاں گلسر و بستاں
یہ دامن لوٹتا گذرا ہے کس کا اس خیاباں پر

رسن سے زلف کے میاں کھینچ لے دل ورنہ ڈوبے گا
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زنخداں پر

ہجوم[2] عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں
کہ پروانے جھکے تھے جس طرح شمع شبستاں پر

قیامت ہی کا دھڑکا[3] دل سے کشتوں کے نکل جاوے
خداوندا گذر قاتل کا ہو گور غریباں پر

کدھر[4] پھرتی ہے اے بلبل سنبھال اب آشیاں اپنا
خزاں نے دانت[5] پیسے ہیں گے اب تیرے گلستاں پر

گیا[6] تھا ایک دن مجلس میں اس کی سوزؔ چھپ لک کر
اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

۱- ب ر ع ک ۲- یہ شعر ب میں نہیں ہے - ۳- ب سوز کے دل سے نکل جاوے
۴- یہ شعر ب میں نہیں ہے- ۵- ر خزاں نے اب کمر باندھی ہے تاراج گلستاں پر
۶- یہ شعر ب میں نہیں ہے -

۱۵

ہاتھ[1] میں سمچہ ہے یا کہ شرار	رقتا رہتا عذاب النار
حال دل بے قرار سن سکھ ہو	تجھ پر آیا ہے کھینچ کر تلوار
واری جاتا تھا اس کے نام پہ تو	اب گلے سے لگا دہ اس کا وار
بڑھ کے کہہ ایسے ہنسی لگا پیارے	دہ دھر جو لگا کمر کا تار
آستیں[2] تو لگا الٹنے دیکھ	دل امیدوار ہو تیار
باغ کی سیر مانگتا تھا روز	یہیں اب دیکھ پھولے ہیں گلزار
سوز دریائے غم میں غوطہ مار	آنکھ لے موند اور کر لے پار

۱۶

بس[3] کر اے غم جلا/بس کر (جگر)	میں نے مانا ترا اثر بس کر
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش	سب یہ تیرے کشتے نذر بس کر
جان[4] باقی کسی میں اب تو نہیں	پھر یہ کاکل پر کسی کمر بس کر
دم بدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے	بے مروت خدا سے ڈر بس کر
مت[5] سکر تو نہیں ہے دل کا چور	میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
عرش تک تو گیا ہے تیرا شور	بس کر اے سوز نوحہ کر بس کر

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ شعر ب میں نہیں ہے   ۳- ب ر ع ک

۴- یہ شعر صرف ب میں ہے -   ۵- یہ شعر ب میں نہیں ہے -

۱۷

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر ‏ دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر

چاک مت کر جگر کو ہاتھ اٹھا ‏ اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر

آہ تو اس کے در تلک نہ گئی ‏ کیا اٹھائے گا نالۂ شب گیر

دوک تو دیکھتا ہے جدھر کی ‏ دیکھئے کس کی آتی ہے تقدیر

کوئی باقی رہا نہ صاحب دل ‏ دل تو ہے اس کے ناز کی جاگیر

سوز کو کچھ نظر پڑا شاید ‏ دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چیر

ایک تو اور بھی غزل ایسی ‏ پڑھ نہ سوز اور اب قدیمی میر

۱۸

[1]مارو[2] جلدی سے کچھ/تدبیر (کرو) ‏ دل[3] میں لگا کسی کا کاری تیر

مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے جدھر کو ‏ کیا مرا جرم کیا مری تقصیر

واہ واہ واہ واہ اسے بھی خبیر ‏ زور[4] لاتے ہو اب کمان و تیر

لو لگاؤ نہ دیر پھر[5] کیا ہے ‏ میں/راضی (تو) ہوں جس میں ہو تقدیر

قتل کرنے میں بھی یہ حیلے[6] حوالے ‏ یعنی جل جل مروں میں بل بے شریر

قصہ چک جائے جلد مار بھی ڈال ‏ تنگ ترا ہے ہاں یہ سوز[7] فقیر

۱-۲ ب ر ع ک ‏ ۳- ع دل میں ٹوٹا کسی کا آ کر تیر

۴- ع اور لے آئے اب ‏ ۵- ع اب ‏ ۶- ر ع بخیلی

۷- ر ع یہی تو -

۱۹

[1]پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستانِ بہار / آنکھیں کھولیں گے برگِ گل شہیدانِ بہار

عرس بلبل ہے ہزاروں جمع ہیں گے عندلیب / تو نہ جاوے گا تو گل ہوگا چراغانِ بہار

اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نظارہ کرے / شعلۂ گل کب پکڑ سکتا ہے دامانِ بہار

لو خزاں بھی آ گئی ہم بھول کر سوتے رہے / لے چلے دنیا سے ہم آخر کو ارمانِ بہار

[2]عندلیبو مسکنِ گلشن غنیمت جان لو / خندۂ گل کوئی ساعت کا ہے مہمانِ بہار

[3]عندلیبوں نے بچھائے دام میں اوراقِ گل / آج بازی گاہِ طفلاں ہے دبستانِ بہار

اک طرف نالاں تھی بلبل اک طرف خنداں تھے گل / سوزؔ مجھ کو آج تک بھولی نہیں آنِ بہار

۲۰

[4]روتا ہے تیرے غم سے دلِ زار ، زار زار / نکلے ہے دل سے آہ شرربار ، بار بار

محفل تلک تری رسائی کہاں مجھسے / جلتا ہوں دیکھ صورتِ دیوار، وار وار

[5]جب سے گیا ہے یہ دل ابتر گمان و وہم / ڈھونڈے ہیں تب سے منزلِ خبردار، دار دار

اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون ، کون وہ / کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یار یار

دیکھو جی آنسوؤں کا جو بس کچھ نہ چل سکا / آخر ہوئے گلے کے مرے ہار ، ہار ہار

[6]دعویٰ اناالصنم کا کبھی میں نے کچھ کیا / کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے دلدار ، دار دار

شانے سے تھی امید چھڑانے کا زلف سے / الجھی دو چند جان گرفتار ، تار تار

کہیں سوزؔ ہم نہ کہتے تھے[7] اتنا توغم نہ کھا / آخر کیا نہ آپ کو بیمار ، مار مار

۱- ب ر ع ک   ۲-۳ یہ دونوں شعر ب ر ع ک میں نہیں ہیں - ۴- ب ر ع ک

۵- یہ شعر ب میں نہیں ہے -   ۶- یہ شعر صرف ب میں ہے -

۷- ع شکرا نہ سر کو تو -

۲۱

تجھ پر اے جان آن ہے کچھ اور[۱] — میرے دل میں گمان ہے کچھ اور
زردئ رنگ و چشم تر ہی نہیں — عاشقی کا نشان ہے کچھ اور
سرو کو اس کے قد سے کیا تشبیہ — اس سجیلے کی شان ہے کچھ اور
کہو غنچہ کو لب سے کیا نسبت — چپ رہو وہ دہان ہے کچھ اور
عارضی[۲] حسن پر نہ ہو مغرور — سمجھے پیارے جہان ہے کچھ اور
قیس و فرہاد کا نہیں قصہ — ہاں جی یہ داستان ہے کچھ اور
کیا مکرتا ہے میں سمجھتا ہوں — آج تیری زبان ہے کچھ اور
سوؔز کے منہ سے شعر درد سنو — کیونکہ اس کا بیان ہے کچھ اور

۲۲

یے[۳] وفا ایسی بھی تو عاشق سے عیاری نہ کر — دشمنی مجھ سے دوستوں کی ضد سے آیاری نہ کر
میں تو کہتا تھا کہ وحشی ہے سنبھالے رکھ اسے — کس نے بہکایا کہ تو دل کی خبرداری نہ کر
بھیڑ ہو جاوے گی سب کنگال دیکھن کے ابھی — اے مری چشم مجھ غریب اتنی گہرباری نہ کر
کوئی بھی بیمار کو اتنا کڑھاتا ہے بھلا — ایک تو مرتا ہوں تو اس پر دل آزاری نہ کر
گو کہ بوڑھا ہے ولے مسک ہے اتنا سوچ لے — اور تو جو کچھ کہے پر سوؔز سے یاری نہ کر

۲۳

کسی[۴] سے آج تلک ہو نہیں سکی تسخیر — کیا ہے زلف نے کیا آفتاب عالم گیر
عزیزو کس سے گلہ کا ہے ستم ایجاد — جہان کے خار ہوئے آج میرے دامن گیر
کیا ہے ایک ہی بوسہ پہ تم نے مجھ کو قتل — یہی گناہ مرا اور مری یہی تقصیر
ذرا تو آنکھ اٹھا کر دہن کو کھول تنک — مجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بل بے شریر
کسی نے سوؔز سے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا — کہا کہ کچھ نہ کہو اس کی تھی یونہی تقدیر

۱- ب د ع ک
۲- ب میں نہیں ہے
۳- د ع ک
۴- ب د ع ک

۲۴

[1]عندلیبو خوش ہو پھو گلشن میں آتی ہے بہار — گل کے تئیں خواب عدم سے اب جگاتی ہے بہار
کیا شگفتہ وار فرصت ہے کہ جس پر پھول کر — باغ میں شادی سے پھولے نئیں سماتی ہے بہار
گل کا چٹکارا نہ پوچھو سوچنے کی بات ہے — چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار
[2]قطرہ شبنم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر — خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار
[3]عاشقو فکر تہی دستی کرو گر شوق ہے — گل کو زر دیتی ہے جب گلشن میں لاتی ہے بہار
[4]سوز کیا پھبک لگے ہے تجھ کو غافل آنکھ کھول — دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

۲۵

[5]قدم رکھتے ہی یکباری زمین پر — یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
ہمیں کہتا ہے در ہو بے وفا خوب — ہماری بات کہیں بھایے ہمیں پر
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے — لگا ہے داغ اب تک آستیں پر
جگر گل کر بکس جاوے گا وہیں — سنے ہے جس کی آواز حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی ہے گلستاں میں — کہیں سر اور کہیں بال اور کہیں پر
الٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ — دیا ہے جی نگاہ واپسیں پر

۲۶

[6]ذبح کرنے کیوں لگا دل کو؟ جلا کر خاک کر — ایک سو ہو جائے اس قصہ کو جلدی پاک کر
[7]میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور سے اس کو ولے — کہہ دیا کس نے کہ مارا تیر مجھ کو تاک کر
مت تصور باندھ اس کے پاؤں ہو جاویں گے تر — اس قدر شوخی نہ تو اے دیدۂ نمناک کر
[8]ہر گھڑی کہتا ہے کیا تیرے بدن میں ہے بخار — ایک تو جلتا ہوں مت سینے جگر کو چاک کر
دل اگر قیدی ہو زلفوں کا تو اے باد صبا — سوز کو اس کی خبر تو دے مت نمناک کر

۱- ب ر ع ک ۲-۳ یہ دونوں شعر ب اور ر میں نہیں ہیں -
۴- ع سوز پھرتا ہے کہاں غافل ذرا آنکھیں تو کھول ب سوز پھرتا ہے کدھر غافل ایک ٹک آنکھ اٹھا
۵- ب ر ع ک ۶-۷ یہ دو شعر ب میں بھی ہیں - ۸- یہ شعر ب ر ک میں نہیں ہے صرف ع میں ہے -

۲۷

ٹک[1] میں طرف تو دیکھ اے یار — کیں شوخ کہاں ہے وہ ترا پیار

بلبل تجھ کو چمن مبارک — داغوں سے یہ دل ہے رشک گلزار

اب شیشۂ دل تو لے چلا ہے — نازک[2] ہے بہت یہ ٹک خبردار

ہر بار نہ تیغ کھینچ ظالم — ایسا تو نہیں ہوں میں گنہ گار

روشن ہے سبھوں میں کفر میرا — جوں شمع ہر اک رکھے ہے زنار

دل[3] نالے سے ہو ذرا تو خاموش — بیزار ہیں تیری خو سے بیزار

کچھ[4] کم تو نہیں ہوا ہے رسوا — آ سان زیادہ اب نہ ہو خوار

بس سوزؔ خدا کے واسطے بس — آ عشق بتاں سے باز اے یار

۲۸

رنگیں[5] گل نشاط سے تھی شاخسار عمر — کیا غم نے تیرے آ کے کٹائی بہار عمر

ہم جانتے تھے تا بہ قیامت جئیں گے ہم — توڑا ہے تیرے ہجر نے اے جان تار عمر

لڑکے کو یہ جوان کیے ہے جوان کو پیر — تا[6] عمر ہم نے دیکھ لیا کاروبار عمر

کدھر گیا اڑا کے سمند غرور کو — اے موسم جوانی واے شہ سوار عمر

کیا زندگی کے کیف شتابی اتر گئے — اے سوزؔ تا بہ عمر رہے گا خمار عمر

۱- ب ر ع ک   ۲- ع پر ٹھیس لگے نہ ہاں خبردار

۳- ع بس نالہ نہ کر تو چپ رہ   ب اے دل نالاں نہ ہو تو چپ رہ

۴- یہ شعر ب اور ع میں ہے   ۵- ب ر ع ک   ۶- ع مرگ

۲۹

تیغ[1] کو کھینچے ہے وہ غارت دیں مسیں پر
لطف کرتا ہے دم باز پسیں مسیں پر

شوق دیدار تو اتنا ہے کہ بس مت پوچھ
کس طرح پہنچیں مری جان دہن میں پر

جب سے کی ہے مے دل پر تری داغوں نے بہار
رشک رکھتا ہے یہ فردوس بریں میں پر

کس قدر صاحب عصمت ہے وہ کافر یارو
پاکبازی کا نہیں جس کو یقیں مسیں پر

دل تو زلفوں کو دیا کاہے کو شانے کی طرح
رہتے ہو آٹھ پہر چیں بہ جبیں میں پر

غمزہ و ناز و ادا جنبش ابرو و نگاہ
جان لینے کو کئی قسم یہ قسمیں مسیں پر

سوز حافظ ہے خدا آپ کے بقول سودا
باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے کیں میں پر

۳۰

یوں[2] دیکھ لے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر
چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر

عشاق تیری تیغ تلے اے ستم پیشہ آہ
سر اس طرح سے دیں کہ قضا کو نہ ہو خبر

رخصت جو دے تو مجھ کو تو میں تیرے پاؤں کا
بوسہ لوں اس طرح کہ حنا کو نہ ہو خبر

ناصح تو چاک جیب کا مانع ہے اور میں
دل چاک یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر

گلزار وصل دوست سے اپنے گل مراد
اے سوز یوں چنوں کہ صبا کو نہ ہو خبر

۳۱

مانگتے[3] ہیں ہم اپنے یار کی خبر
کچھ تو دے آ کے اپنے بہار کی خبر

ابر کہتا ہے بہار بہار مجھے
بھیجو چشم اشک بار کی خبر

کوئی دشنام ہے تڑاقے کا
لال جیسی لعل آبدار کی خبر

کوئی ٹھوکر ہی سر کو اے شہ دیز
جھڑکو اس اپنے شہ سوار کی خبر

سوز کے آہ تو گلے لگ جا
او مہمان جان اپنے بیمار کی خبر

۱-۲-۳ ب ر ع ک

۳- یہ شعر ر میں نہیں ہے -

۳۲

کاٹتے[1] ہیں دل کو ابرو یار کی تلوار سار
یہ جگر کس کا ہے ان کا جس کو ہو ہموار وار

خون کو مجھ بے گناہ کے بس ہے یہ تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار

باغ کو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہیں مے غمخوار خوار

مجھ مریض عشق کی دارو نہیں کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ دے بیمار مار

بات سنتا ہے سبک دشمن کی تو دل دے کے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یک بار بار

آج[2] کو آتا تھا گلشن میں خدا جانے کے ہے
باغباں کا دل ہزار و بلبل گلزار زار

آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یار ہے
چشم وحدت بیں کو ہے یاں جلوہ دلدار دار

دیکھ کر کوئے مغاں میں سوزؔ کہتے ہیں یہ لوگ
دختر رز کو لئے پھرتا ہے یہ مے خوار خوار

۳۳

اڑتی[3] سی کچھ سنی ہے کہ پھر آئی ہے بہار
ہاں صحن باغ چھڑک دے اے چشم اشکبار

کیا[4] ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے پڑے ہو یار
پھرتے ہیں باغ باغ ترے واسطے ہزار

کچھ[5] چھوٹنا قفس سے تو آتا نہیں نظر
یارو ہزار حیف چلی جاتی ہے بہار

ساقی اگر مدد کرے یک ساغر اجل
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹے تبھی خمار

[6] ابرو کی تیغ کھاؤں کہ مژگاں کے تیر میں
زلفیں جدا ہیں دور سے کرتی ہیں مار مار

[7] دیکھا یہ آنکھ موند کے اوپر سے میں گرا
پر کودتے ہوئے وہ کہا میں نے * دم مدار*

یاں تک کہ میں نے رو دیا بے اختیار ہو
لیکن وہ یاد آتی ہے ....

کیا ہو گیا جو ایک دم آگے ....
....

میں نے سنا کہ سوزؔ اٹھا کل جہاں سے
دل پر پڑا الم ہوا حسد سیتی بے شمار

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ شعر ب میں نہیں ہے   ۳-۴-۵ یہ شعر ب میں ہیں -
۶-۷ یہ شعر ب میں ہیں -

۳۴

[1]پیوں ہوں خوں دل اپنا تجھے کہاں ساغر   جو تو دیتا ہے تو ہے جوں چشم خوں چکا ساغر
[2]نہ جانے کس کی صبوحی کے واسطے تجھ بن   بھرے ہے مہر کا آتش سے آسمان ساغر
[3]پیام کیونکہ مرا پہنچے دختر رز کو   کہ شیشہ پنبہ دہن اور ہے زبان ساغر
نگاہ مست کی تیری طلب ہے یوں مجھ کو   تنک شراب کہ جوں مانگے ہر زمان ساغر
اسی طرح سے میں بھی لبوں پہ مرتا ہوں   کہ جیسے دے ہے لبوں پر تمہارے جان ساغر
چمن میں گل نہ سر شاخ پھر یہ جلوہ دے   جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے اے جوان ساغر
مجھے معاف رکھ اے مغ کہ یہ شراب نہیں   نہیں یقین تو دے پھر امتحان ساغر
[5]شراب جب تلک اس میکدہ میں ہووے سوز   ترے نصیب ہو امرت کا مہربان ساغر

۳۵

[6]عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر   ترک جفا نہ کر نہ کر اے میرزا دغا نہ کر
عاشق کے دل کو لطف سے تو آشنا نہ کر   ترک غضب نہ کر نہ کر اے بے وفا نہ کر
جان ستم عزیز جفا آشنائے جور   عاشق اگر ہزار مریں تو وفا نہ کر
شان غافل ابھی نہ چھوڑ اے دماغ دار   قربان تیری خو کے کسو کا کہا نہ کر
طاقت نہ پاؤں میں ہے نہ ہاتھوں میں دسترس   اے حق کسو کو اتنا تو بے دست و پا نہ کر

۱- یہ غزل ع میں ہے - ۲- کلیات سودا میں مطلع کا دوسرا مصرع اس طرح ہے -
" کدھر ہے شیشہ مے پاس ہے کہاں ساغر " اسی کے ساتھ دوسرا مصرع یوں ہے -
" شراب سرخ سے لبریز گو ہے مان ساغر جو تو دیتا ہے تو ہے چشم خونچکاں ساغر "
ب میں بھی دوسرا مطلع درج ہے - ۳-۴ یہ دو شعر ب میں ہیں -
۵- کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ٦۵ پر اس مقطع کے ساتھ ہے -
" شراب شوق کی جب تک پیا کیے سودا ترے نصیب ہو امرت کا مہربان ساغر "
٦- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۳۶

پوجیں[۱] ہیں راہ کعبۂ[ب] دل ، پر ہے داغ دیر — لے کر میں ڈھونڈھتا ہوں خدا کو چراغ دیر

کچھ گفتگو کی بات ہے یاں شیخنا کہ ہم — پہنچے حرم کے رمز کو پا کر سراغ دیر

ہم پاک[ب] ہیں سامنے ہوں شیخ و برہمن — یہ مرغ خانقاہ ہے اور وہ ہے زاغ دیر

ہوتا ہے تیری دو سے یہ دل تنگ واعظا — جس وقت یاد آتے ہے مجھ کو فراغ دیر

زمزم کے آب سے نہ بجھی اپنی تشنگی — ہم پی رہے ہیں شیخ ہمیشہ ایاغ دیر

ہندو کی نور معرفت حق یہ ہے منظر — پھر چراغ کعبہ لہکتا ہے زاغ دیر

دل ہر صنم کے غم سے مرا ہو رہا ہے داغ — پھولا ہے اپنے سینے میں اے سوز باغ دیر

۳۷

صبا[۲] حسرت لے آتی ہے تسو میرے دل پر — لگے ہے تیر سی یہ گل کی بو میرے دل پر

بتاں[۳] کا دید میں کرتا نہیں شیخ جس دن سے — حلال تب سے ہے جام و سبو مرے دل پر

کسی[۴] ہی چیز کو ڈھونڈھا نہ میں نے دنیا میں — مگر رہی ہے تیری جستجو میرے دل پر

یہ[۵] چاک جیب نہیں جس کو یار سی دیں گے — نہ کر سکے ہے یہ ناصح رفو میرے دل پر

خدا کے واسطے اے سوز لے نہ اس کا نام — غضب کیے ہے تیری گفتگو میرے دل پر

۳۸

اے[۶] شوخ بے وفا میں اتنا مجھے رسوا نہ کر — صبر و قرار[ب] لے نہ جا ہا ہا مجھے تنہا نہ کر

زلفوں کا منہ پر ڈھانپنا ہونٹوں کا ہر دم چاٹنا — ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یک جا نہ کر

بندہ ہوں میں تیرا صنم تو قہر کریا کر ستم — یہ کس کی طاقت جو کبھی چاہے وفا کر یا نہ کر

تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا گلہ میں نے کیا — ہاں اس کے عوض قتل کر پر خلق میں رسوا نہ کر

اے بادشاہ خسرواں اے قبلہ گاہ انس و جاں — لے سوز کو تو ذبح کر پر وعدۂ فردا نہ کر

۱- ب ر ع ک ۲-۳-۴ یہ تین شعر ب میں ہیں یہی غزل خ ر ع ک میں ہے -
کلیات سودا میں یہی غزل سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۶۲ پر درج ہے -
* خدا کے واسطے سودا نہ لے تو اس کا نام * ۵- یہ شعر کلیات سودا میں نہیں ہے-
۶- ب ر ع ک -

۲۹

[1]مجھے خوبرو بے وفائی کی خاطر / بنا سوز صبر آزمائی کی خاطر

چھٹا کنج عزلت ملا رنج و محنت / میاں جان سب آشنائی کی خاطر

یہ ہر دم نصیحت جو کرتے ہو ناصح / سمجھتا ہے کچھ خودنمائی کی خاطر

نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہوگا / میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی خاطر

الٰہی خزانوں میں تیرے کمی تھی / کہ بھیجا ہے مجھ کو گدائی کی خاطر

۳۰

[2]ہجر میں مرتا ہوں میں پیغام سے تو شاد کر / تو تو کہتا تھا کہ بھولوں گا" کبھی وہ یاد کر

کیا بغل میں دشمن جاں میں نے پالا تھا تجھے / میری تیری اب نہیں بنتی دلا فریاد کر

خوبرواں ہے اپنے حق میں لے تو اوروں کی دعا / خانماں عاشق بیدل نہ تو برباد کر

اے مرے صیاد اب تو بال و پر ہی گھس گئے / کب تلک قیدی رہیں پنجرے میں بس آزاد کر

ظلم و بے رحمی ، تغافل ، اختلاط ناکساں / سب سہے اے سوز اب کچھ تو نیا ایجاد کر

۳۱

[3]عرق نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر / نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر

بہت کیا کہ نظر بھر کے دیکھ لوں اس کو / نہ ٹھہرا جائے نظارا صفا سے چہرے پر

کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے / لپٹ رہی ہے میاں کس ادا سے چہرے پر

اگر نہیں انہیں منظور تیرے منہ لگنا / تو پھیلتی ہیں یہ کس مدعا سے چہرے پر

۱- ب خ ر ع ک-

۲- یہ غزل صرف ک میں ہے -

۳- ع ک -

۴۲

ایک[1] دن اس شوخ سے میں لگ چلا ق رمز میں کرنے لگا اظہار پیار
جب تلک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آ نہ کر ہوں‌ و کنار
کھول کر آغوش جوں سرکا وہیں کہنے لاگا وا چھٹے چل جھک نہ مار

۴۳

ایک[2] دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ق ہو گیا میرا قرارا واں گذار
آ کے پیچھے دیکھ کے بولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں اب داہکار
ہے سرھانے بیہ دیکھیو تیر و کماں جلدی لاؤ صفت جاتا ہے شکار
سنتے ہی میں گئے واں ہاتھ پھول لگ گیا دیوار سے دست آہ مار
خوبئ قسمت تو دیکھو اس گھڑی کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا * ہے غضب * تھا نہ پتھر ہی کہ کرتا سنگسار
ہائے بے مدت اجل آئی تھی سوز بچ گیا کیسا ہوا انجام کار

۴۴

کہوں[3] کیا تجھے اپنے دل کی خبر ق کہ جوں آگ جلتا ہے میرا جگر
مرا دل ترے پاس ہے اس سے پوچھ کہے گا وہ قصہ مرا سر بسر

۱- ر ک ۲- ب ر ع ک ۳- ب

ردیف ز

۱

لگا ہے جب سے دل میں تیر دلدوز	پڑا تڑپے ہے تب سے خاک میں سوز
کہیں جلدی سے مجھ کو مار بھی ڈال	کہاں تک جان دوں دھڑکی میں ہر روز
وہی ہے جو ہمیشہ بھونکتا تھا	اسی سگ نے کیا تجھ کو بد آموز
عدوٗ دیں ہے پہلو میں یارب	الٰہی مجھ کو اس پر کر تو فیروز
فقیروں کا غضب ان پر ہے بہتر	نہ نکلی ان سے یارب آہ جاں سوز
وہ کیسا مجھ کو دل سے چاہتا تھا	خدا جانے کیا کس نے بد آموز

۲

میں[۲] تو دیوانہ ہوا بختی ہے زنجیر ہنوز	کام آخر ہوا اور ہوتی ہے تدبیر ہنوز
دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گذرے	آہ کھلتی ہی نہیں زلف گرہ گیر ہنوز
خاک تو کرکے اڑایا مجھے ہر وادی میں	پر یہ چبھتا ہے مرے دل میں پر تیر ہنوز
آسماں چرخ میں آیا نہ اس سرکش کو	کچھ نہ تاثیر ہوا نالۂ شبگیر ہنوز
جب سے پیدا ہوا ایک دم بھی شگفتہ نہ ہوا	غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز
سن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم	کس قدر سخت ہے آخر نہ موا میر ہنوز

۱- ع ب ع   ۲- ع

۳

کرتا[1] ہوں ترک عشق میں یوں ہوش و ہوس ہنوز
ناصح ذرا نہیں ہے میسر دل پہ بس ہنوز

سیر چمن کی تو قسم اے دل شکستہ کھا
غنچے رہے ہیں باغ میں ظالم بےکس ہنوز

اس کو حوالہ کرگئے میرے پوچھ اے فلک
دونوں جہان سے ہے تجھے اب بھی ہوس ہنوز

فریاد عندلیب کو پہنچا چمن میں گل
آیا نہ میرے پاس مرا داد رس ہنوز

آگے ہی تھی قافلۂ رفتگاں دلا
جا دیکھ جا کے آتی ہے بانگ جرس ہنوز

نالاں جو باغباں سے ہے بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہیں ہے اس نے جفائے قفس ہنوز

سو[2] طرح سوز جھونک کے بولا رقیب کو
آتا نہیں ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

۴

جل[3] گئی قمری نہیں ہے سرو کو باور ہنوز
باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہے خاکستر ہنوز

سرد مہری نے تری کتنا بجھایا ہے اسے
حسن پر اس دل کو جو دیکھو ہیں تو ہے اخگر ہنوز

کرچکا گلشن میں کتنا کچھ تو آنکھیں پر نثار
مشت میں ہیں غنچۂ نرگس کے سیم و زر ہنوز

کس قدر ہے شعلہ خو ظالم کہ پہلو سے مرے
اٹھ گئے مدت ہوئی اور گرم ہے بستر ہنوز

بادہ جام ازل سے سوز ہے مدہوش و مست
تو لئے پھرتا ہے واعظ بادۂ کوثر ہنوز

۵

کم[4] نہیں ہوتا غبار خاطر جاناں ہنوز
خاک سے میری جھٹکتا ہے کھڑا داماں ہنوز

آہ و نالے سے تو عالم کا کلیجہ پک گیا
یہ نہیں ہوتا ہے یارب درد بے درماں ہنوز

خاک ہی منصور کی دریا میں یارو پھینکئے
پر اناالحق کی صدا سے ہے بھرا زنداں ہنوز

کوچہ محبوب میں یارو نہیں یہ گردباد
سوز کی یہ خاک ہوتی ہے بلا گرداں ہنوز

۱- ر ع ک   ۲- کلیات سودا میں بھی غزل سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۶۹ پر درج ہے۔
"سو طرح جھونک بولا ہے سودا رقیب کو"

۳- ر ع ک   ۴- یہ غزل صرف ک میں ہے ر ع میں صرف مطلع ہے۔

۶

ہوگئی[۱] غم سے جان سوز و گداز
پھر شہ آیا تو اپنی ضد سے باز

تیرے قربان ہو کے مر جاؤں
کھول ٹک لب کو اے مسیح اعجاز

اشک تو نے ڈبو دیا مجھ کو
آہ تو نے جتا دیا سب راز

غم نے گھیرا ہے جی کو خنجر مار
ایک تو ہی تو ہے مرا دمساز

دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے
کون اٹھائے گا پھر یہ تیرے ناز

میں جانا تھا دل کو بھولا ہے
اس نے دیکھا نہیں نشیب و فراز

اب تو زلفوں سے جا کے الجھا ہے
یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز

تیرے دیدار کی تمنا میں
طائر شوق نے کیا پرواز

یہ مسافر جو تجھ تلک پہنچے
رکھیو اس کو بھلا غریب نواز

کوئی خرقہ ہے کوئی نفس ہسی
سبھی شعروں کے دیکھ کر انداز

کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج
خسرو و ہند و سعدی شیراز

۱- ب ر ع ک

ردیف س

۱

کب[1] ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس — دکلے کبھو تو مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہی کو نہیں ہے رخ یار کی ہوس — ہے گل کو اس کے گوشۂ دستار کی ہوس

قاتل ہی میرے خون کی رکھتا تھا آرزو — اپنے بھی دل میں تھی دم تلوار کی ہوس

نرگس جیوں جو شکل چشم ہے اگتی زمیں تلے — کیا جانے ہے کسے تیرے دیدار کی ہوس

پائے نہ جھانکنے بھی کبھو ہم در چمن — رکھتے ہیں دل میں رخنۂ دیوار کی ہوس

بیش از سخن زباں کو جو کاٹے قلم کی طرح — اس شوخ سے رکھوں ہوں میں گفتار کی ہوس

قدرت نے ہم کو آہ کی بخشی طاقت فغاں — نکلے گی کیونکہ اپنے دل زار کی ہوس

اے[2] سوز جنس دل کے تئیں دے چکے ہم آگ — رکھتے نہیں ہیں گرمی بازار کی ہوس

۲

دل[3] لگا مت ہر کسی سے اے دل نادان بس — دیکھ مت چاروں طرف اے مردم حیران بس

ٹک زباں کو بند کر ناصح خدا کے واسطے — تو تو روتا ہے یہاں ہوتی ہے (جاں خفقاں) بس

۱- ب ر ع ک کلیات سودا میں یہی غزل سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۲۷ پر درج ہے۔
۲- سودا یہ جنس دل کے تئیں دے چکے ہم آگ ۳- یہ اشعار صرف ب میں ہیں۔

۳

مت[1] اس قدر تڑپ دل امیدوار بس
گذرا ہے سر سے خون میں چشم نزار بس

تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے
اڑ جائے سر بلا سے لگا ایک وار بس

ہے دل کی مجھ اسیر کی حسرت تری صدا
اے عندلیب باغ نہ اتنا پکار بس

دوں ہمتوں کی نظروں میں مت کر مجھے ذلیل
اے چرخ میں بہت ہوا رسوا و خوار بس

سوز آج یوں گلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا
سو طرح تجھ کو دیکھ لیا ہم نے یار بس

۳

بلبل[2] کو ہے ترے سر دیوار کا ہلاس
جو گل ہے اس کو گوشہ دستار کا ہلاس

نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلک
از بس کہ ہے اسے ترے دیدار کا ہلاس

آوے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار
نکلے کبھو نہ مرغ گرفتار کا ہلاس

یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا
نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس

چھٹا زبان سے نام ترا ہم کو راس ہے
تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس

مرتا ہوں اب تو یار گلے ٹک مجھے لگا
تا دل میں رہ نہ جائے ترے پیار کا ہلاس

بے[3] قدر جب سے جنس وفا ہوگئی ہے سوز
دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کا ہلاس

۵

کب[4] تڑپ مرنے سے نکلے مرغ کے دل کی ہوس
دل ہی جانے جس طرح تڑپے ہے اس دل کی ہوس

صاحبو میں جانوں ، میرا جان ہے پھر تم کو کیا
مدعی مت کیجو نکلے دو تو قاتل کی ہوس

۱- ب ر ع ک ۲- ر ع ک ۳- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۲۷ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے - "سودا ہوئی ہے جنس وفا جب سے بے قدر"
۴- ب ر ع ک -

۶

آج[1] دل آپ ہی آپ کچھ ہے اداس — کوئی[2] مت بیٹھو آ کے میرے پاس

سچیو معشوق اس زمانے کے — کاٹیں سر عاشقی کا جیسے گھاس

اب تو اوروں سے مل کے سروائیں — دل میں بیٹھا ہے بھکنا آگے ہراس

اب تو محبوب ایسے نکلے سگھڑ — جو اڑانے کے وقت کاٹیں بھسباس

ایک تھفہ لگا کے بھاگ گیا — دیکھیو دس دہ بیس سو دہ پچاس

سیر گلشن سے کیا مجھے ہے کام — مگر آتی ہے گل بدن کی باس

میر میدان ہے وہی عاشق — جو چڑھا ہو جہاں میں دخاس

آج[3] ہے اس کے پاس خنجر تیز — سوز دل کا نکال اپنے ہلاس

سوز کچھ اور اب سوانگ دکھال — شاید تو دہ آئی تجھ کبو راس

۱- ب ر ع ک ۲- ع آ کے بیٹھو دہ کوئی ۳- ب میں یہ* شعر اس طرح ہے-

* آج تو لے کے ہولے خنجر تیز — میرے دل کی نکال جلد ہلاس

ردیف ش

۱

الٰہی[1] کس نے یہ توڑا ہے شیشۂ آتش — کہ انجمن کو بنایا ہے بیشۂ آتش

جو میں نہ ہوتا تو افسردہ ہوکے مرجاتی — ہے تازہ میری ہی سوزش سے ریشۂ آتش

ہمیشہ تن سے دبستاں کے آگ میں رہتا — یہ دل نہیں ہے مگر شیر بیشۂ آتش

ہمارے نالۂ خارا گداز سے ڈرنا — ہے دل پہ کوہکنِ آوازہ تیشۂ آتش

۲

گو[2] تم نے ہمیں کیا فراموش — لیکن نہ کرے خدا فراموش

کیا یاد دلاؤں تجھ کو ایسی — اے مشفق آشنا فراموش

دل تھا نہ جناح جس کو توڑا — اے جور کن و ، وفا فراموش

لے جان ہی تک تو کھول تو ہاتھ — مارا پیاد ترا فراموش

وہ سوز ہے جس کے دل میں تھی جا — اب دل سے کر دیا فراموش

۱- ع میں یہ غزل ہے - ۲- یہ غزل بھی صرف ع میں ہے -

۳

[1] ہوں بوجھ میرے دیدۂ پر آب کی گردش ‏ ‏ ‏ دریا میں ہو جس طرح سے گرداب کی گردش

پھرتا ہوں ترے واسطے روتا میں زمیں پر ‏ ‏ ‏ ہے سہل سی چشم میں دولاب کی گردش

پھر جاتی ہیں اس طرح سے مک ہلتیں وہ آنکھیں ‏ ‏ ‏ جیں بزم میں ہوجاوے مے ناب کسی گردش

[2] تجھ آن کے مجلس میں خمار اس کھنچ ساقی ‏ ‏ ‏ مے مانگے ہے تجھ سے سر احباب کی گردش

گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا ‏ ‏ ‏ سرگرشتہ گئی عاشق بے تاب کی گردش

جنس خرد و صبر بن اس دل کو ہو کیا چین ‏ ‏ ‏ مفلس کو بس ہوتی ہے اسباب کی گردش

[3] دل زلف و رخ یار میں کیونکر نہ پھرے سوز ‏ ‏ ‏ خوش آتی ہے اس کو شب مہتاب کی گردش

۴

[4] رکھتے ہیں تری زلف کے ہر تار کا خلش ‏ ‏ ‏ کس برہمن کے دل میں ہے زنار کا خلش

گر ہو نصیب مرغ چمن اس گلی کی سیر ‏ ‏ ‏ پھر دل میں اس کے ہووے نہ گلزار کا خلش

خطرہ نہیں کچھ اور ہمیں روز حشر سے ‏ ‏ ‏ گر دل میں ہے تو اپنے ہی کردار کا خلش

ایسا نہیں ہے غنچہ کوئی جس کے دل میں یار ‏ ‏ ‏ ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش

کیا جانئے کہ اس سے کہے گا وہ کس طرح ‏ ‏ ‏ مجھ کو پیام بر کی ہے گفتار کا خلش

اقرار تو کیے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ ‏ ‏ ‏ لیکن ہمارے دل میں ہے انکار کا خلش

[5] کھٹکے ہے دل میں سوز کے اس شوخ کا مژہ ‏ ‏ ‏ اے بلبلو یہ گل کے نہ ہو خار کا خلش

۱- ر ع ک ‏ ۲- کلیات سودا صفحہ ۷۳ "از بسکہ ہے آنکھوں میں" ۳- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے "دل زلف و رخ یار میں سودا نہ پھرے کیوں"
۴- ر ع ک ‏ ۵- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے -
"سودا کے دل میں کھٹکے ہے اس شوخ کی ہوس"

۵

کس[1] کی صحبت میں تو ہوا اوباش
آفریں ہے تجھے شاباش

میں اگر جانتا تو ہوسکتا ہے
دل نہ دیتا تجھے میں پہلے کاش

کوئی نعمت نہیں میں کس سے کہوں
کیونکہ گذرے گی میری اس سے معاش

ناخن ہوا نظر پڑے تجھے کہیں
اب تلک ہے دل میں ہے وہ خراش

جس کو دیکھا سو وہ ہے رشک پری
سوز تو دیکھ صنعت نقاش

۱- یہ غزل صرف خ میں ہے -

ردیف ص

۱

آرام[۱] پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص ۔۔۔ آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص

ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع ۔۔۔ دن میں ہزار در جو پھر آئے گدائے حرص

انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے ۔۔۔ ذلت کسی کو کوئی نہ دیوے سوائے حرص

کر منہ کو یک بہ سوئے قناعت بہ حرف مان ۔۔۔ رکھتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص

نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ ۔۔۔ جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص

اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص حسینؔ ۔۔۔ کی قطع روزگار سے ہم پر قبائے حرص

اوقات[۲] ہر طرح سے بخوبی گذر ہیں سوزؔ ۔۔۔ پر درمیاں نہ ہووے بشرطیکہ پائے حرص

۱- غ ر ع ک

۲- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۷۵ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے -

"سودا کے دل میں کھٹکے ہے اس شوخ کی ہوس"

ردیف ض

۱

دیکھ لینا ہم کو تیرا یاد ہے جب تک غرض[1]
اس سوا نے روز ہے کچھ مدعا نے شب غرض

دوستی کا مارتے ہیں یک دگر دم آشنا
ہوئیے ہے معلوم باہم آ پڑے ہیں جب غرض

چاہ جو کچھ کر کہ ہے دنیا و مافیہا ترا
پر کسی سے تو کسی کی ڈال مت یارب غرض

میں کہا شب آج یاں رہیے تو میں بولا وہ شوخ
رات کے رہنے سے میرے مدعا مطلب غرض

غیر سے ملنا نہیں ہے خوب اتنا سن رکھو
اس سوا کہنا نہیں اور کہتے ہیں ہم اب تک غرض

حرف تیرا ہے فقط اور پیار ہے یہ مدعا
ورنہ اپنی اپنی باتوں میں ہیں رکھتے سب غرض

سوز[2] ایسے پیار سے معلوم ہوتا مدعا
جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

۲

کبھی[3] تو فیض کو پہنچوں میں اے مرے فیاض
کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض

الٰہی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو
کہ منہ چڑھے ہے بہت زلف یار کی مقراض

عجب ہے رسم بتان جہان والا
کہ دشمنوں سے ملیں دوست سے کریں اعراض

مریض عشق کو درماں کی احتیاج نہیں
عدم کا درد ہے واللہ دافع امراض

تمہارے عشق میں جھڑ جھڑ کے ہوگئے ماتھی
غریب سوز کو ہرگز (نہ ستم کرو انصاف)

۱- خ ر ع ک ۲- کلیات سودا میں صفحہ ۷۶ پر یہی غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے-
" مدعا سودا نہ ایسے یار سے معلوم ہو "

۳- یہ غزل صرف ع میں ہے -

ردیف ط

۱

کب[1] میں آیا تیرے مکتب میں بتا واللہ غلط — واہ واہ جی واہ وا پہلے ہی بسم اللہ غلط

بانگ گھونگے کی پھرا لیتا ہوں میں سن کر دور سے — اتفاقاً* گر کبھوں ہوتی ہے مجھ کو راہ غلط

جانتا ہوں تم کو میں تم ایک بہتانی ہو جہاں — کبھی کہے گا جان کر نادان دل آگاہ غلط

اور لو طوفان ، بوسہ بھی لیا اچھا میاں — منہ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمراہ غلط

کب کہا میں نے تجھے غیروں سے تو ملتا ہے جان — جھوٹ ہے، بہتان ہے، طوفان ہے واللہ غلط

سوز تو آٹھوں پہر قدموں سے تیرے ہے لگا — مجھ کو بوسہ لینے دے گا جھوٹ ، تو مت کہہ غلط

۲

سمجھے[2] تھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط — تیرا نہیں ہے جرم ہمارا گمان غلط

کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں — مشفق غلط ، ملاذ غلط ، مہربان غلط

ساقی نہ ہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا — جانا بغیر بادہ سوئے بوستان غلط

زاہد جو کوزہ پشت ہے اس کی نظر سے بچ — کرتی نہیں ہے تیر کبھی یہ کمان غلط

جو حسن دیکھتا ہوں میں فندق بالمار کے — ہر گز کسے نہ راہ کو یہ کاروان غلط

مردوں[3] کو ایک بات ہے نزدیک سوز کے — مانند خامہ ان کی نہ پلٹے زبان غلط

۱- ب ر ع ک - یہ شعر ع میں اس طرح ہے "کب دبستاں میں ترے آیا ہوں میں مت کہہ غلط
" وا چھٹے جی وا چھٹے پہلی ہی بسم اللہ غلط"

۲- ر ک ۳- کلیات سودا میں صفحہ ۷۸ پر یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے -
" مردوں کی بات ایک ہے سودا سے سن صنم"

۳

سرسبز[1] حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط — دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

آنکھیں بہ رنگ نقش قدم ہو گئیں سفید — اس سے زیادہ خاک کروں انتظار خط

بے مہر خط جو ہو تو نہیں اس کا اعتبار — عارض کے خال سے ہے ترا اعتبار خط

اوروں کے خط کی طرح سمجھتا نہ میں یہ خط — گر آئینہ کے منہ پہ ہے تیرا غبار خط

آنکھیں تو صید تھیں ترے چہرے کے خال کی — دل ان دنوں ہوا ہے بہانے شکار خط

آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا — رسوائے زلف خلق ہے عالم ہے خوار خط

پوچھا[2] ہے کوئی یار سے قاصد بہ قول سوز — "دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط"

۴

اب[3] ضرور کوئی لگا دل کو بتاں کا اختلاط — سچ تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط

اب کوئی دم میں مہادے گی خزاں یاں آکے لوٹ — عندلیبو چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط

ناکسوں کی دوستی دے دین و ایماں کو اجاڑ — پوچھ لو جاکر گلستاں سے خزاں کا اختلاط

خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں سا — فیض اگر چاہے ، تو کر ،اس باغباں کا اختلاط

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے — کاہش دل ہے عزیزو میہماں کا اختلاط

۵

ایسے[4] عاشق کو نہ کب چلتا ہے یہ راہ غلط — کس طرح مانوں نہیں کرتا دل آگہ غلط

ہادیا ، پروردگارا ، رہ نمائی کر شتاب — کیوں کہ اب غفلت کے مارے ہوگئی ہے رہ غلط

اتنی سی تقصیر پر ایسا نہ کیجے احتراز — بندۂ دل سوز سے ہووے اگر ناگہہ غلط

۱- ر ع ک - ۲- کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ۷۷ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے- "پوچھا ہے کوئی قاصد سودا بھی یار تک"

۳- ب خ ر ع ک -

۴- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۶

غش[1] آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط — مے میں کدھر ہے جو رکھے ہے یہ بادام نشاط

تو جو ہو پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط — دیکھنا تجھ کو ہے اے جان دل آرام نشاط

فضل حق جس کی طرف ہو تو اسے بخشے ہے — دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط

دل جنھوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ — ہے قفس بیچ انھیں عیش بہ سرانجام نشاط

عکس[2] تا اس کی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ — ہو سکے نشۂ مے سے نہ سر انجام نشاط

دیکھ ہوتے ہیں تجھے قمری و بلبل شاداں — تو ہے اس باغ میں اے او گل اندام نشاط

شیشہ[3] ہے زیر بغل آہستۂ دل اے سوز — مے سے ہم کو نہیں ہے ساقیٔ گلفام نشاط

۱- یہ غزل صرف ر ک میں ہے- ۲- یہ شعر کلیات سودا صفحہ ۷۸ میں ہے-

۳- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۷۸ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے -

" شیشۂ ہے زیر بغل آہستۂ دل سودا "

ردیف ظ

۱

اٹھے[1] نشہ میں محبت کے خط یار سے حظ
بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلال عید سے بھی عیش ہو نہ صائم کو
جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

یہ لخت دل میں پلکوں پہ چشم تر کے دیکھ
کیا جو چاہے تو دریا پہ لالہ زار سے حظ

بہت ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں
سوائے آئینہ کس کو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عشق ہے یہ تیری گرد پھرتے ہیں
کہ جوں پتنگ کو ہو شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ میں حلاوت وہ
کیا ہے یار میں ساقی کے جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل میں ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو تری زلف آبدار سے حظ

حلاوت اتنی اٹھی داغ دل کئے سے سوز
کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ

ہزار[2] سیر کیے شہر شہر کی تو سوز
اٹھے گا دلی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

۲

اغنیا[3] عز و جاہ سے محفوظ
عاشقاں آہ و واہ سے محفوظ

اس زمانے میں کوئی ہوویگا
اس مروت پناہ سے محفوظ

اس سے آگے بلا سے رہتے ہیں
گوشۂ گاہ گاہ سے محفوظ

اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے
بس ہوئے تیری چاہ سے محظوظ

شیخ تو ہو عبادتوں سے خوش
سوز تو ہے گناہ سے محظوظ

۱- ب خ ر ع ک   ۲- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۷۹-۸۰ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے " ہزار سیر کیے شہر شہر کی سودا "

۳- یہ غزل صرف ع میں ہے -

ردیف ع

۱

مژگاں[1] کی گر خلش کا یہ دل ڈھنگ ہے وسیع — سینہ بھی یاں برائے صف جنگ ہے وسیع

واعظ نہ واں جگہ ہو تو حاضر ہے گھر مرا — میخانہ شکل کعبہ نہیں تنگ، ہے وسیع

نقش صفا سے اپنے نہ پہنچا تو واں تلک — آئینہ خانہ ورنہ بہ ہر سنگ ہے وسیع

داماں سیل اشک مرا ہجر میں ترے — مانند دامن جمن و گنگ ہے وسیع

بے[2] ہمتی سبب تنگ و دو کا ہے ورنہ یاں — روزی برائے کورو کرو لنگ ہے وسیع

چڑیا سے لے بچہ ہے نہ سیمرغ تک، کبھو — شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع

تکیوں کے واسطے ترے بیمہ کے سرو ناز — گلشن میں تختۂ گل اورنگ ہے وسیع

خواہش جنہیں ہے ملک کی ان کو نہیں ہے فہم — دو گز زمیں ندان تہہ سنگ ہے وسیع

بادہ[3] بہ سوز عرصہ کیا محتسب نے تنگ — رندوں کے واسطے قدح بھنگ ہے وسیع

۲

تاب[4] لائی نہ ترے حسن کی لرزاں ہے شمع — جاں کے خوف سے فانوس میں پنہاں ہے شمع

دیکھتے ہم نے تو پوچھا تھا کہیں عاشق ہے — پاۂ گل خاک بسر اشک بہ داماں ہے شمع

دود دل ہی کی ہمیں سوختگی ہے معلوم — کہ تری آتش ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع

کوئی کچھ اس کو کہو ہم تو بہت ہیں محظوظ — یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباں داں ہے شمع

گرچہ غماز کہیں اس کو تو بیجا ہے گا — ہر مجلس میں تو روشن کی زنداں ہے شمع

کوئی پنہاں کرو چھپتی ہی نہیں دل سوزی — عاشق زار ہے شعلہ سے نمایاں ہے شمع

پر چراتی نہیں پروانے کے جلسے سے یہ سودا — کہ شب وصل کی شادی میں غزل خواں ہے شمع

۱- ر ع ک ۲- کلیات سودا صفحہ ۸۱ ۳- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۸۲ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے - "سودا کے واسطے قدح بنگ ہے وسیع"

۴- ب ر ع ک - ۔

۲

اشک[1] کے قطرے میں دہقاں کا اثر رکھتی ہے شمع ۔۔ سر سے لے کر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع

کیوں ہے میرا بجز پرواز مرغ نامہ پر ۔۔ شرح سے مکتوب کے معنی خبر رکھتی ہے شمع

تو ہے غم سے نہ رہا اور میری خاک پر ۔۔ شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع

رہرو سوئے عدم کو حرکت بیجا کی ہے شرط ۔۔ جاں[2] تو فانوس دل ہر شب سفر رکھتی ہے شمع

جس قدر جلتے ہیں تیرے ہجر میں اعضا مرے ۔۔ استخواں میں اس کے کب سوز اس قدر رکھتی ہے شمع

شعلہ پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار ۔۔ واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع

حسن[3] کو اے سوز دعویٰ سلطنت کا گر نہیں ۔۔ سر پر اپنے کس لئے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

۱۔ ر ح ک ۲۔ ر میں دوسرا مصرع یوں ہے "خانۂ فانوس میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع"

۳۔ یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۸۰ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے ۔

"حسن کو سودا جو دعویٰ سلطنت کا اب نہیں"

ردیف غ

١

آتش[1] سے مرا بوجھ سمندر نہ ورے داغ
سوزش میں کہیں اور سے رکھتا ہوں میں داغ

پروانے کے اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
یہ داغ ہوئے عشق کو کب حسن کسے داغ

عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
تجھ عشق سے کب کھا سکے ہر باچہ خیز داغ

اے چرخ نہیں تجھ سے میں خواہاں زر و مال
دل کو تو مرے رکھ نہ غم سیم بسے داغ

بے مہر ہے اس کی سند عشق جو کرشی
عشاق میں دل اپنے کو جب تک نہ کیے داغ

آتا[2] ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار
ہونے چلے ہیں پھر تری چھاتی کے ہرے داغ

٢

ہائے[3] اتنا بھی نہیں غم سے فراغ
جو دل گم گشتہ کا کیجے سراغ

کس آتا تھا چمن میں پوچھیو
آج پھرتی ہے صبا کیوں باغ باغ

آنکھ بھر دیکھا نہ تجھ کو یا نصیب
مرتے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ

سوز کی بلبل کو بس ہے روشنی
گو نہ ہوئے آشیاں کا گل چراغ

١- ر ع ک   ٢- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے تحت درج ہے -
"سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار" (کلیات سودا صفحہ ٨٢)

٣- یہ غزل صرف ع ک میں ہے -

۳

نالے سے میں اپنے نہیں اے رشک پری داغ
کرتی ہے مے دل کے تئیں بے اثری داغ

یاروں کی مجھے سوخت کیا تسمز نوی ہے
ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ

پہنچا کے تری زلف کی بو غیر کسو پاس
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ

جلنے کی تپ عشق میں خو ہو گئی یاں تک
لالہ کی طرح سوز سے رکھتا ہوں پری داغ

جانے کا کسی طرح نہیں دل پہ یقیں ہے
جوں جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ

ہوتا ہے خجل محفل میں پروانے کے آگے
جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

طائر[2] کو میں پرواز میں دیکھوں ہوں جب اے سوزؔ
تب کرتی ہے اپنی مجھے بے بال و پری داغ

۳

ایک[1] دم تو درد کے سہنے سے مجھ کو دے فراغ
اب خدا کو مان مت دے داغ پر بالائے داغ

خار صحرا میں سے پاؤں کے سب ہیں سرخ پوش
اور کوئی خاک پا گم گشتہ دل کا دے سراغ

اور سب باتیں بھلی ہوں اس کی میں دشمن نہیں
پر یہی حیراں ہوں کیوں کر ہے مجھ سے پر دماغ

کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کبھی روشن چراغ
آؤ دیکھو رات دن جلتا ہے میرے دل کا داغ

تا مرا تب دان شاعر نے کہا گلرو اسے
بلبلیں لوٹی پڑی پھرتی ہیں دل میں باغ باغ

میں تو پانے کے نہیں یارو دل گم گشتہ کو
ہاں مگر لوہو کی بوندوں سے ملے شاید سراغ

دل نہیں ہے یہ ہے چھلاوہ ہی میں کل پوچھا اسے
گاہ ابر تیرہ ہے اور گاہ ہے رشک چراغ

غم[3] کے ہاتھوں زندگانی سے بھی جی بیزار ہے
یا الٰہی سوزؔ کے دل کو کبھی تو دے فراغ

۱- ر ع ک ۲- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۸۳ پر درج ہے۔
* طائر کو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں سودا *

۳- ب ع ک -

۵

[1]عشق کیے ہوئے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ

اس لئے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صفیری کا دماغ

ہیں گرا ایسے کی نظروں کا کہ میں خاک پر
یاد کو بھی اب نہیں ہے دستگیری کا دماغ

[2]تجھ سے کتنی ہی کریں دعوی مہدی کا اگر
شیخنا دل کو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

[3]سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعرو
گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

۱- ر ع ک -

۲- یہ شعر کلیات سودا صفحہ ۸۳ میں ہے -

۳- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے تحت صفحہ ۸۳ پر درج ہے-
" پوچھنا اشعار کا سودا کے کیا ہے شاعرو "

ردیف ت

۱

یوں[1] کھب رہا ہے گل کے کلیجہ میں خار حیف — جیتی ہے عندلیب تو اب تک ہزار حیف
صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول — گھبرا گیا نہ اے دل ناکردہ کار حیف
ہر چند چھوٹنے کی توقع نہیں رہی — آتا ہے اب تو دل میں یہی بار بار حیف
ہم کو قفس سے رخصت گل گشت بھی نہ دی — لو پھر چلی چمن سے اے فصل بہار حیف
بے رشک[2] تیرے ہاتھ سے یوں کب تلک رہیں — اک پل بھی دیکھنے نہ دیا روئے یار حیف
کیوں[3] سوز زلف و رخ کی ہوس تجھ سے ہو سکی — غفلت میں یوں گزر گئی لیل و نہار حیف

۲

زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف — مرتے مرتے بھی نہ دکھلایا ہمیں دیدار حیف
میں بھی بندہ* تھا اگر ملتے تو کیا نقصان تھا — پر ترے دل میں نہ آیا حسرت بسیار حیف
لے چلے دنیا سے ہم ارمان تیرے وصل کا — گور سے نکلے گی یہ آواز اے غمخوار حیف
حسن صورت کو ہے لازم میرے پیارے حسن خلق — یہ تری صورت ہے پیاری یہ ترے اطوار حیف
شعر پڑھنا بات کرنا ، مسکرانا اب کہاں — سوز کے منہ سے یہی سنتے ہیں لاکھوں بار حیف

۱- ب ر ع ک ۲- ر اشک ، ب اے گریہ تیرے ہاتھ سے روؤں کہاں تلک -
۳- ب میں مقطع اس طرح ہے -
* کیوں سوز دام عشق کا لیتے ہی مرگئے — عشق بتاں نہ تجھ کو ہوا سازوار حیف *
۴- ب خ ر ع ک -

۳

[1]آپ ہو تو ہرگز نہ رہے کنعاں میں یوسف — ہو غرق ترے چاہ زنخداں میں یوسف

ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجھ کو — پڑھتا فتبارک تو تری شان میں یوسف

آنکھوں میں نظربازوں کی رہتی ہے تری شکل — بستا تھا زلیخا کے دل و جاں میں یوسف

بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن میں — خاموش کہ ہے شہرہ گلستاں میں یوسف

[2]کیا شاہد معنی کا ترے اس میں کہوں حسن — اے سوز چھپے ہیں ترے دیواں میں یوسف

۴

[3]مرغی جو آئی چونچ کے بے داد کی طرف — مائل کئے دل اس ستم ایجاد کی طرف

تصویر بن کے آپ ہی حیران رہ گیا — بیٹھا جو منہ کو پھیر کے بہزاد کی طرف

دیکھے جو ایک آن تری سرو خوش خرام — قمری نہ دیکھے پھر کبھو شمشاد کی طرف

بھاوے نہ گل چمن میں کبھی تجھ کو عندلیب — دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف

حرمت خدا ہی دین کی رکھے آج بخت سے — جاتا ہے شیخ سوز سے استاد[5] کی طرف

۵

[6]ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگماں صاف — دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف

کہتا ہوں میں کہ میری تو تقصیر کچھ بتا — کہتا ہے کہ ہوتی ہے مری تجھ پہ زبان صاف

اس وقت خاکداں میں جہاں کے نہیں غبار — مانند آئینہ کے ہے سب آسمان صاف

کچھ کان میل والے کو دے کر نکال ڈال — گر حق کی بات سنئے تو کر لیجے کان صاف

گر سوز آرزو ہے تجھے وصل یار کی — پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکاں صاف

۱- ر ع ک ۲- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ صفحہ ۸۳ پر درج ہے-
"سودا چھپے ہیں ترے دیوان میں یوسف"

۳- ب خ ر ع ک ۴- ر اس ۵- ر آزاد ۶- ب ر ع ک -

۶

ایک[1] ہی نگہ میں آپ ہوا دل فگار حیف　　عشق بتاں نہ اس کو ہوا سازگار حیف

اے گریہ تیرے ہاتھ سے رونق کہاں تلک　　اک پل بھی دیکھنے نہ دیا روئے یار حیف

بے دور ہی تمام ہوا انتظار میں　　ساقی بجھی رہا یہ ہمارا خمار حیف

گلزار حسن آہ یکایک اجڑ گیا　　چشموں کے آبشار رہے یادگار حیف

دے حکم گریہ کا ہے نہ رخصت ہے آہ کی　　کیوں سوز کس طرح سے نکالیں غبار حیف

۷

رکھتے[2] ہیں نہ ، فلک پہ سبھی اعتماد حیف　　احوال امام کا نہیں کرتے ہیں یار حیف

کوثر جس کے واسطے حق نے کیا ظہور　　وہی تشنہ لب رکھے انہیں ابن زیاد حیف

ہوویں یوں لخت لخت جگر بند مصطفے　　اور شاد شاد ہوویں وہ اہل عناد حیف

فرزند مرتضی کے رہیں نامراد ہائے　　اور بامراد ہوویں یوں اہل فساد حیف

جو داد رس جہاں کے ہیں ....　　بے داد ان پہ ہو نہ ملے ان کی داد حیف

۸

دشمنی[3] کی دوستی میں کٹ گئے دن رات حیف　　ختم خاتم ہوگئی یارب مری اوقات حیف

جن کو اپنا نور چشم و راحت جان تھا کیا　　وہ تو مثل مار ہو بیٹھے ہیں بدذات حیف

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے-

۲- یہ مرثیہ صرف ب میں ہے -

۳- یہ اشعار صرف ر میں ہیں -

ردیف ق

۱

[1] کدھر جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کر اے مہرباں مشفق — بھلا جیتا رہے گا کیونکہ مجھ سا نیم جاں مشفق

مجھے کہتے ہو عشق آہ نے رسوا کیا مجھ کو — کرے گا آہ کس قوت سے مجھ سا نیم جاں مشفق

عزیز و مہربانو دوستو مجھ تک ذرا آؤ — بلا لاؤ اسے نہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق

کہو اس سے تمہاری دوستی کا کون بجتا ہے — رہے گا کس طرح سے رازِ عالم میں نہاں مشفق

کیا تو ذبح لیکن سوز کے خون سے بھرو ساغر — اسے تو موجد کر آنکھیں کرو اب نیم جاں مشفق

۲

[2] دود سے آہ کے ہے گرچہ سیاہ خانۂ عشق — داغ سے دل کے منور ہے یہ کاشانۂ عشق

ہے کشتوں بیچ اسی کو تو ملی سرداری — کاسۂ سر سے دیا جس کے ہے پیمانۂ عشق

خوں سے اپنے وضو کرکے قدم آگے رکھ — شیخ کعبہ نہ سمجھ ہے یہ صنم خانۂ عشق

جب تلک ہوش رہا مجھ میں نہ پایا میں سراغ — لے گئی بے خبری تا بہ درِ خانۂ عشق

دیکھ لو سوز کو اب ورنہ کرو گے افسوس — قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانۂ عشق

۱-۲ ب ر ج ک -

۳

دل[۱] ہوا ہے کون سی جا منزل و ماوائے عشق ۔۔۔ سو تو ہے یہ تنگ غم سے کہیں وہ اب گنجائے عشق

چین ہی دیتا نہیں بیٹھے وہ اٹھتے کیا کہوں ۔۔۔ کیا ستایا ہے مجھے اس عشق نے اور ہائے عشق

عشق ہے تم کو جناب عشق تم کیا ذات ہو ۔۔۔ حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا ہمتائے عشق

عشق کا خیمہ دل عاشق ہے آنکھیں دیکھ لو ۔۔۔ دونوں آنکھوں میں لبالب ہے بھرا دریائے عشق

شیر بھی تھوڑا لہو پی کرکے ہوجاتا ہے سیر ۔۔۔ سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کلیجہ کھائے عشق

بے خبر ہوگا وہی اے سوز شور حشر سے ۔۔۔ جس نے ساقی سے پیا ہو ساغر صہبائے عشق

۴

عاشق[۲] ہزار جان سے ہوں تیرا یہ جان عشق ۔۔۔ اے جان جان ، جان دے کر امتحان عشق

پیتا ہوں روز خون جگر لخت دل کے ساتھ ۔۔۔ کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر مہمان عشق

گو مدعی بھی آہ کرے گو کہ وہ مرے ۔۔۔ واللہ اس سوا نہیں کچھ اور ہی نشان عشق

۱-۲ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

ردیف ک

۱

رونے[1] کو میں تابہ کجا دل سے آئے اشک — نکلے ہے خون چشم سے اب تو بجائے اشک

خون جگر تو چشم سے جو تھا سو بہہ گیا — آتا ہے لخت دل سے چلا اب قفائے اشک

رونے سے باز اب کوئی آتے ہیں مثل شمع — لے سر سے پاؤں تک تم ہمیں تا گھلائے اشک

نظروں سے جو کسی کے گرے بول کیا سکے — ہم نے سنی نہ چشم سے گرتی صدائے اشک

آنکھوں[2] سے ایک دم نہیں ہوتا ہی جدا — اے سوز کیا کروں میں بیاں وفائے اشک

۲

آنکھیں[3] یہ مری پر آب کب تک — اس غم سے دل کباب کب تک

ٹک آنکھ اٹھا ہم بھی دیکھیں — ظالم اتنا حجاب کب تک

سینے دل کا شراب لیے ، جان — ہے ہے اس پر عذاب کب تک

زلفوں کو کھول ٹک مری جان — دل کھائے پیچ و تاب کب تک

چھاتی سے تو سوز کو لگا لے — ہووے نہ یہ باریاب کب تک

۱- ب خ ر ع ک ۲- کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ۹۱ پر سودا کے تخلص کے ساتھ ہے۔
" سودا میں کیا بیاں کروں اب وفائے اشک "

۳- ب خ ر ع ک -

۳

میں[۱] بتاؤں تم کو یارو تم کرو تدبیر ایک — بس ہے مجھ دیوانے کو اس زلف کی زنجیر ایک

دل دھڑکتا ہے مبادا جل نہ جاوے یہ قفس — ورنہ اے صیاد کرلے نالۂ شب گیر ایک

کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ — یار ثابت کر تو مجھ پر تو بھلا تقصیر ایک

اس چمن کی سیر میں کر جا بسر تو اس طرح — چاہئے ہووے نہ تیرا خار دامن گیر ایک

بزم میں تھی تو یوں آزردہ خاطر ہیں بہت — پر[۲] نہ دیکھا سوزؔ سا ہم نے کوئی دل گیر ایک

۴

سنبل[۳] و زلف سیہ کاکل و شب چاروں ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چاروں ایک

دیکھئے کیونکہ بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں — تجھ بن اب درد و غم و رنج و تعب چاروں ایک

صبح خورشید و مہ شمع تیرے چہرے سے — کسب کرتے ہیں ہیں یہ نور کا اب چاروں ایک

باتیں دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی — لب پہ کرواتے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک

شعلہ[۴] و صاعقہ و برق خوشی یار اے سوزؔ — رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

۵

میرے[۵] نالوں سے ہے جہان تاریک — لے زمین تا بہ آسمان تاریک

صفحۂ ہستی پہ مرا جوں مہر — نام روشن تو ہے نشان تاریک

اس میں باوصف ہے چراغ دل — تس پہ ہے زلف مہوشان تاریک

خط کے آتے ہی گویا روشن — چشم عشاق میں جہان تاریک

کیا ہوا شمع سر سے ہے روشن — لیک ہے پائے شمع دان تاریک

۱-۲ ر ع ک ۲- یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۹۰ پر سودا کے تخلص کے ساتھ ہے -
" پر نہ دیکھا ہم نے سودا سا کوئی دلگیر ایک "

۳- ر ع ک ۴- یہ غزل بھی کلیات سودا میں صفحہ ۹۰ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے-
" شعلہ و برق و تجلی و شرر اے سودا "

۵- ب خ ر ع ک -

۶

اشک[1] کب ہوں تیرے مستانے کے خشک　　کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک

اب کے دل میں ہے کہ گوہر رو‌یئے　　ہیں سراسر آپ دکھلانے کے خشک

چوں چوں تیرے منہ شاید لگا　　ہونٹ[2] پوچھی ہیں گے پیمانے کے خشک

زلف کے پیچوں میں کیا جا کر رہیں　　یا الٰہی ہاتھ ہوں جانے کے خشک

سوزؔ محبوبوں میں ہے تم دیکھ لو　　شمع گریاں چشم پروانے کے خشک

۷

در[3] پر اس کے نہ جاؤں کب تک　　مرنے سے جی چراؤں کب تک

سر کاٹ کے پاؤں پر سے واروں　　روکو نہ میں ستاؤں کب تک

ہے آٹھ پہر مرے مقابل　　ایسی صورت بھلاؤں کب تک

کیونکہ دیکھوں گا پھر اسے ہائے　　آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک

بے بس کا بس یہی کہ رو دے　　دریا دریا بہاؤں کب تک

سینہ سے جوئے خوں رواں ہے　　زخم پنہاں چھپاؤں کب تک

یارب دل ہے اسے سنبھالے　　غم سے اس کو بچاؤں کب تک

کیوں غم تیرے دل میں نہ آیا　　ایسے دل کو کڑھاؤں کب تک

کہتا ہیں اب تو سوزؔ سے میں　　یہ غم نہ کچھ اسے سناؤں کب تک

۱- ب خ ر ع ک -

۲- گلشن ہند صفحہ ۱۵۸ - " ہونٹ کچھ بے ڈھب ہیں "

۳- ب ر ع ک -

۸

تو[۱] نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک　　تیرے غم سے نہیں ہوں سینہ چاک

تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ؟　　دود اس کا نہیں ہے تا افلاک ؟

تو نے میرا نہیں چرایا دل　　ڈالتا کیوں ہے میری آنکھ میں خاک

روز محشر تو دیکھیو ظالم　　یہ مرا سر ہے اور ترا فتراک

واں بھی یہ ظلم تو مکر جانا　　کیا لگے ہے تو ایسا ہی بے باک

کہو یارب کہ سوزؔ جھوٹا ہے　　میں کہوں گا کہ سچ ہے روحی فداک

۹

مجھ[۲] کو تہمت مت لگا پھر خدا تو اے فلک　　ہاتھ بھی پہنچا نہیں اب تک مرا داماں تلک

ہاں مگر تقصیر یہ کی ہے کہ یک شب باغ میں　　رخنہ دیوار سے دیکھی ہے ظالم کی جھلک

اس گنہ کا جو ترے دل میں ہو سو تو کر سلوک　　لے گیا ہوں اس شرابی کے لئے میں دل گزک

اور بھی اک بات یاد آتی ہے ہاں جھوٹا نہیں　　جو گیا میں پاس اس کے اٹھ چلا دامن جھٹک

اتنی بے ادبی ہوئی مجھ سے کہ میں پیچھے لگا　　یعنی دل کو ہاتھ سے اس کے میں لے بھاگا اچک

دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دور　　اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پاؤں آگے چل سرک

رہ گیا اپنا سا منہ لے کر قدم پیچھے پڑھا　　ہر قدم پر مارے خجلت کے میں رہتا تھا ہجھک

اس گنہ پر جو ترے جی میں ہو اے چرخ کہن　　اپنے اس دل سوزؔ کو تو ہاتھ میں رکھ یا پٹک

اور تو جتنی ادائیں اس کی ہیں، میں کیا کہوں　　پر قیامت تک نہ اس کی بھولے گی "دت اور بک"

۱-۲ ب خ ر ح ک -

۱۰

لخت[1] جگر جو آنکھ سے نکلے اشک اشک   بے چین کردیا مے دل کو کھٹک کھٹک

میری بھی مشت خاک کا تک پاس دے ضرور   اے جامہ زیب چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک

یہ ناز یہ کرشمہ کہاں ہے تدرو میں   چلتا ہے جس ادا سے وہ پیارا لٹک لٹک

نکلا چمن کی سیر کو وقت سحر کبھی   زلفوں کی لی صبا نے بلائیں چٹک چٹک

کیفیت شراب سے سرخوش نہیں ہیں ہم   پیتے ہیں خون دل کی صراحی غٹک غٹک

غارت کیے جہاں کو تری چشم ترک پھر   عاشق سے دل چھڑا لیے وہ ابرو مٹک مٹک

توڑیں گے کوہ غم کو عدم کی مدد سے سوز   فرہاد ہم نہیں جو مریں سر پٹک پٹک

۱- یہ غزل ع میں ہے -

ردیف ل

۱

جان[۱] دل بھائی دل اور مہربان دل
مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل

نہ جا تو پاس سے میرے مری جان
اے میرے دوست میرے مہربان دل

خدا جانے کہاں تو گر رہے گا
نکل سینے سے مت او ناتوان دل

یقین میرا ہے تیری دوستی پر
تو مجھ سے کیوں پھرا او بدگمان دل

نہ ڈھونڈھو چھوڑ تو پہلو میں دل کو
وہ پہنچا بھی کبھی کا لامکان دل

محبت تو ہر گھڑی مت سوز سے پوچھ
کہاں تو اور کہاں میں اور کہاں دل

۲

اے[۲] میرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال
آنکھ تو کھول چونک میرے لال

کس نے یہ خود کیا تجھے ہائے
کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال

کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق
یہ میں جان مت لے یہ جنجال

بے وفا ہیں جہاں کے محبوب
بے مروت ہیں یہ زبون خصال

پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر
پوچھے کرتے ہیں جان کا یہ سوال

میرے کہنے کو مان لے ہائے
ورنہ کہہ دوں گا سوز سے فی الحال

لے لو آیا ہے اب خدا حافظ
مرحبا مرحبا تعال تعال

۱-۲ ب ر ج ک -

۳

کوئی بتلا دے مجھ کو کیا ہے دل[1] دیو ہے، بھوت ہے، بلا ہے دل
چین دیتا نہیں کسی عنوان آپ ہی آپ کچھ خفا ہے دل
کھا گیا مجھ کو ایک لقمہ کر یہ نہنگ ہے یا اژدہا ہے دل
بھید کھلتا نہیں کبھی اپنا جانئے کس کا مبتلا ہے دل
سوزؔ کیا بات تم نے دل کی کہی ان دنوں سخت بے مزا ہے دل

۴

یارو[2] تم کو کہیں ملا ہے دل سچ کہو کس طرف گیا ہے دل
وہ تو سینہ سے بھی نہ نکلا تھا کس گلی سے نکل گیا ہے دل
پوچھو تو آنے جانے والوں سے کن نے دیکھ جا بجا ہے دل
اے عزیزو میں تم سے پوچھوں ہوں[3] کس کا تم(میں) سے آشنا ہے دل
صاحبو تم دعائے خیر پڑھو سوزؔ کا آج گم ہوا ہے دل

۵

نہ[4] یاں دکھلائی دیتا ہے نہ واں دل کہاں میں اور کہاں وہ اور کہاں دل
سنو صاحب، سنو میری ذرا بات مجھے لے جا اسی جا ہے جہاں دل
خدا جانے ہے کیا شوخ سے آج اے میرے لال میرے بے زبان دل
تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل
تجھے کچھ بد کہا یا تند بولا تو کیوں آزردہ ہوتا ہے میاں دل
بھلا میں سوزؔ سے پوچھوا منگاؤں کہ تو نے کیوں لیا نامہرباں دل

۱- یہ غزل صرف ب میں ہے - ۲- ب ر ع ک ۳- یہ شعر صرف ب میں ہے-
۴- ر ع ک -

۶

ہوا[1] کس سنگ دل کا آشنا دل — کہاں جاتا رہا ہے گا مرا دل

ملا جا آپ، مجھ کو تنہا چھوڑا — یہی ہی ہوتا ہے دنیا میں بھلا دل

سنو یارو ذرا سمجھاؤ اس کو — ہوا کہیں بے وفا کا آشنا دل

نہیں ہے اس زمانے میں کچھ امید — میں کہتا تھا اسے ہے یہ مرا دل

جو مجھ سے ایک دم ملتا نہیں آہ — بھلا دل آفریں دل مرحبا دل

نہ آیا روبرو میرے وہ گاہے — تمنا میں اسی کے مر گیا دل

یہی حیران ہوں وہ شوخ کیونکر — بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل

عزیزو، دل کا مت احوال پوچھو — کہوں کیا تم سے ہے کس جا مرا دل

پڑا ہے ایک کوچے میں اکیلا — وہ صاحب زادہ میرا میرزا دل

بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھوکر — اب آیا چین ظالم لے گیا دل

نہ کر ناصح نصیحت مجھ کو دیکھو — ترے ہاتھوں سے جلتا ہے مرا دل

میں اپنا جانتا تھا اس کو افسوس — گیا کس طرح سے دے کر دغا دل

گیا قاتل کے سینہ سپر کر — نہ صاحب سوزؔ کا بھی ہے بڑا دل

۷

اے[2] غم یار تو مت کیجیو اندیشۂ دل — ٹھیس لگ جائے گی نازک ہے بہت شیشۂ دل

ایسے میدان میں آہوئے حرم کا کیا کام — اسد اللہ کے میدان کا ہے یہ بیشۂ دل

تو ہی کر لذت شیریں کے لئے کوہ کنی؟ — ناخن دست حنائی ہے یہاں تیشۂ دل

۱- ب غ ر ع ک -

۲- یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

۸

کبھی[1] کا لے گیا وہ دل ربا دل ‌‌ نہ پوچھو میں کہاں اور وہ کجا دل
کروں کس منہ سے میں تعریف اس کی ‌‌ کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل
نہ چھوڑا مرتے مرتے ساتھ اس کا ‌‌ خوشا دل آفریں دل مرحبا دل
جسے دیکھا وہیں بیٹھے ہوئے بس ‌‌ کسی کا ہو نہ ایسا بھر بھرا دل
نہ صاحب عشق کے میں پاؤں پوجوں ‌‌ جو عاشق ہیں انہوں کا ہے بڑا دل
میں بے چارہ ضعیف و ناتواں ہاں ‌‌ میں کیا اور کون سا ایسا مرا دل
کہ عاشق ہوں کسی بانکے صنم کا ‌‌ وہ کیا کھا کر کرے گا بے مزہ دل
ولی اے سوز ہے تجھ میں بری خو ‌‌ لگاتا تو پھرے ہے جا بجا دل

۹

خداوندا[2] کدھر گم ہو گیا دل ‌‌ گیا کیا آپ مجھ کو کھو گیا دل
یہ دل تھا یا کہ اک ابر کرم تھا ‌‌ کہ چلتے چلتے مجھ پر رو گیا دل
بھلا اعجاز تم نے دل کا دیکھا ‌‌ کہ جو قطرہ گرا سو ہو گیا دل
بہت محنت سے آیا ہے مرے ہاتھ ‌‌ بندھی مٹھی نہ کھولو لو گیا دل
پڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے ‌‌ اب آیا چین کہیں بد خو گیا دل
نہ آہ سرد ہے نے نالۂ گرم ‌‌ کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل
خدا کے واسطے مت ہٹ کیا کر ‌‌ کبھی کا کوئی چھپ کر لے گیا دل

۱۰

تو[3] ہی یا تنگی اے دل اے دل ‌‌ و یا کام نہنگی اے دل اے دل
دیے مارا بیا سنگا اشتی آ ء ‌‌ مگر تھید فرنگی اے دل اے دل

۱-۲ ر ع ک ۳- یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

۱۱

کون[۱] بخشائے میں اس سے گنہ گاری دل
غیر حاضر (میں) رہا باعث بیماری دل

کس سے جا آہ کہوں اپنی میں ناچاری دل
اب بجز نالہ کرے کون گرفتاری دل

مو بہ مو شانے کو اپنا بھی کیا محرم راز
زلف کیا جانے بلا کیا ہے گرفتاری دل

مجھ سے تو کچھ (کہے) گیا شام تلک آنا حسن
صبح تک پھر نہ پھرا دیکھیو عیاری دل

شکوہ کیا اس کے سلوکوں سے کروں اے محرم
ذلت اپنی میں کہوں خلق میں ناخواری دل

گریۂ چشم پہ میں نہ اسے رحم آوے
کام بے مہری پہ اس کی نہ کیے زاری دل

جس کو دیکھا سو گرفتار اسی کا دیکھا
اب بھلا کس کو میں دکھلاؤں گرفتاری دل

ہم مسیحا سے کبھی منت بے جا نہ کریں
یار بن روح بھی لاوے نہ بیماری دل

سوز تو بے خبر بادۂ غفلت ہے پڑا
آہ اب کون کرے آ کے خبرداری دل

چھوڑیے یادی میں تنگی نہ جو وہ شوخ اے سوز
خاک سے آئے مری بوئے وفاداری دل

۱۲

اے[۲] سوز وہ دیکھ آتا ہے قاتل
ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل

دین و دل و جان صبر و تحمل
سب کو لیا لوٹ اس پر ہے یہ دل

کس کس کو روؤں میں یاد کر کر
ہے چشم ، ہے اشک ، ہے آہ ، ہے دل

ناصح عبث تو دیتا ہے تسکین
تیری نصیحت ہے زہر قاتل

کچھ میں ہی تنہا عاشق نہیں (ہوں)
دیکھی سے میں کیا تجھ کو حاصل

کوچے میں اس کے دیکھوں پڑے ہیں
مجروح ، مذبوح ، مقتول ، بسمل

۱-۲ ر ع ک -

۱۲

مرا[1] لگتا نہیں اے باغباں تیرے چمن میں دل — لگے کیوں کر کسی کا یار بن سرو سمن میں دل

جلے ہے شام سے تا صبح ہم بزموں میں اپنے — جلے ہے شمع کا جس طرح[2] تیری انجمن میں دل

کہا مت کر مجھے حرف درشت اے شوخ سنتا ہے — نظر آیا ہے، اکثر ٹوٹ جاتے اک سخن میں دل

جو تو سیر چمن میں ساتھ رہتا ہے تو شادی سے — سماتا ہی نہیں جو غنچہ میرے پیرہن میں دل

نہیں وہ سوزؔ جو مرنے کے بعد از بھی تجھے بھولے — پڑا تڑپے گا تیری یاد میں اس کا کفن میں دل

۱۳

آتا[1] ہے وہ مست حیا مینائے صہبا در بغل — لیتا ہے دل اس کی بلا باصد تولّی در بغل

احوال میرا یہ ہوا پرواہ کچھ اس کو نہیں — رکھتا ہے اپنے لب میں وہ لاکھوں مسیحا در بغل

اے ابر تو مت گڑگڑا گو قطرہ ہو تیرا گہر — ہر قطرہ میرے اشک کا رکھتا ہے دریا در بغل

آتا ہے وہ جو مہ لقا ہے دیکھنا تو دیکھ لو — جس کے ہر اک غمزہ میں ہے سو سو تماشہ در بغل

کیا قیس اور فرہاد تھا[2] عاشق ہوا سوز کو — ہر ہر قدم میں جس کے ہے سو کوہ و صحرا در بغل

ہوں گرچہ خاموشی میں میں گریاں بہ رنگ ابر تر — روتا نہیں تو کیا ہوا رکھتا ہوں دریا در بغل

گاہے ترا گلزار ہے گہ بوسے بھی بیزار ہے — گہ غنچہ ہے گاہے صبا دل، یا تماشا در بغل

ہوں گرچہ میں تنگ حوصلہ پر دل میں جو کچھ ہے سو ہے — ظاہر میں ذرہ ہوں مگر ہے ریگ صحرا در بغل

ہے پاس تیرا دل ربا ملتا نہیں کہیں اس سے جا — اے سوزؔ تجھ کو کیا ہوا مت رکھ تمنا در بغل

۱-۲ ر ع ک ۔

١٥

جب[1] تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل — بلبل نے گل کو دے کے تجھے لی رسید گل

آنے سے تیرے باغ میں ہے آج بسکہ خوشی — نوروز عندلیب کہوں یا میں عید گل

ساقی تلاش بادہ میں مطرب بفکر ساز — بلبل ہے غرق زمزمہ سن کر شنید گل

جوں لالہ داغ داغ ہے دل تشنہ اب ہمیں — رکھنے کی اس چمن سے ہے سو ہر امید گل

جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اس جگہ — لائق نہیں جو کیجئے گفت و شنید گل

بندہ میں بے درم ہوں ترا اس کو جان لے — بلبل چمن میں دہر کے ہے زر خرید گل

نسبت نہ کر تو مرغ چمن ساتھ سوز کو — بسمل یہ آپ کا ہے ترا وہ شہید گل

١٦

جاتا[2] ہے دل تو جائیو ہشیار آج کل — چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل

خنجر[3] مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابروان — مجروح کس سے ہے یہ دل زار آج کل

کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیر وصل — مرتا ہے تیرے غم میں یہ بیمار آج کل

گر زمزمہ یہی ہے ہمارا تو ہم صفیر — ہوتے ہیں اس چمن میں گرفتار آج کل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر — اے یار ہم تو پہنیں گے زنار آج کل

عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہنچ شتاب — لٹتا ہے اس چمن سے یہ گلزار آج کل

گر ہے یہی سلوک ترا ہم سے اے صنم — بت سے کرے گا برہمن انکار آج کل

مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے — مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آج کل

تیری زبان سے عہدہ برا کیونکہ ہو کوئی — اے سوز ہے جو کچھ تری گفتار آج کل

١- ر ع ک ٢- ب خ ر ع ک ٣- خ کیا خنجر مژہ سے کہ تیر نگاہ سے -

۱۷

دیکھیو قدرت کہ پہنچے تھے جنہوں سے مل کے مل[1] - زیب دستار ستم کیشاں ہے ان کی گل کے گل

باقد خم گشتہ اب تنگ ہے اسپ زیستی
چونک اے غافل کہ تیرے سر پہ آیا پل کے پل

چٹ کرے دنیا کو بے کام و دہن اک آن میں
مرگ وہ پر خور ہے لقمہ میں جس کے کل کے کل

ہوگا اس میزان میں پاسنگ اعمال جہاں
حشر میں بیٹھیں گے جب مقتول اور قاتل کے تل

گلشن دنیا میں گر ہیں خار دامن گیر ہیں
غنچہ ساں دل گیر مت رہ مثل گل تو کھل کے کھل

سوز کو کہتے ہیں/سب کل سے کہا دستقل مکاں
ہم بھی جاویں گے خبر لو کب ہیں اس عاقل کے قل

۱۸

کوچہ یار میں ہر ایک کو جانا مشکل[2]
جیتے جی واں سے ہے رستم کو پھر آنا مشکل

نقش پا ہوکے پڑا ہوں (میں) تیرے کوچے میں
جز فنا مجھ کو تو اے یار اٹھانا مشکل

بے گنہ قتل کئے ہم سے ہزاروں اس نے
ایسے قاتل سے دل و جان بچانا مشکل

یار کے پاس میں کس طرح سے پہنچوں قاصد
پہنچنا اس تلک آسان ہے ، آنا مشکل

سوز گر اپنے تئیں بھولے تو بھولے لیکن
تیری تصویر کوئی دل سے بھلانا مشکل

۱۹

شتابی چل مے مخمور آبی لے شراب دل[3]
میں تیرے واسطے بھونے ہیں کیا اچھے کباب دل

یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں (کہتا)
دلا ، ورنہ اٹھا سکتا ہے کوئی پیچ و تاب دل

تل اوپر ہوں زمین و آسماں یک آن میں دونوں
اگر ظاہر کروں عالم میں اپنا اضطراب دل

ہمیشہ میں آہ و سوز سے جلتا ہی پھرتا ہے
الٰہی حشر کو کس منہ سے (میں) دوں گا جواب دل

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ب صورت کو ولے دل سے بھلا دا مشکل ۴-* غزل صرف ع میں ہے-

من يشيد بعظائهم ويستقصى نواحى مجدهم، بل قد دعتهم العصبية أحيانا أن يتزيدوا فى نواحى هذه العظمة، ويعملوا الخيال فى تبرير العيب وتكميل النقص تحميساً للنفس وإثارة لطلب الكمال. أما نحن فقد كان بيننا وبين عظائنا سدود وحواجز حالت بين شبابنا وجمهورنا والاستفادة منهم . . . »

فهذه السدود كثيرة فى الشرق، كثيرة فى العصر الحاضر حيث كان، وهى التى تجيز لنا — بل تفرض علينا — أن نوفى العظماء حقهم من التوقير، وأن نصورهم كما خلقهم الله، ثم لا علينا أن نرفع الصورة حيث شئنا بعد الصدق فى التصوير؟

عباس محمود العقاد

۲۰

اب[1] تو ہے سینہ میں حسرت جائے دل ‏ تو کدھر جاتا رہا ہے ہائے دل

شیخ کو مسجد مبارک ہو مجھے ‏ بارگاہ حضرت والائے دل

ذرے ذرے میں ہیا تو ہی جلوہ گر ‏ چور ہے گو غم سے ہستی مجائے دل

کون لے دے گا اسے کیا سمجھئے ‏ ہے متاع قلب یہ سودائے دل

دور ہو ناصح کہیں بہ جائے گا ‏ جوش میں ہے اس گھڑی دریائے دل

کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ ڈھنگ ‏ داغ کا اب تو وہ ہے بالائے دل

بس غزالو اب یہاں سے رم کرو ‏ میں مجنوں کی ہے جا صحرائے دل

کچھ نہ کی تاثیر میں سوز نے ‏ لوٹتا ہے[ں] گرچہ زمیر پائے دل

۲۱

آتا[2] نہیں ہوں آج میں ماور دماغ گل ‏ آیا ہو گلعذار مگر سیر باغ گل

گل دیکھئے . . . . رشک کی آتش سے آج تو ‏ روشن ہے عندلیب کے گھر میں چراغ گل

ہم رنگ بھی ہوا نہ گیا دل ستی حسد ‏ لالہ کے دل میں رشک سے دونا ہے داغ گل

آتا ہے کس طرف ستی جاتا ہے کس طرف ‏ پایا نہیں کسو نے جہاں میں سراغ گل

باصد ہزار خار ہے خنداں و شاد شاد ‏ اے سوز خوب تر ہے معاش فراغ گل

۲۲

کہاں[3] پھرتا ہے واہی ہر گھڑی تو کریہ کوائے دل ‏ کہیں اڑ جائے تو، تو ہووے جھگڑا ایک سوائے دل

یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے ‏ تو ایسی چال چل جس میں رہے آبروئے دل

تجھے سمجھائے جتنا سو دونا تو بگڑتا ہے ‏ ہے میں آرزو تو یہ تو ہووے نیک خو اے دل

نہ دن کو پاس آتا ہے نہ شب کو کیا کروں بھائی ‏ جو تو دہلا کہیں بیٹھے تو کیجے گفتگوائے دل

پھرو جب تک تمہارے پاؤں میں طاقت بہت اچھا ‏ کبھی تو سوز کے بھی جاوگے تم روبرو اے دل

۱-۲-۳ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۲۲

دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھاتا ہے گل[۱]   بلبلوں کے غل سے کیا کیا جی میں شرماتا ہے گل

یہ تصدیع میں نے پوچھا ہے بجاے برگ میں   دیکھ تیری شان کو دہشت سے چھپ جاتا ہے گل

لے کے شبنم، حسد میں پانی بھر رہا ہے شوق سے   دیکھ تیرے رو کو خمیانی پہ اکتاتا ہے گل

بوئے الفت مجھ کو آتی ہے چمن سے آج کیوں   گل بدن کو دیکھ کر شادی سے کھل جاتا ہے گل

(آشیاں) تیرے سبب سے باغباں ہم نے لیا   .... مجھ کو کیا بھاتا ہے گل

عندلیبوں کا مچا ہے غل خبر لیجو شتاب   دیکھیو کس کس طرح کے رنگ سے آتا ہے گل

اے عزیزو سوز کو تکلیف مت دو باغ میں   اپنے گلرو کا ہے عاشق اس کو کب بھاتا ہے گل

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

ردیف م

۱

جب[1] سے ہوا ہے ساز تمہارا سشیر چشم — مرتے ہیں بے اجل وہ جو ہیں گے اسیر چشم

جو ہے سو مانگتا ہے کہ دے بھیک اک نگاہ — آفاق ہو گیا ہے بھائے فقیر چشم

آنکھوں میں تھا غبار سے دور ہو گیا — جوں سرمہ خاک پا ہے تری دستگیر چشم

بچتا رکھ آپ کو نظر بد سے غیر کی — مرہم پذیر یار نہیں زخم تیر چشم

آتا ہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہووے غرق — امڈے ہے تیرے غم سے یہ ابر مطیر چشم

ہم چشم تیری نرگس شہلا ہے باغ میں — آب رواں چمن میں ہے میرا نظیر چشم

جب سے ہے اس کے پنجۂ مژگاں میں دل مرا — اے سوزؔ مجھ پہ رہتی ہے کیا دار گیر چشم

۲

ہٹا[2] ہے دل پہ، تو لے تجھ کو میرے جی کی قسم — میاں خفا نہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم

خدا کے واسطے اک جام اور دے ساقی — چرا نہ آنکھ تجھے مرتضی علی کی قسم

دل[3] اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مدہوش — ذرا سنبھل تو تجھے میری بے خودی کی قسم

نہ[4] مان یار رقیبوں کا تو کہا ہرگز — میں بارہا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم

جو[5] دل لیا تو لیا اس کا کیا [6]پرکھا ہے — جو جان مانگے تو دوں مجھ کو اپنے جی کی قسم

جو[7] اب کی سوزؔ مرا جی بچے ترے ہاتھوں — تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشقی کی قسم

۱- ورع ک ۲- ب ر ع ک ۳-۴ یہ شعر ب میں نہیں ہے ۵- یہ شعر صرف ب میں ہے۔
۶- ب بکھیڑا ۷- ب میں دو شعر اس طرح ہیں -

جو اب کی عشق بچالے مجھے تو پھر گاہے — نہ کیجے عاشقی واللہ عاشقی کی قسم

جو اب کی عاشقی کے ہاتھ سے چھٹا تو کبھی — نہ عاشقی میں کروں مجھکو عاشقی کی قسم

٣

سنا ہے اپ[1] تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم — لکھا ہے وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم

ہمیں دعوی محبت کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں — جفائے صبر یہ دل پر ہو جوں ایوب دیکھیں ہم

ہوئے ہیں غرق ہم جس طرح آب چشم میں اپنے — بھلا اے ابر ہیں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوز دل بجز پروانہ اے ظالم — تجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم

نکھوتوں سے نگہ کرتے ہو تم آئینہ پر اکثر — مزاج آیا ہے ایدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہوئے جو کوئی تجھ خو تجھ سا — ترا دل راغب اس پردہ ترا مرغوب دیکھیں ہم

تیے در سے تو اٹھ جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جس سے — جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم

نہ[2] دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے — جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

خوشی[3] ہو سوز کو کب حور کی صحبت سے اے واعظ — وہ دن ہو دخت رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

٤

پیتا[4] ہوں یار دوست میں ہر صبح و شام جام — بے یاد دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام

کہیں شیخ جی اس کو منہ نہ لگاؤں میں کس لئے — لاتا ہے لب سے یار کے ہردم پیام جام

رہتا مثال جام دھن وا تمام عمر — دیتا نہ زخم دل کو اگر التیام جام

اے[5] شمع سرکشی نہ کر اتنے فروغ پر — ہے کلبۂ فقیر کا بدر تمام جام

ویران ہوئی تھی مملکت جم ہی ، ہے ستم — کرتا نہ جلو آئے کا گر انتظام جام

تھے[6] وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے — جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے جام جام

١- ر ع ک ٣- کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ٩٥ پر سودا کے تخلص کے ساتھ ہے -
" خوشی سودا کو کب ہے حور کی صحبت کی اے زاہد "

٢- کلیات سودا صفحہ ٩٥ -

٣- ر ع ک ٥- یہ شعر کلیات سودا صفحہ ٩٩ میں ہے-

٦- " سودا تھا وقت نزع کے کلمہ کا منتظر " کلیات سودا صفحہ ٩٩ -

۵

واعظ[1] نہ کر تو بے ادبی سے کلام جام | دھو منہ گلاب سے تب لے تو نام جام

انصاف کرکے دیکھ تو کس کس کے منہ لگا | عزت ہی سے بسر ہوتی ہے صبح و شام جام

ہر دم بغل کے شیشہ سے آتی ہے پیشوا | یاں تک کیے ہے دختر رز احترام جام

بزم جہاں میں اس کی ہے توقیر اسقدر | اب دست گلرخاں پہ ہے ہردم خرام جام

اس کا زیادہ کیا میں کہوں اس سے مرتبہ | جس کو کہے ہے سوز کہ ہم ہیں غلام جام

۶

دل[2] میں کھٹکے ہے پڑا اے یار میرے خار غم | سینۂ مجروح میں پھولا ہے اب گلزار غم

آج سے دنیا میں کچھ ہے وہ ہمارا روشناس | چشم وا خواب عدم سے کی سوئے دیدار غم

اس سوا مونس نہیں رکھتے ہم آپس میں کوئی | غم مرا غم خوار عالم میں ہے میں غم خوار غم

کب رہا ہر چند میں دل کو نہ باندھا اس زلف سے | پر یہ کافر بس کہ چھوٹے تھا کوئی زنار غم

پھر نہ کھینچے سوز کے دل کو سوئے عیش و طرب | گر تو سمجھے ناصحا یک ذرہ بھی اسرار غم

۷

ٹکرائیں[3] سنگ سے سر ہو ہم کنار ہم تم | روئیں گلے گلے لگ اے آبشار ہم تم

دیکھیں[4] تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم | آنسو بہائیں بہ بہ ابر بہار ہم تم

میرا بھی سرو مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری | نالے کریں نہ یکجا ہیں سوگوار ہم تم

دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ | اے لالہ دل[5] کے کرلیں اپنے شمار ہم تم

تو دیکھ میرے دل کو میں تیرے دل کو دیکھوں | دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم

تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا | اے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

۱۔ ب ر ع ک ۲۔ ر ع ک ۳۔ ب ر ع ک ۴۔ یہ شعر صرف ع میں ہے۔
۵۔ ر ک آج۔

۸

نہ[۱] مجھ کو خاص سے مطلب ہے کچھ نہ عام سے کام
کوئی ہزار کہے مجھ کو اپنے کام سے کام

رقیب اب تو ہیں سرگرم تیری خدمت میں
کبھی تو ہووے گا تم کو بھی اس غلام سے کام

یہ ننگ و نام مبارک رہے تجھے اے شیخ
مجھے نہ ننگ سے کچھ ننگ کچھ نہ نام سے کام

میں اپنی وضع کو کاہے کو چھوڑوں لے کے نہ لے
وہ پھر کے دیکھے نہ دیکھے مجھے سلام سے کام

۹

گر[۲] گر پڑیں ہیں وضع شرابی وہ گام گام
گر طفل اشک کو نہ رکھیں اپنے تھام تھام

شاید کہیں وہ دیکھ ہوا ہے منظر پڑی
خورشید اپنے واسطے پھرتا ہے جام جام

زنار جس نے اپنی رگ جان سے کسا
اس برہمن کو میری طرف سے ہو رام رام

ان عاشقوں کا حال کبھی استفسار کیجے
تو جی کباب ان میں نکل آئیں خام خام

جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کباب
سو سوز دروں ہاتھ سے ملتا ہے جام جام

۱۰

دیکھ[۳] کیے جہان کا اک دم
پھر تو آگے [ہے] پھر ملک عدم

تیرے من میں ہے تیرے تن میں ہے
تجھ سے باہر نہیں ہے ایک قدم

یار کو تو جدا نہ آپ سے جان
وہ تو ہوتا نہیں جدا اک دم

آئینہ سا صفا تو کر دل کو
دیکھ تو اس میں کون ہے ہمدم

یہی کہتا ہے فارسی میں سن
من دروں دل تو می باشم

جھانک تکا اپنے دل کو یار عزیز
تیرے دل ہی میں دونوں ہیں عالم

ڈھونڈھتا ہے جسے تمام جہان
وہ ہمیں مفت مل گیا جم جم

بات میری نہ تو سمجھ واعظ
جھوٹ کہتا نہیں [ہوں] تیری قسم

۱- ب خ ر ع ک ۲- یہ غزل صرف ع ک میں ہے - ۳- ر ع ک -

۱۱

ناصحو[۱] دل کس کنے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم
کہیں دیوانے ہو گئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم

مدت ہوا میری طرف آہستہ کا بوسہ لیا
واہ واہ اچھی طرح سے روز ڈھکاتے ہو تم

ایک تو میں آپ ہیں بے زار اپنی جان سے
دوسرے بک بک کے میرے جی کو کیوں کھاتے ہو تم

اے کبوتر ، اے صبا ، اے نالہ اے فریاد آج
کہیو دلبر سے اگر کوچے تلک جاتے ہو تم

مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہ دوں پیتا شراب
میں تمہارا دوست یا دشمن کہ شرماتے ہو تم

رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے
جھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم

اور جو بیٹھے رہیں تو اس سے تم محظوظ ہو
جب ہمیں آتے ہیں تو گھبرا کے اٹھ جاتے ہو تم

سو جی اب آرام سے بیٹھے رہو جاتے ہیں ہم
پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو جھنجھلاتے ہو تم

سوزؔ کا دل خوش ہوا جاتا ہے وعدہ سے میاں
پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

۱۲

اندوہ[۲] سے تیرے مر گئے ہم
کیوں کر نہ روئیں گھر گئے ہم

کاہے کو گھورتا ہے ظالم
کچھ لے کر ترا مکر گئے ہم

بس بس آنکھیں نکال مت واہ
ایسے غصہ سے ڈر گئے ہم

دل تھا سو تجھ کو سونپ بیٹھے
لے جان سے گذر گئے ہم

راتیں رو رو کے سوزؔ کی طرح
دن زیست کے اپنے بھر گئے ہم

۱-۲ ب ر ج ک -

۱۳

اے[1] گل صبا کی طرح بچھے اس چمن سے ہم — پائی نہ وفا کی بو نہ تیری پھبن میں ہم

شیشہ کی طرح شام سے رو رو کیے تا سحر — خالی کیے ہیں دل کو تری انجمن میں ہم

فانوس بیچ شمع جلے جس طرح ہمسوز — جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم

کرنے کو وصف طول تری زلفوں کا یو صنم — پھیرے خدا ہی جانیں جو فکر سخن میں ہم

شعلہ[2] اٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو اے سوز — بھٹی کی طرح جل گئے کچھ دس ہی من میں ہم

۱۴

خدا[3] کے واسطے اے تند خو نہ ہو بدنام — یہ خوں بے گناہاں کرکے تو نہ ہو بدنام

نہیں ہے خوب صنم قتل عاشق بیدل — اٹھا دے دل سے تو یہ آرزو نہ ہو بدنام

جہاں میں ہوگی خبر میرے خون عاشق کی — یہ بات جان لے تو کسیکو نہ ہو بدنام

لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک کوچے میں — ستم کی تیغ کو دے شست و شو نہ ہو بدنام

برا کہیں گے تجھے خلق کے وضع و شریعت — قبول سوز کی کر گفتگو نہ ہو بدنام

۱۵

آہ[4] پلکیں تو خوں سے گئیں جم — وصل میں یہ مرا لگا ہے غم

مت کرو بات بار بار تکرار — اس کے غصہ کا زور ہے عالم

کس سے یارب کہوں حقیقت حال — غیر نالہ نہیں کوئی ہم دم

بعد الحمد دیکھیو قرآن — ہے الف ، لام ، م یعنی الم

آخر اس کے ہے سوز غور سے پڑھ — سورہ غم لکھی بصورت قسم

۱- غ ر ک ۲- کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے -
" سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو "

۳- ر ع ک ۴- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۱۶

خموش[1] (یار) کی مجلس میں خصم ماں ہیں تمام — مثال شمع جلانے کو یک زباں ہیں تمام

جنھوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی — ہمارے عیب کے چننے کو نکتہ داں ہیں تمام

میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ — نہیں ہے غیر کوئی سبھی مہرباں ہیں تمام

۱۷

مرا[2] احوال دل کس کو ہے معلوم — کیا کیا ہے اس جگر میں سر . . . .

ہمیشہ خوں دل ہے میں خوراک — ولے پیاسوں کو رکھتے ہیں یہ محروم

زمانے میں سخی کہتے ہیں تجھکو — تو بوسہ بھی نہیں دیتا ہے اے شوم

کہوں کس سے کوئی سنتا نہیں اب — ترے غم نے مچائی ہے بڑی دھوم

نکلتا ہی نہیں یہ دل سے باہر — کہ اس کے پانو لیں حلقوں سے میں چوم

کہوں منت سے یہ خدمت میں غم کی — کہ میں خادم ہوں تو میرا ہے مخدوم

ولے اب جان بخشی سوز کسی کر — کہ تیرا ہی کہایا جگ میں معصوم

۱- یہ غزل صرف ر میں ہے۔

۲- یہ غزل صرف پ میں ہے۔

ردیف ن

۱

دلؔ[1] تو کہتا ہے کہ یارب میرا دلدار کہاں — میں یہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل افگار کہاں

اس خرابات میں مدہوش ہوئے سب آخر — کس سے اس بھید کو پوچھوں کہ خبردار کہاں

عشق کی لوگ تو کہتے ہیں دوا کچھ بھی نہیں — یاں مسیحا ہے ولے عشق کا بیمار کہاں

لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنے نثار — دور سے کوئی دکھا دے وہ طرحدار کہاں

صاحبو ، اہل دلو ، پھر خدا بتلا دو — سوز پرسوز کا یارو وہ دل زار کہاں

۲

جگر[2] کے جلنے کو تیرے کھلادوں — و ، یا دل کے جلنے ہوا میں اڑا دوں

کسی طرح اس کو تسلی ہو یارب — مگر آگ اس بھڑکتے دل کو لگا دوں

یہی مجھ کو حیرت ہے اے ہم نشینو — میں کیونکر اسے حالت دل دکھادوں

وہی ایک دل تھا سو زلفوں میں الجھا — جو وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو کیا دوں

جفا کے عوض ہے وفا اپنا شیوہ — جو وہ گالیاں دے میں اس کو دعا دوں

سنو سوز کو اپنے در پر جو دیکھا — اٹھا کہہ کے جاکے میں اسکو اٹھادوں

کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں بے — مزا [illegible] تجھ کو اب عاشقی کا چکھادوں

مجھے چاہ کر تو نے رسوا کیا ہے — بھلا میر صاحب تمہیں کیا دعا دوں

یہی دل میں رہ رہ کے آتا ہے اب تو — کہ تیغے گلے پر چھری ہی چلا دوں

۱-۲ یہ غزلیں صرف ب اور ع میں ہیں -

۳

کیا[1] کہوں کیا حال ہے تجھ بن — زندگانی وبال ہے تجھ بن

وہ جو تھے روز شوق و ذوق کہاں — رنج و درد و ملال ہے تجھ بن

اس کے کوچے میں جا کے ذبح کرو — یہی سب سے سوال ہے تجھ بن

اپنی ہستی کو اب تو (بدل آئے) — بس کہ غیر حال ہے تجھ بن

۴

تیرے[2] جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں — دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں

جو دو شخص خندان بہم دیکھتے ہیں — فلک کی طرف رو کے ہم دیکھتے ہیں

سدا تھا کہ بیت الحرم دل ہے لیکن — ہم اپنا تو بیت الصنم دیکھتے ہیں

نشہ اور کچھ دل کو بھایا ہے شاید — کچھ آنکھوں میں کیفت و کم دیکھتے ہیں

کوئی کوچۂ یار میں جا کے دیکھے — سر ہی ہیں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں

نجومی سے کیا پوچھنا آؤ پوچھو — دل سوز کو جام جم دیکھتے ہیں

۵

کب[3] تلک میں راہ اس بے رحم کی دیکھا کروں — حال پر میرے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں

کون ہے کس پاس جا فریاد و واویلا کروں — ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا اب کیا کروں

سوز دل تو جوش کھا کر غم سے رخصت ہوگیا — اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں

تو بہے اس طرف اے کشتی لخت جگر — اس کی خاطر میں بھی سیر موجۂ دریا کروں

موج میں آئے تو شاید دیکھ لے میری طرف — کب تلک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں

آہ وہ دل سوز میرا یعنی پیارا سیر سوز — آج میرے ساتھ ہوتا پھر کہاں ڈھونڈھا کروں

۱- یہ غزل صرف ر میں ہے - ۲-۳ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۶

امید[1] وصل جز طمع خام کچھ نہیں — ہر صبح ہے قسم بہ قسم شام کچھ نہیں

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار — جز گریہ اس چمن میں ہمیں کام کچھ نہیں

اس شوخ بے وفا و فراموش کار سے — مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں

حالانکہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا — وہ تو اسیر زلف سیاہ فام کچھ نہیں

سمجھاؤں اپنے کفر کی گر رمز شیخ کو — بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں

طاقت نہیں ہے اتنی کہ بے طاقتی کروں — موجب مرے سکوت کا آرام کچھ نہیں

دیکھا نہ تونے عشق کے کوچے میں حال سوز — اے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

۷

اتنا[2] ستم نہ کیجئے میں جان، جان جان — یکساں نہیں رہے گا ترا مان، مان مان

آہستہ ٹک تو دیکھ کے خالق نے خاک کی — کیا کیا بنائیں صورتیں انساں، ساں ساں

گزرا ہے تو چمن سے کہ جانے ترا نہ آج — کھینچے ہے آہ مرغ گلستاں : تساں تساں

دشنام دے کے ہائے وہ چند مرکا کھینچنا — چبھتی ہے میرے دل میں وہی آن، آن آن

پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس لئے — بولا مجھے وہ گھورے ہے ہر آن، آن آن

۸

کب[3] تلک عشق کو چھپاؤں میں — آج جیوڑا بھی جلاؤں میں

مار ڈالے تو غم سے چھپ جاؤں — آج کیجے تلک تو جاؤں میں

۹

اشک بھی آتا نہیں اب کیا کروں — ہائے جی جلتا ہے یارب کیا کروں

سوز مت لیجا کسی مجلس میں تو — دل اگ جائے کہیں تب کیا کروں

۱- ب خ ر ع ک ۲- ر ع ک ۳- یہ اشعار صرف ع میں ہیں - ۴- یہ اشعار صرف ب میں ہیں-

۱۰

بہار[1] اس کو نہیں لگتی ہے یک پاسنگ آنکھوں میں
بتاں کے ہم نے دیکھی ہے مئے گلرنگ آنکھوں میں

ہے جب تک اس کے تو حائل وہ باہر آ نہیں سکتا
نکل لخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں

چمن کی سیر کو جاتا تو ہے پہ مجھ کو خطرہ ہے
نہ ہو گلشن میں نرگس سے کہیں اب جنگ آنکھوں میں

کہاں طاقت جو اٹھے یاں سے جانے کے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجھ کو یک قدم فرسنگ آنکھوں میں

نہ دی فرصت کسی نے خوں یک قطرہ کے بہنے کی
وگرنہ ہم تو رکھتے ہیں چمن اورنگ آنکھوں میں

نہیں ہرگز تری چشم سیاہ محتاج سرمہ کی
لگے ہے شوخ تیرے دشمنی کے سنگ آنکھوں میں

نشہ سے جھک گیا اے سوز دیکھ اس خط کے سینے کو
رکھے ہے نور کیفیت یہ کافر بھنگ آنکھوں میں

۱۱

آنکھوں[2] کو اب سنبھالو یہ مارتی ہیں راہیں
بڑھنے مسافروں کو دیتی نہیں نگاہیں

کیا حسن و عشق میں اب بگڑی ہے بے طرح سے
تیر نگہ تو واں یاں برچھیاں ہیں آہیں

آیے جو سیر کرنے یک بار وہ چمن میں
گل آسمان پہ پھینکیں اپنی سدا کلاہیں

اس دل میں گو ہماری الفت نہیں رہی اب
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہیں

یک مہر دے خدایا کافر بتوں کے دل میں
یا عاشقوں کے بطوجی سے کھودے انہوں کی چاہیں

فریاد کر کسی سے چاہیں سو داد کیوں کر
گردن ہی مارتے ہیں ذرا جو ہم کراہیں

اے سوز عاشقی میں ثابت قدم ہی رہنا
فرقہ میں عاشقوں کے تا سب تجھے سراہیں

۱۲

فریب[3] جان کے مجھ سے ملا نہ وہ سلطان
وگرنہ لاکھ ڈھب کی تو میں بھی تھی جان

یہی ہے دل میں جواب کی کہیں نظر آئے
تو اپنے دل کو کڑا کرکے کھینچ لوں داماں

کہیں کہا یا تو مجھے مار ڈال جلدی کر
وہ یا تو میرے کنے آج رات رہ مہماں

۱- ب ر ع ک ۲- ب خ ر ع ک ۳- یہ اشعار صرف ب میں ہیں -

١٣

عاشق تیے ہم نے کئے معلوم بہت ہیں[١]   ظالم تو ہیں دنیا میں پہ مظلوم بہت ہیں

گل دیکھنے سو جی غنچہ نظر آئے ہزاروں   دل خوش ہیں کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں

موجود ہے اک آدھ سا مجھ سا سو بہ حال   تجھ عشق میں جو ہوگئے معدوم بہت ہیں

آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیسے   محرم تو ہے وہ ایک ہی محروم بہت ہیں

جتنے ہیں تہہ دام فلک سب کو جو دیکھا   آیا نہ نظر ہما ایک نظر بوم بہت ہیں

مجھ جیسے جو خادم کی ہے خدمت سے شہیں   لو خوش رہو تم مجھ کو بھی مخدوم بہت ہیں

شہرت کے لئے قتل نہ عشاق کا چاہو   دو چار بھی کرنے کے لئے دھوم بہت ہیں

مضموں ترا سا نہ کسی بیت میں اے سوز   یوں شعر تو موزوں کے منظوم بہت ہیں

١٤

مت جا تو ساتھ غیر کے آساں ہر کہیں[٢]   ضائع نہ اپنے حسن کی کر شان ہر کہیں

جز سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے   سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں

سچا تو ہو سو وعدہ میں کس طرح ہم سے یار   وعدہ تجھے ہر ایک سے پیماں ہر کہیں

میرے ہی دل پہ بار چلے ہے یہ ہٹ ترا   ہوتا نہیں ہے شوخ تو نادان ہر کہیں

جو جو ستم کہ ہم پہ کئے اس کے برخلاف   کرتے ہیں ہم بیاں ترا احسان ہر کہیں

معمور بحر قلمرو امکاں میں رہ چکا   پوچھیں اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں

کچھ کعبہ سے نہ کام نہ کچھ دیر سے غرض   کرتا ہے دید سوز یہ ہر آن ہر کہیں

١٥

آنکھیں تو بیٹھیں پھر کے نہ آیا نظر کہیں[٣]   ہاں اے سرشک لیجیو دل کی خبر کہیں

میں دانت ناپنے کو ملائے تھے لب سے لب   پہلے ہوا نہ ماہیو اس بات پر کہیں

١- ب ر ع ک   ٢- خ ر ع ک   ٣- یہ شعر صرف ب ع میں ہیں -

۱۲

گذر[۱] گئے اس جہان سے یار و فقیر و امراء و شاہ لاکھوں
طریق پر کوئی کوئی آیا وگرنہ بھٹکے ہیں راہ لاکھوں

بلا تردد ، بلا تامل ، بلا تصنع ، بلا تعلی
امید بخشش ہے جب سے ہم کو کئے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

یہ تیرہ پوش کیوں پھرے ہیں خوشی تو اتنا سا جاکے پوچھے
مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں دادخواہ لاکھوں

قتیل مژگاں کی گور پر کل نظر پڑا دور سے نیستاں
جو پاس جاکر کیا تفحص نکلتے تھے نالۂ و آہ لاکھوں

جفا و غمزہ ، ادا و عشوہ ، نگاہ کج بین ، جبیں پر چیں
ادھر تو یہ دل غریب اکیلا ، ادھر سے امڈیں سپاہ لاکھوں

ادھر سے آتا ہے تیغ در دست ، ادھر سے جاتا ہوں مست بیخودی
ادھر کئے قتل کا وہ ساماں ، ادھر سے ہوں عذرخواہ لاکھوں

زباں اپنی سنبھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے
مجھے نہیں ایک کی تحمل سماعت ہے خواہ مخواہ لاکھوں

اسیر الفت ، شہید ابرو ، فگار مژگاں ، خراب گیسو
جو تو ہی آئے تو جیت جاوں لگی ہیں تجھ پہ نگاہ لاکھوں

کسی نے اس کو جتا کے پوچھا کہ دیکھیو سوز کیا یہی ہے
مجھے جو دیکھا تو ہنس کے بولا پھرے ہیں ایسے تباہ لاکھوں

۱- ب ر ع ک -

۱۷

تپے ہے عشق کی گرمی سے دل آہند آتش میں[1]
سمندر رات دن رہتا ہے جوں خورسند آتش میں

ہوا آئینہ حیران دیکھ کر خال اس کے عارض پر
کہ یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں

بجھے سینہ کی تپ میری نہ ہرگز ایک دم یارو
گیا پی پی کے آنسو آپ میں ہر چند آتش میں

برہ کی آگ سے کیوں کر گریزاں ہوویں اے ناصح
ازل سے ہم ہیں شعلہ کی طرح پابند آتش میں

ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہیں ہرگز
پتنگا پھاند کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش میں

شرر سے شعلہ ، شعلہ سے شرر یک پل میں کرتی ہے
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں

ملے جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خو یاں سے
ہوا اے سوز اس وصلت سے تب پیوند آتش میں

۱۸

سوز[2] کو سمجھے ہے تو نادان کہ وہ دانا نہیں
حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں

گر کہوں میں حال اپنا سن کے غافل ہو دوچند
درد دل میرا تو اس کو پیش از افسانا نہیں

عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے [illegible] منظور واں سر سے گزر جانا نہیں

زلف میں شانے کو دی جاگہ تو اس کا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے
پھر پھر اس گلشن میں اے غافل تجھے آنا نہیں

سنگ سے بیت الحرم کے شیخ..........
آئینہ دل کا مجھے اس گھر میں بٹھلانا نہیں

ناصحا بالیں سے میری اٹھ خدا کے واسطے
جان کھانا اس کو کہتے ہیں یہ سمجھانا نہیں

وعدۂ کوثر پہ واعظ کیجے ترک جام مے
نقد کو دینا یہ کھونا کار فرزانا نہیں

شیشۂ دل سے کوئی دیتا خبر اس سوز کو
سوز تجھ سا بھی کوئی دنیا میں مستانا نہیں

۱۔ پ ر ع ک ۲۔ ر ع ک ۔

۱۹

قیس[1] کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہیں　　ورنہ لیلیٰ ہے ہر اک محمل میں سمجھو تو کہیں

چشم میں کم سے خلق کو آپس میں مت دیکھا کرو　　نور ہی جھمکا ہے مشت گل میں سمجھو تو کہیں

میکدہ اور کعبہ میں کیا ہے تفاوت شیخ جی　　شیشہ ہے پتھر کی ہر اک سل میں سمجھو تو کہیں

ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم　　مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہیں

جانتے ہو عیش تم دنیا میں جس کو سو نہیں　　عیش ہے دنیا کی جو محفل میں سمجھو تو کہیں

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمۂ آب حیات　　آب ہے جو خنجر قاتل میں سمجھو تو کہیں

تم جو پوچھو ہو بہرگ میں دل کی کیا لذت ہے سوز　　جو تڑپ کا ہے مزہ بسمل میں سمجھو تو کہیں

۲۰

اے[2] خوشا حال ہوا جو کوئی رسوائے بتاں　　خوار بازار ملامت ہے بہ سودائے بتاں

کفر سے اب تو مرا یہ دل ہے نہایت بیزار　　درمیاں کیا کروں اے شیخ کہ ہے پائے بتاں

الفت و مہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو بو　　کاش دیتا میں کسی سنگ کو دل جائے بتاں

بے گناہوں پہ یہ ناحق جو ستم کرتے ہو　　اب کسی طرح بھی تم میں سے یہ خو جائے بتاں

ایسی[3] تم چیز کو بے قدر کئے رکھتے ہو　　کیا میں تم سے کہوں افسوس بتاں ہائے بتاں

مول جو لیتے ہو اس دل کو تو یوں ہی لیجے　　تم دئے دام مجھے اور میں پھر پائے بتاں

اب خدا ہی تمہیں سمجھائے مے دل کا درد　　تم سمجھتے ہو کوئی سوز کو سمجھائے بتاں

۱- ب ر ع ک　۲- ب ر ع ک　۳- ر ع ک دل سے تم جنس کو بے قدر کئے رکھتے ہو -

۲۱

آنکھیں بھی اس کی آنکھوں سے گر ٹک ملا کریں[۱]
تو ہم کسی سے کاہے کسو اتنا گلا کریں

گر جوش مائے خط کی تیے چھپے پھر بہار
غنچے دلوں کے گل کی طرح سے کھلا کریں

کیں گردہ چشم و ابرو سے ہو قتل دل مرا
دو ترک مست لے کے جو تیغے پہلا کریں

مائے دگر بہار نے مارا ہے جوش اب
پیدا جنوں اپنے کا ہم سلسلہ کریں

آئینہ کا عبث ہے مکدر یہ تہیہ
بہتر ہے زور اس سے جو دل کو جلا کریں

ہے معتبر انہوں کی جہاں میں مہوسی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کریں

اے سوز من بدوں تھی ان کی قرابتی
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کریں

۲۲

خوں عشاق سے تو بھیے بھرائے دامن[۲]
روز محشر ہے مرا ہاتھ تمہارے دامن

ناز کا اس کے ہوں کشتہ جو کبھی ذبح کرے وقت
داغ سے خوں کے ہوا دیکھ بچائے دامن

ہم تو مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے
جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو ہٹائے دامن

تشنہ لب اشک سے ہے خاک میں ورنہ سحاب
گاہ بے گاہ نچوڑے تو ہے ہمارے دامن

رنگ پیراہن گل جسم ہے ہمارے لیکن
وہ بھی سچ دیکھ قبا کی تری وائے دامن

رنگ گل کہیو نہ صبا تجھ سے چمن میں دل کے
آگ دہکے ہے جو اس پر کوئی مارے دامن

جامہ زیبی کی خوشامد نہیں درکار اے سوز
کیا ہے حاجت کہ کوئی گل کا سلوائے دامن

۲۳

کہیں ناگاہ ملتے ہیں جو دو ہم درد آپس میں[۳]
تو سینہ کو دیکھ کر بھرتے ہیں آہ سرد آپس میں

زمیں ہو کر بگولا گر اٹھے سوئے فلک پہنچی
ملے ہر گز نہ رند پارسا کی گرد آپس میں

۱- خ ر ع ک   ۲- ر ع ک   ۳- ب ک -

۲۴

جب[۱] اپنی جان کٹی تک پہنچے یارو کام دنیا میں | ملے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں

جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا | بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں

جو پہنچے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو سمجھے | قبول خاطر اس کے پھر نہ ہو اسلام دنیا میں

بغیر از مرنے جینے کچھ نہ دیکھا بزم دنیا میں | کٹی تو اپنی مثل شمع صبح و شام دنیا میں

لیا دل کو نہ تھا جب تک مے کیا کیا خوشامد تھی | نہ ہوگا کوئی تم سا بھی جہاں خودکام دنیا میں

دلا اب سر کو اپنے پھوڑ مت سنگ ملامت سے | یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیا میں

نہ کر اے سوز شکوہ ہم سے اپنی بے قراری کا | محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرام دنیا میں

۲۵

اُمید[۲] ہوگئی کچھ گوشہ گیر سی دل میں | رہا کیے ہے تمنا اسیر سی دل میں

خدا کے واسطے خاموش ناصح بے درد | لگے/ہیں نکات شرح دل کی تیر سی دل میں

نہ جانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو | ہے نالہ مرغ چمن کے صفیر سی دل میں

یہ کس کے ابرو مژگاں نے دی ہے دل کو شکست | کہ اشک بھرتے ہیں ہوتی ہے بھیڑ سی دل میں

وفور یار کی یاں تک ہے سرد مہری کا | کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل میں

کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ | لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیر سی دل میں

اگرچہ دختر رز کو کہیں ہیں سوز جواں | لگے ہے پنبۂ مینا میں پیر سی دل میں

۲۶

نہ[۳] رو رو کے کچھ میں نے تر کی ہیں آنکھیں | تری سدر کو پر گہر کی ہیں آنکھیں

ملے گا وہ لیکن رقیب ہوگا ہمراہ | کہ اک بارگی دونوں پھڑکی ہیں آنکھیں

ذرا دیکھیو تو ڈھٹائی صنم کی | مجھے دیکھتے ہی کدھر کی ہیں آنکھیں

۱-۲ رع ک ۳- پ رع ک -

۲۷

[1] مجھے معلوم ہیں جو تاکے ہیں یوں بھی پھنسی آنکھیں — کسی کو دیکھ کر شاید جہاں میں شمع سی آنکھیں

خدا جانے کدھر کو دیکھ کر تجھ کو نکل جائیں — بہ زور اپنی میاں ڈوروں سے ہم نے اب کسی آنکھیں

ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ رہتا ہے — بساں دستۂ نرگس ز سرتا پا ہیں سی آنکھیں

نقاب اب دور کر مجھ سے کس سے منہ چھپاتا ہے — قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھیں

ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے — پلٹ کر پھر طرف گلی کے ہی اس کی دھنسی آنکھیں

مسی رخ کا آگے بہار کے مردم یہ باعث ہے — دکھاتی ہیں اسے اے سوز اپنی یہ کسی آنکھیں

۲۸

[2] بلبل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں — اکٹھے یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہیں

کب تک یہ سرکشی ہے شمشاد کے حضور — اے سرو تک تو ہو تو خجالت سے خم کہیں

گردوں بھی ہے حباب کی صورت بہا بہا — آ جائے موج پر جو مری چشم نم کہیں

لے کر چلے ہیں مہر بتاں ہم سوئے حرم — ہو جائے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہیں

آہو کو گو کہ رام کیا ایک عمر میں — ہر آن میں یہ خوف نہ ہو جائے رم کہیں

درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضر راہ — کوئی سا نہ بھولتا راہ عدم کہیں

گر آہ متصل یوں ہی آتی رہے گی سوز — اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

۲۹

[3] اے سوز تو کہاں وہ دل ناتواں کہاں — ہم ڈھونڈھ لائیں اس کو بتا تو مکاں کہاں

ہے زلف میں نہ گوشۂ ابروئے یار میں — ڈھونڈھا ہے تیرے دل کو دوانے کہاں کہاں

خانہ بدوش روز ازل سے غریب تھا — دل کا بتاؤں تم کو بھلا آشیاں کہاں

پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو سبھی جہاں — اس کا سا لیک صاحبو لطف بیاں کہاں

۱- ر ع ک ۲- غ ر ع ک ۳- ب ر ع ک -

۳۰

یادِ جاناں اب دل میں تیرے وہ باتیں نہیں آتی ہیں
کس خوش کی چاہ کریے جو آنکھیں پھر شرماتی ہیں

گھڑی گھڑی کو وہ جو ادائیں جنہیں سےہیں دکھ پاتا تھا
گلا اب اس کا مجھ سے نہ کیجے کیا وہ اپنا باقی ہیں

کیوں نہ مکافات اس کی پیارے ہویے نہ تیسے سہرک کو
لے کر پہلے دل عاشق کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں

خون ہمارے دل کا پیویں جس صورت سے پیاہیں وہ
بس کب چل سکتا ہے ان سے جو انکھیاں بہلاتی ہیں

پھنداتی ہیں دل کو میری زلفیں ہر اک مہرو کی
آنکھیں میری مجھ سے یارو ، ناحق روگ لگاتی ہیں

جب سے گیا ہے پردیسے میرے تو آرام جان و تن
آنکھیں طفل اشک کو تب سے گودی میں پھسلاتی ہیں

گئے وہ دن جو تلخ تمہارے منہ سے میٹھا لگتا تھا
سچو ہو پیارے اب وہ باتیں تم کو نہیں سہاتی ہیں

گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانیں سب عشاق کی پیارے سینوں میں گھبراتی ہیں

یختہ کہہ کہہ تنگ ہوا جو دیوانہ تو کیا ہے عجب
عشق کی باتیں افلاطون کی پل میں ° مت نہ بولاتی ہیں

۱ــ ر ع ک ــ

۳۱

[۱]گر دوا کرنی کرھے اے یار دن دو چار مین — ورنہ مر جاوے گا یہ بیمار دن دوچار مین

چشم کا معلوم رہنا ،گر یہی هے سیل اشک — بیٹھ هی جاوے گی یہ دیوار دن دوچار مین

اب تو گل کھانے لگے هین لوگ تیرے نام پر — دیکھیو پھولے هے گلزار دن دو چار مین

جو چلن چلتے هیو تم هم کو بھی هے اسکی خبر — اس چلن پر چلتی هے تلوار دن دوچار مین

بیچ پر گر بیچ دیتے هی چلے جاوگے شوخ — هوگی گنبد سے بڑی دستار دن دوچار مین

جب مین کہتا هون کہ وعدہ وصل کا پورا کرو ق — هے یہی اس شوخ کی گفتار دن دوچار مین

لیکن اس کے قول کو اے سوز ہم جانے هین مین — یہ سخن کہتا جو هے هر بار دن دوچار مین

چھوڑ دیجیے یہ طریقہ ورنہ اس کوچے کے بیچ — لوٹتے دیکھے گا تو دوچار دن دو چار مین

جو مرض مہلک هوا بولے تشفی کو طبیب — دور هو جاوے گا یہ آزار دن دو چار مین

۳۲

[۲]اس سروقد کی دوستی مین کچھ ثمر نهین — نخل محبت آه مرا بارور نهین

اس سنگدل کو حال پہ آیا ذرہ میرے رحم — اے آه و نالہ حیف کہ تم مین اثر نهین

یاقوت و لعل یار سے بہتر نهین ولے — هر جوهری کو اس کی پرکھ کی نظر نهین

کیون مجھ سے بےگناہ کو ناحق کیے هے قتل — اے یار تیرے دل مین خدا کا بھی ڈر نهین

قاصد کی کیا مجال جو اس کو مین جا سکے — جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نهین

میری طرف سے دیجیو صبا گل کو یہ پیام — آؤن قفس بھی توڑ کے تو بال و پر نهین

هرگز نہ مان سوز تو واعظ کی گفتگو — ذرہ بھی اس اصل سخن کی خبر نهین

۱- ب ر ع ک   ۲- ب خ ر ع ک -

۳۳

[۱]لڑیں ہیں کیوں ترے مژگاں تو ابرو یار آپس میں
ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپس میں

لگا دل چھیننے تو جس گھڑی آئینہ رویوں کا
رہے حیران ترا منہ دیکھ اے خونخوار آپس میں

دل و جان دیدۂ صبح و شام تیری راہ تکتے ہیں
رہے ہیں منتظر ہمسایے کئی بیمار آپس میں

ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہیں یہ غمخوار آپس میں

چکے انصاف حسن و عشق کا تب جس گھڑی جھگڑا
اکیلے بیٹھ کر ہم تم کریں گفتار آپس میں

تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے
سنا ہے شیخ ہم کو الفت زنار آپس میں

وہیں [illegible] مارے ہے سنگ تفرقہ اے سوز یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک دو یار آپس میں

۳۴

[۲]جاتا ہوں ترے در سے بس اے یار رہا میں
نظروں میں رقیبوں کے بہت خوار رہا میں

میں جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک
ذلت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا میں

آئے تھے سبھی ہم نفس اک بار تہ دام
آزاد ہوئے اور گرفتار رہا میں

بھائے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں

تجھ حسن کی اس واسطے ہے گرمئی بازار
اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا میں

اک دم نہ تھما خوں میں آنکھوں سے کبھی یار
از بس ترے ہاتھوں سے دل افگار رہا میں

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہوں اے سوز
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا میں

۳۵

[۳]تو منہ سے کچھ کہ اپنے گھر جاؤں
صدقے ترے ہو گیے میں نہ مرجاؤں

دل تھا سو چھین لے گیا تو
تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں

رہ رہ کے جی میں آئے ہے یہ
چپکے سے زہر کھا کے مر جاؤں

پر کیا کروں بات ہی کلا عجب ہے
ورنہ میں موت سے بھی ڈر جاؤں

۱-۲ رع ک ×۰ ۳- ب رع ک ـ

۳۶

دل[۱] کو یہ آرزو ہے رہے کوئے یار میں ۔۔۔ ہمراہ تیری پہنچئے مل کر غبار میں

میں وہ درخت خشک ہوں اس باغ میں صبا ۔۔۔ جس کو کسی نے سبز نہ دیکھا بہار میں

ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نوبہار ۔۔۔ دیتے ہیں زہر مجھ کو مئے خوشگوار میں

خنجر[۲] پکڑ کسو سے یہ مژگاں نہ پھیریں مہ ۔۔۔ تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں

اے سوز دخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا ۔۔۔ تکلیف پائے گا بہت اس کے خمار میں

۳۷

کہاں نصیب کہ اس شوخ سے کلام کروں ۔۔۔ جو حال دل ہے اسے کہہ کے میں تمام کروں

نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ مجھ کو صبر ۔۔۔ جنوں میں کہیں کہ بسر اپنی صبح و شام کروں

وہ رکھ نماز سے محروم دے مجھے ساقی ۔۔۔ شراب اتنی کہ میں سجدۂ سوئے جام کروں

ہمیشہ مل کے رقیبوں سے جب تو ہو بدنام ۔۔۔ میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں

خدا خدا کر اب اس سے ہوئی ہے یہ امید ۔۔۔ کہ رام ہو وہ مرا گر میں اس کو رام کروں

مرے سلام نہ لینے سے ہو گیا ناخوش ۔۔۔ اگر وہ پھر ادھر آئے تو میں سلام کروں

کبھی تعالیٰ شوخ تجھے بزم عیش میں اے سوز ۔۔۔ بغیر اس کے نہ میں رو بہ سوئے جام کروں

۱- خ ر ع ک -

۲- خ خنجر پکڑ کے لاکھ میں مژگاں نہ مڑنے مہ -

۳- خ ر ع ک -

۳۸

جو[۱] ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کروں ۔۔۔ تو بے تکلف اسی آن جان تمام کروں

خرد یہ اپنی پڑا ہے گھمنڈ ناصح کو ۔۔۔ جو اس کے روبرو بولے تو میں سلام کروں

خراب کیوں ہے تو اے سوز غم کے ہاتھوں سے ۔۔۔ کہا جو مانے مرا آج ایک کام کروں

علم فراز سکندر کی جب سواری ہو ۔۔۔ تو لے کے ساتھ تجھے یہ بھی ایک نام کروں

کہوں کہ عبد وفادار بیچتا ہوں میں ۔۔۔ پڑا مزا ہو کہے لا اسے غلام کروں

۳۹

چاہ[۲] کے غرق ، تجھے ہے یہ گماں تیرتے ہیں ۔۔۔ ڈوبے گرداب محبت کے کہاں تیرتے ہیں

اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم ۔۔۔ تہ کے بیٹھے ہوئے مرکر بھی جہاں تیرتے ہیں

لخت دل یوں ہیں مرے سیر چمن میں تجھ بن ۔۔۔ برگ گل جوں کہ بروئے آب رواں تیرتے ہیں

وصل کی رات بھی محروم رہے بوسے کے ۔۔۔ آب حیواں میں تیرے تشنہ دہاں تیرتے ہیں

یاد کر مستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا ۔۔۔ آج اک بار بط مے تیرے واں تیرتے ہیں

سفنہ میں تیرے سے جو رکھتے ہیں سوا اہل زباں ۔۔۔ بحر مواج [illegible] سخن میں وہ جواں تیرتے ہیں

صاحب فہم اسے کہتے ہیں جوہر اے سوز ۔۔۔ دست و پا مار کے یہ ننگ جہاں تیرتے ہیں

۴۰

کیجے[۳] جو چاہے سو یہ حسن و جوانی پھر کہاں ۔۔۔ ملک میں خوبی کے یہ اپنی حکمرانی پھر کہاں

آج اگر چاہے تو سن لے مجھ سے میرا درد دل ۔۔۔ کل سدا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں

جب تلک ہے حسن ، تجھ پر کرتے ہیں سب جی نثار ۔۔۔ خط کو ٹک بڑھنے دے اب کی جانفشانی پھر کہاں

تارک الدنیا ہو گر چاہے کہ خوش گزرے تری ۔۔۔ جب پڑا دھندے میں اس کی شادمانی پھر کہاں

سوز کا جینا غنیمت جان مت مل غیر سے ۔۔۔ جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

۱- ب ر ع ک ۲-۳ ر ع ک -

۳۱

اب[1] تو ایسا میں ناتواں ہوں — جو کہہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں

اے صاحبو تم تو راست بولو — مردہ ہوں میں یا کہ نیم جاں ہوں

ایسا تو سبک ہوا ہوں ہے ہے — جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں

دشمن سے نہیں ہے مجھکو رنجش — آزردۂ طعن دوستاں ہوں

اے کاش ہوا نہ اس کے غم میں — میں کشتۂ اشک کشتگاں ہوں

میں نے ہی کوہ غم اٹھایا — میں تو یک مشت استخواں ہوں

اب اتنی ہی آرزو ہے باقی — جو اس کا خاک آستاں ہوں

ظاہر بہتوں نے ہے سر جانا — میں تو وہی سوز سوجواں ہوں

۳۲

کوچہ[2] عشق میں جو اہل نظر جاتے ہیں — کاٹ کر سر کو کف دست پہ دھر جاتے ہیں

تولتے کیا ہو میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم — ہم تو حل جاتے ہیں ابرو ہی کے مرجاتے ہیں

اے سمندر جو نچوڑیں گے کبھی ہم دامن — دجلے، تالاب کئی، آن میں بھرجاتے ہیں

جاتے ہم عشق کے کوچہ سے پھریں کب ناصح — خوب جانتے ہیں جدھر اہل ہنر جاتے ہیں

دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جیسے تو اے سوز — عاشقی میں تو میاں جیسے گذر جاتے ہیں

سن کے[3] بیتابی مری سیماب ڈھل جائے وہیں — برق دیکھے آگ گر دل کی تو جل جائے وہیں

میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال — رستم اس کے روبرو ہووے تو شل جائے وہیں

وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر — ثابت و سیارہ آنسو ہو کے ڈھل جائے وہیں

شعر ہی سن کر یہ روتے ہیں روز و شب یہ لوگ — کود بھاگیں تو انہوں کا جی نکل جائے وہیں

وہ جو سگھڑ ہیں بلائیں لیتے ہیں ہر بات پر — سن کے میرے شعر کو کوڑا بھی ڈھل جائے وہیں

۱-۲-۳ ر ع ک ـ

۳۴

اشک[1] بھی آتے نہیں اب کیا کہوں　　آہ دل جلتا ہے یارب کیا کہوں

ہائے میری بات وہ سنتا نہیں　　حال دل کہتا ہے مطلب کیا کہوں

دل میں آتی ہے کہ مر رہیے کہیں　　پر نظر آتا نہیں ڈھب کیا کہوں

شمع کی مانند اے اہل نظر　　سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کہوں

مت تو اب دکھلا مجھے اس شوخ کو　　دل اٹک جاوے کہیں تب کیا کہوں

۳۵

سر[2] خوش جوش بہار نرگس مستانہ ہوں　　آپ ہی میخانے سے ہوں آپ ہی میخانہ ہوں

گاہ خارستان ہوں اور گاہ ہوں رشک چمن　　گاہ شمع بزم ہوں اور گاہ میں[3] پروانہ ہوں

گاہ جوں شیر و شکر آمیختہ ہوں خلق سے　　گاہ جوں طیر[4] پریدہ سب سے میں بیگانہ ہوں

گاہ روم ہند سے آباد تر ہوں خلق میں　　گاہ دشت کربلا سا دھر[5] میں ویرانہ ہوں

گاہ سوز عاشقاں ہوں ہر دل صد چاک میں　　گاہ لیلے کو بھلا زلف بتاں کا شانہ ہوں

۳۶

نام و نشاں تھا جن کا بڑا آن شان میں　　نام و نشان ان کا نہیں اب جہان میں

آئینہ سان غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ　　وہ تہ بہ تہ دبے ہیں اسی خاکدان میں

اے سگ ذرا سنبھال کے منہ ڈالیو ادھر　　پیکاں بھرے ہیں میرے ہر اک استخواں میں

بلبل کدھر تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد　　گل نے لگائی آگ ترے آشیان میں

کچھ اعتبار قحبۂ دنیا کا مت کرو　　کرتی ہے لاکھ ناز یہ ہر ایک آن میں

اپنی زبان کو بند کر اے سوز مت جلا　　کیا شرار عشق ہے تیری زبان میں

۱- ر ع ک　۲- ب ر ع ک　۳- ر ع خود

۴- ر ع جان رسیدہ　۵- ر ع رشک صد -

۴۷

کھب گیا[1] حسن یار آنکھوں میں — کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں

تو نہ جا یار ورنہ آوے گا — گریہ بے اختیار آنکھوں میں

ایک دو ہو تو کوئی اس کو گنے — کیا کروں میں شمار آنکھوں میں

کٹ گئیں انتظار کی راتیں — ایک دو تین چار آنکھوں میں

کٹ گئیں راتیں انتظار میں جب — رہ گیا انتظار آنکھوں میں

بزم خوباں میں سوز جا نکلا — یار سے ہو کے چار آنکھوں میں

کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں — بول اٹھی چشم یار آنکھوں میں

۴۸

حسن[2] کی گر زکوٰۃ پاؤں میں — تو بھکاری ترا کہاؤں میں

ایک بوسہ دو دوسرا تہہ — پھر جو مانگوں تو مار کھاؤں میں

اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے — ہونٹ سے ہونٹ گر ملاؤں میں

شہر کو چھوڑ کر نکل جاؤں — ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

روبرو جاکے یہ کہوں صاحب — کبھی اتنا تو بار پاؤں میں

سن کے گر چپ رہے تو عرض کروں — کہ قدم بوسی کو تو آؤں میں

اور جو سن کے مار ہی ڈالے — تو عذابوں سے چھوٹ جاؤں میں

یا الٰہی کہیں سے سوز آ جائے — تو یہ تدبیر اسے سناؤں میں

یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں — روبرو اس کے پڑھ سناؤں میں

۱–۲ ر ع ک ۔

۴۹

دل[1] کو دیتا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں غم تو ہر آن ہیں موجود، غم خوار کہاں

دل صد چاک سبھی دیتے ہیں دست گل کو شانۂ زلف کجا طرۂ دستار کہاں

سرو کب قابل دستار ہے تیسے ہوتے آگے اس قامت رعنا کے اسے بار کہاں

بلبلو مار لو اب چہچہے اس باغ میں تم پھر کوئی روز میں ڈھونڈھوگے تو گلزار کہاں

سوز فردوس کا ہے نہ طلب گار کہ واں نہیں گھر کا سا اسے سایۂ دیوار کہاں

۵۰

نہ[2] میں بھی[3] سمجھتی ہوں وہ یار مرا یار نہیں کروں میں کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہیں

محبت تو ہر گھڑی سر کی ہے قسم مت کھا قسم خدا کی تیرے دل میں اب وہ پیار نہیں

میں وہ ہوں کہ جس نخل کو قیامت تک بہار کیسی ہی آئے تو برگ و بار نہیں

جہان[4] کے بیچ غم و دکھ کہوں، سو میں کس سے سوائے غم کے مرا اور غم گسار نہیں

ہزار قول کریں پہ نباہ کا اے سوز مجھے بتاں کی محبت کا اعتبار نہیں

۵۱

جن[5] کے تئیں کے عاشق محبوب جانتے ہیں پوچھے ہمارے دل سے ہم خوب جانتے ہیں

ذرہ نہیں ہے واقف اطوار دلبری سے دل لے کے جور کرنا محبوب جانتے ہیں

ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتاں کا غیرت جنہیں دی حق نے معیوب جانتے ہیں

سمجھو ہو شمع جس کو خلوت میں اپنی پیارے ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں

آفاق میں جنہیں کو کہتے ہیں سوز رندان تقوی کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

۱- ر ع ک ۲- ب ر ع ک ۳- ب سمجھ چکا ہوں میں ناصح کہ اب وہ یار نہیں

۴- ب جہان میں ایک غم دل رفیق ہے مرا ۵- ر ع ک -

۵۲

[1] بھلا رے عشق تیری شوکت و شاں
اپنے بھی اڑ گئے میرے تو اوساں

ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے
دوسرے غم نے کھائی میری جان

بس غم یار ایک دن دو دن
اس سے زیادہ نہ ہوجئے مہمان

نہ کہ بیٹھے ہیں پاؤں پھیلا کر
اپنے گھر جائیے خانہ آبادان

عارضی حسن پر نہ ہو مغرور
میرے پیارے یہ گو ہے یہ میدان

[2] یہی نہ زلف و خال زیر زلف
چار دن تو بھی کھیل لے چوگان

[3] میرے پیارے تو ساعد دل پہ نہ رکھ
کوئی چھد جائے گا ابھی پیکان

ناصحا مجھ کو مت لگا تہمت
میں کہاں وہ کہاں، کہاں داماں

یہ قیامت کہ میں ہوں دامن گیر
تو بھی تو ہے بڑا کوئی شیطان

میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں
کچھ بھی اس بات کا ہے سان گمان

ہاں مگر ہو کے خاک بعد از مرگ
میں اسی کے لگوں گا دامن آن

اے فلک بہر قادر بیچوں
مجھ کو اتنا نہ کر تو سرگرداں

کوئی مہمان کو ستاتا ہے
ایک دو دن کا میں بھی ہوں مہمان

جان کی آشنائی جھوٹی ہے
کل کو سن لیجو وہ نکل گئی جان

اور تو اور کہہ کے دو بیتیں
سوز کہلایا صاحب دیوان

۱- ر ع ک میں ۱ سے ۲ تک اشعار غزل کی صورت میں الگ ہیں اور ۳ سے مقطع تک کے اشعار علیحدہ غزل کی صورت میں ہیں - مقطع دونوں کا ایک ہے - ب میں ۱ سے ۲ تک اشعار ہیں اور بعد میں مقطع ہے ہم نے دونوں قطعوں کو یکجا کر دیا ہے جو حقیقت میں مسلسل غزل کے اشعار ہیں -

۵۳

بس جی کھاؤ نہ قسم جانتے ہیں[۱] — جیسے تم ہو تمہیں ہم جانتے ہیں
وہ بھی کیا لوگ ہیں سبحان اللہ — ناز تیرا جو ستم جانتے ہیں
غیر کے سامنے گو سچے ہو — جھوٹے صاحب تمہیں ہم جانتے ہیں
جو جفا کرتے ہو عشاق پہ تم — اس کو وے لطف و کرم جانتے ہیں
پوچھتا کیا ہے تو ہر دم ناصح — سینے آنسو کوئی تھم جانتے ہیں
کعبہ دل کو وہی سمجھے سوزؔ — دیر کو بھی جو حرم جانتے ہیں

۵۴

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ پڑے ہیں[۲] — ہم نے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
صد شکر کہ مژے کا خلش اٹھ گیا دل سے — جب سے ہوئے پیدا اسی دن ہی سے مرے ہیں
اس باغ میں ہم سے نہ ملا سود کسی کو — نے گل ہیں سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
کاوش نہ سے دل [illegible] ہے مژگاں میں گو تمہیں — ابرو بھی کجی میں صف مژگاں سے بسے ہیں
اے سوزؔ اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ — کیسا ہی وہ کھوٹا ہووے ہم تو کھرے ہیں

۵۵

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ ہٹ جاویں[۳] — نہ شمع رو جو ہوں مانند شمع کٹ جاویں
تو اس چمن میں ہے گل پر نہیں ہیں ہم شبنم — وگر نہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاویں
ہزار طرح جو ملتے بتاں سے ہو کر صاف — پر ان کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاویں
مرا دل اس صف مژگاں سے کب اکٹھا تھا — ولے میں کیا کروں طالع ہی جب الٹ جاویں
ہوئے غبار نہ دامن تک اس کے پہنچے سوزؔ — پر اب کے ہو کے خدا پاؤں سے لپٹ جاویں

۱-۲-۳ ب ر ح ک ۔

٥٦

چشمِ عشاق آبشار چمن[1] — سینہ داغوں سے لالہ زار چمن

جب سے دیکھا ہیں تجکو اے گلرو — نہیں نظروں میں اعتبار چمن

رخ سے رخ مت ملا تو عاشق کے — لے خزاں سے لٹا بہار چمن

مت ستا عندلیب کو صیاد — ہے وہی ایک یادگار چمن

لٹے ہیں ہمرھیں نے گل سے گل — سوخت سوخت اب کے شاخسار چمن

میں آنکھوں کی طرح سے دہ بہے — دیکھی مدت میں جو بہار چمن

دیکھ تو ٹک نسیم کو اے سوز — گو کہ ایسا ہے بے قرار چمن

٥٧

نقد جان موت لے اہل صفا دیتے ہیں[2] — حسرتیں دل کی اسی وقت مٹا دیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں — گالیاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں

پر یہ ان کی میں اعجاز مسیحائی ہے — چٹکیاں لے کے وہ مردوں کو جلا دیتے ہیں

سو اداؤں سے لگا لیتے ہیں دل اپنے ساتھ — نہیں لگتا ہے تو پھر غم کو لگا دیتے ہیں

ڈرتے ڈرتے کبھی چپ لگ کے کسی کے پیچھے — بیٹھ جاتا ہوں تو مجلس سے اٹھا دیتے ہیں

اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا ولے — سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

٥٨

کہے نہ باغ میں بلبل کبھی سخن تجھ بن[3] — کھلیں نہ غنچوں کے اے گلبدن دہن تجھ بن

ترے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا — کہ روح خوش نہ کرے آشیان تن تجھ بن

تجھے مدام نشاط و سرور عیش و طرب — مجھے یہ جامہ تن ہو گیا کفن تجھ بن

کہاں شراب کہاں جام اور کہاں ساقی — یہاں مجلس ماتم ہے انجمن تجھ بن

١- ر ع ک ٢- ب ر ع ک ٣- یہ غزل صرف ب اور ر میں ہے-

۵۹

سبھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں — سمجھتا ہوں یہ بہلانے کی باتیں

کبھو ہنسنا کبھو گھبرا کے رونا — کوئی دیکھو تو دیوانے کی باتیں

مجھے مت دیکھ کر تیوری چڑھا جان — ہماری ہیں یہ مر جانے کی باتیں

ہم آئے بھی دیر ہیں آئے برہمن — کہو مت ہم سے بتخانے کی باتیں

تمہاری دم بدم کھینچے ہے زلفیں — پیارے دیکھیو شانے کی باتیں

کہا میں نے یہ اس سے تیوری خاطر — سنوں ہوں اپنے بہکانے کی باتیں

لگا کہنے کہ مت کر چوچلا سوز — یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

۶۰

کہے ہیں لالہ کو صاحب طبع کہ ہے وہ چشم و چراغ گلشن[۲]
وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر پہ رکھتا ہے داغ گلشن

شتاب لے کر صراحی و جام مجھ تک آ پہنچ ساقیا میں
مثال غنچہ کے تنگ ہیں سو کر تو دل پر فراغ گلشن

بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیئے ہے
گلی یہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں خوں سے ایاغ گلشن

خزاں نے اس سال آ کے ساقی یہ باغ ایسا ہی کھو دیا ہے
بہار کیا ہے ڈھونڈھے رکھیو نہ پاوے ہرگز سراغ گلشن

کہا ہے اے سوز جب سے اس نے خرام ناز آ کے اس چمن بیچ
غرور گل سے یہی ہے پیدا فلک کو پہنچے دماغ گلشن

۱- ب ر ع ک   ۲- ر ع ک -

۶۱

شہد[1] میں جیسے مگس ہم حرص کے پابند ہیں ۔۔۔ وائے غفلت اس سیہ زندان میں کیا خورسند ہیں

رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے ۔۔۔ تس پہ اپنی صورتوں سے روز حاجتمند ہیں

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی آنکھوں سے یہ روز ۔۔۔ یہ برادر ، یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار ۔۔۔ سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھے گا یار ۔۔۔ مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

۶۲

پھرے[2] تھی فوج بلبل جب چمن میں ۔۔۔ تو گل کیا پھولتے تھے من ہی من میں

کدھر جاتے رہے یہ یار رب ۔۔۔ کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں

سلام شوق پہنچانا ہمارا ۔۔۔ کسی کا گر گذارا ہو عدن میں

کہ[3] اے بے دید بے پرواہ یارو ۔۔۔ گئے تم کچھ کر اپنے وطن میں

رلے جوں اخگر افسردہ برہم سوز ۔۔۔ پڑا دہکے ہے اپنے من ہی من میں

۶۳

دل[4-5] کو میں غم میں جلادوں کیا کروں ۔۔۔ آنکھیں رو رو کر سجادوں کیا کروں

دل مرا کہتا ہے دل بھر کو دکھا ۔۔۔ کہوں جی؟ سچ اسکو دکھادوں کیا کروں

آہ آنکھوں نے اسے شہدا[6] کیا ۔۔۔ آنکھوں میں تکلے چبھادوں کیا کروں

جب تن نے مجھ کو زندان میں دیا ۔۔۔ آگ اس تن کو لگا دوں کیا کروں

اس کو چڑ یہ آہ بس رہتا نہیں ۔۔۔ سوز کے منہ کو جلادوں[7] کیا کروں

۱- ب خ ر ع ک ۲- ب ر ع ک ۳- ب تو یہ کہیو کہ اے ہمدرد یارو
۴- ب ر ع ک ۵- ب آہ اس دل کو - ر ع میں اس طرح ہے "دل کو اس غم سے گھلاؤں"
۶- ر ع رسوا ۷- ر ع میں سجاؤں ، دکھاؤں ، چبھاؤں ، لگاؤں ، جلاؤں کا قافیہ ہے-

۶۴

دیکھا[1] تو کچھ نہ آ کے جہاں خراب میں کیوں زندگی خلل بھی کیا تو نے خواب میں

تر دامنی ہے باعث آرام عاصیاں کیا پھیل پھیل سوویں نے کل آفتاب میں

کب تک درازئی شب ہجراں کروں بیاں جوں زلف یار عمر کٹی پیچ و تاب میں

محجوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب کیوں کر بہے گی اس دل پر اضطراب میں

شرمندہ ہوں میں اپنے دل چورکش سے آہ دوں گا جواب کیا اسے یوم الحساب میں

در تک تو اپنے تیغ لے آیا ہے آج شوخ دیکھیں تو کیا کیے گی قضا میرے باب میں

بھری میں غیر گریہ بھلا کیا ہے اور سوز دریہ کی سحر ہے تو شب ماہتاب میں

۶۵

کوئی[2] کہتا ہے کہ میں ہشیار یا بے ہوش ہوں اختراع خلق کے ہاتھوں میں ، میں خاموش ہوں

ساقیا فردا کے وعدہ پر متاع عقل رکھ جام بے ہوشی پلا تیرا میں دردی نوش ہوں

ناصحا[3] بے زار میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر چل بہت بک بک نہ کر او بے ادب خاموش ہوں

تو جو کہتا ہے کہ میری بات کا کچھ دے جواب اس تری افسانہ گوئی پر .... باہوش ہوں

.... میں گلے پڑ کر کسی عنوان تو ہم آغوش ہوں

اب مجھے صورت نہیں بھاتی ہے واللہ خلق کی اے زمیں تو مجھ کو چھپا دے تو میں روپوش ہوں

۶۶

ہوئے[4] ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں

تو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پاوے گا سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

۱- ب ر ع ک ۲- ب ر ع ک

۳- ب ناصحا سر کھا گیا جا بھی کہیں ہو دال دے ۴- صرف ع میں ہے -

۶۷

جس نے دیکھی ہیں تری مہر و وفا کی آنکھیں[۱] ۔ اس کو دکھلائے زبان جور و جفا کی آنکھیں

دیکھ لے آنکھ اٹھا کر تو کہوں حال غریب
ہوں تو لاریب کہ تیری ہیں حیا کی آنکھیں

ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر صاحب
کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو ادا کی آنکھیں

میں تو روتا نہیں کس واسطے ہوتا ہے خفا
یوں ہی پرخوں ہیں میری تو سدا کی آنکھیں

دل چرا کر تو نکالے ہے اب الٹی آنکھیں
ہاں جی ہم سے تو چھپی ہیں یہ دغا کی آنکھیں

چشم نرگس کو تری چشم سے کیا ہم چشمی
ماہ و خورشید کی تجھ پر سے فدا کی آنکھیں

تم ہی تو سوز کو پہچانو گے سبحان اللہ
کبھی دیکھی بھی ہیں شاہ گدا کی آنکھیں

۶۸

کیوں[۲] سا منہ لے کے دیکھے خاکسار آئینہ میں
خوف ہے بیٹھے نہ یہ مشت غبار آئینہ میں

کوئی کہتا ہے کہ موہے کوئی کہتا ہے کہاں
ہوں نظر پڑتا ہے میرا جسم زار آئینہ میں

دیکھ لینا پہنچ پر سے چھپ کے اس کا منہ ولے
عکس نے پایا نہ شوخی سے قرار آئینہ میں

ایک جا ٹھہرے تو کوئی اس کا نظارہ کرے
کہہ کے اب جاتا ہے شوخی سے پکار آئینہ میں

جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کہیں
یوں ہیں لہراتے ہیں زلف تابدار آئینہ میں

ہوں تو محجوبی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں
عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں

آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشم اشک بار
دیکھتا ہوں اپنے ساقی کی بہار آئینہ میں

آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پنہاں کیا
ہو گیا تو رات کا قول و قرار آئینہ میں

دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا یک چشم آب
سوز نے دیکھا جو روئے سوگوار آئینہ میں

۱- ر ع ک
۲- پ ر ع ک

۶۹

ظاہر[1] میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں

مت[2] جانیو کہ میں بھی ہم عشق بلبلاں ہوں گلزار ڈھونڈھتا ہوں گم کردہ آشیاں ہوں

کیوں ساکنان دنیا آرام دو گے یک شب بچھڑا ہوں دوستوں سے گم کردہ کارواں ہوں

جان اہل بزم آئیں میں بھی پر ایکدم لو تنہا نہیں ہوں بھائی با نالۂ فغاں ہوں

سر مانگتا ہے قاتل قاصد شتاب لے جا اتنی سبک سری پر کاٹنے کو سرگراں ہوں

نام و نشاں نے مجھ کو رسوا کیا الٰہی اب چاہتا ہوں حق سے بے نام بے نشاں ہوں

سوراخ[3] چاک لاکھوں دامن کی کیں گنتی گلشن دل و جگر ہے گو صورت خزاں ہوں

آتا[4] ہے جان تازہ ہر زخم کے الم سے سو جان سے ہوں قرباں ہرچند نیم جاں ہوں

قاتل پکارتا ہے ہاں کون کشتنی ہے چپکا ہے سوز تو کیوں کچھ بول اٹھ دہاں ہوں

۷۰

دل[5] مغموم عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں

عدم کے ہم غریبوں بیکسوں کے مونس و ہمدم الٰہی تا بہ قیامت تو رہے آباد دنیا میں

ستم گر جنگجو ظالم وفا دشمن بہت سے تھے غافل کیا کیا تو نے غضب ایجاد دنیا میں

نہ الفت، نہ مروت، نہ تواضع، نہ مدارا ہے دل ناشاد ہو پھر کس طرح سے شاد دنیا میں

جسے[6] دیکھا جہاں میں سو اسیر دام الفت ہے مگر یہ گھر بسا ناصح رہا آزاد دنیا میں

وہ سادا اور غریب اور بے زباں اور دوست کا ملنا رہے گا سوز بھی یارو بہت سا یاد دنیا میں

۱- ب ر ع ک ۲- یہ شعر صرف ر ع میں ہے - ۳- یہ شعر سرور نے فسانۂ عجائب میں نقل کیا ہے - صفحہ ۲۵ - ۴- یہ شعر ب ع میں ہے - ۵ - ب ر ع ک -

۶- یہ شعر مجموعۂ نغز صفحہ ۳۲۲ پر سوز سے منسوب ہے -

۷۱

کیا[1] کروں دل کو اب قرار نہیں اس میں میرا کچھ اختیار نہیں

ہر گھڑی وعدہ ہی پہ بہلانا ہاں جی ایسا بھی میں گنوار نہیں

تشنہ لب کب تلک رہوں آخر تیری کیا تیغ آبدار نہیں

میرے پہلو سے دور ہو اے دل تجھ سے صحبت ہوئی ہزار نہیں

تو جو کہتا ہے آہ چوکا تیر دیکھ تو دل کے وار پار نہیں

دولت حسن پر نہ ہو مغرور عارضی مال پر قرار نہیں

کوئی ہمدم نہیں غریبوں کا آہ بھی [illegible] ناتواں کی یار نہیں

بے قراری نہ کر خدا سے ڈر سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

۷۲

بستیاں[2] بستی ہیں اور اجڑے نگر آباد ہیں یہ کہاں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں

فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے ہم غلام آدم و حوا نہیں سب ایک کی اولاد ہیں

دام کو محبوب صورت مہر و مہ سے بھی دوچند گر عمل دیکھو تو پھانسی گیر یا جلاد ہیں

کیا دیا عاشق ہیں جو حدس کر پھر الٹے ہو منہ ہم دشمن یہ ہر گھڑی کیسی مبارک باد ہیں

اے[3] عزیزو اٹھ گئے دنیا سے یوسف طلعتاں اور جو باقی ہیں سو فرعون ہیں شداد ہیں

اپنے اپنے عیش میں ہر اک یہ دل مصروف ہیں بول مت سالک یہ سب مجذوب مادر زاد ہیں

ایک دم چپکے رہو تک .... میں ابھی.. میں تو کچھ کم پانچ سو بھولے بھلائے یاد ہیں

کان رکھ کر سنیو اس ڈھب کی سخن کہتا ہے سوز حالت غم میں بھی جس کی شوخیاں یہ یاد ہیں

سوز تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے جو برائے بیت شاعر ہیں وہی استاد ہیں

۱-۲ ب و ع ک -

۳- یہ شعر صرف ب میں ہے-

۷۳

آنکھیں[1] جو نہ لگ جاتیں بیزار نہ ہوتا میں　　پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں

طفلی ہی عجب کچھ تھی کیا کہئے جوانی کو　　گر عشق یہی کچھ تھا ہشیار نہ ہوتا میں

گر مجھ کو خبر ہوتی بیداری میں آفت ہے　　سوتا ہی پڑا رہتا بیدار نہ ہوتا میں

داماں سے ترے پیارے (لپٹا ہی پڑا رہتا)　　ہے خواب سمجھتا تو بیدار نہ ہوتا میں

اک روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں　　جو مجھ کو نہ ہوتا ڈر تو یار نہ ہوتا میں

پر سوزؔ ترا جلنا کیا مجھ کو جلاتا ہے　　ہاں تو نہ اگر ہوتا بیزار نہ ہوتا میں

۷۴

دل[2] کو میرے ہوائے چاہ نہیں　　عرش تک بھی مرا نباہ نہیں

آپ سے آپ آ ملے تو ملے　　اس کے ملنے کی کوئی راہ نہیں

کب کیا نالہ مت لگا تہمت　　کیا کریں کوئی یاں گواہ نہیں

نامہ اور ناتواں سے ؟ سچ ہو　　یاں تو میرے جگر میں آہ نہیں

جان کس شوق سے دیا ہم نے　　واں تو عزت بقدر کاہ نہیں

جی کے بدلے تو کون جی دے گا　　اور تو اور منہ میں واہ نہیں

وہ[3] محبت جو پہلے تھی بس لو　　اب زمانے میں دل کی چاہ نہیں

سوزؔ کو پیس جس طرح چاہے　　یاں کوئی اس کا دادخواہ نہیں

۷۵

زخم[4] جتنے چاہے میرے بدن میں کم نہیں　　یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مرہم نہیں

ایک دم اپنا تھا وہ بھی آخرش دم کھا رہا　　درد دل کس سے کہیں یاں کوئی اب ہم دم نہیں

۱- ب ر ع ک　۲- ب ر ع ک　۳- یہ شعر صرف ب میں ہے -

۴- یہ شعر صرف ع میں ہے -

۷۶

کب[1] توقع تھی کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہمیں — آن بیٹھیں گے تو جھنجھلا کے اٹھاؤ گے ہمیں
حال دل تم سے کہیں گے تو کہوگے توبہ — اور منہ جوڑ کے صلواۃ سناؤ گے ہمیں
گر تمنائے قدم بوسی کریں گے کاہے — تو یقیں ہے وہیں پاپوش دکھاؤ گے ہمیں
اتنی گر بات کہیں گے کہ لگی کو تو بجھاؤ — ہے یہ امید کہ دونا ہی جلاؤ گے ہمیں
سوز کا نام جو مجلس میں تمہاری لیں گے — تو مقرر ہے کہ پھر منہ نہ دکھاؤ گے ہمیں

۷۷

برق[2] طپیدہ یا شرر برجہیدہ ہوں — جس رنگ میں ہوں میں غرض از خود رمیدہ ہوں
عنقا ہوں یا ہما ہوں دگرہوں صبح و خضر — آہاوئی جہان سے عزلت گزیدہ ہوں
مدت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار — جوں سرو باغ دہر میں دامن کشیدہ ہوں
پہلو نشین کے غم سے جگر میں ہے خار خار — مانند گل کے بسمل درخوں تپیدہ ہوں
اے اہل بزم میں بھی موقع میں دہر کے — تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں
اے اشک و آہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں — بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر رسیدہ ہوں
غم ہوں ، الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں — یاں اہل دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں
صیاد[3] اپنا دام اٹھا لے کہ جوں صبا — ہوں تو چمن میں پر گل عشرت نہ چیدہ ہوں
ہاں[4] سوز میں شعر بھی شیریں نہ ہو سو کیں — تو جانتا نہیں لب دلبر مکیدہ ہوں

۱-۲- ب ر ع ک
۳- یہ شعر سرور نے فسانۂ عجائب میں سوز کا لکھا ہے - صفحہ ۱۲۴ -
۴- مقطع کسی نسخہ میں نہیں ہے - ریاض الفردوس نے لکھا ہے - صفحہ ۹۷-۹۸-

۷۸

آہ[۱] میں بے قرار کس کا ہوں — کشتۂ انتظار کس کا ہوں
تیر سا دل میں کچھ کھٹکتا ہے — دیکھیو میں شکار کس کا ہوں
دل ہے پاس میں ہوں، میں ہوں یار کے — اور اب ہم کنار کس کا ہوں
چین آتا نہیں مجھے یارو — دل پر اضطراب کس کا ہوں
خاک ہے مثل گل تمام بدن — یارب اتنا فگار کس کا ہوں
سوز نے جوں کہا کہ میں یار — بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

۷۹

چین[۲] کب آئے جو دیکھے دل کی یہ بیتابیاں — نیند ہی جاتی رہی سن سن تری بے تابیاں
شہر کی خوراک غم ہے یا کوئی لخت جگر — عشق نے تیرے مری اب ہڈیاں بھی چابیاں
مردمک یوں چشم تر میں سیر کرتی ہیں مدام — جس طرح پانی میں چود پھرتی ہیں بٹ مرغابیاں
دختر رز[۳] کا پیا تو نے لہو، چھپتا ہے کیا — آج تیری انکھڑیاں تو زور ہیں عنابیاں
برہمن کیا شیخ جو دیکھے سو سجدے کو جھکے — قہر ہیں اے شوخ الٹی پٹیاں، محرابیاں

۸۰

کون[۴] سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں — کون سا روز کہ میں دست بہ فریاد نہیں
کچھ نہ تاثیر ہوئی سنگدلوں کو یارو — کون سا نالۂ جاں کاہ کہ برباد نہیں
مسکراتا ہے کبھی، رو کے کڑھاتا ہے کبھی — کون سا غمزۂ بیداد اسے یاد نہیں
کیوں نہ ہو دشت جنوں پا سے ہمارے گلگوں — کون سا خار کہ یاں نشتر فصاد نہیں
دونوں عالم ہیں ترے حسن سے معمور بھلا — سوز کا کلبۂ احزان تو آباد نہیں

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ب کون تھا جس کے کلیجے میں گڑا آیا مزہ

۴- ب ر ع ک -

۸۱

ایسے[1] ستم شعار سے کہئے تو کیا وفا کروں
ڈرتی کہیں کہ زہر کھاؤں مار مروں کہ کیا کروں

مرنے سے میں تو راضی تھا موت کو موت آ گئی
زندگی اب گلے پڑی اس کی میں کیا دوا کروں

ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہیں دروغ گو
کب تئیں درد دل سے جان آہ ہوا ہوا کروں

صبر و قرار و عقل و ہوش سب یہ کنارا کر گئے
غرق ہوں بحر فکر میں کس کو اب آشنا کروں

تب نہ مرنے ہزار حیف کہتے تھے جب کہ مکرر
اب جو کہو ہو سوز سوز یعنی سدا جلا کروں

۸۲

خوش[2] ہوئے وہ رقیبوں کا سو دلدار کہاں
سچ یہ بات جہاں میں گل بے خار کہاں

گو کہ سر پھوڑ کے جو، خوں کی بہا دے فرہاد
لیک مجنوں سی تری دیدۂ خونبار کہاں

پوچھئے کس سے رہ و رسم قدم سے خوارو
ایسے میخانے میں سچ کہئے تو ہشیار کہاں

طور پر جا کے تجلی کو بھی دیکھا موسی
سہی صاحب کی سی پر طالع بیدار کہاں

جو گنہ گار سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ
ایسے ستار کے بندوں میں گنہ گار کہاں

کہتے سب ہیں کہ ہمیں سوز سے واقف ہیں ولے
آشنا سب ہیں ولے واقف اسرار کہاں

۸۳

مجھ[3] سے کہتا ہے کہ تیری خو مجھے بھاتی نہیں
چھوڑ پیچھا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں

ہر گھڑی کرتا ہے کیوں تو ناکسوں سے اختلاط
ایسے لوگوں سے طبیعت تیری اکتاتی نہیں

مجھ کو کہتا ہے نہ مل اور اس کو کہتا ہے نہ چھوڑ
تو ہی کہہ ناصح بھلا یہ تیری بد ذاتی نہیں

ایسے فربہ صید کو صیاد کرتا ہے شکار
مجھ سے بھنگے کو قضا شرما کے لے جاتی نہیں

تیرے دل میں ہو سو کہہ لے میں نہیں کہنے کا کچھ
ایسی باتیں سوز کی کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

۱-۲-۳ ب ر ع ک -

۸۴

سنا[1] ہے کوئی اب ہے طبع کا مرغوب ہم دیکھیں
مسیے محبوب چلو تیرا بھی بھلا محبوب ہم دیکھیں

وہ تیری ہی طرح عاشق پہ اپنے ناز کرتا ہے
بھلا آپس میں ملنے کا تو کچھ اسلوب ہم دیکھیں

جو ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برچھیاں چلتیں
تمہاری انکھڑیوں پر کیا ہوا آشوب ہم دیکھیں

تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب بات اسکی
کبھی قاصد سے کہہ دے اک نظر مکتوب ہم دیکھیں

خدا کی باتیں ہیں خورشید تھا جاروب کش جس کا
سو وہ پلکوں سے دن دیتا پھرے جاروب ہم دیکھیں

یہی ہے سوز تیرا آشنا تک اس طرف ہوتا
بہت اچھا مبارک واہ واہ کیا خوب ہم دیکھیں

۸۵

دل[2] آشفتہ عاشق ہے ایسے ہوش کہیں
سر کی دستار کہیں پاؤں کی پاپوش کہیں

عہد میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہوں
میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں

ہے سہا سے بھی تیرے کان کا موتی روشن
ایسی دیکھی ہے بھلا صبح نما گوش کہیں

تیغ ابرو سے میرے دل کو لگا ہے دھڑکا
جی نکلتا ہے میاں کھول بھی آغوش کہیں

آج میں سوز کو دیکھا تو اچنبھے میں رہا
سر کہیں پاؤں کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

۸۶

من[3] ملامت کرتا ہے تو مجھ پر جفائیں کیا کہوں
مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعا میں کیا کہوں

اے صاحبو بولو ذرا ایسے سے کیا بس چل سکے
دیکھے ہی دیکھے آن کر دل لے گیا میں کیا کہوں

کہنے سے میں آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی
جھٹ دیکھتے ہی مر گیا ہے اے ادا میں کیا کہوں

تھا جی میں آج اچھی طرح شکوہ کروں گا روبرو
منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں

تہمت ہے سب یہ سوز پر ملتا ہے کب اوروں سے وہ
جھک مارا تیرے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

۱-۲-۳ ب ر ع ک ـ

٨٧

کب[1] تلک کوچہ و بازار میں رسوا ہوں میں — مار ڈالے گا بھلا آج تو ملتا ہوں میں

غم کے آتے ہی گیا دل سے نکل صبر و قرار — کیا کروں بس نہیں چلتا ہے اکیلا ہوں میں

کس کو پرواہ ، کہیں لا ہو ساقی پیالہ — جوش کھا کھا کے جہاں آپ ہی صہبا ہوں میں

در ہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ — ایسی ہمت نہ ہوئی ایک ہو دریا ہوں میں

اتنی مدت سے لیا نام سو اس عنوان سے — آج یہ منہ سے کہا سوز سے روٹھا ہوں میں

٨٨

کوئی[2] سا دن ہو کہ میں وہ رخ زیبا دیکھوں — ناز کا اس کے بھلا میں بھی تماشا دیکھوں

کوئی ایسی بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم — وہ کرے چوچلے اور میں اسے ہنستا دیکھوں

کہیں جان جان مجھی روتے رہیں ساری عمر — ہیں نہ آیا کہ کبھی بھول کے دریا دیکھوں

دل مرا لے گئے لوگ بہ تقریب فروخت — میں نہ پوچھا کہ بھلا لا ہے اچھا دیکھوں

غیر ہی غم میں موا سوز اسے کہیں پر دیکھ — یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

٨٩

تجھ[3] بن جفا میں زندگانی کیا کروں — ہے قضائے آسمانی کیا کروں

برق کی مانند جاتا ہے نکل — ایسے دل کی پاسبانی کیا کروں

دل تلک ، پہنچے کا کیا مذکور ہے — مرہم زخم نہانی کیا کروں

ہے جگر میں زخم آ کر دیکھ لے — تو ہی بتلا میری جانی کیا کروں

ہے تو دل ہی پاس نے لخت جگر — سوز اس کی میہمانی کیا کروں

١-٢-٣ ب ر ع ک ـ

۹۰

اک عمر غم دوست سے ہم خانہ رہا میں — جب تک وہ رہا آپ سے بیگانہ رہا میں

ہم سائے میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی ہائے — افسوس یہی ہے کہ ادھر جا نہ رہا میں

دنیا میں یونہی آن کے محروم چلا حیف — مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں

سچ کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے واللہ — جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں

عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں نہیں رہتے — اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جا نہ رہا میں

۹۱

ضعف[۲] سے نالہ بھی اب دل سے نکل سکتا نہیں — اشک آنکھوں میں بھرا ہے منہ پہ ڈھل سکتا نہیں

ناتوانی سے توانی کا نہ پوچھو کچھ بیاں — دل میں حسرت ہے ملے ہاتھوں کو مل سکتا نہیں

ناتوانی[۳] کے سبب شرمندۂ قاتل رہا — زخم تو کاری ہے لیکن خوں ابل سکتا نہیں

واہ وا جاتے رہے یاں تو اجل کے بھی حواس — دم تو میرا تابہ لب تن سے نکل سکتا نہیں

یاں تلک تو ناتوانی ہے مرے گھر پر محیط — آگ میں اسپند ڈالو تو اچھل سکتا نہیں

جس نے دیکھی ناتوانی آہ حیران رہ گیا — شمع کا شعلہ بھی یاں حیرت سے ہل سکتا نہیں

میرے گھر کی آگ بھی یاں تک ہے اے یارو ضعیف — تودۂ باروت گر ڈالو تو جل سکتا نہیں

سخت مشکل ہے کہ ظالم سانس سے جھجکے ہے اور — بن عصائے راہ سوز اب جا سے ہل سکتا نہیں

۹۲

اُس[۴] پاس پڑ گیا دل گمراہ کیا کروں — دم مارنے کی تاب نہیں آہ کیا کروں

بستی میں ہے نہ چین نہ جنگل میں ہے قرار — گھبرا گیا ہوں جی میں مرے اللہ کیا کروں

آوے گا یا نہ آوے گا شب تو گذر گئی — دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں

دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا — اس حال سے میں سوز کو آگاہ کیا کروں

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ر ک مستور شہرت سے رہا
گے ۔ ناتوانی سے مری بدنامی اس کی ٹل گئی ۔

۴- ب ر ع ک ۔

۹۳

غمزۂ[1] چشم شرمسار کہان — سر تو حاضر ہے تیغ بسار کہان

زلف اور رو مین صرف کر شب و روز — پھر یہ لیل اور یہ نہار کہان

گل ہی کرتا ہے چاک اپنا جیب — پر گریبان مین تار تار کہان

ہو غزالان کو اس سے ہم چشمی — تیکھی چتون کہان خمار کہان

عندلیبون نے گل کسو گھیر لیا — ایک جوڑا کہان ہزار کہان

ایک دن ایک شخص نے پوچھا — میر صاحب تمہارا یار کہان

مین نے اس سے کہا کہ سن بھائی — اب مجھے اس تلک ہے بار کہان

گاہے گاہے سلام کرتا ہون — پر وہ باتین کہان پیار کہان

زندگی مین جفا غنیمت جان — سوز پھر ظلم بار بار کہان

۹۴

غبار[2] خاک راہ دلبر چالاک آنکھون مین — اگر سرمہ سے بہتر مین نہ جانون خاک آنکھون مین

تبر یا تیر یا تلوار سے سارے کوئی دیکھو — کرے قتل ایک عالم کو جو وہ سفاک آنکھون مین

بغل مین گھس کے لیجاوے تو ہر فن سے کوئی پکڑے — چرا لیتا ہے ہر عاشق کا دل بیباک آنکھون مین

ادھر سے یا ادھر سے شاید آجاوے مرا بے کش — سحر سے شام تک اب تو لگی ہے تاک آنکھون مین

حباب سے بہا ہے جب سے مین نے راست کہتا ہون — حباب آسا نظر آتے ہین یہ افلاک آنکھون مین

نہ چھوڑو اس گھڑی تم سوز کو ہرگز نہ بولے گا — نہین آتا ہے اس کو نشۂ تریاک آنکھون مین

۹۵

شعر[3] کہنے کا اب فراغ کہان — کیا کہون دل کہان دماغ کہان

داغ دل سے ہے روشنی اس کی — ورنہ عاشق کے گھر چراغ کہان

۱-۲-۳ ب ر ع ک

۹۶

[1]یہی ہے دل میں کچھ اب زہر کھا کر آج مرجاؤں — کوئی اب زہر بھی دیتا نہیں یارب کدھر جاؤں

جلاتا ہے تو مجھ کو میں ترے قرباں ہو جاؤں — میں پروانہ نہیں جو ایک پل میں جل کے مرجاؤں

عدو کے ہاتھ سے کیا نہیں ملتا ہے جیسے کسو — زمیں پر تو نہ چھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

۹۷

[2]ہر ایک پیالے پر دل مانگو ہو، اور تو اب تیار نہیں — لا دیتا میں دل البتہ، دل کا یہاں بازار نہیں

اب کیا جانے پاؤگے تم آج اچھوتے جاؤ گے — ہاں صاحب فرمائیے اب کرتے تھے کہیں ہر بار نہیں

میں تو روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا — ظاہر میں تو ملتا ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں

[3]دیکھو دیکھو کہتا ہے کیا سوز مجھے میں جانی — یارو منہ میں چلتی اس کے ہاتھ میں کیا تلوار نہیں

سوز میاں کچھ بات کہو کیوں منہ کو سئے بیٹھے ہو — ایسے کہیں لاگے ہو چپکے منہ میں کیا گفتار نہیں

۹۸

[4]ہر چند میں جہاں میں گل (نودمیدہ ہوں) — لیکن بہ رنگ بسمل درخوں طپیدہ ہوں

آہ و فغان و نالہ و حسرت و وا د ریغ — کیا قافلہ یہ ملت ....

مجھے خوں میں غلطاں دیکھو

لے مے کشو .... — تم جدا نہیں ہوں میں گلوئے بریدہ ہوں

.... مست ہوں بے اختیار ہوں — تم کچھ کہو غلام لبان مکیدہ ہوں

خلوت کدہ و دشت نہ کر اے جنوں سمجھے — .... آرمیدہ ہوں

..... کام مجھ کو .... آفاق سے رہا — عنقا نہیں ہوں گوشۂ عزلت گزیدہ ہوں

۱- ب ر ع ک
۲- ب ع میں ہے -
۳- صرف ب میں ہے -
۴- صرف ع میں ہے -

۹۹

کہ ہو اے بے مروت مجھ سے ناخوشنود اٹھتا ہوں[۱] — عبث ہوتا ہے کیوں مجھ پر عتاب آلود اٹھتا ہوں

کہ دے تکلیف اپنے خنجر شمشیر کو ظالم — میں اپنے اشک خوں پالا سے خوں آلود اٹھتا ہوں

اگرچہ بزم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن — رقیب بے حیا کے واسطے میں زود اٹھتا ہوں

ڈراتا ہے مجھے کیوں عشق ، بیٹھا ہوں بھروسہ پر — میں تیرے سامنے جی کو ہوں موجود اٹھتا ہوں

سنے سب شاعروں کے شعر سب سے خوش ہوا لیکن — سنی ہیں سوز کے جب شعر تب میں کود اٹھتا ہوں

۱۰۰

جو دل آتش غم سے ناحق جلا دوں[۲] — جو وہ مجھ سے مانگے تو اس کو کیا دوں

اسی فکر میں غرق ہوں رات دن — کہ اس غم کو کس طرح دل سے اٹھا دوں

سنو بھائی غم تم مجھے چھوڑ جاؤ — تو میں دل سے تم کو بہت سی دعا دوں

بہت دل ہیں اس دل سے بہتر جہاں میں — چلو ایک دو اس سے اچھے دلا دوں

اسے شوق سے بھون کھاؤں جلا دوں — ولے سوز کو پہلے یاں سے اٹھا دوں

۱۰۱

دیدۂ خشک آفتاب کہاں[۳] — چشم گریاں کہاں سحاب کہاں

گئی گردن کشی بھی حسن کے ساتھ — آہ وہ مالک رقاب کہاں

شیخ جی بے کشوں میں آئے پیر — آپ کے ورد کی کتاب کہاں

یہ جلے روز و شب وہ ایک گھڑی — دل عاشق کہاں کباب کہاں

ایسی ہوتی ہے بے مے کیفیت — لب میگوں کہاں شراب کہاں

تیری زلفوں نے دل کو بند کیا — سوز کے دل کو اتنی تاب کہاں

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ب میں ہے -

۳- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۱۰۲

بندگی[۱] سے تری کچھ عار نہیں   پر مسلمان تو ہی زنار دار نہیں

ایک ہیں عالم وحدت میں سب   عاشقوں میں کوئی اغیار نہیں

کس کی آنکھوں سے تجھے دیکھوں میں   کون تجھ چشم کا بیمار نہیں

قتل کی میرے نہ کر اتنا فکر   میاں ایسا تو گنہگار نہیں

تشنہ لب کب سے ترستا ہوں پڑا   کیا ترے ہاتھ میں تلوار نہیں

خوبرویوں کو جہاں کے دیکھا   تجھ سوا اور دل آزار نہیں

مت مژگاں کو آپ ہی روکو بہلن   غیر دل کوئی سپردار نہیں

خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے   سوز سا کوئی دل فگار نہیں

۱۰۳

دل[۲] کو میرے ہوائے باغ نہیں   دور ہو بوئے گل دماغ نہیں

شب ہجراں کو میرے عاشق کی   غیر داغ جگر چراغ نہیں

کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو   ہائے اتنا مجھے فراغ نہیں

تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت   مست ہوں تشنۂ ایاغ نہیں

ایک بیٹھا نہیں ہے سوز جلا   تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

۱۰۴

کب[۳] تلک قیدی رہوں میں جسم کے زنداں میں   اب نہیں باقی رہی اللہ مری جان میں

کس طرح گھوڑا کدا بیٹھو مرے چوگاں بساز   سر ہے میرا دیکھیو افتادہ اس میدان میں

کیا مزا لیتا ہے دل، جب سے لگا ہے اس کو تیر   شہد کیا تو نے بھرا ہے تیر کے پیکان میں

آنسوؤ دریا کوئی تم سا نہیں ہے پر خروش   یہ تلاطم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں

لوگ جلتے ہیں ترے شعروں کو سن کر اے عزیز   تو نے انگارے بھرے کیوں سوز اس دیوان میں

۱-۲-۳   یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۱۰۵

[۱] ہے دھوپ کہاں؟ کدھر گیا دن؟ کیوں شام فراق سر گیا دن

آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آیا روتے ہی گذر گیا دن

چھپا رہتا ہوں جب کبھی میں کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن

کیا روز ازل کیا تھا وعدہ وہ بھول گیا بسر گیا دن

رونا یا سر کے تئیں پٹکنا یہ سوز تو یوں ہی بھر گیا دن

۱۰۶

[۲] دشنام بھی لبوں سے تو ہم نے سنی نہیں بولے گا جی کی بات ابھی جی میں جی نہیں

مصحف کے ورقے ، دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت صحیح نہیں

ناصح کے حق میں طرفہ ہے گر پند وعظ پند اس کی بھی جائے جوتی کہ اس کو لگی نہیں

ساقی خدا کے واسطے اک جام اور دے ایسی شراب ناب کہیں ہم نے پی نہیں

اے سوز ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا کیا کیجئے جہاں میں محبت رہی نہیں

۱۰۷

[۳] اس جفا پر بھلا اب غم نہ کھاؤں کیا کروں کوہ صحرا میں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں

آشنا ، نا آشنا سب ہو گئے اے وائے بخت وحشیوں سے جا کے اب (کیا دل لگاؤں) کیا کروں

نوک سوزن وار اب جگہ نہیں ہے دل میں وائے سوزن عیسی سے چاک دل سلاؤں کیا کروں

یوں تو میں مرتا نہیں اور جی سکتا بھی نہیں روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں

زلف و کاکل نے کیا میرا جگر خوں کیا کروں مار ارقم کا نہیں آتا ہے افسوں کیا کروں

گو کے رونے سے بھی .... کس طرح دیکھوں گا پھر آنکھوں کو پرخوں کیا کروں

وہ مرا دلسوز بھی آتا نہیں اے یا نصیب حالت سوز دروں کس کو سناؤں کیا کروں

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے- ۲-۳ یہ غزلیں صرف ر میں ہیں -

۱۰۸

میں[1] آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں — کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں اور ہوں سو کیا ہوں میں

کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سوختن قابل — کبھی جوش دروں سے موجزن ہوں مثل دریا میں

کبھی نقش قدم سے پست تر ہوں راہ دنیا میں — کبھی تو عرش اعظم سے بھی ہوں میں جائے اعلا میں

کبھی کہتا ہوں میں کیا چیز ہوں حیراں ہوں یارب — کبھی تو مرگ کے ہم رنگ ہو اٹھتا ہوں جیتا میں

غرض سوز دروں سے مرا جان و جگر جلتا — کباب خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ ہوں کیا میں

۱۰۹

یہ[2] تو معلوم کہ تم ملنے کو آؤ گے ہمیں — پر یہ فرماؤ کہ کس روز بھلاؤ گے ہمیں

آنکھ سجدے سے توقع ہے فقط پر اتنی — پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤ گے ہمیں

جان کے جانے سے اس واسطے ہے ہم کو خوشی — پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہمیں

یاں تو سنتے تھے بھلا غیر نہ کہتے تھے کچھ — واں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہمیں

ہم کو معلوم ہوا تم نہ ملو گے ہرگز — ہاں مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤ گے ہمیں

زیست کا لطف نہیں جان اٹھالو یاں سے — تا کجا چشم خلائق سے گراؤ گے ہمیں

یہ توقع نہ تھی دلسوز کو مہدیؔ صاحب — جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے آؤ گے ہمیں

۱۱۰

یہ[3] خامی ہے کہ سوز عشق سے فریاد کرتا ہوں — میں اس دولت کے محروموں کو جل جل یاد کرتا ہوں

فلک نے لالچی جانا تھا مجھ کو تو نے ڈھکایا — میں اس کے وعدے اوپر اب تلک دل شاد کرتا ہوں

شب و روز اس طرح کہتا ہے تیرے جور سے قاتل — گھڑی فریاد کرتا ہوں گھڑی بیداد کرتا ہوں

قبول ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم — میں کس کس ڈول سیتی منت جلاد کرتا ہوں

یہ حسرت رہ گئی دل میں کبھی اس بیمروت نے — نہ پوچھا سوزؔ کو اتنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے - ۲- یہ غزل ب اور ع میں ہے- ۳- یہ غزل صرف ع میں ہے-

١١١

کسے[١] ڈھونڈتے ہو بغل میں میاں   کہا دل کبھی کا کہاں سے کہاں

اسے دل کہیں جو ہے عرش خدا   اسے دل کہیں جو ہے حق مکاں

یہ دل جس کو ہے، صاحب دل ہے وہ   یہ دل جس کا ہے سو ہے روح رواں

یہی دل ہے گلزار فردوس کا   یہی دل ہے معمورۂ عاشقاں

یہی دل ہے پر سوز پر درد و داغ   یہی دل ہے سلطان کن و مکاں

١١٢

ہمیں[٢] کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں   نہ تو کوئی آدمی جادے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں

نہ تو علم اپنے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لئے   اسی کو کہتے ہیں جو زندگی سو جو جسم کے ہے عذاب میں

یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو یہی وضع ہے جسے کھو رہو   جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالم خواب میں

میں خلاف تم سے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم   میں دے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں ملا ہوں اُس کی جناب میں

نہ سنو کے سوز کی گفتگو جو پھر کے ڈھونڈھے کو یہ کو   یہ نشہ ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشہ ہے شراب میں

١١٣

صنم[٣] کے ذکر * سوا اور قیل و قال نہیں   جناب دل سے مرا اور کچھ سوال نہیں

تو سر سے کر کے تصدق مرا تو دل دے ڈال   کہ میرے پاس بجز اس کے اور مال نہیں

کہاں تلک میں تجھے حال زار دکھلاؤں   تو حال آ کے مرا دیکھ مجھ میں حال نہیں

میں ایک رات تجھے جان خواب میں دیکھا   سوائے خواب کے اب اور کچھ خیال نہیں

یہی ہے سوز جسے جانتے ہیں سب دل سوز   بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں

١-٢-٣ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۱۱۴

کیسے[1] سے مہر بدلے افلاک ایک پل میں
پھر جاے اس کی طینت جوں چاک ایک پل میں

نازاں نہ ہو تو ہووے گر تجھ کو شادمانی
کردے فلک دل خوش غم ناک ایک پل میں

اکسیر سے نہیں کم کچھ منکر کی صحبت
سونا کیے ہے مس کو یہ خاک ایک پل میں

نالہ تو دے ہے [illegible] آتش آفاق کو ہمارا
کردے ہے سرمہ چشم نمناک ایک پل میں

بچتا ہے مرغ دل اس صیاد سے کہ جن نے
صید حرم کو باندھا فتراک ایک پل میں

دم اس کی نازکی میں مت مارنا شتابی
کاٹیں گا ورنہ تیری میں ناک ایک پل میں

دامن کشاں چمن سے گذرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریبان صد چاک ایک پل میں

کوچے میں یار تیرے ہاں وہم کے برابر
پہنچے جو ہووے قاصد [illegible] چالاک ایک پل میں

واعظ نے مے پیا ہی ہے چھپ چھپ کے سوز اس کی
مسواک گاڑ دیں تو ہو تاک ایک پل میں

۱۱۵

دلربا[2] اے سوز کیوں میری طرف مائل نہیں
دل ترا داغی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں

قدر ہر یک دل کی ہے معلوم ہر دلدار کو
دل دکھاؤں کس کو ہے یہاں کوئی صاحب دل نہیں

خود نمائی پر ہے میرا دل کوئی خواہاں نہیں
کس کو دکھلاؤں کہ اس دم خنجر قاتل نہیں

دوستاں میں بھی مسافر ہوں غنیمت جان لو
میر منزل ہوں یہ دنیا کچھ مری منزل نہیں

بعد اس کے سوز کو تکلیف مت رہنے کی دو
کیوں سے دل میں رہیں میں وہ مرا اب دل نہیں

۱- یہ غزل صرف ب اور ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ع میں ہے -

١١٦

باندھ[1] لیتا کیوں نہیں سر کو مے فتراک میں — تجھ کو یہ غیرت نہیں جو لوٹتا ہوں خاک میں

جو ہوائے دل کو آزردہ کیے ہے ہیچ آہ — کب خدا مسکن کیے ایسے دل بے باک میں

ایک جا گہ سے بھی جو ثابت نہ ہو (لےھمدم) — کیوں کہ رہ سکتا ہے عشق ایسے دل صدچاک میں

آہ اس غم کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھڑی — یاد دلوا کرکے لایا جان میری خاک میں

سوز کی رندی تو دیکھو شیخ بن بیٹھے ہیں اب — ہر گھڑی الجھا رہے ہے شانہ و مسواک میں

١١٧

دل[2] کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں — بس گریبان صبر پارا کریں

غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے — کیا اسے چھوڑ کر کنارا کریں

اس ضعیفی میں گر وہ بوسہ دیں — پھر جوانی تو ہم دوبارا کریں

کب تلک کونے میں چھپے رہیے — آپ کو اب تو آشکارا کریں

لوگ کہتے ہیں لوٹتا ہے چلو — سوز کا دور سے نظارا کریں

١١٨

گرچہ[3] میرے مضطرب دل کو شکیبائی نہیں — پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہرجائی نہیں

دل پھنسا ہے تیری زلفوں میں نہ کیجو فکر دام — یہ مگر کوئی ترا آہوئے صحرائی نہیں

مسکراتے ہیں .... لیتے ہیں لوگ — دل کے لینے کی طرح ہائے تجھے آتی نہیں

مجھ سیتی مت بول اعدا کی لگائی سے میاں — میں نے تجھ سے روٹھ رہنے کی قسم کھائی نہیں

سوز کو دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی — ....

١-٢-٣ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

[1]کہتے ہیں لوگ یار ہمارا (ہے ہر کہیں)
میں نے تو اس جہان کی نہ دیکھی کمر کہیں

ہوتی ہے وقت عزم بھی ....
چلتا ہے خود کدھر ....

سمجھے تو میں بے جان میں ......
پھرتا ہوں ....

گاہے یہاں ہے گاہ وہاں ....
اس شوخ کا بتادے کوئی مجھ کو گھر کہیں

جاؤں میں اس کے کوچے میں جو جان آپ سے
پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں

پرواز مور پر میں چلوں آہ سار کر
ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے اثر کہیں

قاتل تو اس قدر ہے اگر گھر میں پوچھئے
کہتے ہیں سب گیا ہے کمر باندھ کر کہیں

ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ
دل میں کہا کہ جائیے جینے سے مر کہیں

میں بھی تو سامنے ہوا دیکھیں نصیب کیں
غصہ میں آ کے پھینک دی تیغ و سپر کہیں

تب تو کہا ہے اس سے کہ اے دشمنی پسند
خوباں کریں ہیں جور ولے اس قدر کہیں

میں نے سنا نہیں ہے کہ عاشق غریب سے
ہر وقت قتل کوئی کیے در گذر کہیں

الا نہ ایک تو ہی نرالا نظر پڑا
مارے حسد کے خون سے نہ کی تیغ تر کہیں

باغ جہان کو دیکھ (اگرچہ بہار) ہے
آیا نہ دوستی کے شجر میں ثمر کہیں

[2]بوسہ لیا ہے تو بھی وہی اضطراب ہے
اے سوز حق کو مان خدا سے بھی ڈر کہیں

۱- یہ قطعہ صرف ع میں ہے-

۲- یہ شعر مجموعہ نغز صفحہ ۲۲۳ اور تذکرہ ہندی صفحہ ۱۱۳ میں ہے-

۱۲۰

گرچہ میں سارے جہان کی وضع سے بیگانہ ہوں[1]   پر تمہاری سج کا اے بے الفتو دیوانہ ہوں

گرچہ کونے میں بٹھا رکھا ہے ساقی نے سمجھے   پر میں اپنی چشم ترسوں رشک صد پیمانہ ہوں

گرچہ جیتے جی زبان زد خلق کا ایسا نہیں   پر سمجھتا ہوں کہ بعد از مرگ میں افسانہ ہوں

شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلس افروز جہاں   اپنے دل میں تو کسی کے طور کا پروانہ ہوں

گرچہ کہتے ہیں بہت نامرد مجھ کو واہ وا   لیک جی دینے میں ان ساروں سے میں مردانہ ہوں

گرچہ بکتا ہوں بہت سا لغو بے ہوشی کے بیچ   (پر) خرد مندان مجھے تم بخشیو مستانہ ہوں

.... پر دیتا ہوں اپنی جان کاش   (وہ یہ سمجھتے ہے) میں مشت در میخانہ ہوں

.... بیکسی وضع کی ہے .....کی   .... اگر کہو تو ہیں رندانہ ہوں

.... رفیق و دوست کچھ رکھتے نہیں   (دیکھنے میں) باطن میں ، میں ہم خانہ ہوں

.... دل پہچانو چشم دیکھو کچھ نہیں   (میں قدیمی) سوز میں ہم صحبت جانانہ ہوں

۱۲۱

حمد میں تیری اے خدائے سخن[2]   اس زبان سے کہا نہ جائے سخن

باتیں سارے بناتے ہیں لیکن   کوئی پر لائے آشنائے سخن

کوئی صاحب سخن نہیں مرتا   ہے قیامت تلک بقائے سخن

زیست انساں کی نہ پوچھو کچھ   اکل و یا شراب ہے بجائے سخن

سوز خاموش رہ کے کیا لے گا   زندگانی تو ہے برائے سخن

۱-۲ یہ غزلیں ع میں نہیں ـ

۱۲۲

[1] گو کہ اے دل تجھے سرور نہیں — شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں
گر ہوس تجھ کو دادخواہی کی — کل قیامت بھی ایسی دور نہیں
شیخ جنت تجھے مبارک ہو — مجھ کو کچھ اشتیاق حور نہیں
میں تجلی دکھائی تھا موسی — حیف اس وقت کوہ طور نہیں
کوستا ہوں میں سوز کہہ دل کو — مجھ کو اس دام کا شعور نہیں

۱۲۳

[2] مرے دل میں ہے خواہش وصل بتاں گو نصیب کسی کو ہوا ہی نہیں
کروں کس سے میں حال دل اپنا بیاں مرے درد کی تو دوا ہی نہیں

مرے دل کی طپش کو تو غور کرو مرے واسطے فکر تو اور کرو
کوئی یار سے ملنے کا طور کرو کہ دوا سے تو ہوتی شفا ہی نہیں

کبھو خندہ گل سے یہ دل نہ کھلا رہے روتے یہ مردم دیدہ سدا
کروں رہ کے عزیزو میں باغ میں کیا مجھے راس یہاں کی ہوا ہی نہیں

ترے کوچے سے گل کبھی باغ میں جا ترا باد صبا نے جو نام لیا
یہ بھی دیکھا نہ اے بت ہوش رہا کسی گل کا * حواس بجا ہی نہیں

ایسی ہو اور بھی کوئی تازہ غزل اسی بحر کا قافیہ سوز بدل
غم ہجر تو کر چکا اپنا خلل ہمارے وصل کا حال کہا ہی نہیں

۱۲۴

[3] کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں — مجھے قربان ہونے دے ترے قربان ہو جاؤں

۱۲۵

[4] تسلی ہو کے لئے جوں گل تمام آغوش ہو جاؤں — کلیجہ سے لگا کر غنچہ سا خاموش ہو جاؤں

۱۲۶

[5] گیا ہی عشرت سے کٹ گئی کل رات — آہ پھر وہ شب وصال کہاں

۱۲۷

[6] میں اگر قید حیا سے چھوٹیں — دامحا تیری جفا سے چھوٹیں

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے ۔ ۳-۴-۵-۱۷ مجموعۂ نغز صفحہ ۳۲۲ ۔
۲- یہ غزل اردوئے معلی مرتبہ حسرت موہانی " انتخاب دیوان سوز میں" صفحہ ۲۲۸ پر ہے۔

ردیف و

۱

کیا[1] خفا کر دیا جوانی کو　　　کوسوں کس منہ سے زندگانی کو

کہوں جی ہم بدنظر بھلا صاحب　　　آکروں تیری بد گمانی کو

بس میاں غم سدھارو اپنے گھر　　　مت کرو تنگ زندگانی کو

دیکھیو روز آکے دق کرنا　　　تم کرو ایسی مہربانی کو

کوئی سنتا نہیں کہوں کس سے　　　اپنے دل کے غم نہانی کو

تجھ کو تو نیند آئی جاتی ہے　　　کس کے آگے کہوں کہانی کو

سوز اب بھی رہا ہے کچھ باقی　　　چھوڑ دے اس سرائے جانی کو

۲

قسم[2] کھاتا ہوں ہر دم جو کروں ہرگز نہ یاری کو　　　ولے رہتا نہیں دل کیا کروں بے اختیاری کو

بتوں کی اس میں کیا تقصیر ہے وہ کس سے ملتے ہیں　　　کسی کو دوش کیا دوں روؤں اپنی خام کاری کو

اجل تو جان لیتی ہے ولے ترسا کے نہیں کہا　　　وہ لگ سکتی نہیں اس کی چھری کی آبداری کو

سمجھتا ہوں ** میں اے ناصح جو فرماتے ہو تم مجھ سے　　　سدھارو اپنے گھر تم کیجئے اس دوستداری کو

صدم آتا ہے ** سوز اب یاں اس کے تر نہ ہو جائیں　　　ذرا تو بند کر پھر خدا اس چشم جاری کو

۱-۲ ب ر ح ک -

۳

ہر[1] کسی کو دیکھو محبوبو نہ گردن خم کرو
شان کی شوکت کو سفلی چھوڑ پر مت کم کرو

سگ درندہ، دشت ویران میں ہیں اٹھے چار سو
اب بیابان حرم سے اے غزالو د م کرو

اشک کے قطرے ہمیں ہیں چشمۂ آب حیات
جی اٹھیں گا جان مت آنکھوں کو اپنی نم کرو

میں تو مر جانے کے قابل تھا موا اچھا ہوا
تم خدا کے واسطے ہرگز نہ اس کا غم کرو

سوز آنکھوں سے جو دکھلا دے ذرا دیکھیں میاں
بات واضح کرکے نامحرم کو مت محرم کرو

۴

مردم[2] آزاری نہ سکھلا نرگس بیمار کو
کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو

ہر[3] گھڑی تلوار دکھلا کر ڈراتا ہے مجھے
کیا کہوں تیرے تئیں کھاؤں تری تلوار کو

بیٹھ[4] جا اے سوز دو دو قرط لے لیں ایک جا
خانہ خمار بھیجا ہے ابھی دستار کو

۵

کھول[5] نہ دیجو لاڈلے اس دل نا صبور کو
جھانپ لگے گی چلبلی جھانکیو مت تنور کو

مکھڑے کو دیکھتے وہیں آئینہ کو پٹک دیا
دیکھ سکا نہ آپ سا سوجھو اس غرور کو

کیا
سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق
دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے کوہ طور کو

حور و قصور کے لئے کوچۂ یار گم کیا
شیخ سے کہیو قاصدا بھائے نہ اس شعور کو

بزم میں رکھتے ہی قدم، شام کی صبح ہوگئی
شمع کا مان گھٹ گیا دیکھیو منہ کے نور کو

جلد اتار لے صنم، سر نہیں بار دوش ہے
اور کے سر تو رکھ یہ بوجھ دور کر اس مزور کو

کن میں پھنسا ہے سوز تو اتنی بھی غیر جانسی
مصلحت اور کچھ نہیں چلتے ہیں اب حضور کو

۱- ر ع ک -
۳-۲ ب ر ع ک -
۴- تذکرۂ میر حسن صفحہ ۱۱۹ -
۵- ب ر ع ک -

۶

سنو[1] اے طالبو محبوب کے مے کنسے آؤ   مرا احوال پہلے دیکھ لو پھر دل کو سمجھاؤ
اے جان مخلص جانی ترا اس حال کو پہنچا   ابھی تو تم نئے عاشق ہو اپنا حال فرماؤ
یہ حضرت عشق ہے اس نے کروڑوں بھس جلائے ہیں   نہ اس کی داد نے فرہاد اس کی راہ مت جاؤ
یہ ایسی راہ ہے جو سورما نامرد ہوتے ہیں   تم ایسے کون سے ساونت ہو بس گھر کو پھر جاؤ
تمہیں باور نہیں تو سوز کے احوال کو دیکھو   میں جی بازی لگاتا ہوں جو جیتے وان سے پھر آؤ

۷

دماغ[2] اصلاح دینے کا نہیں کہدو ہلالی کو   کہ فکر شعر ہے اس وقت میری طبع عالی کو
بغیر از بادہ سمجھوں بزم کو میں حلقۂ ماتم   ہوں میں لب پہ جان کروں جو جائے خالی کو
ترا خط دیکھ یوں بھولیں ہیں سب قرآن کا پڑھنا   کہ جوں تہ کر رکھیں تفہیم ہائے پارسالی کو
رکھے ہے سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی   ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو
نشست شیخ نے مجلس میں چھاتی تو پکا ڈالی   لے آئے یاں کوئی اب جا کے سوز لا ابالی کو

۸

کردیا[3] تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو   تیر مژگاں نے کیا غربال چار آئینہ کو
تیری مشتاقی کی حیرانی میں ہے ہم چشم یہ   بسکہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو
ہاں، اے مشاطہ و مغرور ہووے گا دو چند   وقت آرائش نہ کر اس سے دو چار آئینہ کو
گرد خط سے یار کے چہرے پہ ہو دونی جلا   صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو
یار کے جب منہ کو وہ تکتا ہے سوز اس رشک سے   جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینہ کو

۱- ر ع ک
۲-۳ ب ر ع ک

۹

عاشق[1] صادق جو اک دم (وحشی و دیوانہ ہو) ... بے تکلف ملک دل کا ....

جان تو لے گا ابھی تو لے ولے حسرت ہے یار ... وقت مرنے کے صنم کے ہاتھ میں پیمانہ ہو

(گر) خرد تجھ میں نہ ہوتی تو نہ ہو مادر رقیب ... ناصحا ہم سے ملا چاہے تو دیوانہ ہو

شمع کے گر گھر کو جاوے کس کے .... دل وہاں کھلتا ہے جس جا مجلس رندانہ ہو

.... قتل پر عاشق کے تسم ... سوز کو کیوں بے طرح گھورو ہو ....

۱۰

دلا[2] جوش اس قدر مار اپنے سینے میں کہ دریا ہو ... نہ ہو مستی ساغر کا نہ منت دار مینا ہو

فنا کر آپ کو تو جزو سے اے دل تو کل ہووے ... گنوائے جب حباب اپنے تئیں تب عین دریا ہو

ہمارا باغباں نے جرم نظارہ پہ جی مارا ... جنہوں نے گل کو توڑا یارب ان پر دیکھئے کیا ہو

دل و دیں لے کے پھر آیا ہے وہ غارت گر ایماں ... سوا جی دینے کے مجھ سے میسر اور اب کیا ہو

فقط منظور تیرا دیکھنا ہے سوز کو پیارے ... تیرے سر کی قسم گر اور کچھ دل میں تمنا ہو

۱۱

سینہ[3] یہ جس کے عشق سے خوباں کا داغ ہو ... وہ داغ اس کو گور کا روشن چراغ ہو

اے عندلیب کب تری فریاد وہ سنے ... ہستی سے گل کے باغ میں جو بے دماغ ہو

کنج قفس میں فکر چمن ہے خیال خام ... بلبل تو دل ہی دل میں بڑی بے دماغ ہو

لیجو خبر مرے دل گم گشتہ کی کہیں ... قاصد نظر میں تیری گر اس کا سراغ ہو

لاکھوں ہی غنچے کھلتے ہیں یارب ہر ایک صبح ... اس سوز کے بھی دل کو الٰہی فراغ ہو

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -
۲-۳ ب ر ع ک

۱۲

کچھ[۱] اپنا حال تو لکھتا نہیں اور دل کہاں ہے تو
شتابی مجھ سے آ مل یا مجھے لیچا جہاں ہے تو

تجھے میں نے کبھی غصہ کیا یا کچھ دیا طعنہ
بھلا مجھ سے تو کہہ کس واسطے نامہرباں ہے تو

وہی میں بندۂ مخلص ہوں تیرا روٹھ مت پیارے
ولیکن کیا کہوں ، ہے ہے بڑا ہی بدگماں ہے تو

ادھر آ بھی نہیں پھرتا ہوں کس نے تجھکو بہکایا
یہ کس نے تجھ کو سکھلایا ہے کس کا میہماں ہے تو

ابھی تو نوجواں ہے تجھ کو طاقت عرش تک کی ہے
نہیں کیا سوز سا جانی ضعیف و ناتواں ہے تو

۱۳

نہ[۳] بت خانے کو اے یارو نہ بیت اللہ کو پوجو
ہوا چاہو اگر کچھ تو دل آگاہ کو پوجو

بتاں سنگدل ہوتے ہیں جیسے رام اے یارو
محبت کو سدا مانو دلوں کی چاہ کو پوجو

پرستش کے وہ قابل ہے جو مجھ جیسے کا عاشق ہو
قسم ہے دوستو تم کو مے بدخواہ کو پوجو

پرستش کرکے تم خورشید کی ہوتے ہو کیوں کافر
ہنودوں سے کہے کوئی کہ مت ماہ کو پوجو

خلافت[۴] آن کر اے سوز بولی چوتھے درجے میں
جو[۵] چاہو آخرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوجو

۱۴

حال[۶] دل پوچھے ہے کیا مجھ سے مرا اے یار تو
سن لے جا عالم سے ہر کوچہ میں ہر بازار تو

اب نکل سکتا نہیں ممکن تجھ یہاں سے دلا
زلف کے حلقہ میں ہے جوں نقطۂ پرکار تو

ہو گیا آشفتہ سر ہر ایک اس کو دیکھ کر
باندھ کر نکلا جو اپنی لٹ پٹی دستار تو

کچھ تو یاں نسبت نہیں کو ہے بھلوں سے اے صنم
گو کہ ہیں باغ جہاں میں خار ہم گلزار تو

گر چمن تک رخصت اے صیاد تو دیتا نہیں
جانے کی فرصت نہیں دیتا سر دیوار تو

گو نہیں اب کی میسر ساقی و ابر و بہار
جام دے اے دل ہوس اے دیدۂ خونبار تو

زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھ کو عزیز
مت کیا کر سوز سے ہر وقت یہ گفتار تو

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے ۔ ۳- ب ر ع ک ۴- ب ع خلافت سبھی آ کر
۵- ب ع جو چاہو تم بنو صدیق ۶- ر ع ک ۔

۱۵

جو[1] میرے دل پہ گذرے ہے سو وہ یارب کبھی کس کو — مرا دل مانگتے ہیں زلف و کاکل ، ان میں دوں کس کو

یہی آتا ہے دل میں جو جلا دوں دل کو میں اپنے[2] — ولے اس میں خیال یار ہے اب آگ دوں کس کو

۱۶

طلب کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی یہاں گسل دل کو — کہاں دل کس طرح کا دل کسے کہتے ہیں دل ، دل کو

غم دلبر جو تجھ کو جان ہے مطلوب تو اے گل — نہ دوں گا دل ، نہ دوں گا دل ، کہ پالا ہے یہ دل ، دلکو

نہ کعبہ میں نہ بت خانے میں ملتا ہے خدا طالب — نہ پاوے گا نہ پاوے گا جو ہے جویا تو مل ، دل کو

جو تو چاہے کہ میں آنسو کا یہی نالہ بہاؤں گا — نہ روؤں گا نہ روؤں گا کیے غم مضمحل دل کو

ہلاتے جس طرح طفلیں کو ہیں گہوارے میں سردے — جھنجھوڑے ہے مروڑے ہے ترا غم مستصل دل کو

اسی منہ پر کیا تھا وعدہ بوسہ کا سو پھر بیٹھے — نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا نہ کر ظالم خجل دل کو

وہی اس سوز کے معنی کو سمجھے جو جلا ہووے — کہ صورت سے ہو صورت کو مزا اور ذوق دل دل کو

۱۷

ہمیں[3] کہتے کبھی جان لیجو ، رجالو — جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھدالو

بھلا کون لیتا ہے انصاف کیجے — بھلے آدمی ہو زبان شک سنبھالو

مجھے کیا ، زبان تیری بگڑے گی واللہ — ادھر دیکھو میاں بات کو تو نہ ٹالو

عدالت کا دن کل ہی معلوم ہوگا — تم آج ان غریبوں کو اچھا ستالو

۱-۲ ب ر ع ک -

۳- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۱۸

لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی چلو — سیر کو گلرو بھی آئے گا چلو بدنامی چلو

جا دد کے مکھڑے پہ ھالا ہے تمہیں سوجھا ہے خط — دیکھ لی اندھوں تمھاری ہم نے بینائی چلو

دور کے بھی دیکھنے پر تیر کھایا یا نصیب — ہم دمو ہم نے تو اپنی داد بھر پائی چلو

ہم مشیمو دل نے اس قاتل کے ہے کلمہ پڑھا — آہ میری جان اس وحشت سے گھبرائی چلو

کیا کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے ہو سوزؔ کا — مار بیٹھے گا کہیں وحشی ہے سودائی چلو

۱۹

نصیحت میری تم منظور رکھیو — کہ میرے دل کو مت رنجور رکھیو

بلا کر مجھ کو وہ یاں سے گیا ہے — اسے تم آپ سے بھی دور رکھیو

بہت ہیں اس کے لے جانے کے درپے — دلوں کو بھیڑ سے مستور رکھیو

چرا لے گا کوئی دیکھا جو تنہا — اسے تو غم سے چکنا چور رکھیو

دوانہ ہے جو کچھ بولے تو بولا — میاں اس سوزؔ کو معذور رکھیو

۲۰

کس طرح روتے ہو اب دیدۂ تر دیکھیں تو — کس طرح بہتے ہو اے لخت جگر دیکھیں تو

خواب غفلت سے تو نالے نے جگایا ہے اسے — کیا اثر کرتی ہے اب آہ سحر دیکھیں تو

خشک ہوتا ہے گلا دیکھ کے سن کے ظالم — ہوش اڑ جاتے گلا زہر تیر دیکھیں تو

نوک مژگاں پہ تو آجاؤ جھمک کر پیارے — لخت دل آج تمہارا بھی ہنر دیکھیں تو

قطرۂ ابر سے موتی ہوئے پر سوزؔ کے اشک — کس طرح ہوتے ہو تم سلک گہر دیکھیں تو

۱-۲ ب ر ع ک   ۳- ر ع ک -

۲۱

رہنے[1] دو لے محباں یک دم خموش مجھ کو   کرتا ہوں تجھ سے باتیں آئے دو ہوش مجھ کو

اب کی نگہ نے اس کی بے خود کیا ہے دل کو   لے جاؤ اے رفیقو گھر تک بہ دوش دل کو

ساقر کو کرکے لبریز منہ میں پاس لا کر   ڈھکاتے ہے بہا بیئے بہ بادہ نوش مجھ کو

آئے گا بے خودی میں گھر بھول کر وہ اپنا   آیا ہے آج یارو اب یہ سروش مجھ کو

صاحبہ اور دیا تک یک جام پر دھریں گا   پہچانے سوز ہا ہا تمامے فروش مجھ کو

۲۲

حضرت[2] عشق بس نہ جی کھاؤ   خیر ملا[3] سے اپنے گھر جاؤ

دین وایمان تو لے چکے[4] ہیں خیر   کچھ تمہارا کیا[5] ہے فرماؤ

ایک یاری کہا سدا یارو ہیں   کیا لگے بیٹھے ہو ادھر جاؤ

ہیں نا غم سے مار ڈالو گے   کچھ کرامات اور دکھلاؤ

کہیں سوئے دو مجھ کو نیند آئی   سوز آتا ہے اب سرک جاؤ

۲۳

بات[6] کہتا ہوں تجھے مان لے بیزار نہ ہو   سر سے لے پاؤں تلک درد ہو آزار نہ ہو

دل خراشی سے کوئی جرم نہیں بالاتر   گو دل افگار ہوں لیکن تو دل افگار نہ ہو

ہے گرفتاری تن گرچہ بہ حکم تقدیر   او گرفتار بھلا دیکھ گرفتار نہ ہو

ہو ریاضت سے ترا جسم بھی ماہ ہلال   پر صوداری کی خاطر تو صودار نہ ہو

بے خبر آپ سے رہتا ہے تری بے خبری   سوز کیا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہ ہو

۱- ر ع ک   ۲- صرف ع میں ہے   ۳- ع مطلع میں یوں ہے-

بس میں کہتا ہوں اپنے گھر جاؤ   حضرت عشق تم نہ جی کھاؤ

۴- ع تو لے لیا تم نے   ۵- ع لیا   ۶- ر ع ک -

۲۴

دلبرو[1] خط سے نہ مکھڑے کو ہم آغوش کرو — مجھ کو بھڑکاؤ نہ شعلہ کو ہی خس پوش کرو

بات تم سن کے رقیبوں کی پشیمان ہوگئے — حرف میرا یہ گُہر ہے جو اگر گوش کرو

اپنی کھوپڑی سی تو اے شیخ جی داڑھی کو منڈاؤ — کچھ یہ آئینہ نہیں جس کو نمد پوش کرو

اہل مجلس نے کہا رات کو ساقی سے اے سوز — جام بھر بھر کے نہ دو اتنے کہ بے ہوش کرو

ہنس کے بولا کہ تمہیں جام ملے گا اب کی — جس کو تم پی کے غم زیست فراموش کرو

عشق منظور ہے باللہ عزیزو خود کو — خواہ جامے میں رکھو خواہ نمد پوش کرو

آمد آمد ہے شہہ عشق کی ملک دل میں — اے حواس و خرد و عقل تم اب ہوش کرو

یہ وہی سوزؔ تمہارا ہے جسے بھولے ہو — حق دیرینۂ عاشق نہ فراموش کرو

۲۵

میرا[2] جان جاتا ہے یارو سنبھالو — کلیجہ میں کانٹا گڑا ہے نکالو

نہ بھائی مجھے زندگانی نہ بھائی — مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو

خدا کے لئے اے مِرے ہم نشینو — یہ بانکا جو جاتا ہے اس کو بلالو

نہ آوے اگر وہ تمہارے کہے سے — تو منّت کرو دھیرے دھیرے منالو

اگر کچھ خفا ہوکے وہ گالیاں دے — تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو

کہو ایک بندہ تمہارا مرے ہے — اسے جان کندن سے چل کر بچالو

جلوں کی بری آہ ہوتی ہے پیارے — تم اس سوزؔ کی اپنے حق میں دعا لو

۱- ر ح ک — ۲- ب ر ح کؔ

۲۶

[1]گر چمن میں ہے تجھے مقدور .... ایک دم کے واسطے اے راہرو گلچیں نہ ہو

بال و پر ہیں آشیاں گر لامکاں سے بھی پرے اے ہما آرام کی خاطر پر بالیں نہ ہو

اب ہزاروں .... اپنے × دامن کے لئے اے باغباں .... نہ ہو

ایسی گذری اگر جلدی ملی تو .... مان لے جان اب خدا کے واسطے .... نہ ہو

۲۷

[2]حیف دل میں اگر مروت ہو غیر سے کیوں ہمیں شکایت ہو

[3]اس فلک ہو کہیں رسائی دست یارب اتنی تو دست قدرت ہو

ہر گھڑی گھر سے مت نکل پیارے کوئی دیکھے تو کیا قیامت ہو

گالیاں تو بہت سنی صاحب کبھی بوسہ کی بھی رعایت ہو

کچھ بری بات تو نہیں لیکن چوم × کر لیں اگر عنایت ہو

ک ایک پل میں بہادیں عالم کو گرچہ رونے کی مجھ کو رخصت ہو

اشک میں اپنے سوز ڈوب گیا یا الٰہی غریق رحمت ہو

۲۸

[4]شور گردش سے غم گردوں کے مت دل تنگ ہو جوں جوں آوے جوش توں توں بادۂ گلرنگ ہو

ہاں تو گوشہ سے نکہ کے دل ہوا جاتا ہے آب پھر نظر دیکھے اسے جس کا کلیجہ سنگ ہو

دل ہمارا ہووے دوراں سے مکدر کونسی طرح یہ نہیں ممکن کہ اپنے آئینہ پر زنگ ہو

کیا کروں دیکھی نہیں اے سوز × راہ کوئے دوست ورنہ پہنچوں میں اگر وہ لاکھ ہی فرسنگ ہو

۱- ر ک میں ہے ۲- ر ع ک

۳- ر ع جیب تک بھی نہیں ۴- ب ر ع ک ۔

۲۹

تری[۱] آنکھوں نے لوٹا کارواں کو   نہ چھوڑا زندہ اک پیر و جواں کو

سنبھال اپنی زباں او بے ادب سوز   تو کیا بولا ہے کاٹیں اس زباں کو

کوئی محبوب کو دیتا ہے طعنہ   کریں گر قتل وہ سارے جہاں کو

نہ وہ ہیں اپنی کوئی پر گر آہیں   الٹ ڈالیں زمیں و آسماں کو

ذرا خاموش ہو اے بلبل ہمدم   جلا دے گا وہ تیرے آشیاں کو

وہ تیری زمزمے کیا ہو گئے آہ   ہوا کیا اس تری لطف بیاں کو

کوئی ایسی غزل پڑھ اب تو پیارے

رلا دے دیکھتا کیا ہے جہاں کو

۳۰

چھوڑا[۲] کر دل چلا اب تو کہاں کو   کھڑا رہ پھونکتا جا آشیاں کو

یہ کھوکھا جسم لے کر کیا کرے گا   جہاں جاتا ہے لیتا جا وہاں کو

گلے تیرے نہیں پڑنے کے مت ڈر   چلا جائے گا سیدھا آسماں کو

خدا کے واسطے ہٹ مت کیا کر   ستم پھلتا نہیں ہے نوجواں کو

کراہے ہے پڑا رہنے دے مت چھیڑ   ارے کیوں چھیڑتا ہے ناتواں کو

ترے مژگاں و ابرو ہیں کفایت   کرے گا ؔ لے کے کیا تیر و کماں کو

کوئی میری طرف سے آج جا کر   یہی کہہ دے مرے نازک میاں کو

خدا کے واسطے دیجے دکھ کسیو   کوئی دن اور جینے دو جہاں کو

مجھے تو ننگ اپنے نام سے ہے   سرو تم شوخ جی نام و نشاں کو

۳۱

سُن[۱] اے پیک اجل جلدی سے آجا　　مبادا ہو خبر اس نوجوان کو

نہ مرنے دے گا آ میرا تمہارا مان　　کہیں کا چھوڑ جا اس ناتوان کو

عزیزو سوز کو دیکھو کہیں تو　　گیا ہے چھوڑ اپنے خاندان کو

اے جان جانے والے میکدہ کے　　ذرا کہہ دیجیو پیر مغان کو

کہ ساقی سوز[۲] کی کم ہوگئی کیف　　پلا ایسی[۳] کہ بھولے دوجہان کو

بوقت نزع بولا سوز آخر　　سنا کر اپنے سب خورد و کلان کو

سبھا کے صاحبو، صاحب سلامت　　چلے ہم سیدھے اب دارلامان کو

یہ اپنا چھوڑا رکھ او پڑوسن　　نہ[۴] جاہیں کیا کریں؟ دیکھا جہان کو

نہ جانی تم نے قدر سوز افسوس　　بھلا کیا قدر ہو؟ ناقدردان کو

ملے گا خاکسار ایسا نہ کوئی　　اگر چھانو گے سارے خاکدان کو

بھلا یہ سوز تو پر عیب ہے پر　　تم اچھے ہو کسی کا عیب ڈھانکو

ھمیشہ سوز کے عیبوں [illegible] کی کسر　　کرو گندی نہ تم اپنی زبان کو

۳۲

میرے[۵] بھی دل کی لے خبر کبھے جو اس خودکام کو　　قاتل کبھی سیراب کر اس تیغ خون آشام کو

کس کے بدن میں ہے لہو، دھڑکوں ہی میں جاتا ہے جی　　یارب کہیں تو چین ہو اس تشنۂ ناکام کو

۱- ب ر ع ک　۲- دیوان جہاں صفحہ ۱۵۱- سوز کو تھوڑا نشہ ہے -

۳- دیوان جہاں صفحہ ۱۵۱　۴- دیوان جہاں صفحہ ۱۵۱ ، میں اب راہی ہوا دارلامان کو

۵- یہ اشعار صرف ب میں ہیں -

۳۳

ستا[1] مت اے نسیم صبح آ کر بے قراروں کو — تمیز بوئے زلف یار ہوگی ہوشیاروں کو

جگر رکھتے ہیں[2] بھی سامنے ہو جائیں گے کاہے — لگانے تجا کے اے غماز تو خنجر گذاروں کو

نہ جا گلشن میں غل سے تو خفا ہووے گا سنتا ہے — کسی نے مصلحت گل کی سنادی ہے ہزاروں کو

یہاں صید حرم گردن نکالے راہ تکتے ہیں — وہ تیرانداز کرتا ہے شکار اب شہسواروں کو

نکل جاتا ہے جن کا دم میں دم، اک پھانس کے چبھتے — وہ کیا دیکھیں گے خارستان میں جاکر گلعذاروں کو

یہ ملک دل مجھی غارت ہوا، اس غم کے ہاتھوں سے — خبر لیتے نہیں گھر کی ہوا کیا تاجداروں کو

نہ چھیڑو سوز کو، یہ اک نئی تم نے نکالی ہے — کوئی بھی دیکھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

۳۴

مست[2] پھرتا ہے راتوں کو کہیں بہتان نہ ہو — اور تو، تو جان لیکن سوز کا مہمان نہ ہو

میں ترے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے — ذبح بھی کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں قربان نہ ہو

آپ دل لیتے ہو پھر کہتے ہو کوئی لے گیا — جان بوجھ ایسا بھی اے عیار تو نادان نہ ہو

کوئی جھانکا اپنی دیواروں کے رخنہ سے وہاں — دیکھیو تو ہاں کہیں وہ ناصح شیطان نہ ہو

تو جو چاہے میں بھی تیرے ساتھ سرگرداں رہوں — یہ غلط سمجھا ہے اے گردوں تو سرگرداں نہ ہو

آئینہ سا دل ہے تب اس میں جھانکے روئے یار — سوز منزل دور ہے آگے ہی سے حیران نہ ہو

۳۵

کونسا[3] ٹکڑا ہے جو وہ خاک میں مدفون نہ ہو — کون سا دل ہے کہ جو غم میں انہیں کے خوں نہ ہو

کون سی ہیں انکھڑیاں جس میں نہ ہوویں گرم و مور — کون سا عارض کہ وہ گرد رہ ہامون نہ ہو

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ر ع ک

۳۶

میں[1] جانتا ہوں جان تمہاری کہ چھند کو — زلفیں لپیٹو کھولو نہ اپنی کمند کو

بس ہاتھ اٹھالے چھاتی سے او جان کے حریف — لگتی ہے ٹھیس آہ دل درد مند کو

لے آگ میں جلا نہ یہی چاہیے تو ہے — جلنے سے سربلندی ملی ہے سپند کو

ہے مجھ مو خیال ترا میری جان میں — مت کر جدا تو میرے ہر اک بند بند کو

یہ سوز خاک ہو ترے کوچہ میں ہے پڑا — گاھے کدا نہ اس پہ تو اپنے سمند کو

۳۷

چھڑا[2] کر مجھ سے سارے خانماں کو — میاں دل لے چلا اب تو کہاں کو

بھلا تو اپنی فرصت دے زبردست — کہ رخصت کرلیں اپنے دوستاں کو

عزیزو خوش رہو اب تم کو سونپا — خداوند زمین و آسماں کو

خدا پوچھے گا تو تم سے ملیں گے — چلے ہیں اب تو سیدھے لامکاں کو

میں صاحب دل نہ تھا ہوں بندہ دل — چلا جاوے گا لے جاوے جہاں کو

یہ کہہ دیجو اگر تم کو ملے سوز — کہ بابا صاف رکھیو آشیاں کو

چلے ہیں ساتھ اب تو صبر و طاقت — لگا جنجال کیا ہے میری جان کو

سدھارو یہ وفاؤ کب رہو گے — کروں میں کیا فلان و بے[3] ہمساں کو

۱-۲ ب ر ع ک

۳- ر ع نشاں ب بے بدان کو

۳۸

[1]دکھلا نہ غصہ سے صنم اس روئے آتشناک کو ‏ هاں هاں جلامت دم بدم میرے دل صد چاک کو

حسن و جوانی و ادا، حق نے کیا تجھ کو عطا ‏ هاں شکر میں اس کے کبھی دل شاد کر غمناک کو

گر قتل کرنا هے تجھے باهر نکل کوچہ میں چل ‏ مت خوں سے آلودہ کر اس آستان پاک کو

زلفوں کو ابرو سے جدا، اپنے گلے سے رکھ لگا ‏ شمشیر بازی مت سکھا هندوئے بے باک کو

ڈرتا هوں میں اے سیم بر، تجھ کو نہ لگ جاوے نظر ‏ چمکا نہ تو هر بات میں اس ابروئے چالاک کو

لوتے نہیں مزا مش جس چیز میں هووے خلش ‏ تو کیا کرے گا چھین کر میرے دل صد چاک کو

اب زهر کھاتے هی بنے اس زندگی کے کھٹ سے ‏ لو سوز نے تو لے رکھا اپنے لئے تریاک کو

۳۹

[2]میری طرف سے جا کہو اس دل بر خودکام کو ‏ جیتا تو رکھتا هے بھلا کبھی سوز سے بدنام کو

کس کے بدن میں هے لہو دھڑکیں هی میں جاتا تکے ‏ یارب کبھی تسکیں هو اس شوخ خوں آشام کو

اے آہ بس مت غل مچا اے نالہ مت فریاد کر ‏ زلفوں میں دل آ ہی پھنسا سمجھا هے کچھ انجام کو

شیخ و مشائخ سے کہو کچھ لوٹنا هے لوٹ لیں ‏ دیتا هوں اب تو آگ میں بازار ننگ و نام کو

اے سوز ابھی تو مت اٹھا اس آتش هجراں سے دل ‏ نادان کوئی کیا لیوے گا ایسے کباب خام کو

۴۰

[3]جہان میں پوچھتا پھرتا هوں میں جس تس سے یاری کو ‏ محبت اڑ گئی یارب هوا کیا دوستداری کو

دل مجروح جان کندن کو سونپا اب تجھے هم نے ‏ کہ کوئی دیکھ سکتا هی نہیں اس زخم کاری کو

ذرا تو هونٹ پر تو هونٹ رکھ دے پھر اٹھا لینا ‏ یہ باتیں کیے هشیار شاید اس خماری کو

کہیں گالی، کہیں گھونسا، کہیں جھڑکیں کہیں جند هر ‏ نہ کیجو بند تو زنہار ایسی خیر جاری کو

دخل کر سوز مر جاوے گا هاں هاں کام آوے گا ‏ ترے صدقے گیا میں کھینچ مت هردم کٹاری کو

۱-۲-۳ ب ر ع ک

۳۱

تو[۱] اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بدخو   کہ جا بجا بیٹھتا ہے دم بہ دم اس شوخ کے پہلو

چھپا کونے میں بیٹھا تھا جھجھک کر "کون ہے" بولا   کہا میں نے کہ میں ہوں تو کہاں ہوں اور کہاں ہے تو

بلا دربان کو بولا ارے سنیو تو اندھا تھا   کھلایا تھا تجھے کیا تیری جورو نے مگر اُلّو

تو اپنے باپ کو کیوں آنے دیتا ہے یہاں ہر دم   بچہ میں ناک کاٹوں گا جو چھوڑے گا اسے پھر تو

نہیں تو جانتا یہ سوز ہے آفت کا پرکالہ   وہ آتا ہے اسی خاطر کہ لگ جاوے کہیں قابو

۳۲

ہاتھ[۲] میں لے رہا ہے تو ناوک سینہ دوز کو   دیکھ کماں کی چاشنی، پہلے لگا دے سوز کو

شمع کی طرح رات دن دل کو لگی ہے تیری لو   لیتے ہو ایک بوسہ پر گوہر شب فروز کو

ایک تو پیالہ اور پی مکھڑے کو آفتاب کر   اور بھی آنچ چاہیے اس دل خام سوز کو

ایک پلک جھپکنے میں لاکھ اشارے کر گیا   بوجھے نہ بوجھے سوز ہی اس کے چھپے رموز کو

۳۳

واللہ[۳] اب جو دل میں کچھ اور آرزو ہو   میری یہی دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو

اے دیدہ کوہ و صحرا تم نے ڈبائے لیکن   اس کی گلی میں روؤ تب تم کو آبرو ہو

یہ چاک جیب ہی کیا جو اس کو تو سئے گا   ناصح جگر پھٹا ہے چل بھاگ بے رفو ہو

دو چار پیالیوں میں ہوتا نہیں نشہ کچھ   ہاں منہ کو جب لگا لیں جب مے سبو سبو ہو

شہرت سے دل میں چپ کر جھنجھلا کے مجھ سے بولا   کیا غل مچا رکھا ہے اور مجھ سے دو بدو ہو

بہتر جلا مجھے سوز اللہ کرے تو مر جائے   قصہ بھی اک طرف ہو جھگڑا بھی ایک سو ہو

۱-۲-۳ ب ر ع ک

۳۴

[1] خاک ہونا ہے تو خاک کوچۂ دلدار ہو ہو فنا پیش از فنا لیکن فنائے یار ہو

دین و ایمان تو لیا کچھ اور اگر منظور ہے جان بھی حاضر ہے لو صاحب اگر درکار ہو

دیکھو آتا ہے تمہارے پاس باندھے اپنے ہاتھ قتل گر منظور ہے تو دیر کیا تیار ہو

یا الٰہی سایۂ فردوس دے طالب کو تو پر مرے سر کو مبارک سایۂ دیوار ہو

صاحبی کرتے ہو تم کیوں سوزؔ اب آتا نہیں کیا کرے وہ آن کر جو آپ ہی بیمار ہو

۳۵

[2] آہ اس دل کو کیا ہوا یارو کچھ کسی نے اسے کہا یارو

بولتا ہی نہیں یہ مجھ سے آج وہی، دل تم نے کچھ سنا یارو

جو مجھے اپنی جان سمجھے تھا کیوں یہ نا آشنا ہوا یارو

چپ لگی اس کو کیوں ہوا یہ کیا کچھ تو اس کی دوا کرو یارو

میرے دل میری جان آنکھ تو کھول آنکھ بھی نہیں یہ کھولتا یارو

کیا کروں میں علاج بتلاؤ تم تو ششدر ہوئے بھلا یارو

جس کو تم ڈھونڈھ لائے سوزؔ نہ ہو مانو اتنا مرا کہا یارو

۳۶

[3] وعدہ کر جلد بھول جاتے ہو جھوٹ ہی روز مسکراتے ہو

ہاتھ سینے سے بس اٹھا لیجے دردمندوں کو کیوں اٹھاتے ہو

حیف ہوتے نہیں ہو شرمندہ واہ کیا انکھڑیاں ملاتے ہو

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے ۲- ب ر ع ک ۳- یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

۳۷

کہیو[1] اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو
راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو

سر حق دل میں ہے اس کے لئے آنکھ کہاں
کوئی کیا جانے فقیروں کے ان اسراروں کو

جس طرح پایا اسی طرح لیا دل کو چھین
یہ طرح کس نے سکھائی ہے طرح داروں کو

بال باندھے جنہیں کہتے ہیں سو عاشق وہ ہیں
کیا چھڑاوے گا کوئی زلفوں کے گرفتاروں کو

اب تو غم آ کے مجھے پیار لگا ہے کرنے
اے خدا کوئی خبر کردے مسیح بیماروں کو

پالنے ہی سے پھنسا زلف کی ہوں چالوں سے
شانہ چھڑواوے گا کیا ایسے گرفتاروں کو

سوز کا کوئی عمل عفو کے قابل تو نہیں
شاہ بخشاوں مگر ایسے گنہ گاروں کو

سوز[2] کی جتنی سفارش کی نہ مانا ہرگز
چھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہ گاروں کو

۳۸

مت[3] نام وفا کا لے او بے وفا در ہو
اللہ اللہ مرے پہلو سے کافور ہو جا در ہو

جانا کہ ترے عاشق گل کھا کے دکھاتے ہیں
اس نام مقدس کو مت داغ لگا در ہو

ملدی کو ذرا لے کر مکھڑے کو رنگو[4] جھڑ چندر
گالوں کی تو سرخی کو رنگ اپنی مٹا در ہو

رونا جو نہیں آتا تو تیل لگا کڑوا
آنسو تو نہیں بہتے ہنسنے ہی بہا در ہو

سنتا ہے بچہ اب تو کہتا ہوں تجھے ہش ہش
پھر سامنے نہ آنا، دم داب کے جا در ہو

۱- ب خ ر ع ک

۲- نسخۂ خ کے بورشل میوزیم کے عکس نسخہ میں یہ شعر زیادہ ہے -

۳- ب ر ع ک

۴- ب رنگ او جھڑ چندر

۴۹

اگر[١] چاھو کہ اس ظالم کی کچھ بیداد کو پوچھو
مرا افسانہ مجنوں سے سنو فرہاد سے پوچھو

اگر میں نے لٹایا دل تو کس کو آشکار آیا
مرے دل کی حقیقت خانماں برباد سے پوچھو

کتابوں میں نہ دیکھو قیس اور فرہاد کا قصہ
انہوں کا حال میرے اس دل ناشاد سے پوچھو

تعلق کس کو ھے ھر بات کا پوچھو ھو تم یارو
یہ بہتر کا بکھیڑا جا کسی آزاد سے پوچھو

جلانا دل کا تو آسان ھے، ھاں مشق آوے گا
جلا چاھو، تو جا کر سوزؔ سے استاد سے پوچھو

۵۰

بس[٢] منہ کو مت کہلاؤ میاں در گذر کرو
میں جانتا ھوں تم کو نہ آنکھوں میں گھر کرو

گر چاھو وصل یار تو اچھا علاج ھے
شام شب فراق کو پیارو سحر کرو

تیر نگاہ تمام اگر بھر قتل شوخ
تو شاد ھو کے سینہ کو اپنے سپر کرو

میری طرف سے سوزؔ کو کہہ دو شتاب آج
عاشق ھوا ھوں پھر مغاں کو خبر کرو

۵۱

بہت[٣] کچھ ان دنوں مغموم ھو غم خوار کس کے ھو
کسے اب گھورتے ھو دیدۂ خونبار کس کے ھو

یہ ٹھنڈی سانس ھردم کس سے سیکھی کہاں ھوا تم کو
بھلا ھم سے تو بولو طالب دیدار کس کے ھو

وہ شوخی وہ شرارت وہ ھراک کا منہ چڑا دیکھا
کدھر جاتا رھا اب سچ کہو بیمار کس کے ھو

نہ وہ جامے کی ٹھیک شوخی، نہ وہ دستار کی بندش
نہ وہ اٹھکھیل کا چلنا یہ اتنے خوار کس کے ھو

کسے تم پوچھتے ھو کونسا بت تم سے بہتر ھے
ھوئے ھو کس کے کافر در گلو زنار کس کے ھو

ھمارا حال سنتے ھنس آتی ھے تمھیں کیسی جسی
یہ راتیں کا تڑپنا طالع بیدار کس کے ھو

جو ھم سانس بھرتے تو کلیجے پر دھوکے تھے
تم اب سر پیٹتے ھو آہ ماتم دار کس کے ھو

خدا کو مان پیارے آ کسی کا آشنا مت ھو
نہ ھوگا وہ تمہارا جس طرح تم یار کس کے ھو

نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم ھے
یہ مشکل سوزؔ اپنی جان سے بیزار کس کے ھو

١-٢-٣ ب ر ح ک

۵۲

[1]خدا کے واسطے پہچان ہمارے دوست دشمن کو   چراغ کارواں مت کر تصور چشم رہزن کو

تصور میں اگر تصویر کھینچی تیرے وحشی کی   تو جھنجھلا کر چھڑاتے خواب میں ہو اپنے دامن کو

تماشا روشنی کا دیکھ آ کر او تماشائی   لگا دی اب تو میں نے آگ اپنے کلبۂ تن کو

اگر زہرہ مری اس طالع مجنوں میں بیٹھے   بجائے دف زدن وہ سیکھ جائے وضع شیون کو

غلط فہمی سے تیری سوز کا بھی حال میں دیکھے   صنم تو سادگی سے جانتا ہے دوست دشمن کو

۵۳

[2]دم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑیو   جی چلا جاتا ہے آنسو دوڑیو

ناوک چشم خدنگ انداز ہائے   ہوگیا دل میں ترازو دوڑیو

بلبلوں کا غل مچا ہے باغ میں   دیکھیو اے شوخ گلرو دوڑیو

دیکھ کر میری نگاہ گرم.....   .... طفل بدخو دوڑیو

سوز نے افسوں بھرا ہے شعر میں   ایک دم اے چشم جادو دوڑیو

۵۴

[3]تمہارے فہم میں پیارے جو ہم ہیں غیر ہیں سمجھو   جو سمجھو ہو یگانوں کو اپنا غیر ہیں سمجھو

تواریخ جہاں سے شیخ جی ہم خوب آگہ ہیں   اسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر ہیں سمجھو

کہا اس نے دہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب میں   جو تم اس دوستی کرنے کو سمجھے بیر ہیں سمجھو

برا کیا مانتا ہے سوز کی گفتار سے پیارے   کہ اس کی بات کچھ رکھتی نہیں سر پیر ہیں سمجھو

۱-۲   ب ر ع ک

۳-   ر ع ک -

۵۵

[1]معشوق ہو اور بے وفا ہو — چدری ہو اور بڑا مزا ہو

مانو گے نہیں غرض بہت باتیں — تم اپنی ہی ہٹ کے بادشاہ ہو

کیا جرم کیا ہے کچھ بتاؤ — روٹھو جو میں نے کچھ کہا ہو

کہیں مشفق و مہربان کس کسے — ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو

طعنوں کی نہیں غرض یہ باتیں — تم اپنی ہی ہٹ کے بادشاہ ہو

اے مار سیاہ زلف سچ کہہ — بتلا دے دل جہاں چھپا ہو

دیکھیں کنڈلی تلے نہ ہووے — کاٹا نہ ہفی نے زاف بہرا ہو

۵۶

[2]نہیں ہوتا ہے اب تو آہ کا بھی کچھ اثر دل کو — بھلا کہیں کر چکا دے کوئی ایسے بے خبر دل کو

نظر بھر کر کبھی میری طرف دیکھا نہ حسرت ہے — مگر لے جاؤں اپنے ہاتھ پر رکھ کر نذر دل کو

بڑی مشکل ہے جس میں کچھ ادا دیکھی وہیں ٹھہرا — جو باہر جاؤں تو اب چھوڑ جاؤں اپنے گھر دل کو

لگا تو جس طرح دل چاہے تغافل ہاتھ میں تو ہے — کیا ہے میں نے جاں بازی سے اب سینہ سپر دل کو

خدا جانے ہے کیا جان پر ہٹ چھٹ ہے وہ بانکا — چلا ہوں اب تو اس کے سامنے میں تھام کر دل کو

نہیں ہے سوز کا دل پھر بھرا جو جلد للچائے — مگر لے جاؤ کاکل سے تم اپنے باندھ کر دل کو

۵۷

[3]سنو صاحبو یا عدم سے منگا دو — وہ یا دل جو گم ہے تمہیں اس کو لا دو

یہ حرمان کسی سے نہ جاویں گے ہرگز — مرے گھر میں جو شے ہے تم اس کو لا دو

نہیں آرزو جز تمہاری زیارت — بلا لو مجھے دو جہاں سے چھڑا دو

۱- ب ر ع ک   ۲- یہ غزل صرف ع میں ہے -   ۳- یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

۵۸

[1] ہے عشق بلا کا تیر دیکھو سنتے ہو جوان و پیر دیکھو

تنہا مجھے چھوڑ کر قفس میں جاتے رہے ہم صفیر دیکھو

اشکوں یہ ہماری چشم کی آب مژگاں کی یہ دار و گیر دیکھو

دی دل کو شکست فوج خط نے لٹتی ہے بڑی بھمبیڑ دیکھو

حراف کہے تھا آپ کو سوز ہے زلف کا اب اسیر دیکھو

۵۹

[2] کہا ہے مرت شعب اپنی سوجوانی کو ملائی خاک میں غفلت سے زندگانی کو

گلے لگا ذرا پھسلا کے دل کو چھین لیا عزیزو دیکھنا اس تازہ مہربانی کو

دلا نہ جانیو الفت نہیں عداوت ہے کوئی بچا نہیں یہ کہا کے مہمانی کو

یہ ٹھگ تو دام محبت بچھا کے بیٹھے ہیں حلال کرتے ہیں یہ دوستان جانی کو

چلا ہوں لخت جگر چھوڑ .... دل برائے مہر تو رکھیو مری نشانی کو

مبادا چوٹ کہے چشم بد سے ڈرتے ہیں بندھے ہی رکھتے ہیں آہوئے گستانی کو

۶۰

[3] بھلا دل تو لیا دل کی جگہ پہلو میں آ بیٹھو یہاں کوئی نہیں ہے ، خیر کہیں ہوکر جدا بیٹھو

نہیں یہ وقت جانے کا کوئی دم کا ہوں میں مہمان چلے تو جاؤگے پر ایک ساعت جی لگا بیٹھو

ترا ارمان اپنے دل میں لے جاؤنگا تا محشر مری بانکے میرے مرزا تیرے صدقے گیا بیٹھو

چھری دیتے ہیں جلدی جادو کو جان کندنی میں ابے میں مفت مرتا ہوں اٹھو کاٹو گلا بیٹھو

جو تم دامن کے بھرنے سے کرو ہو سچ تو سن لو چلاؤ دور سے برچھی نہیں تیغا لگا بیٹھو

چھری دیتے ہو عالم کے گلے پر روز و شب پیارے یہ لگتے ہاتھ کرلو سوز کی گردن جدا بیٹھو

۱- ب ر ع ک ۲- یہ غزل ع میں ہے - ۳- یہ غزل بھی صرف ع میں ہے -

۲۱

[۱] چہ بے گنہ چہ گنہ گار یہ نہ ہو وہ ہو / وہ شوخ قتل کو تیار یہ نہ ہو وہ ہو

بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو ہم مارین ہم / ہم ایسے جینے پہ سردار یہ نہ ہو وہ ہو

میں اور غیر تمہیں کیوں نہ ایک سے ہوں کہ یاں / تمہیں تمیز گل و خار یہ نہ ہو وہ ہو

نگاہ مہر و تبسم یہ لطف کچھ تو ہو / جو وہ نہ ہو تو یہ ہو یار یہ نہ ہو وہ ہو

جفاؤ مہر جو خاطر میں ہو کہ سب ہم پر / کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہ ہو وہ ہو

ہمیں تو ایک سے ہیں حسن میں صبیح و ملیح / کوئی ہوا نہ خریدار یہ نہ ہو وہ ہو

ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلمان پر / ہیں دونوں تیرے پرستار یہ نہ ہو وہ ہو

مساس آپ کو تجھ بن ہے دوزخ و جنت / تمہیں ہم اس کے طلب گار یہ نہ ہو وہ ہو

تیرے فراق میں یکساں ہے زندگی و مرگ / جو تو نہیں ہے تو اے یار یہ نہ ہو وہ ہو

نہیں ہے وصل کی درخواست ہجر میں مجھکو / ولے خدا سے ہوں ناچار یہ نہ ہو وہ ہو

وسوخ سوز سے ہے بندگی کو غیر کے فرق / تمہارے چھوڑ سے بیزار یہ نہ ہو وہ ہو

۲۲

[۲] عشق تو میرا ہے ساماں گو نہ ہووے تو نہ ہو / تجھ سوا کچھ اور جاناں گو نہ ہووے تو نہ ہو

کوچہ تیرا بس ہے اب دیوانگی کو اپنی یار / میری وحشت کو بیاباں گو نہ ہووے تو نہ ہو

بلبلو تم سن لو ہم ہیں عندلیب باغ عشق / نالہ کرتے ہیں گلستاں گو نہ ہووے تو نہ ہو

بوسۂ لب زندگی ہے عاشق گم کشتہ کی / اپنی قسمت آب حیواں گو نہ ہووے تو نہ ہو

بلبلیں نالاں قیامت تک رہیں گی مجھ اوپر / بعد میرے مرثیہ خواں گو نہ ہووے تو نہ ہو

ایک ہی غمزہ میں وہ کرتا ہے سب ترکی تمام / یار میرا فارسی داں گو نہ ہووے تو نہ ہو

ضبط سے راز نہاں کے سوز دل مشکل کیا / چاک ظاہر میں گریباں گو نہ ہووے تو نہ ہو

۱-۲ ر ع ک

۲۳

مومن[1] نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو   اس کی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو

بندگی کی ذات سے واقف جو ہے اس کی زبان   بول کب سکتی ہے میں اللہ یہ ہو وہ نہ ہو

تو ہوا جب پاس پھر دنیا و مافیہا کے بیچ   کب ہمیں اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہ ہو

شکل آئینہ میں رو دے دیکھ میرے دل کو یار   منہ لگانے سے تیے گمراہ یہ ہو وہ نہ ہو

جب سے ہو آیا ہے گلشن میں تجھی سے عندلیب   دیکھ کر کہتی ہے گل کو آہ یہ ہو وہ نہ ہو

دیکھ کر ہنستا ہے عالم آپ کا دامان و ریش   شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہ ہو

صاحب محمل جرس سمجھے ہے دلکو قیس کے   قدر اس کی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہ ہو

گھر میں آئے ہو کب؟ جس دم نہ ہو ہمراہ رقیب   مجھ سے ملنے کی تمہاری راہ یہ ہو وہ نہ ہو

غیر کو گھر میں جگہ دی سوز کو کرتے ہو منع   خوش دیکھا بس تمہارا وہ یہ ہو وہ نہ ہو

۲۴

خدا[2] کی قسم ناصح نہ مانوں گا کہا اب تو   نہ چھوٹے گا تیے کہنے سے میرا دل لگا اب تو

نہ دیتا تھا تو اس کو رخ تو باہم صاف رہتے تھے   نہیں آئینہ میں اور ہم میں اے پیارے صفا اب تو

کئی دن سے لئے پھرتا ہے تو تلوار کیوں ظالم   نظر کچھ اور ہی آتا ہے تیرا مدعا اب تو

چھپاؤں کس طرح میں راز دل اپنے کو ظالم سے   ہوا دیوانگی کا شہرہ اپنا جا بجا اب تو

ہمارے روبرو ہنستا ہے تو غیروں سے ہر اک جا   میاں کیا اڑ گئی ہے تیری آنکھوں سے حیا اب تو

نہیں وہ گل کہ جس سے ربط تھا ہر باغ میں اسکو   پھرے ہے ڈالتی خاک اپنے سر اوپر صبا اب تو

گیا تھک دست غم خواری کا شیوہ دوستداروں سے   بغیر از غم نہیں اے سوز کوئی آشنا اب تو

۱–۲ ر ع ک

۶۵

عشق[1] بازی پہ کمر تم نہ کسو جانے دو — راہ اس کی ہے کٹھن بوالہوس جانے دو

شاہبازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ — دیکھو کہتا ہوں تمھیں اے مگسو جانے دو

نہ کرو نالہ کی آتش نفسو تم تکلیف — چپ ہی رہنے دو مجھے ہم نفسو جانے دو

میں تو فرہاد سے خوگر ہوں مت پوچھے ہے — کس کی نالش کروں اے داد رسو جانے دو

گوش فریاد کو اس یار[a] میں پہنچا ہے — نالہ بے جا نہ کرو اے جرسو جانے دو

دوں ہوں میں جا آنکھ میں میں لوگوں کو تو کہتے ہیں ۲۴۴ — گھر یہ تنگ ہے سدا یاں نہ بسو جانے دو

ہائے اے شیخ و برہمن درد دل کے ہوتے — حرم و دیر کے در پر نہ کبھو جانے دو

تیری زلفوں سے میں کہتا ہوں کہ اے ناگنو — دل مرا بھی ہے پھسلا نہ ڈسو جانے دو

سوز کے دل کو بتاں دیر نہ سمجھو زنہار — ہے یہ آتش کدہ اس میں نہ دھنسو جانے دو

۶۶

کہیو[2] صبا گل کو جو گلشن میں گذر ہو — کافی ہے جو بلبل کی طرف ایک نظر ہو

نالہ کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا — اے آہ مگر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو

اک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھادوں — دل میں نہ اگر تجھ سے مجھے خوف و خطر ہو

مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں — کیا میری شب ہجر ہے جس کی نہ سحر ہو

بھلی ہی کیا دل کو تری تیغ نگہ سے — ہرچند رہا داغ جگر سینہ سپر ہو

مرتا ہوں نہ جیتا ہوں عجب حال ہے میرا — یارب یہ مری جاں ادھر ہو کہ ادھر ہو

خوں ناب محبت میں تیے ہو گئے نہ نکلے — عرا سا مگر یار جو میرا بھی جگر ہو

صیاد مجھے اس لئے مانع ہے فغاں کا — تا میں نہ لمواں کی اوروں کو خبر ہو

کچھ ہم سے بھلائی تو نہ کی یار نے اے سوز — جیتا رہے لیکن وہ ستم گار جدھر ہو

۱-۲ ر ع ک -

۶۷

جسے[1] ہو تخت کا دعوی اسے افسر مبارک ہو ہمارے سر کو محبوبوں کی خاک در مبارک ہو

دعا ہم دو گرفتاروں کے حق میں ہے یہی میری ہمارے باندھنے صیاد بال و پر مبارک ہو

نہ جانیں آپ کا ملنا مناسب ہم تو غیروں سے تمہاری خوش کیا عزت نے، لو بہتر مبارک ہو

جہاں میں اس سے کیا بہتر کہ حق حقدار کو پہنچے ہمارے دل کو لے جانا تجھے بہتر مبارک ہو

فلک شب کتخدائی کی تری لے سوز یوں بولا تجھے یہ رات اے رشک مہ انور مبارک ہو

۶۸

کون[2] اسیر[3] ایسا ہے مجھ بن جو قفس میں شاد ہو کون سا وہ دل ہے جس کو خواہش بیداد ہو

کون ہے ایسا جو تیرے جور کو سمجھے ہے لطف کون ہے وہ یار جس کا تو ستم ایجاد ہو

کون ہے ایسا کہ دے بوسہ تو جس کو دم بہ دم کون ہے جس پر کہ تیری اس قدر امداد ہو

کون ہے جو ہووے تجھ نا آشنا سے آشنا کون ایسا شخص ہے جس کو سلیقہ یاد ہو

کون ہے اب مہرباں سا رند ہو جس کا خطاب کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

کون ایسا سوختہ ہے جس کو کہئے میر سوز کون ایسا ہو کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

۶۹

جس[4] کا کہ دل سا مشفق زلفوں میں جا پھنسا ہو وہ دردمند بے دل ممکن ہے پھر جیسا ہو

دل سے رفیق میرا تو نے جدا کیا ہے لے عشق جی بھی لے چک تیرا اگر بھلا ہو

ہاں میر سوز یہ غم وہ سوختہ ہی جانے دل جس کا اس چمن میں عاشق کہیں ہوا ہو

۱- ر ع ک ۲- ب ر ع ک ۳- ب کون ایسا ہے جہاں میں ۴- ب خ ک -

۷۰

اُب[1] یہ دیوانہ میں ہے کھول دو زنجیر کو　　توڑ دو اے عاقلو سر رشتۂ تدبیر کو

دیکھئے عشاق میں کس کس کے دھڑ پر سر نہ ہو　　آج میں دیکھا چٹاتے سنگ اسے شمشیر کو

گھر جنوں کا پہلے ہی بارو گیا تھا بعد قیس　　ہم اگر بسا نہ کرتے خانۂ زنجیر کو

شیخیاں کیسی ہی وہ اپنے مریدوں میں کیے　　درد دل ہرگز نہیں ہے واعظ بے پیر کو

خشک و تر یکساں ہی دیکھا سامنے اس کے میں سوؔز　　عشق آتش ہے خبر کرد و جوان و پیر کو

۷۱

میں[2] تو اب مرتا ہوں کھولو پاؤں سے زنجیر کو　　کم کرو اے عاقلو تدبیر کی تدبیر کو

ہو چکا ہے گریہ اے پیک اجل دم کا شمار　　اتنی ہے فرصت جو اب لے لوں دم شمشیر کو

دل نہ اپنا رکھ سکا دم لینے کی فرصت نہیں　　کیا کروں اللہ میں دنیا کی دار و گیر کو

کون تھا جو پھر بساتا کشور دیوانگی　　میں اگر بسا نہ کرتا خانۂ زنجیر کو

مت نہ موڑا تیغ سے جم جم اٹھائے زخم یار　　آفریں ہے سوؔز صد رحمت .... کو

۷۲

کوئی[3] یہ جا کے اب کہے میرے حبیب کو　　تو کیوں عبث ستاتا ہے مجھ سے غریب کو

عاشق نہیں کہ جس پہ نہ معشوق کی ہو چاہ　　کیا شکوہ تم سے ، روئیے اپنے نصیب کو

کیا[4] چہچہوں کو بہار نے تیری بھلا دیا　　گر بہال میں غلغلہ لگا عندلیب کو

منبر پہ کیسے[5] شور سے کرتا ہے آج وعظ　　دیکھیں گے اب ملے ہے گا خانہ خطیب کو

یارو مریض عشق ترا اس سے کب بچے　　بدنام لا کے مت کرو مجھ تک طبیب کو

اے شیخ سوؔز کی تو نصیحت سے باز آ　　بے طرح ٹھونکتا ہے وہ اپنے ادیب کو

اے سوؔز تیری باتوں پہ ہنستا ہے سب جہان　　ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

۱- ب ر ع ک　۲- یہ غزل صرف ع میں ہے　۳- ب آزردہ کیوں کیا دل حسرت نصیب کو
۵- ر ع ک - کیسی شیخی یہ کرتا ہے وعظ بیچ -

۷۳

گلچیں[1] خدا کرے کہ تو اب خوار و خستہ ہو جاتے ہیں تیرے ہاتھ سے گل دستہ دستہ ہو

کیوں کہ نہ جائیں در سے ترے آہ ہار کے ہم جب رشتۂ امید ہمارا گسستہ ہو

کیوں کر نہ ہائے دھر سے میری طرح شکست جس کی کہ سر نوشت بخط شکستہ ہو

کٹ بس کے ہاتھ یار سے کیا لگ چلی حنا صد آفریں یہ کام جو یوں دست بستہ ہو

سر مارتے پھریں تو نہ ہو ہم سے ایک بیت صد شعر سوز تجھ سے تو یک جا دشستہ ہو

۷۴

لہو[2] اس چشم کا پوچھے سے ناصح بند کیوں کر ہو جو دل ٹوٹے کسی کے ہاتھ سے پیوند کیوں کر ہو

ملے ہے خاک میں گل، اس کی اک آن تبسم سے کسو کا دل کبھو اس باغ میں خورسند کیوں کر ہو

مقابل ہو کے میرے مہروش کے ناخن پا سے جو چاہے ماہ تو نہ چند ہو وہ چند کیوں کر ہو

حلاوت شہد سے بھی زیادہ تر ہے جس کی باتوں میں برابر اس لب شیریں کے یارو قند کیوں کر ہو

خیال زلف کو تیرے نکلنے دوں نہ میں دل سے یہ کالا بچھا جب تو نہ سے نکلا بند کیوں کر ہو

دہو دل جب تلک میرا مشبک شکل مجمر کے کسی کے روئے آتش ناک پر اسپند کیوں کر ہو

غزال دشت کی ہرچند ہیں ابلہ فریب آنکھیں پر آنکھوں کا تیرے اے یار ان میں چھند کیوں کر ہو

ہرقسمں[3] وہ سخن کرتے ہیں تجھ داڑھی کے ہلنے پر میسر سوز کو ناصح تری یہ پند کیوں کر ہو

۱- ب ر ع ک
۲- ر ع ک
۳- کلیات سودا جلد اول صفحہ ۱۳۱ پر یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے۔

* ہمیشہ ہے وہ سخن کرنے میں تجھ داڑھی کے ہلنے پر
اثر سودا کے تئیں ناصح تری یہ پند کیوں کر ہو

۷۵

مجھ[۱] سے ملے اگر صنم چشم بہ چشم رو بہ رو — حال کہوں میں دل کا آج نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو

تیرے فراق میں صنم مثل صبا پڑا پھرا — خانہ بہ خانہ در بہ در کوچہ بہ کوچہ کو بہ کو

کس کو پھرے ہے ڈھونڈھتا دشت بہ دشت کہیں — دیکھ تو، لے کے آئینہ اپنے تئیں تو ہو بہ ہو

قطرہ ہے تو اسی کا ہے، رشحہ ہے تو اسی کا ہے — اس ہی محیط کا ہے سب آب پھرے ہے جو بہ جو

ایک ہی ایک بے خبر دیکھ تو ایک ایک کو — میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو

سوز تجھی میں ہے صنم یار نہ کھا تو اتنا غم — دیکھ نہ خود کو ایک دم کیوں تو پھرے ہے کو بہ کو

۷۶

لباس[۲] دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانے کو — ارے چل بھاگ سمجھا ہوں تری باتیں بنانے کو

گذر ناگاہ میرا ہو گیا مقتل طرف یاران — کہوں کیا تم سے ہے ہے آگ لگ جائے زمانے کو

سسکتا ہے اکیلا کوئی قاتل میں دل بسمل — نہ تھا جز دیدۂ گریاں کوئی پانی چوانے کو

ہوئی ہے بلبل اپنے چہچہے پر آپ شرمندہ — ہوئے گل غنچہ چپ کر دیکھ تیرے مسکرانے کو

کہا جب سوز نے ٹک زلف کو تو کھول دے بولا — " میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہے مار کھانے کو"

۷۷

ہاتھ[۳] نہ پکڑو قاتل کا تم اس کو تیغ لگانے دو — مجھ سا جی کے کیا لیگا، ہاں مرتا ہے مرجانے دو

کل جو میں گذرا اس کی گلی میں خرفتہ میں مجھے للکارا — ہے کوئی حاضر ڈیوڑھی پر، مت اس کو جیتا جانے دو

مثل صبا میرا بھی تن من خون ہے غم کے ہاتھوں سے — پانو ٹک تو اس کے یارو مجھ کو ہاتھ لگانے دو

بلبل اتنا پھولو مت تم اس گلشن کی بستی پر — دیکھیں گے کب تک ٹھیروگے تم بھی، وقت خزاں تک آنے دو

سوز کا کل احوال کسی نے اس کہا ہاں جلتا ہے — آگ بگولا ہو کر بولا " جلتا ہے جل جانے دو"

۱-۲ ب ر ع ک   ۳- ر ع ک

۷۸

پوچھتے کیا ہو چشم پرنم کو[1] پوچھو تم اپنے لاڈلے غم کو

صبر و آرام کیوں چلے ؟ بیٹھو ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم کو

چھاؤں میں ٹک کھڑے رہو صاحب بات کہتا ہوں اتنا مت چمکو

پانچ بوسہ کو بیچتے ہیں دل کیا یہ مہنگا ہے ؟ اس سے کچھ کم کو

کس کو تکتے ہو دل کو لے بھاگے جان باقی ہے یہ بھی لے دھمکو

نام الفت نہیں رہا باقی اک جہاں دیکھتا ہے عالم کو

میں گیا روبرو ولے نہ چھپا پوچھ پاچھ اپنے دیدۂ نم کو

دیکھتے بول اٹھا کہ لو صاحب آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو

دل کے بھوڑے کی اب ہے کیا تدبیر پھاہا دکھلائیو ذرا ہم کو

سوز کے داغ کو ستاوے یہ آگ لگ جائے ایسے مرہم کو

۷۹

تا[2] سر کوئے صنم یا تو ہمیں پہنچا دو یا ابھی دل کو مرے پاس سے اس کے لا دو

رسم و آئین اسیری کے ہمیں یاد نہیں نو گرفتار ہوں اے ہم قفسو سکھلا دو

سانس لینے دو گھڑی دیجے شتابی کیا ہے رنج تو کرتے ہو ٹک صبر کو جلا دو

جستجو اور توقع تو نہیں ہم سے اب آتش عشق تو دامن سے ذرا بھڑکا دو

درد ہی سوز ہے دنیا میں غریبوں کی بساط شاعری تم کو مبارک رہے اے استادو

۱- ر ع ک

۲- ب ر ع ک

۸۰

وہ[1] دن خدا کرے کہ خدا بھی جہاں نہ ہو — میں ہوں اور صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو

گل ہے شگفتہ ، خاطر گلزار خندہ رو — باد صبا بھی ہووے ولیے بے لشاں نہ ہو

گلشن ہو اور یار و دلآرام اور میں — اپنا ہو قصہ غیر کی کچھ داستاں نہ ہو

آنکھیں بھی یہ نہ ہووین کہ مردم کا نام ہے — دل بھی نہ ہووے بلکہ یہ ابتر زباں نہ ہو

یاد اس کی مجھکو بس ہے انیس و رفیق سوز — وہ خواہ مہرباں ہو یا مہرباں نہ ہو

۸۱

جس پر[2] ہے صنم کے کرم کی نگاہ ہو — واللہ عاشقی کا وہی بادشاہ ہو

یہ عاشقی ہے خانۂ خالہ نہیں میاں — سر دے تو پہلے راہ میں تب سرِ راہ ہو

آنکھوں میں غم نہیں ہے کہاں سے بہے سرشک — طاقت نہیں ہے کون سی قوت نگاہ ہو

رکھتا نہیں عرض تم سے سنو مردمان راز — روئے کے میرے حشر تلک تم گواہ ہو

اے دل خدا کے واسطے ٹک صبر کر ذرا — عاشقوں سے تیرے کوئی کہاں دادخواہ ہو

تیرے بھی حق یہ ظرف ہے میں کیا کروں بیان — جاوے وہی جیسے کسی ظالم کی چاہ ہو

امیدوار رحمت حق سوز ہے ولیے — ملتی ہے اس کو جو کہ بہت پرگناہ ہو

۸۲

سمن بر[3] و ستم گرو ہوش ربا کہاں کے ہو — تنگ قبا و آفت و فتنہ سرا کہاں کے ہو

نور ہو یا تجلی ہو برق ہو یا شرارہ ہو — سر سے تو لے کے پاؤں تک جان جلا کہاں کے ہو

ذبح جو کرتے ہو، کرو جان ہی لیتے ہو تو لو — پر یہ بتا دو میرے تئیں بہر خدا ، کہاں کے ہو

کون ہو ، کیا ہو سچ کہو ، حور ہو یا کہ ہو پری — سوز تمہارے عشق میں مر تو گیا ، کہاں کے ہو

۱- ر ع ک ۲- یہ غزل صرف ع میں ہے ۳- ب ع

٨٣

نہ لگا[١] لے گئے جہاں دل کو   آہ پہنچائیے کہاں دل کو

لے گیا تھا بہ لامکاں دلکو   چین آیا نہ واں میاں دل کو

بحر و بر دشت و باغ میں نہ رہا   جا دہیں زیر آسماں دل کو

ہاں مگر عرش تک اگر جاے   یا ملے واں سے لامکاں دل کو

اس کو مطلوب کیا ہے کچھ تو کہے   پوچھیو آکے دوستاں دل کو

لے پھرا میں کہاں کہاں دل کو   نہ لگا لے گیا جہاں دل کو

کسی عنوان اس کو چین نہیں   آہ لے جائیے کہاں دل کو

چین آتا نہیں کسی ہی طرح   کیونکہ تسکیں دوں تہاں دل کو

تب اسے ہو قرار تو ہووے   تم ملالو تو دوستاں دل کو

جس کی خاطر ہوا ہے یہ بیتاب   لے چلوں آہ میں وہاں دل کو

کچھ ادھر یا ادھر کی بات کہو   یوں کرو یارو امتحاں دل کو

سن کے یہ بات جس کی دھڑکے گا   جادیو لاگ ہے وہاں دل کو

یارو بازار تک تو لے جاؤ   لیوے شاید کوئی جواں دل کو

بولتے جائیو پکار پکار   بیچتے ہیں ہم اے بتاں دل کو

کوئی اس کا جو مول پوچھے اگر   کہیو لایا ہیں ارمغاں دل کو

اس کی تدبیر ہو سکے گی تب   جان آجاے ہم جہاں دل کو

سوز کو بھی تبھی ملے گا چین   صبر آوے گا تب بتاں دل کو

١- ب خ ر ح ک

۸۴

آیا[1] ہے سوز پاس تری دست بستہ ہو ۔۔۔ اب رحم ہی کرو کہ نہ خاطر شکستہ ہو

آخر گیا نہ کو سے تری آہ سار کسر ۔۔۔ کیوں کر کوئی رہے جو تمنا گسستہ ہو

احوال دل کا مجھ سے بہت پوچھتے ہو تم ۔۔۔ کس دل سے یاد آئے جو خاطر سے خستہ ہو

نرگس کو .... نظارہ کی تمام ۔۔۔ وہ آنکھ اٹھا نہ دیکھے اگر دستہ دستہ ہو

دیکھا تھا گل کے روز .... ۔۔۔ ....

۸۵

اے[2] قیامت نکہو پھر نہ جلاؤ مجھ کو ۔۔۔ میں ترستا ہی موا آکے اٹھاؤ مجھ کو

ہم نشیدو حق صحبت کا ادا واجب ہے ۔۔۔ بخدا آپ سی حالت جو دکھاؤ مجھ کو

اپنے اس کنج قفس ہی میں ہے مجھ کو آرام ۔۔۔ نام گلزار کا کاہے نہ سناؤ مجھ کو

ساقیا نشہ وہی جس میں نہ ہو ہوش حیات ۔۔۔ ایک ساغر تو بھلا اور پلاؤ مجھ کو

سوز میں اپنے شب و روز جلوں ہوں جوں شمع ۔۔۔ اے بتو رحم کرو تم نہ جلاؤ مجھ کو

۸۶

مجھ[3] کو نہ گل نہ سیر گلستان ہے آرزو ۔۔۔ مانند گل کے چاک گریبان ہے آرزو

مرجاؤں بس تو گور غریبان ہے آرزو ۔۔۔ اس غم سے مجھ کو دیدہ گریان ہے آرزو

یہ ہے طلب فنا کدہ دھر سے مجھے ۔۔۔ گر خاک ہا تو گوشۂ داماں ہے آرزو

مطلب نہیں ہے حور و قصور بہشت سے ۔۔۔ جیتا رہوں تو کلبۂ احزان ہے آرزو

پاؤں پہ سر کے بال ہوں اور خار پا بسر ۔۔۔ طالع سے اپنے بے سر و سامان ہے آرزو

نامہ سیاہ مجھ سا نہ آئے گا روز حشر ۔۔۔ اس غم سے مجھ کو دیدۂ گریان ہے آرزو

اے سوز زندگی کی نہیں اب مجھے ہوس ۔۔۔ مر جاؤں بس تو گور غریبان ہے آرزو

۱-۲-۳ یہ غزلیں ع میں ہیں -

۸۷

[1] نہیں رہنے کا میرے پاس لے جا دل ربا دل کو　　میں رکھ کر کیا کروں سینے میں اس نا آشنا دل کو

ولیکن پاسداری کیجیو وحشی بڑا ہے یہ　　نہ ٹھہرے گا یہ تیرے پاس بھی یاں چھوڑ جا دل کو

مجھے ڈر ہے مبادا دشمنی سے دو بدو ہووے　　نظر..... تم پیار کچھ دو گے سکھا دل کو

ازل سے میری چھاتی پر (رہا ہے مونگ ہی دلتا)　　بھلا لے کر کیے گا کیا تو ایسے بے وفا دل کو

یہ سب محبوب بیٹھے ہیں گے ان میں کون ایسا ہے　　خدا کے واسطے بتلاؤ کس نے لے لیا دل کو

ہوا ہے سوز جب سے نام میرا تب سے جلتا ہوں　　پڑا دھکوں ہوں اپنی آگ میں تو مت جلا دل کو

۸۸

[2] کہاں دل قطرۂ خوں ہے نہ چھیڑو ہر گھڑی دل کو　　ستاتا ہے کوئی بھی دم بہ دم نخچیر بسمل کو

محیط عشق کا کس نے کنارا آج تک پایا　　خبر تو موند لو آنکھیں، نہیں پانے کے ساحل کو

جرس بھی آ کے منزل پر .... کرتا ہے　　یہ دل میرا وہیں نالہ ہے گو پہنچا ہے منزل کو

خدا کے واسطے جا کر کہو اس بے مروت سے　　کہ مت کر قید تو زلفوں میں میرے لاڈلے دل کو

دلا حیران نہ ہو یاں کون سی مشکل رہی مشکل　　تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

عجب تم شیخ جی بحثو ہو لا لا کر کتاب اپنی　　وہ کہہ بیٹھے گا کچھ منہ سے نہ چھیڑو سوز جاہل کو

۸۹

[3] غم نہیں دنیا کا مر کر صاحب تسلیم کو　　آتش نمرود تھی گلزار ابراہیم کو

آہ ان اندھوں کے ہاتھوں کس کنے سر پیٹیے　　جانتے ہیں قول حق پر باطل تنجیم کو

اب ملک واقف نہیں اسرار سے اس عشق کے　　عاشقو لے جاؤ دل کو عشق کی تعلیم کو

میں تو کہتا ہوں کہ اچھا یہ کہتے ہوں نہیں　　فہم سے کس کے ملاؤں اپنی اس تفہیم کو

وہ جو قسمت میں ہے تیری سوز سے ملتا ہے پر　　کون کہہ سکتا ہے سوز اس قاسم تقسیم کو

۱-۲-۳　　یہ غزلیں صرف ع میں ہیں ۔

۹۰

کہو[۱] اس دشمن مروت کو — کہیں چھپاتا ہے اپنی صورت کو

تیں تقصیر بھی نہیں سچ ہے — کہئے جو کچھ سو اپنی قسمت کو

مجھ کو غم نے کیا بہت حیران — کیا ہوا جان تیں غیرت کو

سرو بھی گڑ گیا زمین کے بیچ — دیکھ کر تیں شان و شوکت کو

اے غم یار سوز تجھ پہ نثار — آفرین ہے تری رفاقت کو

۹۱

دلا اہل دنیا سے مت آشنا ہو — یہ فانی ہے سب کچھ جہاں میں وفا ہو

بھلا فائدہ ایسی الفت کئے سے — الٰہی وہ اڑ جائے اس کا برا ہو

ستاتی ہے لحظہ بہ لحظہ یہ دل کو — جو موذی ہو اب ان میں پھر کیا مزا ہو

ہے آصف الدولہ اور ایک سے بھی — کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو

دیا اشک خونی سے رونا ہے کوئی — پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدہ ہو

وہ بھائی بڑے لوگ ہیں ان سے ڈرئیے — وہ ملتا ہے ان سے جو خود بے وفا ہو

کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر — کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو

مگر ایک آقا محمد کہ جس نے — اخوت کا دنیا میں صفحہ پڑھا ہو

سو اس کو ہے غم وہ جیسے کہ یہ غم ہے — کہ دق اس کی حیرت سے بیں بڑھا ہو

نہیں سوز دل سے کوئی بھی وہ رہا — پھر ان سے امید وفا کیا بھلا ہو

۱-۲ صرف ع میں ہیں ۔

۹۲

[1]لیتے ہی نام عاشقی کا کھو بیٹھے ہم تو اپنے جی کو
مشہور ہے خلق میں کہاوت جو بولے سو وہ جائے گھی کو

۹۳

[2]کہا میں نے جو یار سے یہ شکایت مجھے ایک بوسہ کی رخصت جواب ہو
دم عیسی سے اس کو بہتر میں سمجھوں کہ جینے کا اس مردہ دل کے سبب ہو
لگا کہنے یوں مسکرا کر کہ ہے ہے کوئی دیکھ لیوے تو کیسا غضب ہو

۹۴

[3]جانے والو نہ چوکے قدم بڑھائے چلو اسی کا کوچہ ہے شک کرتے ہائے ہائے چلو

۹۵

[4]دو دن کی یہ زیست ہے سوز صاحب جس طرح نبھے تم اب نبھاؤ

۹۶

[5]میں تیرے قربان ہو جاؤں نئی تقصیر ہے ذبح بھی کرتا ہے پھر کہتا ہے ہاں قربان ہو

۹۷

[6]میں مر گیا ہوں دیکھ لب لعل یار کو یاقوت چاہئیے مری لوح مزار کو

۹۸

[7]ستا مت جھوٹے وعدوں سے تو اے راحت ربا مجھکو نہیں دیتی ہے رخصت روٹھنے کی بھی وفا مجھ کو

۹۹

[8]قیامت حشر کو ہوگی خوشی تیرے شہیدوں کو کوئی کھینچے ترا دامن کوئی پھاڑے گریباں کو

۱-۲ جلوۂ خضر صفحہ ۱۲۱   ۳ تا ۷ - ع   ۸- گلستان بے خزاں صفحہ ۱۱۶

ردیف ہ

۱

خدا[1] کو کفر اور اسلام میں دیکھ — عجب جلوہ ہے خاص و عام میں دیکھ

جو کیفیت ہے نرگس کی چمن میں — وہ چشم ساقی گلفام میں دیکھ

نظر کر زلف کے حلقے میں اے دل — گل خورشید پھولا شام میں دیکھ

خبر مجھ کو نہیں کچھ مرغ دل کی — تو اے صیاد اپنے دام میں دیکھ

پیالہ ہاتھ سے ساقی کے لے سوز — طلسم جم کو تو اس جام میں دیکھ

۲

شراب[2] خوں [illegible] دل کا پوچھے ہے مخمور ہے شیشہ — زباں سے منہ میں ہے یارو کہو معمور ہے شیشہ

مزا ہے محتسب اس وقت آ جاوے جو اے ساقی — کہ ہم تم لوٹتے ہیں نشہ میں اور چور ہے شیشہ

سمجھ کر دل مرا اسکو پٹک دیجو نہ پتھر پر — کہ یہ اس دام سے کچھ ہو گیا مشہور ہے شیشہ

لبوں پر وقت نوش آب قطرہ نیش ہوتا ہے — پہنچ ساقی کہ تجھ بن خانۂ زنبور ہے شیشہ

شراب حسن کی کس کے نہاں اس میں تجلی ہے — کہ مستی کی نگاہوں میں سراپا نور ہے شیشہ

نظر ہر سمت مجھ کو قابل زنجیر آتا ہے — نہ جانے بزم میں کس کا دل پر شور ہے شیشہ

نہ خوش ہو ہمیں استغفار سے واعظ کہ رندوں کی — زباں نزدیک ہے توبہ سے جب تک دور ہے شیشہ

۱- ب ر ع ک   ۲- ر ع ک

۳

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ[1]   بھیجیں گے ہم بھی نامہ و پیغام گاہ گاہ

سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا   دیتے نہیں جو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ

خورشید کی طرح تو نہیں ہرزہ گرد وہ   نکلے ہے ماہتاب مرا شام گاہ گاہ

دیوار گھر کی یار کے مت ڈھا تو سیل اشک   کرتا ہوں اس کے سایہ میں آرام گاہ گاہ

جاوے وہ کب کسی کے مگر گھر رقیب کے   لاتی ہے اس کو گردش ایام گاہ گاہ

طاقت نہیں بھی مرغ چمن کچھ خوشی ہے اب   ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کے کہا ہم سے سوز نے[2]   نکلے ہے یوں ہی تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

۴

اے دل نہ سنے گا یار چپ رہ[3]   کر نالہ نہ بار بار چپ رہ

فریاد تو کب تلک کرے گا   بس اے دل بے قرار چپ رہ

تو درد نہ سن سکے گا پیارے   مت پوچھ یہ حال زار چپ رہ

کیا فائدہ ناصحا بکے سے   دل پر نہیں اختیار چپ رہ

کہیں سوز یہ آہ و نالہ کیا ہے   اے کشتۂ انتظار چپ رہ

۵

ناصح تو کسی شوخ سے دل جا کے لگا دیکھ   پیارے مرا بھی کہا مان محبت کا مزا دیکھ

ہر چند میں لائق تو نہیں تیرے کرم کے   لیکن نظر لطف سے ٹک آنکھ اٹھا دیکھ

کچھ اور سوال اس کے سوا تجھ سے نہیں ہے   اے بادشۂ حسن بسوئے فقرا دیکھ

پچھتاوے گا آخر کو مجھے چھوڑ کے اے یار   کہتے ہیں یہ تو ہر ایک مخالف کے نہ جا دیکھ

اس بت نے نظر بھر کے نہ دیکھا مجھے اے سوز   ہر چند کہا میں نے کہ ٹک بہر خدا دیکھ

۱- ر ع ک   ۲- کلیات سودا جلد اول صفحہ ۱۳۹ میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے

" بوسہ بزور لے کے کہا سودا نے اس سے یہ "

۲-۳ ب ر ع ک -

۶

دل[1] لگ نہ چلا کر ہے خونخوار سے زیادہ ‏ ‏ ہر بات میں کاٹے گا وہ تلوار سے زیادہ

گو ابر گھمنڈ اپنے برسنے پہ رکھے ہے ‏ ‏ برسے نہ مری دیدۂ خونبار سے زیادہ

میں پھکا ہوا داغ ترے ہجر سے گلرو ‏ ‏ سینہ ہے مرا تختۂ گلزار سے زیادہ

بے چمن رکھے ہے چمن دہر میں مجھکو ‏ ‏ پہلو میں کھٹکتا ہے یہ دل خار سے زیادہ

کالے کی برائی نہ کرو زلف کے آگے ‏ ‏ ڈسنے کے لئے دل کے ہے یہ مرا سے زیادہ

سینے کے قفس میں تری دھن سے دل زار اے سوز ‏ ‏ نالاں ہے سدا مرغ گرفتار سے زیادہ

۷

او[2] چلے جانے والے بے پرواہ ‏ ‏ کچھ فقیروں کے حال پر ہے نگاہ

پھر بھی چلے ہی جاؤ گے ‏ ‏ دل بے مغرور بل بے عالی جاہ

میاں فقیروں کی بھی صدا سن لو ‏ ‏ بات سنتا تو کچھ نہیں ہے گناہ

حال دل اب بہت پریشاں ہے ‏ ‏ تری زلفیں نہیں دیکھو مری گمراہ

تجھ سوا کون ہے مرا محبوب ‏ ‏ بحق لا الہ الا اللہ

سوز کچھ مانگتا نہیں تجھ سے ‏ ‏ ایک بوسہ دو فی سبیل اللہ

۸

کیا[3] لے گا کوئی ظالم اب تجھ سے ہو گزیدہ ‏ ‏ اک دل ہے سو نالاں ہے آنکھیں سو ستم دیدہ

اے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل ‏ ‏ مشکل ہے اگر چونکے یہ فتنۂ خوابیدہ

نالے سے ترے ظالم بے چین ہیں ہمسائے ‏ ‏ یہ آہ و فغاں کب تک اب بس دل شوریدہ

دو روز کا مہماں ہوں کیوں مجھ سے الجھتا ہے ‏ ‏ جاتا ہوں تری کو سے مت مجھ سے ہو رنجیدہ

شک دیکھیو اے ساقی یہ سوز نہ ہووے ہاں ‏ ‏ روتا ہے پڑا ایسا جوں شیشۂ غلطیدہ

۱- ب ک ‏ ‏ ۲-۳ ب ر ع ک

۹

سچ[1] کہو قاصد آتا ہے وہ ماہ — الحمد اللہ الحمد اللہ

ہے دل کو لگتی پر کیونکہ مانوں — کہا جا قسم تمہاں تجھکو واللہ

بعضوں کو مجھ پر یہ بھی گماں ہے — یعنی بتاں سے چلتا ہے بدراہ

جھوٹے کے منہ، میں آگے کہوں کیا — استغفراللہ استغفراللہ

کل جس طرح سے دیکھا ہے اسکو — کیا ذکر کیجئے اللہ اللہ

کل اس طرف سے گذرا ستم گر — میں نے کہا کیوں آؤں میں ہمراہ

جھنجھلا کے آخر بولا ہے مجھ سے — تو کون میں کون اے واہ اے واہ

وہ دن گئے بھول جب کھیلتے تھے — لڑکوں میں مل کر، ہے چور یا شاہ

اب کھینچتے ہو تیغ کو ہر دم — بانکے بنے ہو اللہ اللہ

تیری جفا سے جو مجھ پہ گذرا — سب جانتا ہے من جانب اللہ

اے آہ تو بھی مت دے رفاقت — اے اشک مت چل بس حسبی اللہ

تیرے سوا یاں کون اب ہے جہاں میں — الحکم اللہ والملک اللہ

کاہے کو اتنا ہوتا ہے خاموش — کر سوز کو قتل بس قصہ کوتاہ

۱۰

قتل[2] کو میرے نہ کر تاخیر آہ — جان لینے کو بھی اتنی دیر آہ

یار کے کوچے تلک جا تو اگر — مجھ کو دے یہ خانۂ زنجیر آہ

آسماں بہکے تو .... — دل ہے میرا جان تیر پسر گاہ

رخ ادھر کرتا تو میں ہوتا ہی مات — حیف .... شاہ

سوز کیوں چپکا ہے ہم کیا غیر ہیں — حال اپنا کہہ نہ اے دل گیر آہ

۱- ب ر ع ک ۲- یہ غزل صرف ح میں ہے -

۱۱

تیز دستی دیکھیو قاتل کی میرے واہ واہ[1] ایک کو کرتا ہے ذبح اور دوسرے پر ہے نگاہ

ذبح کرتا ہے تو مجھ کو غیر کو کیا اس میں دخل وہ اجل کیوں بیچ میں آ کود بیٹھی لا اللہ

آہ گر نکلے جو سینہ سے تو میں تمہارا ہا دل کو لیے جاتا ہے لیجانے دے مت گھیر اس کی راہ

چونکہ جاوے گا تو پھر اس راہ چلنے کا نہیں ہر گھڑی ہر آن ہر ساعت دلا تو مت کراہ

ایک گالی میں بھی دوں.......... مجھاں لوں مجھا کر جو تو بولے واہ واہ

بعد قتل سوز پوچھے گا کوئی تو آن کر کیا خطا کیا جرم کیا تقصیر اس کی کیا گناہ

۱۲

اے[2] دل گم شدا پیدا ہو نہ چھوڑ بس زلف میرا ہو نہ

حیرت آلودہ نہ رہ مثل حباب موندلے آنکھ کو دریا ہو نہ

طلب ساغر مے کب تک یار جوش کھا آپ ہی صہبا ہو نہ

وصل میں پھر وہی فرقت کا غم بسمل تیغ جدا ہو نہ

نبے عشاق پڑے مرتے ہیں بات کی بات مسیحا ہو نہ

قیس و فرہاد ہوئے آگے کیسا اے تنگ حوصلہ مجھ سا ہو نہ

آپ ہی دیکھ لے آپ ہی کو سوز مثل آئینہ سے سا ہو نہ

۱۳

بس[3] او دل وہیں سامنے کھڑا رہ جو تجھے کہے قتل تو بھی اڑا رہ

کبھی تو ترے حال پر رحم ہوگا اسی کے تو دروازے اوپر پڑا رہ

۱-۲ ب ق ع ک ۳- یہ شعر صرف ب میں ہے -

۱۴

کدھر جاتا ھے تو اے شوخ دیدہ[1] ۔۔۔ بسان اشک مردم سے رمیدہ
سر دستار تا چاک گریباں ۔۔۔ گریباں تا سر دامن دریدہ
تو کس کو آج آیا قتل کر کر ۔۔۔ لئے قبضہ میں تیغ خوں چکیدہ
ھے عارض پر خراش ناخن تیز ۔۔۔ وگر لب ھیں تو ھیں دنداں گزیدہ
یہ چلنے کی تمھیں کیوں کٹ رھی ھیں ۔۔۔ سپر کے کیوں کنارے ھیں بریدہ
الٰہی خیر کس پر تھا غضب آج ۔۔۔ وہ ایسا کون تھا آفت رسیدہ
خدایا سوزؔ کا دل وہ نہ ھے آج ۔۔۔ کہ میرا ھے جگر اس دم تپیدہ

۱۵

ھم رھیں محبوس زنداں واہ واہ[2][3] ۔۔۔ تم کرو سیر گلستاں واہ واہ
ھم قفس میں تم چمن میں یا نصیب ۔۔۔ واہ واہ اے عندلیباں واہ واہ
مجھ سے نالائق کو دی بغلوں میں جا ۔۔۔ واہ واہ گور غریباں واہ واہ
ھر دل کے اب تمھیں ھو بادشاہ ۔۔۔ واہ واہ اے ماہ کنعاں واہ واہ
زلف میں پھنس کر ملا آرام دل ۔۔۔ واہ واہ شام غریباں واہ واہ
اشک کو بھی دی نہ اپنی کچھ خبر ۔۔۔ واہ واہ اے زخم پنہاں واہ واہ
آتے ھی مجلس کو روشن کر دیا ۔۔۔ واہ واہ اے سوز سوزاں واہ واہ
تا سحر ھم بزم تم اس کے رھو ۔۔۔ واہ واہ شمع شبستاں واہ واہ
ھم رھیں پروانہ ساں گرد لگن ۔۔۔ سب کریں سیر چراغاں واہ واہ
سوزؔ کو دی اپنے پہلو میں جگہ ۔۔۔ واہ واہ گور غریباں واہ واہ

۱-۲ ب ر ع ک ۳- ب خ میں مصرع اول مصرع ثانی کی جگہ اور ثانی مصرع اول کی جگہ ھے -

۱۶

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ[1] — دامن بدست چیدہ ابرو بہم کشیدہ

صورت[2] گر قضا نے تجھ سا نہ کوئی پایا — اک حسن ماہ دیکھا سو بھی قلم کشیدہ

اے اہل درد تم کو اپنے ہی درد کی سوں — دیکھا کوئی جہاں میں مجھ سا الم کشیدہ

اے نامہ بر خبردار اس سے نہ بولیو کچھ — گر تجھ سے بات پوچھے کہنا تو دم کشیدہ

اے عندلیب نالاں اے بلبل غزل خواں — پاس ادب ہے لازم ہے سوز آرمیدہ

روتا ہے سوز غم میں حس حس کے مت جلا (تو) — جلتا نہیں ہے ہرگز خاشاک غم کشیدہ

۱۷

ماتم[3] کا میں شور ہے کہتا ہے کیا ہے یہ — اب بھی خدا کو مان، میاں کیا بلا ہے یہ

آ دیکھ میری لاش کو وہ شوخ تند خو — کہنے لگا (چڑھا) کے جبیں کیا ہوا ہے یہ

کوئی ہے پر اس کی تو جوتی کے پائتیں میں — اے دل بہو کہ جہاں کے کہیں بھی سنا ہے یہ

کہتا ہوں درد دل کا تو کہتا ہے غیر سے — سر پھر گیا اتحادو بہت بک رہا ہے یہ

کرتا ہوں داد داد تو کہتا ہے پوچھو — سودا ہے کون کون سا کیا بے حیا ہے یہ

روتا ہوں بلبلا کے تو ہنستا ہے کھل کھلا — کہتا ہے یارو دیکھو کیسا مزا ہے یہ

تلواریں مار مار کے کہتا ہے دم نہ مار — تیرا ادائے حق ہے کہ حق ادا ہے یہ

اتنی جفائیں مجھ پہ کہاں تو بھی شوخ کے — منہ سے کبھو نہ پھوٹا کہ اہل وفا ہے یہ

امیدیں [illegible] دل کی ساری تو ہوئیں ختم (ہے آہ) — اے سوز بعد مرگ تو اب مدعا ہے یہ

دامن کشادہ لاش پہ آ کر مجھے کہے — ہے ہے کس کے پیچھے تڑپتا موا ہے یہ

۱- ب ر ع ک ۲- تذکرہ ہندی صفحہ ۱۱۵ - "صورت گر قضا نے کوئی نہ تجھ سا کہ دیکھا
ہاں حسن ماہ کھنچے وہ بھی قلم کشیدہ"

۳- ب ر ع ک

۱۸

بس دل ناتواں بس چپ رہ[1]   رو رو مت کھو تو جاں بس چپ رہ

غل نہ کر غل نہ کر کہ تیری آہ   پہنچی تا آسمان بس چپ رہ

آنکھیں جتی رہیں گی اے نادان   میرا کہنا تو مان بس چپ رہ

تیرے رونے پہ لوگ روتے ہیں   بس نہ رو میری جان بس چپ رہ

پھول ہنستے ہیں تیرے رونے پر   ہے غنچہ دہان بس چپ رہ

شعر کاہے کو ہیں شرارے ہیں   سوز آتش زبان بس چپ رہ

۱۹

[2]......... سوا ہے یار دو عالم..   گر اور کچھ طلب ہو مجھے ....

یارب حضور یار رکھ جس کا غلام ہوں   ہر روز گو ہمیشہ نہ ہووے تو گاہ گاہ

تا چند بے قراری و تا چند اضطراب   کافی تھی ہم یار کے مانے کو یک نگاہ

.... خسروانہ رحمت شتاب ہو   اب آرزو ہے کوں سے کافر کو عز و جاہ

بس سوز سے تعمیر کرو قلعہ بدن   یہ کارخانہ اس سے نہ ہووے گا سربراہ

اس سوز کو تو بندہ صادق ہی جانیو   گر اس میں جھوٹ ہووے تو اس کا خدا گواہ

او جانے والے اس سے کہیو کہ واہ واہ   کچھ بھی خبر ہے در پہ بیکانے ہے دادخواہ

کل کس کے ہاں گئے تھے بھلا یہ بتائیے ہمیں ٹک   پھر تو کہے گا مجھ سے الجھتا ہے خواہ مخواہ

تس پر یہ عذر ہے کہ مرا آشنا ہے وہ   ہاں جی تمہارا عذر تو ہے بدتر از گناہ

آہ منہ کو مت کھلا تو کہیں ... کچھ دیکھو   اب تک دہن ہے تیرے گنہ پر سمجھنے نگاہ

باز آ یہ وضع دیکھیں خوب اے عزیز   .... ہاں تیرا ہوں میں خیرخواہ

.... خراب ہوگا میرے جی کو مت جلا   .... جو دل سے نکالوں گا ایک آہ

۱- ب خ ر ع ک

۲- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲۰

سنے گا بعد مرے جو کوئی مرا یہ افسانہ[۱] جو افلاطوں بھی ہوگا تو ہوجائے گا دیوانہ

کوئی سنتا نہیں در در پھروں ہوں مثل (دیوانہ) الٰہی رات ہو جلدی سنوں میں اپنا افسانہ

ہوا ہے جو غم سے دل ہر اک ذرے میں اسکا (ہے) نظر پڑتا ہے جلوہ میں نہیں اب ہے ہی خانہ

ہوا کا چاک ...... دیکھے گا...... .... صہبا کا پیمانہ

کہاں سے ہیں کہاں آکر بساھوں دیکھو (قدرت) جہاں کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ

..........دل ہوا جاتا نہیں اللہ ولے تم سوز سے پوچھو کہ اس کا ہے وہ ہم خانہ

۲۱

ہے[۲] بلبل عاشق گل شمع پر عاشق ہے پروانہ مرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلی کا دیوانہ

کسی[۳] سے حال دل کہتا نہیں اب تو یہ دیوانہ مگر آپ ہی کہے آپ ہی سنے اپنا ہے افسانہ

خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس مہ روش کا (تھا) غرض کہنے میں تو یہ دل ہے لیکن ہے پری خانہ

قفس[۳] لا کر کہاں رکھا ہے اس صیاد ظالم نے جہاں تک درد دل کہنے کو اپنا ہے نہ بیگانہ

جو کہئے حال دل اپنا تو اس کو نیند آتی ہے ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانہ

دل وحشی مسکین مرا رہتا ہے اس کی زلف میں (اچھا) خدا کے واسطے ظالم نہ کیجیو زلف کو شانہ

ہزار افسوس ہے اے سوز اتنی بندگی پر بھی رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بیگانہ

۱- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ک میں ہے -

۳-۳ یہ دو شعر صرف ب میں ہیں ان اشعار کو نسخہ ک کی غزل میں شامل کردیا ہے -

۲۲

جو[1] صاحب دل ہے دل سے آگاہ   کیا بات اس کی ہے واہ واہ

اے غافلو تک تم چونک بیٹھو   پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ

وہ شاہ جس کی عہد میں سے   کٹتے گئے ہیں تشریعت کی راہ

میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں   اب کوئی دم کو نکلے ہے وہ ماہ

ظلم و ستم سب ہوجائے گا محو   باقی رہے گا اللہ ہی اللہ

ہادی وہی ہے مہدی وہی ہے   صاحب وہی ہے سب کا دلخواہ

اے سوز تو کیا کہتا ہے چپ رہ   تجھ کو ہے مطلوب شیخی کا کیا جاہ

سو لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں گے   کس واسطے ہیں یہ سارے گمراہ

بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں ہے   خاموش ہی رہ واللہ باللہ

۲۳

بہت[2] سا جمع ....   قبول کیجو نظر میں تری سبحان اللہ

نہیں بسا ہے مرے دل میں صاحب جاہ   بغیر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

نہیں زبان سے لیا نام غیر حق ہرگاہ   سوائے نام محمد و یا علی اللہ

نہ چاہئے ہے مجھے احتشام فیل و سپاہ   ہمارے موئے پریشاں ہیں تاج و فرق و کلاہ

عبث کو کھینچے ہے تلوار ....

۱- یہ غزل صرف ب اور ع میں ہے -

۲- یہ غزل صرف ع میں ہے -

۲۴

[۱]فلک سے جور میں کہتا ہے .... نہ لے بس عاشقی کا نام تو اے عشق کم دیدہ
نہ وہ دریائے بے ساحل ہیں جن کا آسماں کف ہے غبار خاطر عالم سے کیا ہوں گے بہم دیدہ
بچارا دل تو کونے میں پڑا ہے گو دماغ اس کو ستاتا ہے مجھے آنکھیں دکھا کر دم بدم دیدہ
مجھے کہتے تو ہو جھنجھلا کے آنکھیں سامنے مت کر غزالوں کی طرح اے جان کب جاتے ہیں رم دیدہ
مجھے بھی ساتھ لے چل راہبا دل سوز ہوں تیرا کہ میں عبدالصنم ہوں اور تو بیت الصنم دیدہ

۲۵

[۲]ناصحا میرے سیم بر کو دیکھ اور مری حسن بیں نظر کو دیکھ
کبھی تو حیران ہو رہا ہے یہ موشگافی سے اس کمر کو دیکھ
کیسے بانکے کو کیا کرلیا تسخیر تو مری آہ کے اثر کو دیکھ
لخت دل تیرے واسطے لایا لال ہیں تو اس گہر کو دیکھ
آہ کی لڑ میں گوندھے لخت جگر جان میرے تو اس ہنر کو دیکھ
شش جہت میں تو ڈھونڈھتا کیا ہے جس کو ڈھونڈھے ہے پہلے گھر کو دیکھ
سیر دریا سے کیا ہوا حاصل سوز کی اپنی چشم تر کو دیکھ

۲۶

[۳]میں پھرتا ہوں تیری کو میں .... چو مرغ آشیاں گم کردہ سرگرداں و آوارہ
دل ناداں اگر ہے تنگ تجھ پر وسعت سینہ تو میں تجھ کو بتا دیتا ہوں گھر اس کا وہیں چارہ
نہیں طاقت رہی جو ہاتھ اٹھا کر میں دعا مانگوں کروں کس ہاتھ سے یارب گریباں جنوں پارہ
عجب بے خود ہوں جس دن سے سنی ہے بات ملنے کی میں حیراں ہوں شب وصلت کروں گا کیونکہ نظارہ
عبث کیوں کھینچتا ہے تیغ ظالم سوز پر ہردم (دل آزردہ، ستم دیدہ) جفاکش ہے یہ بے چارہ

۱-۲-۳ یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

۲۷

گر[1] تجھے قتل کی خواہش ہے تو بسم اللہ — سر تو حاضر ہے ذرا رہ کے لگا بسم اللہ

ساغر چشم ہیں لبریز ہلاہل اس کے — درد مدعو ہو ، از بہر شفا بسم اللہ

شیخ جی تم کو وہ کہتا تھا کہ رندوں میں نہ جاؤ — اب بھی .... بسم اللہ

بس دلا سینہ میں کب تک یہ ٹھہرے گا یوں ہی — میں نے رخصت دی تجھے جان سے جا بسم اللہ

آج مہندی وہ لگی کیوں ہے ہاتھوں میں جان — لے میرے خون سے ہاتھوں کو رچا بسم اللہ

تیرے دامن سے وہ چھٹے گی مری خاک سدا — ڈھیر پر میرے تو گھوڑے کو کدا بسم اللہ

تیز کرتے ہو چھری آپ ہی رہ جاتے ہو — کس کا وسواس ہے کاٹو وہ گلا بسم اللہ

میں یہ سمجھا تھا کبھی اسکو وہ جانے دے گا — سوز نے مانگی جو رخصت تو کہا بسم اللہ

۲۸

ہوا[2] ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ — زشام تا بہ سحر ہے فراق آئینہ

ہوا ہوں اس قدر ایجاد کی شکل سے بیزار — کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ

تمہارے چہرے کو دیکھا ہے جب سے خوباں نے — کیا ہے دیدہ مقرر طلاق آئینہ

رہے ہے خانۂ چشم اپنے کے یہ شکل اس میں — کہ جیسے آب سے پُر ہے رواق آئینہ

سوائے یار کی صورت نظر نہ آیا کچھ — ہمیں جو دید ہوا اتفاق آئینہ

دوچار ہوتے ہی کچھ کردیا اسے مشہور — میرے تو دل پہ ہے روشن نفاق آئینہ

زیادہ اس سے دہن کوئی عیب گو نہیں اے سوز — سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینہ

۲۹

آنکھوں میں لگاوٹ دل آہوئے رمیدہ — ہم سے بھی یہ چھلاوا اللہ رے شوخ دیدہ

۱۔ یہ غزل صرف ع میں ہے

۲۔

۳۰

۱
ہم پہ بھی گذری قیامت واہ واہ   واہ واہ حضرت سلامت واہ واہ

۳۱

۲
او جانے والے اس سے تو کہیو کہ واہ واہ   کچھ بھی خبر ہے در پہ بکایے ہے واہ واہ

ناصح میں جاؤں اور میرا یار تجھ کو کیا   کہہ اور کچھ کہ کود پھرتی بیچ لا الہ

---

۱ - ۲ - ب - ک -

* ردیف ے *

(۱)

کشور[۱] دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے
یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلا یاد رہے

بس دلا شکوہ نہ کر کلبۂ احزان میں مری
یا مرا جی ہی رہے یا تری فریاد رہے

چھوڑ دو بلبلو گلزار اگر غیرت ہے
یا صبا اس میں رہے یا کہ یہ صیاد رہے

دام زلفوں سے جدا روکے ہے ابرو سے جدا
ان بلاؤں سے کوئی کب تلک آزاد رہے

نہ تبسم ، نہ ترحم، نہ تکلم نہ نگاہ
کس طرح یہ دل نادیدہ بھلا شاد رہے

صاحبو چھوڑ دو تم ہاتھ مرے قاتل کا
گو کہ سر جاوے ولے خاطر جلاد رہے

ساقیا جام پلا سوز دعا دیوے گا
یہ خرابات قیامت تلک آباد رہے

(۲)

صبا[۲] یہ شور کیسا ہے بتادی
چمن میں پھر بہار آئی ہے کہاری

نہ کیجے اپنے سر پر سے بھی صدقے
یہی تھی تم سے کیا امید واری

نہ پایا خاکسار اب سوز سا کوئی
جہاں کی [illegible] چھانی ہم نے خاک ساری

(۱-۲) ب ر ع ک

(۳)

چکورین چاند کے اور بلبلین گلزار کے صدقے [1] | کوئی صدقے کسی کے ہو مین اپنے یار کے صدقے
کوئی صحرا کے صدقے ہو کوئی کہسار کے صدقے | گدا ٹھیرا ہون تیرے سایۂ دیوار کے صدقے
زبان سے وعدہ کرنا دل مین کہنا کون جاویگا | تری اقرار کے قربان تری انکار کے صدقے
ہزارون دل تری پاؤن تلے لوٹھکے ہین کیون بھارے | کوئی ٹھوکر ادھر بھی اے تری رفتار کے صدقے
کبھی ایسے مزے کا حلق سے قطرہ نہ اترا تھا | کوئی تشنہ ہے تیری تیغ لنگر دار کے صدقے
ہزارون صورتون سے دھر کے آئینہ خانے مین | دکھائی اپنی صورت اے تری دیدار کے صدقے
ولیکن سب کو دھوکہ ہیچگونی کا دیا ایسا | کہ تا محشر رہے جو یا مین اس اطوار کے صدقے
کاڑون نیم بسمل راہ مین اس کے پڑے ہین گے | وہ جس جس راہ چلتا ہے مین اس رفتار کے صدقے
بہت اکڑا رہا تھا سر کو ٹکراتا تھا اکثر | چھٹایا (بادسر) سے اپنے تری تلوار کے صدقے
ملایا سوز کو بھی وقت جی دینے کے پیارے سے | ملے یان داد اس کی ایسے خاطر دار کے صدقے
کوئی بت کے کوئی کعبہ کے کوئی حسن خوبان کے | کوئی یارون کے سوز اس حیدر کرار کے صدقے

(۴)

درد و غم ایک طرف داغ ہین پنہا کتنے [2] | حضرت عشق کے ہین مجھ پہ تو احسان کتنے
گرد مردم نہ سمجھیو مژۂ خون آلود | اشک کے ساتھ نکل آئے ہین پیکان کتنے
کیا دکھاوے ہے تو اے لالہ پہ داغون کی بہار | ایسے پھولے ہین مرے دل مین گلستان کتنے
ایسے ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہین وزیر | اس تحمل کے ہوے خلق مین سلطان کتنے
اس طرح سوز کو بھی لوگ کہین ہین شاعر | ایسے گلیون مین دکھا دون مین غزل خوان کتنے

(۱-۲) ب ر ع گ

(۵)

کیا[1] پوچھتے ہو تقدیر اپنی
تم سے کہوں کیا تقصیر اپنی

دریا دلی نے مجھ کو ڈبویا
ہے سچ اپنی تقصیر اپنی

زلفوں میں آخر جا ہی پھنسا دل
کھوئی نہ نادان توقیر اپنی

ہاں شیر میرے کیا دیکھتا ہے
جلدی توڑ ڈالے زنجیر اپنی

اے سوز شاباش واللہ واللہ
یاں بھی نہ چوکا تدبیر اپنی

روز شہادت اللہ اکبر
آپ ہی پڑھے ہے تکبیر اپنی

(۶)

نہیں[2] عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے سچ یاری کو کیا جانے

لگی بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پیارے
تڑپنا لوٹنا راتوں کی بیداری کو کیا جانے

ابھی تو آئینہ میں تو نے اپنا منہ نہیں دیکھا
گرفتاری کو کیا سمجھے تو خودداری کو کیا جانے

ابھی تو عشق خونخواری نہیں ہوئی ہوئی تجھسے
یہ ننھا سا کلیجہ تیری غم خواری کو کیا جانے

عزیزو سوز کو چونکاؤ مت سوتا ہے سونے دو
ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

(۷)

مناں[3] جس طرف دلربا موڑتا ہے
صفیں کی صفیں آن میں توڑتا ہے

ادھر دل ہے پیارو ادھر عشق اس کا
نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے

سلامت رہ اے خار زار محبت
کہ دل کے پھپھولے تو ہی پھوڑتا ہے

تجھے بد نظر میں نے کس روز دیکھا
مری آنکھیں انگلی سے کیوں پھوڑتا ہے

نہیں فائدہ سوز اس کے ملنے سے
کہیں پھوٹا شیشہ کوئی جوڑتا ہے

(۱-۲-۳) ب ر ع ک

(۸)

جس[1] کو نہ ہو شکیب نہ تاب فغاں رہے
تیری گلی میں وہ نہ رہے تو کہاں رہے

دونوں جہاں سے تو مجھے کام کچھ نہیں
اتنی غرض ہے یار کہ تو مہرباں رہے

تاب و تواں تو آگے ہی جاتی رہی ہے آہ
دل تو بھی اب چلا تو بھلا ہم کہاں رہے

آہستہ رو تو منزل مقصود پر گئے
رفتار گرم تھی کہ ہمیں درمیاں رہے

اے ہمرہان غریب کے احوال پر نظر
ہے جائے گریہ یہ کہ پس کارواں رہے

اے اہل بزم تم کو وصیت ہے بعد مرگ
چندے یہ سوز درد کے گھر مہماں رہے

(۹)

پرکار[2] کی روش پھریں، ہم جتنے چل سکے
اس گردش فلک سے نہ باہر نکل سکے

ایک ہی نگاہ گرم میں، پانی ہو بہہ گیا
دل سنگ تو نہ تھا کہ بن آتش نہ گل سکے

روؤں نہ کیا کروں اے مری جان وہ غریب
جس کا تمہارے سامنے کچھ بس نہ چل سکے

رونا بھی تھم گیا ترے غصہ کے خوف سے
تھی چشم ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے

وہ گلعذار عازم سیر چمن ہو گر
شمشاد اس کے سامنے دیکھوں تو چل سکے

دل میں ہے سوز اس کو غزل در غزل کہوں
تبدیل قافیہ سے اگر خوب چل سکے

(۱۰)

منہ[3] دیکھو آئینہ کا تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا مجال
دست قضا تو پھر کوئی ایسا بنا سکے

عارف خداشناس ہوا ہو تو ہو ولے
میں جانوں تیری رمز کو ذرہ جو پا سکے

یہ ہو سکے کہ اپنے تئیں سوز بھول جائے
پر میری جان کہہ تجھے کیوں کر بھلا سکے

(۱-۲-۳) ب س ع گ

(۱۱)

تری محفل مین جو آئے سو اپنا کام کر اٹھے
مگر ہم تھے کہ ناحق آپ کو بد نام کر اٹھے

کہان سے آئے ایسے حسرتو اندوہ وغم دل مین
کہ صبح انتظار مرگ کو بھی شام کر اٹھے

کہان جاتے رہے یہ نالہ و فریاد و واویلا
مجھے غم مین پھنسا کر آپ کیا کام کر اٹھے

جو بوسہ وہ نہین دیتا نہ دے اے دل شتابی آ
مجھے دل کی لگی ہے آنکھ تک آرام کر اٹھے

خدا کے واسطے اے نالہ چپکے سے نکل جانا
ابھی دل کی لگی ہے آنکھ تک آرام کراٹھے

وھی اس سوز کے پہلو مین بیٹھے شعر سننے کو
جو دونون ھاتھ سے اپنا کلیجہ تھام کراٹھے

(۱۲)

یار[۲] اگر دل کی خبر داری کرے
کون سا دل ہے کہ پا داری کرے

لے گیا توھی دل وحشی کو شوخ
اس سے کہہ دیجو وفاداری کرے

جان تو پھسلا کے لا یا لب تلک
مرگ سے کہہ دو کہ تیاری کرے

پھینکتا ھون آسمان پر تیر آہ
کہہ دو خورشید اب سپرداری کرے

شوخ مست ناز و مست شوخ سوز
کون اب دل کی خبرداری کرے

(۱۳)

راہ[۳] مے خانہ کوئی آج مجھے بتلائے
خرد و عقل و قرار دل و دین لے جائے

پائے خم مین ھون مین افتادہ و مینادوست
کیا تماشا ھو جو وہ شوخ ادھر آجائے

وہ کہے آئے اسے کس نے دیا بار یہان
ٹھوکرین مار کے اس جا سے مجھے اٹھوائے

اٹھتے ھی گر پڑون مین پاؤن پر اس کے قاتل
اور وہ ھاتھ پکڑ مجھ کو کہین لے جائے

پھر تو جو بات بنے اس کو خدا ھی جانے
ھان مگر سوز جو بتلائے تو کچھ بتلائے

(۱-۲-۳) ب ر ع گ

(۱۳)

ہوا ہے دل گم جہاں محباں ، وہاں کی کس شخص کو خبر ہے

نہ واں گماں کا گماں پہنچے ، نہ واں تو ہم کا کچھ گذر ہے

کیا تھا جب جاں نے قصد رحلت ، نہ کوئی ہمراہ ہوا بجز اشک

یہ بات تحقیق ہے عزیزاں جگر جگر ہے دگر دگر ہے

شفیق وہ تھا ، رفیق وہ تھا ، انیس وہ تھا ، عزیز وہ تھا

خبر میں کس سے منگاؤں دل کی نہ کوئی قاصد نہ نامہ بر ہے

مریض کا حال تیرے یہ ہے ، جواں طبیبوں سے میں نے پوچھا

کہ آنکھیں اب چھت کو لگ رہی ہیں خدا پہ ہر ایک کی نظر ہے

عجب اچنبا ہے کیا کہوں میں کہ جس سے سنئے یہ بولتا ہے

کہ ہائے کیا مفت دل کو مارا ، یہی فسانہ جدھر تدھر ہے

قدم قدم سنتے ہی رہے ہو، کسی نے دیکھا ہو تو بتاؤ

دکھاؤں میں تم کو آؤ یارو مرے میاں جان کی کمر ہے

قدم قدم پر ہے دل دھڑکتا ، جگر بھی ہے خوف سے بھڑکتا

کوئی بھی اب رہزنوں سے پوچھے کہ کس ستم گار کا نگر ہے

چلو تو سب آج مل کے پوچھیں کہ سوز کیوں منھ بنا رہا ہے

مدام جوں گل شگفتہ رو تھا ، سحر سے کیوں آج چشم تر ہے

---

(۱) ب رع ک

-(۱۵)

[۱] اوسان اورجانے والے کبھدے اس بے خوار سے — سر پٹکتا ھے کوئی باھر در و دیوار سے

ماہ کو نسبت نہیں کچھ میرے مہ رخسار سے — وہ بھری راتوں کو یہ واقف نہیں اسرا سے

دام کی حاجت نہیں صیاد جلدی سے پہنچ — چھد رہا ھے دل بھی بلبل کا سنان خار سے

پھڑپھڑاتا ھے جس طرح چڑیا کو لڑکا ھاتھ میں — دل کو میرے چھڑ پایا باز آیا پیار سے

آرزوے بوسہ رہ جاتی ولے قربان یار — لے لیا یہ بھی مزا دل نے لب سوفار سے

شیخ اب یاں تک تو پہنچا ھے کہ کہتا ھے مجھے — ایک پیالے کی سفارش کردو تم بے خوار سے

اور کچھ پایا نہیں ھم نے دل وحشی کا کھوج — پر لہوسا لگ رہا تھا نوک ھریک خار سے

سوز کا دل گر نہیں ھے کام کا تو پھیردو — اس سے اچھا چاھیے تو مول لو بازار سے

(۱۶)

[۲] ھزاروں مار ڈالے اور ھزاروں کو جگایا ھے — تری ان انکھڑیوں کوکن نے یہ جادو سکھایا ھے

مروں میں کس طرح مرنا کوئی مجھکو سکھادیوے — اجل شرماکے ٹل جاتی ھے جب سے وہ سمایا ھے

کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بےغم رھو یارو — کہ میں نے آپ اس سارے جہان کے غم کو کھایا ھے

مجھےکیا عشق سے نسبت کہاں میں اور کہاں دل پر — ان آنکھوں نے لگایا ھے مجھے دل نے بجھایا ھے

سب اپنا جان، تواے غم، دل و جان دین اور ایمان — ولے دل سے بری رھنا دوانے یہ برایا ھے

دل گم گشتہ میرا ھو نہ ھو تیرے کنے ھوگا — بھلا اے چور تونے ھی لیا ھے میں نے پایا ھے

بہار آئی، بہار آئی، یہی اک آن کی خاطر — غضب ان عندلیبوں نے چمن میں غل مچایا ھے

کسی کچے سے کچھ کہہ تو ناصحا، جو عشق سے بھاگے — کہیں جا بھی پڑے پک پک کلیجا کیوں پکایا ھے

جو تیرے دام میں زلفوں کے تھے سو تو نکل بھاگے — ولے یہ سوز بن داموں ترے ھاتھوں بکایا ھے

(۱-۲) ب ر ع ک

(۱۷)

دل[۱] مرا مجھ سے جو ملا دیوے — اس کی سب آرزو خدا دیوے

مین تو قربان اس کے ہوجاؤن — صورت اس کی کوئی دکھادیوے

پھرجو دل دوں تو مجھ سے لیجئے قسم — پھر کوئی دل کو اس سے لادیوے

عشق نے جیسا غم لگایا ہے — عشق کو کوئی غم لگادیوے

درد نے جب سے دکھ دیا ہے تجھے — اس کی فریاد مرتضی دیوے

سوز کیا بک رہا ہے بس چپ رہ — کوئی جو اس کو جا لگا دیوے

(۱۸)

نہ[۲] جانا اس طرف اے سوز وہ خونخوار پھرتا ہے — ترے قتل ہی کرنے کو لیے تلوار پھرتا ہے

ہمیشہ دیکھتا ہوں صبح سے تا شام مین اس کو — چڑھائے آستین کوچے مین سوسوبار پھرتا ہے

کوئی محفل مین جاوے تو دل محزوں سے کہہ دیجو — کہ تیرے واسطے قاتل پس دیوار پھرتا ہے

کوئی اب ہاتھ آتا ہے؟ و لیکن سوز روز و شب — دل اپنا ڈھونڈھتا ہے کوچہ و بازار پھرتا ہے

(۱۹)

دل[۳] بتوں سے کوئی لگا دیکھے — اس خدائی کا تب مزا دیکھے

کس طرح مارتے ہین عاشق کو — ایک دن کوئی مار کھا دیکھے

راہ مین کل اسے جو گھیر لیا — یعنی آنکھین ذرا ملا دیکھے

مجھ سے شرما کے بولتا ہے کیا — اور جو کوئی آشنا دیکھے

ابھی اس کو خبر نہین واللہ — سوز کو کوئی جا کے کیا دیکھے

(۱ - ۲ ۳) ب ر ع ک

(۲۰)

بھلا[۱] اب کیا کروں کب تک قضا سے التجا[۲] کیجئے — اجل کو ننگ آتا ہے، نہیں آتی ہے کیا کیجئے

رقیب اس کو اگر چھوڑیں تو کہیے حال دل اس کو — یہی بہتر ہے اخگر کی طرح دل میں جلا کیجئے

نصیبوں میں جو لکھا ہے وہی ملتا ہے دنیا میں — یہ ظالم خفتہ بخشش ہیں انھوں کا کیا گلا کیجئے

اگر ہر زخم تن پر اس کے مرہم ہوسکے، لیکن — جو ہر زخم دروں اس کی کس ڈھب سے دوا کیجئے

(۲۱)

جو[۳] دل مانگے ہے مجھ سے دل کہاں ہے — یہ اجڑا سا تو اس کا آشیاں ہے

بھلا آنکھوں میں آوے نیند کیوں کر — جہاں رقت سا بیٹھا پاسباں ہے

کہو[۴] کیا شاد ہوں دنیا میں آکر — جہاں کیا ایک فریاد و فغاں ہے

صدا گنبد کی سمجھے شیخ صاحب — ارے میاں سوز کا بانگ فغاں ہے

(۲۲)

گفتار[۵] میں اب ضعف سے آواز نہیں ہے — سمجھے نہ مری جو محرم راز نہیں ہے

کہتے ہیں سبھی اب کی چمن خوب کھلا ہے — کیا کیجئے ہم کو پر پرواز نہیں ہے

ٹھوکر سے جلاتا تو ہے مردوں کو زمیں کے — اعجاز مسیحا ہے یہ کچھ ناز نہیں ہے

سینہ سے تو گھبرا کے نکل بھاگی مری آہ — اب دل کے سوا کوئی بھی دمساز نہیں ہے

کہتے تو ہیں سب ریختہ اس دور میں لیکن — اس فن میں کوئی سوز کا سا ممتاز نہیں ہے

---

(۱) ب ر ع ک

(۲) ب ۔ بھلا اس درد دل کی کب تلک یارو دوا کیجئے

(۳) ب ر ع ک

(۴) ب میں یہ شعر اس طرح ہے :-

"کہو کیا شاد ہووے کوئی آکر — جہاں برپا یہ فریاد و فغاں ہے"

(۵) ب ر ع ک

(۲۳)

آنکھ پھڑکے ہے یار آتا ہے[1] — جان کو بھی قرار آتا ہے

دل بھی کچھ آج پھر دھڑکنے لگا — کوئی تو دل فگار آتا ہے

مجھ سے کہتا ہے سمجھائے بدنام — تو یہاں بار بار آتا ہے

تیرے جو دل میں ہو سو کہہ دے صاف — مجھ پہ تیرا ادھار آتا ہے

اب کی آیا تو سب کو کہہ دوں گا — لیجو میرا شکار آتا ہے

سوز کا منہہ مگر نہیں دیکھا — روز سر تجھ سے مار آتا ہے

(۲۴)

صورت[2] ہمیں اس شوخ کی پہچان گر آوے — ہر ذرہ میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے

آنکھوں سے مری اشک نہیں آنے کا ناصح — آوے بھی اگر دل سے تو لخت جگر آوے

میں منتظر اس وہم میں رہتا ہوں شب و روز — گو شام نہ آیا تو وہ شاید سحر آوے

پھرتا ہوں ترے واسطے میں دربدر اے یار — تجھ سے نہ ہوا یہ کہ کبھی میرے گھر آوے

گویا دل عاشق بھی ہے یک فیل سیہ مست — رہتا نہیں روکے سے کسی کی جدھر آوے

کہہ کہہ کے دکھ اپنا میں گرا آنکھ سے تیری — اتنا نہ ہوا سن کے ذرا چشم بھر آوے

کوچے میں رقیب اس کے، ترے ہاتھ سے اے سوز — ایسا نہیں دیکھا ہے کہ بارِدگر آوے

(۲۵)

دل[3] کے لینے سے خوش ہے لیجئے یوں بھی سہی — بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجئے یوں ہی سہی

مار بیٹھے جھٹ سے تو میں نے تمہارا کیا کیا — جی میں آوے کوئی گالی دیجئے یوں بھی سہی

مے سے تم تائب تو ہو لیکن خدا کے واسطے — اک پیالہ میری خاطر پیجئے یوں بھی سہی

گالیاں دینے کو اچھے ہو ہمارے سوز کو — پر نہ آیا ایک بوسہ دیجئے یوں بھی سہی

(۱-۲) ب ر ع گ

(۳) ر ع گ

(٢٦)

کیا[1] کہیے جو اس شوخ کی اوقات ہوتی ہے — انسان کا قتل اس سے تو اک بات ہوتی ہے

نوروز کو چہرے نے ترے یار ہرایا — زلفون سے شب قدر بھی اب مات ہوتی ہے

زلفون کے خیالات مین اب بھو جو اچٹی — معلوم مجھے کیا ہی بڑی بات ہوتی ہے

کوچے مین تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے — میری بھی کبھو دل سے ملاقات ہوتی ہے

اے شوخ نہین تم مین تو یک چشم کرشمہ — داڑھی کی بزرگی ہی کرامات ہوتی ہے

دعوی غلامی تو ہے یک خلق کو تم سے — کچھ بندگی سوز بھی اثبات ہوتی ہے

(٢٧)

یار[2] سے جا کہو کہ پھر آوے — لے گیا دل تو جی بھی لے جاوے

بند کرتا نہین زبان ہرگز — کوئی ناصح کو آکے سمجھاوے

کنج[3] مے خانہ جا بسے واعظ — دختر رز کا گر مزا پاوے

کوچہ یار مین پڑا ہے دل — کوئی مجھ تک اسے اٹھا لاوے

کچھ تو بولو میان زبان سے تم — تک سوز بیٹھا رہے کہ اٹھ جاوے

(٢٨)

جو[4] کوئی ہجر سے نباہ کرے — درد سے کس طرح نباہ کرے

سب سے مشکل ہے عاشقی کا فن — وہی جانے جو سر بہ راہ کرے

سانس بھر دینے تو گرم ہوتا ہے — کس کلیجے سے کوئی آہ کرے

اس طرح جی کے بعد مرنے کے — یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

یار[5] بانکا ہے اس قدر اے سوز — کس کی طاقت جو تک نگاہ کرے

---

(١) ر ع ک

(٢) ب ر ع ک

(٣) ب پائے خم مین ہی جا پڑے واعظ

(٤) ب ر ع ک

(٥) ب ایک بانکا ہے سوز تیرا یار

(۲۹)

[1]ترحم کی نظر تجھ سے وہ ہم نے آج تک دیکھی
سبھی باتوں میں تیری کجروی ہی اے فلک دیکھی

وہ دیکھا اٹھ کے ہم خواب عدم سے اس چمن میں کچھ
مگر دو رنگئی افلاک ، کھلتے ہی پلک دیکھی

یہ نور آئینہ خورشید میں ہے اس کے مکھڑے کا
وگرنہ کس ستارے میں کسی نے یہ چمک دیکھی

کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی میں جو اس کی
کسی نے اس طرح کی شاخ گل میں کب لچک دیکھی

جھپٹ کر لے گیا دل شوخ سینے سے وہ تو نکلی
بھلا اے بے مروت آہ، تیری بھی کھنگ دیکھی

جگر پارہ کہاں سے مے خوری کے وقت لاؤں میں
خدائی سے نرالی اپنے بانکے کی گزک دیکھی

بصد الحاح مے خانہ میں کل ناصح کو میں لاکر
سحر سے تا بہ شام اے سوز تری راہ تک دیکھی

(۳۰)

[2]سنگ پر چینی کی گر تم کو صدا منظور ہے
دل کو عاشق کے وہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے

لوگ کہتے ہیں پری کہتا ہوں میں یہ حور ہے
فی الحقیقت دونوں سے جلوہ صنم کا دور ہے

کوئی تو سمجھے ہے اس چہرے کو مہ اور کوئی مہر
ہم تو سمجھے ہیں فقط اللہ کا یہ نور ہے

اے خیال یار اس سینہ میں اب مت رکھ قدم
شیشۂ دل سنگ سے ہجراں کے چکنا چور ہے

دل نے تو میری سزا پائی پر اب حیران ہوں
آئینہ کو اتنا منھ چڑھنے سے کیا منظور ہے

[3]دل تو دالے کی ہوس رکھتا ہے اس کے سامنے
سانس لینے کا دوانے واں کسے مقدور ہے

[4]خدا کے واسطے مت سوز کو ہردم ستا
[5]عاشق رنجور ہے ، مجبور ہے مہجور ہے[6]

(۱-۲) ب ر ع گ

(۳) ب واہ دل نامے کی ہے تجھ کو ہوس اس کے حضور

(۴) ب ع سوز بندہ ہے خدا کے واسطے آمت ستا

(۵) ع ہاں غریبوں کا ستانا صاحبوں سے دور ہے

(۶) کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ۱۲۹ پر سودا کے تخلص کے تحت درج ہے:-"

"آ خدا کے واسطے سودا کو ہردم مت ستا"

(۳۱)

یار[1] کا جلوہ مری کیا شہرہ آفاق ہے | جس کو سنتا ہوں سو وہ دیدار کا مشتاق ہے

ذات پر اس شوخ کی بس ختم ہے معشوقیت | جو بشر دنیا میں ہے مجملۂ عشاق ہے

ان لبوں کا قابل دشنام مجھ جیسا بھی ہو | یہ تلطف ہے، کرم ہے، مہر ہے اشفاق ہے

صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا | لو خبر میری کہ لب عاشق کی طاقت طاق ہے

فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا اے ناصحو | زندگانی سوز کو بن یار کرنا شاق ہے[2]

(۳۲)

دل[3] مرا عشق کا دوانہ ہے | ناصحا چپ تو کر سیانا ہے

گو کہ مجلس سے تونے اٹھوایا | مجھ کو کب تم سے دل اٹھانا ہے

دوست بھی ہوگئے مرے دشمن | ہائے اللہ کیا زمانہ ہے

کب دیا دل میں تیری زلفوں کو | یہ بھی لوگوں کا شاخسانہ ہے

آپ سے آپ جا کے پہنچے گا | جس جگہ جس کا آب ودانہ ہے

اے فلک شاد ہم کو رخصت کر | پھر تری گھر میں کس کو آنا ہے

غیر کی یاد تم کرو پیارے | سوز کو دل سے گر بھلانا ہے

---

(۱) ب خ ر ع گ

(۲) یہ غزل کلیات سودا صفحہ ۱۳۹ پر سودا کے تخلص کے تحت درج ہے :-

"زندگی سودا کو اب بے عشق کرنی شاق ہے"

(۳) ر گ

(۳۳)

مین تجھ سے کہہ نہین سکتا سخن اے یار نازک ہے
نہ باندھ اس دل کو اپنی زلف سے وہ تار نازک ہے

اٹھو دل کے لینے پر مٹی ہین یار کی آنکھین
کہو کیون کر ٹلا دون مین خاطر بیمار نازک ہے

ادا کر اس چمن مین نالہ تک آہستہ اے بلبل
نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے

کہون کیا موجب غم تجھ سے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا ہے غم سوائے غمخوار نازک ہے

کرون مین حال دل کس طرح ظاہر سخت مشکل ہے
کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے

مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر مہر محبت پر
سمجھ نادان کہ تار دوستی بسیار نازک ہے

بتون کی بات پر کیون چھوڑتا ہے اب توکعبہ کو
نہ ہوا ے سوز کافر رشتۂ زنار نازک ہے

(۳۴)

دل[۲] تری چاہ کی ایسی تیسی
عشق کی راہ کی ایسی تیسی

اب تلک دل مین نہین اس کے اثر
نالہ و آہ کی ایسی تیسی

رو برو ہووے گا اس مہر کے تو
اے تری ماہ کی ایسی تیسی

کون قصہ مین پڑے دنیا کے
حشمت و جاہ کی ایسی تیسی

سوز کو قتل کیا بوسہ دے
تیری تنخواہ کی ایسی تیسی

(۳۵)

جز[۳] تیرے کوئی اور مرا یار نہین ہے
خوبان مین کسو ساتھ مجھے پیار نہین ہے

ہر مو سے مری نکلے ہے آواز اناالحق
پر دل کے سوا کوئی خبردار نہین ہے

سینے کو مری تختۂ گلشن نہ سمجھنا
یہ داغ تری غم کے ہین گلزار نہین ہے

عاشق کی تری جان کو آرام ہو کس طرح
دل مین خلش عشق کم از خار نہین ہے

مارے جو کوئی سامنے آ، اس کے دم عشق
اے سوز وہ اس طرح کا خونخوار نہین ہے

---

(۱) ر ع گ
(۲) ر گ
(۳) ر ع گ

(۳۶)

توبہ[1] نشہ میں دیکھ مجھے مار کر چلے — مستی سے میری آپ کو ہشیار کر چلے

پوچھے صنم کو کیوں کہ تجھے دیکھ برہمن — مومن خدا پرستی سے انکار کرچلے

تم نے اگر ہمیں نہ خریدا تو کیا ہوا — ہم آپ کی تو گرمیٔ بازار کرچلے

بسمل ہوئے تھے تڑپے جو ذرہ تو کیا ہوا — کوچہ کو تیرے دیکھ تو گلزار کرچلے

لے اب تو خوش ہوا کہ سراپا کٹا کے ہم — خود کو مٹا کے تجھ کو نمودار کرچلے

نظروں میں تیری ہم تو کھٹکتے تھے باغباں — خوش ہو کہ تیرے باغ کو بے خار کرچلے

بت ہوگیا ہے دیکھ کے جلوہ، ہر ایک شیخ — مسجد کو دیر آکے تم اے یار کر چلے

صبر و قرار و دین و دل و عقل و جس اب — برباد تیری کوچے میں اک بار کرچلے

مشہور عاشقی میں تو ہم تھے بڑے ہی سوز — پر ہر طرح سے آپ کہاں خوار کرچلے

(۳۷)

ہم جس کی طرح نظر کریں گے — وہ خاک بھی ہو تو زر کریں گے

دل دینے میں غیر تجھ کو ظالم — میرا سا کوئی جگر کریں گے ؟

کیا کرسکے کشتۂ عشق ترا پر — جو کام کہ چشم تر کریں گے

ہم غیر از مرغ روح اپنے — کس کے تیئں نامہ بر کریں گے

جب جائیں گے یاں سے اس جہان کو — پھر کاہے کو منہ ادھر کریں گے

مسجد کے نہ ہوں گے ساکن اے شیخ — ہم گھر میں خدا کے گھر کریں گے

تیغ آگے جو یار کھینچے اے سوز — تو سجدے کو ہم سپر کریں گے

---

(۱) رگ

(۲) ب ر ع گ

(۳۸)

کیا[1] کبھی وہ بت آہ کس آئین نمکین ہے — سرتا بہ قدم کافر بے دین نمکین ہے

قطرات عرق کا ترے عارض پہ ہے یہ لطف — جوں پہلوئے مہ خوشۂ پروین نمکین ہے

کب یہ گل اورنگ بہ گلشن میں مزا ہے — خندق سے جو وہ دست نگارین نمکین ہے

یہ حسن کبھی شمع کے شعلے میں نہ دیکھا — جو سر پہ ترے طرۂ زرین نمکین ہے

میٹھا جو لگے بولنے پھر اس کے تو کیا ناز — ہو ترش تو حرف لب شیرین نمکین ہے

اے سوز مرے شوخ کی کیا چاہئے زینت — جو مہر بن آرائش و تزئین نمکین ہے

(۳۹)

وہ[2] غل ہے جس کا موجب تو ہے، ورنہ شور بہتر ہے — قیامت خیز تیرا رو ہے، ورنہ شور بہتر ہے

رہے دن اٹھ کے کشت و خون، جس غوغا سے عالم میں — وہ شور انگیز تیری خو ہے، ورنہ شور بہتر ہے

کیا شوریدہ سر عالم کو اس زلف پریشان نے — یہ شور افزا اسی کی بو ہے ، ورنہ شور بہتر ہے

کرے جو بات اے خونخوار عالم ، شور محشر کو — پر اس غوغا سے تیری کو ہے، ورنہ شور بہتر ہے

سمجھتا کوئی ہے وہ ذکرو اذکار لب شیرین — کہ جس میں گفتگو تیری ہے، ورنہ شور بہتر ہے

وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے — تری ہی جستجو ہے، ورنہ پھر یہ شور بہتر ہے

جسے[3] اے سوز صوفی سن کے پل میں مست ہوجاوے — وہ مے خانے کی ہاؤ ہو ہے، ورنہ شور بہتر ہے

(۱=۲) ر ک

(۳) یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۱۲۲ پر سودا کے تخلص کے تحت درج ہے:-
"جسے سن کر کے سودا پل میں صوفی مست ہو جاوے"

(٣٠)

شرار تازہ سے داغ کہن میں آگ لگی[1] ۔۔۔ اے عندلیب فغاں ، پھر چمن میں آگ لگی

چراغ لے کے چراغاں کریں ہیں جوش و خروش ۔۔۔ ہمارے داغ سے یوں جو بنوں میں آگ لگی

بسان اخگر افسردہ اے مرے قاتل ۔۔۔ شہید عشق کی تیری کفن میں آگ لگی

سلگ اٹھے ہیں ولا عضو عضو کے رگ و پے ۔۔۔ خیولے اپنے دیوانے کی تن میں آگ لگی

شفق نہ پوچھ اسے خوب غور کرنادان ۔۔۔ کسی کی آہ سحر سے گگن میں آگ لگی

ہمارے اشک سے کر دشمنہ اور ہوا ے شمع ۔۔۔ تو اہل بزم پکاریں لگن میں آگ لگی

نہیں ہے شمع کی گردن میں سوز پروانہ ۔۔۔ تو سوز اس کے یہ کیوں تن بدن میں آگ لگی

(٣١)

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے[2] ۔۔۔ اس رات خدا ہی ہو تو ظالم یہ سحر لے

پیغمبر حسن آکے تجھے بولیں گے عشاق ۔۔۔ قرآں کی صورت جو خط اس مکھ پہ اتر لے

ہے تنگ زمانے میں بہت عمر کا عرصہ ۔۔۔ اس میں عمل نیک کیا چاہے تو کر لے

دکھ دے نہ کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں ۔۔۔ گر نخل حیات اپنی سے چاہے تو ثمر لے

خاک اس نظر پر جو کوئی جوہری اے شوخ ۔۔۔ آگے لب و دنداں کے ترے لعل و گہر لے

جوں خضر ہوس عمر ابد کی نہیں مجھکو ۔۔۔ اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذر لے

دیکھ اس کو اکیلا جو کہا عرض تمنا ۔۔۔ بولا کہ تجھے خبر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو میں یہ سوداؔ سے ہاتھ اس کے پکے گا[3] ۔۔۔ اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگر لے

---

(١) ب ر ع گ

(٢) ر ع گ

(٣) کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ١٥٣ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-
" پوچھا جو میں سودا سے کہ ہاتھ اس کے پکے گا "

(٣٢)

واقف[1] نہین کوئی داغ گل سے ‏ ‏ روشن ہے چمن چراغ گل سے

زنہار نہ ہوسکے گی بلبل ‏ ‏ تو ہمدہ برا دماغ گل سے

ساغر سے ان انکھڑیون کے ہم مست ‏ ‏ مد ہوش صبا ایاغ گل سے

سنبل[2] کی کسی کو بو نہ شبو ‏ ‏ ڈھونڈھے بڑی چراغ گل سے

جون غنچہ گرفتہ دل ہون اے سوز ‏ ‏ کیا کام مجھے فراغ گل سے

(٣٣)

ہمارے[3] قتل کا مژدہ صبا اغیار کو پہنچے ‏ ‏ مبارکباد خونریزی کی تیغ یار کو پہنچے

کرے ہے فاش راز دل کو ایسی بے زبانی پر ‏ ‏ قیامت ہو جو لب اس طفل کی گفتگو کو پہنچے

حقیقت دل کی مین اپنے کہون کیا تم سے اے یارو ‏ ‏ نہین لازم کہ غم اپنا کسی غم خوار کو پہنچے

جگر سب آب ہوکر بہہ گیا اب کچھ نہین باقی ‏ ‏ سلام الوداع اے اشک چشم زار کو پہنچے

نہ ہوے سوز دل جس کو تو کب مقدور ہے اس کا ‏ ‏ کہ وہ اے سوز تیرے معنی اشعار کو پہنچے

(٣٤)

معتقد[4] ہرگز نہین ہین کفر اور اسلام کے ‏ ‏ گر مرید اس دور مین ہم ہین تو تیرے نام کے

ہم سے دیوانون کے غافل دیئے تدبیر ہین ‏ ‏ بندے ہین ان پختہ مغزون کے خیال خام کے

عشق کا آغاز توجون تون گذر جاتا ہے لیک ‏ ‏ کہہ نہین سکتا ولا حالات مین انجام کے

نے تلاش دین ہمین ہے اور نہ دنیا کی ہے فکر ‏ ‏ اس کی یزاقی ہے، دے ہے، ورنہ ہین کس کام کے

گذرے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا ‏ ‏ اس کے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے

ساغر دل خون سے مالا مال رہتا ہے مرا ‏ ‏ اہل دل گر مست رہتے ہین تو ایسے جام کے

چار فصل اے سوز ظرون مین انھون کے ہے بہار ‏ ‏ مست جو ہون گے نگاہ ساقی گلفام کے

---

(١) ب ر ع گ

(٢) یہ شعر صرف ب مین ہے -

(٣) ب ر ع گ

(٤) ر ع گ

(۳۵)

کیا کہیے حال اپنا جو کچھ ہے سو ہے سوجھے — دل مین مرے خیال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھی ہم نے[۱] زیر چرخ — للہ ہے سوال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

کیا گفتگوے برہمن و کیا کلام شیخ — ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

کیا سمجھے بت پرستی کو مین خدا پرست — اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

کس خوبرو سے یار کو تشبیہہ دیجئے — وہ حسن بےمثال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ — اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

شعر و سخن[۲] یہ سوز کے موقوف کچھ نہین — اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سوجھے

(۳۶)

اے[۳] تڑپ تو چین بسمل کو مرے پل بھردے — یہ نہ ہو خون سے کہین دامن قاتل بھردے

بادہ پینے سے تو خوگر مین نہین ہون اے شیخ — ہو کسی شیشے مین لہو تو مرا دل بھردے

لے زمین تا بہ فلک خون سے تجھ بن اے چشم — ٹکڑے دل کے اگر ہو جائین تو لاتل بھردے

اس سے امید ہے کلک ٹانکون کی مرے زخمی کو — ٹوٹے شمشیر تو قیمت کبھی قاتل بھردے

ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی — اس مین نک چھکنی چھپا کر تجھے غافل بھردے

ساغر ماہ مین جون نور بھرے ہے خورشید — ساقیا جام مجھے اس کے مقابل بھردے

دیکھ کہتا ہون تو اس ضد سے مرا جی مت کھو — توڑون ہون سر کے تئین لیکر ابھی سل بھردے

دام[۴] کچھ سوز کے ہین ہرگز زلف کے بیچ — شانے کے پاس اجارہ، کہو حاصل بھردے

ورنہ وہ باندھ کے لے آگا یہی ہے معمول — یکسر مو بھی ہے نقصان تو کامل بھردے

---

(۱) ر ک

(۲) یہ غزل کلیات سودا مین صفحہ ۱۵۳ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-
" شعر و سخن تو سودا یہ موقوف کچھ نہین "

(۳) ر ک

(۴) یہ غزل بھی کلیات سودا مین صفحہ ۱۵۵ پر سودا کے تخلص کے تحت درج ہے :-
" دام سودا کے ہین کچھ ہرگزہ زلف کے بیچ "

(۴۸)

وہ وے عاشق وہ وے معشوق جن میں ہو یہ کچ خامی ۔ مٹی لی ہم نے اب دنیامیں سراپنے یہ بدنامی
اثر نے عشق میں پاتا ہوں نے تاثیر نالے میں ۔ ارادہ عشق کا تجھ سے ہی باہیں بہ سرا نجامی
مجھے کچھ کہیے ظالم اس کی . . . . ہی کیا ہے ۔ خدا جانے بلا کیا لائے گی یہ تیری خود کامی

فلک نے فتنہ تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور ۔ جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب میں بڑا نامی

میں اس کو شرح سوز دل کہو کس طرح لکھ بھیجوں ۔ زبان شمع تک کہتی ہے واں ہو کون پیغامی

اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہیں سکتی ۔ وہ دیکھا باز دست شاہ پروہ جو وہ ہو دامی

ہوتی ہے مے خوری یہ دور میں ساقی ترے رائج ۔ بجا ہے اب جو ہر ملا کو کہیے مولوی جامی

قفیر اب سوز کیا جانے ہوا ہے کس کی آنکھوں پر ۔ سنا ہے آج یوں کٹ پڑتے ہیں ان نے بادامی

(۴۹)

مت[۲] محبت کر کسو سے آہ مشکل ہوے گی ۔ کوئی دن کو دیکھ تو یہ چاہ مشکل ہوئے گی

اے دل اس چاہ زنخداں سے نہ ہو تو آشنا ۔ ڈوب جاوےگا تو پانی تھاہ مشکل ہوئے گی

کار نیک اے یار توشہ ہے جراہم کر اسے ۔ ورنہ کٹنی آخرت کی راہ مشکل ہوئے گی

رات تو بھرتا ہے راتوں کو چکوروں کے لیے ۔ صحبت ان کی ایک دن اے ماہ مشکل ہوئے گی

یکم قلم کر صاف فوج خط جو چاہے نقد حسن ۔ ورنہ پھر دینی اسے تنخواہ مشکل ہوئے گی

میں دیا ہوں گا محبت اس کی ناصح تجھ کو کیا ۔ خواہ آساں ہوے گی وہ خواہ مشکل ہوئے گی

رہ نوردوں کا وہ مردم آپ تو دل چھیڑتے ہے سوز ۔ اس طرح تو ایسی نبھنی راہ مشکل ہوئے گی

(۱-۲) ر ع گ

(۴۹)

[1] مبارک سیر باغ اس کو جو بلبل ہووے بستانی
بہار آئی تو کیا حاصل کہ ہم ہیں ان کے زندانی

کوئی دلبر سے کہہ دے دل سے میرے خیر مت رہ
کہ وحشی دام میں آوے تو لازم ہے نگہبانی

بھری ہے چشم و دل میں بسکہ اس محبوب کی صورت
مرے ہر اشک کا قطرہ ہے گویا یوسف ثانی

نہ سمجھو آشنا خوباں سے ہرگز مجھ دوانے کو
مجھے نسبت انھوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی

لباس اطلس و دیبا پہ کیا مغرور ہے منعم
ہمارے دل سے پوچھو تو یہ سبھے تنگ عریانی

نکل کر طفل اشک آنکھوں سے اب تو خاک پر بیٹھے
الٰہی دیکھیو ان کی یتیمی اور نادانی

خبر کر دیجیو اہل شہر کو پیک صبا جلدی
جنوں میں آج آتا ہے چلا سوز بیابانی

(۵۰)

[2] لاکھ طوفاں یہ جہاں ہم کو فلک دکھلا دے
کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلا دے

شعلہ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر
عشق ذرہ، گر اسے اپنی جھلک دکھلا دے

جل رہا ہے ترے ہاتھوں سے وگرنہ کیوں بدر
شام سے داغ جگر صبح تلک دکھلا دے

کیمیا جان کے گو اس لیے سمجھا ہے شیخ
کہ خدا تا مجھے سونے کی ڈلک دکھلا دے

چھوڑ، افیوں کو اگر بھنگ پیئے تو واعظ
وہیں لے جا کے تجھے عرش تلک دکھلا دے

تیرے شوریدہ کو جس دن سے زمیں کو سونپا
زمزمہ کو بھی خدا وہ نہ تھلک دکھلا دے

[3] آب ہو جائے وہیں زہرۂ فولاد اے سوز
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلا دے

---

(۱) ب ر ع گ

(۲) ر گ کلیات سودا صفحہ ۱۶۱

(۳) کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے تحت دی گئی ہے :-

"آب ہو جاتا ہے فولاد کا زہرا سودا"

(٥١)

بے[1] وفائی کیا کہون ساتھ اپنے اس محبوب کی
تیری تک نسبت تو ہیان بلبل سے گل نے خوب کی

مجھ کو ان آنکھون نے محجوب اس پیمبر سے کیا
لےگئی چھین آبرو یہ گریہ یعقوب کی

شمع کو آنے نہ دے یا اپنی خلوت مین کبھی
شرح سوز اک بار دیکھےگر مرے مکتوب کی

محتسب‌هم نےتو دی تھی دختر رز کو طلاق
ہوتری ضد سے اسے ساتھ اپنے پھرمنسوبکی

کب تلک اس دل کو ظالم صبر هم دیتے رهین
جیب مین اپنی شکیبائی نہین ایوب کی

چشم همت‌مین هماری قدر کیا دنیا رکھے
هوتے هی طالب کے آگے منزلت مطلوب کی

جو جفائین تونے معشوقون کی اپنے سر سہین
عاشقی[2] کرنا کٹھن هے سوز اس اسلوب کی

(٥٢)

پوچھ مت کیون که مری رات میان کٹتی هے
حاصل اب تجھ سے یہ کرنے کا بیان کٹتی هے

دیکھ کر مجھ کو توپروانه جلا مرتا هے
شرم سے شمع ترے آگے میان کٹتی هے

غیر مختارترےگھرمین هون اور هون هم بھی
اپنی اس طرح سے اوقات کہان کٹتی هے

هو وہ کج طبع کے هرگز نه موافق صحبت
لاگے شمشیر کمان پرتو کمان کٹتی هے

اک دم اس باغ مین آرام نه پایا کبھی هم نے
عمر جون مرغ هو ابال فشان کٹتی هے

وصل کا یار کے کب هم کو یقین هے اے سوز
لیکن اب زیست هماری بہ گمان کٹتی هے

---

(١) ر گ

(٢) یہ غزل کلیات سودا مین صفحه ١٥٩ پر سودا کے تخلص کے تحت درج هے :-

" عاشقی سودا کٹھن هے کوئی اس اسلوب کی"

(٣) ر گ

(۵۳)

طاقت کہاں کہ کیجئے پرواز اب قفس سے — باہر نہیں نکلتی آواز اب قفس سے

درداد کون یارب اس نالۂ حزین کی — آزاد ہوگئے سب دمساز اب قفس سے

سنتے ہیں عشق نے دل گھبرادیا ہے تجھ کو — اے مرغ آگاہ ہے شہباز اب قفس سے

جس سے کہ پاس آوے اب صید کے لہو کی — صیاد وہ رکھے ہے انداز اب قفس سے

گلزار تک پہنچنا معلوم یاں سے چھٹ کر — جس طرح جائے بلبل کر ساز اب قفس سے

اے سوز کو رہائی صیاد سے ہوئی پر — طاقت کہاں کہ کیجئے پرواز اب قفس سے

(۵۴)

جرم کو عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے — بے گناہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

لے کے کعبے سے گیا سیر میں میخانے تک — خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے

ذکر کو عیش کے کہتے ہیں کہ ہے نصف العیش — ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف میں تیری میں اس واسطے دل سودیا ہے — اس دوانے کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے

کیوں ہے خاموش مری طرح چمن میں بلبل — تیرے نالے کی تو کافر تاثیر بہت اچھی ہے

کام دیکھا میں بہت مانی و بہزاد کا لیے — آنکھوں میں تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے

مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تیغ قسمت نے — دست نامرد میں شمشیر بہت اچھی ہے

نیک و بد سے نہ کروں اپنے لکھے کا شکوہ — جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

جتنے ہیں کام تری سونپ خدا کو اے سوز — تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

---

(۱) ب ر ع ک — (۲) ر گ

(۳-۴) یہ دو شعر کلیات سودا صفحہ ۱۵۱ میں سودا کی غزل میں مزید ہیں۔

(۵) یہ غزل کلیات سودا صفحہ ۱۵۱ میں سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-

"جتنے ہیں کام تری سونپ خدا کو سودا"

(۵۵)

[1]جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیان چلے — یک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے

[2]منہہ کیا ہے باغبان کا جو ہم سے وہ کچھ کہے — جون گل ہم اس کے باغ سے دامن فشان چلے

[3]ہر بات میں ہے ایسی کتر بیونت اس کو یاد — مقراض کی طرح سے کہ جس کی زبان چلے

غافل ہماری آہ سے رہنا نہیں ہے خوف — کر خوف ایسے تیر سے جو بے کمان چلے

جانے کو اپنے گھر تو کبھے تھا تو اور ہم — دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میان چلے

سینہ موافقت نہ ہوا رفتگان کے داغ — آتش فشان رہ ہے کہ جب کاروان چلے

[4]راہ عدم بھی زور ہے اے سوز جس کے بیچ — جس طرح ہوجائے ~~ہوو~~ وھین جان چلے

(۵۶)

[5]جاتے ہیں لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے — دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے

کہیو صبا سلام ہمارا بہار کو — ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک توچمن کو دیکھو — جمعیت دلی یہ تری پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا — مانوں ہزار بار اگر دل پہ بس چلے

نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دوڑ اشک — میں مردمان قافلہ بانگ جرس چلے

صیاد اب تو دام سے کیجئے ہمیں رہا — ظالم پھڑک پھڑک کے پروبال گھس چلے

[6]کام اس گلی میں سر سے گذرنا ہے سوز کا — کیا تاب یک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

---

(۱) ر ک
(۲) کلیات سودا صفحہ ۱۵۵ میں یہ مصرع اس طرح ہے :-
" کیا لے لیا تھا ہم نے الجھتا جو کوئی خار "
(۳) یہ شعر صرف کلیات سودا میں ہے -
(۴) کلیات سودا صفحہ ۱۵۵ میں مقطع سودا کے تخلص کے تحت اس طرح ہے :-
" راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جس کے بیچ "
(۵) ب ر ع ک
(۶) کلیات سودا میں مقطع اس طرح ہے :-
" کام اس گلی میں سر سے یہ سودا گذر چکا "

(۵۷)

محیط دل ہوی اے شوخ تیری جاہ پھرتی ہے — سدا یہ برق ظالم گرد وحشت گاہ پھرتی ہے

ہوئی تاثیر اس کے دل میں نالے سے رقیبوں کے — اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے

یہ دل میں آے ہے کاٹوں میں دست نارسا اپنا — تری زلفوں میں کنگھی جس طرح اے ماہ پھرتی ہے

پیے جو تجھ کو رکھ حجام سے اب صلح کر واعظ — کہ قینچی ریش کی تیری بہت بد خواہ پھرتی ہے

چلیں کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر — کہے یہ بات واں سے میکدہ کو راہ پھرتی ہے

خدا کے واسطے باز آستانے سے مرے دل کے — کہ اب تاثیر اس کی آہ کی ہمراہ پھرتی ہے

کہوں اے سوز کیا تجھ سے خرام نازمیں اس کا — دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

(۵۸)

آشق تھا کبھی تجھ پہ یہ پھر دل تو وہی ہے — گو عشق نہیں اس میں ولے دل تو وہی ہے

خورشید کو کیا رو، جو ترا چہرہ وہ ہو وے — عکس آئینہ میں دیکھے مقابل تو وہی ہے

کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام — گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے

ہو وینگے ترے کوچے میں یوں دل تو ہزاروں — میرا جو دل اک ان میں ہے بسمل تو وہی ہے

خواہش کو تبدیل کر آگے تھی جو تجھ بن — اب میری ملاقات کی مائل تو وہی ہے

کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال — جو چاہے آگاہ سو غافل تو وہی ہے

کیا جانیے جو تجھ میں ہے الجھے ہے یہ کس سے — جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے

خواری کا نہ کر اپنی دلا یار سے شکوہ — رسوا جو ہوا عشق میں کامل تو وہی ہے

دینے سے اذیت تمہیں کیا سوز کے حاصل — جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

(۱-۲) کوکلک ر ع گ

(۵۹)

ہم کو حنا جو قتل کرے آپ بچ رہی[1]
باعث ہے یہ کہ یار کے جا ہاتھ رچ رہی

یوسف کی کب تھی گرمیٔ بازار اس قدر
جو دھوم تیری کوچہ و بازار مچ رہی

جون بیل عشق پہنچے گی لپٹی ہے شاخ پر
اس طرح زلف یار کے قد سے پہنچ رہی

ہم چشم میری چشم سے ہووے گی بار بار
جھڑیان لگا لگا کے تو برسات سچ رہی

واعظ نے اپنے جبہ کو ہونے دیا نہ غم
دستار شیخ جی کی تو اے سوز بچ رہی[2]

(۶۰)

مسجد سے دیر کو شب لائی سیاہ مستی[3]
باقی ندان ابھی ہم رو براہ مستی

دیکھا مگر چمن کو تونے نگاہ بھر کر
ٹیکے ہے کیون زمین پر کلک کلاہ مستی

دیکھون ہون موج مے کا مین خاک ہی گریبان
آنکھون پہ تیری ظالم ہے دادخواہ مستی

ہم سے فسردگان سے کیا ہو چمن مین بلبل
کرتی ہے نالہ تیرا یان سر براہ مستی

عالم شباب کا جب آتا ہے یاد مجھ کو
بے اختیار مجھ سے نکلے ہے آہ مستی

تیری نگہ سے ظالم جب بس چلا نہ اس کا
آنکھون مین تیری آخر لائی پناہ مستی

دامن کو بے خودون کے مت چھوڑ سوز ہرگز
تو جس طرح سے جانے اب تو نباہ مستی

(۶۱)

مشفق کبھی تو عذر دل زار کیجئے[4]
واجب ہے گر عیادت بیمار کیجئے

مت میرے پاؤن چوم تو اے خاک کوئے یار
بس بس فقیر کو نہ گنہ گار کیجئے

اے دل چلو نہ سو رہین اس آستان پر
خوابیدہ اپنے بختون کو بیدار کیجئے

سوز اپنی عرض حال جو کرنا تھا کر چکا
اب آپ بھی دھن کو گہربار کیجئے

---

(۱) ع گ

(۲) یہ غزل کلیات سودا مین صفحہ ۲۰۳ پر سوا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-

" دستار شیخ جی کی تو اے سوز بچ رہی "

(۳) ع گ

(۴) یہ غزل صرف ع مین ہے -

(۶۲)

جو زمین زیر فلک داخل آبادی ہے — کہہ و مہ اس پہ تری ہاتھ سے فریادی ہے

غم سے اپنے ہے مجھے اس لیے الفت بھاری — کہ مراغم تری خاطر کے لیے شادی ہے

کوئی تڑپے ہے کوئی سسکے ہے کوئی بےدم — آج کوچے میں ستم گرکے یہ جلادی ہے

بال و پر توڑ کے صیاد کرے ہے آزاد — آہ بے رحم یہ کس کام کی آزادی ہے

وعدہ کو ٹال کے کہنا کہ مجھے بھول گیا — یہ تغافل تو مری شوخ کا ایجادی ہے

کنگھی داڑھی میں نہیں، شملہ نہیں پگڑی میں — شیخنا آج تری وضع بہت سادی ہے

اس کے تو جوہر مژگاں سے نہیں واقف سوز — ہر پلک دل کے لیے خنجر فولادی ہے

(۶۳)

دل[۲] جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے — دیکھو تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے

ناقدر شناسی ہے خلائق کی جہاں میں — جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے

آمادہ ہنر وہ کہ پھریں جس سے گئے بخت — اس طاسی کو مدت سے سروکار ہنر ہے

عاشق جو ہنرپر ہے ہنر اس کا ہے عاشق — دل پر ہے ہنر جس کا وہ دلدار ہنر ہے

کعبہ کو نہ پوجوں میں ہنرمند کے ہوتے — اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

اظہار ہنرواں نہ کرو ہو نہ جہاں قدر — دل اہل ہنر کا ہے سو غم خوار ہنر ہے

روکا ہے تغافل نے تری مجھ کو تہہ دام — صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے

دیکھی نہ ہنرمند کی میں قدر جہاں میں — اے وائے برآن دل جو طلب گار ہنر ہے

رنگین سخن اس کے ہے دل خلق کو موہا — یہ سوز[۳] مگر طوطئ گلزار ہنر ہے

---

(۱) ر ع ک

(۲) ر ع ک

(۳) کلیات سودا میں یہ غزل صفحہ ۱۵۳ پر سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-

" سودا یہ مگر طوطئ گلزار ہنر ہے "

(۲۴)

قفس میں دکھ مجھے کچھ ہے تو ہے اسیری سے[1] ۔۔۔ ہر ایک مرغ کے نالاں ہوں ہم صفیری سے

لسان روز کا ہوئی ہے صبح سے روشن ۔۔۔ حصول جوش جوانی ہمیں ہے پیری سے

بورنگ نقش قدم روشناس تجھ در کا ۔۔۔ فتادگی کی ہوا ہوں میں دستگیری سے

وہی ہے مرتبۂ انکسار سے آگاہ ۔۔۔ کبھیں ہیں شاہ جسے نسبت فقیری سے

ہوس لے آئی ہے مجھ تک تو صید افگن کو ۔۔۔ نظر میں اس کی نہ آیا میں بے فقیری سے

ہے مستحق اذیت کا دل نے پہلے سے ۔۔۔ نہ کی تھی جو تری مژگاں نے سخت گیری سے

نہ میں ہی اپنی اسیری سے تنگ ہوں اے سوز ۔۔۔ قفس بھی تنگ [illegible] ہوا ہے مری اسیری سے

(۲۵)

کہو دل کو کہ دنیا کی تلاش خام سے گذرے[2] ۔۔۔ غنیمت ہے یہی جو ایک دم آرام سے گذرے

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل ۔۔۔ جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گذرے

اٹھاوے کون ہردم مغبچوں کی ناز برداری ۔۔۔ مرید چشم خوباں ہوکر ہم ہر جام سے گذرے

بلا کیسی ہی تیری زلف سے آوے مرے دل پر ۔۔۔ نہیں ہے صید وہ ایسا جو عشق کرم سے گذرے

گلا خوباں کی بے روشی سے گر کیجئے تو بیجا ہے ۔۔۔ جو گذرے ہم پہ دل سواس دل ناکام سے گذرے

ہمیں ہے ضبط اس نالے کا تیری خوسے اے ظالم ۔۔۔ کہ جس کو دیکھتے تو چرخ نیلی فام سے گذرے

چلی ناموس داری سوز راہ عشق سے بچ کر ۔۔۔ قدم پہلے ہی یہ اس میں کہ ننگ و نام سے گذرے

(۲۶)

خدا کے واسطے پھر پھر سلوک یار مت پوچھو[3] ۔۔۔ جو کچھ گذری سو گذری دل پہ اب اظہار کیا کیجئے

میاں یہ سوز تیرے دید کا مشتاق ہے پیارے ۔۔۔ ناجی ایسے نہ مانے کے تئیں اصرار کیا کیجئے

(۱-۲) ر ع گ

(۳) یہ اشعار صرف ع میں ہیں ۔

(۲۷)

مانند جرس پھٹ گئی چھاتی تو فغان سے
فرہاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں سے

دل توڑ کے مانگے ہے دل اس شوخ سے کبھو
اس دل شکنی کو کوئی دل لائے کہاں سے

بوسہ نہیں دیتا ہے تو دل گالی ہی دے جا
دشنام بھی میٹھا ہے مان تیری وہاں سے

ہووے دل حیرت زدہ مورد نہ بلا کا
کیا غنچہ تصویر کو تاراج خزان سے

یا مہر دے یارب، دل کا مہر بتان کو
یا دور ہو سررشتۂ الفت ہی جہان سے

سررشتہ ترے عشق کا محتاج خضر نہیں
چاہے وہ سدا راہبر ریگ رواں سے

کب صومعہ کی میری کا مانے ہے سخن سوز
سر رشتۂ بہت ہے اسے پیرمغان سے

(۲۸)

نہ[۲] دی ظالم نے یہ فرصت کہ درد دل سے کچھ کہتے
اجل تک دیر کر آتی تو ہم قاتل سے کچھ کہتے

نہ سمجھے حال دل، آسودہ خاطر بے قراروں کا
سمجھتا وہ جو ہم جا کر کسی بسمل سے کچھ کہتے

جرس کا سنتے ہی نالہ نہ مرجاتے تو وادی میں
زبانی قیس کی ہم صاحب محمل سے کچھ کہتے

عجب کیا تھا کہ دکھ سنکر ہمارا آب ہوجاتے
عوض تیرے جو ہم پتھر کی ظالم سل سے کچھ کہتے

ہوا کیا عالموں سے شیخ جی نے بیچ گوشی کی
وہ دھولاتا انھوں کو گر کسی جاہل سے کچھ کہتے

نہ کہتے بلبل ناقص سے راز عشق ہم اپنا
جو کہتے بھی تو اس فن کے کسی کامل سے کچھ کہتے

نہ تجھ کو راز داری سوز تیری ہم سے سنتا وہ
تری حق میں بھلا کر بات اپنے دل سے کچھ کہتے

(۲۹)

دیتا[۳] نہیں ہے چین یہ دل ایک دم مجھے
گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم مجھے

برباد دے جو اپنے تئیں اس کو کون دے
دیتے نہیں کچھ اس لیے اہل کرم مجھے

---

(۱) رع ک

(۲) رع ک

(۳) یہ شعر صرف ع میں ہیں

(۷۰)

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی[1] ماشی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی

لخت جگر مژہ سے گرے کیا یہ دیکھئے آتش کو آگے یاں خس نمناک سے بنی

ممکن نہیں برآر ہو خاشاک شعلہ میں صحبت تری نہ اس بت بیباک سے بنی

مسواک تو کرے ہے دہن میں تو واقعا لیکن یہ میں سنا ہے کہ وہ تاک سے بنی

صحبت میں اپنی بنتی نہ دیکھی کسو کے ساتھ میری بنی سو اس دل غم ناک سے بنی

ایسی بنی کہ ہوگئی یکسان زمین کے بیچ اے سوز جسم زار کی کیا خاک سے بنی

(۷۱)

تپ[2] دوری سے دائم یہ دل مہجور جلتا ہے برنگ اخگر افسردہ نت مستور جلتا ہے

نہ چھیڑو ناصحو میرا دل مہجور جلتا ہے شراب وصل کی خواہش میں یہ مجبور جلتا ہے

تو اس مہہ رو کے ہوگا روبرو اے مہر منہ دیکھوں جنم کے سوختہ تیری تو مدہ کا نور جلتا ہے

ہر اک قطرہ سر مژگان یہ ہے جوں پارہ آتش تماشا دیکھ پیارے دار پر منصور جلتا ہے

لگی ہے شمع کے سر سے تو میرے دل کے تلوؤں سے بھلا دیکھو تو ان میں کون بادستور جلتا ہے

جلے ہے غیر تیری رشک سے پیارے تو جلنے دے بلا سے میری اور تیری جو وہ مقہور جلتا ہے

مجھے آرام دل ، رونے سے ہے ناصح نہ ہو مانع اگر رہ جائے بہنے سے تو پھر ناسور جلتا ہے

الٰہی خیر کیجو سوز کی یہ روشنی کیا ہے وہ شمع طور سا کچھ دیکھئو تو دور جلتا ہے

(۷۲)

ذرا سنبھالو دل زار بار آتا ہے اجاڑ نے کو وہ صبر و قرار آتا ہے

اکیلا آے تو جو کچھ کہ ہونا ہو سو ہو وہ ساتھ اپنے لیے پانچ چار آتا ہے

میاں جی اپنے تو شاگرد کو ذرا سمجھاؤ[3] کہ روز پتھر مجھے مار مار آتا ہے

---

(۱) ر ع ک

(۲) ب ر ع ک

(۳) ب ر ع ک

(۷۳)

۱ دل اس کے ہاتھ سے تنہا دہ ہوکر تنگ جلتاہے
جگر بھی سینہ مین دل کے ہی کچھ بیرنگ جلتاہے

یہ تابش مہرمین اے شوخ ہے اتنی حرارت کا
کہ تیرے سامنے چہرہ کا اس کے رنگ جلتا ہے

نہ تنہا داغ لالہ کو کیا ہے رشک عارض نے
تمہارے دیکھ کر خندق گل اورنگ جلتا ہے

کہا اے شمع رو یہ فرق پروانے مین اور مجھمین
کہ مین کس رنگ جلتاہون وہ کیسے ڈھنگ جلتاہے

بیان دیوانگی کا سوز کے مین کیا کرون یارو
کہ اس کا دیکھ کر احوال ہر اک سنگ جلتاہے

(۷۴)

۲ مرے گھر مین الہی ایک شب وہ ماہتاب آوے
کہ تا اس دل کو ہو آرام ہم سایون کو خواب آوے

جلا ہون اس قدر تجھ سے کہ میرے بعد مرنے کے
اگے گل خاک سے میری تو پھر بولے کباب آوے

جو مجھ تک بعد مرنے کے مری آیا تو کیا حاصل
کہے جا یار سے کوئی جو آوے تو شتاب آوے

نصیحت رائیگان مت کر بغیراز وصل اے ناصح
دل بیتاب کو میرے نہین ممکن کہ تاب آوے

بہار ایسی ہے اب کے سال اے ساقی عجب کیاہے
کہ جاکر مے کدہ سے محتسب پی کر شراب آوے

فرشتہ بھی ہو تو اجزائے دل درہم ہون ملا کے
جو مکتب مین سبق لینے کو ولے کر کتاب آوے

غزل کہنے مین اب یہ مرتبہ ہے سوز کا یارو
کہ صائب اس جگہ بخشے تو ہوکر لاجواب آوے

(۷۵)

۳ مین وہ رسوا ہون جس کو دیکھ خاص و عام روتاہے
مری وضع خراباتی پہ ہر اک جام روتا ہے

مری حالت ہے یہ درد جدائی سے کہ اب یارب
مرا پیغام پڑھے کر اسے پیغام روتا ہے

ہنسے ہے دیکھ تو ہی سن کے میرے حال کو ورنہ
زبان پر جبکہ آجاتاہے میرا نام روتا ہے

بسان ابر جو واقف ہے اس دل کی حقیقت سے
تو دامن ڈھانپ کر منہ کو وہ صبح وشام روتاہے

کہون کیا سوز کے رونے کا تیرے غم سے اے ظالم
لہو کے آنسوون، جون تیغ خون آشام روتاہے

(۱-۲-۳) ب ر م ک

(۷۶)

مرے دل کی کسے یارو خبر ہے (۱) ‏ خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے

جلادے مجھ کو میں اس میں خوش ہوں ‏ دھواں ہونے کا ٹک مجھ کو خطر ہے

نہیں پرواہ قاصد کی مجھے اب ‏ کہ میرا دل ہی میرا نامہ بر ہے

قدم آگے نہیں پڑتا ہے یارو ‏ کوئی پوچھو تو یہ کس کا نگر ہے

بتا مجھ کو کسے تو نے کیا قتل ‏ ترا دامن یہ کس کے خون سے تر ہے

غم اس کا آتے ہی دل میں پکارا ‏ کہ یاں تو تیر کا اس کے گذر ہے

یہ دت کے کون نکتو ٹے اٹھاوے ‏ ترا غصہ تو ہردم ناک پر ہے

چمن میں آشیاں مت باندھ بلبل ‏ یہاں صیاد کافر کا گذار ہے

یہ مردم کس طرح ڈوبیں نہ یارب ‏ مری آنکھوں کا اب پانی میں گھر ہے

تم ہی ٹھہرو بھلا اے صبرو طاقت ‏ یہاں رہنا تمہارا ہی جگر ہے

نہ کی تاثیر اس کے دل میں یارب ‏ ہماری آہ بھی کیا بے اثر ہے

مری ہے گی بھی کیا کیا مہمانی ‏ سناں ہے تیر ہے تیغ و تبر ہے

کوئی دل سوز اس کا ہو تو جانے ‏ تجھے کیا سوز کے دل کی خبر ہے

بہت دن سے نظر آتا نہیں سوز ‏ عزیزو کچھ تمہیں اس کی خبر ہے

(۷۷)

مری صحرانوردی پوچھ تو ٹک جاکے ہاموں سے (۲) ‏ کہ میں سو دشت آگے پھرچکا ہوں دشت مجنوں سے

کسی پر گیروا میں نے نہیں خرقہ کیا اپنا ‏ رنگا ہے میں نے اپنے پونچھ کر اب اشک گلگوں سے

جو دیکھے نوح کا طوفاں اسے شرماکے بھر جاوے ‏ مقابل مت کرو دریا کو میرے چشم پرخوں سے

نہ شاگردی کسی کی کی، نہ فن شعر کو سمجھا ‏ یہ سیدھی باتیں سیکھا سوز بھی اس قد موزوں سے

---

(۱) ب خ ر ع گ - مختلف نسخوں میں یہ غزل ایک ہی مطلع کے ساتھ درج تھی - ہم نے یکجا کردیا ہے -

(۲) ب ر ع گ

(٧٨)

سینۂ[۱] پر سوز ہے اور دیدۂ پر آب ہے
اس سوا گھر عاشقوں کے اور کیا اسباب ہے

کیا کروں میں اپنے دل کی بےقراری کا بیان
دل نہیں پہلو میں گویا قطرہ سیماب ہے

پیرتا تو ہے دلا دریائے حسن یار کو
ناف سے بچ کر نکلنا ٹک کہ یہ گرداب ہے

صحبت یک دیگر اے یارو غنیمت جان لو
آج جو موجود ہے سو کل خیال و خواب ہے

اشک کو اے سوز مت ناقدردانی سے بہا
قطرہ جو گرتا ہے اس کا گوہر نایاب ہے

(٧٩)

جسے[۲] دل دیجئے سو دلبر کہاں ہے
جو ہے بھی تو ہمیں باور کہاں ہے

چمکتا ہے ہر اک ذرہ میں خورشید
شناسائی کسی کو پر کہاں ہے

مرا ہر چند طفل اشک ہے شوخ
تری زلفوں سا پر ابتر کہاں ہے

دلا یہ گل رخاں ہیں طالب زر
ہمارے پاس لیکن زر کہاں ہے

تری کوچے میں مدت سے ہے ساکن
مری پہلو میں دل کا گھر کہاں ہے

دہ برسا اس سے کا ہے قطرہ خوں
مری مژگاں سا ابر تر کہاں ہے

تسلی سوز کو کب ہو مغاں سے
بتا دو ساقی کوثر کہاں ہے

(٨٠)

مری[۳] آنکھوں میں یارو اشک ایسا موج مارے ہے
کہ جیسے ساغر سیمیں، میں صہبا موج مارے ہے

رواں ہے ابر دریا دل یہ کس کے حال پر یارو
کہ یوں سرسبز ہوکر آج صحرا موج مارے ہے

پھنسے ہیں بسکہ دل دریا دلوں کے اس میں اے پیارے
تری مکھڑے پہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے

تری دریا دلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے
ہمارے دل میں دریائے تمنا موج مارے ہے

عبث تو سیر میں دریا کے اب اوقات کھوتا ہے
سرشک[۴] سوز کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

(١-٢-٣) ب ر ع ک

(٤) کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-

" عبث تو سیر میں دریا کے مت اوقات کھو سودا "

(۸۱)

یار[1] جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئین چاہیے ‌ ‌ ‌ ‌ اس سوا طالب نہ دیکھا ہوں نہ دین چاہیے

مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے بری ‌ ‌ ‌ ‌ چہرۂ خورشید کو دستار زرین چاہیے

ہے جبین پر چین تو لب پر تبسم کی گرہ ‌ ‌ ‌ ‌ بادہ کش ہیں ہم گزک کے ترش و شیرین چاہیے

ہم دعا مانگیں تو اپنے حق میں پرساماں کہاں ‌ ‌ ‌ ‌ لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آمین چاہیے

میں[2] کہا اس شوخ سے ہم بھی کبھو ہوں شادماں ‌ ‌ ‌ ‌ ہنس کے یوں بولا دل عاشق تو غمگین چاہیے

ہاتھ اپنے پر حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب ‌ ‌ ‌ ‌ حسن دیوے حق جسے کہا اس کو تزئین چاہیے

سوز کی ہرگز سبک وضعی پہ اے ناصح نہ جا ‌ ‌ ‌ ‌ جو کوئی ہو شیخ و ناصح اس کو تمکین چاہیے

(۸۲)

مجھ[4] کو صدقے تو یار ہونے دے ‌ ‌ ‌ ‌ آپ پر سے نثار ہونے دے

میری چھاتی پہ رکھ کے برچھی کو ‌ ‌ ‌ ‌ مت اٹھا دل سے پار ہونے دے

ہم بھی نالہ کریں گے اے بلبل ‌ ‌ ‌ ‌ ٹک چمن میں بہار ہونے دے

کیا تجھے کام جیب سے میری ‌ ‌ ‌ ‌ ناصحا تار تار ہونے دے

اب تو سب کے گلے تو ملتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ہم کو بھی ہم کنار ہونے دے

بہتے پر نالے ہم دکھا دیں گے ‌ ‌ ‌ ‌ ٹک مژہ [illegible] اشکبار ہونے دے

رنگ میں ہوں تو بحث لے واعظ ‌ ‌ ‌ ‌ ٹک نشہ کا اتار ہونے دے

تجھ سے سمجھوں گا میں بھلا اے دل ‌ ‌ ‌ ‌ ٹک مرا اختیار ہونے دے

ہے تری جان کا یہی دشمن ‌ ‌ ‌ ‌ سوز اس دل کو خوار ہونے دے

---

(۱) ب ر ع ک

(۲) کلیات سوا صفحہ ۱۵۶

(۳) کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ ہے :-
"اب تو سودا کی سبک وضعی پہ اے ناصح نہ جا"

(۴) ب ر ع

(۸۳)

حذر[1] نہین انھین عالم کی خون فشانی سے
رکھ ابروؤن کو تولے یار تیغ رانی سے

بہار یان کی ہے بلبل خزان سے ہم آغوش
لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے

مین وہ اسیر ہون جس کا کہ پاسبان ہر آن
اجل کو چاھے تنگ آگئے پاسبانی سے

ہوئی ہے دوستون کی جب سے دوستی معلوم
نہین ہے خوف مجھے دشمنان جانی سے

تو اس کی آنکھ سے ٹک بچ کے جائیو اے سوز
حذر ضرور ہے آھو لگ آشنائی سے

(۸۴)

ہم[2] کو نہ کچھ مال نہ زر چاھیے
لطف کی اک تیری نظر چاھیے

کس لیے تلوار خریدی میان
باندھنے کو بھی کمر چاھئے

فرض کیا کہ وہ ہے سنگ دل
آہ مین اپنی بھی اثر چاھیے

کھینچ کے شمشیر جو آجائے یار
سینہ ھمارا بھی سپر چاھیے

راہ عدم کی بھی عجب راہ ہے
کچھ نہ جسے زاد سفر چاھیے

کتنی مروت سے یہ رہتے ہین دور
یار ان آنکھوں سے حذر چاھیے

سوز تو ہر گز نہین نادم میان
اٹھو کے چلے جاؤ جدھر چاھیے

(۸۵)

تری[3] عارض پہ خط کی ہر کوئی تحریر کیا سمجھے
بجز عالم کلام اللہ کی تفسیر کیا سمجھے

سر مو زلف اس ظالم کی دکھ پوچھے ہے اس دل کا
جو گذری حال دیوانے پہ سو زنجیر کیا سمجھے

نہین کچھ سوز دل سہنا ، اس آھن دل کی خاطر مین
زبان شمع کی تقریر کو گلگیر کیا سمجھے

بہت سمجھا رہا دل کو مین پیش از اس کے ملنے پر
و لیکن یہ بلا کافر ہے یہ پیر کیا سمجھے

تجھے اے سوز دکھ اس شوخ سے کہنا ہے لاحاصل
کہ درد زخم کو دل کے دم شمشیر کیا سمجھے

---

(۱) ر ع گ

(۲-۳) ب ر ع گ

(۸۶)

[1]دل چاھتا ھے تری ملاقات کے لیے
زلفوں سے پوچھ آئیں ھم اک رات کے لیے

ممکن نہیں کہ حکم ذرا ھم کریں عدول
لاکھوں ھی ھیں غلام تری بات کے لیے

آتا ھے اب یہ دل میں ھمارے کہ ارمغان
آنکھوں کو اپنی بھیجئے برسات کے لیے

مانند چاک جیب کے اس کا سیئے وہ ھونٹ
ایسا کوئی ھو ناصح بد ذات کے لیے

گو مانگتا ھے تجھ سے وہ بوسہ تو کیا ھوا
مت قتل کیجو سوز کو اس بات کے لیے

(۸۷)

[2]سنے نہ یار تو دل کا بیان کیا کیجئے
سخن کو اپنے عبث رائیگان کیا کیجئے

ھمیں یقین ھے کہ محبوب بے وفا ھیں سب
وفا کو اپنی مرے مہربان کیا کیجئے

کروں تو نالہ و فریاد اس سے میں لیکن
رھی نہ اس کی بھی تاب و توان کیا کیجئے

جہاں کہ دشمن جان، باغبان ھو بلبل
تو اس چمن میں بھلا آشیان کیا کیجئے

بجز فسانۂ فرھاد و قصۂ مجنون
نہیں سنے ھے مری داستان کیا کیجئے

کہوں میں بزم میں جا اس کے حال دل لیکن
کٹے ھے شمع کی وان تو زبان کیا کیجئے

کہے ھے یار کہ تو بندگی میں ھے راسخ
گھڑی گھڑی تجھے سوز امتحان کیا کیجئے

(۸۸)

[2,3]ستم پروردوں کو ھردم ستم ایجاد جلد آوے
چمن بھی گو ھوا اپنا ھمیں صیاد یاد آوے

بہت پچھتائے گا مت کھوھمیں تو ھاتھ سے اپنے
مبادا پھر تجھے دیتا مرا برباد یاد آوے

دل اب تو مائل بے داد ھے اتنا کہ اس جاگہ
جہاں دم لے نہ سکتا، وان اسے فریاد (یاد) آوے

دل و دین جان و ایمان دو جہان سب اس کو بھولے ھیں
جسے ھر لحظہ تو اے خانمان برباد یاد آوے

چھوا فرھاد نے اے سوز تیشہ نام لے تیرا
پڑی جب سر پہ شاگردوں کے تب استاد یاد آوے

---

(۱) ر ع گ

(۲-۳) ب ر ع گ

(۸۹)

آدم[1] سے لگا سوز، جگر خون ہوئے کتنے
اس لیلی مدہوش کے مجنون ہوئے کتنے

کم طالعی اپنی کا دہ کہتے کبھی شکوہ
گر جاؤ بھلا تخت ہمایون ہوئے کتنے

سب صورت محسوس کے مفتون ہوئے واللہ
بتلاؤ بھلا عاشق بیچون ہوئے کتنے

وہ سرو ہے میرا چمن دہر میں موزون
دکھلاؤ بھلا اور یہ موزون ہوئے کتنے

مجنون کو تمہیں دشت کا کہتے رہو سردار
یان سوز سے آوارۂ ہامون ہوئے کتنے

(۹۰)

خبر[2] لو دل کی نالہ آج جان فرسود کیتا ہے
الہی خیر کچھو اشک خون آلود کیتا ہے

الست ہی کی صدا سے اب تلک دل محو ہے یارب
بلا جادو ہماری نغمۂ داؤد کیتا ہے

یہ گرد کاروان حسن ہے یا خط کی آمد ہے
صنم سچ کہہ ترا چہرہ غبار آلود کیسا ہے

کہا ہر چند ناصح کو کہ سمجھ کو مت ستا ہر دم
وہ مانا پر وہ مانا ہائے یہ مردود کیسا ہے

میں اس سرکش کے ہاتھوں آپ کو جب آگ میں ڈالا
کہے ہے سوز کو تک دیکھو یہ دود کیسا ہے

(۹۱)

چمن[3] بے دن ہے ان آنکھوں کو نہ شب آرام ہے
شام سے تا صبح رونا، صبح سے تا شام ہے

لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

آج تو تنہا ہو قسمت سے ہمارے کہا تو دو
بوسہ کی ہمت نہیں تو مار ہے، دشنام ہے

حسن خط آنے سے گو دونا ہوا مت کر غرور
یار اس آغاز کا دیکھے کا کیا انجام ہے

دل کے ساتھ الفت کا ....
کب رہائی اس کی زیر چرخ نیلی فام ہے

جون جگر چاک کھودے ہے نگین کا اے رقیب
سامنے والا تری چھاتی کا میرا نام ہے

سوز یہ مشہور ہے مضمون کسی استاد کا
رشتہ برپا مرغ کو ہر شاخ گل کے دام ہے

---

(۱) ر ع ک
(۲) ب ر ع ک
(۳) ر ع ک

(۹۲)

یارب[۱] کہیں سے گرمئی بازار بھیج دے / دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے

اپنی بساط میں تو یہی دل ہے میری جان / لیتا نہیں تو کیا کروں ناچار بھیج دے

دعوی جو برشگال سے آنکھوں کو ہے مری / ایسا تو کوئی ابر گہر بار بھیج دے

دیتے ہیں نقد جنس میں عاشق / عروس جان / آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے

غم خوار سوز کا یہی دل تھا سو میں لیا / اس کو سوا بھلا کوئی غم خوار بھیج دے

(۹۳)

لے[۲] گھر[۳] سے تری ہم سفر کر چلے / میاں جان لے ہم تو مر کر چلے

تھا سے خالی نہ دل کو کیا / تری در سے ہم آہ بھر کر چلے

ملے گا نہ ہم سا کوئی پھر تجھے / خبردار ہو ہم خبر کر چلے

جگر میں لگی آگ میری[۴] دو چند / یہ نالے تو الٹا اثر کر چلے

نہ آؤ گے دیکھیں بھلا کب تلک / مری آنکھوں میں اب تو گھر کر چلے

چلے تم تو اب یہ کہے اے چشم تر / مری اشک کو در بہ در کر چلے

در میکدہ سے سنا تو نے سوز / نہ لب[۵] اپنے ہم آگے تر کر چلے

(۹۳)

آنکھوں[۶] کی راہ میری یہ دل نکل نہ جاوے / ڈرتا ہوں آنسوؤں کے ہمراہ نکل نہ جاوے

ہرگز اٹھائیو مت منہ سے نقاب اپنے / تابش سے اس کی ظالم خورشید جل نہ جاوے

آتا ہے اس لٹک سے کیا جانے کیا کرے گا / یہ شوخ دل کسی کا تلووں سے مل نہ جاوے

مت جام پے بہ پے دے زنہار اب تو ساقی / ڈرتا ہوں دختر رز مجلس کو چھل نہ جاوے

تیری صف مژہ سے منہ پھیر جائے رستم / ہر روبرو سے اس کے یہ سوز ٹل نہ جاوے

---

(۱) ع ک یہی غزل کلیات سودا میں سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-
"سودا سے غم گسار کا تھا دل یہ میں لیا"

(۲) ب ع ک

(۳) ب تری در سے اب ہم

(۴) ب اب تو

(۵) ب ذرا لب کو ہم بھی نہ کر کرچلے

(۶) ب ر ع ک

۳۰۷
(۹۵)

خرابات[۱] مین جو مجھ سے صنم تو خفا رھے ۔۔۔ تو عاشقی کے بیچ تری بات کیا رھے

واعظ بھی وعظ بھول کے پینےلگے شراب ۔۔۔ ساقی جوایک روز بھی ایسی ھوا رھے

معلوم ھووے اس کو دو عالم کی کائنات ۔۔۔ کعبہ کو چھوڑکرجو کوئی دل مین آرھے

اےدل توراہ میرے مسافر کی بس نہ روک ۔۔۔ یہ طفل اشک پاؤن مین کب تک چھپارھے

کس واسطے تو مجھ سے الجھتا ھے ھر گھڑی ۔۔۔ جاتا ھون تری کوچے سے میں بلا رھے

پاؤن تلک تری وہ اگر پاوین دسترس ۔۔۔ خون مین تمام عمر ھی ڈوبی حنارھے

لیل و نہار آرزوئے سوز ھے یہی ۔۔۔ اس کا ھو روسیا جو تجھ سے جدارھے

(۹۶)

تری[۲] مکھڑے کے جلوےکوکے آنکھون سے نہاں ھین گے ۔۔۔ یہ بیش چشم دل ھراکدم ھم پر عیان ھین گے

ھوئی ھے خاک سے خلقت تری اے مہوش جب سے ۔۔۔ زمین کے گرد روز و شب تصدق آسمان ھین گے

ھوئی مدت کہ گذرا مرتبہ شکوؤن سے رونے کا ۔۔۔ یہ چشم اب صبح سے تاصبح ظالم خون فشان ھین گے

سمجھ مت بےاثر ھرگز ھمارے آہ و نالے کو ۔۔۔ پڑے ہے طرح اے غافل یہ تیری کمان ھین گے

بظاھر داغ سینہ پر تری ھاتھون سے چھوٹےھین ۔۔۔ دو چندان سےوہ ھون گےدل یہ جو میرےنہان ھین گے

کرین ھم کس طرح باور تمھارےجھوٹےوعدون کو ۔۔۔ کہ اک مدت سے ھم دل کے تمھارےرازدان ھین گے

غنیمت بوجھ تو اب سوز کے ملنے کو اے نادان ۔۔۔ یقین یہ جان لےاس طرح کے بندےکہان ھین گے

(۹۷)

غرور[۳] حسن ھے تجھ کو تو مجھ کو تمکین ھے ۔۔۔ تو سنگ دل ھے تو میری بھی آہ سنگین ھے

اگر رحیم ھے تو، مین بھی ایک عاصی ھون ۔۔۔ جو تیغ زن ھے تو میری طرف سے تحسین ھے

تو عشق ھے تو مین دل ھون تو درد ھےتو مین سوز ۔۔۔ تو کوہ کن ھے تو مجھ پاس جان شیرین ھے

(۱-۲) ر ع گ

(۳) ب ر ع گ

(۹۸)

[۱] ہر ایک شیشۂ دل بیچ جلوہ گر ہے پری — ولے نظر نہیں آتی ہے وائے بے بصری

رفیق کوئی بری وقت کا نہیں آلا — فغان نیم شبی یا کہ نالۂ سحری

نہ مہر نہ شفقت نہ پیار ہے نہ تپاک — مجھے نہ صبر نہ طاقت نہ نیند ہے میری

خبر کسی کو نہ تھی میرے حال کی یارب — کہاں سے سن کے مرا حال آئی بے خبری

بھلا جی شیخ کو کچھ کچھ تو ہوچکا ہے مباح — سرود خانۂ ہم سایہ حسن رہ گذری

جگر میں میرے تو کچھ آگ بھڑک گئی یارو — خبر لو سوز کی جلدی یہ کیسی آہ بھری

(۹۹)

[۲] دل کا چھاتی میں داغ روشن ہے — اپنے گھر کا چراغ روشن ہے

جلوہ گر ہیں چراغ لالے کے — کیا ہے اب؟ صحن باغ روشن ہے

مت چھپا کب چھپے کا دل میرا — ظلم کا تو سراغ روشن ہے

ساقی آیا ہے مے کدے کے بیچ — آج چشم ایاغ روشن ہے

آتش تر سے سوز کا ساقی — شمع آسا دماغ روشن ہے

(۱۰۰)

[۳] جام دیتا ہے وہ لیے ہی بنے — سم ہو یا امرت اب پئے ہی بنے

اے فلک زندگی سے خوش ناخوش — جوں جلاوے تو دوں جئے ہی بنے

اب تو بیٹھا ہوں بوسہ یا گالی — کچھ نہ کچھ اس گھڑی دیئے ہی بنے

پہاڑ کر جوئے شیر شیریں نے — کہا فرہاد سے سئے ہی بنے

حسن کیسا ہی کام فرما ئے — سوز اب عشق کو کئے ہی بنے

(۱-۲) ب ر ع گ

(۳) ر گ

(۱۰۱)

ایک[1] دن چھوٹے نہ ہم ظالم کے بس مین مرگئے
عصفورھین قید مین اور ہم قفس مین مرگئے

کیاقیامت ہوگی جب آوینگے وہ عرصہ کے بیچ
جو ترے دیدار کے ہارےہوس مین مرگئے

کون سادل ہے کہ آہ آزردہ دل کی سن سکے
ہم تو یارب ایک فریادجرس مین مرگئے

کچھ نہ دیکھا آن کر بحر جہان مین جون حباب
چشم واکرتے ہی اب تو یک نفس مین مرگئے

باغبان کب باندھنے دے گا چمن مین آشیان
ہم تو ناحق فکر جمع خار و خس مین مرگئے

کوئی[2] فریادی نہ پہنچا ہائے اپنی داد کو
پر ہم اے ظالم تلاش داد رس مین مرگئے

جور یار اے سوز کوئی دن رہا گر اس طرح
تو یہ سن لیجئو کہ ہم دن آٹھ دس مین مرگئے

(۱۰۲)

خالی[3] نہ یان سے اے ستم ایجاد جائین گے
ہم دل مین تیری چاہ کی لے یاد جائین گے

تقصیر ہے وفا کی جفاکا نہین گناہ
کس منہ سے کرنے ہم کہین فریاد جائینگے

گر ہم نے آگے تخت سلیمان کیا حصول
اک روز اس جہان سے برباد جائین گے

اسباب تو شتاب جوانی کا لد گیا
پیری کا کچھ ہے بارسو اب لادجائین گے

کر پہل سے زندگی کے تعلق کو دل کے قطع
جون سرو اس چمن سے ہم آزاد جائینگے

شادان رہین گے اور تمہارے تو ہم نشین
گو ہم تمہاری بزم سے ناشاد جائین گے

ہم[4] نے (اثر) قفس مین جو فریاد ہم صفیر
ہم نالے کرتے خانۂ صیاد جائین گے

تلقین نہ کرسکا ہمین ایمان شیخ شہر
اب سیکھنے کو سوز سے الحاد جائینگے

---

(۱) ب و ع گ
(۲) یہ شعر صرف ب مین ہے -
(۳) و گ
(۴) شعر کا مفہوم صاف نہین ہے -

(۱۰۳)

بتان[1] کی دیکھ گرمی چشم دل سایار لے ڈوبی ۔ یہ کشتی بحرآتش میں مرے غم خوار لے ڈوبی

نہ اندیشہ کیا اپنا نہ کچھ فکر اس .. کا ۔ یہ گرداب بلا نادان کیا یک بار لے ڈوبی

کھڑا روتا ہے یک قطرہ کو اپنے ابر دریا پر ۔ مرا تو یہ صدف بارو در شہوار لے ڈوبی

ڈبویا گھر نہ کچھ اس چشم نے اپنا ہی رو روکر ۔ یہ کافر ایک عالم کا درو دیوار لے ڈوبی

رقیبوں سے لڑوں میں گریہ سمجھوں ٹوٹ جاوے گی ۔ مجھے دریا میں لوھو کی مری تلوار لے ڈوبی

زبس تھا تشنہ تیرا تیر خون بے گناھوں کا ۔ کہ پیکان اس کی میری سینۂ سوفار لے ڈوبی

وضو کرتے ہوئے پانی میں سر سے گر پڑی واعظ ۔ بزرگی تھی جو کچھ تجھ میں تری دستار لے ڈوبی

نہ کرتے عرض حال اس سے توکیوں کرون مرے کٹتے ۔ زبان جوں شمع میری مجھ کو آخرکار لے ڈوبی

تلاش اس دھرمیں جس نے کیا ھے سوز تیرا سا ۔ طمع و حرص اس غواص کو اے یار لے ڈوبی

(۱۰۴)

حال[2] دل کس سے اب بیان کیجئے ۔ کس کو بھلا کے مہربان کیجئے

سانس لینے سے وہ جھجھکتا ھے ۔ کس طرح نالہ و فغان کیجئے

باغ دنیا کی ھے حریف خزان ۔ کس بھروسہ پہ آشیان کیجئے

غم ستاوے تجھے اے خانہ خراب ۔ تیری فریاد اب کہان کیجئے

کچھ بیگانے سے عرض کر کیجئے ۔ اپنی خاطر کے تئیں گران کیجئے

مین ترا ھون کا بندۂ دل سوز ۔ میری حق میں نہ یہ گمان کیجئے

سوز کو کاھے اے مرے قاتل ۔ کبھی سٹنے کو امتحان کیجئے

---

(۱) ر گ

(۲) ب ر ع گ

(۱۰۵)

نہ[1] تیری پاٹ دامن کا نہ تیری آستین ڈوبی
ردا یہ خون مین سب ناصح پر چین ، جبین ڈوبی

کری کا غرق عالم کو غرور حسن کا ھے ھے
اگر آئینہ مین اس کی نگاہ سرمگین ڈوبی

سخن اب لعل لب پر اس کی اس خوبی سے آیا ھے
کہ تیری قدر و قیمت کو لئے حرف نگین ڈوبی

ملا جنت مین یارب تو اگر اس رشک جنت کو
نہین تو اشک خونین سے یہ فردوس برین ڈوبی

جہان مین اک بت چین کا مین اب شہرہ نہین سنتا
مگر اے یار میرے اشک کے پانی مین جبین ڈوبی

نہ دی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پر ھو
جوھین گذرا یہ خاطر مین کہ سب روی زمین ڈوبی

بہاد ریا می آنکھون سے اور اس کو نہ رحم آیا
مگر تاثیر کی کشتی خیرلوتو کہین ڈوبی

بسان شمع جس کا عکس آب طشت مین ھووے
ھماری اشک مین اس طرح آہ آتشین ڈوبی

لے آنا سوز کو نایاب ھے دریائے معنی سے
کہ جب غواص ھوکر سوز کی فکر متین ڈوبی

(۱۰۶)

تجھے[2] اے مہربان یہ سوز عاشق کیا دعا دیوے
جو تیرے دل مین ھووے مدعا جلدی خدا دیوے

کوئی کہتا ھے زلفون مین کوئی کہتا ھے کاکل مین
پھنسا ھے دل جہان یارب کوئی مجھ کو دکھا دیوے

مسیحائی ھے میرے یار کی رفتار مین واللہ
ھزارون گور کے سوتون کو ٹھوکر سے جلا دیوے

بھرا ھے شیشۂ دل خون سے بد مست آتا ھے
دھڑکتا ھے کلیجہ خوف سے شاید بہا دیوے

ترا احسان مجھ پر حشر تک ھوگا خدا کی سون
صبا یہ مشت پر جو تو قفس سے لے اڑا دیوے

مجھے اے سوز سن بھاتی نہین ھے صورت واعظ
کوئی اس وقت اس بد بخت کو یان سے اٹھا دیوے

(۱-۲) ر ک

(۱۰۷)

جو[1] غم دل میں بسے آکر اسے اب دور کیا کیجئے — عطائے یار ہے اس چیز کا مذکور کیا کیجئے

مری بدمستیٔ دل میں اتنا بھی نہ ڈر آیا — کہ دل بہلائے سے ہے اس کو غم سے چور کیا کیجئے

مری آنکھوں سے اب تھمتا نہیں ہے اشک اک پل بھی — یہ زخم آہستہ آہستہ ہوا ناسور کیا کیجئے

یہ طفل اشک کو غم سے دیا سولی یہ مژگاں نے — چڑھا ہے دار پر دیکھو میرا منصور کیا کیجئے

کہا مت مانیو تم سے جو یارو سوز کہتا ہے — عزیز و بات دیوانے کی اب منظور کیا کیجئے

(۱۰۸)

کسے[2] طاقت جو اس قاتل کے آگے ہم زباں ہووے — حواس اپنے کرلے گم کو کہ رستم داستاں ہووے

لگی ہے آگ یہ گلشن میں ہوا جی دھڑکتا ہے — مبادا بلبل بیکس کا اس میں آشیاں ہووے

نہ سینہ میں کچھ اس کا کھوج پایا نے بیاباں میں — بتاؤ کوئی میرے دل کو اے یارو جہاں ہووے

نہ قطبیت مجھے درکار ہے نے جاہ اسکندر — الٰہی میرے اوپر وہ ستم گر مہرباں ہووے

جھجھک مت ذوق سے کر قتل سر بندے کا حاضر ہے — یہی تھی آرزو جو تجھکو شوق امتحاں ہووے

ہوا میں خاک لیکن راہبر پایا نہ وا حسرت — اڑالے جا صبا یہ خاک جس جا کارواں ہووے

خدا کے واسطے غصہ نہ ہو نا مہرباں میرے — قسم ہے سوز کے قالب میں گر دہشت سے جاں ہووے

(۱۰۹)

ہم[3] کیا کریں صبا؟ جو چمن میں بہار ہے — قرباں اشک یاں ہے قفس لالہ زار ہے

کوئی جان بوجھ کر بھی جلاتا ہے اپنی جان — اے وائے عاشقی میں کسے اختیار ہے

راتوں کی سیر تم نے چھپائی تو کیا ہوا — آنکھوں میں اب تلک بھی تمہاری خمار ہے

ملنے کو تیرے ہم کو بہانہ ہی چاہیے — روٹھے تو روٹھے دل تو ہمارا دوچار ہے

جب دیکھتا ہے سوز کو کہتا ہے دیکھیو — جانے نہ پاوے لیجیو موا شکار ہے

---

(۱) بہ ر گ
(۲) ب ر گ
(۳) ر گ

(۱۱۰)

غنچۂ[۱] دل نے کبھو تیری نہ بولی ہوگی
کدھر آتی ہے صبا راہ تو بھولی ہوگی

اشک تو منہ پہ مرے گرم نہ ہوکر یوں آئے
گل کے گھوارے میں شبنم بھی تو جھولی ہوگی

بوالہوس آہ نہ کر رشک سے میرے تو نہ جل
تیرے حق میں یہ تری آہ ہی سولی ہوگی

دل دھڑکتا ہے نہ جا باغ میں نرگس کے حضور
سیم و زر وہ تو نذر تیری قبولی ہوگی

گوہر اشک مرے شعر کو سن کیجو نثار
سوز کچھ اور جو بولا تو فضولی ہوگی

(۱۱۱)

میری[۲] نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاور ہے
شاید اس خاک کے پردے میں کوئی دلبر ہے

چادر قاقم و سنجاب بچھا یا تو کیا
آخرش جان مری تو وہ خاکستر ہے

جو جو دل میں ہے مرے وضع جہان سے نفرت
آہ میں کس سے کہوں اور کسے باور ہے

جان من تیغ لگانا تو ہے تک ہٹ کے لگا
کہیں دامن نہ بھرے یہ مرے دل میں ڈر ہے

دوست کو قتل کرے حامی دشمن ہووے
ہاں مرے یار تری تیغ میں یہ جوہر ہے

چاہے اک آن میں قیدی کو کرے تخت نشین
کچھ اچنبھا نہیں اے سوز خدا قادر ہے

(۱۱۲)

کیا[۳] کروگی نہیں معلوم جدائی تیری
ہم تو مرتے ہیں صنم ہائے خدائی تیری

اشک مت رہ میری آنکھوں میں تو ! میں کہتا ہوں
تنگ گھر میں نہیں ہوسکتی سمائی تیری

اس قدر تجھ سے توقع نہ تھی اے دل افسوس
قید ہوتے ہی خبر ہم نے نہ پائی تیری

منع کرتا تھا میں اے دل تجھے الفت مت کر
جی دھڑکتا ہے مگر موت ہے آئی تیری

گو کہ سر کاٹ کے لے جائے گا خوباں کے حضور
سوز ہرگز وہ نہ مانے گا بھلائی تیری

---

(۱) ر گ
(۲) ب ر گ
(۳) ب ر گ

(۱۱۳)

عزیزو[1] دیکھ لو کیا مہرباں ہر رب کی رحمت ہے   اگر یہ زہر کھاتا ہے تو اس کے حق میں رحمت ہے

یہ خورشید فلک جس کے مقابل ہو نہیں سکتا   مقابل اس کے ہووے آئینہ مجھ کو حیرت ہے

نہ اس کو شہر میں آرام نے صحرا میں خوش وقتی   نہ سینہ میں اسے ہے چین، دلبر کیا عداوت ہے

صنم آئین دلداری سکھاؤں کان رکھ کر سن   کرم ہے، مہربانی ہے، مدارا ہے، محبت ہے

جہاں میں تجھ سوا ہے کون جس سے میں کروں الفت   مجھے تیری ہی الفت کی قسم تیری ہی الفت ہے

گیا ہے ایک تو دل چھوڑ کر مجھ کو ملامت میں   تس اوپر ناصحوں کا دوکھنا دونی مصیبت ہے

کہاں مجنوں کہاں لیلی یہ افسانہ ہے اے یارو   جہاں میں ان دنوں میں سوز اور مہدی کی شہرت ہے

(۱۱۴)

دل تلخ ہو رہا ہے اب تیری گالیوں سے[2]   بوسہ بھی تو کبھی دے اے جان شکر لبوں سے

کیا کیجئے تصدق اب اشک بھی نہیں ہیں   اے مرگ آ چھوڑا دے تو ان خجالتوں سے

عزیز سا دل ہے باندھا تارنگہ سے تونے   کیا زور چل سکے ہے اللہ ان بتوں سے

بس مہرباں میرے باہر نکل شتابی   جاتا ہے جان میرا واللہ حسرتوں سے

یاد آتے ہیں کہ وہ دن جب غم نہ تھا کسی کا   اے سوز اب خجل ہیں دل کی مصیبتوں سے

(۱۱۵)

تو[3] مری دل کا درد کیا جانے   اس بلا کو تری بلا جانے

وہ کہاں میں کہاں کہوں کس سے   دل ہی جانے ہے یا خدا جانے

دین و ایمان میں کروں قربان   آہ گر یار آشنا جانے

دل نہ ہو زلف یار کا قیدی   درد اپنا جو وہ سدا جانے

سوز عاشق وہ ہے کہوں میں سن   اپنے غم کو جو آپ کھا جائے

---

(۱) ر ک

(۲) ب ر ک

(۳) ب ر ک

(۱۱۶)

۱
اشارت ابروون کی قتل کو میرے بلاتی ہے ۔۔۔ میان بانکے اٹھین دھڑکون سے میری جان جاتی ہے

یہ طفل اشک کو آنکھوں مین پالا تھا نہین تھمتا ۔۔۔ جگر مین آہ کو روکے سوکس کافر کی چھاتی ہے

اگر آباد دل ہوتا تو کیون رہتا نہ پہلو مین ۔۔۔ یہ جان ناتوان کیون اس کے غم مین بلبلاتی ہے

اگر جھمکا دکھاؤن شوخ کا تو رنگ رہ جاوے ۔۔۔ یہ تقلیدی جھمک سے برق مجھ کو کیون چڑاتی ہے

الٰہی سوز ہی کو قید مین رکھتا ہو کیون ظالم ۔۔۔ چمن مین آن کر یون فصل گل دھومین مچاتی ہے

(۱۱۷)

۲
سوز کو پوچھ کہ یہ سوختہ جان اور ہی ہے ۔۔۔ حیف صد حیف ترے دل مین گمان اور ہی ہے

میرے نالے سے کوئی اب یہ قفس جلتا ہے ۔۔۔ بلبل زار یہ انداز فغان اور ہی ہے

میرے پہلو مین دل زار کو مت ڈھونڈھ اے غم ۔۔۔ اس کے رہنے کا تو مدت سے مکان اور ہی ہے

زردی رنگ و یا خشکی، لب پر کیا ہے ۔۔۔ عاشقی کا تو میان جان نشان اور ہی ہے

کوئی کعبہ کہے اور کوئی کہے بت خانہ ۔۔۔ سوز بات ایک ہے ہر منہ مین زبان اور ہی ہے

(۱۱۸)

۳
تجھے تو مجھ سے ہزارون ہین پر مجھے تو ہے ۔۔۔ تری نگاہ نہین جان کوئی جادو ہے

کدھر کو بھاگون مری جان اب تو گھیرا ہے ۔۔۔ ادھر کو زلف ہے ادھر کو دام گیسو ہے

عبث تو قتل کو شمشیر ڈھونڈھے ہے ظالم ۔۔۔ مرے تو واسطے کافی یہ تیغ ابرو ہے

نگہ کو جس کی ہے پرواز فرش سے تا عرش ۔۔۔ پھنسی ہے دام مین یہ دانہ پانچ کالو ہے ؟؟

ہوا ہے سوز کا دل گم ولے ملا ہے سراغ ۔۔۔ کہے تو کہدون ابھی کھوٹ اپنے تو ہے

(۱-۲-۳) ب ر گ

(۱۱۹)

دکھ تو تو دیتا ہے پر تجھ کو کڑھاؤں تو سہی[۱]
بیٹھتے اٹھتے تجھے اے دل جلاؤں تو سہی

چھوڑتا کیوں ہے مجھے اے ابر ہردم گھیر گھیر
دیکھ تو اپنی طرح تجھ کو رلاؤں تو سہی

مت نصیحت کر مجھے ناصح نہیں تو اب کے سال
آپ سا تجھ کو دیوانہ کر دکھاؤں تو سہی

زندگی میں گو نہیں ہے دسترس پاؤں تلک
خاک ہو آنکھوں کو دامن سے لگاؤں تو سہی

یوں سنا ہے لاش سے میری تو لے دے گی قصور
اے زمیں جیتا ہی میں تجھ میں سماؤں توسہی

عشق کے کوچے میں تونے خوب سرگرداں کیا
اے فلک تا حشر میں تجھ کو رلاؤں تو سہی

وعظ کیوں کرتا ہے اپنے جی میں کیا سمجھا ہے تو
خاک میں تیری میں سب شیخی ملاؤں توسہی

ڈاڑھی منڈوائے یہ اب رندوں کو جو ہنستا ہے شیخ
دیکھیو تیری بھی میں داڑھی منڈاؤں تو سہی

(۱۲۰)

عشق کے ہاتھوں سے اے یارو ہوا سودا مجھے[۲]
خوش نہیں لگتا ہے اب آنکھوں میں یہ دنیا مجھے

صبر کی گر تجھ میں طاقت ہے تو رہ سنبھل دل
ورنہ اے بے صبر سر ٹکرا کے مت گھبرا مجھے

میں نہیں آزردہ اے دل تجھ سے کیوں آتا نہیں
تیری کیا تقصیر آنکھوں نے کیا رسوا مجھے

گاہ اپنا درد دل کہتا ہوں سو اوروں کے ساتھ
شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعوی مجھے

سوز اس جینے سے مجھ کو موت آوے تو بھلا
ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے نکتورا مجھے

(۱۲۱)

گھڑی نامہربانی ہے گھڑی وہ ہی مدارا ہے[۳]
کوئی پوچھے تو نا انصاف بولو یہ طرح کیا ہے

میاں لخت جگر ہے داغ دل ہے ، اشک خونی ہے
ہمارے پاس بھی سامان ہجراں کا مہیا ہے

دل روشن مثال شمع رکھتا ہوں اگر خوباں
جلا دیں تو عجب کیا اورسر کاٹیں تو بیجا ہے

قیامت تک نہ بھولیں گے تمہارے یہ سلوک ہم کو
رقیبوں کی تواضع سرو قد ہے ہم کو بالا ہے

کروں گلہ کیا اشک اب مجھ سے تو اک دم تھم نہیں سکتا
مری آنکھوں میں پوچھو سوز سے یہ کون دریا ہے

(۱-۲) ب ر ک

(۳) ر ک

(۱۲۲)

مجھے[۱] چھوڑتا ہے کہ تو پارسا ہے — میاں جان تو بھی بڑا اولیا ہے

سنا بسکہ عاشق ہوا ہے کہیں تو — دل اب چین سے بیٹھ اتنا بھی کیا ہے

نہ ڈر عشق سے اے دل بے تامل — اگر کھا ہی جاوے گا یہ بھی مزا ہے

دل بے وفا بے مروت ہوا کیا — جو تیرا صنم لطف سے آشنا ہے

تجھے نعمتیں ہیں تو میری بلا سے — مرا روز خون جگر ناشتا ہے

ہر اک اپنی اپنی بجاتا ہے نوبت — بجا سوز کا کوس شہرت بجا ہے

(۱۲۳)

گر[۲] قید کیا چاہیے تو تدبیر یہی ہے — زلفوں کو نہ کھو میں زنجیر یہی ہے

یک شب تری پاؤں کو لگے تھے یہ مرے ہاتھ — کچھ اور تو معلوم، یہ تقصیر یہی ہے

گلزار جہاں سب ترو تازہ ہیں ولیکن — ٹک دیکھ دل غنچۂ دل گیر یہی ہے

ہو دشمن جاں بات میں جو دوست ہو اپنا — کیا کہیے میاں خواہش تقدیر یہی ہے

گوش اس کے میں پہنچی تو کھا کھینچ کے شمشیر — اے سوز تری آہ کی تاثیر یہی ہے

(۱۲۴)

دل[۳] کو تری خیال سے مقصود ہے سو ہے — اس آئینہ میں شخص جو موجود ہے سو ہے

شیریں مٹی زباں میں ہے حال منتظی — ورنہ جگر میں زخم نمک سود ہے سو ہے

کسی سے کہوں کہ کس نے روشنائیلم کو کھائے — تم جانتے تو ہو وہی مردود ہے سو ہے

آنکھوں سے اپنی دیکھی نہیں صورت یری — ان نتھیوں میں اشک خون آلود ہے سو ہے

دام صنم میں جب سے دل سوز جا پھنسا — نام و پیام تب ہی سے مفقود ہے سو ہے

(۱-۲) رگ

(۳) ب رگ

(۱۲۵)

ناصح[۱] کو میرے حق میں جو ارشاد ہے سو ہے　　احمق کو ایک بات وہی یاد ہے سو ہے

خنداں ہیں گل چمن میں غزل خواں ہے عندلیب　　یہ دل فراق میں تری ناشاد ہے سو ہے

غیروں پر اور تازہ عنایات ہیں تری　　مجھ پر ہمیشہ جور جو ایجاد ہے سو ہے

اجڑی تمام خلق نہ پایا کسی کا کھوج　　پر دل ترے خیال سے آباد ہے سو ہے

دلی سے لے کے تابہ صفا ہاں اجڑ گیا　　پر دل صنم کی یاد سے آباد ہے سوہے

ہم خاک بھی ہوے نہ گئی اس کی سرکشی　　جور و ستم ہمیشہ جو ایجاد ہے سو ہے

لاکھوں[۲] ہی جور اس نے سہے آہ بھی نہ کی　　پر سوز تیری یاد میں دلشاد ہے سو ہے

یہ سوز خوشہ چیں ہے سبھوں کا یہ سچ کہوں　　یہ سوز دل ازل سے جو استاد ہے سو ہے

(۱۲۶)

سنو[۳] اے بلبلوں جس جا وہ شمع انجمن ہووے　　ہر پروانہ سے وہ بزم ہی رشک چمن ہووے

دہن تیرا خدا نے تنگ اس خاطر کیا پیدا　　مبادا غیر سن لے بات تو جائے سخن ہووے

بھلا اے صبح صادق توھی آئی وقت مرنے کے　　وگرنہ کون تھا جس کو مرا فکر کفن ہووے

دلا پروانہ تیرا مجھ سے بہتر کون ہووے گا　　مجھے مت بھولیو جس وقت ذوق سوختن ہووے

کہاں شام غریبی سوز کیسی ہر مسافر کو　　شکست رنگ و رو جس شخص کو صبح وطن ہووے

(۱۲۷)

جب[۴] سے گل رو اٹھ گیا پہلو سے یہ دل خار ہے　　مجھ کو اب رشک جہنم یہ گل و گلزار ہے

خواب و خور کیا اب تو دم لینا ہی دلبر بار ہے　　خاک اس کی زندگی جو جان سے بے زار ہے

اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو　　اور تو توشہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

ناتوانی مجھ کو لے جاتی نہیں تم لے چلو　　اے محبو اس کنے عاشق سے جو بیزار ہے

---

(۱) ب ر ک

(۲) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۳) ب ر ک

(۴) ر ع ک

(۱۲۸)

[1] اے پیک صبا حال دل زار سنا بھی — چل جلد ہو یہ کہہ وہ کہیں تجھ سے ملا ہے

لوٹے تو مرے دل کو ذرا رکھ نہ سکےگا — جاتا ہے کدھر تجھ کو نہ چھوڑونگا میں ابھی

کرتا ہوں تو کرتا ہوں بتوں کی میں پرستش — لاحول ولاقوت مرے پاس سے جا بھی

سچ حق یہ طرف تیری ہے تو کیوں نہ کرے یہ — پر خوب ترا دل نہ کسی بت سے لگا بھی

اب پاس ادب ختم ہے اس سوز کے اوپر — کیا خاک ہو اجل کے کہیں دود اٹھا بھی

(۱۲۹)

[2] اگر صندل لگاؤں سر کو دونا دردسر ہووے — خیال گل جو لاؤں دل میں تو داغ جگر ہووے

[3] مجھے تو اور کچھ خطرہ نہیں ہے اپنے مرنے سے — مبادا یہ محبت بعد میری در بدر ہووے

تجھے توفیق ساغر تو کہاں ہوائے مرے ساقی — بھلا اتنا بھی قطرہ دے جو کام تشنہ تر ہووے

میں وہ مے خوار ہوں جو خاک میری سو برس پہلے — اڑے گر آسمان پر دیدۂ خورشید تر ہووے

مثال شمع سرسے پاؤں تک خورشید جلتا ہے — کہیں تو یہ شب ہجران بھی یا مولا سحر ہووے

(۱۳۰)

[4] زلف کو شانہ نہ کر بال پریشان ہوں گے — دل وابستہ بہت بے سرو سامان ہوں گے

کس طرح چاک کروں ہائے گریبان قبا — زخم پنہان جگر سب میں نمایاں ہوں گے

تجھ کو معلوم نہیں داغ مرے دل کے میان — تب ہی جانےگا کہ یہ رشک چراغاں ہوں گے

مت رلا مجھ کو تو کہتا ہوں میں ہوگا طوفان — ٹک ابھی یار مرے چشم جو گریاں ہوں گے

عمر گذری نہ ہوا ہم کو بتوں سے حاصل — سوز ہم جاکے کہیں اب تو مسلمان ہوں گے

---

(۱) ب ر گ

(۲) ب ر گ

(۳) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۴) ب ر گ

(۱۳۱)

تجھ بن ہے عذاب زندگانی[1] ہے میری خراب زندگانی
مت کر یہ خیال گل ملوں گا ہے پل ہی میں خواب زندگانی
ناصح کر کباب دل کو ہے میری شراب زندگانی
ٹک آنکھ کھلی کہ مٹ گیا آہ ہے مثل حباب زندگانی
مت کیجئو اعتبار اس کا ہے نقش بر آب زندگانی
آ میرے دلربا کہ ورنہ جاتی ہے شتاب زندگانی
ایسے جینے سے سوز واللہ دے کاش جواب زندگانی

(۱۳۲)

جاتا ہے کدھر جان لے اب تیغ سپر لے[2] دل تجھ کو ہے درکار تو لایا ہوں ادھر لے
اے مرگ کٹے سر تو چلوں ساتھ میں تیرے ٹک رہ تو کہ یہ بوجھ مرے سر سے اتر لے
ان اتنا تو کھڑا رہ کہ ترے روبرو مر لے
م مرتے ہیں تغافل سے ترے اب تو خبر لے
سوز جاتا ہے تو لخت جگر اب گود میں بھر لے

(۱۳۳)

ساقی تو اب لوٹھائیو شیشے بھرے ہوے[3] سوتے ہیں ہم تو ہاتھ سرہانے دھرے ہوئے
قاتل ہمارے ڈھیر سے جانا بری ہوے ٹھوکر سے جی اٹھیں گے یہ عاشق مرے ہوئے
کیا تاب خاک کی ہے کہ یہ زخم کھا سکے تا حشر یہ رہیں گے امانت دھرے ہوئے
باران اشک سے ہے شہیدوں کو کیا حصول کاٹے ہوے درخت کہیں پھر ہرے ہوئے
بازار دوستی کا یہ کا سد پسند ہے تو ان بتوں کے آگے نہ کھوٹے کھرے ہوئے
ظاہر ہے عزم کعبہ کا اور دل میں قصد دیر اے شیخ اب تو اور ہی تم مسخرے ہوئے
اے سوز تو بھی چل نہ جدھر دوستی چلے جاتا ہے کاروان محبت بھرے ہوئے

---

(۱) ب و گ
(۲) ب و گ
(۳) و گ

(۱۳۴)

اُس[۱] دل کی تری دل کو خبر ہووے بے توجانے — عاشق کو جو عاشق کی خبر ہووے توجانے

ہرشخص ہنی قوم سے رکھتا ہے محبت — یہ حور اگر جنس پری ہووے تو جانے

ہر صورت انسان مین ہے جلوۂ یوسف — اے شیخ تجھے حسن نظر ہووے تو جانے

بس جھوٹی مری دل کی نہ کھا ہرگھڑی سوگند — ہر سچ جو مرے سرکی قسم ہووے تو جانے

شکوہ نہ کر اے سوز عبث بے خبری کا — نالون کا تری اس کو اثر ہووے تو جانے

(۱۳۵)

اُمید[۲] مین رکھتا ہون صنم تیری کرم کی — اس واسطے برداشت یہ سب جور و ستم کی

ٹک کھول دھن لطف کی اک بات سنادے — جو جیتےجی جی دیکھ لون مین راہ عدم کی

اک دن کبھی آ کلجہ احزان مین ہمارے — غم دور ہو میرا تری برکت سے قدم کی

اک دم مین کرے قطع نشاط دل عاشق — تعریف کرون کیا مین تری ابرو کے خم کی

ہرچند کہ سیراب ہین آنسو سے یہ آنکھین — پر سوز تری دید کو پیاسی ہین جنم کی

(۱۳۶)

عشاق[۳] کی لاشون سے بھری تیری گلی ہے — اب تک بھی نہین رحم عجب سنگدلی ہے

اے اشک تو میری دل بے تاب کو مت ڈھونڈھ — جانے دے مری سر کی بلا اب تو ٹلی ہے

دیوان مہربان جو دیکھے تو کہون کیا — جو بیت ہے اس کی سو وہ سناچےمین ڈھلی ہے

اے غم تری قربان کرون عیش کو سو بار — وہ یار گھڑی کا تو رفیق ازلی ہے

لاکھون ہی برس پیچھے نظر آیا ہے میان سوز — اللہ ادھر کی یہ کہان باؤ چلی ہے

کھون گل کی نمط چاک گریبان ہے تیرا — کیا جانئے کس رند نے چھاتی یہ ملی ہے

(۱-۲-۳) ب ر گ

(۱۳۷)

صنم[۱] کے ملنے کی اے محبان خدا کیے دل سے چاہ نکلے

نہین تو پہلو سے میرے یارو یہ دل ستم گر بھی خواہ نکلے

نہ کر تو فرہاد اس کے کوچے مین مان میرا کہا بھی اے دل

ابھی خرابی ہو تیری ساری اگر وہ آفت پناہ نکلے

میان محبت کا نام مت لے تجھے محبت سے کیا ہے ناتا

بھلا دکھا دیوین گے کبھی ہم اگر ہمین کوئی جاہ نکلے

سنا تھا یارو کہ دل ہے مخزون ہزارون جو ہرھین اس کے اندر

چھری سے چیرا جو دل کو اپنے تو اس مین لاکھون گناہ نکلے

نمط چراغان کے سوز گو یار چلتے ہین اب تری گلی مین

یہی غرض تھی کہ تیرے منھہ سے کسی طرح واہ واہ نکلے

(۱۳۸)

جس[۲] دن وہ صید افگن پھر شکار نکلے | ہر صید اپنے دل کو لے کر نثار نکلے

ہم مین تو وہ وفا ہے جو ذرہ ذرہ ہوئین | تو بھی نہ دل سے ہرگز اخلاص و پیار نکلے

دل ہے کہ آفت جان آرام و صبر کھویا | پہلو سے میرے یارب یہ بے قرار نکلے

غصہ نہ کھاؤ ہردم تم مجھ پہ شیخ صاحب | کھو لو کہ تا تمہارے دل کا بخار نکلے

بولے تو یہ کہ اس کے کوچےمین تونہ جانا | شاباش میان جی اچھے تم دوستدار نکلے

تیری نگاہ مانا پیاری تو ہے و لیکن | ایسی لگائیو جو چھاتی کے پار نکلے

روؤن نہ کس طرح سے اے سوز خون دل مین | آنکھون سے اشک کب تک یون زار زار نکلے

(۱-۲) ب ر گ

(۱۳۹)

آہ جی اس طرح نکلتا ہے | جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے
جلنے
آگ لگ جاوے اے پتنگ تجھے | تیری [illegible] سے جان جلتا ہے

تگ ادھر دیکھ موتیوں کی طرح | اشک آنکھوں سے منھہ پہ ڈھلتا ہے

جس نے سر ہی دیا برائے حبیب | کب کسی کے کہے سے ٹلتا ہے

غیر کو کیا کہوں مرے پیارے | تو ہی چھاتی پہ مونگ دلتا ہے

واہ واہ تیری گرمئ آتش | پانی ہو ہو کے دل ابلتا ہے

دل کو دریاے غم میں مت ڈھونڈھو | کوئی ڈوبا بھی پھر اچھلتا ہے

آہ میں جانتا نہ تھا دل کو | دشمن جان بغل میں پلتا ہے

سوز شعروں کو تیرے سن کر آج | کوئی بھنتا ہے کوئی جلتا ہے

(۱۴۰)

کرنے[۲] کی نہیں فائدہ تدبیر کسی کی | پاؤں میں پڑی زلف کی زنجیر کسی کی

دل آپ ہے بیکار آتش میں کہوں کیا | اس امر میں ہرگز نہیں تقصیر کسی کی

گو آہ شرر بار ہو یا نالۂ جان سوز | ان سنگ دلوں کو نہیں تاثیر کسی کی

ہے دشمنئ دوست کا اب شکوۂ بے جا | کچھ سازش دوران نہیں جاگیر کسی کی

خاموش ہے غنچہ کی طرح سوز کی سدا کیوں | دیکھی ہے مگر صورت دل گیر کسی کی

(۱۴۱)

تجھ[۳] پاس اگر تیغ ہے یاں تیر دعا ہے | ہر سامنے کیا ہوں مری آنکھوں میں حیا ہے

میں تم سے نہیں بولتا دچلےہو بیٹھے | کیوں چٹکیاں لیتےہو مری رانوں میں کیا ہے

(۱-۲) ب ر ک

(۳) ر ک

(۱۳۲)

مدام[1] ہے دل کی آرزو یہ کہ تجھ گلی میں غبار ہو جی

کروڑوں ذرہ کے ذرہ ہوکر قدم پہ تیرے نثار ہو جی

سنا ہے ہم نے کہ بے تامل کرے ہے وہ قتل اپنے عاشق

تو اب تلک کیا کرے ہے اے دل چلو دہ اس سے دوچار ہو جی

ہوا ہے اب رام ہوے اے دل کرے ہے کوچے میں تیرے منزل

شکار کا شوق گر ہے تجھ کو تو وقت ہے اب سوار ہو جی

دہ ایک دم کی چمن میں فرصت دہ ہم صفیوں سے ہم کو الفت

صنم لگادے جو زخم تن پر شگفتہ ہوکر بہار ہو جی

بڑی بلا ہے یہ مرگ ، جیتا کوئی رہا ہے دہ کوئی جینے کا

جو عشق کی راہ میں مرے تو زمانے کا یادگار ہو جی

گئے جو کعبے تو کب ملا دل ہوے برہمن تو کیا محاصل

جو وار اپنے صنم کے ہو جی تو دونوں عالم سے پار ہو جی

پھرے ہے گل گشت کو چمن کے کہے ہے دل سرو اور سمن سے

جو شوق ایسا ہے سوز تجھ کو تو داغ کھالالہ زار ہو جی

(۱۳۳)

کہاں ہے تو مرے پیارے کہاں ہے
خدا کے واسطے بتلا جہاں ہے

میں چھنی ہے کے چھانا سب جہاں کو
ترا دنیا میں بار کیا مکاں ہے

ارے میاں ایک باری مکھ تو دکھلا
فلک پر ہے کہ زیر آسمان ہے

گیا مجلس میں تو یاروں سے بولا
دہ بولو اس سے یہ آتش زبان ہے

---

(۱) ب ر ک

(۲) ر ک ع

(۱۳۴)

یہ زلف ہے یا کوئی بلا ہے[۱]
دل قید میں جس نے کرلیا ہے

جینے کی نہیں امید ہم کو
کالے کا ڈسا کہیں جیا ہے

کرتے ہو عبث علاج یارو
یہ درد تو آپ ہی دوا ہے

تقصیر تو کچھ نہیں ہماری
کیون روٹھ رہے ہو آج کیا ہے

عاشق تو ہزار ہوں گے پیارے
لیکن کوئی سوز سا ملا ہے

(۱۳۵)

وہ[۲] بولا جسے تیری تصویر نظر آئی
یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

وہ نالے جو موم اکثر کرتے ہیں پہاڑوں کے
ان کی نہ ترے دل میں تاثیر نظر آئی

میں رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا
گرد رہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی

حلقے جو پڑے باہم ہے جائے گرفتاری
آنکھوں ہی کے لڑنے میں زنجیر نظر آئی

دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرو ہم کو
اس امر میں اپنی ہی تقصیر نظر آئی

کچھ اس کی نگہ کا اک میں ہی نہ مسخر ہوں
مجھ کو دو جہاں وان کی تسخیر نظر آئی

مستوں[۳] کے سخن ہم کو اے سوز بہت بھائے
واعظ کی تو باتوں میں تذویر نظر آئی

(۱۳۶)

دختر[۴] رز اب تو دُر ہوگئی
سوز سے مل کے شیر و شکر ہوگئی

عشق بتاں کا میں چھپاؤں کہاں
اب تو یہ عالم میں خبر ہوگئی

کھول دیا زلف کو جب شوخ نے
ایک جگہ شام و سحر ہوگئی

شاد رہیں یار ہمیں تجھ بغیر
ہر طرح اے یار بسر ہوگئی

(۱-۲) ر گ

(۳) کلیات سودا میں صفحہ ۱۳۸ پر یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-
"مستوں کا سخن ہم کو سودا یہ بہت بھایا"
اسی کے ساتھ سودا کی اسی طرح میں ایک اور غزل بھی موجود ہے -

(۴) ب ر گ

(١٢٧)

پڑا[١] رہنے دے ہم کو کنج میں اے مہرباں سن لے — مسافر ہیں نہیں کچھ یاں ہمارا آشیاں سن لے

رسائی تجھ تک تو ہو نہیں سکتی ہے کیا کیجئے — کبھی افسانہ خوانوں سے ہماری داستاں سن لے

یہ جتنے دوست کہلاتے ہیں سارے تیرے دشمن ہیں — میں تیرا دوست کہلاتا ہوں میرے مہرباں سن لے

یہ آنکھیں جن میں پتلی میری یوں دن رات رہتی ہے — سو تیرے غم سے رہتی ہیں یہ دائم خوں چکاں سن لے

سنے[٢] تو ہوں گے اپنی عمر میں لاکھوں ہی افسانے — کبھی اس کے بھی منہ سے تو ذرا غم کا بیاں سن لے

بہت کچھ گالیاں ہیں پر چھٹی ہے گو زباں تیری — تری استاد سے کہہ دوں گا سب اے بد زباں سن لے

بھلا اے دل یہ شوخی تو مچائی ہے بہت تو نے — مجھے ڈر ہے تری رندی مبادا یہ بیاں سن لے

گلوں نے بلبل نالہ یہ کیسے کان کھولے ہیں — کبھی تو بھی تو اپنے سوز کی آہ و فغاں سن لے

(١٢٨)

آمل[٣] تو ہم سے یار دل سے — بس دور کر اب غبار دل سے

محشر تک بھی رہے گی امید — جاوے گا نہ انتظار دل سے

بلبل کی طرح رہوں گا نالاں — عاشق ہوں ترا ہزار دل سے

دونوں کے کہے سے تو نے ہے ہے — کھویا آخر کو پیار دل سے

گو خلق نے آنکھ سے گرایا — لیکن تو تو نہ اترا دل سے

آخر[۴] میں ہوں تیرا بندہ — جاتا تھا جو وار وار دل سے

کل سوز کی کیا کہوں حقیقت — پڑھتا تھا یہ بار بار دل سے

تجھ پر اے عشق صبر میرا — کھویا تو نے قرار دل سے

یاں[۵] تک تو جلا کہ ہوگیا راکھ — تھا ورنہ میں شرمسار دل سے

---

(١) ب ر گ

(٢) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(٣) ب ر گ

(۴-۵) یہ شعر صرف ب میں ہیں -

(۱۴۹)

دوستی کا نباہ مشکل ہے | نہوں نبھتی ہے آہ مشکل ہے
کیوں بھٹکتا ہے دل نہ پاویگا | اس کے ملنے کی راہ مشکل ہے
سانس لینے سے جی نکلتا ہے | کیا کروں نالہ آہ مشکل ہے
ایسے قاتل کے رو برو اے دل | ہو نہ اب داد خواہ مشکل ہے
جان ایمان لے کے پھر جاوین | بے وفاؤں کی چاہ مشکل ہے
دیکھنا تیری طرف بھرکے نگاہ | اے مری بادشاہ مشکل ہے
پہلے سرد سے تو نام عشق کا لے | عشق کا سربراہ مشکل ہے
اب تو اے سوز کیا کہوں تجھ سے | بات کہنا بھی آہ مشکل ہے

(۱۵۰)

کیا[2] فائدہ یعقوب سے ہم ہوویں ندیدے | عاشق ہو زلیخا سا تو یوسف کو خریدے
جی لینے سے میرے تجھے حاصل ہے بھلا کچھ | ہاں واسطے مولاکے مری جان ابھی دے
محشر تلک تجھ سے نہ توڑوں کبھی الفت | ساقی جو مجھے ابر میں تو لال پری دے
دس بیس کئے قتل تو دم لے کے یہ بولا | آتے تھے مرے سامنے کیوں مرگ رسیدے
فریاد رس اے سوز جہاں میں نہیں کوئی | یہ داد مرے دل کی نبی دے یا علی دے

(۱۵۱)

نہ[3] عندلیب گرفتار کو قفس چھوٹے | نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوٹے
چمن میں کیسی مچاویں گے دھوم جاتے ہی | قفس سے ہم کو جو صیاد اس برس چھوٹے
عجب لپیٹ سے لپٹا ہے دل کو مار سیاہ | صنم کی زلف مرے دل کو کاش ڈس چھوٹے
میں ایک آن میں دکھلاؤں یہ طلسم جہان | جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوٹے
یہ کیا بہار ہے مت دیکھ سوز میں جانوں | صبا چمن میں اگر کوئی خار و خس چھوٹے

(۱-۲-۳) ب ر ک

(۱۵۲)

شمع کس واسطے دل اپنا جلا کہتی ہے[۱] پوچھو تو اب کوئی پروانے سے کیا کہتی ہے

ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا سکتا تو سہی غمزۂ شوخ سے ہر دم یہ ادا کہتی ہے

جان و ایمان دے اور بات نہ کچھ منہہ سے بول ہر گھڑی مجھ سے محبت یہی آ کہتی ہے

دسترس پانو تلک جب سے ہوئی ہے اس کو میں ترا لوہو پیوں گا یہ حنا کہتی ہے

دختر رز سے تو ہرگز نہ ملوں گا ساقی کیوں کہ وہ فاحشہ ہر ایک سے جا کہتی ہے

کتنی حسرت سے کیا چاک گریبان گل نے بلبلوں کچھ بھی تمہیں باد صبا کہتی ہے

مجھ کو درکار نہیں عشق میں جینا اتنا کیا کروں مرگ بھی اب مجھ کو ہوا کہتی ہے

ایسے قاتل سے خبردار نہ کہیو کچھ بات سوز جانے بھی دے اب تیری بلا کہتی ہے

(۱۵۳)

محبت نہیں چھوٹتی آہ دل سے[۲] بھلا کیا کروں میرے اللہ دل سے

اگر جسم سب بہہ کے ہو جائے دریا نہ جاوے گی تو بھی تری چاہ دل سے

ذرا چونچ اپنی تو کر بند ناصح تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے

نہ لیوے کبھو نام دیر و حرم کا اگر ہووے یہ طالب آہ دل سے

نہ کعبہ کو دیکھا نہ بت خانہ ہم نے بھلا میں کدھر جاؤں گمراہ دل سے

تجھے مجھ سے ہرگز نہ ہووے گی الفت میں چاہوں تجھے جان سے خواہ دل سے

نہ کر اس قدر ظلم اے سوز مجھ پر میں عاشق ہوں تیرا میاں واہ دل سے

(۱۵۴)

چمن سے پھر صبا نے بوئے گل صحرا میں جھمکائی[۳] مبارک باد دو اب عندلیبوں کو بہار آئی

جلاتا تھا خدا کا نام لے مردوں کو جب عیسی صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

---

(۱) ر گ

(۲) ب ر گ

(۳) ر گ

(۱۵۵)

بس[1] تو اب دل کی ہوس جانے دے
چھوڑ مت مجھ کو قفس جانے دے

کارواں دور گیا اب تو نکل
شور مت کر اے جرس جانے دے

ماہ و خورشید کھڑے ہیں در پر
ان کو پیشانی بھی گھس جانے دے

شیخ مت لڑ تو مسلمانی پر
ہم ہیں کافر سہی بس جانے دے

ہر گھڑی باغ میں مت آ گل چیں
ایک دم غنچوں کو ہنس جانے دے

پیچ کھا جائے گی زلفوں کی طرح
تو کمر اپنی نہ کس جانے دے

لخت دل اتنی شتابی کیا ہے
اشک کو تک تو برس جانے دے

سوز کیا شمع ہے کیا پروانہ
آگ میں دل کو جھلس جانے دے

(۱۵۶)

اگر[2] خضر ایک باری آن کر تیری گلی دیکھے
میں جی بازی لگاتا ہوں جو وہ یک آن ہی دیکھے

جگر سے آہ کو کس واسطے باہر نہیں کرتا
مبادا تیری صورت نقش باندھے اور کوئی دیکھے

قیامت تک زمیں سے گل نہ نکلیں خندہ رو باہر
اگر باد صبا تیرا تبسم یا ہنسی دیکھے

شرابیں تو بہت پیتا ہے شیرازی و تاتاری
کوئی کہیو میاں سے خون دل میرا بھی پی دیکھے

خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے
تلے کردیدے اپنے ناصح مردود جی دیکھے

خدا ہی کی قسم ہے دھجیاں کر کر اڑادوں گا
بھلا ناصح سے یہ کہہ دے گریباں اپنا سی دیکھے

یقیں تو جانیو عاشق کا چہرہ زرد ہوتا ہے
صبا تو سوز سے کہیو کہ پیارے آرسی دیکھے

(۱۵۷)

ساتھ[3] پھرتے ہیں میرے سارے
میری تقصیر کیا کہو پیارے

تونے مجھ کو فراق کے سونپا
یعنی یہ پیس پیس کر مارے

---

(۱) ر ک
(۲) ب ر ک
(۳) ر ک

(۱۵۸)

[1]تری طرف تو یہ دل ، پھر نظر نہ دیکھ سکے
جدھر ہو مہر توکوئی ادھر نہ دیکھ سکے

ابھی تو گل سے ہم آغوش ہیں ہزاروں خار
وہ کس طرح مجھے بے بال و پر نہ دیکھ سکے

دکھاؤں داغ جو لاکر کو اپنے سینہ سے
قسم خدا کی وہ میرا جگر نہ دیکھ سکے

سر اشک آنکھ سے نکلے ولے ہوئے پامال
یہ طفل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے

یہ سنگ دل ہے تو ہی جو خوشی سے ہنستا ہے
وگرنہ سوز کو یوں خون میں تر نہ دیکھ سکے

(۱۵۹)

[2]تری گلی میں جو یہ خاکسار رہتا ہے
تو دل میں تیری ہمیشہ غبار رہتا ہے

کسی کے دل کو پھنسا اور کسی کے دل کو رلا
صبا کا روز یہی کاروبار رہتا ہے

گلوں کو دیکھ کے اتنا ہوا مجھے معلوم
تلے زمین کے کوئی دل فگار رہتا ہے

خدا کرے کوئی مژدہ دے قتل کا آکر
مجھے ہمیشہ یہی انتظار رہتا ہے

کہاں سے صورت سوز اب تجھے نظر آوے
تری تو آنکھوں میں ہر دم خمار رہتا ہے

(۱۶۰)

[3]ناصح جفائے عشق اگر میں سہی سہی
تونے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی

دریائے عشق کیا میں بتاؤں کہ جس کے بیچ
کشتی بھری ہے عقل کی میری بہی بہی

یہ دل نہ کھول زلف سے پیارے خدا کو مان
لاکھوں گرہ جہاں میں ہیں تو بھی رہی رہی

بگڑی ہے تیری بات کو ہر ایک دم رقیب
ہم نے کبھی کہو تری ذرہ کسی کسی

چہرے کو تیرے سوز تو سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہیں اس کو گو کہ فعل سب مہی مہی

(۱-۲-۳) ر گ

(۱۶۱)

دل[1] تو کیوں اس سے اب چھپاتا ہے   پر تقاضہ ہی اس کو بھاتا ہے

میں نے اس کو کہا سنا یارو   بات کرتا ہوں مجھہ چڑاتا ہے

ایک دن مار ڈال جھگڑا کیا   روز کیا مجھ کو آزماتا ہے

واہ واہ واہ واہ الہی خیر   کیوں چھری کھینچ کھینچ آتا ہے

اپنے ہم سر پہ کھینچو تو جانوں   سوز پر تم کو طیش آتا ہے

(۱۶۲)

نہ[2] میں جہان میں رہوں تیری آرزو یہ ہے   نباہ مجھ سے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے

رفو ہوا جو گریبان مرا تو کیا حاصل   جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

طلب کرو ہو دل ، اس مجھہ پہ گالیاں دے دے   وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے

یہ چشم غم تو دم سرد کو مری مت دیکھ   سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے

میں کہتہ رہا کہ تو اس شوخ سے نہ مل ایکھ[1] دل   شریر یہ ہے اثر یہ ہے جنگجو یہ ہے

غرض نہ ہم سے ہے اس کو نہ غیر سے مطلب   ملے ہے گرم جو ہر ایک سے اس کی خو یہ ہے

عجب نصیب لے اترا ہے آئینہ اے یار   کہ اس کو جب کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے

ذرا[3] تو ہم کو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر   قسم ہے تیری ہی، اپنی تو آرزو یہ ہے

ہمیشہ[4] یار کے پیچھے لگا پھرے ہے سوز   جو وہ ہے خانہ بہ خانہ تو کو بکو یہ ہے

---

(۱) ب ، ر ، ک

(۲) ر ، ک

(۳) یہ شعر کلیات سودا سے لیا گیا ہے -

(۴) یہ غزل کلیات سودا میں صفحہ ۱۵۱ پر سودا کے تخلص سے درج ہے :-
" یہ اپنے یار کے پیچھے لگا پھرے سودا "

(۱۶۳)

دل[1] کے لینے سے خوشی ہے لیجئے یون بھی سہی — بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجئے یون بھی سہی

مار بیٹھے جھٹ سے تو مین نے تمہارا کیا کیا — جی مین آوے کوئی گالی دیجئے یون بھی سہی

مے سے تم تائب تو ہو لیکن خدا کے واسطے — اک پیالہ میری خاطر پیجئے یون بھی سہی

گالیان دینے کو اچھے ہو بچارے سوز کو — پہ نہ آیا ایک بوسہ دیجئے یون بھی سہی

(۱۶۴)

نے[2] چین ہے اب دل کو نے صبر و شکیبائی لٹتا ہے یہ ملک دل کیا عشق کی فوج آئی

یارون سے وہ سرگرمی دن رات بہر صورت — ہم کو تو کبھی اپنی صورت بھی نہ دکھلائی

جاتے ہین تری کوسے کا ہے کو چڑاتا ہے — جو پوچھ کے بیٹھے تھے سو بات نہ بن آئی

جانے کو ابھی جائین پر ایک یہ خطرہ ہے — کوئی نہ کہے پیچھے سفلہ تھا یہ ہر جائی

اے سوز تری اشعار ہین ابلہ فریب اور بس — ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمائی

(۱۶۵)

پاس[3] رہ کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے — مجھ کو سب مشکل ہے پیارے تجھ کو سب آسان ہے

اے مری بدمست مت کر تو غزالون کا شکار — لے نہ میری دل کو چکھ یہ اور ہی بریان ہے

کیا دعا دیتے ہوں میان جیتے رہو جیتے رہو — زندگانی تو نہین انگریز کا زندان ہے

ایک بوسہ مچ مچا کر بیچ سے ہونٹون کے دے — پھر اگر دل تجھ سے مانگون جان بھی نادان ہے

جس کی طینت مین دغا ہے آپ ہوتا ہے خراب — خوشۂ گندم کو دیکھو کب سے دانہ دان ہے

آہ کچھ چبھتا ہے اٹھتے بیٹھتے سینہ کے بیچ — چیر کے دیکھو تو یہ الماس کا پیکان ہے

میری سمجھانے کو آیا ہے بغل مین لے کتاب — ناک مین لایا ہے دم ناصح کوئی شیطان ہے

سوز کا کککک رتبہ کہان پہنچا ہے جو تیری رضا — لوگ یون کہتے ہین اب تو صاحب دیوان ہے

---

(۱) ر ک

(۲) ع ک

(۳) ر ک

(۱۶۶)

کہان دل ہے کہان ایمان کجا وہ صبر و طاقت ہے

اجل کی یاد ہے اے ہمدرد یا اندوہ فرقت ہے

نکل اے جان گر تیری ذرا بھی دل مین قوت ہے

صدم آتا ہے استقبال کو یہ وقت فرصت ہے

وہان لاکر قضا نے مجھ کو پھینکا ہے کہ مت پوچھو

فراق دوستان ہے یا جدائی کی مصیبت ہے

نہ ہو گر دولت دنیا تو کب پر واہ ہے واللہ

تمہاری یاد صاحب دو جہان کی ہم کو دولت ہے

بیان ہرگز کیاجاتا نہین جو دل پہ گذری ہے

تمہاری وہ نہ شفقت ہے نہ یارون کی سی صحبت ہے

جہان بیٹھا سرکنا اس جگہ سے کس کو کہتے ہین

سو یہ بھی ناتوانی حضرت دل کی بدولت ہے

مین تم سے پوچھتا ہون سوز کیا تیری مصیبون مین

یہی ہر آن کا جلنا یہی ہردم کی رقت ہے

(۱۶۷)

نہ ملیے ہم سے ولے جی سے مہربان رہئیے — خوشی سے رہیے مرے مہربان جہان رہئیے

نہ شہر مین اسے آرام ہے نہ صحرا مین — دل حزین کے ہاتھون بھلا کہان رہیئے

ستم پناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھ — جو باوفا ہو اسی سے یون بدگمان رہیے

خداکے واسطے اک تیغ اور جڑ قاتل — کہان تلک تری دھڑکے سے نیم جان رہیئے

ستانہ سوز زمانہ تو نا توان ہین ہے — جو ہو غرور کی خواہش تو ناتوان رہیئے

(۱-۲) یہ غزلین صرف ع مین ہین -

(۱۶۸)

نہ[۱] رہے گا کوئی جہان میں جو اسی طرح کا ستم رہے
تری خوف سے مرے طفل اشک جو نکلے ہیں وہیں جم رہے
رہا کوہ کن تو پہاڑ میں، بسا قیس دشت اجاڑ میں
ترے در سے میں نہ ٹلوں کبھی جو یونہی خدا کا کرم رہے
چلو جاؤ صبر و شکیب اب نہ ہی دل رہے نہ رہے کرب
اگر آویں اپنے یہ جان بلب یہی جان لیجوکہ ہم رہے
بوس ایک اور بھی کر ستم جو ہے حسن کا ترے دم قدم
ذرا منہہ پہ خط کو تو آنے دے نہ جفا رہے نہ یہ غم رہے
یہی اس سے کہیو تو قاصدا دل بے خبر تجھے کیا ہوا
تو کبھی نہ پہلو سے نکلا تھا گئے ایسے جو وہیں جم رہے

(۱۶۹)

اُچکا[۲] لے گیا دل کس سماجت اور منت سے — وہ میرا میرزا دل جو پلا تھا نازو نعمت سے
یہاں اب عاشق و معشوق کہلاتے ہیں اس ڈھبکے — نہ یہ واقف محبت سے نہ وہ آگاہ الفت سے
مجھے محفل سے اپنی تونے اٹھوایا ولے سن لے — مروت دستگاہا دور تھا تیری مروت سے
تری قدرت کے میں قربان ہوں کیسا تو قادر ہے — کہ غم کو مار ڈالا سوز نے تیری حمایت سے

(۱۷۰)

اے[۳] موجد طرح بے وفائی — کیوں گھٹ گئی تو نے آشنائی
یارب سر و تن جدا ہو اس کا — جس نے سکھلائی ہے جدائی
دل لے لے کر اچار ڈالا — سیکھی ہے یہ کس سے دلربائی
وہ چال چلو کہ بعد مردن — رہ جائے جہان میں بھلائی

یہ غزلیں صرف ع میں ہیں ۔
(۱-۲-۳)

(۱۷۱)

تو[۱] نے جو کچھ کہ دل میں ٹھانا ہے
سو تو ہم نے کبھی کا جانا ہے

پاس سے دل کے دور ہوئے غم
اس کو مت چھیڑیو بے گانہ ہے

روتے روتے ہی گذری ساری عمر
کیوں میں کیا یونہی گھلانا ہے

کیا نصیحت کسی کی مانے یہ
ہاں جی ایسا ہی دل دوانہ ہے

سوز کو بس جس طرح چاہے
اب تو تو نے فریب جانا ہے

(۱۷۲)

اٹھ[۲] گئے آخر جہاں سے قیس بھی فرہاد بھی
ان دوانوں کو نہیں کرتا ہے کوئی یاد بھی

اس ستمگر نے نہ اپنا ہاتھ اٹھایا جور سے
کرچکا سو سو طرح میں داد بھی فریاد بھی

کوئی بوسہ کوئی مکی، کوئی گالی کوئی لات
ظلم تو کرتے ہیں پر کرتے ہیں کچھ امداد بھی

بے گنہ، بے جرم، بے تقصیر لاکھوں ہی موئے
بھاگتے ہیں تجھ سے قاتل کیوں اب جلاد بھی

جو نہ ڈرتا تھا کسی سے گو کہ ہو جلاد وقت
بھاگتا ہے اب تو تجھ سے سوز سا استاد بھی

(۱۷۳)

ننگ[۳] اب سمجھے ملاقات مری
مفت ضائع ہوئی اوقات مری

گالیاں چاہیے جتنی دیجئے
کم نہ ہوجائے گی کچھ ذات مری

کل جو نہی سوز کو روتے دیکھا
بن گئے، دور سے کی گھات مری

اس کی خدمت میں ادب سے میں نے
عرض کی دیکھی کرامات مری

ہم نہ کہتے تھے کہ دل آپ نہ دیں
بندگی قبلۂ حاجات مری

(۱-۲-۳) یہ غزلیں صرف ع میں ہیں ـ

(۱۷۴)

کہتے ہیں دل میں یار بستا ہے[۱]
دیکھنے کو تو دل ترستا ہے

کوئی رہبر ہو مجھ کو بتلا دے
کون سا اس نگر کا رستا ہے

عشق ہے تجھ کو شعلۂ ہجران
ہائے میرا جگر بھلستا ہے

دل کا تو نے کباب مانگا تھا
کل سے یوں ہی پڑا ابستا ہے

ایک بوسہ یہ بیچتے ہیں لو
جانی اس مول کو تو سستا ہے

آستاں پرتو پڑھ رہے ہیں نماز
کون آ آجبین گھستا ہے

یار آنکھیں تو پونچھ لوں بیٹھو
ابھی مت جائیو برستا ہے

کیا یہاں خاکسار سب ہیں گئے
ہر قدم میرا پانو دھستا ہے

منہہ چڑاتا ہے آپ ہی آپ کوڑا
ابھی پھر کھلکھلا کے ہنستا ہے

سوز کا سر تو ہے ہتھیلی پر
کس کی خاطر کمر تو کستا ہے

(۱۷۵)

پھوٹے وہ آنکھ جس میں نہ ذرہ بھی نم رہے[۲]
دل جل بجھے وہ جس کے نہ ہم سایہ غم رہے

کہ ہمرہاں قافلہ سے کہدے اے صبا
ایسے ہی گر قدم ہیں تمہارے تو ہم رہے

قسمت حرم کو لے چلی اب یاں سے باندھ ہیر
شاکر رہیں گے دوست سے تا دم میں دم رہے

غم سے ہوتی ہے کارروائی یہ دل کی بند
حلقے ہوے اب اشک پھر آنکھوں میں تھم رہے

رکھ سر کو اپنے شمع کی مانند زیر تیغ
عاشق تراوہی ہے جو ثابت قدم رہے

مفلس ہمیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں ہم
خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے

اے سوز کیا طلسم زمانے کا اعتبار[۳]
نے جام ہی رہے ہے جہاں میں نہ جم رہے

---

(۱) یہ غزل صرف ع ک میں ہے

(۲) ر ک

(۳) یہ شعر کلیات سودا صفحہ ۱۵۳ پر مزید ہے - کلیات سودا میں یہ غزل سودا کے تخلص کے ساتھ درج ہے :-

" سودا ہے کیا طلسم زمانہ کا اعتبار "

(۱۷۶)

یون[۱] پوچھتا کہ سچ ہے ؟ فلانے کو عشق ہے؟ | صدقے مین جان بوجھ بھلانے کو عشق ہے

رو دیتا جون ہی دیکھتا عاشق کو بے قرار | اے آفرین ہے تیرے بہانے کو عشق ہے

کہتا بھی تو یہ کہتا کہ چل بے وفا ہے تو | عیار تیری بات بتانے کو عشق ہے

گاہے دو چار ہوتا تو جدھر ہی کھنچتا | کہتا کہ یون ہی میرے ستانے کو عشق ہے

اب آ تو دیکھ سامنے تلوار کے بھلا | مین بھی تو جانون ہان کہ فلانےکو عشق ہے

دل خانۂ خدا ہے ، خدا لاشریک ہے | پر اس سے مین تیرے سوز سمانے کو عشق ہے

(۱۶۷)

بھلی[۲] یک بار ساقی نے مے وحدت پلائی ہے | ہر اک بندے کے دل مین اب تو دعوی خدائی ہے

کوئی کہتا ہے یہ ارض و سما مین نے کیا پیدا | کوئی کہتا ہے ساری خلق مین نے ہی بنائی ہے

کوئی کہتا ہے یہ قصر فلک مین نے کیا پیدا | کوئی کہتا ہے یہ گنگا تو میری ہی کھدائی ہے

کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ مین ہے موت عالم کی | کوئی کہتا ہے مین دیتا ہون جو رزق سماوی ہے

حقیقت گو مگو ہے سوز بھارے بوجھ کر چپ رہ | جدھر دیکھا خدا ہے اور جدھر دیکھا خدائی ہے

(۱۷۸)

مقابل[۳] مت کرو شوخی مرے آہو کی آہو سے | کیا دم کرتا ہے اپنے پیرھن مین عشق کی بوسے

مین تیری بے قراری سے بہت بیچین ہون اے دل | گلی مین اس کی کر فریاد در ہو میرے پہلو سے

دل گم گشتہ تجھ کو کس طرف ڈھونڈھون کہ مرجاؤن | نہ طاقت میرے پاؤن مین نہ قاصد ہے نہ جاسوسے

بھلا صاحب کبھی تو پھر بھی تم آؤ گے اکتا کر | جو کچھ ہونا ہے سو ہوگا نکل جا اپنے قابو سے

کبھی تو بات کوئی بولو اس دل سوز سے اپنے | یون ہی جاوے مگر اپنا سامنھ لے کر تری کو سے

(۱-۲-۳) رک

(۱۷۹)

ترا غم مرے دل میں معمور ہے
چھپی کب ہے یہ بات مشہور ہے

میاں تجھ سے کچھ زور چلتا نہیں
زمیں سخت اور آسمان دور ہے

خوشی سے نہ جینا ملے نہ موت
الٰہی ہمیں کچھ بھی مقدور ہے

تری یاد میں ڈر کے مارے صنم
کروں کس طرح گرچہ دستور ہے

مبادا تصور کو پہنچے الم
ترے غم سے میرا یہ دل چور ہے

ملا آج شاید اسی سوخ سے
تبھی منھہ پر اس سوز کے نور ہے

(۱۸۰)

مرے[2] دل کو داغوں نے گلشن کیا ہے
ترے غم نے آ اس میں مسکن کیا ہے

صنم پوجنے والو اب مجھ کو پوجو
مجھے بت نے اپنا برہمن کیا ہے

ترا شکوہ جو منھہ سے نکلے ہے میرے
مرے دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے

اسے پاس اپنے نہ رکھ پھیر دے
کہ اس نے ترا راز روشن کیا ہے

نہ یہ ہے فرنگی ، نہ ہندو، نہ روسی
یہ بہروپ نے اور ابن کیا ہے

لگا ہی لیا ایسے وحشی کو آخر
میاں سوز تم نے بڑا فن کیا ہے

(۱۸۱)

خبر[3] لو مے کدہ میں کون سا مستانہ روتا ہے
کہ شیشہ قہقہہ مارے ہے اور پیمانہ روتا ہے

غلط ہے یہ کہ غم کھاتے نہیں معشوق عاشق کا
بھلا دیکھو تو یارو شمع یا پروانہ روتا ہے

گلی میں یار کی رونے کی جب آواز آتی ہے
جو جا دیکھا تو اپنا ہی دل دیوانہ روتا ہے

کہاں ہے وہ شرابی جو کہ خم خانے لنڈھاتا ہے
کہ اس کی یاد میں اے دوستو خم خانہ روتا ہے

عجب احوال ہے گا ان دنوں میں سوز کا ہے ہے
کہ اس کو دیکھ کر اپنا تو کیا بیگانہ روتا ہے

---

(۱) ب ر ع ک - ب میں مطلع اس طرح ہے :-
تری یاد اب دل میں معمور ہے
مرا عشق عالم میں مشہور ہے

(۲) ب ر ع ک

(۳) ر ع ک

(١٨٢)

نہیں[١] ہے میاں دل اپنے گھر نہیں ہے — میں کہتا ہوں تجھے باور نہیں ہے

وہی تھا ایک! تیرے ہاتھ بچا — دلوں کا سوز سودا کر نہیں ہے

یہ دیکھو آبرو آتے ہیں یارب — جسے دستار بھی سر پر نہیں ہے

اسے پوچھو تو پھرتا ہے کہاں تو — مگر تیری کہیں گھر وو نہیں ہے

تو اس حالت میں جاوے عرش تک بھی — اری دل تجھ کو بال و پر نہیں ہے

وگرنہ ایک آفت ہے پرانی — یہاں تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے

مجھے سمجھے میں تو چاہے تو موجے — غلط سمجھا ہے میرا گھر نہیں ہے

مرا گھر عرش سے بھی کچھ پرے ہے — دکھادوں گر تجھے باور نہیں ہے

چکھا دیتا تجھے اس کا مزا بھی — تو کہتا ہے کہ خوش جوہر نہیں ہے

یہ سن سن کر لگا کہنے کہ چپ سوز — کروں کیا پاس یاں جمدھر نہیں ہے

(١٨٣)

لڑکپن[٢] کا خدا نے بھی عجب عالم بنایا ہے — کہ اس صورت کو اپنی ساری چھل بل میں چھپایا ہے

یہ مکتب خانہ کہتے ہیں جسے شیطان خانہ ہے — یہاں ہرایک لونڈا فتنۂ عالم بنایا ہے

ادھر دیکھو یہ آتا ہے محلہ دار کا لونڈا — کہ اپنی اچھی بچھی شکل کو کیا بنایا ہے

چڑاتا ہے مرافعہ میں نے کس کو کچھ کہا یارو — اسے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسمایا ہے

اے جابھی کہیں جاخیر سلاسے کہیں دور ہو — بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آیا ہے

میں کہہ دیتا ہوں بوبک سے میاں جی پھر یہ مت کہوں — بس اتنی شیخی میں رونے کا تونے منہ بنایا ہے

میاں جی تم جمالی مجھ سے لو اور اس کو چھٹی دو — یہ پھر جاتا کہاں ہے اب تو اس نے سر اٹھایا ہے

چڑا تو منہ چڑا پر سوز کے قابو میں جب آیا — تجھے معلوم ہوگا کیا کسی کا منہ چڑایا ہے

(١-٢) ب ر م ک

(۱۸۴)

ان[1] بتوں کی بھگی خوب الفت ہے
قہر ہے ظلم ہے قیامت ہے

رو برو تیرے آرے آئینہ
جان واللہ مجھ کو حیرت ہے

ہر گھڑی مجھ کو مت ستا اے عشق
تیری یہ کیا زبوں حالت ہے

اور کیا اڑ گئے ہیں دنیا سے
جو مجھی سے تجھے عداوت ہے

آہ تیرے قدم کی برکت سے
کیا کہوں دل کی کیا حقیقت ہے

نیند اور بھوک تو گئی ساری
ایک دم ہے سو بے حلاوت ہے

چین دے چین دے ذرا ظالم
عشق ہے تو کاہ کا یا ملامت ہے

تیرے در سے مدان بچتا[3] ہے
سوز جاتا ہے کیوں جی‌رخصت ہے

(۱۸۵)

ہاں[4] میں جان کیا کہوں تجھ سے
تیرے[5] قربان کیا کہوں تجھ سے

مثل پیکان دل میں کھٹکے ہے
تیرا ارمان کیاکہوں تجھ سے

مجھ سے کہتے ہو کس کا عاشق ہے
تو نہیں نادان کیاکہوں تجھ سے

اب اسے تو غلام کرلے اور
میرے سلطان کیا کہوں تجھ سے

خاک کا سا جو ڈھیر در پر ہے
تو ھی پہچان کیا کہوں تجھ سے

---

(۱) ب ر ع ک
(۲) ر ع بھی جو الفت ہے -
(۳) ر ع اٹھا کر
(۴) ب ر ع ک
(۵) ع دل کا ارمان کیا کہوں تجھ سے

(۱۸۶)

اور[1] رات کو اٹھ کے جانے والے — مکھڑا اپنا مجھے دکھالے

کیا قد کا رہا ہے چشم بد دور — آقد سے قد تو ٹک ہٹا لے

میاں پاس کھڑا ہو خوف مت کر — مونڈھا مونڈھا ذرا بھڑا لے

قد میں تو ہمیں بلند نکلے — سینہ سینے سے بھی لگالے

چوڑائی ہماری ہی رہی ہاں — لے جیب سے جیب تو لڑالے

دیکھی نہ زبان درازی میری — جل کھا گیا تو نہ بھولے بھالے

مت مانیو پھر کہا کسی کا — گھر جا اللہ کے حوالے

(۱۸۷)

روز[2] ازل سے سوز تمہارا غلام ہے — مشرب میں اس کے غیر کا ملنا حرام ہے

کہتے ہیں لوگ سوز بڑا پارسا ہے یاں — رمضان کے دنوں میں یہ شرب مدام ہے

مقصود اس کو بھوننا اتنا کہ راکھ ہو — اچھے دل برشتہ کو کہتا ہے خام ہے

ٹھوکر میں جس کی زیر زمیں والے جی اٹھے — نام مسیح آج ترے پائے نام ہے

مارا پڑا ہے سوز کہ جاتے ہیں دوڑے لوگ — کوچے میں آج اس کے بڑی دھوم دھام ہے

(۱۸۸)

کیا[3] کیا ہے چاہ دل میں آئے تھے جب عدم سے — کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے

محفل تری مبارک ہو تیرے دوستوں کو — تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر — واقف ہے عقل تیری اوندھا ہے تو جنم سے

احمق ہیں وہ جو بھولے ہیں تیری کج روی پر — ٹک اس طرف نظر کر یہ بات اور ہم سے

مینا و ساغر مے ساقی و مطرب و نے — یہ ساری خوبیاں ہیں یاں سوز کے قدم سے

(۱-۲-۳) ب ر م ک

(۱۸۹)

وہ[1] شوخ جو ہم سے یار ہووے — تب دیکھئے کیا بہار ہووے

مے ہی کے اسی کی دوستی کی ، — کس کا قدم استوار ہووے

ساقی دے بھر کے جام دل کو — ایسا نہ کوئی ہوشیار ہووے

پورا تو کھینچ کر لگا تیر — جو دل سے وار پار ہووے

بلبل نے لگادی آگ گل کو — عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے

میرے گل رو کو اس نے دیکھا — اب کاہے کو گل کا یار ہووے

آتی[2] ہے ہوا اڑی چمن سے — تا سوز کی وار پار ہووے

(۱۹۰)

شوخ[3] نا مہربان کے صدقے — صدقے اس نوجوان کے صدقے

آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے — اے میں اس کی ہرآن کے صدقے

مجھ کو کہنے خدا کرے مرجائے — تیری میٹھی زبان کے صدقے

لے سو الا الہ الاالہ — ہوگئے میں تیری جان کے صدقے

بات ہے یا کہ پھول جھڑتے ہیں — یار غنچہ دہان کے صدقے

سوز تو جی ہزار سال تلک — تیرے لطف بیان کے صدقے

شعلہ[4] خو شوخ سوز کیا بھڑکا — سوز آتش زبان کے صدقے

(۱۹۱)

ہماری[5] چشم نے یاں تک تو خون فشانی کی — کہ روح تھی نئے سر سے پھر دوانی کی

نکل سکی نہ مری آہ تا بلب جا کر — سسکتی رہ گئی ، اے تیری ناتوانی کی

گئے تھے آج جنازے کے ساتھ سوز کے تم — بھلا عزیزو بڑی تم نے مہربانی کی

---

(۱) ب ر ع گ

(۲) ب آتی ہے اڑی ہوئی چمن سے

(۳) ب ر ع گ

(۴) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۵) ر ع گ

(۱۹۲)

الٰہی[۱] خیر کہجو عشق پھر آنکھیں لڑاتا ہے
چلو بھاگو شکیب و صبر وہ ایدھر کو آتا ہے

نہ بھائی عشق تم اپنا قدم رنجہ فرماؤ
تمہاری کیا گرہ کا جائے گا یاں جان جاتا ہے

ابھی تشریف لائے ہی نہیں غم آگے بھجوایا
یہ غم جاسوس یا چلوب کش ہے کیا کہاتا ہے

میاں غم میرزا غم میر صاحب غم ادھر دیکھو
محبت تو محبت ہے یہ میری جان کھاتا ہے

میں برق غمزۂ قاتل سے ابرتر ڈرا کس دن
تو ابھی اوڑھنی جھمکا کے کیوں مجھ کو ڈراتا ہے

غزل اس بحر میں اک اور بھی کہہ ڈال سنتا ہے
تو آخر بیٹھے بیٹھے سوز اپنے دن گنواتا ہے

(۱۹۳)

اسی[۲] کو عشق کہتے ہیں جو یوں ہردم ستاتا ہے
تصدق عشق کے کس کس مزے سے جان کھاتا ہے

اسی کو کیا یہ بے چون و چگون کہتا ہے سب عالم
بھلا سچ کہہ تو بھی یہ صورتیں اپنی دکھاتا ہے

یہی بیچیں دل رہنے لگا خواب و خورش بھاگی
رویا بیٹھا، جلا بھلسا، سو وہ عاشق کہاتا ہے

الٰہی خیر، ناصح بہت بکنے آگے ہی دوڑا
کوئی دل دے نہ دے اس کا کلیجہ منہہ کو آتا ہے

بہت بے فائدہ کیا کام بابا گھر کو اپنے جا
نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے

میں عاشق ہوں تو اپنے آپ کو ہوں تجھ کو کیا بابا
جلا تو دل مرا کس واسطے تو دل جلاتا ہے

میں جانوں اور میرا عشق تجھ کو کیا پڑی در ہو
وہ مجھ کو بھونتا ہے خواہ وہ تکے لگاتا ہے

تو قدر سوز کیا جانے کسی کا جاکے عاشق ہو
پھر اس کے بعد دیکھوں کس طرح باتیں بناتا ہے

سدھارو میر صلا سے یہیں دم داب کر بھاگو
وگرنہ کوئی دم کو سوز سونٹا لے کے آتا ہے

جو تو ہے پارسا تو آپ کو ہے ہم کو کیا حاصل
اسی پردے میں اپنی پارسائی تو جتاتا ہے

ارے میاں جانے والے ٹک خدا لگتی تو کہہ دینا
کہ غافل سوز تیرے در سے اب بستر اٹھاتا ہے

(۱۹۴)

بچ[۳] تو کیا ہے یہ دل اس زلف عنبریں سے
پرکاٹیے ہے کلیجہ اس چشم سرمگیں سے

بچ جائے دل تو بچ جائے شاید کہ اب کی باری
پر کوئی کب بچا ہے اس شوخ کے کمیں سے

مژگاں نے میرے آنسو پونچھے کہاں سے صاحب
بہتا ہے خون ہردم اس زخم دل نشیں سے

ہے مورد ترحم یہ سن لو سوز صاحب
ہاں اس کا ڈھونڈھ لاؤ محبوب ہر کہیں سے

(۱-۲-۳) ب ر ع گ

(۱۹۵)

مجھ کو کیا کام جو آتش سے نگر جلتا ہے[۱] | آتش عشق سے اب میرا جگر جلتا ہے

دل ہے کچھ اور نہیں جس کی نہ کیجئے پرواہ | آشنائی سے مری جان ، کہ گھر جلتا ہے

نامہ پر اڑ کے اگر پہنچے تو پہنچے ورنہ | اس کے کوچے میں فرشتہ کا بھی پر جلتا ہے

میری خورشید کے خورشید مقابل کیا ہو | اس کے دیکھے سے سو دور نظر جلتا ہے

اثر نالہ جو ہو وے تو اچھنبا کیا ہے | گرمئ آہ سے نالے کا اثر جلتا ہے

میرے دل کو نہ کوئی دیجیو نسبت بہ کباب | یہ جگر سوختہ ہر شام و سحر جلتا ہے

اول عشق میں انگشت نما مجھ کو کیا | آہ سمجھے نہ کہ نو خیز شجر جلتا ہے

میں کہا تھا کہ صبا اس سے تو کہیو پیغام | سوز ہر روز بہ انداز دگر جلتا ہے

اس سے کم بخت نے جوں جا کے کہا بول اٹھا | میری پاپوش سے جلنے دے اگر جلتا ہے

(۱۹۶)

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی[۲] | جو رضا تیری مری اللہ جی

جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو | کیا کروں تعریف اس کی واہ جی

تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان | گو موا میں بھی تری ہمراہ جی

رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے | آنکھ اٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی

تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب | کون ہے تو بندۂ درگاہ جی

ایک بوسہ کی گدائی تم سے کی | پر نہ بولے لیتے جاؤ شاہ جی

کیوں قسم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو | سوز کو چھوڑو گے تم تو واہ جی

(۱-۲)ب ر ک

(١٩٣)

[1] گر پوچھی غم ہے تو سن لیجو کہ ہم مرجائیں گے — پر میاں غم دیکھئے اس کو سے کس گھر جائیں گے

[2] طفل اشکوں سے بہت رکھتا تھا میں چشم امید — یہ نہ جانا تھا کہ یوں مجھ کو رلا کر جائیں گے

صبر و طاقت کو میں سمجھا تھا کہ ہیں اپنے رفیق — یہ نہ تھی امید خود دامن چھڑا کر جائیں گے

دل جگر کو میں کلیجہ سے بھی رکھتا تھا عزیز — پر نہ تھا خاطر میں یہ ایسے جفا کر جائیں گے

یہ حواس خمسہ جن کے زور سے انسان ہیں — کب یہ خطرہ تھا کہ پنجہ آزما کر جائیں گے

میں یہ کہتا تھا کہ ہیں دل کے رفیق درد و سوز — کیا توقع تھی کہ کونہ میں بٹھا کر جائیں گے

(١٩٨)

[3] شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے — گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے

مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بیوفا چل بھاگ جا — بے وفا اپنے تئیں سن سن بھڑک جانے لگے

بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس خوغا نہ کر — اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے

یا ہمارے کہنے پر ہردم اٹھاتے تھے جرہب — یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکریں کھانے لگے

میری غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مکر ہیں — کیوں کسی کے سامنے اب آپ غش کھانے لگے

یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر — یا کسی کے تیر مژگاں آپ تم کھانے لگے

جس طرح دیوار در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر — آپ بھی دیوار در سے سر کو ٹکرانے لگے

یا نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے — یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت پھسلائیے — یا تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے

اپنے ہاتھوں سوز نے جیسا کیا پایا میاں — سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

---

(١) ب خ ر ع گ

(٢) ب اسک کے لڑکوں سے رکھتا تھا بہت چشم امید

(٣) ب ر گ

(۱۹۹)

اس تنگ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہے[۱] — ہے صد نیم جان اسے تکبیر شرط ہے

ہرچند بے تلاش نہیں کاروبار دھر — کرنا اسے حوالۂ تقدیر شرط ہے

جس گلشن جہان میں کہ صیاد کا ہو خوف — رہنا بہ رنگ بلبل تصویر شرط ہے

ہاں مثل گل شگفتہ نہ ہو غنچہ سان خوش — ماتم سرا میں صورت دل گیر شرط ہے

اتنا کہا تھا سوز نے ابرو ہے یا کہ تیغ — کہنے لگا لگاؤں میں شمشیر شرط ہے

(۲۰۰)

اے[۲] نکہت گل جائیو محفل مین کسی کے — ٹک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے

نے لعل نہ یاقوت نہ یہ گل نہ یہ اخگر — ہیں لخت جگر دامن قاتل میں کسی کے

یا اللہ تڑپنے کا نہیں پاس ادب سے — ارمان بھرے ہیں دل بسمل میں کسی کے

اوراق گل اڑتے ہوے دیکھے تو یہ بولا — دیکھو تو اڑاؤں گا یونہی تل میں کسی کے

دم تن سے نکلتے ہی یہی سوز تھا بولا — ٹک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے

(۲۰۱)

نہ[۳] پوچھو حال دل ہاہا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے — بسان وسعت دریا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

گھڑی لبریز ہے گل سے گھڑی ہے خار و خس سے پر — بہار گلشن دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

کبھی ہاتھوں چڑھاتے ہیں کبھی پاؤں پڑاتے ہیں — یہان دنیا و مافیہا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

گھڑی ہاتھی پہ بٹھلادیں گھڑی کوچوں میں پھروادیں — بلے دنیا بلے دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

گھڑی آکر گلے لگنا گھڑی تلوار دکھلادا — بتوں کی دوستی ہاہا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

گھڑی ہے سیر دھاسے، گھڑی تولا گھڑی ماشا — دل[۴] وارستہ کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

کل ہی تھا ایک ہوا آج ہوتا ہے جانا — یہی ہے سوز یامولا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے (کذا)

(۱-۲-۳) ب ر ک

(۴) ر ک " میاں اس سوز کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے "

(۲۰۲)

کوئی[1] میری طرف سے جاکہے اس بے مروت سے
کہ تیرا غم ستاتا ہے مجھے تیری حمایت سے

فرشتہ کا گذر جس کی گلی میں ہو نہیں سکتا
قدم محفل میں اس کی کون رکھ سکتا ہے جرات سے

ہمیشہ مہرو مہ لے کر صفائے دور حاشون میں
جہان در پر پکارے ہیں ادب سے اور نظافت سے

کوئی کہتا ہے مجنون اور کوئی کہتا ہے متوالا
یہان تک حال تو پہنچا ہے میرا تیری دولت سے

کہوں احوال میں کیا سوز کا تیرے کہے پیارے
کہ دل امڈا ہوا آتا ہے میرا اب تو رقت سے

وہ تونے گور میں اس کو کھڑے رہ کر کے گڑوایا
بہت اچھا کیا پر دور تھا تیری محبت سے

(۲۰۳)

مثل[2] نے ہر استخوان سے درد کی آواز ہے
کچھ نہیں معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے

سبزہ پامال سان زلف بتان ہے فرش راہ
کیا خرام ناز ہے کیا ناز کا انداز ہے

بات کرنا اور سے دل چھین لینا اور کا
سحر ہے افسون ہے اعجاز ہے ہان ناز ہے

قتل کرنا مار ٹھوکر پھر جلانا آفرین
معجز عیسی ترے غمزون کا یا انداز ہے

دل مرا ہے یا کرے آہ و فغان طاقت کسے
گاہے گاہے چاہ میں کھسی تو کچھ آواز ہے

دل نہیں رہنے کا اب اس تن میں سن لواشک و آہ
اس نگر کی اس کو یہ آب و ہوا ناساز ہے

ایک باری و ملک سے ہوکر دل سے پھر نکلی وہ سانس
کس شکار انداز کا یہ تیر بے آواز ہے

دل[3] تو دل اس آنکھ کے دیدے سے یارب الامان
آپ ہی کھجائے ہے اور آپ ہی غماز ہے

قیس اور فرہاد پر موقوف جان بازی نہیں
جان پر اپنی جو کھیلے گا وہی جان باز ہے

میں کروں اظہار عشق اس منہ سے جل جاو زبان
اپنے غم سے پوچھ میرا وہ ہی محرم راز ہے

اس فرشتہ شکل پر کتنا ہے کھوٹا میر سوز
بے پرو بالی میں جس کی عرش تک پرواز ہے

---

(۱) ر ع ک

(۲) یہ شعر صرف مجمع الانتخاب میں ہے صفحہ ۵۱۸

(۲۰۴)

کہون کس سے شکایت آشنا کی[1] — سنو صاحب یہ باتین ہین خدا کی

دعا دی تو لگا کہنے کے در ہو — سنی مین نے دعا، تیری دعا کی

ادا کی آرزو کی تو یہ بولا — سخن فرمایئے لو بس ادا کی

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہوگا — تمہارے ساتھ جو مین نے وفا کی

گریبان مین ذرا منہہ ڈال کر دیکھ — کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی

لگا کہنے کہ بس بس چونچ کر بند — وفا لایا ہے دت تیری وفا کی

عدم سے زندگی لائی تھی بہلا — کہ دنیا جانے ہے اچھی فضا کی

جنازہ دیکھ کر سن ہوگیا دل — کہ ہے ظالم دغا کی رے دغا کی

تجھے اے سوز کیا مشکل پڑی ہے — جو ڈھونڈھے ہے سفارش اغنیا کی

کوئی مشکل نہین رہنے کی مشکل — محبت ہے اگر مشکل کشا کی

(۲۰۵)

ولا جب سے گیا تو پرسے پھر صورت نہ دکھلائی[2] — جگر سے یون جگر ملتے ہین جیسے بھائی سے بھائی

ابھی مذکور تھا کچھ بانکپن کا نوجوانون کے — اکڑنے کی طرح انگڑائی لے کر کچھ تو دکھلائی

نہ کچھ بخشا نہ کچھ چکھا ادھر پھینکا ادھر پھینکا — مرادل تکے تکے کرکے طبیعت اپنی بہلائی

سمجھانے سے بھی اب چاک قفس سوجھا نہین جاتا — یہ کیسا شور ہے اے عندلیبون کیا بہار آئی

نہین معلوم دیتا صاف مکھڑا اس پری رو کا — سرشک خون جم جم لے گئے آنکھون کی بینائی

اثر البتہ ہوے گر جگر سے تا بلب آوے — ولے اب آہ کرنے کی رہی کس مین توانائی

جلاتا تھا خدا کا نام لے کر مردے کتنے کو عیسی — صنم کی گالیون مین دیکھتا ہون اب مسیحائی

چلو اے عندلیبون اپنے اپنے آشیان کو اب — چمن سے پھر صبا نے گل کی بو صحرامین مہکائی

ادھر تو تیغ خون آلود تھی قاتل کے قبضے مین — ادھر تڑپے تھا سوز اور ایک عالم تھا تماشائی

(۱-۲) ورع ک

(۲۰۶)

۱
منہ لگانے سے مرے کیوں تو خفا ہوتا ہے — جان من بوسہ کے لینے سے تو کیا ہوتا ہے

ایک چٹکی ہی کے لینے میں کھلی دل کی گرہ — ناخن شوخ عجب عقدہ کشا ہوتا ہے

دل سے مطلب تھا لیا پھر تو نہ آئے گا یہاں — جان باقی ہے ابھی دیکھئے کیا ہوتا ہے

وصل کی شب ہے کوئی خوش ہو مجھے یہ غم ہے — کہ ترا ہجر مرے دل سے جدا ہوتا ہے

شیشۂ دل جو ہوا چور تو مت غم کھا یار — عالم کیف میں سو بار کہاں ہوتا ہے

(۲۰۷)

۲
چمن میں کھول کر بند قبا گرگل بدن نکلے — زمین سے دیکھنے کو اس کے نرگس کا چمن نکلے

ملائک شوق میں جل جائیں آکر مثل پروانہ — اگر مجلس میں یک ساعت وہ شمع انجمن نکلے

اگر گل گشت کو وہ خسرو شیریں ادا آئے — بجائے ہر دنہال اس سرزمیں سے کوہ کن نکلے

نہ ہووے خاک جب تک جسم عاشق اس کے کوچے میں — تو کیوں کر دل سے اس بیمار کے حب وطن نکلے

اگر اس حور کی صورت نظر آجائے عاشق کو — بجائے اشک پھر آنکھوں سے ہو در عدن نکلے

پھنسا ہے سوز کی زلفوں میں شاید اب کے شیدا ہو — بلا سے اب تو ان بانکوں کا یارب بانکپن نکلے

(۲۰۸)

۳
دل ہے یا منزل کہہ غم ہے کہ حسرت خانہ ہے — بارگاہ درد ہے یا سوز کا کاشانہ ہے

کاسۂ سر کو تراشیں خون دل سے پر کریں — مجلس عشاق میں یہ مے ہے یہ پیمانہ ہے

قیس اور فرہاد کو کیا یاد کرتے ہو سدا — دم غنیمت ہے کوئی دم کو یہ سب افسانہ ہے

قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز — ایک ہیں آپس میں ان میں کونسا بیگانہ ہے

دل میں مت رکھیو طلب دنیا کی کیا قحبہ ہے یہ — سوز اتنا تو سمجھ دل ہے کہ مکتب خانہ ہے

(۱-۲-۳) رم ک

(۲۰۹)

یارب[۱] مرا اس وقت تلک جان نہ نکلے / جس وقت تلک ملنے کا ارمان نہ نکلے

مرمر کے مری ہاتھ میں آتا ہے یہ دامن / گوجان نکل جائے یہ دامان نہ نکلے

مسکین اسے کہتے ہیں کہ مسئلہ ہے یقینی / جس شخص کو تابوت کا سامان نہ نکلے

سب دل سے نکل جائے مری دوزخ و جنت / اللہ کرے دل سے ترا دھیان نہ نکلے

تسکین رہے گی مجھے تا حشر مری جان / دل میں سے تری تیر کا پیکان نہ نکلے

میاں سوز مجھے تم سے یہ شکوہ ہے صد افسوس / شہروں میں پھرے گاہ ادھر آن نہ نکلے

(۲۱۰)

کہہ[۲] دے قاصد کہ نامہ کا کیا کیا ماجرا اس سے / میں تیری منہہ کے صدقے کیا کہا اور کیا سنا اس سے

زبان لطف تو معلوم لاکھوں گالیاں دی ہوں / نہیں وہ آشنا گر مجھ سے میں ہوں آشنا اس سے

سنو قاصد کا کہنا آپ ان کو جانتے تو ہیں / کہوں کیا تم سے صاحب میں نے جوکچھ ہے سنا اس سے

سنو اب گالیاں تو گالیاں پر ٹھیچہ لے کر / لگا کہنے کہ سن او ایلچی یہ کہیوجا اس سے

کہ تجھ پر سوز اپنا ٹھیچہ کھا کروں میں کیا / درانتی لیکے گھسیاری کی کاٹوں کا گلا اس سے

(۲۱۱)

جو[۳] شخص تری تیغ سے افگار نہ ہووے / واللہ کبھی لائق دیدار نہ ہووے

ہر آن گرفتار رہے دام بلا کا / جو کوئی تری غم کا گرفتار نہ ہووے

آرام ہمیں سایہ طوبی میں کہاں ہو / جب تک کہ ترا سایہ دیوار نہ ہووے

مجلس میں کبھی نام جو لیتا ہے تو اس طور / دیکھو کوئی بیٹھا پس دیوار نہ ہووے

آرام نہ ہووے دل مجروح کو اک آن / تا زخم کے لب پر لب سوفار نہ ہووے

اے سوز تری دل کی جو بے تابی یہی ہے / اس دل کا تو کافر بھی خریدار نہ ہووے

---

(۱) یہ غزل صرف ع گ میں ہے -

(۲ و ۳) ر ع گ

(٢١٢)

غم[1] ہے یا انتظار ہے کیا ہے
دل جواب بے قرار ہے کیا ہے

وائے غفلت نہ سمجھے دنیا کو
یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے

کچھ تو پہلو میں ہے خلش دیکھو
دل ہے یا نوک خار ہے کیاہے

قفس تن تو جل کے راکھ ہوا
آہ ہے یا شرار ہے کیا ہے

کھینچ کر تیر مار بیٹھے ہیں
سوز ہے یا شکار ہے کیا ہے

(٢١٣)

گوش[2] مہوش جو پہنانے کو گہر چھیدیں گے
اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چھیدیں گے

ماہ رویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چھیدیں گے

دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں اب ناچار
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تیر چھیدیں گے

جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ ناچیز
زکر یاکی سی طرح تا بہ کمر چھیدیں گے

قتل دل ہو یے گا زینت کے لیے محبوبان
آرہ شانے سے جو زلفوں کے اگر چھیدیں گے

گوتم کر زہر کیا تو بھی نہ ٹوٹا یاؤ
اس بھیجے ڈنڈ یہ کہتے ہو سپر چھیدیں گے

(٢١٤)

بکتا[3] ہوں میں اگر وہ مہرباں مول لے
کیا مفت جنس ہے یہ مری جان مول لے

حسرت ہے، غم ہے، سوز ہے آہ و فغاں ہے
کچھ تو بھی اپنے عشق کا ساماں مول لے

میں کیا ہوں ایک سوختہ مجھ سے تو سو ہزار
چاہے تو ایک آن میں سلطان مول لے

یوسف سے ہیں کروڑ اسیر اس کے عشق میں
اے شام تو یہ زلف پریشان مول لے

آئی ہے جو چمن میں تو اب مل نسیم سے
اے عندلیب غنچۂ خنداں مول لے

اے شوخ بے خبر نہ ہو اتنا تو عشق میں
دل سے کے تو بھی سوز سا انساں مول لے

---

(١) ر ع ک
(٢) ر ک
(٣) ر ک

(۲۱۵)

قضائے تیغ تیری میں عجب لذت بخائی ہے[1] مزے لیتا ہے دم جس دم سے تیری تیغ کھائی ہے

مروں میں ہجر میں اور مجھ سے تیری زلف یوں لپٹے پریشاں کو یہ رتبہ مجھ کو یہ فرقت جدائی ہے

جو کچھ ہونا ہے ہو اب تو سوال بوسہ کرتا ہوں توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے

خدا کا گھر اسے کہتے ہیں میں حیران ہوں یارب کہ میرے دل میں کیوں یہ اسقدر آتش لگائی ہے

کسی نے کہہ دیا اس سے کہ عاشق ہے تو غصہ سے کہاں میں جانتا ہوں یہ تو صاحب کی بڑائی ہے

جونہی اپنا وہ تیغا لے کے بولا کیوں جی تم عاشق کہا میں نے کہ تو بہ میں نہیں عاشق دہائی ہے

بچے کی جان تو پھر دیکھ لیں گے دور سے اس کو خدا کے واسطے یوں مت مرنا کیا بڑائی ہے

غزل اک اور بھی اے سوز کہہ جلدی سے سنتا ہے کہ آنکھوں میں مری اس وقت گہری نیند آئی ہے

(۲۱۶)

محبت مجھ پہ کرنا اور دل میں بے وفائی ہے[2] کہ آئینہ یہاں کہتا ہے کیسی آشنائی ہے

بھلا بوسہ ہم اس سے آج مانگیں گے کسی ڈھب سے توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے

محبوں کو کریں ہیں قتل دشمن کو جلاتے ہیں بتوں کی بھی میاں صاحب نرالی ہی خدائی ہے

عجائب رسم ہے ان دلبران دہر کی یارب کسی کے ساتھ جا سونا کہیں سائی بدھائی ہے

یہ عاشق اپنے اپنے اشک کو طوفان کہتے ہیں جو سچ پوچھو تو یہ گنگا ہماری ہی کھدائی ہے

الٰہی کیا بنے گی ساتھ میرے شیخ و واعظ کی ادھر رند شرابی ہے ادھر کو پارسائی ہے

نہیں یہ ابر باران سوز کے احوال کو سن کر فلک کی ہی محبت سے یہ اب چھاتی بھر آئی ہے

(۲۱۷)

جو غم ہم دم ہو تو شادی کہاں کی[3] پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی

گئے جو دل سے اپنے صبر و طاقت تو یہ اس دل میں آبادی کہاں کی

---

(۱) یہ غزل صرف ب میں ہے -

(۲) یہ غزل صرف ر ک میں ہے -

(۳) ک

(۲۱۸)

اشک[1] خون آنکھون مین آکر جم گئے
درد کے بھی دیکھنے سے ھم گئے

تو نہ آیا نہ آیا ایک بار
اشک سان ھرچند ھم بیھم گئے

کوچۂ قاتل مین اے دل جان بوجھ
تجھ کو رھنا ھے تو وہ بوھم گئے

اشک و آہ و نالہ و بے طاقتی
لے کے اپنے ساتھ اک عالم گئے

کس طرح جاتے رھے سب اھل بزم
جون غزال آنکھون کے آگیوم گئے

شبنم آسا گلشن دینا سے سوز
کچھ نہ تھا لے کر تر اھم غم گئے

(۲۱۹)

مسّی[2] پر سرخیٔ پان دیکھ میری عقل بھولی ھے
کہ ھے خورشید تابان تس پہ ایسی شام پھولی ھے

صنم کی رونمائی کے لیے نرگس کا منہہ دیکھو
تمامی سیم و زر اکٹھی کر، آنکھون سے قبولی ھے

قفس مین ھم کو دیجے ایک نظارہ کے جرم اوپر
انھون پر کیا ستم ھوگا جنھون نے گل سے بولی ھے

تجھے اے بوالہوس معلوم کیا ھے عشق کا رتبہ
یہ آہ عشق اس منصور سے عاشق کی سولی ھے

عزیزو سوز کو نسبت نہین کچھ شعر کہنے سے
پھر ایسے کو برا کہنے حماقت ھے فضولی ھے

(۲۲۰)

مسی[3] پر سرخی پان جب جھمک دکھاتی ھے
حیا سے برق بھی منہہ ابر مین چھپاتی ھے

خدا ھی جانے کہ دیکھی ھین انکھڑیان کس کی
یہ نرگس آج تو پھولی نہین سماتی ھے

ھزارون تجھ پہ تصدق کئے یہ پروانے
دل اپنی جان کو اے شمع کیون جلاتی ھے

جو کھاوے داغ یہ داغ عشق کے سن اے لالہ
سو وہ مرا ھے جگر اور کس کی چھاتی ھے

نسیم زلف بھی کرتی ھے عقدۂ دل وا
چمن مین جیسے صبا غنچہ کو کھلاتی ھے

نہین ھے دماغ قفس سے محبت گل کم
یہ عندلیب عبث جان کو پھنساتی ھے

ھو[3] جب تلک تری دل مین دوانہ بن کرلے
وگر نہ سوز یہ فصل بہار جاتی ھے

---

(۱) ح ر ع ک
(۲-۳) ب ر ک ـــــہ ب جہان تلک تجھے آوے دوان بن کرلے
(۳)

(۲۲۱)

کہوں[1] کیا بات اس بے پیر دل کی — جہاں تک کہیے ہے تقصیر دل کی

ہوا کس پر یہ دیوانہ الہی — کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

یہ از آئینہ خانے سے ہے منعم — جو تجھ سے ہوسکے تعمیر دل کی

جو بچتا ہے تو بچ اس کی انی سے — ہے برچھی نالۂ شب گیر دل کی

پٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو — کروں اس سے جو میں تقریر دل کی

پر پروانہ کاغذ ہو قلم شمع — اگر حالت کروں تحریر دل کی

جفا سے تیری اٹھ جاؤں میں لیکن — وفا ہوتی ہے دامن گیر دل کی

طلا کردے سخن مس کو زباں سے — جو پاوے گر کوئی اکسیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہیں گے — شکایت میں جوان و پیر دل کی

لہو میں بہہ گیا آنکھوں سے اے سوز — یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

(۲۲۲)

گذشتہ[2] حسن کا اب تک نشان باقی ہے — نہ ہوں فریفتہ کیوں کرکہ آن باقی ہے

امید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو — چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے

سہی قدی کا نہ ہو کام قامت خم سے — گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے

مرے تو سینہ کے مانند شمع بزم آخیر — پگھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے

خط آچکا ہے پر اپنی گئی نہ سادہ دلی — کہ جھوٹے وعدوں پہ اب تک گمان باقی ہے

اسی ہی مجہلہ میں روز و شب رہوں گا سوز — بدن میں جب تئیں میرے کہ جان باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت — نہ چپ ہی رہنے کا تاب و توان باقی ہے

(۱-۲) ورک [illegible]

(۲۲۳)

۱

یا تو جاتے رہیں اے یار ہمیں دنیا سے
یا سروکار محبت ہے کہیں دنیا سے

دم نہ مارا ہیں کسی کام میں مانند حباب
اٹھ گیا یار دم باز پسیں دنیا سے

ہرگز اٹھتے نہ کوئے یار سے جوں نقش قدم
تا فنا ہو نہ سکیں خاک نشیں دنیا سے

یاد میں یار کی جب آپ کو سمجھیں ہیں فنا
نے غرض دین سے نے ان کے تئیں دنیا سے

گھر خراب اور کا کر کے جو بنا ے مسجد
دنیا
دین ان باتوں میں ملتا ہے کہیں / سے

صحبت شعر و بگ جام صراحی دردست
اس سواسوز کو کچھ کام نہیں دنیا سے

(۲۲۳)

۲

جب سے کہ چشم خلق صنم تجھ سے جا لگی
کہتا نہیں ہے بات کوئی یاں خدا لگی

پامال غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے
ہاتھوں سے کس کے پانو میں تیری حنا لگی

بھڑکے ہے آگ لالے سے گلشن میں باغباں
کس دل جلے کی باغ میں یہ بددعا لگی

فرہاد بے ستوں میں باندھے تھا نقش کو
پرتب بندھا وہ نقش کہ جب سر پہ آ لگی

کافر ہوں گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا
کی یک نگہ کہا میں کہ گویا بلا لگی

لگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر اک سے پیش ازیں
تم کو بھی اب زمانے کی بیار سے ہوا لگی

پھاڑے نہ کیوں کہ سوز گریباں کو مار آہ
چسپاں ترے گلے سے جو ہوکر قبا لگی

(۲۳۵)

۳

پھنک مت اس کو اے نادان نہ یہ پتھر نہ یہ سل ہے
ارے او بے مروت یہ اسی کم بخت کا دل ہے

بھلا عشق بتاں سے سوز کچھ بھی تجھ کو حاصل ہے
ارے بندے خدا کو مان تیرے پاس بھی دل ہے

طریق عشق میں سمجھا تھا سارا طے کیا میں نے
جدا زا دیکھ کر بوجھا ہنوز اول ہی منزل ہے

غبار جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا
اوڑادے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حائل ہے

ہوا جا
کو مقابل سوز اس قاتل کے کچھ دیکھا
ہے پایا دیکھنے میں منحنی لیکن بڑا دل ہے

(۱-۲) ر ک

(۲) ب ر ع ک

(۲۲۶)

زندگانی[1] ہے دیا زندان ہے — جی نکلتا کیون نہین ارمان ہے

مجھ کو حیرت ہے حجاب ابر مین — برق ہے یا گوشۂ دامان ہے

اے خیال یار تنگ رہتا ہے — میرے دل مین آمد پیکان ہے

جاکے دیکھے کوئی اس کے سامنے — جی بچا لاوے یہ کیا امکان ہے

طفل کہئے کس طرح سے اشک کو — یہ تو گھر کھویا بڑا طوفان ہے

ناصحا قاتل کو میرے روک مت — چھوڑ دے مین جاؤن مین جان ہے

سیر کو دامن پکڑتا ہے چہ خوش — چھوڑ دے یہ بھی کوئی عنوان ہے

جان تازہ ہوئی سنتے شعر کے — سوز جی دے تو کسی کا جان ہے

(۲۲۷)

عزیزو[2] دیکھو دل میرا اس پر قرض آتا ہے — پھر الٹے ہاتھ پھیر کر مجھکو دھراتاہے

جو کہتاہون کہ میرا دل دے آیا باز الفت سے — تو دونون ہاتھ اپنے جھاڑ کر مجھ کو دکھاتاہے

جو کہتا ہون کہ تم ایسے کہان سے رستم آئے ہو — تو اپنے ڈنڈمل کر ہاتھ مونچھون پر پھراتا ہے

جو مین مایوس ہوکر اپنی گردن نیچے کرتا ہون — تو گردن مین ملاکر ہاتھ چھاتی سے لگاتا ہے

جو روتا ہون تو آنسو پونچھ کر کہتا ہے مت روتو — ترا دل پاس میرے ہے تو کیون جھگڑا بڑھاتاہے

بھلا ایسے سے کیا بس چل سکے فرماؤ عاشق کا — مگر وہ رہ بھی دل مین مرے اندیشہ آتا ہے

کہ گھبراکر کسی پردہ پس چھپکے سے نکل جاؤن — ولے دل چھوڑ کر جاؤن توکیون کر؟ جان جاتاہے

یہ بے دل زندگانی کس طرح کاٹون خداوندا — تو مجھ کو اور دل دلے کیونکہ تیرا نام داتاہے

دلے ایسا ہی دل ہو جس مین تیرا سوز ہو اور بس — کہ اس کے ساتھ پھر خطرہ کسی کا کب سماتاہے

---

(۱) ب ر ع گ

(۲) ر ع گ

(۲۲۸) ۳۹۷

کبھو[۱] نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے / آج[۲] دل بھولا بھولا جاتا ہے

تیری قربان مین گیا بدذات / دیکھیو کوئی آج آتا ہے

یہ تو امید کب ہے پر ناچار / پوچھتا ہون کہ دل ستاتا ہے

ہائے کیا تم سے اپنا حال کہون / پیٹ مین دم نہین سماتا ہے

وہ تو ہوتا ہے مہربان لیکن / اس کو کچھ غیر جا ، پھر آتا ہے

تجھ سے مین پوچھتا ہون اے ناصح / ہے یہی عشق جو جلاتا ہے

جھوٹ کہتا ہے یہ نہین ہے عشق / عشق مردون کو ہان جلاتا ہے

عشق کی وہ جو کرتے ہین نالش / عشق کب ان کے پاس آتا ہے

مصطفے عشق مرتضی ہے عشق / عشق ہے جو خدا کہاتا ہے

گو کے عاشق نہین ولے تحقیق / سوز کلک کو عشق ساتھ ناتا ہے

بے قراری تو آئی ، شکر خدا / چین کب میرے پاس آتا ہے

صبر و طاقت ذرا تو ، پاس نہ ہو / عشق دل آج لینے آتا ہے

تو تو رہ میرے پاس بھائی سوز / تجھ بنا کون جی جلاتا ہے

کیہر مین ہان جمال گوشہ دون / یہی اب میرے جی مین آتا ہے

تم تو ہنستے ہو یارو سوز پہ اب / پوچھ دیکھو وہ کیا بتاتا ہے

اے آ بھی کبھی شتابی سے / ہچکیاں کیون مجھے لگاتا ہے

اے لو اب ہچکی پھر لگی آنے / یاد اپنی مجھے دلاتا ہے

اے غم انتظار تو اڑ جاے / تو مرا مفت جان کھاتا ہے

جان کا تو ہے میری عزرائیل / سوز بس مجھ کو کیون کھلاتا ہے

---

(۱) ب ع

(۲) ر م گ مین مطلع اور شعر نمبر ۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰ علحدہ غزل کی صورت مین ہین ہم نے دونون غزلون کو سیاق و سباق ملحوظ رکھتے ہوئے یکجا کردیا ہے -

(۲۲۹)

[۱] بخدا جتنے کہ دنیا میں یہ گلرو ہیں گے — دیکھنے کو تو بہت خوب یہ گلرو ہیں گے

سامنے ہوتے ہیں لیتے ہیں دل و جاں کو لوٹ — اب میں سمجھا ہوں کہ یہ مجھے جادو ہیں گے

سوختنی کی توبہ بوسونگھ کے کرتے ہیں دم — فی الحقیقت میں یہ انسان نہیں آہو ہیں گے

[۲] سوز بچنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے — یاں کے جتنے بھلے مانس ہیں جفاجو ہیں گے

[۳] یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کافر ہیں آہ — ان کو پوچھو تو یہودی ہیں کہ ہندو ہیں گے

(۲۳۰)

پاس[۴] سے میرے اٹھ کے مت جا رے — تیرے پیچھے پڑے ہیں یہ سارے

میاں بڑے لوگ ہیں خدا کی قسم — تو نہیں جانتا، نہیں جا، رے

ہم نہ کہتے تھے عاشقی مت کر — اب پڑے لوٹتے ہو [illegible] دہارے

میٹھی باتوں میں کرتے ہیں افسوں — ہاتھ سے ان کے چیز مت کھا رے

وعدہ کرتا ہے تو وفا بھی کر — مت مری جان کو لگا "لارے"

سوز کے پاس بیٹھنے سے آج — شکر دشمن تو سب چلے ہارے

(۲۳۱)

یہ صنم[۵] خوش ادا کہاں کا ہے — عشوہ کی دلربا کہاں کا ہے

گل سے نازک بدن ہے یہ گل رو — اے صبا تو بتا کہاں کا ہے

کیسی صورت ہے کون اچھا ہے — وہ مرا آشنا کہاں کا ہے

میں نہ بیٹھوں گا اس کنے واللہ — ایسا وہ پارسا کہاں کا ہے

سوز مرتا ہے تجھ پہ میں نے کہا — اک نہ دو بول اچھا کہاں کا ہے

---

(۱) ب ر ع گ

(۲-۳) یہ شعر ب میں نہیں ہیں -

(۳-۵) ب ر ع گ

(۲۳۲)

[۱]صنم سے کوئی کہدے میری زبانی   کہ دل تو لیا کیجیو پاسبانی

یہ وحشی بڑا ہے،اسے جانتا ہے؟   مجھے خوب معلوم ہے اس کی زبانی

یہ جب چاہتا ہے کہ بھاگیں کہیں سے   ستاتا ہے سب کو یہ تب ناتوانی

مجی آنکھ تک برق ساں پھرتوچھپت   یہ خو اس کی مجھ بن کسونے نہ جانی

گیا سوز کو چھوڑ کر اور تو کیا   ہٹیلے نے منت نہ مانی نہ مانی

(۲۳۳)

[۲]عاشق تو دل آگے ہی تھا اب تو ہوا ستانہ ہے   آگے جگر پے زار ہے ڈرنے لگا بیگانہ ہے

ان مغ بچوں کے خوف سے بھاگےتھا اپنے شہرسے   اب یاں سے بھاگو کس جگہ دھڑکا ہےاورویرانہ ہے

دوڑو شتابی سے بتو اپنے تو لو گھر کی خبر   کون سےدل کی تھی لگی اب آلگا بت خانہ ہے

اس شمع رو کے آگے جلتاتھامیں ہراک رات دن   اب رشک سے جلتاجوہوں جلنے لگاپروانہ ہے

ہاں میری ظالم سنگدل تیرا بھی دل جاتاپگھل   تو نے سنا ہوتا کبھی اس سوز کا افسانہ ہے

(۲۳۳)

[۳]جان آساں نہیں نکلتا ہے   آہ ارماں نہیں نکلتا ہے

جان بکت تو کھٹی ہیں سب دیر   آفت جاں نہیں نکلتا ہے

خرمن عمر تو جلادوں پر   برق داماں نہیں نکلتا ہے

لاکھ سوراخ دل میں کر بیٹھے   تیر پیکاں نہیں نکلتاہے

یاد میں کس کی ہوگیا جان سوز   سوز کا جان نہیں نکلتاہے

(۱-۲-۳)   ب ر م ک

(۲۳۵)

۱
نہ نکلے چرخ پر خورشید گر وہ خود نمانکلے ‏ کہاں منہہ اس نے پایاجو مقابل ابر کے آنکلے

تجھے کہتا ہوں اے جراح سمجھو ہاتھ رکھ کرتو ‏ مبادا زخم کاری ہیں کہیں ان سے ہوا نکلے

ستم جتنا کیا ہے سنگدل نے کیا کہوں تم سے ‏ کیا ہے قتل جن جن کو وہ سارے آشنا نکلے

غریبوں پر نہ کیجے جور کچھ خوف خدا بھی ہے ‏ مجھے ڈر ہے کسی دل سے مبادا بد دعا نکلے

نہ بیٹھے شیخ کے ہمسائے کتا بھی اگر اس کے ‏ پر سرخاب کی جاگہ کہیں بال ہما نکلے

نہ اس کے ہاتھ تھے نے پاؤں تھے مثلہ بدن کا تھا ‏ پڑا تھا سوز کا لاشہ ادھر کو ہم جوجا نکلے

(۲۳۶)

۲
میرے سینے کا داغ جلتا ہے ‏ لوگ جانیں چراغ جلتا ہے

بلبلو تم بھلیں کہ پروانہ ‏ دیکھو کیا باغ باغ جلتا ہے

اس زمانے میں کوئی ہے یارب ‏ جس کے گھر کا چراغ جلتا ہے

اس سے کرتا ہے بات تو ناصح ‏ جس سے دل اور دماغ جلتا ہے

کبھی دیکھ آیا یہ ستی ہوتے ‏ سوز کیا با فراغ جلتا ہے

(۲۳۷)

۳
ملا ہاتھوں سے تیری دین و ایمان جان اور تن بھی ‏ بچا تجھ سے نہ تر دامن نہ چھوٹا پاک دامن بھی

ہوس جو دل میں تھی سو وہ تو نکلی سر سے گھبرا کر ‏ بلا گردان ہوں [یہا] تیرا سبک کر بار گردن بھی

تری غم کی کرے کیا پاسبانی کنج تنہا میں ‏ ذرا لخت جگر سے بند کرجاؤں گا روزن بھی

ستم جتنا کیا ہے تونے مجھ پر کافر بدخو ‏ مسلمان تو مسلمان روتے ہیں گبرو برہمن بھی

ذبح کرنا ہی آیا پر سلیقہ کچھ نہ تم سیکھے ‏ کہوں کیا آستیں کو بھر رہا ہے اب تو دامن بھی

ابھی وارث کوئی آکر چھڑالے گا میں کہتا ہوں ‏ یہ روشن آبرو کا ہے ترا دل بارگردن بھی

چلو جی سوز کے گھر سے چھڑالائیں یہ کیا غل ہے ‏ الہی خیر ہو ہوتے لگا ہے اب تو شیون بھی

(۱-۲-۳) ب ر م گ

(۲۳۸)

جس روز سے تو جدا ہوا ہے — کیا جانیے دل کو کیا ہوا ہے

ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت — کیا کیا دل میں بھرا ہوا ہے

جتنا سمجھایا میں نے دل کو — ظالم تجھے کیا بلا ہوا ہے

کیوں اتنا تو ہوا ہے نادان — زلفوں سے کیوں ملا ہوا ہے

اتنا احمق تو! شوخ کوئی — ایسے کا آشنا ہوا ہے

کہتا ہے کہ تجھ کو کیا پڑا دور — میرا تو دل لگا ہوا ہے

بدنام ہے سوز کیوں جہان میں — کیا تیرا آشنا ہوا ہے

(۲۳۹)

ہاں[2] طبیبو مجھ کو سودا اور ہے — تم جو کرتے ہو مداوا اور ہے

خشک ہونے کا یہاں کیا ہے گمان — میری ان آنکھوں کا دریا اور ہے

سرو قد لاکھوں پھریں مجھ کو کیا — آہ میرا سرو بالا اور ہے

یہ نہیں جو مل کے پیتے تھے شراب — واہ میرا بادہ پیما اور ہے

گو اسے کہتا ہے عالم میر سوز — وہ مرا دل سوز پیارا اور ہے

(۲۴۰)

کس[3] سے کہوں میں یارب اپنا غم نہانی — میرے گلے پڑی ہے یہ تھوڑی زندگانی

اب بیٹھتے نہیں ہیں محبوب میرے پہلو — کیا کوسوں تجھ کو میری ہے ہے مری جوانی

آنکھوں نے تیری مجھ پر کیا ستم کیا ہے — کرتا ہے چوٹ آخر آہوئے آشنائی

آنکھیں بچیں کہ بھاگا ہر روز یاالہی — کرتا رہوں میں کب تک اس دل کی پاسبانی

فرہاد و قیس کا تو افسانہ سن چکے ہو — اب جی لگاکے سنیو تم سوز کی کہانی

(۱-۲-۳) ب ر ع ک

(۲۳۱)

مجھ[1] سے دارو مدار کرتا ہے — غیر کو ہم کنار کرتا ہے
ملنے کو جو گیا اسے مارا — گھر میں بیٹھا شکار کرتا ہے
عاشقوں کا تو دشمن جان ہے — وہ کسے دوستدار کرتا ہے
پوچھتے کیا ہو سوز کو یارو — کون سا کاروبار کرتا ہے
ایک مدت سے ہے جو خاک نشین — کچھ تو وہ خاکسار کرتا ہے

(۲۳۲)

وا[2] شد ہیں جیسی غنچۂ دل گیر میں چھپی — ہے مغفرت ہماری بھی تصیر میں چھپی
دہشت سے اپنی جان کے اے قاتل جہان — پانی ہوئی قضا تیری شمشیر میں چھپی
کیوں[3]، ہیں نہ رسائی اس کو بٹھا یا نہ گوش یار — فریاد جاکے نالۂ شب گیر میں چھپی
کیا کہجئے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہل شک — غیرت ہماری دامن تحقیر میں چھپی
بےحس رہا نہ حرکت و نہ گفتگو نہ دید — جان غریب صورت تصویر میں چھپی
اس طرف اس نے تیر کو کھنچا ادھر ہوا — میری اجل ہے شوخئ زہ گیرمیں چھپی
ان کیرپائی والوں میں ہے جان کا خطر — جیسے اجل ہے کلمۂ تکبیر میں چھپی
رودیں نہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے سوز ہم — بخشش ہماری ماتم شبیر میں چھپی

(۲۳۳)

نہیں[4] غم شادمانی میری یہ ہے — عزیزو زندگانی میری یہ ہے
مروں پاؤں تلے جو اس صنم کے — تو عمر جاودانی میری یہ ہے
پیو تم مے میں خون پیتا ہوں اپنا — شراب ارغوانی میری یہ ہے
صنو جی ایک تھا سوز ایک مہدی — شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

---

(۱)(۲) ب ر ک

(۳) ب کیوں ہے رسائی اس کو تا بہ گوش یار

(۴) ب ر ک

(۲۳۴)

تیرے ملنے سے نہایت اب یہ دل مایوس ہے[1]
اور تو وسواس کیا، دھڑکا پڑا جاسوس ہے

مسۂ لب کا مجھے بوسہ دے ہونا ہو سو ہو
یہ ہی کہہ لیجو فلانا ایک مکھی چوس ہے

کوئی مجھ کو اس جگہ کی خاک نیچے داب دے
جس جگہ اس کا جلوس میمنت مانوس ہے

اب تو خلوت میں بلالے اس کو تو ڈرتا ہے کیوں
ایک تو وہ ہے اپھس اور بوڑھا پھوس ہے

شاعروں میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر
کیا کہوں یہاں خلق کی فہمیدگی معکوس ہے

(۲۳۵)

گر دور دگر ہیے دار تو ہے[2]
گر سوز دگر شرار تو ہے

چھپتے ہو جی چھپو گے ایسے
پنہاں ہو کہ آشکار تو ہے

آپ ہی معشوق آپ ہی عاشق
گر بوس دگر کنار تو ہے

روٹھے آپ ہی، منے وہ آپ ہی
گر طیش و گر پیار تو ہے

ہے تیرا کھیل دو جہان کو
گر نشۂ دگر خمار تو ہے

مکروہ نہیں اگر کہوں میں
گر نقش دگر نگار تو ہے

تو ہی مارے تو ہی جلاوے
گر ایک دگر ہزار تو ہے

گو حکم سے تیرے ہو خزاں پر
اس مین کی چھپی بہار تو ہے

لا احصی شان ہے تری یار
گر ایک دگر ہزار تو ہے

(۲۳۶)

جو اوقات اس تنگ ستی سے گذرے[3]
تو لو جان ہم ایسی ہستی سے گذرے

گدائی کے عاشق نہ طالب شہی کے
ہم ایسی بلندی و پستی سے گذرے

خدا کی قسم پھر خدا ہی خدا ہے
اگر خود تو اس خود پرستی سے گذرے

چھری تو چلاتا ہے گ تمم کے بجاے
تمہاری ہم اس تیز دستی سے گذرے

---

(۱) ب ر گ

(۲) ر گ

(۳) ب ر ع گ

(۲۳۷)

گر[1] دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے　　حاضر ہے یہ دل لیجئے نذر ہے

ناصح محبت کو ہوتا ہے مانع　　تجھ کو خدا کا کچھ دل میں ڈر ہے

تیری بلا سے جو دل پھنسا ہے　　میں کیوں نہ روؤں میرا جگر ہے

پھرتا ہوں بازار بازار کہتا　　او دل کہاں ہے او دل کدھر ہے

اے سوز جانا آگے نہ جانا　　بانکا کھڑا ہے جی کا خطر ہے

(۲۳۸)

نہ[2] عاشق ہے کسی کا تو نہ بے تابی سے محرم ہے　　میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے

چلو اے اشک آگے ساعت اب اچھی ہماری ہے　　جگر دل جان کے ہمراہ اب چلنا مصمم ہے

خدا ہی جانے یا دل جو گذرتی ہے مرے دل پر　　ولے درد دروں سے کسی کے کون محرم ہے

دل و دین جان و ایمان صبر و طاقت کھو چکے کب کے　　یہ مشت استخوان باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں کوئی　　ولے غصہ سے اس محبوب کے میاں زدر عالم ہے

کسی نے اس سے پوچھا سوز سے بھی آشنا ہو تم　　لگا کہنے وہی پیر اک قدیمی میرا خادم ہے

چھپاتا[3] کیوں ہے تو اے سوز اپنے عشق کو مجھ سے　　اگر عاشق نہیں تو تیری آنکھوں میں یہ کیوں غم ہے

(۲۳۹)

جس[4] کے قدم قدم پر تڑپے دل و جگر ہے　　پوچھو تو یارو یہ کس جلاد کا نگر ہے

کہتے ہیں عرض دل کو چھوٹا کروں کسی میں　　سچی تو بات یہ ہے ہم سوختوں کا گھر ہے

ہرگز سراغ اس کا پاتا نہیں کہیں میں　　کیا پوچھتے ہو دل کو کیا جانئے کدھر ہے

یوں تو کہاں وہ [illegible] ہے کے ایسا نہیں وہ بھولا　　وہ مل گیا ہو شاید اس بات کا خطر ہے

ہم لے کے آویں اس کے محبوب کو کہیں سے　　پر سوز کو تو دیکھو اس میں بھی دم اگر ہے

---

(۱) ر ک

(۲) ب ر ک

(۳) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۴) ر ک

(۲۵۰)

هرچند[۱] میری آه سے ظالم کو ننگ هے
میں کیا کروں که عرصۂ دل اس په تنگ هے

یه بت نه چین کا هے نه یه ختن کا صنم
لوکالئے فرنگ کو کار فرنگ هے

کیوں مرگ میری جان کو معشوق تو بھی هے
میں جان بلب هوں اور تجھے اتنی درنگ هے

هر بار میرے منھه په جو آتا هے جوش سے
هیں طفل اشک خیرهے؟ یه کون ڈھنگ هے

الله هی جانے اهل صفا کون لوگ هیں
آئینه تک تو دل کا کدورت سے زنگ هے

پھرتا هے بار بار یه دل ڈھونڈھتا هوا
زلفیں نهیں هیں جان کو قید فرنگ هے

بیٹھا هے کیسے پیار سے سرگرم اتحاد
پهلو میں دیکھئو تو یه کس کا خدنگ هے

سن سوز یه جو مرگ هےمشهور خاص و عام
هستی سے تا فنا تو یه ایک هی شلنگ هے

(۲۵۱)

هم[۲] آئے که تم منھه چھپا کرچلے
هدیے کو چھنگ لگا کر چلے

بغل گیر هوتے هی دل لے گئے
میاں جان اچھی دغا کرچلے

کف پا تلے تم نے دل کو ملا
که تلووں سے آتش لگا کر چلے

کسے کے نه دیکھے نه لیتے میں تھے
غریبوں کو ناحق ستاکر چلے

چلو، جاؤ کیا گھورتے هو ہٹ
نئے سر سے فتنه جگاکر چلے

سدھا رو ادھر پر ادھر دیکھه لو
که هستی کو هم بھی دعا کر چلے

زبردستیاں اک طرف اور تو
مرا منھه بھی آخر چڑا کر چلے

بھلا اور سب باتیں چھوڑلیے میں جائیں
تم اس سوز سے کیا وفا کرچلے

(۱-۲) ب و م ک

(٢٥٢)

مکر[1] جانے کا قاتل نے مری کیا ڈھب نکالا ہے — سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے

اٹھا بس ہاتھ دل سے کیا کسی کی جان ہی لے گا — ابھی لگ جائے گی ٹھہر آہ ظالم زخم آلا ہے

سخندان سرو قامت اور بھی محبوب ہیں یاں تو — ولے میرے سبھی بالا کا سب میں بول بالا ہے

بنائی دست قدرت سے خدا نے صورت انساں — ولے میرا چھبیلا دیکھیو سانچے میں ڈھالا ہے

سبھوں کو قتل کر کے میری باری منہ چھپاتا ہے — ہنے کیا اب کی باری دیکھئے باری تعالی ہے

تم اس سوزے کو بتلاتے ہو خط ہے، خطہ نہیں سوچو — یہ خط ہے احمقو یا چاند کے مکھڑے پہ ہالا ہے

نئے عاشق تو خط کو دیکھ کر دل پھیر لیتے ہیں — ادھر دیکھو تو گویا چاند کے مکھڑے پہ ہالا ہے

اٹھا[2] کر سوز کو مجلس سے میرا نوجوان بولا — کہ بیروں کو منا کر میں نے اس پتھر کو ٹالا ہے

(٢٥٣)

تجھ[3] بن کس کام زندگانی — ہے ہے تو بکام زندگانی

آتا ہے تو آشتاب ورنہ — ہوتی ہے تمام زندگانی

کوئی بھی کرے جہان میں جس طرح — کرتا ہے غلام زندگانی

جو تو ہے وہ پوچھے حال عاشق — کیا زیست کدام زندگانی

لے آنکھ اٹھا تو دیکھ تجھ کو — کرتے ہیں سلام زندگانی

حسرت ہی میں گذر گئی آہ — اے سوز تمام زندگانی

(٢٥٤)

جگر[4] سے لب تلک آہ و فغاں بیتاب نکلا ہے — وداع میہمان کرتا ہے کہ حتی الباب نکلا ہے

وہ[5] یہ ناسوز دل چنگا ہوا کیا کہجئے یارب — ابھی آنکھوں سے میں قطرۂ خوناب نکلا ہے

تواضع[6] سوز کی کیوں کر کریں گے شیخ جی صاحب — انھوں کے گوں کے اب توُ پر سرخاب نکلا ہے

---

(١) ب ر ع ک

(٢) ب میں یہ شعر ہے -

(٣) ب ر ک

(٤-٥) یہ شعر صرف ع میں ہیں -

(٦) یہ شعر ب میں ہے -

(۲۵۵)

[1]یوں تو نکلے نہ مری دل کی اہا ہے گاہے — اے فلک پھر خدا رخصت آہے گاہے

جو تری خاک درِ اے دوست پرے کعبہ — دل میں ہوکر ہوس عزت وجاہے گاہے

نہ شفاعت ہو پیمبر کی نہ تیرا دیدار — ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گاہے

ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی — الم زخم سے جو دل کے کراہے گاہے

نقش کو میرے سر راہ ہی رہنے دینا — گر کبھی رکھ کے وہ کچھ قتل گناہے گاہے

مدت باد صبا خاک کو ہے میری عار — ابھی روندے گا وہ باخیل و سپاہے گاہے

خوش ہو بصد جان کروں میں قربان — اس طرف دیکھے اگر برق نگاہے گاہے

میں تری تیغ کی یوش کی کروں بت میں ثنا — تو مری زخم اٹھائے نہ سرا ہے گاہے

[2]جان پر برق تئی کھاتے ہوئے تیر نگاہ — دل میں سینے کے بھی گرلی ہو پناہے گاہے

ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے — اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے

دیکھ منہ اس کا گھڑی ایک میں بھرکر دم سرد — یوں اشارے سے بتایا سر راہ گاہے

بولو اے دوزخیو جھوٹ نہ کہیو اب بھی — سوز سا تم میں ہوا نامہ سیاہے گاہے

(۲۵۶)

[3]کہوں اسرار اپنے دل کا تو عالم ڈراتا[4] ہے — نہیں کہتا تو جو دل میں ہے اگلا منہ کو آتا ہے

جو دم لیتا ہوں تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے — جو چپ رہتا ہوں تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے

[5]اگر احوال کہتا ہوں تو سننے والے روتے ہیں — نہیں کہتا تو کوہ غم مرا سینہ دباتا ہے

[6]جو جنگل میں نکل جاتا ہوں تو سب دشت (بھاگتا) — کبھی جو شہر میں آتا ہوں تو گھر بھول جاتا

پہاڑوں میں اگر پھرتا ہوں ٹکڑے ہو کے اڑتے ہیں — جو دریا پر کبھی جاتا ہوں سر پر خاک اڑاتا ہے

خدا کے در پہ بیٹھا اے سوز یوں واہی نہ پھر دردر — کہ وہ پیدا کئے کی شرم اپنی کو نبھاتا ہے

---

(۱) ب ر ک

(۲) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۳) ب ر ک

(۳) یہ شعر ب میں نہیں ہے -

(۵) ب جو ظاہر حال کرتا ہوں

(۶) ب تو دوں اس کو لگتی ہے

(۷) ب الٰہی اب کہاں جاؤں میں تیرے در پہ بیٹھا ہوں

(۲۵۷)

جانے[1] سے بزم میں گو بادۂ کوثر ہووے
کس کو خوش آوے اگر طبع مکدر ہووے

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برادر ہووے

داغ ہوتا ہوں میں اس غم سے کہ یہ پھیکا چاند
میرے محبوب کے مکھڑے کے برابر ہووے

تیرے ہاتھوں سے جو کچھ سوز کے دل پر گذرا
آہ میں کس سے کہوں اور کہیں باور ہووے

(۲۵۸)

ساغر[2] سے کی ضط پاؤں اگر جا خالی
مثل مینا میں کروں دل کی تمنا خالی

بہتے بہتے تو ہزاروں ہوے دریا خالی
پر نہیں اشک سے ہوتا دل شیدا خالی

اس چلتر کے بھی قربان ہوں لوباں میں نے
دل و دیں لے کے مجھے ہاتھ دکھایا خالی

کب ہمیں شیشۂ ساعت رہے اب پرواہ
ایک صحرا سے نہیں آبلۂ پا خالی

جس طرح سانپ کو آرام کر آوے یہ من
دل سے رہتی ہی نہیں زلف چلیپا خالی

لے گئی تھی طمع خام کے دل پاؤں کا
جا کے کوچہ میں پک سرکو بھی آیا خالی

دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال
در سے ہوتا ہے کہیں کیسۂ دریا خالی

نالۂ و آہ و فغاں جمع ہیں لیکن افسوس
اے دل گم شدہ تیری ہے یہاں جا خالی

قیس کا وقت گیا سوز چلو اب جلدی
لخت دل سے ہے پڑا دامن صحرا خالی

(۲۵۹)

کسی[3] دل جلے کی تیرے تیئں بد دعا لگی
اے شمع آہ اب تو ترے سر یہ آ لگی

پھر پھر کے شعلہ رو نے جلایا جہان کو
یہ آگ رفتہ رفتہ بہت دور جا لگی

بندے کی بندگی کا کسی کو یقین نہیں
پیارے خدا کے واسطے بول اٹھ خدا لگی

میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا
یہ آنکھ کیا لگی مرے دل کو بلا لگی

بس اے طبیبو ہاتھ تم اب سوز سے اٹھاؤ
اتنے دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

(۱-۲) ب ر ک

(۳) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(۴) ر ع ک

- -

(٢٦٠)

آہ اپنے دل کو دیکھا آج میں نے دور سے[١] — ایک کو نہ میں پڑا تھا خاطر رنجور سے

برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں — لخت دل جھڑتے ہیں ویسے آنکھ کے ناسور سے

ماہ اور خورشید کا منہہ اور ایسی روشنی — ہے یہی نہ بھایے تیری منہہ کے عکس نور سے

اہل جنت نے جو دیکھا حسن میرے یار کا — منہہ پھرا بیٹھا وہ چپ کر اپنی اپنی حور سے

خال و خط میں دیکھتا ہے ناصح گم کردہ ہوش — دل پھنسا ہے زلف سے کہہ دیجو اس شب کور سے

دیکھیو بدمستیاں اس بادہ کش کی جاے ہے — کھینچے ہے خوناب میں زخم کے انگور سے

آج پایا ہے اکیلا تجھ کو باغ کنج میں — ہاے میں کہا جاؤں پر ڈرتا ہوں تیری شور سے

جس طرح تونے ستایا منہہ کو تیری بھینچ کر — بوتیاں توڑوں و لیکن ہوت کے زنبور سے

جس طرح پردہ اٹھاکر شوخ نکلا ناز سے — اس طرح موسی نہ لائے آگ کوہ طور سے

(٢٦١)

جو پہلے ہم سے الفت تھی صواب اس میں نہیں باقی[٢] — کہاں ہر روز کا ملنا کہاں ہردم کی مشتاقی

جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا — کہاں محفل کدھر مینا، کہاں مطرب کدھر ساقی

ادا اور ناز غمزہ کم نگاہی جور بے مہری — یہ سب ہے حسن خوباں میں ولے اتنی بداخلاقی

جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا احسان کیا ان کا — تکلف برطرف یہ حق تعالی کی ہے رزاقی

بجائے اشک ان سنگیں دلوں کے جور سے اب تو — شرر جھڑتے ہیں مژگاں سے بسان سنگ چقماقی

کبھو کالی گھٹا میں جیسے بجلی کوند جاتی ہے — چمک جاتی ہے مسی میں تری دانتوں کی براقی

تجھے اے غیب بیں معلوم ہوگا حال عالم کا — میں کیا جانوں کہ کیا ہے انفسی اور کیا ہے آفاقی

بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیاء کو — یہ تیری ترک چشم اب کس سے سیکھ آئی ہیں قزاقی

بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو — خدا ہی جانے کیا ہے مصلحت میں اس کی خلاقی

---

(١)، (٢) ر گ

(٣٦٢)

دوا[١] دیتا ہوں تو مکھڑے کو بگڑا کر چڑاتا ہے ۔۔۔ جو بوسہ مانگتا ہوں ہونٹ دانتوں میں دباتا ہے

جو میں کہتا ہوں لے مرجاؤں تیرا پنڈ چھٹ جائے ۔۔۔ تو وہ بھی چیں غنچۂ کھینچے ہی کھینچے مسکراتا ہے

جو گاہے شکوہ کرتا ہوں تو لکڑی لے کے اٹھتا ہے ۔۔۔ جو چپ رہتا ہوں تو بغلوں میں آکر گدگداتا ہے

جو اٹھ جاتا ہوں تو وہ راہ آکر روک رکھتا ہے ۔۔۔ جو سو رہتا ہوں تو وہ چٹکیاں لے لے جگاتا ہے

جو گلیوں میں پڑا رہتا ہوں فرہادی کی صورت میں ۔۔۔ تو لڑکے ساتھ لے کر ہر طرف سے غل مچاتا ہے

جو روتا ہوں تو ہنستا ہے جو ہنستا ہوں تو چڑتا ہے ۔۔۔ غرض میں کیا کہوں جس جس طرح مجھ کو ستاتا ہے

چلم کی لیجیو جلدی خبر بے چین ہے یہ دل ۔۔۔ غزل اور ہی لکھوں مضمون تازہ کھلاتا ہے

٣٦٣

ادھر[٢] دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ہے ۔۔۔ مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ ۔۔۔ کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے

الٰہی خیر کیجو آج کس پر تیغ لے نکلا ۔۔۔ فلک پرخوف سے خورشید جس کے تھرتھراتا ہے

عجائب سیر ہے اب کوچہ قاتل میں چلتے ہو ۔۔۔ کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہے کوئی تھرتھراتا ہے

صبا تجھ کو سلیماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہیو ۔۔۔ یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سماتا ہے

کسی نے اس سے پوچھا سوز بھی اب شعر کہتا ہے ۔۔۔ تو کیا کہتا ہے ہاں وہ بت بہت باتیں بناتا ہے

(٣٦٤)

زلف[٣] ہے یا جان کا جنجال ہے ۔۔۔ جنبش ابرو ہے یا بھونچال ہے

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا ۔۔۔ کہنے لاگا مجھ سے یہ کیا حال ہے

بس رواں مت ہو اپنے تئیں سنبھال ۔۔۔ ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

(١-٢-٣) ر ک

(۲۶۵)

کرے[1] مجھ پر جفاؤ جور کیا رستم کا یارا ہے
ولے سمجھا میں اے یار تیراہی اشارا ہے

ملو پاؤں تلے یا اس کو اپنے ہاتھ میں رکھو
جو چاہو تم کرو مختارہو، یہ دل تمہاراہے

ابھی لو اس کو تم آزردہ مت ہو میں تو کہتا تھا
یہ دل صدقے کیا تم سے زیادہ مجھ کو پیاراہے

جواب نامہ تونے جان کر کھویا وہ اے قاصد
تری تقصیر کیا اے یار یہ لکھا ہمارا ہے

خیال حور و غلمان شیخ کے گر دل میں ہو تو ہو
ترے غم کے سوا کب سوز کے دل میں گذرا[1] ہے

(۲۶۶)

یہ[2] آنسو ہو کے قاصد جس کی آنکھوں سے نکلتا ہے
زمین کو چوم لیتا ہے تب اس کوچے کو چلتا ہے

تماشہ دیکھ پیارے آن کر رونے کا تو میرے
کہ اک اک لخت دل دامن میں اب آکر اچھلتا ہے

جگر کو لے کے نشتر گودتا ہے لون ملتا ہے
جو دم مارو تو کہتا ہے کہ چپ رہ جی بہلتا ہے

اٹھاؤ نعش کو میری وہ اس کوچے سے سنتے ہو
بلا سے کاہے کا ہے اپنے گھوڑے سے کھنڈلتا ہے

یہ ہیں لخت جگر یا شعر ہیں یا لعل پارے ہیں
شرارے آگ کے ہیں سوز کیا منہ سے اگلتا ہے

ہوا جب سوز تب بولا کہ ہاں دل سوز تھا میرا
وہ لیجو نام اس کا آہ میرا جان نکلتا ہے

(۲۶۷)

الٰہی[3] خیر کیجو آج کیوں بازو پھڑکتا ہے
ملے گا تیغ زن شاید کلیجہ بھی دھڑکتا ہے

خدا جانے کے صورت عشق کی ہے تیر کے مانند
نظر آتا نہیں پر دل میں پیکان سا کھڑکتا ہے

خدا کے واسطے ٹک بے نیازی دیکھیو اس کی
کہ خاک سے عاشق کی دامن کیوں جھڑکتا ہے

بھلا خنجر لگا مجھ کو گلا کاٹا گیا میرا
یہ ناصح مثل مرغ نیم بسمل کیوں پھڑکتا ہے

بوقت ذبح تو اے سوز ہاں ہرگز پھڑکنا مت
کہ قاتل مثل وحشی سانس لینے میں بھڑکتا ہے

(۱-۲-۳) ر ک

(۲۶۸)

اشتیاق[1] ہی میں تری مرگئے کڑھتے کڑھتے
طائر کوئی شوق کے پر جھڑگئے اڑتے اڑتے

دست و پاگم شدہ اور طعنہ عالم زدہ دل
تری کوچے کو چلا آے ہے بڑھتے بڑھتے

باز گشت نگہ یار کی کی کیا قہر
قتل عالم تو ہوا باگ کے مڑتے مڑتے

(۲۶۹)

اے[2] صبا میری طرف سے جائیو کچھ کام ہے
جان بلب ہوں پر مجھے اس یار سے پیغام ہے

کھیلنے والا کبھو جیتے رہو تم حشر تک
پر مجھے گرذبح کیجئے تو بڑا ہی نام ہے

او دل غافل سنبھل کر جائیو کہتا ہوں میں
ہاتھ میں خونخوار کے شمشیر خون آشام ہے

کیاکہوں جو جو گذر بیٹھی یہ میری جان پر
پر کبھی دل کے تڑپنے پر نہیں آرام ہے

سوز کا تم نام سنتے ہی رہو بس چپ کرو
نام گو پکا ہے لیکن عاشقی میں خام ہے

(۲۷۰)

کہو میاں آہ میں عاشق کے البتہ اثر ہووے
دعا مانگو شب ہجراں کسی عنواں سحر ہووے

جمال یار ہرشے میں نظر آوے وہ ، کیا معنی
نظر میں ہم سے اعمی کی جو وہ نور نظر ہووے

صدم کےکان میں پہنچے ہی پہنچے لاکھ صورت سے
و لیکن قطرہ ہائے اشک عاشق جب گہرہو وے

وہ آوے دل ربا اپنی بغل میں جھوٹ کہتے ہیں
الٰہی مفلسوں کے ہاتھ میں تھوڑا سازر ہووے

خدنگ غمزۂ دلدار ہر اک پر نہیں چلتا
و لیکن کہ سوز سے عشاق کا سینہ سپر ہووے

(۲۷۱)

وہ[3] جو ہردم ہمارے گھر آتے
خواب میں اب نظر نہیں آتے

ڈھیر تک بھی وہ لے گئی قسمت
کچھ تو ہم بھی سر ہائے دھر آتے

عرش سے بھی پرے گئے شاید
واں تلک ہوکے ہو ادھر آتے

---

(۱) ز ک

(۲) یہ غزل صرف ع میں ہے -

(۳) وع ک

(۴) یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

(۲۷۲)

کس[1] کا یہ تو جوان آتا ہے   جس کے دیکھے سے جان جاتا ہے

میں تو کہتا ہوں آنکھوں میں بیٹھو   اس کو دل کا مکان بھاتا ہے

ایک عالم کا خون پیتا ہے   لوگ کہتے ہیں پان کھاتا ہے

کوئی اس سے کہے کہ عاشق ہوں   اس کو کب یہ گمان آتا ہے

ایک تو بات اس میں ہے اچھی   سوز کی بات مان جاتا ہے

(۲۷۳)

جو دیکھے روکو تیرے شمع بادی ہو پگھل جاوے   مجھے دیکھے اگر پروانہ اپنے جی میں جل جاوے

ہواتو روبرو لیکن رہا محروم نظارا   نہ دی حیرت نے فرصت اشک کو اپنے کہ ڈھل جاوے

سحو تو کیا یہی انصاف ہے خوبان کے مشرب میں   مجھے کہتے ہو کوچے سے مے جلدی نکل جاوے

صیب اپنے میان صاحب، خدا کی بات ہاں سچ ہے   میں ایسا ہوں تو لے مرجاؤں بس تیرا خلل ہووے

میان یہ سوز تھا جس نے کیا پاس ادب اتنا   وگرنہ کس کی طاقت آہ روکے جی نکل جاوے

(۲۷۳)

کون[3] سا اس جہان میں بے غم ہے   جس کو دیکھا سو تجھ سے محروم ہے

اشک تو چل نہ چل یہ تیرا شوق   آہ کا تو سفر مصمم ہے

ایک دم کے لیے تو آ اے جان   تیرے دم کے لیے کوئی دم ہے

کچھ نہ کہیو اسے خدا کے لیے   روٹھنے کا بھی زور عالم ہے

گو نہ آیا تو کیا ہوا اے سوز   میرے مرنے کا اس کو ماتم ہے

(۱-۲-۳) ر ع ک

(۲۷۵)

عشق[1] تو [illegible] کرتے مگر واقف نہ تھے اس چال کے — اڑ گئے ہوش و حواس آواز کے خلخال کے

دیکھئو طالع دم آخر ملی سو یہ مراد — ہاتھ منہ پر رکھ لیا بوسے حواس جنجال کے (کذا)

ہم کو کہتا تھا کہ تو کڑھ کڑھ نہ مر آتا ہوں میں — جان بلب آیا نہ آیا صدقے ایسی (چال) کے

ایک ٹھوکر میں ہزاروں سر لوٹے مانند گو — روز محشر کیوں نہ ہو قربان ایسی چال کے

وقت آخر سوز کے پہلو سے کہہ کر اٹھ گیا — کس جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس بدحال کے

(۲۷۶)

کہوں میں اس کے شرمانے کی خوبی — کہ اپنے جی کے لگ جانے کی خوبی

مجھے کہتا ہے میں نے کب لیا دل — بہت اچھا مکر جانے کی خوبی

نکل ہی جاوے گا سینہ سے واللہ — تو دیکھو دل کے گھبرانے کی خوبی

نہیں جاتی تری اب تک شرارت — ملا کر منہہ سرک جانے کی خوبی

کہا جو سوز نے بوسہ تو دے جان — لگا کہنے کہ بہلانے کی خوبی

(۲۷۷)

سوز[2] غم سے تری یاد یدۂ تر رہتا ہے — اے دل گم شدہ سچ کہہ تو کدھر رہتا ہے

اشک صدقے تری تو چل تو خبر لا دل کی — نامہ بر ورنہ وہاں جاتے ہی مر رہتا ہے

دل کی کس قاتل سفاک سے ہے آنکھ لگی — جو لیئے تیغ و سپر آٹھ پہر رہتا ہے

جن دنوں تھک کے وہ شمشیر کو کوٹا ہے میاں — ان دنوں شہر میں خون تا بہ کمر رہتا ہے

تھہں لگتے ہی ذرا پھوٹ بہیں وہ کم ظرف — اکھڑیوں ایسی باتوں سے تو گھر رہتا ہے

(۲۷۸)

دے[3] دھوپ سے الم ہے نہ راحت ہے چھاؤں کی — مجھ کو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پاؤں کی

اے خضر پے خجستہ بتانا ذرا مجھے — ہے راہ کون سی مرے ٹھہرکے گاؤں کی

---

(۱) ر ع گ

(۲-۳) ر گ

(۳) یہ شعر صرف ع میں ہیں -

(۲۷۹)

مجھ کو دھمکاتا ہے تو ہربار کیوں کس واسطے[1] — کیا گنہ کیا جرم میرے یار کیوں کس واسطے

آج تک کس نے غریبوں کو ستایا ہے بھلا — تو جو دیتا ہے مجھے آزار کیوں کس واسطے

جب میں کہتا ہوں کہ آ پیارے مری چھاتی سے لگ — ہے وہی اس شوخ کی گفتار کیوں کس واسطے

کس کئے تیری ہوای کچھ کبھی تحقیق کر — اس قدر مجھ سے ہوا بیزار کیوں کس واسطے

آنکھ اٹھاکے دیکھنے دیتا نہیں وہ شوخ چشم — بس نہ رو اے چشم گوہر بار کیوں کس واسطے

پارسا ہے شیخ تو ہے، آپ کو، تو اس سے کیا — سوز سے یہ فائدہ تکرار کیوں کس واسطے

(۲۸۰)

برق ہے آہ ہے شرارہ ہے[2] — کیا ہے جو دل میں بھر جاتا ہے

کیوں یہ دل میرے بدلے جاتا ہے — ذبح کرنے کو وہ بلاتا ہے

مجھ سے آ کبھو عشق کی لذت — کس مزے سے چھری چلاتا ہے

میں تو سنتا ہوں ایک مدت سے — عشق عاشق کا جی جلاتا ہے

تجھ کو میں بھیجتا ہوں آگے جا — میرا دل ڈر سے تھر تھراتا ہے

جیسا سنتا ہوں شاید ایسا ہو — سوز کیوں مفت جی گنواتا ہے

تجھ میں طاقت ہے ظلم سہنے کی — دیکھوں کیا تیرے پیش آتا ہے

میں تو جاؤں ابھی ولے مجھ کو — سوز کچھ کہہ کے کچھ ڈراتا ہے

(۲۸۱)

دل میں اب غم نہیں سماتا ہے[3] — کیا کروں دم نہیں سماتا ہے

جب سے دل میں خیال ہے اس کا — نام محرم نہیں سماتا ہے

سوز باتیں کروں میں تجھ سے ہو — دم میں اب دم نہیں سماتا ہے

---

(۱) و (۲) ر ک

(۳) یہ اشعار صرف ع میں ہیں —

(۲۸۲)

جو دل پہ ہے گذرتی اس کو خدا ہی جانے
کس سے بیان کروں میں اور سچ ہی کون مانے

اے دل بہت ستا مت جاتا ہے تو نکل جا
سینہ تو پک گیا بس تڑا نہ او دیوانے

صبر و شکیب و طاقت مدت سے چھوڑ بھاگے
اب آپ ہو جی رخصت کرتے ہو کیوں بہانے

غم کو نہ چھوڑ جانا اپنے ہی ساتھ لے جا
کاہے کو چھوڑتا ہے تو میری جان کھانے

صاحب تمہاری خو کو میں خوب جانتا ہوں
اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے

اس شہر میں ہوے ہم، یہ بھی خدا کی قدرت
جس شہر میں سراسر اپنے ہوے بیگانے

نکلو سدھارو بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
پھر اس طرف نہ آنا تم سوز کو ستانے

(۲۸۳)

حضرت غم جان کے پیچھے نہ پڑتے جائیے
پاؤں پڑتا ہوں قدم رنجہ نہ یاں فرمائیے

صبر و طاقت دین و ایمان لے چکے اب کیا رہا
دل نہ دوں گا اور فرمائش ہو، سو فرمائیے

گھورتے کیا ہو؟ مری تقصیر؟ خوب انصاف ہے
دل بغل میں رکھ کے اب آنکھیں دکھائیے

بس چلے پیچھے نہ پھر کر دیکھتے جاؤ شتاب
پر ہمارے دل کو باتیں ہاتھ سے دے جائیے

آج کل کا قول کرتے ہو ولے دیتے نہیں
جھوٹ کہہ کر فائدہ کیا جوہمیں بہکائیے

لو سدھارو اب نہیں برداشت ہم کو جور کی
غم تمام ہوتے نہیں ہیں کب تلک غم کھائیے

سوز آوے گا تو سر کو توڑ کر لے گا وہیں
دیکھیو فرماتا ہے اچھا آئیے جی آئیے

(۲۸۴)

مجھے دیکھ کر موت یوں بولتی ہے
کہ یہ کیا مری یہ تو عاشق کا جی ہے

مری جان دیدار آخر تو دکھلا
مری جان آنکھوں میں اب آرہی ہے

کھڑی نعش پر ہوکے بولا کہ ہے ہے
کسی جوگی کی یہ تو دھونی دی ہے

تجھے سوز کیا غم ہے تیرا تو والی
علی ولی ہے وصی نبی ہے

(۱-۲) ب ر م ک
(۳) ر ک

(۲۸۵)

دل[ا] مجھے یاد غم دلاتا ہے — سوتے دشمن کو پھر جگاتا ہے

تیرے مارے تو میں نہ کچھ بولا — اب تو شمشیر سے ڈراتا ہے

یا الٰہی تو صبر ہی دیجو — دیکھوں کب تک یہ آزماتا ہے

مجھ سے دل مانگتے ہو اس منہ سے — کیا تمہارا ادھار آتا ہے

بات کرنے دے مجھ کو اس سے رقیب — تو گلا کیوں عبث دباتا ہے

مجھ کو خاطر ہے اس کی کیا بولوں — ورنہ ایسا ہی جی میں آتا ہے

کہ ترا ٹینٹوا پکڑ کے دباؤں — اور تو بولے جان جاتا ہے

اپنے ہاتھوں سے ذبح کر راضی — پر رقیبوں سے کیوں مرتا ہے

میں تو بیٹھا ہوں دیکھ اپنا مزا — اب کوئی دم کو سوز آتا ہے

(۲۸۶)

زلف میں الجھا ہوں تس پر قتل کی تدبیر ہے — اب کدھر جاؤں الٰہی پاؤں میں زنجیر ہے

دور سے سمجھے کہ یہ زخمی کوئی نخچیر ہے — پاس جا دیکھا تو دل ہی پاس اس کے تیر ہے

قید ہستی سے کوئی چھوٹا نہیں اس خلق میں — فوج سے دریاؤں کے پاؤں میں جوں زنجیر ہے

ابر و باراں تم نہ پوچھو شرم سے روتے ہیں آہ — ابر کی صورت مری یہ آہ بے تاثیر ہے

حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں — ایک اک اس اجڑے گھر میں عالم تصویر ہے

کثرت عشاق ہے یاں تک کہ تم سے کیا کہوں — جور محبوباں سے ہر اک غنچۂ دلگیر ہے

پر عظیم آباد کے جتنے ملے صاحب سخن — جو ملا صیاد تھا جو ہے سو آہو گیر ہے

احتجاج اس جا نہیں ہے قتل کو احسان کے — طعن نا انصافوں کا دلدوز تراز تیر ہے

سوز کا احوال تم سے کیا کہوں اے مصفو — دل کو ہر دم آہ، شب کو نالۂ شبگیر ہے

(۱-۲) ر ع ک

(۲۸۷)

یہی ہے عشق کا انجام تو انجام کے صدقے — لگائے دل کو سو سو نام اس بدنام کے صدقے
رہا دنیا میں جب تک خار ناکامی ہی کو جانا — نہ پیکاں ہی یہ نکلا اس دل بدنام کے صدقے
کبھی کہتا ہے آ عاشق کبھی کہتا ہے چل در ہو — تری تعریف کے صدقے تری دشنام کے صدقے
گریبان تک بھی کردوں گا .... — کمال جذب ہے اس تیغ خون آشام کے صدقے
کوئی بندہ کوئی خادم کوئی فدوی کوئی مخلص — بکا ہے سوز تیرے نام پر اس نام کے صدقے

(۲۸۸)

بندہ[۲] خانہ ہے کرم فرمائیے — آئیے حضرت ہمارے آئیے
کیا[۳] تلاش دل کو آئے ہو یہاں — دل بھی حاضر ہے اسے لے جائیے
ایک ہی بوسہ کو خط کشی لیجئے — دیجئے اور شوق سے لے جائیے
بیچ سے ہونٹوں کے گالوں کے نہیں — عارضی بوسے یہ مت بہلا ئیے
گالیاں[۴] دینے کی نیت ہے اگر — سوز بیٹھا اسے دے جائیے

(۲۸۹)

عشق[۵] سے جو کہ دل لگاتا ہے — سو وہ اپنے کئے کو پاتا ہے
عشق پیارے سدھارو اپنے گھر — کیوں عبث میری جاں کھاتا ہے
تیرا تو کچھ نہ جائے گا لیکن — مفت میں میرا جاں جاتا ہے
پوچھ تو جاکے سوز کا احوال — مثل ماہی تو پھڑک پھڑاتا ہے
سات دن سے وہ زار و نالاں ہے — نہ تو پیتا ہے کچھ نہ کھاتا ہے
عشق کہیے تجھی کو حضرت عشق — کیا تجھے نام یہ سہاتا ہے
ان سلوکوں پہ کہتے ہو سب سے — مجھ کو تو سوز ساتھ لاتا ہے

---

(۱) ر ع ک
(۲) ب ر ک
(۳) ب میں اس طرح ہے " کیا سمجھے ہے ان دنوں دل کی تلاش "
(۴) یہ شعر صرف ب میں ہے ۔
(۵) ر ک

(٢٩٠)

ہر ایک عاشق کے جی میں یہ ہے کہ میرا محبوب مجھ کو چاہے[1]

غضب ہے یارو یہ چاہتے ہیں کہ وہ مری طرح سے کراہے

کسی کے محبوب نے کہا بھی کہ اپنے عاشق کا ہو ہے عاشق

یہ تھوڑا احسان نہیں ہے اس کا کہ آنکھ اٹھا دیکھے کاہے

غرض یہ ہے مطلب کے ہیں گے عاشق کہا کریں کچھ زبان سے اپنی

اسی کو عاشق کہیں ہیں ہم تو کہ بے تمنا کوئی رہا ہے

اسی کی خواہش مراد ہو وے جو مارڈالے تو شاد ہوں میں

طلب اسی کی زیادہ ہو وے نہ منہ سے نکلے ہے آہے واہے

میں تجھ سے کہتا ہوں سوز بس لکھ اگر تو عزت کا ہے کا طالب

جھکا نہ سر کو کسی کے آگے اگر سلامی ہو بادشاہے

(٢٩١)

صنم کے ہاتھ میں کیا آرسی تھی[2] | کہ جوئے غمزۂ گلشن بہی تھی

کہا میری طرف سے سوز نے کچھ | تو واں شمشیر آگے ہی دھری تھی

جڑی آتے ہی اور منہ سے نہ بولا | مگر اتنا کہ اے تیری کہی تھی

رلایا یوں مجھے آٹھ آٹھ آنسو | کوئی پوچھے تو یہ کیسی ہنسی تھی

تو کہیو ہم نشیں کیا سوز عاشق | مجھے ہے ہے کری کسی نے کہی تھی

نہیں تقصیر اس میں آپ کی کچھ | بلے صاحب یہ قسمت کی بدی تھی

خدا جانے کہ گالی یا دعا دی | نہ سمجھا کچھ زبان فارسی تھی

(١-٢) ر گ

(۲۹۲)

دل[1] تیرا کب کا آشنا ہے | کیا جانیے اس کو کیا ہوا ہے

میں نے تجھ کو کبھی نہ دیکھا | بن دیکھے ہی جی لگا ہے

رہنے دیجیو اسے مری جان | واللہ بہت یہ کام کا ہے

اک بات کہوں اگر سنے تو | تیرا بھی جی کہوں لگا ہے

شرما مت مجھ سے تجھ کو واللہ | بتلا اس میں کیا مزا ہے

ہے ہے جو قدردان ہو کر | مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے

تو جو پوچھا ہے سو نہیں میں | مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے

اس وضع پہ مت ذلیل کریو | بندہ یہ تیرا ہی خاک پا ہے

تو سوز سا اس کو جانیو مت | ظاہر میں یہ شکل پارسا ہے

ہر شب رکھتا ہے چار عورت | لونڈا تو روز نا شتا ہے

جدھر مت کھینچو جان صاحب | کیا ہے تری دل میں آج کیا ہے

میں سوز نہیں ہوں دل سوز | تو مجھ کو ویسا جانتا ہے

واہ وا کہنے پہ اور دو نے | کس نے یہ بانکپن بدا ہے

تیرا تو ان دنوں میں اے لو | غصہ تو ناک پر دھرا ہے

جدھر تو میاں کر کے بیٹھو | بھاری بی ابھی تو ون پڑا ہے

یک رات تو آنے دو مری جان | پھر دیکھئیو تم کہ کیا مزا ہے

(۲۹۳)

ترا[2] سوز احوال ہر دم بہتر ہے | وہی رنگ چہرہ وہی چشم تر ہے

تری یار کو میں بلا لاؤں بتلا | کدھر اس کا کوچہ کہاں اس کا گھر ہے

---

(۱) ر ع گ

(۲) ر گ

(۲۹۴)

یہ[۱] بزم دلبری پھر وہ ستم ایجاد آتا ہے
چھری اے قتل عشق خانمان برباد آتا ہے

خوشی کیا خاک ہو اے عندلیبو ایسے گلشن میں
جہاں دن کا بھی دھڑکا کہ وہ صیاد آتا ہے

توقع دل کے پھر آنے کی اب مجھکو کہاں لیکن
وہ اس کا بے قراری سے نکلنا یاد آتا ہے

خدا کے واسطے اے ہم نشینو ڈھانپ لو مجھ کو
ادھر تک پھر کے دیکھو نا صحا جلاد آتا ہے

خدا جانے ہی کیا بزم میں اس آتشیں خو شے
کیا تھا کس خوشی سے سوز پر ناشاد آتا ہے

(۲۹۵)

دل[۲] لے گیا وہ یار ہے ہے
ہے ہے دل بے قرار ہے ہے

تو قہقہا مار کر ہنسے اور
میں روؤں زار زار ہے ہے

مت جائیو یار بار ہا ہا
میں تیری نثار وار ہے ہے

پیکان سے تیرے دل خوشی تھا
سو ہوگئے دل سے پار ہے ہے

ہرگز وہ بجھی عطش جگر کی
کیسی تھی یہ آب دار ہے ہے

اب تک جیتا ہے سوز آجان
اتنا بھی انتظار ہے ہے

(۲۹۶)

تری[۳] قدرت کے میں قربان تو کیا کیا بناتا ہے
ذری سے دل میں اس بھیڑکے کوہ غم سماتا ہے

اری میاں یہ جو تل ہے اس کو دیکھوا بھی آنکھوں سے
کہ آن اس عرش سے لے فرش تک سب کو دکھاتا ہے

کبھی تو ایک کو کرتا ہے سلطان ایک کو چاکر
کبھی پتھر کو اس سلطان سنجر پر بٹھاتا ہے

کبھی تو شہر کو ویران کر جنگل بناتا ہے
کبھی جنگل کو کر آباد مردوں کو بساتا ہے

کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و حشمت و دولت
تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھاتا ہے

==
~~کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و حشمت~~

ر ک (۳-۲-۱)

- -

(۲۹۷)

کملی صورت سے یہ دل شاد نہیں ہوتا ہے — آہ یہ گھر بسا آباد نہیں ہوتا ہے

ایسے ظالم کے میں پھندے میں پھنسا ہوں ہے ہے — جس کا قیدی کبھی آزاد نہیں ہوتا ہے

جیسا تو قاتل سفاک ہے ایسا تو میان — کوئی دنیا میں بھی جلاد نہیں ہوتا ہے

چہچہے کرتی جو ہیں بلبلیں حیرت ہے مجھے — مگر اس باغ میں صیاد نہیں ہوتا ہے

آپ کی جور و جفا جتنی تھیں سب مجھ پہ ہوئیں — اب نیا ظلم بھی ایجاد نہیں ہوتا ہے

(۲۹۸)

تجھے[2] دل کے لینے کی کیا چاہ ہے — ہمارا تو ڈیرا سر راہ ہے

تمہیں کے گھونگھٹ سے منہ کو نکال — ذرا جھانک کر جان آگاہ ہے

نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو — مری جان اللہ ہی اللہ ہے

اسی کا یہ مظہر ہے اے ناقصو — جدھر دیکھئے واہ ہی واہ ہے

بظاہر اسی کا ہے یہ سب ظہور — کہیں ہے گدا اور کہیں شاہ ہے

یہ اشیا جہاں تک ہیں آئینہ میں — سبھوں میں وہی جلوۂ ماہ ہے

تجھے وہم ہے عرش پر ہے خدا — تری دل سے اس عرش تک راہ ہے

(۲۹۹)

یارو[3] پوچھو تو کس کا گھیرا ہے — جس نے دم کو مرے اکھیڑا ہے

ہائے خوف خدا نہیں ظالم — دل مجروح تو نے چھیڑا ہے

او چھنال میں نے اپنے گھر میں کہا — تو نے سب اس کے منہہ پہ پھیرا ہے

ہے یہی خو تو او بجا سن لے — تیرا دنیا میں تھل نہ بیڑا ہے

رات مجلس میں اس کی تیرا یارو — میں نے کس زور سے گھیڑا ہے

یہ جو محبوب ہیں انھوں کے ناز — لات مکا ہے اور تھپیڑا ہے

ایک ہیں سب ولے یہ شاہ و گدا — زندگانی کا سب بکھیڑا ہے

سوز کے پاس او کلھری یار — دیکھ متھرا کا کیا ہی پیڑا ہے

اور کھاسی اگر تجھے آئے — پاس میرے یہ ہر بہیڑا ہے

(۱-۲) ر ک

(۳) یہ اشعار صرف ع میں ہیں -

(۳۰۰)

بھاگتا[1] کیوں ہے اسیر و وہ خراماں مجھ سے
تیری چھل بل نہیں ہونے کی یہ پنہاں مجھ سے

ایک قطرہ میں مرے اشک کے خطرہ کھائے
بحث کرتے تھے بہت حضرت عماں مجھ سے

خاک میں مجھ کو کیاتو بھی نہیں رحم تجھے
کیا چھڑاتا ہے بھلا کھینچ کے داماں مجھ سے

موت ہربار نہیں آتی ہے بس مر تو چکا
کیوں اجل ہوتی ہے اب دست و گریباں مجھ سے

دیکھ کر میری پریشانی کو کھاتے ہیں بل
پھر کیوں رکھتے ہیں یہ زلف پریشاں مجھ سے

داغ دکھلائے ہے لالہ کے چراغوں کو
چار داغوں کو گداتاہے گلستاں مجھ سے

میرے شمشاد کی جاہ چال تو پہلے سیکھ آ
کیوں اکڑتا ہے تو اے سرو خراماں مجھ سے

شکر حق کل تو کیا اپنے جنیوں سے یہ
روٹھ بیٹھا ہے عبث سوز غزل خواں مجھ سے

(۳۰۱)

مدہ لیبوتمہیں گلزار مبارک ہو وے
ہم کو بھی سایۂ دیوار مبارک ہو وے

ہر قدم پر سر ہے تن ہے تن پہ سر ہے
لاؤ لے تجھ کو یہ رفتار مبارک ہو وے

قیس و فرہاد مرے جس سے سنا تو ہوگا
سوز تجھ کو بھی یہ آزار مبارک ہووے

ہر گھڑی جس کی تمنا تھی تمہیں تو دیکھو
انکھڑیوں تم کو یہ دیدار مبارک ہووے

مجھ کو طاقت دے خدا صبر و تحمل کی مدام
تجھ کو بھی خون دل آزار مبارک ہووے

بوسہ لب تو رقیبوں کو مبارک ہو وے
دل کو بوسہ لب سوفار مبارک ہو وے

سوز کو گھیر تو لایا ہوں میں دروازے تک
قتل بے جرم گنہگار مبارک ہو وے

موتی مالے کی طلب یار کو ہے آج سنا
سن لو اے چشم گہر بار مبارک ہو وے

تیغ ابرو کے تلے تم ہی چھوڑے مردم
مجھ کو تیغ نگہ یار مبارک ہووے

آہ کے ساتھ چلاجاتا ہے تا عرش برین
میرے منصور کو یہ دار مبارک ہو وے

تار تار آگے گریباں تو کیا تھا لیکن
اب تو رونے کا لگا تار مبارک ہو وے

ایک ایسی ہی غزل قافیہ تبدیل سے کہہ
اب کے شاید کہ یہ تکرار مبارک ہو وے

---

(۱) ر گ

(۲) ب ر ع گ

(۳۰۲)

بلبلو تم کو گلستان مبارک ہووے ... ہم کو بھی گوشۂ زندان مبارک ہووے
اب تو بوسہ کے نہ لینے پہ بٹھایا دربان ... سبزۂ پشت لب اے یار مبارک ہووے
کیوں مری خاک کہاں تک تو رہے گی پامال ... تجھ کو وہ گوشۂ داماں مبارک ہووے
کیوں مرے دل تو بھی چلا اب سفر دور و دراز ... تیرا اللہ نگہبان مبارک ہووے
آرزو تھی کہ کبھی اپنے گلے مجھ کو لگائے ... سوز تجھ کو بھی یہ ساماں مبارک ہووے
ہاے معشوق سے عاشق تو کہائے واللہ ... گل کو یہ چاک گریبان مبارک ہووے
میں سرتار بہ قدم خار قدم تا سر رگ ... عاشقو یہ سرو ساماں مبارک ہووے
اور بھی ایک غزل عید کا دن ہے کہہ ڈال ... تجھ کو اے سوز یہ دیوان مبارک ہووے
قافیہ اور بدل تا نہ کسی کا ہو دخل ... جلد کہہ جلد مری جان مبارک ہووے

(۳۰۳)

حلقۂ زلف گرہ گیر مبارک ہووے ... لے پری دیوانے یہ زنجیر مبارک ہووے
خاک تو ہم کو بھلا لذت پیکاں سے کیا ... ہدف دل کو ترا تیر مبارک ہووے
تا قیامت رہے صیاد ترا دام آباد ... میں تو پہلا ہی ہوں نخچیر مبارک ہووے
قدم یار تلک پہنچوں تو پارس ہی رہو ... اے مہوس تجھے اکسیر مبارک ہووے
کچھ تو تاثیر کرے دل میں صنم کے یارب ... آہ یہ نالۂ شب گیر مبارک ہووے
میں بھی کڑھتا تھا بہت ہجر میں اور کثر جلتا تھا ... اب تو دلبر سے ملا میر مبارک ہووے
اس کمان دار کے ہاتھوں سے کوئی بچتا تھا ... سوز لاگا نہ تجھے تیر مبارک ہووے
شادی و عیش و طرب ہووے زمانے کو نصیب ... سوز کو ماتم شبیر مبارک ہووے

---

(۱) ب ر گ
(۲) ب ر ع گ

(۳۰۴)

آجا[1] مری منتوں کے پالے — اے پیارے جھنڈو لے بالوں والے

تو سامنے میرے اٹھ گیا ہائے — میں مر نہ گیا تری بلا لے

تاریک ہوا جہان تجھ بن — اے میرے اندھیرے کے اجالے

سر سے پاؤں تک لگی دوں — پھنکتا ہوں آن کر بجھا لے

وہ شرم سے تیرا مسکرانا — اے پتلے پتلے ہونٹوں والے

دل چاہتا ہے پھر بھی دیکھوں — اک آن تو پھر مجھے دکھا لے

یا آن کے پاس بیٹھ میرے — یا پاس اپنے مجھے بلا لے

تم تو جنت کو سدھارے اچھا — دوزخ کے ہمیں کیا حوالے

اے میرے مسیح میرے مہدی — میاں مرتا ہے آن کر جلا لے

(۳۰۵)

ہم[2] دور سے اے یارو گھر تم کو دکھا دیں گے — جو اس سے ملا دو گے تو جی سے دعا دیں گے

جس چیز کا مالک ہوں سب تم پہ کروں قربان — گر جان بھی مانگو گے ہم جان بھی لا دیں گے

قربان تری ہم دم صدقے تری مکھڑے کے — تو اپنی زبان سے دے ہاں تجھ کو دکھا دیں گے

اس شہر کے ساکن دل سمجھائیں اسے ورنہ — اک آہ کے شعلے سے ہم آگ لگا دیں گے

کہہ دیجیو قاتل سے خطرہ نہ کرے دل میں — کشتہ کو ترے پیارے دکھا کے دبا دیں گے

گر روز کے ملنے کے مانع ہو تو یہ سن لو — سجدوں سے تری در کی ہم خاک اڑا دیں گے

گر قتل کیا تم نے کل سوز کو کیا غم ہے — ہم نام ترا لے کر پھر اس کو جلا دیں گے

---

(۱) ر ک

(۲) بار ع ک

(۳) یہ شعر صرف ب میں ہے -

(٣٠٦)

رات[1] بزم شراب تھی اور یار — جام لیتا تھا ہاتھ سے سب کے
کہیں مجھ سے نکل گیا اپنے — جام لے ہاتھ سے مرے اب کے
وونہیں تیوری چڑھا لگا کہنے — کچھ نظر آئے تم عجب ڈھب کے
میں تو پیالہ تمہارے ہاتھ سے لوں — ایسے تم میرے آشنا کب کے

(٣٠٧)

کچھ[2] آپ ہی آپ میرا آج جی ڈرتا ہے کیا جانے[3] — دیے کی طرح رہ رہ کر یہ دم بھرتا ہے کیا جانے
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو سمجھا دیں — بسان طفل ناگویاں یہ دم بھرتا ہے کیا جانے
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بتلادوں — ارے یارو یہ کس محبوب پر مرتا ہے کیا جانے
کبھی تو کھلکھلا ہنستا ہے گاہے زار روتا ہے — سبھوں کے پاؤں پڑتا ہے یہ کیا کرتا ہے کیا جانے
اچنبھا مجھ کو رہ رہ کر یہی آتا ہے سنتے ہو — کہ ناحق سوز یہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانے

(٣٠٨)

حضرت[4] عشق سے پھر مجھ کو بھڑایا دل نے — شہر کو حور کے برقع میں چھپایا دل نے
شکوۂ عشق وہ کرتا نہیں وہ صاحب ہے — دل نے دل نے مجھے سودائوں سے کھایا دل نے
نہ شرارا ہے نہ یہ برق نہ یہ انگارا — جل گیا جل گیا اے وائے جلا یا دل نے
کس کی [illegible] فریاد کروں ہائے نہیں کوئی غیر — صاحبو داد کو پہنچو کہ ستایا دل نے
کیا ہی دل سوز تھا میں اس کو نہ پوچھا صد حیف — سوز کو پیار سے سینہ میں چھپایا دل نے

(٣٠٩)

کچھ[5] نہیں منظور پیارے کو ہماری زندگی — حیف ضائع ہی گئی میری یہ ساری [illegible] بندگی
اور تو کچھ بھی نہ پایا اپنی ہستی سے بجز — عاجزی لے اختیاری خاکساری بندگی
مجھ سے ہوسکتا ہے کیا خدمت میں تیری اے میاں — اس سوا جو کیجئے ہردم تمہاری بندگی
تیرے ہی آگے نہیں ہے قدر کوئی کچھ کرے — حق تعالیٰ کو بھی ورنہ ہے پیاری بندگی
سوز کے دل میں نہیں کچھ آرزو میں سے تم جیو — ہاں مگر سب کو کرے آگو تمہاری بندگی

---

(١) ر ک

(٢) ب ع ک

(٣) ب ع ک نسخوں میں یہ غزل ن کی ردیف میں لفظ جانے کو جانیں لکھ کو شامل کیا گیا ہے ہم نے اس کو ے کی ردیف میں شریک کیا ہے ۔

(٤) یہ غزل ع ک میں ہے اور ل کی ردیف میں شامل تھی کیوں کہ لفظ نے نیں کر کے لکھا تھا ۔ ہم نے اس غزل کو بھی ے کی ردیف میں جگہ دی ہے ۔

(٥) یہ غزل صرف ع میں ہے ۔

(۳۱۰)

وہ[1] سرخ پوش پیارا کیا جانے کدھر ہے | خون جگر سے جس بن دن رات چشم تر ہے
آنکھیں ترس گئی ہیں آنسو کے دیکھنے کو | مژگان پہ لخت دل ہے یا پارۂ جگر ہے
خالی کیا ہے میں نے سب حسرتوں سے دل کو | ہاں اشتیاق اس کا اس میں بھرا مگر ہے
کٹتے ہیں نہند سب کی راتوں کو نالے بھر بھر | ماتم سرا سے بدتر ان روزوں اپنا گھر ہے
اب بھی نہیں نکلتا دل سے غبار تیرے | خاک اپنی اڑتی پھرتی گلیوں میں دربدر ہے
قدموں سے چھوٹتے ہی اپنی بھی یہ حالت | جو سر کہ عرش پر تھا سو اب وہ خاک پر ہے
اے سوز آگے مت چل کانپیں ہیں پانو اپنے | کیا جانیے کہ کیسے ظالم کا یہ نگر ہے

(۳۱۱)

اسی[2] امید پر جیتا ہوں پیارے | کہ چھاتی پر تو چڑھ کر سراتارے
مری پہلو سے تو مت جا کہانا | بہانے سب سمجھتا ہوں میں پیارے
سمجھتا ہی نہیں کہتا ہے کیا تو | یہ فرماکر کے مجھ کو مت ستارے
مجھے کالے نے کاٹا ہے خبر لے | کوئی زلفوں کے ماروں کو پکارے
مکان خاص دل میرا ہے لیکن | کہاں بیٹھوں کہ دل ٹوٹے ہیں سارے
غریق بحر رحمت ہوگیا سوز | عزیزو جاؤ بیٹھو اب کنارے

(۳۱۲)

اپنا[3] دل جس کو چاہتا ہے | اس کو بھی بھاتا آپ سا ہے
بوسہ جو لیا تو مسکرا کر | کہنے لگا چھی یہ کیا مزا ہے
جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں | مجھ پاس جو سوئے تو، تو کیا ہے
کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں | ایسا ہی تو نیک پارسا ہے

---

(۱) ب ع ک

(۲-۳) یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

(۳۱۳)

سینے[1] میں[2] تو آہ فغاں ہے — تو اے دل[3] گم شدہ کہاں ہے

لو حسن تو لد گیا کبھی کا — یہ خط نہیں گرد کارواں ہے

مت[4] کہیو اس کو چشم بد دور — آج ہی تو مجھ پہ مہرباں ہے

کرتا ہے جدا سب اعضاء اعضاء — کہتا ہے کہ پھر امتحاں ہے

مت[5] پوچھئیے یارو مجھ سے گھر کو — کیا بتلاؤں[6] کہ گھر کہاں ہے

جس باغ میں گل کو دی ہے آتش — اس باغ میں میرا آشیاں ہے

اے بوالہوساں عشق بازی — کیوں تم کو عشق مہ و شاں ہے

کوچہ میں اس کے جاکے دیکھو — کوئی کشتہ ہے کوئی نیم جاں ہے

ہم سا یہ میں کسی کے جاکے بیٹھیں — خورشید کا سر پہ سائباں ہے

رستم اس سا کہیں نہ ہوگا — کہنے سننے کی داستاں ہے

جاتا ہے تو[7] جایے دل کہیں دور — یاں[8] تیرا کون پاسباں ہے

آتا ہے تو آشتاب اے جاں — اک آن کا سوز مہماں ہے

(۳۱۴)

کوئی[9] کم بخت ہو جو دل لگاوے زندگانی سے — کسی نے نفع بھی پایا ہے اس دنیائے فانی سے

بہت اب یاد آتے ہیں تپاک ان حضرت دل کے — عجائب حظ اٹھائے تم نے اس جنت مکانی سے

گئے ہیں جتنے اپنے دوست ہم کو چھوڑ کر آگے — کوئی دن کو ملیں گے ان سے کیا کیا شادمانی

جو یار آیا تو استقبال بھی ہم سے نہ ہو آیا — رہے اب وائے ہم شرمندہ اپنی ناتوانی سے

جو پیش آوے اسے تقدیر رب العالمین جانے — رہا یہ یاد ہم کو سوز فردوس آشیانی سے

برابھی تو نہ تھا دلسوز تھا سب آشناؤں کا — و لیکن پھونک سب کا جی گیا آتش بیانی سے

---

(۱) ب ک

(۲) ب سنتے ہیں تو آہ یا فغاں ہے -

(۳) ب دل گم گشتہ

(۴) ب مت ٹوکیو اس کو

(۵) ب مت پوچھیو عزیزو میرے گھر کو

(۶) ب تمھیں

(۷) ب جو تجھ کو جا کہیں جان

(۸) ب تیرا یہاں

(۹) یہ غزل صرف ع میں ہے

(۳۱۵)

تنہا نہ مجھے درد دہان تجھ سے گلا ہے — نالے سے بھی شکوہ ہے فغان تجھ سے گلا ہے

کیون روبرو اس کے نہ کہا جان بیان کچھ — سنتا ہے وہ کچھ درد زبان تجھ سے گلا ہے

ہرچند یہ چاہا یہ کھلے پر نہ کھلا حیف — کہتا ہے کچھ احوال وہان تجھ سے گلا ہے

کیا جلد گئی ہاتھ مین دامن بھی نہ آیا — تاحشر یہ عمر گذران تجھ سے گلا ہے

کیون شوخ نہ آیا تو مرے وقت سفر بھی — مین دیکھ ہی لیتا تجھے، ہان تجھ سے گلا ہے

کیون لوح بنائی تھی کہ وہ دیکھ کے بھاگا — گمنام کو اے نام و نشان تجھ سے گلا ہے

کیون سوز درد، (خاک ہی کرڈالا نہ) تونے — اے سوز مرے سوختہ جان تجھ سے گلا ہے

(۳۱۶)

آج کیون اشک مرا گرم چلا آتا ہے — ایک دریا ہے کہ آنکھون سے بہا آتا ہے

جب نہ تب ذکر جدائی ہی کالے بیٹھے گا — کیا ملا تجھ کو یہ کم بخت کہا آتا ہے

بوسہ لیتے ہوئے کل اس سے جو پوچھا مین نے — سچ کہو تم کو بھی کچھ اس مین مزا آتا ہے

غصہ ہوکر یہ لگا کہنے کہ مین حیران ہون — تجھ کو کچھ اور بھی ان باتون سوا آتا ہے

(۳۱۷)

ستم کو اس کے محبوستم نہ کہیے کبھی — بغیر شفقت و لطف و کرم نہ کہیے کبھی

ہے سر مین سر خدا تو نہین ہے محرم ہان — یہ جھوٹ مت ترے سرکی قسم نہ کھیئے کبھی

عدم تو وہ ہے جہان جز فنا نہ ہو کچھ بات — دہن کو میرے صنم کے عدم نہ کہیئے کبھی

فقیر وہ ہے جو ہو مفلسی مین رشک غنی — نہ ہو کے پاس جو دام و درم نہ کہیئے کبھی

(۱-۲-۳) ع ک

(۳۱۸)

هیچ[1] کافر کو خدا عاشق خوباں نہ کرے
جب تلک ان کو جفاؤں سے پشیماں نہ کرے

دل بے رحم تجھے کچھ بھی مروت آئی
پرورش تیری کوئی گبرو مسلماں نہ کرے

پھر پھر آتے ہے ہر اک پل میں یہ چشم خوباں
دل میں ڈرتا ہوں کہ کچھ ابر یہ طوفاں نہ کرے

تری ہاتھوں سے بہت سوز کا دل گھبرا یا
کیا کرے کوئی اگر چاک گریباں نہ کرے

(۳۱۹)

جو[2] کوئی آپ سے وفا نہ کرے
دوستی اس سیتی بلا نہ کرے

یوں سنا ہے کہ غیر ملتے ہیں
اے نہ یوں مت کہو خدا نہ کرے

تو ہی انصاف کر تو اے ظالم
ایسی باتوں سے جی چلا نہ کرے

بس جی بس بیٹھو ہم نے دیکھ لیا
پھر خدا تم سے آشنا نہ کرے

کیا ہی عشرت میں زندگانی کی
سوز کو دل اگر خفا نہ کرے

(۳۲۰)

شمع[3] نمط جل ہی کے مرجائیں گے
ساتھ لیے داغ جگر جائیں گے

اپنی نہ مانی سے نہ گذرے گا تو
جان سے ہم ابھی گذر جائیں گے

بھائیو کہتا ہے تمھیں میر سوز
جائیں گے پونے کے خبر جائیں گے

(۳۲۱)

عاشق[4] زیادہ اس سے کیا آرزو کرے
تیری نگہ کی تیغ سے حق سر خرو کرے

ناصح نہ سی سکے گا مری لخت دل کے تئیں
ٹکڑے کو لعل کے کوئی کیوں کر رفو کرے

واعظ کی شیخی دم میں نکل جائے گی ابھی
قاتل کو میرے کوئی اگر رو برو کرے

اتنا کیے کرم سے ابے آ ادھر تو آ
یہ آرزو ہے سوز خدا بھی کبھو کرے

(۱-۲) یہ غزل صرف ع میں ہے۔

(۳) ع ک

(۴) یہ غزل صرف ع میں ہے -

- -

(۳۲۲)

[1]بیٹھنے پائے نہ آتا ہوں ابھی کہہ کر چلے — میں تمہاری زور گری سمجھا بلے آفا بلے

[2]بھنی ہوں تو یہ نہیں مرتا تیغ انتظار — ایسی ہی ماروں کہ سر سے صاف اتری تا گلے

تو چلا دامن چھڑا کر پر تصور میں ترے — ہم بھی روئیں گے کسی گلبن کے لگ لگ گلے

کون سے دن خوش کیا مجھ کو بلائے جان ہے — دل کو لے جاتا ہے لے جاؤ کہیں آفت ٹلے

پاس بیٹھے، دل کو اتنے میں چرا کر لے چلے — دیکھنے میں ہو تو بھولے پر بڑھی من چلے

[3]دست و پا مارے نہ دیتے ہوں جیسے ہر آن میں — کون پھر ایسا ہے مجھ بے کس پہ جس کا بس چلے

اب نہیں امید غیر از ذات حق اسے ہمدمو — صبر و طاقت آشنا تھے سو بھی گھبرا کر چلے

[5]کیوں سوز کس ستم گر سے مجھے پالا پڑا — کوئی تو انصاف دے ایسے سے کس کا بس چلے

[6]سوز کے حاضر نہ تھے ہم اے دوستو کل وقت ذبح — دم نہ مارا سچ ہے ایسا ناتواں کیوں کر ہلے

(۳۲۳)

آواز تو دے اے دل مغفور کہاں ہے — سینہ تو (ہے گھر) دل کا بہت دور کہاں ہے

خورشید کو گو چرخ چہارم پہ چڑھایا — پر مہر صنم کا سا بھلا نور کہاں ہے

ہر قطرہ خوں بر سر مژگاں ہے جھلکتا — یہ لخت دل سوز ہے منصور کہاں ہے

(۳۲۴)

تلخ لگتی ہے مجھے بات تری — دیکھی بس شیخ کرامات تری

مجھ کو کہتا ہے یار سے مت مل — خاک کٹتی ہے نہ اوقات تری

کیا کروں داؤ نہیں لگتا ہے — ورنہ کرتا ہے مدارات تری

اب بھی چونکوں گا نہیں (موقعہ سے) — کبھی تو ہوگی ملاقات تری

سوز دل میں جو ..... ہے تو — اس کو معلوم ہے حالات تری

---

(۱) ب ع

(۱ تا ۲) یہ شعر ب میں ہیں -

(۳۲۵)

اُدھر لے جائیو تابوت جس کوچہ میں بانکا ھے
کبھی پوچھے یہ مردہ کون ھے کشتہ کہاں کا ھے

قضا سے یہ موایا نوجواں بانکے نے مارا ھے
یہ لڑکا یا جواں یا پیر ھے کس خاندان کا ھے

اسے جدھر سے مارا یا کہ تیغوں سے کیا ٹکڑے
و یا تیروں سے چھیدا یا کہ یہ بسمل سناں کا ھے

بلا سے پوچھنے سے اس کے میری روح خوش ہوگی
گھڑی وہ جاکے کہیو کشتہ اپنے مہرباں کا ھے

یہی کہیو نہیں ہم جانتے یہ کون ھے صاحب
و لیکن سوز رہتا تھا جہاں یہ اس مکاں کا ھے

(۳۲۶)

گو نہ ہو لالہ و گل دیدۂ خونبار تو ھے
کام گو تلخ ہوا شربت دیدار تو ھے

باغباں گو کہ ہمیں بار نہ دے گلشن میں
جھانک لینے کو بھلا رخنۂ دیوار تو ھے

گو متاع غم و اندوہ نہیں لیتا کوئی
کیوں تو کڑھتا ھے بھلا درد کا بازار تو ھے

لب سے لب گو نہ ملا سوز خوشی وہ بھائی
تیری سہنے کے لیے وہ لب سوفار تو ھے

(۳۲۷)

مری آہ نے آسماں سب بنائے
مری اشک نے یہ سمندر بہائے

مری غم نے یہ رات کالی نکالی
مری درد دل نے یہ دن ھی دکھائے

کھلیں آنکھیں میری تو جھپکے سے اس کے
قضا نے وھیں چاند سورج بنائے

(۳۲۸)

خوں دل خوش کیا اگر نکلے
تو مری جان کا خلل نکلے

دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

پر یہ کہیو کہ جان پیاری ھے
غم کی آنکھیں بچا کے ٹل نکلے

یہی انصاف ھے تو سوز سمیت
تیری محفل سے آج کل نکلے

(۱ تا ۴) یہ غزلیں ع میں نہیں ھیں -

(۳۲۹)

کیا[1] میرے لبوں پہ جان پہنچی — ہے ہے یوں موت آن پہنچی

کیا جان چھپا رکھی تھی لیکن — یہ بھی اس تک ہدان پہنچی

آنسو کی لڑی چھپا رکھی تھی — لو یہ بھی اس کے کان پہنچی

سینے میں دبک رہی تھی یہ آہ — دیکھو تا آسمان پہنچی

پہنچا تو نکل میں پچھا دن — بچپن میں نوجوان پہنچی

ہے پیش نگاہ آگے آگے — یہ سوز کی اب تو شان پہنچی

ٹکڑوں سے جگر کے گوندھی ہے یہ — رکھیو میرا نشان پہنچی

کل سوز سے اور اس سے جو ہوئی — تم تک بھی یہ داستان پہنچی

(۳۳۰)

مرگئی[2] بلبل چمن میں سایۂ گل کے تلے — برگ گل بچھوائیو مرقد میں بلبل کے تلے

میرے دل کی بیقراری کو وہی سمجھے کاہاں — ایک دم بیٹھا جو ہو تیغ تغافل کے تلے

اودھے کا ایک من ہوتا ہے جانے ہے کہ جو — لاکھ میں میں دیکھ لو افعیٔ کاکل کے تلے

اب بچھالو چاندنی قالین نمد جو جی میں ہو — خار ہی کا بسترا ہے عاقبت گل کے تلے

مے کدے کے مغ بچوں کو یہ نصیحت ہے سنو — گاڑیو نعش کو میری خم مل کے تلے

کوئی صاحب دل موا یا سوز دنیا سے اٹھا — شور محشر ہوگیا خاموش اس گل کے تلے

(۳۳۱)

یوں[3] تو سحر سے شام تک جا بجا پھرے — لیکن خدا نخواستہ اس طرف آ پھرے

برگ خزاں کی طرح پھرے دشت دشت ہم — ہر کوچہ کوچہ ڈھونڈتے تیرے گدا پھرے

کہتے ہیں اب ہے خوب بہی حق میں سوز کے — یہ کون ہے کہ پیچھے کسی کے لگا پھرے

پھرنے کا دیکھنے کا نہ مزہ سوز دیکھیو — دو روز اور جی سے یہ اچھا بھلا پھرے

---

(۱) ب ع

(۲-۳) یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

(۳۳۲)

بھلا[1] اب دل تمہیں دوں پھر جو میں مانگوں تو لوں کس سے
تمہاری سب حمایت میں ہیں، میں دعویٰ کروں کس سے

نگاہ و غمزۂ و آن و ادا سب دشمن جاں ہیں
مروت ایک بھی کرتا نہیں یہ دکھ کہوں کس سے

سناں مژگاں دکھادیں اور ابرو تیغ جھلکا دے
یہاں سوزن نہیں اے دوستو بولو لڑھوں کس سے

جنھیں آنکھوں میں پالا تھا وہ اب (تو ہوگئے رخصت)
کوئی خطرہ نہیں میرا دھلاؤں اپنا خون کسی سے

رفیقوں سے یہ دکھ کہتا سو وہ بھی اب الگ بیٹھے
رہا ایک سوز دل وہ بھی جلاتا ہے کہوں کس سے

(۳۳۳)

دہ[2] آہ سرد پر پہلو جگر میں میرے آتش ہے
کہ سینے میں خیال دلربائے شوخ مہوش ہے

مجھے یارو ضعیف و ناتواں ہرگز نہ سمجھو تم
مرا دل تو محبت کا بلا کش ہے جفاکش ہے

عزیزو تنہیاں اپنی سنبھالو مت کرو غیبت
میں سب سنتا ہوں گرچہ میری اوپر حالت غش ہے

سنبھل کر جائیو کوچے میں اس کے سب سے کہتا ہوں
وہ غارت گر ہے (قاتل ہے جفاجو) اور سرکش ہے

ہمیشہ سوز کو شاداں و فرحاں ہم نے دیکھا تھا
خدا جانے کہ پیش آیا ہے کیا جواب مشوش ہے

(۳۳۴)

اتنی[3] ہے دل میں آرزو جو بھر نظر دیکھوں تجھے
پاؤں تلے ہوں لوٹتا بالائے سر دیکھوں تجھے

اک بار دیکھا تھا تجھے سو اب تلک ہوں نیم جاں
پھر جان ہی جاوے اگر بارے دگر دیکھوں تجھے

(۱-۲) یہ غزلیں ع میں ہیں -

(۳) یہ شعر صرف پ میں ہیں -

(۳۳۵)

جلس نے کچھ آپ کو پہچانا ہے | اس نے اپنے خدا کو جانا ہے
قیس و فرہاد لیلی و شیریں | سنتے آئے ہیں سب فسانہ ہے
تھے کبھی اب کہاں ہیں بتلاؤ | ہاں خدا ہی سے جی لگانا ہے
جو ہمیشہ ہے قائم و دائم | جس نے پیدا کیا زمانہ ہے
تو کیوں مجنوں کو نام رکھتا ہے | سوز تو بھی بڑا دوانہ ہے

(۳۳۶)

عاشقی[۲] کا گر یہی اسلوب ہے | تو تو اس جینے سے مرنا خوب ہے
کوئی کہتا ہے کہ عاشق ہیں کہیں | کوئی کہتا ہے نہیں مجذوب ہے
کوئی کہتا ہے جفاکش ہے ترا | ہاں جی اپنے وقت کا ایوب ہے
کوئی کہتا ہے بہت روتا ہے یہ | کیا ملاہم طالع یعقوب ہے
کوئی کہتا ہے، نہیں آنکھیں تو دیکھ کس کا رونا .... ہے
الغرض .... | ....

(۳۳۷)

کوئی[۳] کہہ دو میرے میاں سے | عاشق ہوں ہزار جان سے
کچھ اور گزک یہ کر نہ رغبت | ہر ایک کا چکھ مزا زبان سے
اے بلبل گل پہ ناز مت کر | مت دل کو لگا تو گلستان سے
ایسے بتوں کے ہاتھ سے ہائے | رہنے پائے گی تو کہاں سے
میں تو اتنی کہی ہے تجھ سے | پر سمجھو تو سوز کی زبان سے

(۱-۲-۳) یہ غزلیں صرف ع میں ہیں -

(۳۳۸)

سوال[۱] بوسہ جب اس دلربا سے میں نے ڈالا ہے
تو جھنجھلا کر لگا کہنے کہ تو کتنا رذالا ہے

ہزاروں خوبرو دیکھے ہیں اور دیکھیں گے عالم میں
و لیکن اس کے مکھڑے کا تو عالم ہی نرالا ہے

نہ کھاوے چاند کیوں کر داغ دیکھو ماہ سے مکھڑے پر
خط مشکیں کا کتنا خوب صورت گرد ہالا ہے

دیا تھا میں نے دل اس بے وفا کو ایک بوسہ پر
کئی دن تک تو ٹالا پھر جو دیکھا روز ٹالا ہے

کہا اتنا کہ دل کو پھیر دے تب یوں لگا کہنے
تقاضے نے ترے ہر دم کے مجھ کو مار ڈالا ہے

پڑا ہوگا کسی کونے میں جا پہچان کر لے لے
مرا دل دو مرا دل دو نیا نخرہ نکالا ہے

ہوا قاضی بھی کل اے سوز قائل اس کے جھگڑے میں
میاں سچ ہے بڑے لوگوں کا سب میں بول بالا ہے

(۳۳۹)

یارب[۲] اس دل کو مرے غم سے جلایا کس نے
یہ تو بجھان تھا بھلا اس کو جتایا کس نے

یہ مزا دیکھو مجھے آپ بلا بھیجا ہے
آپ ہی کہتا ہے اے تجھ کو بلایا کس نے

میں تو مدت سے نہیں بولا کہ ترا عاشق ہوں
یہ اچنبھا ہے اسے جاکے لگایا کس نے

غم دلبر سے تو مدت سے میں روٹھا تھا پر
اب یہ حیران کہ اس جی کو ستایا کس نے

ہائے اٹھتے ہی سر اپنے کو بتوں سے توڑا
سوز سوتا تھا یہ سوتے کو جگایا کس نے

(۳۴۰)

الٰہی[۳] دل میں کسی دوست کے صفا نہ رہی
ہمارے عکس کے آئینہ میں بھی جا نہ رہی

اڑا از بسکہ رخ دوستی رنگ وفا
چمن میں نکہت گل، گل کی آشنا نہ رہی

اب اس قدر ہے جہاں میں کشیدگی کا رواج
کہ میل کاہ کو بھی سوئے کہربا نہ رہی

بہم کنار کیا دوستوں نے ہے یاں تک
کہ موج بحر سے اب صورت آشنا نہ رہی

عجب نہیں ہے زمانے سے گر کبھی لے لے
ہزار حیف دل قیس میں وفا نہ رہی

---

(۱) صرف دیوان جہان میں ہے صفحہ ۱۵۳

(۲۳) یہ غزلیں صرف ب میں ہیں ۔

(۳۳۱)

آہ[۱] اپنے دوست بھارے سرگئے — خاک میری منھہ مین اپنے گھر گئے

روز جاتاہون کبھی ملتےہین — یہ ہی کہتے ہین ابھی باہرگئے

میر مہدی تم گئے جنت کو آہ — پر پدر کے داغ دل پر دھر گئے

بھائی کو اپنے بلایا اپنے پاس — باپ کو پوچھا نہ تم کیدھر گئے

کچھ نہ غم آیا تمھین میرا میان — میری حق مین آہ تم کیا کر گئے

(۳۳۲)

در جواب بادشاہ کہ مصرع گفتہ اند: - "جی مین آتاہے کہ شاہی مین گدائی کیجئے"

خسرو[۲] اقلیم مین فرمان روائی کیجئے — رتبہ صاحب قرانی تک رسائی کیجئے

تیغ سلطان ناخن تدبیر ہے لاریب فیہ — اس سے عقدے کھولیئے مشکل کشائی کیجئے

ہر نظر دولت یہ زر دولت ہے اے صاحب‌نظر — نیک و بدکو دیکھ باہم سے جدائی کیجئے

نیک کی‌نیکی سزاہے بدسے لازم ہے بدی — مرض کوپہنچائیے ویسی دوائی کیجئے

بعد این مختار ہوا‌ے بادشاہ مومنون — خواہ شاہی کیجئے یا پھر گدائی کیجئے

گرگدائی کیجئے تو بوسۂ محبوب کی — ورنہ مثل سوز ناحق جگ ہنسائی کیجئے

(۳۳۳)

روتے[۳] ہی آئے تھے روتے ہی چلے — وقت رخصت بھلا لگ لے گلے

تم کو کیا غم ہے کوئی جاو‌لیکن — مین سمجھتا ہون تمھین صاحب بلے

(۳۳۴)

چشم[۴] کا کام اشکباری ہے — چشمۂ فیض ہے کہ جاری ہے

نیم بسمل پڑے تڑپتے ہین — کس ستم گر کی یہ سواری ہے

(۱-۲) صرف ب مین ہین -

(۳-۴) یہ اشعار صرف ع مین ہین -

(۳۳۵)

تجھے[۱] ظالم بہت ستایا ہے   کیا ستانا ہی تجھ کو بھایا ہے

دل کی اب تو کہیں نہ پاتی ہو   کیا کہیں موند کر چلایا ہے

ہم نے چھیڑا تو ہنس دیا تم نے   آپ رونے کا منھ بنایا ہے

دل کو میرے چرالیا ہے ابھی   ہاتھ خالی مجھے دکھایا ہے

چھینتا ہوں تو مجھ کو کہتا ہے   واہ وا بے بڑا تو آیا ہے

ہاتھ میرا مڑوڑتا ہے سرک   تو نے مجھ کو ڈھیل پایا ہے

بل بے عیار تیری کا عیاری   کس نے یہ فن تجھے سکھایا ہے

(۳۳۶)

او[۲] میاں اوبھائی او خلوت کے جانے والے دوست   اس سے کہہ دیجو خدا کے واسطے کا کام ہے

پہلے کیجو عذر یعنی وہ نہیں کہتا ہے آپ   تیرے اس محزون نالان سوز کا پیغام ہے

کاٹے، نڈر، بے رحم، بے پرواہ، بے درد آ سمجھ   تیرے ہاتھوں ساری خلقت اب تو لےآرام ہے

جس نے دیکھا آنکھ اٹھا کر تجھے چٹ مارا وہیں   یہ جو تیری وضع ہے اس کا برا انجام ہے

آدمیت سیکھ باز آ قتل مت کر خلق کو   سوز کا بھی مار لینا کون ایسا کام ہے

(۳۳۷)

اک[۳] روز کہا صنم سے میں نے   کاے مایۂ عیش و کامرانی

میں تجھ سے چاہتا نہیں کچھ   غیر از الطاف مہربانی

یا گاہ نگاہ مشفقانہ   یا پرسش حال کر زبانی

سن سن کے بصد ہزار نخوت   یہ کہنے لگا سن اے خلافی

تو دیکھ سکے گا میری صورت   اللہ رے تیری لن ترانی

---

(۱) یہ غزل صرف ب ککک میں ہے -

(۲) ب ر ک

(۳) یہ غزل صرف ع میں ہے -

(۳۴۸)

خیال[1] داغ جگر کا دہین دماغ مجھے　　خوش آے کون سی آنکھون سے سیر باغ مجھے

دل اسیر کا احوال مجھ سے مت پوچھو　　بتادے کون کہان اس قدر　فراغ مجھے

(۳۴۹)

کسی[2] کنبہ پر قتل کر بیٹھے بتاؤ تو سہی　　مار تو ڈالو گے پر ٹک پاس آؤ تو سہی

دل مین رکھنا دشمنی ہے صاحب ایمان سے دور　　گر تمہارے دل مین ہے ہم کو بتاؤ تو سہی

(۳۵۰)

چلتر[3] سن دیا عیار کا تو　　زبردستی سے میرا دل لیا ہے

چھپا مٹھی مین کہتا ہے کہ اوسیان　　ہمارے ہاتھ مین پوچھو تو کیا ہے

(۳۵۱)

تجھے[4] رسوا کرون ایسا مین تیری بے وفائی سے　　کہ سب ڈرجائین اپنے دل مین تیری آشنائی سے

(۳۵۲)

اے[5] نالہ نکل مت کہ ترا راز نہ نکلے　　اللہ کرے منہ مین سے آواز نہ نکلے

(۳۵۳)

ہوئے[6] ایسے ہی تم منظورون سے اب پاباکرگم مہدی　　مبارک یار کو بھی عید کے آئے نہ تم مہدی

(۳۵۴)

نہ[7] یہ کمند نہ ناگن نہ رات ہے کالی　　یہ زلف سایہ فگن ظل الٰہی

(۳۵۵)

عرق[8] آلودہ رخساروں پہ یہ کیا زلف آئی ہے　　سحر گلشن مین ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

(۳۵۶)

بتان[9] گرتم بہار چشم گوہر بار دیکھو گے　　تو ہر قطرہ مین اپنا جلوۂ دیدار دیکھوگے

(۳۵۷)

موا مین تو بھی تیری دل سے آرزو نہ گئی　　یہ فکر ہے کہ گیا جی یہ آبرو نہ گئی

(۱-۲) ع مین نہین -

(۳) جلوہ خضر صفحہ ۱۲۱

(۳ تا ۹) ر ع ک صدۂ المنتخبہ ۳۳۵

رباعیات

۱

اے امت حضرت رسول الثقلین — مانگو ہو اگر دو جہان کا تم چین
تو ورد کرو صبح و مسا اپنا تم — اللہ و محمد و علی و حسنین

۲

اس صورت ظاہر کے جو حیران ہیں ہم — واللہ غلط سمجھے ہیں نادان ہیں ہم
ہاں سایۂ موہوم جو کہئے تو ہیں — اپنا ہی گمان ہے کہ انسان ہیں ہم

۳

نہ درد کسی کے نہ درمان ہیں ہم — نہ خام ہیں عشق میں نہ بریان ہیں ہم
دو چار دن اے سوزؔ اگر سچ پوچھو — اس بزم جہان کے بیچ مہمان ہیں ہم

۴

وہ کبک خرام حور لقا رشک ماہ — کوہ تمکین فلک بسط عالی جاہ
جو دیکھ سکو تو آؤ پیارو دیکھو — کس شان سے آتا ہے کہ واللہ واللہ

۵

جاتا ہے یہ طفل اشک با نالہ و آہ — لخت دل بے قرار لیکر ہمراہ
کیونکر روکوں تجھے میں اے ذوالمنن — اللہ نگہبان ہے پردیس کی پناہ

۶

ہم کون ہیں ہم جو کہتے ہیں ہم ہیں عزیز — شک ہے تو اس ہم کو جو ہے فہم و تمیز
یہ جو کہتے ہیں ہم ہیں سچ کہتے ہیں — جو اس کے سوا ہیں جان تو سب ناچیز

۷

بس رہ اے آہ ورنہ جل جاؤں گا — بس تھم اے اشک ورنہ نکل جاؤں گا
بس اے دل اتنی اضطراری مت کر — تیرے ہاتھوں سے میں نکل جاؤں گا

۸

بس محلہ عشق میں تو پامال ہوا — ٹک دیکھیو یار میرا کیا حال ہوا

لب خشک ہوئے سجدہ کا یہ حال ہوا — لو عشق ہوا کہ جس کا جنجال ہوا

۹

جو میرے عدو تھے ان سے تو یار ہوا — مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا

رہ رہ کے میرے جی میں یہی آتا ہے — اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

۱۰

انسان جی کاہے کو کیجئے کسی پر اب خشم — چھوڑا دنیا کا ہم نے دولت و حشم

باقی نہیں اب طلب کسی کی دل میں — آیا تو یہ چشم ورنہ آیا تو بشم

۱۱

اے جان پدر جب سے تم اپنے گھر گئے — بابا کے جگر پہ داغ غم کا دھر گئے

کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو — کس منہ سے کہوں کہ میر مہدی مر گئے

۱۲

گر حق کہئے تو صفت میں جان گیا — خاطر رہ گئی تو دین و ایمان گیا

ہارا میں اس جہان سے جلدی لے چل — میرے اللہ تیرے قربان گیا

۱۳

یہ بات الٰہی ہے جی اوسان گیا — اوسان بھی حسرت سے پر ارمان گیا

سچ ہے مدقہ بھی چاہئے لائق کا — کس منہ سے کہوں کہ تجھ پہ قربان گیا

۱۴

اے سوز سنبھل یہ آہ و زاری کب تک — آ ہاتھ دہ مسل یہ بے قراری کب تک

آپہی عاشق ہے اور آپہی معشوق — پردہ سے نکل یہ شرمساری کب تک

۱۵

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا
نہ کوئی عدو تھا نہ کوئی ہم دم تھا
تھے آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر
چل بے جی اب وہ دن کہ کیا عالم تھا

۱۶

کیوں مجھ کو ستاتے ہیں یہ سب اب یارب
چھوٹے ہے عشق مجھ سے اب کب یارب
اعدا سب یک طرف یہ ناصح مردود
ہجران کسے ہے مجھکو جب تب یارب

۱۷

بس چھوٹتے ہی عندلیبان دیکھا
کس جا ہے چمن کہاں گلستان دیکھا
آرام سے سوتا تھا جگایا ناحق
آنکھیں کھلتے ہی ہم نے زندان دیکھا

۱۸

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص و عام
کیا اہل سکوت اور کیا اہل کلام
پر زیست ہے ان کی جو مثال خورشید
پیدا ہوں صبح کو تو چھپ جاویں شام

۱۹

اے میری زندگانی اے میری حیات
تیری الطاف کی کروں کس منہ سے بات
زلفیں جو تو نے ڈالیں میرے منہ پہ
کیا ہو آئی تھی پر محمد صلوات

۲۰

اے محتسب اتنا تو نہ کر مجھ پہ عتاب
سن میری بات کا ذرا دے تو جواب
تجھ سے کچھ یوں ہی چھپا کے کچھ شیشے میں
تو بول تیری ذات بھلی یا کہ شراب

۲۱

میں نے کہا لے جو تجھ کو نذ ہے درکار
بولا لب خشک و چشم تر ہے درکار
میں بولا سوز دل ہے مجھ پاس
اچھا تیرے عشق کو جگر ہے درکار

۲۲

آتا ھے تو کیوں دوڑ دوڑ راتوں کو
بکواس بھرے آگ لگے باتوں کو
لو اور ڈھٹائی مار بیٹھا چٹ سے
در ہو صدقے کروں تری باتوں کو

۲۳

گر دم ھے تو آہ آہ کرنے کے لئے
اور جسم ھے خاک و خون میں بھرنے کے لئے
دل ھے سو شب و روز پڑا جلتا ھے
ھے جان تو ایک روز مرنے کے لئے

۲۴

واعظ مجھے کعبہ کی بتاتا ھے راہ
کرتا ھے صنم کدہ سے مجھکو آگاہ
میں کب مانوں ایسے شیطان کا کہا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

۲۵

اے مرگ ہزار گھر اجاڑے تو نے
اچھے اچھے لباس پھاڑے تو نے
جو نخل کہ بارور ہوا دنیا میں
جڑ پیڑ سے اس کو سب اکھاڑا تو نے

۲۶

آدم کی ھے یہ سخن زبانی باقی
ڈھونڈھو تو کس کی نشانی باقی
کہتا ھے تو کہہ لے یہ ہوتے صبح
رہ جائے گی سوز یہ کہانی باقی

۲۷

عاشق جو پتنگ کو کہیں شاعر
دل سے دیکھیں شمع کے ھے کوئی باھر
ہرچند کہ عاشق کا تو جلنا ھے کام
معشوق بھی اس کام سے کب ھے باھر

۲۸

کعبہ کی خراب اب عمارت کیجے
بتخانے کو ہر طرح سے غارت کیجے
ہونگا حصول کچھ اس میں اے سیز
ھے دل میں کہ دل ہی کی زیارت کیجے

۲۹

یہ دل ہوا سب دل کی طرح تجھ پر مائل — اس واسطے میں ہوں تیرے آگے سائل
تو کھول یہ کھول زلف اپنی پھالے — ملنے کا سبب اس میں ہے عقدہ حائل

۳۰

کب آئے [illegible] مدام زیست کرنے کے لئے — دن عمر کے ہیں ایک چند بھرنے کے لئے
کیوں روز تولد یہ کیے ہیں شادی — یاں آئے ہے جو کوئی سو مرنے کے لئے

۳۱

کہتا ہوں میں جس سے آشنا کی بات — سنتا ہے وہ مجھ سے اور ملتا ہے ہاتھ
کہتا ہے یہ کیا کیا ائے نادان تو نے — اب کیونکہ کٹے گی روز تیری اوقات

۳۲

نہ دیر سے کچھ ہم کو نہ کعبہ سے کام — دنیا میں ہیں ان دونوں کے طالب بدنام
جو شیخ و برہمن ہو سو اس پر جھگڑے — ہم رند ہیں مشرب ہے ہمارا مئے و جام

۳۳

دن کو کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں — اور رات جو ہوتی ہے تو ہم سوتے ہیں
ہے کام خدا کا نہ کیا عقبیٰ کا — اس عمر کو دنیا میں یونہی کھوتے ہیں

۳۴

ہر وقت میں دل میں یہی آتی ہے — کیوں کر رکھوں عمر چلی جاتی ہے
اس پر جیتا ہوں یار دنیا کے بیچ — شک دیکھ تو میری بھی عجب چھاتی ہے

۳۵

دل کو میرے عاشقی سے پھیرے گا کون — وحشی ہے غزال اس کو گھیرے گا کون
نہ دام ہی پاس ہے نہ صیاد یہاں — یہ مچھلہ اٹے سوز سہیڑے گا کون

۳۶

مدّت[1] ہوئی ہم کو جانفشانی کرتے   کیا ہو جاتا جو مہربانی کرتے
لخت جگر و کباب دل ہے تیار   آتے کبھی ہم بھی میہمانی کرتے

۳۷

میں کہا دل میں درد ہے میرے   سن کہ کہنے لگا خدا دفع کرے
پھر جو کچھ دل میں آگیا تو کہا   مجھ کو چلیے اگر دوا دفع کرے

۳۸

جب میں نے کہا میری طرف تو دیکھو   دیتا ہوں وگرنہ جی میں دیکھو
جھنجھلا کے لگا کہنے یہ لو کیا معقول   خوبی خلطہ کی واہ دفعہ تو دیکھو

۳۹

اے دوست بہت تو نے ستایا مجھ کو   بے درد بہت تو نے ستایا مجھ کو
اک دل تھا سو کر چکا میں تیری نذر   بے درد بہت تو نے ستایا مجھ کو

۴۰

اے[2] دوست یہ کیا تہمت بیجا ہے واہ   ملتا نہیں میں غیر سے حاشا کلّلہ
منظور نہیں ہے کوئی مرا جز اشک   مانوس نہیں ہے کوئی دل کا جز آہ

۴۱

کبھی[3] میرے یار تو نے دیکھا   میرا دل زار تو نے دیکھا
صحرا شہدا سے اٹ رہا ہے   تازی کے سوار تو نے دیکھا

۴۲

چاہتے[4] ہو اسے آ کر دیکھو   اپنی تعین آپ مار کر دیکھو
خالو ٹوکتے ہو شورش دل   اپنی چھاتی پہ ہاتھ دھر دیکھو

قصیدہ در مدح حضرت علی کرم اللہ وجہہ

دل[1] سے صحبت نہیں ہے اب تو ہوار
وقنا ربنا عذاب النار

ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے ملے
یہ جہنم تو ہے سقر کا شرار

پاس آوے جو اس کے ہووے راکھ
ہائے کیسا تھا یہ گل و گلزار

جیسا[2] تو نے مجھے ستایا ہے
کیا کہوں آسے تجھکو روز شمار

جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ
اس کو کر ڈالتا تھا باغ و بہار

اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں
کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار

جانئے کس کا اب ہوا عاشق
یا کہیں جا کے کھیلتا ہے قمار

راہ کھولی ہیں اپنی آپ لےجاؤں
یہ تو ایسا ہوا ہے کاسہ گذار

یہ کسی سے رہا نہیں مانوس
باد کے گھوڑے پر ہوا ہے سوار

دیکھو آتے ہیں آپ روپ جلسے
آپ کس گھر گئے تھے برخوردار

کچھ[3] تو اپنی زبان سے بولو آج
دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گفتار

بول[4] منہ سے ذرا او ڈھیٹ
اے تیری ضد پر خدا کی مار

آنکھ اونچی اٹھا کے تک دیکھو
اے تیرے ناز پر خدا کی مار

ای گونگا تو کبھی بھی تھا ایسا
کیا ہوا تجھ کو سایہ گفتار

دل[5] بد ذات تو نے ذبح کیا
میں تو کرتا تھا تجھ کو دل سے پیار

تک زبان سے تو اپنی بات کرو
دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گفتار

صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ
کہیں علی بھی ہے تیرا عیار

ہائے دل تو نے مجھ کو ذبح کیا
حیف ضائع کیا یہ میرا پیار

ہائے یہ کس کیا مجھے تو نے
تیری فریاد جا کروں دربار

اس کا دربار جس کی شان میں ہے
لیس فی الدار غیرہ دیار

۱- ب ر ر ک ۲-۳-۴-۵ یہ شعر صرف ب میں ہیں -

(۷)

[1]بندی حضرت امیر عالی جاہ — حامئی دین قاتل کفار

[2]وہ علی جس نے پہلے آدم کو — غم میں آ کر سکھایا استغفار

وہ محمد رسول کا بھائی — نام جس کا ہے حیدر کرار

عمر و عنتر کو جس نے قتل کیا — ایک سے دو کئے تھے دو سے چار

[3]وہ علی مظہر العجائب ہے — جس نے موسی کے تئیں دکھائی نار

وہ علی جس نے آتش نمرود — کی تھی حضرت خلیل پر گلزار

[4]مار کر بت پرست توڑ کے بت — دین احمد کے تئیں کیا اظہار

وہ علی جس نے جبرئیل کو ہاں — پہلے سکھلایا بندگی کا شعار

[5]تم نے جبرئیل کو دیا ہے سبق — وہ ہوا تم سے واقف اسرار

[6]سوز کے کفر کو مٹاؤ اب — توڑو جلدی سے اس کی اب زنار

[7]دل کافر مجھے ستاتا ہے — سر پھرا اس کو جلدی مار

کھول سو کو کہوں گا وا غوثا — اپنے دل سے ہوا ہوں میں بیزار

دل کو میرے کرو ہدایت تم — اے میرے والی اے میرے ستار

تم نے مارا ضمیر کو واللہ — تم نے پتھر[8] کر جلایا ستر بار

[9]تم نے خیبر کے در کو روز غزا — ایک انگشت سے کیا مسمار

کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعد کے — پھر لگائے (تھے جیسے) اول بار

[10]تم نے سلماں کو چھڑایا تھا — دشت ارژن میں سر سے اپنے وار

مگر ہیں کہ تمہیں ہو راہ نما — تم خدا کے ہو واقف اسرار

گر شقی ہو اسے سعید کرو — تم ہو مشکی بندی کے سب مختار

محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں — اور شتابی ہو نیکی کردار

سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے — وہ جو ہیں گے تمہارے ماتم دار

بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے — بخشو اس کو اے میرے غفار

۱- ب وہ علی ولی شہر خدا ۲- یہ شعر ب میں ہے ۳- ب وہ علی جس کا نام حیدر ہے
۴-تا-۷ یہ اشعار ب میں نہیں ۸- ب اور پھر پھر ۹-۱۰ یہ اشعار ب میں ہیں -

(۷)

مطلع

ایسے[1] جینے سے بھائی ہیں ہزار	یہ بھی کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار
جھوٹ تذویر مکر و فن و فریب	ہیں جلو میں میرے ہزار[2] قطار
میر صاحب ہیں ان کنھی پر اب	شک ادھر دیکھیو تو استغفار
چھوڑو تسبیح اور مصلا بس	اب تو گردن میں ڈالیے زنار
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں	پوجنے آئیں ہند کے کفار
لیکن استغفراللہ تو اور مرد	حیزا بہتر ہے تجھ سے تو سو بار
جب سے پیدا ہوا ہے تب سے گناہ	کئے ایجاد ہمیں ہزار ہزار
خرقہ پہنا تو کیا اکھاڑا[3] جی	یہی در در پکارتے ہو بسیار
شرم آتی نہ اے خرف تجھ کو	اب بھی کہتا ہوں آ گلے سے اتار
سات سالوں سے منہ کو کالا کر	ہو کے الٹے گدھے اوپر اسوار
چھوکروں کو مٹھائی دیتا جا	تا[4] وہ کہتے چلیں پکار پکار
جو کہ پہنے لباس مردوں کا	اور[5] حیزوں کے رکھتا ہو اطوار
اس کو یہ ہو سزا کہ خلق خدا	ڈالتی جائے جوتیوں کا ہار
شاید اس وقت ہیں بہا تجھکو	مہر سے ایسی حیدر کرار
ور یہ بات مان توبہ کر	ورنہ تجھ کو پڑے گی بڑی مار

۱- ع ع میں مطلع کا دوسرا مصرع یہ ہے " وقنا ربنا عذاب النار "
۲- ر قطار قطار ۳- ر اکھاڑا
۴- ر اور ابھی زبان سے یہ پکار ۵- ع اور حیزوں کے سیکھے ہوں اطوار

قصیدہ در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

۲

شہید عشق کے مسجود یا امام حسین　　امیدوار کے مقصود یا امام حسین

نہیں ہوا کوئی تم سا شہید نا شاہد　　تمہیں ہو شاہد و مشہود یا امام حسین

زبان سوز کہاں اور تمہاری مدح کہاں　　تمہیں ہو حامد و محمود یا امام حسین

گناہگار تمہارا بہت پریشان ہے　　اسے نواز ہی دو زود یا امام حسین

رہے جہان میں جب تک تو بازتار رہے　　بحق غربت محمود یا امام حسین

وگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں　　تو یہ کہے وہیں موجود یا امام حسین

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ

۳

ایک بندہ جہاں میں واللہ　　آصف الدولہ نام ہے جس کا

صبح سے شام تک غریبوں کا　　غور پرداخت کام ہے جس کا

وحدہ لا الہ الا اللہ　　ذکر قلبی مدام ہے جس کا

بھائی کہتا ہر ایک غربا کو　　یہ تلطف کلام ہے جس کا

آصف الدولہ ناظم دکھنی　　ایک ادنا غلام ہے جس کا

اور ادگرہز مرشدہ کیا ہے　　جو ہے سو ہانے نام ہے جس کا

اور تو اور سوز سا وحشی　　لی دلی دل سے رام ہے جس کا

۱-۲　یہ قصیدے صرف ع میں ہیں -

۱

راہ گلشن میں نہ دے مجھ کو ہوادار چمن   دام میں کھینچے نہ صیاد دل آزار چمن

ہوں نہ زنداں ہی کے لائق نہ سزاوار چمن   بلبل تصویر ہوں جوں نقش دیوار چمن

نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن

کب ہمیں آزاد رکھنے کی فلک نے دی ہے عمر   گوشۂ زنداں کی زینت کے لئے بخشی ہے عمر

طوق در گردن بسر جوں فاختہ ہم کی ہے عمر   کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گذری ہے عمر

تب اسیر دام تھے اب ہیں گرفتار چمن

کہہ تو کس کے جی کو دکھ دیتا ہے تو اے باغباں   چھوڑ کر [illegible] کوئی اٹھ چلا گلزار کو اے باغباں

درد کی ہر گل سے بو آتی ہے اب اے باغباں   نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں

کس دل آزردہ کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

شام سے گذری ہے روتے اس کو ہر شب صبح تک   ہر کسی کے حال پر اس کی نہ دیکھی دم پلک

اشک کے تاثیر رکھتے ہیں یہ ایسی مردمک   زخم پر ہر گل کے چھڑکے ہے صبح محشر کا نمک

سیکھ لے گر ہم سے رونا شبنم زار چمن

ہو جدائی گر تری معشوق سے اے عندلیب   پھر بھی گلشن میں ہے تو جینے کے درپہ عندلیب

قطرۂ اشک آنکھ میں تیری نہیں ہے عندلیب   لخت دل گرتے خزاں میں جائے ہرگ اے عندلیب

ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن

سوز کہتا ہے تجھے آ دیکھ لے نرگس کو تک   اے مے محو تماشا دیکھئے نرگس کو شک

ہے تغیر حال اس کا دیکھ لے نرگس کو تک   فصل گل جاتی ہے سودا دیکھ لے نرگس کو تک

باغ میں مہماں کوئی دم ہے یہ بیمار چمن

۲

رکھتی ہے زمانے میں خشکی و تری رنگ　　ہے دیدۂ تحقیق میں یہ سب نظری رنگ
کافر ہو کسی کا جو خوشی آتا ہو نہ رنگ　　کرتی ہے مے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اس شیشہ میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ

سب چیز کی میں سیر کیا ڈھنگ کا جلوہ　　آتش کا جمال اور ہر اک سنگ کا جلوہ
تجھ بن نظر آیا نہ کسی رنگ کا جلوہ　　کس رنگ میں دیکھا نہ کسی رنگ کا جلوہ
سب رنگ میں ہے تو یہ ترا سب سے بری رنگ

ہر چند پڑا آ کے میں صیاد کے بس میں　　مشہور اسیری میں ہوا ناکس و کس میں
لیکن نہیں مرتا گل و گلشن کی ہوس میں　　کس گل میں یہ جلوہ ہے کہ اب کنج قفس میں
دکھلاتی ہے میری مجھے بے بال و پری رنگ

مجھ عاشق نالاں کے نامے کو تو لینا　　اس حسرت و ارمان کے نامے کو تو لینا
ٹک بوجھ سمجھ جان کے نامے کو تو لینا　　ہر مرغ کو پہچان کے نامے کسو تو لینا
نامہ کے کبوتر کا ہے میں جگری رنگ

جو چیز کہ ہر کوچہ و بازار بکائے　　اس کے لئے لا سنگ کو آتش پہ گلائے
افسوس ہے جو عمر کو میں ابھی گنوائے　　اے شیشہ گران دل کوئی ٹوٹا جو بنائے
پیدا کیے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

صیاد تو مجھ طوطی کے طالب ہے سخن کا　　اور دل کو مے ہے غم و اندوہ وطن کا
معلوم کچھ احوال نہیں سرو و سمن کا　　ہے خاک بسر آج خدا جانے وطن کا
دیکھ آتی ہے کیا جانے نسیم سحری رنگ

مت دل لگا دنیا سے تو ہرگز نری سودا　　جب سب سے ترا ہووے سبھوں سے بری سودا
فانی ہے جہاں کی سبھی خشکی و تری سودا　　کر جاؤ سرہانی کو خاکستری سودا
ہے عزم سفر یاں سے تو ہے یہ سفری رنگ[۱]

۱- سودا کی غزل پر تضمین - سودا کا مطلع ہے-
کرتی ہے مے دل میں تری جلوہ گری رنگ　　اس شیشہ میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ

۳

چشم میں اپنی گہر بار کروں یا نہ کروں — آہ گھبرا کے میں ناچار کروں یا نہ کروں
درد پنہاں کو میں اظہار کروں یا نہ کروں — کہیں میں تسکین دل اپنا کروں یا نہ کروں

نالے جا کر پس دیوار کروں یا نہ کروں

زندگانی کا کوئی دم مثل شفق باقی ہے — سن لے اک بات مری تو کہ رمق باقی ہے
ہاں میاں اس میں وہ اک کلمہ حق باقی ہے — جز و ہستی سے مرے دم رمق باقی ہے

پھر سخن تجھ سے ستم گار کروں یا نہ کروں

تم تو وہ شخص ہو اپنے کو پرایا سمجھو — دل جو ہم آپ سے دیں اس کو چرایا سمجھو
غیر سے وصف کریں اس کو لگایا سمجھو — سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایا سمجھو

ہے زبان میری بھی گفتار کروں یا نہ کروں

کون ایسا ہے کہ جس شخص سے غم رکتا ہے — امڈے جب اشک تو ہر ایک سے کم رکتا ہے
شدت درد میں کس دل سے الم رکتا ہے — ناصحا رک مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

نالے دل کھول کے دوچار کروں یا نہ کروں

گریہ گریہ مری گردن پہ ہوا ہے اے طوق — کوئی غم سے نہیں جان کو میری یا فوق
جب تلک غیں کی مے جب سے میاں جائے ذوق — بیخواب شہیں میں وہ اور ہے دل مائل اے شوق

جی دھڑکتا ہے کہ بیداد کروں یا نہ کروں

نہ سنا حال کبھو اس نے تو آکر یارو — کب تلک دل میں رکھوں غم کو چھپا کر یارو
کوئی فریاد و فغاں اپنی سنا کر یارو — موسم گل ہی میں صیاد سے جا کر یارو

ذکر مرغان گرفتار کروں یا نہ کروں

نہ رہا دوست جسے رحم مجھ اوپر آئے — اس زمانے میں نہیں سب قتل کے میرے درپے
کوئی ایسا نہیں جو اس سے یہ اب جا کے کہے — حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے

میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

۲

ابھی تو دلبروں کی رسم دلداری کو کیا جانے ابھی ان بے وفاؤں کی وفاداری کو کیا جانے
ابھی کم عمر ہے تو نالہ و زاری کسو کیا جانے نہ ہو عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
ابھی تو آپ ہی لڑتا ہے سچ یاری کو کیا جانے

نہیں ہوتی ہیں آخر کو یہ کچھ باتیں بھلی پیارے ترے یہ دن تو ہنسنے کھیلنے کے تھے ابھی پیارے
سہے گا کب یہ ایذا عشق کا اتنا سا جی پیارے لگی بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پیارے
تڑپنا لوٹنا راتوں کی بیداری کو کیا جانے

ابھی تو رات دن تو کھیل میں مشغول رہتا تھا بلا جانے تری پیارے محبت کو کہ ہے وہ کیا
نہ پھنس اس عشق کے پھندے میں جا اس سے تو باز آ ابھی تو تو نے آئینہ میں اپنا منہ نہیں دیکھا
گرفتاری کو کیا سمجھے تو خودداری کو کیا جانے

ابھی تو طرز عیاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو کچھ دل آزاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
ابھی اب تک ستم گاری نہیں پوری ہوئی تجھ سے ابھی تو مشق خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے
یہ ننھا سا کلیجہ تیرا غم خواری کو کیا جانے

عبث بالیں پہ تم اس کے کہیں غل کر کے جاتے ہو کوئی آشفتہ کی جانب سے اس سے جا کے یہ کہہ دو
نہ اٹھے گا جگانے سے تمہارے سختے ہو یارو عزیزو سوز کو چونکاؤ مت سوتا ہے سونے دو
ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

مستزاد

۱

سی سوز صحبت دیکھ کے حیران ہوگا　　خوبان کا جال

دل زلف میں الجھے گا پریشان ہوگا　　مت لے یہ جال

یہ چال بری ہے تجھ سے دیکھنے کی نہیں　　او خام خیال

کیا ہنستا ہے بہت پشیمان ہوگا　　مت وانت نکال

۲

جو شخص ملازمت کو آتا ہے گا　　از بہر حصول

کچھ وہ بھی نذر چیز لاتا ہے گا　　یہی ہے معمول

بندے کو نظر اور نہ آیا اس وقت　　حیران رہ کر

اپنے تئیں ابھی دکھاتا ہے گا　　کر لیجیے قبول

۳

بالفرض کہ عاقل و باہوش ہوئے　　کس کام میں ہیں

ہو کر آزاد خانہ بردوش ہوئے　　تو دام میں ہیں

دو دن کی نمود میں نہیں کچھ حاصل　　یارو شام میں ہیں

بے حق ہوئے جو خاک میں روپوش ہوئے　　آرام میں ہیں

مثنوی

۱

میں کس سے کہوں دل کی باتیں — کتنی ہیں کس دکھ میں راتیں

ناحق ناحق گھبراتا ہے — صحرا صحرا پھرواتا ہے

آرام نہ اس کو سونے سے — ہے کام سو اس کو رونے سے

۲

بدتر ہے اب دل کی حالت — سمجھی نہیں جاتی اس کی مت

مطلوب نہیں اس کا پیدا — کس کی صورت کا ہے شیدا

لو نبض تو اس کی پہچانو — کیا مرض ہے اس کو دیوانو

بیماری کیا ہے اس دل کی — کیا چاہ ہے اس کو قاتل کی

تو اس تلک اس کو پہنچا دو — محبوب کو اس کے دکھلا دو

سودا ہے جو ہے سودائی — تشخیص کرو کیا ہے بھائی

یا حور پری کا سایہ ہے — کس چیز سے عشق لگایا ہے

ہاں اس کی کچھ تدبیر کرو — میں راضی ہوں زنجیر کرو

ہے ہے اب ہات سے جاتا ہے — مجھکو اس کا غم کھاتا ہے

کیا اچھا بھلا دل تھا یہ — سب رنگوں میں شامل تھا یہ

ہستی میں بیٹھ کے ہنستا تھا — قوموں میں پہلے دھنستا تھا

محبوبوں سے مل چلتا تھا — محبوبوں ہی میں ملتا تھا

کرتا تھا سب سے رنگ رلیاں — باتیں کرتا بھلیاں بھلیاں

سب اس سے پیار سے ملتے تھے — وحشی تک اس سے ہلتے تھے

سب دل سے اس کو رکھتے عزیز — ہے سب کے آگے اب ناچیز

یہ کیوں چپکا ہے اب یارب — منہ سے اپنے بول گیا کب

(ب)

مت چپ رہ میرے پیارے دل   جاجا بے حس سے جا بے مل

میں چپکے چپکے غم مت کھا   پیارے یہ غم کھا جائے گا

مت اپنے جی سے رہ غافل   او دل ، او دل ، او دل ، او دل

میں تیری چال سے ڈرتا ہوں   اندیشہ ہی میں مرتا ہوں

قربان میں تیرے منہ کھولو   کچھ مجھ سے بات کبھو منہ سے بولو

تم کس کے اوپر عاشق ہو   کس کے پیچھے اتنے دق ہو

میں اس کو تجھ سے ملوادوں   اس کا کام تجھسے لا دوں

یا سوز سے مل کر کام کروں   اس بت کو تیرے رام کروں

منت سے اس کے پاؤں پڑوں   تیری خاطر جی دان کروں

پھر سچی یہ بات ہے اے دل   ان لوگوں سے ہرگز مت مل

یہ پہلے سر سہلاتے ہیں   پھر کیا بھیجا کھاتے ہیں

ہے عشق کی راہ بہت مشکل   سن میرے بھولے بھالے دل

تو بھول یہ گلیاں جائے گا   ہر در پر سر ٹکراوے گا

یاں غول بہت ہیں اے غافل   بہلا کے لے جاتے ہیں دل

ان سے اے میرے صاحب دل   مت مل ، مت مل ، مت مل ، مت مل

پھر کہنا یہ کب مانے ہے   مجھ کو تو دشمن جانے ہے

ہاں بھائی میں ایسا دشمن   کہہ لے جو تیرے آوے من

تحقیق زمانہ ایسا ہے   جو دل اپنا تجھ جیسا ہے

واللہ تم اس میں نہیں جھوٹے   اپنے ہی بخت بنے پھوٹے

گھر کو جو شب کو آتے ہیں   تو الٹی لاتیں کھاتے ہیں

میں مجرم ہوں جو اب بولوں — کاہے کو اپنا منہ کھولوں

کیا گندا نکلا میرا دل — اور اپنے کہنے سے کیا حاصل

ہے ہے میں کیسا غافل تھا — جو سمجھا تھا میرا دل تھا

واللہ یہ دل بیگانہ ہے — میں بھول کے اپنا جانا ہے

لاکھوں میں ہوگا صاحب دل — ورنہ سب دل ہیں غافل

یارو میں تم سے کہتا ہوں — جو جور میں دل کے سہتا ہوں

مت اس کو اپنا جانو گے — جو میرے کہنا سو مانو گے

ہاں بندے دل کے ہو رہیو — جو ظلم کیے چپ کر سہیو

تو دو دو باتیں رہے گا یہ — جو اپنی بات کہے گا یہ

ورنہ یہ ایک سیدا ہے — بھید اس کا کس نے جانا ہے

سنیو دل کے کان کو کھول — اچھے میٹھے میٹھے بول

سب کا پیدا کرنے والا — ہے وہ صاحب حق تعالیٰ

تم کیوں بھولے میرے بھائی — یہ غفلت کس نیند سے آئی

پیارے دل کی آنکھیں کھولو — آپ کو سمجھو تب کچھ بولو

پیدا آپ کو گر تو جانے — اپنا خالق ہوا ہے کہنا نے ؟؟

میں میں جو تم کرتے ہو گے — اس میں کوئی کچھ بھی بوجھے

میں میں کون کہے بیٹھا — تم میں، میں میں، کس کی جے بیٹھا

میں کو بوجھو میں کہتا ہوں — تم کو میں یہ کہتا ہوں

میں جو کہتے ہو کیا تم ہو — کیوں اس، میں،میں سر گم ہو

میں جو کہتے ہو تم کیا تم ہو — اس سدھیا میں ہے۔۔۔۔۔۔

(۵)

بولے آپ کہو ہو تم میں تم ‏ ‏ تم تو ماتھ ہیں ہو تم

آپ میں اپنے آپ کو دیکھ ‏ ‏ آپ کو بوجھو شک تو چھٹو

آپ وہ اپنا سوانگ بناوے ‏ ‏ آپ ہی ریجھے آپ ریجھاوے

ہو کر روکھ بنا دکھلاوے ‏ ‏ لاکھوں شان میں وہ جھمکاوے

عرش سے لے تا فرش وہی ہے ‏ ‏ یہ تو سب نے رمز کہی ہے

سب لوگوں میں اس کا جھمکا ‏ ‏ پر وہ سب سے باہر دھمکا

میں کرو ہے سب سے نیارا ‏ ‏ وہ چنچل سب کا ہے پیارا

پھر یہ پتلا خاک بنایا ‏ ‏ اس میں پورا ہو دکھلایا

جن پایا سو آپ کو بھولا ‏ ‏ جل کر ہو کر آگ بگولا

اپنی ہستی آپ جلاوے ‏ ‏ غیرت کی کب اس کو بھاوے

عمر کی کب تہ میں بیٹھے ‏ ‏ اپنی یکتائی میں بیٹھے

سب میں بیٹھ سمائے پل میں ‏ ‏ قید نہیں وہ آب و گل میں

سب جاگہ وہ حاضر ناظر ‏ ‏ جب ڈھونڈھو تب سب سے باہر

لاکھوں روپ کی آن بنائی ‏ ‏ پھول پھلیاں تن میں چھپائی

جو ڈھونڈھے سو اس کو پاوے ‏ ‏ بن کھوجے وہ ہاتھ نہ آوے

کہیں کہیں یوں بھی مل جاوے ‏ ‏ سوتوں کو وہ آپ جگاوے

یہ سودا محبوبوں کا ہے ‏ ‏ دھر سے تم میں دوہوں کا ہے

تم اس پر مت بھولو بھالو ‏ ‏ اپنی آنکھیں مل مل کھولو

آئینہ کو صاف بناؤ ‏ ‏ منہ دیکھو جب آپ کو پاؤ

آئینہ کیا دل ہے تمہارا ‏ ‏ جس میں کرتا ہے وہ بسیرا

دور کرو گر رنگ کو اس کے　　اور ہی پاؤ ڈھنگ کو اس کے

جہاں کو تاکو ، دیکھو سوچو　　سامنے جو ہو اس کو پوچھو

جو پاؤ تو من کی بولو　　ورنہ اپنی جیب نہ کھولو

اس من کر تو سیر فلک کی　　راہ ہے کتنی ایک پلک کی

پہلے گرو کو ڈھونڈے بھائی　　بن گرو کا ہو سوادائی

پکڑ چرن تو اس کے کہہ کر　　اپنی شیخی تو وہاں تہہ کر

اپنا مولا جان تو اس کو　　بندہ ہو پہچان تو اس کو

سن لے اور یہ بھید بتاؤں　　سچ ذرا جو تجھ کو جتاؤں

غیر کو سجدہ نہیں فرمایا　　آدم کو سجدہ کروایا

بھید رہی تجھ پر کھلے گا　　من من تجھ سے وہ بولے گا

اپنی خودی تو چھوڑ شتابی　　سب اپنی ہی خانہ خرابی

جب تک مرے نہ آپ کو پائے　　موت ملے تجھکو سمجھائے

مرتا کوئی نہیں مرے جاننے　　کہتے ہیں یہ بات گیانی

مرنے سے آگے مر جانا　　زندہ دلوں کا ہے یہ بانا

حرص و ہوا کے مارو صاحب　　طول امل سے ہو لو تائب

قسمت ہیچ پر ہی راضی رہئیے　　جو جو ہوتے سو سو سہئیے

روز ملے یا دو دن پیچھے　　اپنا پورا آپ کو سمجھے

کیوں مرجھتا ہے نادان　　رہ تو اپنے من میں شادان

ننگا رکھے وہ یا کہ اوڑھائے　　وہ جانے جو اس کو بھائے

اس کا بھلا ہے تو بھائی　　تجھ کو کس کی غیرت آئی

(ج)

تیرے باپ کا اس میں کیا ہے　　تجھ کو تو ہر آن فنا ہے

وہ جانے جس کا یہ گھر ہے　　تجھ کو اس میں کیوں خطر ہے

گر سوچے تب تجھکو جتائے　　تجھ میں سے تجھ کو دکھلائے

جب میں کھوئے تب ہوا چھا　　سوز کھوئے ہے سن لے بچا

ان باتوں کو جب تو پائے　　تجھ میں تب یہ سوز سجائے

عشق کا ہے یہ سارا بکھیڑا　　عاشق ہو سلجھا الجھیڑا

بن عاشق یہ بھید نہ سوجھے　　عاشق ہو سو اس کو بوجھے

مان لے بھیا باتیں گر کسی　　وہ کہہ دے گا تجھ کو دھرکی

یاد رکھ اس کو حاضر و غائب　　اس کو جان تو اپنا صاحب

تو بندہ وہ تیرا مولا　　سب سے جان اسی کو اولیٰ

وہ مذکور ہو تو ہو ذاکر　　رہ اس کے تو حکم میں حاضر[1]

کڑوا میٹھا جو دے سو لیسے　　اس کی بات میں کچھ مت بولے

تب تجھ کو وہ میں دکھلائے　　جھد میں منصوری بجوائے

روان روان میرا جب بولے　　تب میں یہ آپ تو پورا ہولے

اس سے آگے کہا بتلاؤں　　سوتوں کو کس بھانت جگاؤں

اپنا رب تو بوجھ لیے بھیا　　یو ہی تو ہے اپنا سجھیا

لا اللہ کے بھید کو پوچھو　　یعنی غیر نہیں شک سوجھو

کہوں میں کیونکر تجھ میں کیا ہے　　پیارے جی اللہ اللہ ہے

اللہ وہی جو کہا نہ جائے　　اس کو کیونکر لا دکھلائے

شہ رگ سے نزدیک رہے ہے　　گردن پر ہی چڑھا رہے ہے

آپ میں ڈھونڈھو بابا میرے　　میں تو سوانگ بنے بتیرے

۱- ر شاکر

سینہ میں جن نے آپ کو پایا اس نے دیکھا اور دکھلایا

پھر پھر سوچو اس کو یارو اور نہیں ہے خوب بچارو

لا اللہ کے معنی جانو غیر نہیں ہے جانی مانو

لا کہ طرح تو میں نے جتایا ہے ہے تم نے بھید نہ پایا

ڈھونڈھو اپنا آپ ٹٹولو آپ اپنا گورکہ دھندا کھولو

میں کا معنی کیا بہان تو جان اور تیرا گیان

میں میں مت کہہ چہرہ سوز تو میں میں بھیا ہنوز

فارسی کلام

۱
(۱)

گل بیم* تو در کنار دارد — زاں عاشق خود ہزار دارد
گفتی کہ شب است بر تو آیم — قول تو چہ اعتبار دارد
دل (۱) خاک شد و ہنوز دلبر — از من در دل غبار دارد
دل است بہ زلف تو بلائے جان — آں کاکل مشک بار دارد
مجبوری* سوز بسر کنی صبر — ہاں بندہ چہ اختیار دارد

۳ (۲)

گفتم کہ غمت مرا نہ باشد — گفتا اگرت حیا نہ باشد
گفتم جانم بہائے دارت — گفتا اینش ہم بہانہ باشد
گفتم کہ کجا ست مسکن تو — گفتا کہ کجا کجانہ باشد
گفتم با عدم روانہ ام کن — گفتا کہ ترا روا نہ باشد
گفتم نہ لبت دوا ست، گفتا — این درد ترا دوا، نہ باشد
چوں گفتم سوز عاشق تست — گفتا کہ چہ خوش چرا نہ باشد

۴ (۳)

کردیم کباب جگر خود نہ چکیدہ — اسپند تب ما نکیدہ نکیدہ
غنچہ دہ شدہ گلشن وا سبزیدہ خیابان — اے وائے ملولیدہ دل ما کلیدہ
غلطیدہ و غلتیدہ دل سوختہ ام را — سازید بجولان نگہ قاتل دیدہ
کوبیدہ بپایش بر سر قاتل بد خواہ — چاکیدہ گریبان چو از دیدہ شکیدہ
طرزے نبود این طرز سوز نمودہ — ورنہ سخیے ہم چو نہ دیدہ نہ شنیدہ

۵ (۴)

اے آں کہ بپایہ عشق مصطفائی مدہوش — در ماتم آل او بجان دادی کوش
شاہ شہدا شود شفیع تو بمحشر — بر سینہ سبک چہ میزنی؟ بجوش

۶
(۵)

روز محشر بود سیاہ چو قیر — چہرۂ منکران روز غدیر

---

(۱) گ، ج، ر (۲) ج: دل است بہ زلف تو طے جان (۳) گ، ج، ر
(۳) گ، ج، ر (۵) ر، ج، گ (۴) ر، ج، گ

(۶) [1]

بر روز غدیر سرور خلق پناه   فرمود بجائے ما علی باشد شاہ
این بود حدیث آن رسول عربی   من کنت مولاہ فعلی مولاہ

(۷) [2]

فریاد ز زخم کلیجه بدوش آمده است   هم ناله بے خودی آید خوش آمده است
از سینه چه راه کربلا نزدیک است   آه از جگرم سیاه پوش آمده است

(۸) [3]

قربان بگیر گدائی کردم   حیران کمال کبریائی کردم
من آن بودم که با کمال حیرت   در قافله دلیل جدائی کردم

(۹) [4]

اے مردم زار زار حیران تو ایم   بے دیده اشکبار ویران تو ایم
برد دین و صبر طاقت بے جاز   اے عشق تو خود شکار تو ایم

(۱۰) [5]

اے خواجه دو گام ره خرامی ماندی   خود را به رفیقان نه رسانیدی ماندی
این راه ترا کعبه آب و گل است   یک گام کاروان چو ماندی ماندی

(۱۱) [6]

در هر چه رضائے دوست می باید بود   شادان به غمی گردست بیاید بود
جان سوز سوز عالمے را بفشان   راضی برضائے دوست می باید بود

---

(۱) شا (۲) ر ء ع ک